

# فہرست کتاب ہیات الرشیدہ فی فہام لعنہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	بنابر اصول شیعہ کے خدا پر مغول حاکم ہیں	۵۵	مذہب شیعہ مخالفین کو نکو قرار دینا حرام ہے
۶۱	مذہب شیعہ میں دروگو اپنی مذہب میں بوجہ حرام ہے	۶۱	بطان عصمت اللہ
۶۶	مذہب شیعوں میں مبارک مذہبی حرام ہے	۶۶	ذکر منظرہ لودانہ
۸۰	دین بیان کے مافذ شیعہ دہل سنت کو بیان کون ہیں	۸۰	اتماس ضروری بطور مقدمہ
۸۲	محققین شیعوں کو نزدیک کیا ہے اور کس پر کس نام مبارک میں	۸۲	تردید متہین
۸۲	اصول شیعہ کو مافذ شیعہ پر اصول شیعہ صلا اللہ علیہ وسلم ہی فضل میں	۸۲	تحقیق
۸۲	شیعوں کے راوی ہائے کثیر فرماؤں پر محبت ہیں	۸۲	شاہ عبدالغفر صاحب تحفہ میں اپنا نام کون میں لکھا
۵۴	شیعہ کے نزدیک مخالفی مذہب الہی روایت میں قبول ہے	۵۴	تردید اصل کتاب
۹۳	تطبیق و بیان حدیث سفینہ تنقین حدیث مجرم	۹۳	آلہ کی تقدیم اصحاب پر
۹۹	اجماع دہل قطعی ہے	۹۹	زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنا خلاف تشیع ہے
۱۰۱	حضرات شیعہ کا عجیب و غریب اجماع	۱۰۱	ارشاد امام قزوینی و تفسیر کون دین میں کلام کرنا منع ہے
۱۰۲	محدثین شیعوں کو نزدیک اصول و فروع و جواہر ثابت ہو گئے	۱۰۲	اکابر شیعہ و مذہب کے چہا نے میں امام کی اطاعت کی
۱۰۶	انبیاء کے کفر کا ثبوت روایات شیعہ کے موافق	۱۰۶	ظہور بدعات کو دفع کر سکتے کرنے و لا ملعون ہے
۱۱۱	اہل بیت کی عتاب میں حضرات شیعہ کی گستاخان	۱۱۱	اعتراف فضیلت و محبت حضرت علی رضی اللہ عنہ
۱۱۳	شیعہ کو نزدیک حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی خارج میں	۱۱۳	امام شیعہ میں شیعیان کی ایک غفلت کہ جسے مغلوبہ ہو سکتے ہیں
۱۱۶	صحابہ مقبولین شیعہ کے حالات	۱۱۶	شیعہ کو مخالفین سے جو کہ تہیں چاہئے کہ ان کو جو حجت نقیض ہوئی ہے
۱۲۲	صحابہ مقبولین شیعہ بارہ ہزار تھے	۱۲۲	حسن ترسیخ







۲۳۸	چنانچہ بابت اہل سنت کے ایک صاحبزادے کی طرف سے	۵۴۰	فردی اختلافات میں نہ آئے نہ رہا ہے
۲۳۹	فصل کا جو بیرونی ہے اس کا جو بیرونی ہے اس کی	۵۴۲	بیت میں اہل سنت کا نام نہ لیا گیا ہے
۲۴۱	ارشاد پیر بلالہ میں ہے کہ ہر ظاہر اہل بیت کی قیادت	۵۴۳	جناں میں ہے ہر شخص اس کی وجہ سے
۲۵۳	اہل بیت کے حریفانہ موقف کے خلاف ہے کہ ہر فرد	۵۴۴	بیت کے خلاف ہر فرد کی قیادت میں ہے
۲۵۹	اشارات خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم	۵۵۰	سکونت کے فردی ہونے کی دلیل
۲۶۰	جناں میں خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کے باجم	۵۵۹	حدیث بخلاف بعدی مشاغل سنت کی تحقیق
۲۶۶	دلیل اہل اثبات خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۵۹۳	کتاب کے خلاف اہل بیت میں جن میں ہر فرد کا
۲۸۲	خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی روایتوں کی	۵۹۸	روایات بشارت دوازہ امام
۲۹۸	حلیہ کا جو بیرونی ہے اس کا جو بیرونی ہے اس کا	۶۰۲	روایات تفصیل بشارت دوازہ امام
۵۰۲	خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۰۹	نقصہ اوراق بیت کا جواب
۵۰۳	اشارات حقیقت خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۱۲	تحریف قرآن
۵۱۳	بیت حقیقت خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۱۶	تحریف قرآن کے دلیل میں کی کتاب
۵۲۵	بیت حقیقت خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۳۰	تفصیلی طور پر بیرونی تحریف کے واقعہ
۵۴۱	بیت حقیقت خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۳۶	مباحثہ کا عقائد و جواب تحریف قرآن
۵۴۲	بیت حقیقت خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۴۱	صدق اور کذب کا تحریف انکار و اعتراف
۵۴۸	بیت حقیقت خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۴۶	طوائف کی عقلی قرآن میں زیادہ کر کے
۵۵۰	بیت حقیقت خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۴۸	سناخبرین علماء کے حقیقت کے تحریف کا ثبوت
۵۵۸	بیت حقیقت خلاف خلفاء رضی اللہ عنہم کی عقلی	۶۵۱	کلیں اور کتب میں جن میں بیرونی قرآن کا ثبوت
۵۶۲	اہل سنت اور غیر میں عقائد کی نسبت	۶۵۴	میں ہے لازم مذہب کی تحقیق
۵۶۸	بیت کے صاحبزادے کی دلیل کا ابطال	۶۶۰	بیت میں ہے بیرونی تحریف قرآن کا ثبوت

Checked  
1987

مکاح ام کلثوم

اگر اہل سنت کی کتابوں میں فادق کا مکاح جنت ہزار گنا ہے

اہل سنت کی کتابوں میں فادق کے ساتھ ام کلثوم نہایت اہم ہے

اہل تشیع کی کتابوں میں فادق کے ساتھ ام کلثوم نہایت اہم ہے

شیخ ابو جابر کا فادق کا مکاح ام کلثوم نہایت اہم ہے

ہمت السعدی کی روایت کی تفسیر

مطابق مسیح والہ ابو محیب کی روایت داری

بخاری کے فقیر کے لیے مجبور و کرہ کا روایت متعدد ہیں

روایت قبل ابوبکر اشجع مال حدک

حدیث باط

روایت متضمن تہذیب جناب امیر خلیفہ ثانی

روایت متضمن خوف خلیفہ ثانی از جناب امیر

روایت متضمن خوف خلیفہ ثانی از جناب امیر

روایت نیراب عباس رض

حبيب بن عبد کلاخ موزنہ نامی سہانہ ناجائز ہے

فہمین کے نزدیک امیر اسلام میں ہوشدار کا ذکر کو سہانہ

چاہے تھا وہ بھی سوچ ہو کہ ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا

محبیب نے حضرت عباس کے نسبت قسح کو تسلیم کر لیا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسبت شیعہ کی نفس پیا

اور محیب کی تادیب غلیل اور ادنی تہذیب

شیعہ کے نزدیک لہ الزنا ہونے کا قاعدہ کلیہ

حسب روایات شیعہ اہل سنت میں کان پڑھ بھی اہل عباس کے

حسب نازل ہوئی بطور نسخہ نہیں

طریقہ اوراق بیت فاطمہ کا جواب

نقدہ ایضاً نقل اور صرف ہندیہ و تحریف میں عبارتہا

ظاہر کچھ فرق نہیں

احاطہ سب کے کتب شریعہ وغیرہ جمع کرنا غلط ہے

نقدہ ایضاً نقل نہیں

برایہ شیعہ پر محیب کے اعتراض کا جواب

آیت غار کے جواب میں قاضی زین الدین شمس الدین کی غلطی

اور غلطی کی تادیب کے تردید

خطبہ بلا و فلان میں حضرت علامہ ہادی قدس سرہ

تحقیق اور علامہ شمس الدین کا انکار اول و کا ابطال

میرزا علی حسنین ابیات نبی کے نسبت غلطی اور غریب کا جواب

خطبہ بلا و فلان میں تحقیق اس میں ابو بکر بنیاد عریضہ کر چکی ہے

اور شرح کی عبارت ادا غلطی تحقیق

ابن شہر آشوب نے شرح بیح الشیخ بنیاد عریضہ کر چکی ہے

ظفر الدین اور خواجہ ابی بکر بنیاد عریضہ کر چکی ہے

محبیب کے اہل علم کا جواب کہ علماء اہل سنت

نہ بلا و فلان کو غلطی اسی قسم کہتے ہیں

صاحب مرقع المباح کا کتاب حجاب اس الین کے

نام کے گھر نیک صاحب فقہ رحمہ اللہ کی طرف

نسبت کرنا غلط ہے





## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

محمد که حمد اکثر اعیان و اسما را بیا من به و متصف بالجود و علو و صفات اکمال و منزه عن ثوب  
 النقص و القبح و الرذل - تنزهت ذاتہ - و تقدست اسمائہ و صفاتہ - لا اله الا هو الیکبر المتعال -  
 الذی انزل علینا احسن الحدیث کتابا مستشاهبا مثانی تقشعر منه الجلود - منه آیات محکمات  
 هن ام الكتاب - یدعی بها الی دار الخلود - و انما لایاتہ الباطل من بین یدیه و لا من  
 خلفه یتزل من حکیم سید فرقان امین الحق و الباطل و نور و یدعی للناس فالذین کفروا بآیات الله  
 ظلم عذاب شدید - فاکمل لنا الدین القویم و اتم نعمه الظاهر و الباطن علینا و علی عبادہ المومنین -  
 و علی من یسلم بعد خلقه و زرعته و ملائکته و انبیاءه و اولیاءه علی رسولہ و خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد  
 المصلحین تم تبیین اید القدر الجلیلین سوال الثقلین امام القلیتین - الذی عصمنا عن اهل التفرقة و العوجاء  
 و شرع لنا الشریعت النظار - و دلنا علی الحق المستقیم و جعلنا فینا النبی علیها و تبارک و تعالی - و علی الذین  
 اهدوه الی الحق لتسکین من یجوز الی سبیلهم من جنودنا منقرض من قوم الادود و الاعداء و کان یکنفهم فی  
 الاسلام الطمطم لمصابیم فی الاسلام بحرح شدید شہادۃ تمام کشف الرشدین بل کان کشف نوح و ابراهیم  
 من بینین علی لسان سید المرسلین علی من ینعم بهم باحسان الیوم الدین - اما بعد





سال سے چلا آتا ہے جو نبی باجمہ و نو فو قہ و نبین ایسا تفرقہ دہا جیسا کفر و اسلام میں واقع ہے بلکہ اس سے  
 بھی کچھ بڑا اور کا اس طرح طے ہونا ممکن نہیں یا میری زبان منظر و تحریری نہایت وسیع ہے ہر ایک  
 نسبت دوسری کے جوہر میں کچھ نہ کچھ کھسکتا ہے۔ دنیا کی حالات میں غور کرنے سے معلوم  
 ہو سکتا ہے کہ اگر قبائلیہ ادیان باطلہ کچھ لکھتے تو وہ بھی جواب دہی سے دریغ نہیں کریں گے۔ بہر کوئی  
 مسئلہ مختلف ہے یا باقی نہیں رہا۔ کہ علماء و یقین نے کہا تھا اس کی بحث و تفتیش اور بخوبی  
 اس کی چٹان میں نہ کی ہو اور جد و جہد کو اس کی تحقیقات میں غایت قصویٰ کو نہ پونچا یا ہو یہی وجہ  
 کہ علماء اہلسنت نے یہ تحقیقات و مراحل طے کر کے اس تحت فراموشی ہی اور مدون ضرورت  
 اس طرف توجہ نہیں دینی۔ اشیاع کی کتاب میں دیکھنا اور انسی ملنا اور جدال منظرہ تہو کو کر دیا  
 چنانچہ دوسری اہل ذہب باطلہ کرتے ہی یہی کیفیت ہے اور تمام اہل بیت اللہ تعالیٰ اہلسنت  
 کا لوازمان گئی ہیں جو فرقہ اہلسنت کی مقابل ہوا اس کی موندگی ہی کہاں ہی اچانچہ اہلسنت کے  
 ان مباحثوں کی قضی جو حل میں ہی واقع ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اگرہ کا مباحثہ پادری فدر وغیرہ کے ساتھ  
 اور چاند پور صلح شاہچیمان پور کا موکرالار مباحثہ ہنود اور عیسائیوں کے ساتھ مثل آفتاب بقہ بہار  
 روشن ہیں۔ جسکو مخالفین خود اپنی زبان پر تسلیم کر چکے ہیں شعر تروی تنہا ہم علم ہم علم ہم  
 و فضل شہدت بالاعداء۔ سلسلی نہایت مختصراً کے ساتھ اس عاجز نے اس کا جواب لکھا اور  
 ایجاز کو ساتھ جواب مطاعین مذہب اہل شیعہ کی شائع اور علماء شیعہ کی غلطیاں بطور نمونہ عرض  
 کیں کہ مقصود اس سے یہ تھا کہ میر صاحب مقصد ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اس چیر چار سے کچھ  
 فائدہ نہیں بجز اہل حق تعالیٰ نہ اہلسنت کچھ اپنی مذہب میں بودی اور کمزور ہیں۔ نہ مذہب شیعہ  
 کی تباہ و شائع مخفی دستور پیر کس بنی پر اہل حق چیر چار شروع کرتے ہیں۔ اور حدت  
 اس قول کے ہوتے ہیں شعر ہر کہ با قول و باز و چہ کرد۔ ساعدی میں خود رنجہ کر دے جس حدت  
 تعالیٰ تیرہ سو برس کی اہلسنت اور ان کا مذہب عجب وہ خلاف حق تعالیٰ مضمون آیت کہ  
 هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ



وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ عموماً تمام ادیان و مذاہب پر جو خصوصاً مذہب شیعہ پر جو ابتداء حدوث سے  
تشریفہ میں ستورہ مستترہ صریح غالب چلا آیا ہے اور اٹا اللہ تعالیٰ حسبِ عہدہ تاقیام قیامت  
غالب رہیگا۔ پہر کسا حوصلہ ہے جو ادنیٰ انگنہ ملاوی۔ لیکن میر صاحب کو بدین جگہ انکو  
اپنی مذہب سے واقفیت نہیں ہی صرف مناظرہ کی ہی کتابین و کچھ ہیں اور نیز خیال ہے کہ اسنت  
کتب شیعہ کی دیکھنی کو خود ہی حرام سمجھتی ہیں اور اپنی متفرقین اور عام طور پر کتابین بھی  
دستیاب نہیں ہو سکتی جو ہر یک کو لازم کا موقع میسر ہو اور عمل سنت کے مذہب سے واقف ہیں  
پس اسنت بمقت بلہ ہماری کیا جواب دے سکتی ہیں۔ متنبہ ہوا۔ اور برخلاف مضمون آئہ رضا کے  
جنکی تفصیل عنقریب بحث آئیندین مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے اور اصل وجہ کی  
یہ ہوئی کہ میر صاحب کو دشمن کی لوگوں کی گفت گو اور چہر چہاڑ کا اتفاق ہوا۔ اگر ماسک سلسلہ  
چہرے تو انہوں نے تفصلاً اور نحو سمجھا کہ التفات نہیں پایا اور عوام مجاہدی جو اپنے مذہب سے ہی  
چندان واقف نہیں ہوتے دوسرے کا جواب کیا دے سکتی تھی اسلیٰ آپکا دماغ عرش برین پر چالو تھا  
اور ہچو دیکری نیت کا تخیل سر میں سما یا اور اس مختصر تحریر کے جواب میں جو تقریباً بقدر تین چار  
درق کے ہوگی ایک طومار طویل الذیل ملک کر بواہرہ عزیزان موصوفین ماہ بیج الثانیۃ  
میری پاس بھیجا۔ اگر اوجس تیر کو معمولی طور پر لکھا جاوے تو تقریباً دس یا بارہ خبر ہوں گویا ریم  
خود خضم کو لا جواب کر دیا اور یہ ان مناظرہ حجت الیما کو وہ تحریر سفر کے رواروی میں  
جبکہ میں وطن لوفہ کی طرف حازم تھا اسٹیشن لدیانہ پر ملی تھی اسلیٰ ہنگام قیام وطن میں  
اوسکو دیکھ ہی نہیں سکا۔ اور جب مع انجیر ہیا ولپورا اپنے وطن اقامتہ تشریف مراجعت کی وقت  
اوسکو تامل کی نظر سے دیکھ بابائے انطیم میں باوجود اپنی حبسہ کی اوجس تیر کو ہرگز اس لائق  
نہیں سمجھتا کہ علماء اوسکی طرف التفات فرمائیں چہ جائیکہ اوسکو قابل جواب سمجھا جائے اور دل  
نہ چاہتا تھا کہ اوسکے جواب پر تسلیم اودھا یا جاوے چنانچہ اس امر کی تصدیق اپنی ہوا چاہتی ہی لیکن  
لے وہ ذات دہم چینی بھی انہرسل کہ ہدایت اودین کی کس نام نہ کہ غالب کی اوسکو تمام ادیان پر اگرچہ پیرا لگے کا فردن کو ۱۱

پہر میری وہی عزیز تیر جواب بجواب پتھر دوڑا منگیہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر اسکا جواب لکھا جائیگا  
تو پھر میر صاحب کا نگیر اور بھی لا دیا لوگا اور انکا وہی خیال خام نہایت ہو جائیگا ارج حضرت کا ہر  
تو تھا ہی علامہ کی حضرت ونگیر در ماندگان باد یہ ضلالت رہنمائی گمڑن واوی جہالت سیمین  
پہر الکلیل الفقہ الکامل الحدیث الباری المفہر الذی شرحی ودر شدی ودر شدی ودر شدی ودر شدی ودر شدی  
وہ غفر لانی و مولی العالم مولانا سی فطاحل حاج جناب میری شہید احمد صاحب دم اللہ خدا ان کا ہم علم  
رؤس تر شین بھی بنظر بعض مصالح وقت جواب بجواب لکھنی کی سنت ارشاد فرما کر میر عین لایا  
کہ میر از فرمایا بندہ نے تعمیل ارشاد حضرت مخدوم دامت برکاتہم جواب بجواب لکھنی کا تہیہ کیا  
اور تب نہایت شیخہ واکرمین اور انکو مطلع کر کے کچھ کچھ لکھنا شروع کیا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ  
سہ چند ہی پابندی وقت اور الزام تیر ہوا جب سیر اس سالہ کی چند خبر لکھ چکا تو بذریعہ عالم غایت  
اور خاص تیر دہ کی معلوم ہوا کہ ایک عام جلسہ لدھیانہ میں جعفر خاں صاحب شیعہ کے مکان پر  
منعقد ہوا اور وہیں فیما بین مولوی شتاق احمد صاحب سلمہ انہشوی وغیرہ سنت و میر فرزند حسین  
صاحب غیر اہل شیعہ کے علم الاعلان زبانی مباحثہ ہوا جس میں حسب عہد صداقہ خداوندی میر  
اہل حق غالب آیا۔ اور فرمایا شیعہ میر فرزند حسین صاحب غیرہ علی رؤس شہاد و ساکت و فہم مولوی  
میر صاحب غیرہ کی طر ف سے سوال ثبوت حقیقت خلافت افضل اشد یقین تھا جسکو مولوی شتاق احمد صاحب سلمہ  
فی آیت نور سے مثل آفتاب نورانی کر کی کہ ملا دیا اور مولوی شتاق احمد صاحب غیرہ کی طر ف سے سوال  
اثبات عصمت ائمہ کا تھا جو حضرت میر صاحب سہ بن نہ آیا۔ و کیف کہ الخو یعلو ولا یعلو

ارشاد وہی اور وعدہ صحیح بل نقد یا محنت علی الباطل فید مغر فاذا اھوز اھق  
حضرت شیعہ کا عصمت کی نسبت عود و محض خیالی ملا وہ ہے جسکی نہ کتاب اللہ تعالیٰ سے عدم  
نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفاقا و بیل ائمہ کہ امر مثبت و موبد سبحان شہد حضرت شیعہ کے

سہ سچی بات اور سچی رہتی ہے بچے نہیں ہوتے۔ بلکہ پینکتے ہیں ہم حق کو اور باطل کے  
پس تو رہتا ہر سراو کا پس ناگہان وہ فنا ہو جاتا ہے۔ -۱۲-



ناتمام چھوڑنا مناسب نہیں اور جس کام کی ابتدا نیک نیتی کی ساتھ بغرض حمایت اسلام کی گئی ہے  
 اس کا انجام بخیر ہے اس سیر کو پورا کر دینا ہی مناسب ہے حضرت محمد دم دہست طلال  
 برکات ہم کے اس ارشاد ہی جب معلوم ہوا کہ اکثر سیر بطور غریمت ہی نہ بطور حضرت اور تحریک  
 جو ایسی کوئی چارہ نہیں اور سوقت سی کر محنت چہت باندہ بکد با تزام خارج از اوقات مدبر  
 لکھنا شروع کیا۔ حسب کہ اس سچمندان اضعیف ناتوان کی قدرت و استطاعت سی اس سیر کا  
 لکھا جانا باوجود تنہا سے مشاغل کثیرہ کی دشوار بلکہ خارج تھا۔ لیکن محض حق تعالیٰ شانہ کے  
 فضل و کرم نے دشگیری فرمائے۔ جو کچھ امداد اعانت خداوند تعالیٰ شانہ کی طرف سے اب  
 کی لکھنی میں اس عاجز ناتوان کے شامل حال ہوئی۔ اوسکے بیان سیر مذکور زبان فہم و کوتاہ  
 میں۔ کتب شیعہ و متیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت سے خارج تھا۔ مگر محض بفضل خداوند  
 تعالیٰ کتب بقدر ضرورت پیشہ و فراہم ہو گئیں۔ روایات محنت جالیہا جن کا کتب مبسوطہ میں سی  
 برآمد ہونا غایت تفحص و رہایت تلاش و تبیین منحصر تبادہ بلا کلفت و تلاش و مشقت متبع ملگن  
 محض و سہی ہی امداد ہے مضامین سلفہ اسی طرفہ ذہن میں وارد ہو۔ یہی وجہ ہے کہ  
 اکثر سیر میں کسی شخص سے استعانت کی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔ اور وقت التزام سے تقریباً  
 سات ماہ میں بفضلہ تعالیٰ ختم کو پہنچ گئی اللہم لا احصہ ثناء علیک انت  
 کما اتخیت علی فضلہ اور یہ سب حضرت محمد دم امت برکات کی برکات و دعوات اور توجہات کا ثمر  
 ہی ورنہ کہا نہیں اور کہاں یہ نگہت گل نسیم صبح تیری لہریانی۔ حق جل شانہ حضرت  
 مخدوم کے علم میں اور سہل میں دین میں اور دنیا میں برکت عطا فرمادی۔ اور ارباب قرب سبھا بعد  
 رکھی اور عالم کو ادبھی انوار فیضان و منور رکھی اور اس عاجز کو اور تمام دوستوں کو ادبھی جماعت میں مشور  
 فرمادی۔ اللہم آمین۔ حیدر شاہ عبدالقادر امینا۔ ولسا ایلہ اللہ تعالیٰ علی امتہ  
 و قومت عن استقامت خاتمہ بلکہ بضاعت مزاجہ و بہر حقیرہ ہمدانہ حضرت مولائی و مرشد سیادت  
 الہی میں تیری ثنا کا حصہ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ تو "یسا ہی ہو جیسا کہ تو نے اپنے تعریف آپ کی ہے۔

ہوئی جس سے اس نے علیہ طہہ نفعی و اہلی و ثقلت بہ الی خدمتہ لیکن وسیلہ نجاتی۔ کو فیض  
 لرفع درجاتی۔ عالم جو میں نے لکھ کر دیا ان یا خذیدہ الذنب البانی یوم نزل فیہ کلام  
 ولایب الی یوم الفرج الاکبر یوم تریغ فیہ لقلوب و تذوب لاجسام و ملک کان بالیہ علی  
 وفق امر و در صیفہ علی حسب ارشادہ سیمتہ مورخا ہدایات الرشید  
 افحام العنید۔ ناظرین اہل انصاف و یکلین کی کجی و تین التماس ہے کہ ہم کلام  
 تحریر بطور مقدمہ امور لمحو خط خاطر کہیں۔

اول ناظرین رسالہ اس سالہ میں اگر کوئی کلمہ ناشائستہ و نامناسبیت جناب خداوند  
 یا نسبت شان نبیہ و رسول سلیم صلوٰۃ و سلام یا نسبت خضرات ائمہ و دیگر اہل بیت کریم  
 صحابہ عظام و غیرہ بزرگان کے ملاحظہ فرماویں۔ تو اس کو اس عاجز کے عقیدہ پر محمول  
 نفرادین۔ اور یہ تسلیم ہے کہ بندہ نے یہ کلمہ اپنی اعتقاد ہی لکھا ہی حاشا و کلام میرا بزرگ  
 یہ عقیدہ نہیں کہ امین سے کیسی شائین جناب تعظیم و ادب کو کسی کلمہ یا تعبیر سمجھا جاوے  
 بلکہ علی کفر و جرم اعتقاد کرنا ہوں۔ فرق اسلامیہ میں ہے کوئی فتنہ ایسا نہیں کہ جب کو  
 جناب خداوندی و انبیاء و رسول کے وجوب تعظیم میں کلام ہو۔ سوائے بعض فرق شیعہ کے بعض  
 روایات امامیہ ثنائیہ کے لہذا صحابہ و اہل بیت کے تعظیم تو قریشیہ و خوارج و فہم لہ کہ عایت اللہ تعالیٰ  
 کہ شیعوں صحابہ کرام کی اور کوہ و اذنیہ کے بغیر کو فرض اعتقاد کرتے ہیں و خوارج و فہم لہ کہ اہل بیت کو ہی ادب اور  
 تفصیل کو فرض اعتقاد کرتے ہیں مگر معتزلہ نے یہ دو عموماً اپنی عقادین پیروی میں ایک الٹا ہیثیت نبوت کی محبت  
 اور تعظیم کو ایسا ہی واجب اور جزو اسلام اعتقاد کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ کی محبت اور تعظیم  
 کو واجب اعتقاد کرتے ہیں۔ اور انکی جناب میں گستاخی کو ایسا ہی حرام و ناجائز سمجھتے  
 ہیں جیسا کہ صحابہ کرام کی جناب میں گستاخی کو غرض شیعہ و خوارج کو اس باب میں اپنی عقاد  
 کو میران کے دونوں پونین برابر وزن کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس رسالہ میں شیعہ کو  
 انکی روایات و الزام دینا مقصود ہے اسلیئے موافق مشل بہر کفر کفر نباشد اس قسم کا

جو کلمہ اسمی لکھا گیا ہے وہ نہ شیعہ کی مطابق ہے کہ وہی مضمون اونچی روایات سے بدلتا رہتا ہے یا التزامی ثابت ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوالانبیاء اوم علیہ السلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نفوذ باللہ کفر میں اس لعین کے برابر بلکہ وہ چند اور سچے ہوا۔ حضرات شیعہ کی روایات سے لکھا گیا ہے عسلادہ اکی درانیہ کی نسبت خدائی تعالیٰ کی نافذی کرنا۔ ائمہ کا قرآن مجید کی توبہ میں تذلیل کرنا اور اوسمیں وقوع تحریف و تبدل ائمہ کا فرمانا جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب و شتم کرنا۔ اور ان کا فساق و فجار کے مجمع میں شریف بچانا۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام سب انوکے حقوق میں ناجائز تصرف و خیانت کرنا۔ جناب امام کاظم رضی اللہ عنہما صابری جناب امیر رضا و فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کی دشمنی و امن پاک کو بخش کی نجات سے ملوث کرنا وغیرہ اس قسم کی سب کفریات و خرافات حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و استنکار طبع بطور الزام لکھی گئی ہیں۔ جنہیں سالہ اس جنس کے کفریات ہیں سالہ میں کہیں نہیں ہوں۔ اوہ بندہ کو معاف و معذور فرمایا میں بہتر از زبان او صمیم فواد و جان سوان کفریات کو تبری و تخاصی کرتا ہوں۔

دوم۔ میرزا زحید صاحب نے اپنی پہلی تحریر میں سر فرمایا تھا کہ ہماری مقابلہ میں جو عبارتیں تحریر فرماوین بچشم خود دید لکھیں۔ تحفہ وغیرہ کی بہرہ پر نہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت میر صاحب نے تو ضرور ہی اسکا التزام فرما رکھا ہے کہ جو عبارت کتب حضم سے نقل کرتے ہیں وہ چشم دید ہوتی ہے۔ چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اس کے جواب میں جو روایت لکھی وہ چشم دید لکھی۔ اور نیز دائرہ نقل روایات کو وسیع کر دیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ اور غیر صحیح الماخذ ایک فریق نے دوسری فریق سے نقل کی ہیں تو اس صورت میں ہر قدر کاٹنے سے کہ جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا۔ جادوی اسکا حوالہ دیا جاویں اصل ماخوذ نہ سے نقل کیا کہ جو ضرور نہیں۔ لان اگر حضم کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا انکار کرے اور لکھی کہ

یہ روایت کذب و دروغ نازل ہے۔ تو اس وقت اس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا کتب معتبرہ  
 مذہب جہنمی لازم ہوگا۔ باوجود اس دعویٰ کے جو میر صاحب نے فرمایا اور باوجود اس توسیع کے  
 جو فہدہ نے اعراض کی میر صاحب نے نقل و ایات میں قطع نظر التزام حوالہ کتب خصوصاً مقبرہ کی  
 صحت نقل کو ہی ملحوظ خاطر نہیں کہا۔ بلکہ مقتضائے تدین ادعائی روایت کے الفاظ میں اس  
 مطلب نسخ و تحریف فرمائی۔ مقدمہ کالج حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں ایک روایت  
 فتح الباری سی لکھی ہے۔ جسکی خاتمہ کی الفاظ یہ ہیں کہ یہ ایک کن یقبل منہ  
 ذلک العذر حتی الجاہ تہتم روایت پر کوئی حوالہ نہیں دیا جس سے خیال کیا جاسکتا ہے  
 کہ شاید آپ نے فتح الباری سی ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی۔ حالانکہ فتح الباری میں اس  
 روایت کا ہمیں نام نشان نہیں ملا۔ اگر آپ نے فتح الباری سی نقل کی ہے تو قوائیم فتح الباری  
 میں یہ روایت کس باب میں کس صفحہ پر مذکور ہے۔ اور نیز تفسیر معالم التنزیل سے لکھا ہے کہ انبیا  
 میں سے ایک نبی نے بت خانہ میں جانا اور کفار کی عبادت میں شریک ہونا دین حق  
 کی ترویج کی لمی اختیار فرمایا یہ ہی محض دروغ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل سے بحوالہ مذہب  
 ایک روایت نقل کی جس سے انکوائل حق کے مذہب پر کلام مجبیہ میں تحریف کا واقع ہونا  
 ثابت کرنا منظور ہے اسکی آخر کا یہ جہلہ لکھا ہے۔ وقال عثمان رضی اللہ عنہ نے  
 المصحف الحنا وسقیمۃ العرب یا السنہا در ترجمہ اسکا اسطرح کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ  
 عنہ نے کہا کہ قرآن میں بحن و سقیمۃ العرب یہ لفظ یعنی سقیمۃ العرب بستیہا محض حضرت  
 میر صاحب یا انکی بزرگ کشمیری صاحب صاحب مذہب کا نسخ اور تحریف کیا ہوا ہے  
 کہ کسی روایت میں یہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہ لفظ اسطرح مروی ہے کہ سقیمۃ العرب  
 بستیہا۔ یہ میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ لیکن ہمیں جب قدر اس باب میں روایت  
 لکھی ہیں جب قرار داد اکثر اہل شیعہ کی کتب معتبرہ سے تلاش کر کے چشم دید لکھی ہیں  
 اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا جاسکتا کہ اسکو مجبور کر دیا۔ ۱۴۔



اور جس جگہ کوئی روایت بالواسطہ نقل کی تھی وہ ان حوالہ ہی دیدی تھی جس مضمون میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اس جگہ اگر کچھ روایات بالواسطہ نقل کی ہیں تو دو ایک وہ ہیں جن میں دیدی تھی۔ پہر باوجود اس کے اگر کسی جگہ خلاف عائدہ ناظرین کوئی ایسا ملاحظہ فرمادیں جو سہواً واقع ہوا ہو تو بندہ کو معذور سمجھیں کہ جناب میر صاحب پہلے اس عائدہ کو توڑ چکے ہیں۔ والیادی ظلم۔

سوم۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کی موافق مختل فہم میں اپنی اخلاق و تہذیب شائستگی پر امتیاز و نامزد فرمایا ہے با اینہما ادعای تہذیب حضرت نے اسی تحریر میں بمقتضای اپنے ادعای اخلاق و تہذیب کے تعریضات و مطالعین کی کہیں درج نہیں فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ بد تہذیب کا اوٹھا نہیں رکھا کیونکہ بخش اور گالیوں کے نہیں جو کہ باوجود اس کہ بندہ نے ایسی کلمات کو جواب ترکی بہ ترکی سے دانستہ انعام و عرض اختیار کیا ہے اور التزام کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی کلمہ خلاف تہذیب بطبعین و شیع کے دانستہ نہیں لکھیگا۔ اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ نا دستہ بوقت قلم سے نکل گیا جسکی نسبت بندہ نے یہ خیال کیا ہو کہ گران بار خاطر سامی ہوگا تو بندہ اوکی نسبت نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواہن ہے۔ کہ میر مقصود کسی کا دل دکھانا نہیں ہے بلکہ خود میر صاحب آج تحریر میں گویا میری طرف سے فرمادیا ہے کہ مباحثہ مذہبی میں احتیاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسی الفاظ بولے اور لکھے چاہئیں۔ جو نا کو اربع مع مخاطب ہوں پہر اگر ہوا تو ایسا کوئی کلمہ نا دستہ میری زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ ہی واجب العفو ہے۔

چہارم۔ تحریر جواب جواب کو بارہ میں حضرت میر صاحب کی یہ فرمائش تھی کہ جواب بحواب مجذوف و متقاطعات اصل جواب قولہ کہ طور سے متقطعات لکھا جاوے بلکہ پوری پوری عبارتیں جواب کے لیکر تردید کیا پڑے چنانچہ حسب فرمائش میر صاحب بندہ نے پوری پوری عبارتیں اور جملے لیکر تردید کی ہے کہیں کوئے عبارت نہیں چوڑی

جس کا جواب نہ لکھا ہوا۔ اور جواب البجواب میں جس کو لیکر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب نے شروع تحریر میں بطور تنہید کے لکھی ہے اس کی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا تطویل کا حال اور فضول و لا حاصل سمجھ اس لئے اس میں سے ہٹا دی تھی عبارت نقل کر کے تردید کی ہے اور نیز ترجمہ روایات ہی جو میر صاحب نے تحریر میں درج کیا تھا۔ میں نے بخوف اٹھا کر جواب البجواب میں اس کو اخذ نہیں کیا صرف اصل عبارت کی نقل کر لکھا گیا ہے۔

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر میں مکرر شدہ کرر واقع ہوئی ہیں اور ان کی جواب میں جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہے تو کچھ تکرار لکھا ہے اگرچہ ہر موقع میں حتی الوسع طرز جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا ہے مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئے ہونگے پس ناظرین دقیقہ شناس و لتنگ نہ ہوں اور مجھ کو معاف فرمائیں۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنی جواب میں مختلف عنوان سے لیکر جواب تحریر فرمایا ہے کہ میں نے بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہے اور اکثر جگہ لفظ قولہ کہ اس اہتہ عبارت کو اخذ کیا ہے یہی وہی ہے کہ جس جگہ بندہ کی تحریر میں ہی لفظ قولہ لکھا ہوا تھا اس جگہ میر صاحب نے اپنی تحریر میں قولہ قولہ مکرر لکھا ہے جو ذوق سلیم کی نزدیک ستکہ وہ مستقیم ہے۔ اس لئے بندہ نے باندیشہ خلطہ و التباس عبارت نقل عبارت میں یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کی کلام کو لفظ قال یا قولہ سے شروع کیا ہے بندہ نے اس کے نقل میں اس کی عنوان پر لفظ قال الفصل محجب بخط تعلیق بقلم علی لکھا ہے اور اس کے بعد اپنے عبارت سابقہ اور میر صاحب کی جواب کا جس سہل بقدر ضرورت نقل کر کے اس کی تردید کو لفظ یقول العبد الفقیر الی مولاه سے شروع کیا ہے جو بخط تعلیق بقلم علی ہر اس درمیان میں جو لفظ قال یا قولہ یا قول میر صاحب کی تحریر کا ہے اس کو بخط تعلیق بائیک لکھا ہے یہ اس جواب کے جہدہ جملہ باقیما بندہ میں اس کو لفظ قولہ خط نسخ جلی سے اور اس کی تردید لفظ اقول نسخ جلی سے

شروع کی گئی ہی یہاں تک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تمہید کی تردید میں چونکہ اندیشہ خلط و التباس نہ تھا اور تحریر یہی بنظر اختصار چند اقوال المتقطہ پر کی گئی تھی اسلی نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قولہ نسخہ جلی کی گئی اور اسکی تردید اس طرح بلفظ اقوال شروع کی گئی ناظرین ہنگام ملاحظہ ملحوظ خاطر رکھیں۔

ہشتم۔ میر صاحب نے اپنی تحریر کو دو تین ورق جواب تحریر مولوی میر محمد خان صاحب اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتھ جسکو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجھی ہوگی ذیل مذتب فرمایا شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اسکا جواب بھی بندہ ہی لکھ سکے لیکن چونکہ اونکے اکثر مضامین کی تردید اس سالہ میں گزر چکی تھی اور تحریر یہی طویل ہو گئی تھی اسلئے بندہ نے بنظر مختصار اوسکے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو مابقی چھوڑ دیا۔  
وہاں اشعار فی المرام متعینا بالملک العلام و محسبی و نعم الوکیل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم ۸

### تردید تمہید

قولہ جواب ہو پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکھا جاتا ہے۔ الخ اقول یہ قصہ تو خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن علما، اور دعوات شیعہ کا حکام قاعدہ ہی کہ جہان تک دس برس اور موقع پاتے ہیں۔ ضعف اہلسنت ہو اختلاط کر کے مذہبی چیمہ چھاڑ کرتے ہیں۔ اور چکنی چیمہ پی باتیں بنا کر اپنی مذہب کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور دعوت کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ دتیرہ حضرات شیعہ کا اونکی مذہبی روایات منقولہ بجا الانوار وغیرہ کے رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ مختلف نہیں کریگا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ مطابق ہماری میر صاحب نے یہی مکر می پر عنایت احمد صاحب قدوسی گنگوہی کے ساتھ یہی چال چلی۔

جی صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات میں حضرت محمد ص

شہید احمد صاحب گنگوہی دم برکاتہم اور ان کے تلامذہ و خدام کی ایک مضبوط پشت پناہ  
 حاصل تھی پہلی پیر جی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور انکو جواب دہی اور ان کے  
 چالو نکو اور چو نکو کاٹا پس میر صاحب کا یہ فرمانا کہ پیر جی صاحب خود اس امر کی بادی ہو  
 ظاہر غلط اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے لکھا ہے کہ انکو مباحثہ مذہبی کا  
 شوق مواجس ہے ظاہر ہے کہ پیر جی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تھا اور اب  
 میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے یہ معلوم نہیں یہ شوق کیونکر پیدا ہوا اور  
 کس امر سے ناشی ہوا ظاہر بخبر اسکے کہ میر صاحب کی چٹیر چاڑ سے پیر جی صاحب  
 یہ شوق مناظرہ پیدا ہوا اور کوئی قریب احتمال نہیں ہے کیونکہ اولاً سوما اہلسنت کے  
 مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی علی الخصوص پیر جی صاحب تو علوم مروجہ عقلیہ  
 و نقلیہ سے ہی کچھ ایسی واقف نہیں ہیں جو انکو خود بخود بھیٹی بھائی شوق مناظرہ  
 پیدا ہوا اور خود اس امر کی یاد ہی ہوں۔ جب آپ باوجود مخالفت مذہب کے انکا اتحاد قلبی  
 اپنی ساتھ خیال کرتے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے حسب ذات انسی مذہبی چٹیر چاڑ نہ کی ہو  
 اور انکو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ فرمائی ہو یہ اس بنیاد پر اگر پیر جی صاحب نے آیت  
 اختلاف لکھا کہ آپ سے جواب چاہا ہو تو وہ بادی مناظرہ نہیں ہو سکتے اور نہ لفظ بادی  
 کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتی ہیں کہ آخر میں جو میری  
 تحریر گئی تو تمام علماء کی بیعت لے اسکے جواب سے پہلو تہی کی۔ اور عقب گزاری کے لئی  
 حیل و بہانے پیدا کئے چند آئے انکی حیلے قطع کئی۔ لیکن بیعت آپ کے کسی میں  
 جرات نہ ہوئی کہ آپکا جواب لکھتا یا انکی مناظرہ کا قصد کرتا۔ یہ محض اگلی لن ترلیان میں  
 جو اگلی مجلس منع قلب و دماغ میں سمائی ہوئی میں۔ در نہ نے حقیقت ہر شخص اگلی تحریر  
 سے کہہ سکتا ہے کہ آپکی زبانی دعویٰ انکو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھ  
 بڑی بالکل خلاف واقع ہیں چنانچہ اس تحریر کے دیکھنی سے

جسکے رو و قبح کے بندہ در پے ہے اور میر صاحب کا بیانہ ناز و فخر ہی سیری اس کی لڑش  
 کی بخوبی تصویب تصدیق ہو سکتی ہے مگر ان یہ مسلم کہ علماء لدہیانہ نے اغماض اصل  
 جواب سے فرمایا ہوگا اور جواب یا ہوگا لیکن ان کے اعراض کا محمل یہ نہیں ہے کہ جو میر صاحب  
 نے گمان فرمایا بلکہ انہوں نے اس وجہ سے جواب نہ دیا ہوگا کہ آپ کو قابل خطاب اور اپنی تحریر کو قابل جواب  
 نہ سمجھا ہوگا۔ ورنہ خود ہی اول آپ فرماتے ہیں کہ علماء فریقین نے کوئی دقیقہ تحقیقات  
 سائل میں ہاتھ نہیں رکھا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب تاویل ایسا واسع ہے جو  
 ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے۔ پھر کیا کوئے عاقل ساور کر سکتا ہے کہ علماء لدہیانہ کوئی  
 مضمون جواب اپنی علما سے ہی نقل نہیں کر سکتے تھے یا کوئی تاویل ہی پیدا  
 نہیں کر سکتی تھے حاشا و کلا پھر بعد اس دعا کی یہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا  
 کہ میر جی صاحب کی طرف سے درباب تحریر سوال اصرار اور اپنی طرف سے مدافعت اور عذر  
 انکار ہوا طرہ تماشا ہے۔ اول تو میر جی صاحب کو جب جواب آخری تحریر سامی  
 لدہیانہ کی سکوت سے غیرت و شرم آئی تھی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی  
 اور مدافعت کی اپنی جانب سے کیا حاجت تھی آخری تحریر سامی جسکے جواب سے بر غم صاحب  
 علماء لدہیانہ عاجز ہو چکی تھے دوسری علماء کے پاس بھیجی کے لئے اور انہی جواب لیکر کے  
 واسطے کافی تھے اور آپ کو بھی گنجائش تھی کہ فرماتے جس تحریر سے علماء لدہیانہ سکت  
 ہو چکے ہیں اویسکا جواب دوسری علما سے لیں نا چاہیں مگر یہ کہ شاید آپ کو خیال ہوگا کہ  
 دوسری علما ہی ایسی سندر و حیلہ مثل علماء لدہیانہ نکریں۔ اور بدین وجہ جواب ہی ہی  
 عقب گذری نکریں کہ اس مباحثہ کی ابتدا ہی صحیح نہیں سہی آپ تحریر سوال پر آمادہ  
 ہوئی لیکن یہ تو آپ کا عین مدعا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ پہلی تحریر میں ہی مسئلہ امامت ہی  
 میں نہیں اور یہ سوال جدید ہی امامت ہی میں لکھا گیا ہے علاوہ ازین میر صاحب  
 کی نزدیک ہمارا اہل سنت و جماعت کی کتابیں دیکھنی اور لے لے ملا سائل متنازعہ فرمایا

میں خصوصاً شہادت صحابیہ میں گفتگو کرنے گناہ اور نہ ہر کے مغل خانہ میں اعلیٰ اہل بیت  
 تو انکی بدورتحریر کے سامنی سکت ہو ہی چکی ہو پر نہ قلت استعداد و بچہ پانی و بچہ ایم  
 الفرستی و ضعف دماغ وغیرہ کے کیا معنی یہ حالت تو اسکو مقتضی ہے کہ انکی  
 وہی لائق تر انیان بجا ہوں جنہوں نے آپکے تختیلات کی یہ نوبت پونچائی تھیجب کہ  
 کہ علماء اہل بیت کے مقابلہ میں تو یہہ و رشور کہ انکو تو مبارکہ کی دعوت فرمائیں  
 اور عام اجازت دین کہ چاہو از سر نو گفتگو شروع کرو یا طرز مبارکہ حسب رضی خود بدل  
 دو اسوقت قلت استعداد و بچہ پانی کچھ مانع ہو اور نہ عیدم الفرستی اور دوام مرض  
 روکی۔ اور جب پیری صاحب سوال لکھوائیں تو یہہ سب از موجود ہو جائیں پر ان  
 حالات اور قرائن میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہہ انہار حال مبارکہ  
 واقع سے کقدر برابر بعد ہی قولہ غرض یہہ تھی کہ کوئی صاحب اسکا جواب  
 انصاف سے تحریر فرما دین اور محض تحقیق حق منظور ہو اقول جناب میر صاحب  
 انکو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کہنا۔ لیکن تحقیق  
 حق کی تو یہہ صورت ہو سکتی ہے کہ اول آپ اپنی معتقدات سے خالی والدین  
 اور تصب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ  
 میں حقانیت و انصاف کی نظر سے غور فرمائیں اور آپکا خضم ہی یہہ ہی طریقہ  
 ملحوظ رکھیں۔ اور یہہ ہی تحقیق حق کے کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپ نے فرمادیا  
 کہ ہماری معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہیں ہنئی انکی صحت و ثبوت  
 میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپکے معتقدات عند الخضم  
 صحیح ہوں یا غلط اور واقع کے مطابق ہوں یا غیر مطابق۔ لیکن خضم اپنے  
 معتقدات کو بزرع سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے من تحقیق  
 کرے اور محض تحقیق منظور ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اسکے جواب میں آپکا خضم کچھ ہی

یہی کہتا اور صریح اچکا جملہ کا برہ ہی تحقیق حق کیونکہ جب ہر فرق اپنے اپنے  
 معتقدات کو حق اعتقاد کی بیٹھا ہے اور دوسری فرق کے معتقدات کو باطل توہم گرد  
 اپنے معتقدات کی قبائح اور دوسرے فرق کے معتقدات کی محاسن ذہن میں نہیں  
 آتی اور ہر فرق اپنے معتقدات کی جنکو وہ حق اعتقاد کی بیٹھا ہے نصرت اور جانب داری  
 کریگا۔ اور کبھی تحقیق حق نہ ہوگی بہر کیف لفظ تحقیق حق میں اگر لفظ حق سے مراد حق  
 واقعی اور نفس الامری ہی تو چشم مارو شنیم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضرین  
 سمجھو کہ یہ طرح دروغ نہیں اور اگر حق غریبی مراد ہے تو وہ سرسبز بیاہیدہ کیونکہ خصم  
 نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپکو تحقیق حق مد نظر تھی تو اول اپنے  
 اپنی معتقدات کی نسبت حق یقین کا خلاف واقع دعویٰ نہ فرمایا ہوتا اور جب آپ  
 اونچے نسبت اسکی مدعی ہیں کہ آپکو اوکو ثبوت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہی  
 تو بتاؤ تحقیق حق والی صاف تو خود بددلت ہی نے مخدم فرما دیا اب اپنی خصم سے  
 انصاف و تحقیق حق کا طالب ہونا عیث اور خیال محال ہی۔ اگرچہ اہل خرد کو نزدیک  
 آپکو اس حلیل القدر دعوے کی تکذیب تہدید آگئی اسی تحریر سے آشکارا طور پر ہوئی ہے  
 باقیہ ہم آپ ہی تحقیق حق کے لئے سرچشمہ حاضرین اور ملتس ہیں کہ اگرچہ آپ نے  
 ہماری پہلی تحریر کو بنظر انصاف ملاحظہ نہیں فرمایا اچھا ان معروض کو ہی بنظر انصاف  
 و تحقیق ملاحظہ فرماویں۔ قول اللہ دواہ کے بعد میرے شفیق نے مجھ کو جواب لا کر دیا  
 کسی گم نام شخص نے لکھا ہی جواب تو کیا ہی حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکھانے کو  
 میری سوال کو مجیب ہی پر غلبہ کیا ہی گو بظاہر یہ علم مناظرہ کی بہت کہندی میں مگر  
 اصل میں یہ ہی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ میں اسکا جواب ہی کیا تھا حضرت  
 غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو کچھ ہو نہیں سکتا اور بدولت لکھی کچھ چارہ نہیں  
 آتی یہ طرز اختیار فرمائی۔ اقول جناب کا سوال اور اشعار شاعرین میرے



پاس میری عزیزوں نے ارسال فرمایا تھا رمضان شریف میں بسبب شدت گرما و کسلا مانگی  
 حیام و مدارست قرآن شریف کی تحریر جواب ہو مقصر رہا جس کے نسبت معافی چاہتا ہوں بخیر تمام  
 ماہ حیام بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور شروع سوال میں جواب لکھ کر لکھنا اونچی حد متین  
 روانہ کر دیا۔ گنہگار کی شکایت فضول ہے آپ کو اپنی جواب سے مطلب ہو عجیب کی  
 گنہگار اور نام آور سے کیا مطلب۔ کیا آپ نے یہ نہیں مانا ہوگا انظار الی ما قال علاوہ ازیں  
 انکی محبت تو انکی شفیق پیر جی صاحب ہی خواہ وہ آپ کو اپنا جواب طبع زاد دیوین یا کسی سے  
 پوچھ کر جواب دیوین اور ظاہر ہے کہ پیر جی صاحب علماء اہل سنت میں سے جس سے درایت  
 کر کے یا لکھوا کر جواب دینگی وہ اس کو جانتی ہونگے اور اس امر کی کچھ ضرورت نہیں  
 کہ آپ ہی واقف ہوں ہاں اگر آپ ایسی علامت اللہ ہوتے کہ انکی نظیر دشوار ہوتے  
 اور اس وقت آپ فرماتے کہ ہم اس وقت جواب قبول کریں گے جبکہ فلاں عالم اہل سنت  
 میں سے ہماری مقابل ہو اور ہمارے سوال کا جواب لکھی۔ تو کچھ چند ان مضائقہ تھا  
 لیکن جبکہ آپ خود اپنی اعتراف سے محض فارسی خوان ہیں اور مناظرہ ہی کی چند کتابیں  
 آپکا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت میں آپکا گنام کے جواب سے کراہت و ہتکاف  
 فرمانا اور نام آور کے جواب کا طالب ہونا بدعتی فعل سر اسرار زیبا ہے اور یہ بندہ عاجز  
 بیشک گنام ہے اگر جواب میں اپنا نام لکھ ہی دیتا تو یہی اپنی گنہگار کے وعدہ ہی  
 وہ تحریر گنام ہی کے تحت یہ ہوئی اور نام لکھنا اور نہ لکھنا برابر ہوتا۔ باقی رہا بندہ کی  
 تحریر کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اس کے جواب میں مختصر کیفیت آپ کو سوال کے اور  
 اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنے پیش کی دیتا ہوں اور انصاف کا طالب  
 ہوتا ہوں۔ سوال سامی بحیثیت مقصود و امر و نکر متضمن تھا۔ اول جواب نے بڑے  
 جوش و خروش سے دعویٰ حقیقت اپنی اصول ثلثہ کا فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ یہ  
 اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی مثبت حقیقت اصول ثلثہ کو

آپ نے بیان نہیں فرمائی تھی پہر باوجود اسکے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر کوئی نصیحا  
ہماری شریعت کو رد کرین تو محض لائسزم کہ نہ مال دین اور یہ حضرت کے مناظرہ  
دانی تھے کہ دعویٰ بلا دلیل لکھیں اور خصم سے اسکی تردید میں دلائل کے طالب  
ہوں جب آپ مدعی حقیقت اصول ثلثہ تھے تو آپ پر واجب تھا کہ اول اذکو دلائل  
تعلیقہ نقلیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اس کے خصم کو کھتر کو محض لائسزم کہہ  
زماں دین پہر انکو جواب میں آپکا خصم آپکے دلائل پر جب قواعد مناظرہ نقض یا  
معارضہ پیش کرتا بلکہ جب آپکا خصم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب  
قاعدہ لائسزم ہی کہہ سکتا تھا۔ پس آپکو اپنے رتبہ کی اور اپنی مجیب کے منصب کی خبر  
نہیں لیکن عین ہمہ آپنی دعویٰ خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل  
واوہلا شروع کر دیا۔ یہ حضرت کے انصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تھا۔ اسلی  
ہمکو اسکی کچھ شکایت نہیں۔ امر دوم آپنے علماء اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ  
وہ اپنی اصولی موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقلیہ سے ثابت کریں۔ بلا  
اسکے اذیل میں آپنے کچھ طاعن خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ  
علیہم اجمعین ذکر کیں اور باقی ماندہ غلط صاحب تحفہ منہنی الکلام و بدایہ کی  
تعلیل میں انکالا چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تھے بلکہ اولاد مدعی اور ثانیاً سائل تھی  
توجب قاعدہ آپ پر واجب تھا کہ اپنی دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اسکو  
اہل سنت سے اونکے اصول پر دلائل مثبتہ کی طالب ہونیکا آپکو منصب حاصل ہوتا  
برخلاف اسکے اپنے اپنی دعویٰ کو اپنے رسم میں بدیہی البتہ تصور فرما کر اور  
مسلمات خصم سے سمجھ کر بلا دلیل نہ کر فرمایا اور خصم سے اسکو اصول پر دلائل کے خواہ  
ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپکا خصم آپکے ایسے کب سینگا اور آپ سے ضرور دلائل مثبتہ  
ثلثہ کی منیت گلو گیر ہو گا یہ تو تحریر سامی کی کیفیت تھی اب بندہ کو جواب

کیفیت اہل انصاف سنیں کہ بندہ نے اول آپ سی آپکی اوس عوی کا جو شروع عوی  
 میں بلا دلیل فرمایا تھا اثبات جاہا اور ثبوت اصول ثلثہ کی دلائل طلب کی اور اسی  
 پر گفتا نہیں کیا بلکہ بعد اوسکی محض تبرعاً پاس خاطر سامی آپکے روایات سلمہ سی آپکی اصول  
 مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کو بزعم جناب اصول موضوعہ کی ثبوت کے لئے  
 ایک بہت بڑی قوی دلیل تھی بعد اوسکے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور بتایا  
 سامی تفصیل دلائل سی غماض کیا لیکن بطور تنبیہ و ایقاف اذکی ثبوت کا حوالہ مجمل  
 اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفصیل اقوال و افعال کو  
 تفصیل دلائل ثبوتہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر کہا کہ تفصیل ذکر اقوال و افعال کا موقع اذ  
 ہوگا جبکہ جناب اپنی اصول سنیں کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سی ثابت فرمائیں اور ظاہری  
 کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت اصول اہل انصاف سامی لکھی بہر صاحب تحفہ  
 مختصراً آپکو مطاعن کا جواب دیکر ازما چند مفاسد مذہب سامی لکھی بہر صاحب تحفہ  
 منتہی الکلام کی تعظیماً ابطال لکھ کر آپکو آپکی علمائے غلط پر متنبہ کیا۔ اب ہم  
 کچھ نہیں عرض کرتے آپ ہی بزعم خود منصف ہیں آپ جو چاہیں فرمائیں چاہی  
 اسکو اپنی دلیل واقعی جواب تصور فرمائیں اور چاہی مناظرہ کے شکستہ سی  
 بتائیں اور چاہی گریز فرمائیں حق کلام مگر تعجب ہے کہ حضرت نے اپنا نام نامی کیوں  
 نہ تحریر فرمایا۔ تقیہ تو شاید انکو نزدیک علامت نفاق ہو یہ بھی شان پروردگار و  
 حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو حرام اور منافقون کا نشان فرماتے  
 ہیں پھر ایسی خفیف امور میں تقیہ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبد الغفر صاحب  
 صاحب تحفہ جو اس فن میں اپنے اہل مذہب میں حمید عصر تھے اور متاخرین  
 جمہور اہل سنت اس مناظرہ میں انکو مقابلہ میں با اینہم تحفہ میں اپنا نام لکھتی ہیں  
 وہ ہی تو یہ جو از قسم تقیہ ہی فرماتے ہیں چنانچہ اللہ اعلم الخاتمہ بطبع میں مولوی محمد حسن

صاحب صدیقی فرماتے ہیں کتاب الزالہ الخفا عن حلالہ الخلفاء تصنیف عالم ربیع بن حنبلہ  
محمد اسماعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی است و اینجہ  
بعض کسان از عمارت تحفہ ثنائی عشریہ الخ اقول ہماری حضرت مجیب اس جگہ  
تقیہ کا ذکر فرمایا اور یہاں ہم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو  
حرام اور منافقوں کا نشان کہتے ہیں یہ خود ہی اس کی ترکیب ہوتے ہیں کہ اپنی تحریروں  
میں تقیہ کرتے ہیں اور نام نہیں لکھتے یا لکھتے ہیں تو یہ لکھتے ہیں جو ارجح ہے تقیہ ہی  
حضرت مجیب کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجھ گئی ہونگے کہ  
حضرت کو نہ حقیقت تقیہ سے واقفیت ہی نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب  
معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتی ہیں اس لیے ضرور ہوا کہ ہم مختصر یہ سچا تقیہ کا ذکر کریں  
اور حضرت مجیب کے کمال علمی و مناظرہ دانی اور انصاف کو آشکار کریں اول تو یہ ہی  
ہے کہ غلط ہی جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا  
نشان کہتے ہیں اور یہ اہل سنت پر محض افتراء و بہتان ہے یہ ہم تحریر نام اور تو یہ کہ تقیہ  
محررین داخل کرنا دوسرا طرہ ماجرا ہی میر صاحب مدعی ہیں کہ ان کو عنفوان سن تیر  
سے نہ مناظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کی مطالعہ میں انہماک رہا ہی بتلا میں تو سہی  
اور ہونان نے دیکھا ہی کہ اہل سنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان لکھا ہی  
یا کہیں یہ لکھا ہی کہ تو یہ از قسم تقیہ ہی یا نام نہ لکھنا یا غیرت ہو نام لکھنا از جنس تقیہ ہی  
اور اس کا ثبوت ان کو کسی روایت معتبرہ اہل سنت سے ملا ہی۔ افسوس کہ میر صاحب  
ایسا اثر اذی بڑے فرامین اور اس کا ثبوت نہیں۔ بڑا افسوس یہ ہے کہ میر صاحب نے تحفہ ثنائی عشریہ  
کو یہی کہہ کر دیکھ لیا اس میں کئی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں  
کہ اگر حضرت مجیب تحفہ کا ملاحظہ فرمالیتے تو یہ تحریر اس طرح چشم انصاف بند کر کے  
تحریر نہ فرماتے۔ جناب میر صاحب جس تقیہ کو علماء اہل سنت حرام اور منافقوں کا

نشان فرماتے ہیں وہ تقیہ وہی کہ علماء شیعہ جب کہ اپنی رسائل میں یہ تعریف فرماتے ہیں  
وہی موافقہ اہل الخلاف فیما یدینون بہ یعنی اہل خلاف کے موافق  
انکو دینی امور میں جب مثل شہور گنگا گئی گنگا داس جتنا گئی جتنا داسن دز اسی  
خیالی نفع کی امید پر کہ ذرا تعظیم و تکریم ہوگی یا تہوڑی سی وہی ضرر کے اندیشہ سے اگر خارج  
دو اوصاف کے محافل میں جا پہنسی تو معاذ اللہ بجا ظن خوشنودی قوم سراپا مہلبیت رضوان اللہ  
علیہم کے جناب میں بے محابا گستاخانہ کرنے لگے اور اگر مجالس اہل سنت میں شریک  
ہوئی تو مزاحمی اعداء اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان فرماتے لگے اور تقیہ حرام  
وہی کہ جو شیوہ کہہ کر ائمہ علیہم السلام (حاشا ہم) کی جناب پاک کی طرف منسوب کرتے  
میں چنانچہ کہتے ہیں کہ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ  
انکو کچھ خوف نہ تھا خلفاء رضوان اللہ علیہم سے بیعت کر کے تمام عسر و آساہی  
کلمہ پڑھتی رہے بلکہ انکی انتقال کے بعد ہی بیان فضائل محمد کا در و در ہمیشہ  
باسم شہید و شکر ہے جمیع جماعات و اعیان و انہیں کے چھپی ادا کرتے رہے۔ اکثر  
مسائل خلاف کی رعایت سی او کلمہ موافق خلاف حق لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرتے رہے  
غضب خلاف وارتداد ہت پر اسی تقیہ کے بدولت چون و چرانہ کی قرآن کی تحریف  
پر صبر و سکوت فرمایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اصل قرآن منزل من اسماء صفو کائنات  
سچ گم ہو گیا۔ غضب مذکور پر نہ بولے معاذ اللہ تذلیل اہلبیت ہوئی اور حضرت سید  
مظلوم رضی اللہ عنہما پر جب بقریح علماء قوم کیا کیسا جو روح جفا میں گد زین اور زہری  
علیٰ ذالقیاس جسکو تفصیل سے اہل ایمان کے بدن پر بال کہڑے ہوئے ہیں۔  
بعد اوسکے خلیفہ ثانی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسی تقیہ مشوئہ کی بدولت خلعت  
خلاف ہوت جو نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانوں کے حقوق  
کی جوابدہی اور ذمہ داری اوسکو سنبھالنا ہی اپنی اور پر سے اُتار کر برنعم شیوہ ایک

کافر کو پہنا دیا اور اوسکو حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو بیٹھی اور لوگوں کو گمراہی میں چھوڑ دیا  
 علاوہ انکی آہٹ ائمہ کرام رضی اللہ عنہ نے تو خلافت کا نام تک بھی کہی نہ لیا اور آخر میں غلام  
 سلسلہ امامت حضرت امام محمدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ شریعتیں کے  
 عقین بیوی بکری اختیار فرمائی کہ صد ہا برس گزر گئی اور شیعیان پاک منتظرانِ قیامت کے  
 جاتیں لبوں پر اگلیں لیکن حضرت اپنی جمال جہان آرا کو مشتاقانِ زیارت پر  
 جلوہ گر نہیں مانتے۔ پہلے کچھ دنوں سلسلہ سفارت و خط و کتابت رجعات جاری  
 اب وہ ہی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہ خبر نہو گی کہ اس زمانہ میں سلامہ اسکر کہ خواجہ  
 دو تھوڑے کا وہ زور شور نہیں رہا کبھی گہ جان کا خوف اونکو نہیں ہے کیا جہدی  
 سودانی کا حال معلوم ہو کر ہی انکو واسعین کچھ شک و تردید ہی رہے گا ہمنی فرض کیا  
 کہ یہ خوف کیجیہ ہو ہی سہی اور کو فائدہ لکھو وغیرہ کا اخلاص و ایمان قابلِ اعتماد نہ ہو  
 لیکن ان پر نہیں تو بدلاؤ ہو نہیں بیان ہی میں ظہور فرما کر اظہارِ دعوت حق قرآنی جہان لاکھوں  
 مخلصین کچھ فدائی ہیں اور جانبازی کے لمبی ستارے متعدی ہیں مگر یہ کہ یہ نہ ہی  
 اسرار میں ہے جسکو دریافت حقیقت سے عقل مومنین کوتاہ و قاصر ہیں۔ سچا کہ  
 نہایتانِ عظیم اور بحولِ اللہ و قوتہ اس تقیہ کذبیہ کا ابطال آیات قرآنی و احادیث نبوی  
 اور قصص انبیاء سابقین اور اقوال و افعال جناب ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم سے  
 مثل آفتابِ رقیۃ النہار ثابت ہر آیات قرآنی سے ایک آیت مع اس تفسیر و تفسیر  
 صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی مطلقاً نقل کرتا ہوں ناظرین اہل البصاف ملاحظہ فرمائیں۔  
 اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَقَّعْتُمُ الْمَلَائِكَةَ طَائِفًا لِّیْنَ الْقُسُفِہِمُ فِیْ حَالِ ظُلْمَہِمُ النَّفْسُہِمُ بِرُکْ  
 الْہِجْرَةِ وَ مَوَافِقَةِ الْکُفْرِ قَالُوْا اٰی الْمَلَائِکَةِ تَوْبِیْخَالِہِمُ فِیْمَ کُنْتُمْ مِّنْ دِیْنِکُمْ  
 لہ۔ جو لوگ ترکِ ہجرت اور موافقت کفار کی سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ورنہ سنی و اذکر  
 جان کا تہ وقت از روی تو بیخ انہی پوچھتے ہیں کیوں ! امو دین میں تہہ را کیا حال تھا ؟

قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعِفِينَ فِي الْأَرْضِ يَسْتَضْعِفُنَا أَهْلُ الشَّرْكِ بِاللَّهِ فِي أَرْضِنَا  
وَبِلَادِنَا بِكِبَرِ عَدُوِّهِمْ وَقُوَّتِهِمْ وَيَصْنَعُونَ نَا مِنْ الْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَاتِّبَاعِ رَسُولِهِ  
اعْتَذَرُوا مِمَّا وَجَّوِبُوا بِهِ لِبُضْعِهِمْ وَغَجَّرَهُمْ عَنْ الْحُجَّةِ أَوْ عَنْ أَهْلِ الْإِيمَانِ  
وَأَعْلَامِ كَلِمَةِ قَالُوا أَيْ الْمَلَائِكَةُ تَكْذِبُ بِالْهَمِّ الْمَرْتَكُنِ أَرْضِ اللَّهِ وَاسْعَةً فَتَهْجَأُ  
فِيهَا قَتْلُ جَوَامِنِ أَرْضِكُمْ وَدَوْرِكُمْ وَتَفَارِقُوا مِنْ يَمْنَعُكُمْ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَى  
قَطْرِ أَخْرَكُمَا فَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَالْحَبْشَةِ فَأُولَئِكَ مَا وَهُمْ جَهَنَّمَ  
وَسَاءَتْ مَصِيرًا وَفِي الْآيَةِ وَلَا تَعْلَمُ وَجُوبَ الْحُجَّةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا تَمْلِكُ

الرجل فيه من إقامة دينه وعن النبي صلى الله عليه وسلم من فهد بينه من  
أرض إلى أرض وإن كان شبراً من الأرض استوجب الجنة وكان رفيق  
إبراهيم ومحمد انتهى ملقطاً - اہل انصاف اس آیت شریف کو اور اسکی تفسیر کو  
مع آیات ثلاثہ ملحقہ کے ملاحظہ فرمائیں اور حقیقت تفسیر پر وقوف و اطلاع حاصل کریں  
اگرچہ سبکی بہت بحث کی گنجائش ہے اور اس تفسیر سی بہت سمجھدہ حل ہو سکتی ہیں جو  
تخلیل اسی مسئلہ قلیل پر اکتفا کر کے اور مضامین سبب کو اذعان صافیہ ناظرین پر حوالہ کر کے

سے توجہ جواب دہی میں کہ جو تفسیر مذکور ہے - یعنی ہماری نہایت شرک لوگ تھی انہوں نے اپنی قوت اور کثرت  
تعداد کو سبب سمجھ دیا تھا اور خدا تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسول کی پیروی کرنے سے کچھ کوتاہی پر اس کے پیش و سرزنش کے جواب میں یہ  
خدا تعالیٰ کے چونکہ ہم مغلوب یہ دست تھی اس لیے جبرت یا ظہار میں اور اہل کلمہ الحق کو کلمہ کبر و تبت نشی انکو ہشیدہ ان کے کلمہ کبر تبت  
کیا خدا تعالیٰ کا ناکارہ تھا فراتع نہ تھا کہ تم دامن سحر جبرت کر جاتا اور اپنی وطن اور گھر سے چل نکلتی اور جو لوگ کلمہ ایمان لائے وہ کلمہ کبر  
اور یہ قطع قلع کر کے کسی اور طرف کا رستہ لیتے جیسا کہ مہاجر لوگ نہ منورہ اور ملک حبش طرف نکلتے ہیں اور لوگ کلمہ ایمان لائے وہ منورہ  
اور یہ بہت بڑے بازگشت ہی ہیں یہ آیت صاف دلالت کرتے ہیں کہ کبھی کسی شخص کسی جگہ پر دین کے قائل نہ ہو کہ وہ کلمہ کبر تو اسکی اور نہ ہند  
چوڑ دینا واجب ہے - اور آخرت سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی کلمہ لکھ لیکر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر چھپ سکتا ہے  
بالشت کی کیون نہ ہو - اس چرنب و آب موبجائی و ابرہہ محمد کا رفیق بن جانا ہے -



انگی چلتا ہوں احادیث نبوی سنی علامہ باقر مجتبیٰ بلداؤل سجا رہیں نقل کرتے ہیں  
ابن یزید عن محمد بن جہور القسی رفعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم  
یفعل فلیہ لعنة اللہ — ابی عن عبد اللہ بن المغیرۃ و محمد بن سنان  
عن طلحہ بن زید عن ابی عبد اللہ عن ابائہ علیہم السلام قال قال علیہ  
السلام ان العالم الکا تم علمہ یربعث انن اهل القیۃ ریحاً تلغنه کل  
دابة حتی دواب الارض الصغار — یہ روایات صحیح مطبوعہ تھیں اور علماء شیعہ جو  
کچھ ان روایات میں تاویل فرما کر منسوخ و تحریف کرتے ہیں اور کہتی ہیں کہ مروا سوا صحیح  
تقیہ کے ہے وہ بروسی عقل والی صفت ہرگز قابل قبول نہیں اقوال و افعال ائمہ کی تفصیلی نقل  
موجب تطویل سیل سیل ہو سکتی ہے کہ بیان پر اکتفا کرتا ہوں بہت سی اقوال مطبوعہ تقیہ  
نیج البلاغہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں اور میں سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو  
نیج البلاغہ میں شریف رضی نے نقل کیا ہے لکھتا ہوں ومن کلامہ علیہ السلام  
لما عرفوا علی بیعتہ عثمان لقد علمتم انی احق بہا من غیرہ واللہ لا سلمن  
ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الاعلیٰ خاصہ — اس قول سے صاف  
ثابت ہے کہ جناب نے تسلیم و انقیاد و خلیفہ کا اسی وقت تک قبول کر رکھا ہے جب تک  
کہ مسلمانوں کے امور سلامت ہیں اور سوائی ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم و جور

۱۰ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں عالم کو چاہی کہ  
اپنا عالم ظاہر کرے یہ اگر ایسا نہ کرے تو اس پر لعنت کی گنت ہو ۱۱ — فرمایا علیہ السلام اپنے علم کو چھپا دالا اور کہا یا جانگاہا  
قیامت میں سب سے زیادہ بدبو والا سب جانور اور پر لعنت کرنے میں یہاں تک کہ زمین کے چوٹے چوٹے کیڑے ۱۲  
جب لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کا قصد کیا تو اس وقت جو کچھ جناب میر نے فرمایا وہ میں نے یہ کلام ہی سہم جان چکے ہو  
کہ میں اپنی بیعت اپنی بیعت ہوں خدا قسم یہ کلام درکار تھا کہ جب تک مسلمانوں کو اس میں کوئی نقص نہ ہو گا میں اس میں کوئی نقص نہ دے گا

ہوا اور جب یہ ہوگا یعنی مسلمانوں کے حقوق ضائع ہونگی اور ان پر جو یہ ہوگا تو پر یہ تسلیم  
 و انقیاد و نرمی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشہ شیر و شکر ہی  
 کہی مخالفت نہیں فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ ذرا نرمی اور درایت  
 فرمائی اول ہر طرح ہمائش فرمائی یہاں تک کہ آخر کار قتل و قتل سے ہی دینع نہیں  
 فرمایا اگرچہ کامیاب نہ ہوئی اور قتلہ نہ ہوا غرض کہ یہ قول اور یہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا  
 سراسر مبطل تفسیر ہی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
 سے مناقشہ نہ فرمایا لیکن زید پلید جو آپ سے صرف بیعت کا ہی خواستگار تھا آپ نے  
 ہرگز اس کی بیعت کرنا قبول نہ فرمایا اور اپنے قتل و اس کی فوج کی کثرت سے ڈرا اس  
 لکھا اور اپنے آپ کو اور جو انان اہل بیت کو طعمہ تیغ بے دینع کر کے شریعت شہادت بن  
 فرمایا اور شیعوں کی ایک فرض مذہبی کو جو تفسیر ہی تیغ و بنیاد سے اوکھا ڈیا۔ یہ مقام استطراد  
 ہی اور طول کا ہی اندیشہ ہی اسلئے ہم بسط و تفصیل سے عرض نہیں کر سکتے غرض یہ تفسیر  
 جو مختلف فیہا میں الفرقین سے اور جس کو اہل سنت حرام اور منافقوں کا نشان کہتے ہیں نہ تو یہ  
 دساریض کجا تو یہ اور کجا تفسیر ع کجاریان و کجا آسمان۔ اہل سنت کے یہاں اکثر  
 عزوات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہی اور تو یہ میں امر و معینین و  
 ذو جہتین بغرض ابہام مقصود اور ابہام حقائق مقصود کے استعمال کیا جاتا ہے اور ہم  
 نہ لکھنا تو تو یہ ہی نہیں ہے چہ جائیکہ تفسیر مجرم ہو پس حضرت مجیب جیسی مدعی انصاف  
 سے نہایت استعجاب ہے کہ ایک ذوق را یعنی لکھ ڈالا اور یہ خیال فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں  
 اور یہ نہ سوچا کہ میں انصاف کا دعویٰ ہی اسی تحریر میں کر چکا ہوں اگر کوئی ان کو تو کو  
 جمع کرے گا تو کیا کہیگا۔ پہر اب ہم ان تحقیقات پر اپنی مجیب لبیب سے کیا انصاف کی  
 امید رکھیں۔ اگرچہ تو یہ میں بحیثیت جواز ضرورت عدم ضرورت دونو مساوی  
 ہیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج اسپرٹ ہمیں معہذا تحفہ کی دیباچہ

میں جو حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ الغیر نے توریۃ اپنا غیر مشہور نام تحریر فرمایا  
 علاوہ اور صالح کے ایک بیہ بڑی ضرورت اس طرف داعی تھی کہ اس زمانہ میں شیعوں  
 کا نہایت زور تھا اکثر بڑی بڑی فوجی مضب دار و رئیس شصت بیس تھی چنانچہ تقریباً دو  
 زمانہ میں حضرت نیراندر لپا چان رحمة اللہ علیہ بدون اسکی کہ کوئی گناہ مستوجب قتل  
 ادا نہ کر سکتے تھے اور انکی دست بندی ہی طعمہ ہنگ اہل معزز شہادت نوش  
 فرما چکے تھے اور اسکا کچھ نہ لارک و ہتھام نہ ہوا تھا تو ایسی طوفان بے تمیزی کے وقت میں  
 اگر یہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال  
 کا یقین تھا اور اس فتنہ کی آتش کا شرارہ صد ہا خانان کو خاک سیاہ کرتا۔ اور بعض اہل  
 اوسی زمانہ میں بارادہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں ہی آئے لیکن حق تعالیٰ  
 فرما نے فضل سے محفوظ رکھا اور انکی شر کو دفع کیا یہ قصہ کچھ بہت پرانا نہیں ہے  
 اگر آپ تحقیق فرمائیں گے تو معلوم ہو جائیگا بون ہی بے تحقیق اغراض کرنا اپنی  
 ادعا کی انصاف پر زیا نہیں ہے اور انگیزی عملداری اور ہتھام کو بلحاظ اس زمانہ  
 کی اس وقت کو انتظامی امور میں خیال کرنا سراسر خلاف عقل ہے کیونکہ وہ زمانہ  
 ابتدا عملداری اور تسلط کا تھا اس وقت جب قدر مدارات و مراعات و اغماض ہوتی تھی  
 اس وقت اسکا نام و نشان نہیں بلکہ جو کیفیت قبل از غدر تھی وہ بھی اس وقت نہیں  
 شخص جانتا ہے کہ انگیزی تسلط دیکھی ہوتا ہی آج کچھ ہے کل کچھ پس جن وہ  
 زمانہ نہیں تقریباً سو برس کا فضل واقع ہو گیا ہوا وہیں سے ایک کو دوسری پر قیاس  
 کر کے ایک حکم کرنا گستاخ و رعبی از عقل و انصاف ہے اور منہ دے جو اپنا نام نہیں لکھا  
 اسکی وجہ یہ ہوئی کہ تحریر سامی میری پاس بالواسطہ آئی تھی مجکو معلوم نہ تھا کہ میری  
 صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیونکر رکھا ہی اپنی ہی طرف سے اپنے عمار سے نیک  
 جواب دیتی ہیں یا وہ ہی جواب جبینہ پیش کر دیتے ہیں اور نہ بندہ کو اس شرط کی

شاہ صاحب نے اس کتاب میں اپنا نام تحریر فرمایا

اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تحریر میں کیا نام ہوگا تو آپ اس تحریر کو قبول فرمائیں گی اور کچھ نام آوری ہی مقصود نہ تھی تو میں نے خیال کیا کہ جواب عاری از نام سہی صاحب نام کی جہت میں مسجد وں پہراگی اور کمزورتی ہر ہی بہ جواب پیش کریں یا انکرین اور اگر پیش کریں تو خود جسطرح مناسب سمجھیں پیش کر دیں گے تو نے تحقیقت چھو سائل سہی صاحب سلمہ اور مولوی ابوالطیب غفرلہ تھے اور انکو اس امر کی اطلاع تھی کہ یہ تحریریں عاجز کی ہی تو اس صورت میں نام نہ لکھنا نہ توریہ ہے نہ تقیہ اصل وجہ جو کچھ تھی عرض کر دی اگر آپ کو ہمیں شک ہو تو سہی صاحب سے دریافت فرمائیں۔ اب آپ اسکو چاہیں توریہ فرمائیں یا تقیہ بنائیں آپ کی انصاف دعا کی سب شایان شان ہی قول اگرچہ شفیق کا وعدہ یہ تھا کہ مجیب کا ضرور نام ہوگا بلکہ اسی شرط پر مجبسی نام لکھوایا تھا اور یہ اقرار تھا کہ اگر مجیب اپنا نام نہ لکھیں تو جواب نہ لکھنا مگر اب وہ ہی حیران ہیں اور کہتی ہیں کہ خیر گو یہ وعدہ دفا نہ ہو اگر تو میری خاطر سی جواب لکھ الفح اقول پہلے گزارش ہو چکا ہی کہ آپ کی شفیق نے یا کسی نے مجھ کو آپ کے اس شرط کی اطلاع نہیں فرمائی ورنہ نام لکھنی میں کچھ تامل اور کچھ دریغ نہ تھا پھر یہ جو میر صاحب فرماتے ہیں کہ میرے شفیق ہی چاہو جو حیرت میں گرفتار ہو گئی اور عدم وفا وعدہ کو تسلیم کر کے جواب اس جواب کے ملتزم ہونے لگے سرسرا لغو ہی اول اپنی شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپ نے شرط مقرر کی مولف جواب کو اطلاع دی ہے یا نہیں جب اسکو جواب میں وہ یہ فرماتے کہ میں اس شرط کی اسکو اطلاع دی ہے تو آپ نے دریافت فرمایا ہوتا کہ ادنی نام لکھنی سے انکار کیا ہی کیونکہ احتمال ہی کہ نام لکھنا بوقت نقل سہوارہ گیا ہو اور اگر وہ یہ فرماتے کہ اس شرط کی اسکو اطلاع نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا ہوتا کہ اس تحریر کو واپس بھیج دیا جیسی تاکہ وہ یا نام لکھی یا انکار کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو بعد یہ ایک کاڑھ کے آپ کے شفیق

دریافت فرما سکتی تھے کہ نام کیوں نہیں لکھا اور عجب نہیں کہ میں اذکو خاتمہ تحریر یہ  
اپنا نام لکھنے کے اجازت لکھ بیٹھا یہ موقع ہرگز نہ آئے انکار کا تھا نہ اذکو مبتلا حیرت ہو گا  
اور امر لکھا۔ لیکن بان اذعان و دعائے کا مقتضایہ یہی کہ بدون تحقیق بلا تفتیش اس پر  
تقیہ کا حکم لگا دیا اور اس اذعان و یقین کے ساتھ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی  
نازل ہوئی تو کچھ اگرچہ حضرت حبیب کمال علم و فضل کے مدعی ہیں حتیٰ کہ امتحان لینی کو  
مستعد ہیں اقول میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہرگز مدعی اپنے علم و فضل کا نہیں ہوں بلکہ  
تمام خاندان میں اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہیں۔ لیکن بان گا ہی بنظر حمایت  
اسلام مخالفین کے زعم شکنی کے لہٰذا مدعی ہے ہو جاتا ہوں اور یہاں یہ ایسا ہی محدود  
ہے جیسا کہ جہاد اعداء کے وقت پسندیدہ خداوند تعالیٰ ہے۔ اور واضح رہے کہ  
امتحان لینی کے قصد سے جو ادعا کمال علم و فضل و تنباط فرمایا ہے یہ شخص غرض  
فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئی عرض کیا گیا تھا اس کو واسطی کمال علم  
و فضل کی ضرورت نہیں اسلام کہ یہ دریافت کرنا کہ فلان کتاب کا کون مصنف ہے اور  
فلان مصنف کی تصنیفات کیا ہیں اس کی لینی کمال علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ  
دعویٰ کو مثبت نہونی لیسبتہ ادعا کمال علم و فضل سامی قابل تماشایہ جو حیل فرمائے  
ہیں کہ ایک عالم ہماری مقابلہ میں ہر سکوت بر لب ہے سو بفضلہ تعالیٰ اس دعویٰ  
کی صلیت عنقریب منکشف ہوا چاہتی ہے قول اور بظاہر بڑی کروفر و سرسید  
منافرو میں ترم رہا ہے اقول یہ کچھ حصن و شیعہ دشکوہ و شکایت کی بات  
نہیں ہے حمایت دین اسلام بڑی کروفر اور مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی  
حصہ ہی آخر برغم خود اپنے جواب میں تو آپ نے ہی بڑا کروفر دکھلایا ہے قول اگر  
صنف تحریر میں سے ثابت ہے کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور بظاہر  
و شیعہ اور تہدید ربانی کے کسی بات کا تعرض کیا اقول یہ حضرت کی فہم کی خوبی

جو آپ فرماتے ہیں کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور پھر طعن و تشنیع و تہدید  
 زبانی کے کسی بات کا تعرض نہ کیا ورنہ اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرماتے تو اوسمیں اپنا جواب  
 پاتے چنانچہ اجمالی طور پر اس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کی سامنی پیش کر چکا ہوں منظر  
 انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جناب کو تو اختیار ہی چاہی مناظرہ کی ہمت نہ کندی تبائیں یا  
 گریز فرمائیں یا تہدید زبانی اور طعن و تشنیع تصور کریں مثل مشہور زبان کے اگلی نہ کواد کہتا  
 قول حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائے تحفہ اور کچھ سامان نہیں ہی چال چلتی چاہی کہ  
 وہ ہی امور جن کا تحفہ میں ذکر ہے اور ادھنیں ہی ادنیٰ زعم میں کچھ ہوسکتی ہی اس ساجدین  
 چہرے چاہی پہلی میری وہی قول لی کہ جنکی بحث تحفہ میں موجود ہے یعنی اول شرائط  
 ثلثہ امست کی دلائل طلب فرمائی اقول یہ ہی حضرت کا تحلیل محض ہے یا بذریعہ  
 استیجابہ طاق حجت کے معلوم فرمایا ہوگا کہ میں نے خیال کیا کہ میری پاس سوائے  
 تحفہ کچھ سامان نہیں حالانکہ خود ہی ازالہ انہیں اداریات بنیات کی میری پاس ہوتیکا  
 اعتراف فرماتے ہیں اور اس مرکاشیعہ کو ہی اعتراف ہی کہ ازالہ انہیں تحفہ سے ماخوذ نہیں  
 اچھا پاس خاطر سامی مسلم کہ میری پاس سوائے تحفہ کوئی سامان نہیں سلی دہی اقول  
 لی جنکی بحث تحفہ میں موجود ہے اور تحریر ہی ضعیف ہے اور انکی پاس مواد تالیف ہر قسم کا  
 موجود سعادین متعہ ملک بدر بقصوی لیکن اگر یہ آپ کا زعم صحیح ہو تو آپ کو مبارک ہو جلدی  
 فیصلہ ہو جائیگا آپ کو کچھ وقت ادھائی نہ بڑگی پس ہی ایجاٹ کہدیحی کہ جنکے  
 بحث تحفہ میں موجود نہیں اور میدان مناظرہ حجت لیجی۔ اور کوئی قول اپنے  
 سوال میں ایسا بتلائی تو سہی جنکی بحث تحفہ میں نہیں ہے قول ہم حضرت  
 کو حکم کی تعمیل کرتے ہیں اقول آداب عرض ہو قول اور جب وعدہ جواب کے  
 منتظر ہیں اقول لیجے حاضر۔

تردید اصل جواب

**قال انما فضل المحجیب قال** المحجیب اللیب بسم الله الرحمن الرحیم بفضل علی رسولہ الکریم  
 وعلی آلہ وصحابہ جمیعین - اقول - اس خطبہ میں یہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت و جماعت  
 خصوصاً حضرت محجیب صحابہ کو اہل بیت پر قدم کرنا مناسب تھا نہ بالعکس کیونکہ  
 بعد جناب رسول خداصل کے کل خلافت پر من حیث الثواب لارثۃ تفضیل شیعہ من  
 کو ہی جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں جو اہلسنت کی معتبر کتاب ہی موجود ہے اہل اشعر  
 بعد بنی ابوبکر الصدیق ثم الفاروق - انتہی اور حضرت محجیب کی خصوصیت کی تہذیبی  
 کہ وہ خود ہی پرچہ میں تحریر فرماتی ہیں علی الخصوص خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو  
 اہلسنت نام است ہی باعتبار مرتبہ اعلیٰ وفضل اور ایمان میں شہادت و اہل اعتقاد کرتے ہیں  
 الخ حالانکہ اسی عقائد نسفی بلکہ اور کتاب عقائد میں خلفاء ربیعہ کی تفضیل بتدریج  
 ذکر ہے مگر حضرت محجیب نے خلفاء ربیعہ ہی نہ لکھا اسلئے مناسب تھا کہ صحابہ کو اہل بیت پر قدم  
 فرماتے تاکہ زبان ساتھ قلب و جان کے موافق و مطابق ہوتے نہ یہ کہ دل میں  
 کچھ اور زبان پر کچھ - **یقول العبد الفقیر الی مولاه** ہماری میر صاحب نے خطبہ  
 ہی سی جو یہ بے سوچی سمجھی کلام و تردید شروع کی شاید اس سے یہ مطلب ہوگا  
 کہ چہال میں باعث فخر و نیکنامی ہو - کہ میر صاحب نے بسم اللہ سے لیکر آخر تک کی تردید  
 کر دی لیکن اہل علم و فہم کے نزدیک تو ایسی اعتراضات سے بجز اظہار اپنی نادانگی  
 اور کم علمی کے اور کچھ حاصل نہیں - اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ  
 تطویل اطال ہو کر بیان مقصود میں مغل ہو جائے چنانچہ منہی لپٹنے پہلی تحریر میں ہی  
 اسکو ترک کر دیا تھا لیکن بپاس خاطر حضرت مخدوم صاحب نے لفظی کھینچنے سے کراؤ کی شبہ  
 رفع و اجابت سے ہے - پس واضح ہو کہ ہماری محجیب نے شروع اعتراض میں  
 تقدیم لفظ آل کی نسبت لفظ صحابہ پر مناسب ہونے کا حکم کیا ہی جو اہل بیت کو  
 ہی اولیت تقدیم جو ذکر کی ہے وہ مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہیں تاکہ زبان ساتھ قلب

میر صاحب نے  
 یہ لکھا ہے

و جنان کے موافق ہو جاسی زبان کا قلم کے ساتھ مطابق ہونا ضروریات دین ہی اور  
 عدم توافق نفاق ہے۔ بہر تقدیر اولاً میر صاحب کو ثابت فرمانا چاہی کہ عطف بالواو تیرب  
 تہی کو مستلزم ہے ہم اسکو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم کہتی ہیں کہ وا محض جمعیت فی الحکم کو  
 مفید ہی چنانچہ واقفان فن عربیہ جانتی ہیں کہ کلام فصیح میں کہی تنزل اعلیٰ سے نازل  
 کی طرف ہوتا ہی اور گاہی ترقی سافل ہی اعلیٰ کی جانب کی جاتی ہی۔ قرآن شریف کی  
 موضع متعدد میں حق تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو آپکی اس دعویٰ کو بطل ہے  
 آیہ و تلک حجتنا آئینا آخر چند آیات تک پڑھ جائی اور اگر یاد نہ ہو تو کسی حافظ  
 سے پڑھو ایچبی یا قرآن میں دیکھ کر پڑھ لیجئے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پہلے سیدارہ  
 میں من کان عداۃ و ملکۃ و رسلہ الخ پڑھ لیجئے ثانیاً ہم کہتی ہیں کہ لفظ آل  
 اصحاب کو بھی شامل ہے اور اوسکے معارض و مقابل نہیں اور کچھ ضرورت نہیں تھی  
 کہ لفظ اصحابہ ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ اکثر حضرات مصنفین شیعہ نے یہ طرز اختیار فرمایا  
 کہ اصحاب کا ذکر خطبہ میں نہیں فرماتے اور شاید انکا یہ معمول اس وجہ سے ہو کہ انکی  
 روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب میں سے کوئی شخص مصیبت نہ تو درکنار سوائی  
 حضرت مقداد کی حصہ ارتداد سی ہی نہیں بچا چنانچہ اس جگہ ایک ہی روایت ہے  
 اکتفا کرتا ہوں جناب قاضی صاحب شوستری مجالس المؤمنین میں بذیل ذکر مقداد  
 فرماتے ہیں دشیخ ابو عمر و کشی کہ از علماء امامیہ است کہ کتاب السماء الرجال بابنا خود  
 از حضرت امام محمد باقر و روایت نموده اردت الناس الا ثلثۃ نفر سلمان و ابوذر  
 و المقداد فقلت فہما رقال کان حاص حصۃ ثم رجع قال ان اردت الذی لم  
 یشک ولم یدخلہ شیخ فالمقداد۔ علی الخصوص حضرت مخاطب کی مذاق پر کہ

صاحب لوگ نہ ہو گئی مگر تین شخص تان ابوذر مقداد میں چوچا اور عمار فرمایا کہ وہ کچھ پہر گیا تھا لیکن پہر لوٹ آیا فرمایا  
 اگر ایسا شخص چاہی جو کچھ شک ہو ہو اور جسکی کوچہ دل میں نہ داخل ہو ہو تو مقداد ہے۔ ۱۲۔



اوہوں نے تصریح فرمائی کہ مصیبت کرام ہونے سے بالکل خارج کر دیتی ہے چنانچہ فرماتے  
 ہیں کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم اور خود اقوال  
 و افعال صحابہ بلکہ خود اصحاب تحفہ کی تحقیق سے ثابت نہیں ہوتا سورہ جمعہ کے  
 آخر کو ملاحظہ فرمائی۔ وَاذَرُوا تِجَارَةً وَارْهَوْا اَنْفُسَكُمْ اِلَيْهَا اِنِمْح۔ تو اس سے صاف  
 ثابت ہوا کہ مصیبت کرامت کی بالکل خلاف ہی تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہوئی اور  
 جبکہ صحابہ کرام کا وجود ہی تحقیق نہوا تو شاید سلیبی حنفیہ شیعہ نے لفظ اصحابہ  
 کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ صحابہ کو ترک کرتی ہیں تو وہ بہر حال  
 مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک امر شیعہ میں تشبیہ شیعہ لازم آتا ہے تو بغرض دفع  
 توہم خلاف مقصود اور جدا کر امن تشبیہ بطور تخصیص بعد تعمیم کی لفظ اصحابہ کو ذکر کیا تاکہ  
 قرینہ لفظ اول اصحاب میں تقابل ہے اول لفظ اول اصحاب کو شامل نہیں تاہم یہاں قرین  
 باطل ہے کیونکہ اگر خلفاء کو فضیلت حاصل ہے تو وہ فضل کلی ہے اور فضل کلی اعتبار  
 تقدم فضل خبری کو مانع نہیں تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعث بار فضل خبری یعنی  
 جنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ الباعیہ اعتراض بلا تدبر کیا گیا ہی  
 اور اس دلیل معانی مثبت نہیں اسلیبی کہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب  
 کو آل مقدم کرنا چاہی اور اسکی دلیل یہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کل خلائق پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل شخنین کو ہی  
 اور ظاہری تفضیل شخنین تلمذ تفضیل بیع اصحاب رضی اللہ عنہم نہیں پس اگر لفظ  
 اصحابہ کا آل مقدم کیا جاوی تو موافق زعم سامی موہم ہوتا ہی کہ بیع صحابہ اہل بیت  
 سرفضل ہوں اور حاشا کہ اہل سنت ایسا اعتقاد رکھتی ہوں۔ لیکن میں نہایت شغیب  
 بلکہ متعجب ہوں کہ جناب والا نے باہر یہ ادعائی انصاف و دانش  
 جب اس خطبہ پر جو بظاہر نے مجملہ مساک سامی کے موافق تھا کہ اسمین لفظاً

تقدم آل کا صحابہ پر واقع ہے جو مقتضی تقدم تہی کو ہی اور نیز صحابہ کا ہی ذکر کیا گیا ہی  
 غایتہ ثانی الباب آپ صحابہ سے وہی صحابہ سمجھیں گے جنکو برخلاف مخصوص روایات صحیحہ  
 اپنی کی آپ نے کرام اعتقاد قرار کیا ہی اس جو شہنشاہ خسرو شہ سے مقرر ہیں تو اپنے جمہور  
 علماء مصنفین پر جو قدیم حدیث لفظ آل ہی پر لکھا فرماتے ہیں اور گویا صحابہ کے ذکر کے  
 خطبہ یثرب صلوٰۃ و سلام کے لئی قسم کھا رہی ہی کیا کچھ اعتراض نہیں کیا ہوگا اگر حضرت  
 شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہیں اور بعض حضرت جیسی ہماری محبت مخاطب شاید  
 اس خیال ہی کہ سب اکوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل صحابہ ہر دو ترک فرمادیتی ہیں  
 اور بعض متقیین اگر کہیں اہلسنت میں جا پھنسے اور وہاں تصنیف کا اتفاق ہوایا یا لباس شین  
 میں کوئی کتاب تالیف کی تو لابد صحابہ کا ہی ذکر فرمادیتی ہیں۔ پس ہماری حضرت محبت  
 فرامین تو سہی کیا کسی روایت میں صحابہ کرام پر تجا صلوٰۃ و سلام بھیجی کے حرمت و ایوہ  
 ہی یا کہیسی ائمہ رضائین ہی خطبات وغیرہ میں صحابہ صلوٰۃ و سلام کی مانعت فرمائی  
 ہی جسکی وجہ سے حضرت نے یہ عہد موقوف باندہ ہی۔ مہنی تو صحیفہ کاملہ کے روایت میں  
 یوں پڑا ہے۔ **اللّٰهُمَّ وَاصْطَبْ مُحَمَّدٌ خَاصَّةً الَّذِیْنَ احْسَنُوا لِلْفُقَرَاءِ وَ الْخَصِیصِ**  
 تعمیم ہی ملاحظہ فرما لیجے گا۔ اگر یہ فرامین کہ صحابہ کرام معصوم نہیں ہم عرض کریں گے  
 کہ آل ہی تمام معصوم نہیں بلکہ صرف آپ کو نزدیک ائمہ علیہم السلام ہی معصوم ہیں۔ پس بخیر  
 اس امر کو اور کیا سمجھا جاسکتا ہی کہ اصحاب کے ساتھ بغض و عدوت کی یہاں تک نوبت  
 پہنچی کہ صرف بوجہ شتر اک لفظ کی جو کہ لفظ صحابہ میں ہی اور بوجہ شتر اک لفظ صحابہ  
 اپنی معتقد علیہ صحابہ کو ہی جنکو برخلاف روایات کرام اعتقاد قرار کیا ہی صلوٰۃ و سلام  
 سے محروم کر دیا۔ باقی رہا یہ ارشاد تاکہ زبان ساتھ قلب جن کے موافق و مطابق  
 ہو جائے نہ یہ کہ دلیں کچھ اور زبان پر کچھ یا تو اپنی مذہب کی ناواقفیت سے نااہلی  
 اے الہی رحمت بیچ صحابہ محمد پر خاکسکر جنہوں نے اچھی مصاحبت کی۔ ۱۱

وہاں تک کہ اس میں اختلاف نہ ہو



اَنْتُمْ نَهَوْا عَنِ الْكَلَامِ فِي الدِّينِ فَتَاوَلْ هَوَالِيكَ الْمُسْكَمُونَ بَانَهُ اِنَّمَا لَهِي  
 مِنْ لَا يَحْسَنُ اِنْ يَتَكَلَّمُ فِيهِ فَاَمَّا مَنْ يَحْسَنُ اِنْ يَتَكَلَّمُ فِيهِ فَلَمْ يَنْهَ فَهَلْ ذَلِكَ كَمَا  
 تَاوَلُوا وَلَا فَكُنْتَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَسَنُ وَغَيْرُ الْحَسَنِ لَا يَتَكَلَّمُ فِيهِ فَاِنْ اَتَاهُ الْكَبِيرُ  
 مِنْ نَفْعِهِ - عَنْكَ اَشْفَ اللِّثَامُ اور ظاہر ہے کہ حقیقتاً نہ کلام مجرب میں  
 شراب و قمار کی نسبت ارشاد فرماتا ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اَرْثَمٌ  
 كَيْدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَارْتَمَا الْكَبِيرُ مِنْ نَفْعِهِمَا تو حضرت امام نے بھی اپنی ارشاد میں  
 درباب ممانعت کلام و گفتگو اس آیت کی طرف اشارہ فرما کر کلام فی الدین کو نمبر شراب  
 و قمار کی وقفوں اور نا وقفوں کے ایسی برابر حرام قرار دیا - اگر اس بارہ میں چشم دید روایت  
 مطلوب ہوں تو سنی سلامہ مجلسی بجا الانوار کے جلد اول باب کتمان اعلمین جو بیست و  
 روایات لکھی ہیں اور بیسچ چند روایات شیطاً للناظرین عرض کرتا ہوں - عن  
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَحْيَى عَنْ حَرِيزِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ السَّجِسْتَانِيِّ عَنْ مَعْلَانَ بْنِ ثَمِينٍ  
 قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مَعْ لَكُمْ أَمْرًا وَلَا تَدَعُوهُ فَإِنَّهُ مِنْ  
 كَتَمِ أَمْرٍ نَاوَلْتُمْ يَدَهُ اعْزِهِ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَجَعَلَهُ نَوْرًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ  
 لے گا وہ نہوں دین میں کلام گفتگو کی ممانعت فرما رہے ہیں کہ ان سلامی جو کلام گفتگو کرنے میں بیہتدیل کی جو کہ یہ ممانعت اور کو کو  
 وسطی ہی جو اچھی طرح سناڑہ نہیں کہ سناڑہ جو لوگ کہ سناڑہ کی مشق میں اور چھٹی طرح گفتگو کر سکتی ہیں اور کو کسی ممانعت نہیں کہ  
 نوکیا یوں ہی جو سطح و نہوں تاویل کے جو حضرت علیہ السلام کی جو ہیں لکھا خوب کلام کرنے والا اور جو کلام کرے گا کوئی میں کلام کری  
 کیونکہ اور کو نفع ہو گا گناہ بڑا ہو گا - ۱۴ - پھر چھٹی میں تجسے شراب ورجوی کو تو کہہ اوں میں بڑا گناہ ہی اور کو گن کے  
 فائدہ سے میں اور کو گناہ اوں کے فائدہ سے زیادہ ہے - ۱۵ - حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 سے روایت ہے کہ نہ پایا آپ نے اے مکتبہ کو پوشیدہ رکھے اور اس کو آشکارا نہ کرے  
 پس جو شخص حق امر کو چھپائے اور اس کو پھیلائے نہیں خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں غرت دیگا - اور اس کتمان  
 امر کو نور بنا کر قیامت کے روز اس کی پیشانی میں رکھے گا - ۱۶ -

الکلام فیہ مذکور ہے کہ چنانچہ میں نے امر کی ممانعت نہ کی

يقوده الى الجنة يا معلى من اذاع حديثنا واهربنا ولم يكتمه اذله الله في الدنيا ونزع  
التوربين عينيده في الآخرة وجعله ظلمة يقوده الى النار يا معلى ان النقية ديني دين  
ابائي ولاديين لمن لا نقيه له يا معلى ان الله يحب ان يعبد في السر كما يحب ان يعبد  
في العلانية يا معلى ان للذبيح لاهربنا كالجاحد به لا يريه على حسن يسوي حيث باجوداوم كرس  
مانعت كجها رسي نزهت يا ابراهيم كمن غفلت كمن غفلت كمن غفلت قال ابو عبد الله عليه السلام اقرأ مواثينا  
اسلام واعلمهم ان يجعلوا حديثنا في حصون حصينة وصدور فقيهة واحلام رزقة  
والذي فلق الحبة وبرأ النسمة ما الشاغلنا عرضا والمناصب لنا حراما اشد مؤنة  
من المذنب علينا حديثنا عند من لا يحتمله — عن ابي عبد الله ع قال ما قلنا من  
اذاع حديثنا خطاء ولكن قلنا قتل عمد عن ابي بصير قال قلت لابي عبد الله ع  
ما لنا من ثمننا بما يكون كما كان على نجير اصحابه فقال بلى والله ولكن هات حديثا  
واحدا حدثك فكتمة فقال ابو بصير فوالله ما وجدت حديثا واحدا كتمة  
غرض ان روايت سني طهارت حقيقة زانة نقيه تك صاف حرام معلوم موتا في يربا وجود اسكي

حضرات شیعہ کے اکابر کا جو غم انہی خلص صحابہؓ تھی یہ حال ہی کہ امام کی نافرمانی کرین امامہ پیرغبت  
 کری یہ پیری انہما سے باز نہ آوین اور ان ہی پر کیا منحصر صحابہ مقبولین نے ہی تو امام بلا فصل کے مشد  
 میں اطاعت نہیں فرمائی تھی تو یہ کچھ نئی بات نہیں مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود ان روایات  
 کی یہ حضرات یہ روایتیں ہی فرماتے ہیں عن محمد بن جمهور القصبی قال قال رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذ اظہرت البدع فی امتی فلیظہر للعالم علیہ فان لم  
 یفعل فلیدر لعتۃ اللہ۔ یہ آپ فرمائی کہ روایات مذہب کی ہوسی زبان کا قلب و خبا کے ساتھ  
 موافق ہونا اصل جدول دین ہے یا مخالف ہونا اور زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے سے دین  
 اسلام سے خارج ہوتا ہے یا مخالف کرنے سے فاعتبر وایا اولی الابصار قال الفاضل محیب  
 ثم قال۔ اما بعد اندون ایک سوال محمد مولوی فرزند حسین صاحب اثنا عشری متعلق بحث  
 امامت میری نظر سے گزرا اگرچہ پہلے اس مسئلہ میں درسی متعلقات میں طرفین سے دفاتر سیاہ  
 ہو چکی ہیں اور ہر فیصلہ نہیں ہوا اور نہ جب تک قائد توفیق راہ ہدایت کی طرف کشان کشان  
 لاوی اور عنایت خداوند تعالیٰ شانہ نہ گیری فرمائی تب تک فیصلہ ممکن ہے۔ اقول۔ مجہ  
 جیسی سچہ ان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرمانا محض تواضع و عنایت سامی ہی منون  
 ہوں واقع میں میں بیچارہ فارسی خوان ہوں ہرگز مولویت کی لیاقت نہیں رکھتا ان یہ ضروری  
 کہ ابتدا میں تیزی مناظرہ مذہبی کا شوق رہا ہے کب قدر طرفین کی کتابیں پکی اور باتیں سنی ہیں  
 لفظ مولوی اپنی نام کے ساتھ لکھا جانا ایک شتم کی منہی دستہز اسم چھتا ہوں ایسی آئندہ معاف  
 کا خوان ہوں **یقول العبد الفقیر الی مولاه** اگر آپ اپنی اس بیان میں  
 سچی ہیں اور آپ محض فارسی خوان ہیں اور عبارت عبریہ کو نہ سمجھ سکتی ہیں نہ ترجمہ کر سکتی ہیں  
 تو ضرور مجھ کو آپ اپنی تحریرات کے مواقع اعتراض جواب میں جو عبارتیں اپنی یا خصم کی کتب عربیہ  
 سی نقل کرتے ہیں جبکہ سمجھنا بخیر استعداد علوم عربیہ کی نہیں ہو سکتا اور عبارت کی نقل  
 اور اداں سے استمال کرنے میں اپنی مذہبی بہائیوں سے مدد لیتی ہو تو اگر آپ مسلمان کی

نہیں بدعات کرنا والے ہوں گی

اعانت و امداد و ہمین آپ کو شامل حال ہوگی چنانچہ اس قسم کی تحریرات حضرت شیعہ کی ہاں بند ہے  
کمیتی ہوا کرتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں میری مخاطبہ و میری محبت متعرض آپ پر معلوم  
قوت اور تائید پر اور ان ایمانی اور صدقہ قادر و جانی کی ہونگی جو شامل حال سامی ہی علیہ ہاں  
عنوان سے میں آپ کو تفسیر کروں آپ اس قوت کی ساتھ ملکر معبرۂ ہونگی نو اگر میں لفظ مولوی  
آپ کو لیتی اطلاق کیا تو خلاف واقع اور بیجا نہیں کیا کیونکہ میری مخاطبہ محض آپ ہی نہیں ہیں  
بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہیں اور اسکی تضام کے ساتھ بیشک آپ مولوی ہیں تو مجموعہ  
پر لفظ مولوی حمل کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ تقویت و تائید عوارض خارجیہ سے ہے لیکن جو کہ  
بہر لہذا غیر منفک عن الذات ہے پہلی اسکو وصف ذاتی سمجھ لیجی پس اسکو محض تو اضع  
اور عنایت پر رسول فرمایا محض تو اضع و عنایت ہے ممنون ہوں۔ قول ہدایت کو لیتی  
توفیق ایزدی اور کار و گرجینہ سے یہ توفیق یہاں تک سلب ہوگئی ہو کہ فریق ثانی کی کتابوں کا  
دیکھنا اور سننا امور متنازعہ ہیں ہا میں گفتگو کرنا خصوصاً مشاجرات صحابہ میں گناہ سمجھتی ہوں  
اور ان باتوں کو اپنی مذہب کا محل جاننے ہوں عالم اسباب میں اس فرقہ کی ہدایت کی کیا امید ہے  
اقول اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ کو توفیق کے معنی اسکی ہاں ثنائی ہے۔ جناب میں توفیق کے  
معنی توجیہ الاحساب نحو مطلوب الخیر میں اور فی ہر ہی کہ میں مطلوب خیرت کی ساتھ  
مقید ہی جو بیان مفقود ہی مطلوب شرکی توجیہ اسباب کو کوئی نا واقف ہی توفیق نہ کہیگا  
اور اگر ضرورتی مراد ہو اور مطلقاً ہر ایک فریق کی کتاب میں دیکھنا اور سننا امور متنازعہ ہیں  
میں گفتگو کرنی اور اسکو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خواجہ کو یہی جو کہ اپنی کتاب میں ملے  
بنوت کو سبب شتم کرتے ہیں اور سواد الوجہ فی الدارین کہتے ہیں جیسا کہ حضرات شیعہ  
نی ہے پس نسبت کبار صحابہ کی یہی دیرہ اختیار کر رہا ہی شدہ ہو کہ حضرت شیعہ  
کہہ سکتی ہیں کہ جس فرقہ سے یہ توفیق یہاں تک سلب ہوگئی ہو انھ تو اس صورت میں  
آپ کی ہی اقرار سے آپسی اور تمام شیعہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی متدین خیال نہیں

کر سکتا کہ خراج کی کتابوں کا پکینا جنہیں معاذ اللہ اہلبیت اطہار کے دشمنوں کی توہین و تہلیل سے  
 مستحب و بموجب ثواب ہے اگر ہماری محیب بروی اپنی مذہب کے واقعی ایسا ہی اعتقاد کرتے ہوں  
 تو ہمیں بھی صلح فرماین۔ علی ہذا القیاس یہود و نصاریٰ و مجوس بت پرست و غیرہ سب کا  
 بمقابلہ حضرات شیعوہ کے اپنی اوں کتابوں کی نسبت جنہیں حق تعالیٰ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی نسبت کلمات مقطوعہ و مانعہ لکھی ہیں یہی ترانہ ہوگا پہر جو کچھ اسکا جواب حضرات شیعوہ خراج  
 وغیرہ کو دیوں یہی ہماری طرف سے یہی قبول فرماین اور اصل یہی ہے کہ جس فتنے کے نزدیک فرق  
 ثنائی کے پیشواؤں کی مرگنا ضرور مذہب ہو اور اسکو عبادت عقدا و کریموں بلکہ اپنی پیشواؤں کو بڑا کہتی ہے ہر ایک  
 اور ان کی کتابیں اس قسم کی مضامین سے مملو ہوں اور ان کی بانیوں کی کلمات کی جو گرفتہ ہوں نو بیشک فریق  
 ثنائی ایسی لوگوں کی ملنی اور ان کی کتابوں کی دیکھنی سے کارہ ہوگا اور ارام سمجھ گیا کیونکہ منجر مجاہد سے علاوہ  
 ازین قاعدہ ہی کو جب حق منفعہ و محقق ہو جائے تو مخالفین کی کتابیں کچھ اپنی ایسی ملنا اور موثر تازہ مضامین ہا  
 میں گفتگو کرنے سے سود و منفعہ اوقات بلکہ سیف و خطر ناک ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک امر کی تجسنا  
 کی ادراک سے عقول قاصر میں چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے وَمَا أَوْتَيْنَاهُ مِنَ الْجَهَنَّمَ إِلَّا قَلِيلًا  
 فرما کر پتہ نشیہ فرمایا اور حاجب کلام مجیب میں مخالفین کے ساتھ اختلاط اور ان کی دوستی اور  
 مولات کی ممانعت فرمائی۔ اور جب اہلسنت اپنی مذہب کو منفعہ و محقق کر چکے اور موافق  
 کتاب و سنت پا چکے تو انکو کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ بنظر تحقیق حق شیعوہ و خراج سے  
 ملیں اور ان کی کتابیں دیکھیں اور اپنی بزرگوں کا سب دشنام سنیں اور دیکھیں۔ ان کا یہی نظر  
 حمایت اسلام و بکیت اللہ تعالیٰ تعصام و غرض الزام کتب مخالفین دیکھتی ہیں اور موثر تازہ مضامین  
 میں گفتگو کرتے ہیں اور اسکو کوئی حرام نہیں کہتا۔ البتہ اس میں اگر کچھ فرامین و اہل دین  
 و تقویٰ فرماین سودہ خارج از قانون محبت ہے۔ لیکن طلب توفیق اوس فرقہ سے دیکھنا  
 چاہیے کہ کہاں تک اور کس درجہ تک ہے کہ جو تمام کتب اہل حق دیکھتی ہیں کتاب فتنہ پستی میں  
 اور اہمیت انکی نصیب نہیں ہوتی اور عرطہ مستقیم سے منحرف ہیں خدا تعالیٰ شانہ کے لئے

۴۰  
 کتاب و سنت  
 ۴۰





مستندین سی بڑبکری تو اگر سن جیسی ایک پوچھنا بقین کہہ دیا گیا قصد مقدمہ و سبقت علم تقدیر  
 آپ کی طرف نسبت کیا گیا تو کیا گناہ ہوا۔ حضرات شیعہ تو اس سے بڑبکری الفاظ اپنی علما کی  
 شان میں بکھتی ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہرگز آپ اذکودراز نفسی اور بد تہذیبی کے تہم  
 بتقریبین فرمایاں گے حالانکہ ایسی کلمات مستلزم توہین الہاست وائمہ رضائین اور اگر انہیں  
 تاویل کر کے ظاہر سے نہ پہیراجا دے اور مجازی معنی نہ لیں جاوین تو انشا اللہ آپ ہی  
 اوسپر کفر کا فتویٰ دیوین۔ فہرست علماء و صنفین شیعہ میں جو اس وقت میری سامنی  
 موجود ہیں لکھا ہی ومنہم الشیخ امام الشیعة معین الدین مسعود بن علی  
 البیہقی صاحب کتاب سلوة الشیعة وفيہ الادلة علی تحقیق ایمان ابی طالب  
 اب آپ غور فرمایا جبکہ اس شخص کو امام کی لفظ سی بتقریب کیا سی اور آپ جانتی ہیں کہ  
 غیر امام کو امام کہنا شیعہ کی نزدیک ایسا ہی بڑا ہی جیسا غیر خدا کو خدا کہنا اور غیر رسول کو  
 رسول کہنا تو معلوم نہیں اس قسم کی کلمات کو جو سو گناہوں کی نسبت کتب شیعہ میں  
 بلا تکرار پائی جاتے ہیں ہماری حضرت مخاطب کس قدر مستنکر اور استعجب سمجھتی ہوں گی اور انکی  
 قائلین کو کس درجہ دراز نفسی اور بد تہذیبی سے مطعون فرمائی ہوں گی۔ حالانکہ جو کچھ  
 میں عرض کیا سی وہ ان کلمات کا عشر عشر ہی نہیں۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتے  
 ہیں کہ ایسی الفاظ اور انکی ترکیب کی جواب کو خلاف تہذیب سمجھتی ہیں اور بزرگوں  
 کچھ جواب نہیں دیتی۔ بمعانیہ آپ کی اس تحریر کی حیرت و تعجب انگیز سی۔ کیونکہ  
 آپ اسی تحریر میں باوجود اعداء تہذیب کی کوکے دقیقہ وفاق خلاف تہذیبی کا  
 اوشا نہیں رکھا فحش گالیوں تک دینے نہیں فرمایا۔ چنانچہ آئندہ جبکہ ایسی کلمات  
 آپ لکھیں گے اس جگہ اشارہ کیا جائیگا یہ معلوم نہیں آپ نے تہذیب کس چیز کا نام لیا  
 لیا سی۔ مگر شاید آپ کی نزدیک گالیان خلاف تہذیب نہ ہوں اور یہ کلمات خلاف تہذیب

پہرہ این ہمہ اگر ان کلمات کو آپ اسوجہی کہ خاص میری قلم سے نکلی ہیں مکروہ اور خلاف  
 تہذیب خیال فرمائے ہیں تو لیجئے میں معافی مانگتا ہوں اور ممنون ہوں کہ اسکی جواب  
 میں آئے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجبھی آپ کے ساتھ برابر ہی نہوسکیگی قال  
**الفاصل الحبيب**۔ قولہ۔ وہ یہی کہ اپنی مسلمہ شرائط سے تحریر فرما کر انکی  
 نسبت دعویٰ فرمایا ہی کہ یہ شرائط دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اسکی بعد لکھا ہی کہ جو  
 صاحب جواب تحریر فرماوین انکو چاہی کہ اگر ہماری شرائط کو رد فرماوین تو محض لاسلم  
 کہہ کر نہ مال دین بلکہ بدل لائل عقلیہ و نقلیہ رد فرماوین۔ اقول۔ اسلاف سے بڑھ کر قدم  
 بڑھانی اور سابقین سے سبقت کا قصد کرتا جو یہ سبب تحریر فرمایا ہی ہے سمجھتے ہیں  
 نہیں آتا کیا حضرت حبیب ان شرائط منشاء کو میری ایجاد سمجھتی ہیں اگر انکا یہ خیال  
 ہی۔ تو تو تحفہ کی باب ہفتم کو ملاحظہ فرماوین کہ صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شرائط  
 امامیہ نے اسلمی امامت میں لگائی ہیں کہ خلافت خلفائے ثلاثہ کو عین دعویٰ میں  
 برہم کریں۔ کل علماء شیعہ کثرہ ہم اللہ فی البریر یہی شرائط لکھتی آتے ہیں۔  
 یا اسلمی کہ مینی انکو بدل لائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہی۔ یہ یہی وجہ امامت میں  
 شرح و مفصل موجود ہے۔ یا یہ کہ دلائل نہیں ہیں جو دلائل تحریر یہی ہی کہ اپنی دعویٰ  
 کو کوسر دست اسکی دلائل نہ لکھیں بدل لائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حبیب نے  
 ہی صحابہ کرام رضاد خلفائے ثلاثہ کی تمام امت سے افضلیت کے دعوے میں تحریر فرمایا  
 کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال حضرت بشیر انکی مدائج میں وارد ہیں حالانکہ  
 ایک آیت قرانی اور ایک قول عترت ہی نقل نہیں فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت حبیب نے  
 جو سبب میر سبقت وغیرہ کا لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ **ایقول العبد**  
**الفقیہ** لے مولانا میں آپکی ادعائی انصاف اور جہارت فن مناظرہ پر کہ تہذیب  
 سن نہیں سے اسی میں مہمک رہی نہایت متاسف ہوں کہ خضم کا کلام مجبیب

محملاً نہ نہیں سمجھ سکتی یا یہ کہ سمجھتی ہیں لیکن صرف بوض ایلاد اعتراض کلام کی اوس  
محتمل سے اغراض نہ مانتی ہیں جس پر بار و قائم ہے۔ پس اگر اس کا نام انصاف اور مناظرہ  
دانی ہی تو دیکھیں یا انصاف کی کسی کچھ ہوگی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسلاف سے بڑے مقدم  
رکھنی اور بابقین سے سبقت کا قصد کر لکھے جو جناب نے کلام میں سے تین ہتھال  
پیدا فرمائی ہیں کیا بجز اون ہتھال سے گانہ کے اور کوئی احتمال دس کلام میں پیدا نہیں  
ہو سکتا۔ کیا کوئی دلیل حصر عقل یا استقرائی جناب نے اوس پر قائم فرمائی ہے ظاہر  
تو یہ آپ کا محض بانی دعویٰ ہے۔ نئے بحقیقت دیکھیں تو یہ تینوں احتمال غلط ہیں اور مدار  
تقدم و سبقت اس پر ہی کہ جناب نے اول تحریر فرمایا کہ یہ مدعا بدلائل عقلیہ و نقلیہ  
ثابت ہے اور بعد اس کے لکھا کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادین تو محض لائیں کہ  
نہ مال دین۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بغیر جناب یہ شرائط اس درجہ ثابت  
متحقق ہیں کہ ان پر کوئی اعتراض و رد نہیں ہو سکتا اور ختم کو بجز لائیں کے اور کچھ نہیں  
آتا گویا اہلسنت آج تک بجاوہ شرائط لائیں کرتے چلے آئی ہیں حالانکہ اس قدر وسیع  
مسد میں کہ جس میں مجال کلام کو بہت وسعت اور گنجائش ہی بلکہ اگر انصاف دیکھیں تو علماء  
شیعہ اس مسئلہ میں محض محتملات بعید از لفظ اور دور از عقل سے ہمیشہ ہدلال کرتے ہیں  
اور بجز دعویٰ کفر و تداؤ کیا رصحا بہ ہاجرین و انصار و اذواج مطہرات رسول کریم و گارہا  
المؤمنین کے اور کوئی مسامح نہیں پاتے۔ تو ایسی سکہ کی نسبت اتنا بڑا کلمہ کہنا بہت  
بڑی تقدم و غم سبقت کو مقتضی ہے۔ جو بہت سی اکابر شیعہ سی صادر نہیں ہوا۔  
پس حضرت نجیب کا یہ فرمانا کہ میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سبب میری سبقت وغیرہ  
کا لکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا ابستہ قابل افوس ہے۔ اور یہ جو ارشاد ہے کہ وہ  
تحریر یہ ہے کہ اپنے دعویٰ کو گور دست او کی دلائل نہ لکھیں۔ لیکن مدلل بدلائل لکھتی  
ہیں الخ۔ یہ اور ہی طرفہ تماشا ہی کیونکہ حضرت یہ کہان کا و اب تحریر ہے کہ ختم

دعویٰ پیش کرین اور اسکی دلائل ذکر نہ فرمائیں کوئی شخص مناظرہ میں بقاء جہنم دعویٰ  
 ذکر کر کے دلائل کو برات عاشقان بر شتاع آہو نہیں بتا سکتا۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ جہنم  
 ابن عویٰ کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ خود جناب کے نزدیک ہی تسلیم ہی کہ دعویٰ ابلا دینا مسوع  
 ہی تو معلوم نہیں کہ یہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہی رہا یہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے ہیں  
 چنانچہ حضرت مجیب نے خلفائے ثلاثہ کی فضیلت کو دعویٰ میں ”الح۔ اور بندہ کو بھی اپنی خطا  
 میں شریک کرتے ہیں یہاں سے یہ زیادہ عجیب و غریب ہی بلکہ حضرت کے مناظرہ  
 دانی کی نہایت قوی دلیل ہے اس سے اہل فہم صاف سمجھ سکتی ہیں کہ آپکو دعویٰ اور حاکمی  
 دعویٰ میں امتیاز و تفرقہ نہیں ہے۔ اگرچہ میں کیا بلکہ ہر ایک شخص اہلسنت میں سحر فضیلت  
 خلفاء رضی اللہ عنہم کا معتقد اور مدعی ہے لیکن اس عبارت میں جسکو جناب نے نقل فرمایا  
 میری طرف دعویٰ کو نسبت کرنا سراسر غلط ہی کیونکہ سیاق کلام بھارت وال ہی کہ یہ عبارت حکایت  
 دعویٰ ہی بلکہ معتقد اہلسنت کو مبنی ہی نہ یہ کہ شکم کے مدعی ہونے کو مثبت ہی پس حاکمی دعویٰ کو  
 مدعی کہنا آپ ہی جیسی مناظرہ دان کا کام ہی تو اسلمی بندہ کو عدم سوق دلائل مضر نہیں  
 حضرت نے ہی اگرچہ ابتداء میں اختلاف نقل کیا ہی جس سے شاید آپکو بھی یہ شبہ پیدا ہو  
 کہ ہم ہی مدعی نہیں اور حاکمی دعویٰ میں اور بندہ نے جو آپکو مدعی قرار دیا ہی اسکو غلط اور  
 خلاف مناظرہ سمجھیں لیکن اس قدر اور بھی خیال فرمائیں کہ اپنے آخر تحریر میں یہ فقرہ  
 تحریر فرمایا ہی (جو صاحب جواب تحریر فرماوین وہ ہماری شرائط کو بدلائل و فرمانوں میں)  
 جس سے صاف ثابت ہی کہ انکی عرض محض نقل و حکایت مذہب نہ تھی بلکہ آپکو دعویٰ معتقد  
 تھا ایسی ہی آپکو مدعی قرار دیا گیا جسکو جناب نے بلار و انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تامل فرما کر  
 تو مسجد جانگی کہ میں اس خط میں آپکا شریک نہیں ہو سکتا۔ قی اللہ معہد ابیہ شرائط ایسی  
 مستحق وثابت ہیں کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو طرحین تو تسلیم فرمالین  
 افضلیت خلفائے ثلاثہ کا قہر سچا قرار ہی ارض کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ (یہ دعویٰ

کہ اہل سنت اس باب میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں) اس سے بڑھ کر ہمارے شرعی  
 کی تبدل ہو نہ کیا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اقول۔ کہان میں اہل علم و فہم و انصاف جو ہر  
 فاضل صاحب کے انصاف و مناظرہ والے کو ملاحظہ فرماویں اور حضرت کی شرائط مثلاً کا ایسا کامل  
 ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا بنظر قائل کہیں اور اس میں ثبوت کی کیفیت  
 سنیں۔ اگر حضرات کی پاس اس سے بڑھ کر شرائط مثلاً کے اثبات کے لیے اور کوئی حجت نہیں  
 تو اس سے یقین کر لینا چاہیے کہ حضرات کی پاس شرائط مثلاً کا کچھ ثبوت نہیں ہے جناب  
 میر صاحب میں نے اگر خلفا مثلاً رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا تصریحاً اعتراف کیا تو  
 اس سے بموجب کس قاعدہ مناظرہ کی خلافت کی لیے اشتراط فضیلت لازم آیا  
 اور اگر نبی یہ کہہ کہ یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس بات میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح  
 نہیں تو یہ کیونکہ مستلزم اشتراط نص کو مواخذہ کے لیے ذرا توسعہ کی اور کچھ تو انصاف فرمایا  
 کیا وجودی اور اشتراطی متحد میں حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ یہی ہے کہ اشتراطی  
 جو بعض اعتبارات سے موقوف علیہ ہوتا ہے نفس وجودی سے ایک وصف زائد ہی اور وہ  
 شفع ہی جیسا کہ اور اوصاف ہی متفرع علی الوجود ہیں اور وجود خواہ عین ذات قرار دیا جاوے  
 یا زائد علی الذات سمجھا جاوے ہر طرح مغائر اشتراطی سہلی کہ اتحاد ذات مع الوصف  
 محال ہے اور اتحاد و وصفین متقارین ہی ممکن۔ یا یہ کہ وجودی مستلزم اشتراط کو ہے  
 اور یہ ہی بدلتا غلط ہے کیونکہ عسلاً لازم باہمی منتفی ہی ورنہ لازم آدمی کہ تمام  
 صفات موجود فخر و احد کا اشتراط مسلم ہو حالانکہ یہ صراحتہ باطل ہے سہلی کہ  
 مستلزم بطمان وعدہ بلکہ انبیاء کو ہی دینی اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہری کہ تمام صفات  
 موجودہ فی شخص قطعاً یقیناً دوسری شخص میں نہیں موجود ہونگی ورنہ لازم آدمی کہ تمام  
 متحدین ہو جائیں۔ پس جبکہ اتحاد اور مستلزم دونوں باطل ہو گئی تو اشتراط کہان رہا  
 پس آپ دیدہ بصیرت و انصاف کہو لکہ ملاحظہ فرمائیں اور تامل کریں کہ یہ جو تحریر فرمایا

اعتراف اہل سنت خصوصیت خلفائے اہل سنت و فضیلت اہل سنت

کہ اس سے بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے صاف ثابت  
 ہوتا ہے کہ انکو اعتراف ہی کہ انکی با پس شرائط ثبوت کی لمی کوئی دلیل نہیں ہی ہیں  
 جبکہ انکو شرائط کے ذیل ہونے کا اعتراف ہی۔ تو ہمو انکی تردید کی کیا ضرورت ہے۔ اور انکو  
 انکی تردید میں دلائل کا مطالبہ کر سکیا۔ **قال الفاضل بحجیب** قولہ پیشتر علماء  
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیئی۔ **اقول**۔ تین چار سطر پہلے حضرت  
 تحریر فرما چکے ہیں کہ اس سلسلہ۔ اور انکی تعلقات میں طرفین سے ذکر سیاہ ہو چکی ہیں  
 اگر ہا شیخ ہمیشہ اعراض کیا کی تو یہ دفاتر کس نے سیاہ کیے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفاتر  
 سیاہ کیا کی اگر یہی تو یہ طرفین کی قید زائد محض ہے اور یہی سبب میں نہیں آتا کہ تاقوت کیا ایک  
 فریق کچھ لکھ دے گا مخالف فریق خود بخود دفاتر سیاہ کیا کری ابھی ہر کلام میں یہ تناقض ہے جب اصل بحث  
 شروع ہوگی تو یہ کیسی ہوگا **يقول العبد الفقير الى مولاه** آج ہمارے ہی حضرت میر صاحب نے ہمارے کلام  
 میں وقوع تناقض کا دعویٰ فرمایا۔ اہل دانش انصاف اس کے ملاحظہ کر ہی تکلیف فرمائیں اور ہمارے  
 حضرت بحجیب کو انکو اعتراض کے داد دین اور وہ واہ آفرین احسن کا شور عرش برین تک  
 پہنچائیں میر صاحب میں تو انکی مناظرہ دانی کا قائل ہو گیا جو حضرت فرمائیں وہ بجا اور درست  
 جناب میر صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہی۔ بندہ کی عبارت یہی ہے۔ پیشتر علماء  
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کی اور جب کہی خدا نخواستہ جواب ہی کا  
 موقع اڑا تو مشترکہ رہ لانے لگے اور ایسی تقریریں فرمانے لگی جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اس اردو  
 عبارت میں ہماری فاضل جمیعے غالباً لفظ اعتراض کو جو ہمینی باب افعال سے لکھا تھا  
 اعراض باب افعال سے سمجھا اور وقوع تناقض کے ہماری کلام میں دعویٰ ہوئی یعنی مانا کہ ہماری تحریر  
 میں یہ نقطہ تاء افعال کے سہوارہ گئی ہوگی۔ لیکن سیاق عبارت کیا چلا کر نہیں  
 کہہ رہا ہے کہ آج ہمارے اعتراض کے کچھ معنی نہیں ہے۔ اور بیان لفظ اعتراض ہی مناسب  
 کیونکہ دو امر متقابل ذکر کیے گئے ہیں اول اعتراض دوم امر متقابل



دہی ظاہر ہی کہ اعتراض جواب یا ہم مقابل میں اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت  
 اعتراض کوئی۔ تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہی کہ پہلی جوبکہ لگیا تھا وہ لفظ اعتراض باب  
 افتعال سے تھا نہ اعتراض باب افعال سے تعجب ہے کہ آدمی بے سوچائی سمجھ اتنا بڑا اثر میں  
 کر دے اور سیاق و سباق عبارت میں تامل نہ فرما دے جب اردو عبارت سمجھنے  
 میں یہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجھ سکتی ہیں۔ پھر اس قسم پر فرماتے  
 ہیں کہ ہمیں مذہبی حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مگر شاید آپ یہ  
 عند فرامین کہ میں ایک ایک جملہ لیکر تردید کرتا تھا اور جب مضمون جملہ سابقہ کا تمام کچھ  
 حافظہ سے نکل گیا اور سوقت دوسری جملہ کی نوبت آئی۔ لیکن جبکہ ابھی سے نصیحت  
 و تحقیق حق اور مناظرہ دالنے کا یہ حال ہے تو جب اصل  
 بحث شروع ہوگی تو اس وقت دیکھی کیا ہوگا۔ قول ہے۔ تعجب ہے  
 کہ اعتراض کی نسبت ہماری طرف کیجھاتے ہے۔ حالانکہ  
 معاملہ برعکس ہے اس باب میں سکوت اہل سنت کا مذہب جو نہ ہمارا۔ اقول۔ یہ دعویٰ غلط ہے  
 میں نے گزشتہ آپ کی علماء کی طرف اعتراض سکوت کی نسبت نہیں کی۔ آپ بندہ کی عبارت  
 نظر تامل سے مکرر ملاحظہ فرمائیں۔ گستاخی معاف بینی اور تحسین میں ان کی علماء کی نسبت یہ  
 عرض کیا ہی کہ حضرات موقع جواب دہی میں تقریرات لغو اور لا طائل فرماتے ہیں جبکہ  
 منشا نفسانیت و ابطال حق ہے یا قلت استعداد و قصور ملکہ اور اس کو اعتراض کے ساتھ  
 تعبیر فرمانا صحیح نہیں ہے۔ کہان اعتراض کہان تقریرات سقیمہ۔ ان اپنے اعتراض اور  
 سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا یہ صحیح ہے بیشک علماء اہل سنت اعتراض سکوت  
 ایسی مواقع میں اختیار فرماتے ہیں جبکہ دیکھ لیتی ہیں کہ حضم و رجعت تمام ہو گئی اور حق  
 منکشف ہو گیا اور حضم حق سے دست بردار ہو کر برسر جہال و مکارہ آگیا یا یہ کہ  
 کہ ابتدا میں عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ حضم مخاصم صحیح اور قابل خطاب ہی نہیں





مذاق کے جواب نہیں دیا اور یہی فرمایا کہ ماہین دوستی ہی اور دوستی میں مذہبی گفتگو سچی لگتا  
 یہ گفتگو کی طرح مخلد دوستی نہیں ہے اگر انصاف مد نظر ہو۔ اقول فی الواقع عوام کو یہی چاہی ہے  
 کہ جب انکو نہ اپنی مذہبیات پر عبور نہ دوسروں کی مذہب کے اطلاع نہ مناظرہ جابلیں نہ مباحثہ کے  
 ڈھنگ سے واقف نہ اپنا جواب دیکھیں نہ دوسروں کی جواب کی صحت و غلطی پر شبہ ہو سکیں  
 تو وہ کیا مباحثہ کریں گے اور کیا انصاف کر سکیں گے پس ایسی لوگوں کو یہی چاہی کہ مذہبی گفتگو  
 سے بدلتی کریں بلکہ انکو قطع تعلق دوستی کرنا چاہی۔ آپ ہی فرمائیں اگر ایسی صورت  
 عوام اہل تشیع کو پیش آوی تو عسما شیعہ اس کی نسبت کیا حکم فرمائیں گے۔ ظاہر ہے  
 کہ یا ترک تعلق کا حکم فرمائیں گے یا تقیہ کا حکم لگائیں گے۔ اور سنی کہندہ نے جو کچھ جواب  
 مہدیہ میں عرض کیا تھا کہ حضرات شیعہ کے عادت ہی کہ ضعف اہل سنت سے اختلاف  
 کر کے مذہبی چہرہ چاڑھ کیا کرتے ہیں اور میری صاحب اس امر کے باوجود انہیں میں  
 اوس عرصہ کے نقیدین خود حضرت مجیب کے اعتراف سے ہو گئی آپ فرماتے ہیں کہ اگر آپ  
 حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ دشمنی تھا تو انہوں نے ہنسی مذاق کے جواب نہ دیا  
 بلکہ گفتگو کو روکا اور نہ کیا کہ دوستی میں مذہبی گفتگو سچی ہے۔ قی اللہ دوسری دفعہ  
 جنہی یہ رابطہ تھا اگر ادنیٰ کبھی اتفاق ہوا تو یہ مطلق سکوت اختیار فرمائی یا بدشتی جواب  
 اقول۔ بیشک سکوت اختیار فرمایا ہوگا میں پیشتر گزارش کر چکا ہوں کہ بعض مواقع میں  
 عسما اہل سنت اعراض و سکوت اختیار فرماتی ہیں لیکن اس کو علامت عجز اور دلیل  
 تسلیم سمجھنا غلط ہے اور جن حضرات نے بدشتی جواب دیا وہ بپاداش آگے درستی اور برصیات  
 کی ہوگا۔ قی اللہ میرے ہمدی صاحب مولف آیات بیات کہ جس کا کلام کو ہماری حضرت  
 مجیب پڑے فخر و ہمت سے اس جواب میں نقل فرماتے ہیں جس نے میں نے مزاد میں  
 تحقیق لہذا رہی اور مزید رویہ رہی تھا اور یہ سب آیات بیات میری نظر سے گذر گئی  
 ان کی خدمت میں ایک نیاز نامہ لکھ کر بعض سائل کے گفتگو چاہی تھی مگر میرے صاحب صحت

مطلق جواب نہ دیا اور اعراض ہی فرمایا۔ اقول میں عرض کر چکا ہوں میرے یہی علیحدہ  
 بیشک آپ کو جواب نہ دیا ہوگا۔ لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کو مخاطب صحیح تصور نہیں کیا  
 اور قابل خطاب نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار کیا یہ محض جناب کا  
 خیال ہی خیال ہر قول خدا سی شہر میں مجہ سے تین حضرات تحریری  
 گفتگو کر چکی ہیں اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی اقول ایسی ہی حضرات کی  
 بی اعتنائی اور کم التفاتی نے آپ کے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا۔ اگر یہ حضرات توجہ فرماتے  
 تو آپ کی ان دعوتوں کی کیونکہ یہاں تک نوبت پہنچتی۔ پس آپ کی جواب سے اعراض یا تو  
 بوجہ قلت اعتناء و مبالغات کی ہی یا اس وجہ سے ہی کہ آپ نے حسب عادت مطاعن و تعریضات  
 تحریر فرمائی ہوں گی اور ظاہر ہی کہ انکی جواب میں ایسی ہی کلمات الزام لکھی جتنے تو عجیب  
 کہ بوجہ استکراہ ایسی کلمات کہ اگرچہ الزام ہی تھی جواب سے اعراض فرمایا ہوگا۔ پس یہ  
 جواب فرماتے ہیں کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس کو مفہوم ہوتا ہی کہ بوجہ عجز جواب  
 نہ دی کہ میرے غلط ہی کیونکہ ظاہر ہی میدان تحریر ایسا وسیع ہے کہ اس میں کوئی شخص عاجز نہیں  
 ہو سکتا کہ ضعیف قوی کچھ نہ لکھ سکے اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا خیال نہیں کرتا  
 کہ کوئی مخالف اسکا معارضہ حق یا باطل نہ کر سکے یہ آپ ہی کا عقیدہ ہی کہ علماء شیعہ کی کتاب  
 اس وجہ معجز ہیں کہ انکا معارضہ خارج از امکان ہے حالانکہ شہادت امام معصوم امام مشکمین  
 حضرت مومن الطاق ایک طفل مکتب سے مناظرہ نہیں کر سکتی تھی اور وہ انکو ساکت کر سکتا  
 اور اگر آپ اس خاطر سامی پہنچتے کہ میں کہ یہ سکوت عجز کی وجہ سے تھا۔ تو یہ ہی انصاف و احتیاط  
 کی بہت بڑی دلیل ہے۔ بخلاف حضرات شیعہ کے کہ انکا مایہ افتخار یہ ہے کہ فی الفین کی  
 تحریر کا برائی نام جواب لکھا جاوے حق و ناحق سے کچھ بحث نہیں ہوتی اور یہ بھی خاص  
 اہل سنت کی تحریرات کے ساتھ معاملہ ہی۔ صدر تحریرین رضاعی و سنود آریون وغیرہ  
 شائع ہوتی ہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہی کہ سلسلہ آخر کہ میں نہ کہ میں منقطع ہوگا

پہرہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض ایسا ہے آخر ہمارے شیخ نے یہی تو اسنت  
کی ہیئت کتابوں کے جواب نہیں لکھ کر یہ کیا میر صاحب اپنی علم کا عجز یہی شہرہ فانیگی  
یا این ہمد اگر ہماری فاضل مخیط کے نزدیک اس سنت کا سکوت اسی وجہ سے ہی کہ آپ کی  
استدلالات کا جواب نہیں دی سکی تو واضح رہی کہ اس صورت میں فاضل مخیط نے  
خود رسول صلعم اور ائمہ رضی اللہ عنہم کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جدال منظرہ سے اس وجہ سے مخالفت  
فرمائی کہ مخالفین کا انقضائے مدت حجت یقین کئے جاتے ہیں پس اگر حسب اعتقاد فاضل  
مخیط مخالفین آپ سے اور آپ کی علم سے ساکت ہوتی رہے ہیں اور انکو جواب نہیں  
بن آیا تو معلوم ہوا کہ انکو حجت یقین نہیں ہوئی اور ائمہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ یقین حجت کی بنا  
فرمایا ہے معاذ اللہ دروغ ہے روایت کی الفاظ سنیں ایک علامہ مجلسی جلد اول بحار میں  
نقل کرتے ہیں۔ عن ابی عبد اللہ ع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
ایاکم وجدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن حجتہ فی انقضاء مدۃ فاذا  
انقضت مدۃ حرقۃ فتنۃ بالنار۔ انتہی۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ اعراض سکوت  
عجز کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہی ہو تو بندہ بھی عرض کر سکتا ہے کہ اس شہرہ میں بندہ  
کی بھی ایک حضرت سید صاحب سے جو اس نواح کے مجتہد سمجھے جاتے ہیں تحریر ہی  
گفت گو ہوئی۔ اور تیسری یا چوتھی تدبیر میں اوہوں نے اعراض و سکوت فرمایا  
تو حسب قاعدہ حضرت مجیب میں کچھ کہتا ہوں کہ آخر کو انکو اعراض ہی کرتے ہیں کہ  
قولہ اب حضرت مجیب کی نوبت آئی ہے۔ اقول ویکہ بھیگا۔ بدیت قیس  
نزد سے کہہ دو کہ وہ اس شکل سے بستر امانہ کے چل دیں میری باری آئی قال  
الفاضل المحجب۔ اقول۔ اور جب کہ یہی خدا خواستہ جواب وہی کا موقع آئے

۱۵۱ اب ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرمادی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص جو کہ کسی کو کہہ کر کہ ایک مفتون ہو کر  
اپنی مدت کے نامی کہ حجت یقین کیا جائے اور وہ کسی مدت نامہ ہو جائے تو ایسا فتنہ اسکو آگ میں جلا دیگا۔ ۱۲۔

شہرہ فانیگی کا جواب یہ ہے کہ اس کا عجز یہی شہرہ فانیگی

تو مستغربہ لانی لگو اور ایسی تقریریں فرمانے لگی جو مصلحہ اطفال ہوں اقول اسکو جواب میں  
 بجز خاموشی کیا عرض کریں سخت افسوس اور تعجب ہے کہ ابتدا ہی میں یہ تند الفاظ اور  
 سخت کلامی شروع ہوئی ہی خدا خیر کری دیکیجی تید کہانہ تک نوبت پہنچتی ہے  
 منورہ ملی دوست سکر گت خنی معاف۔ اسقدر عرض کی بدون رد نہیں جاتا کہ آپ نے  
 محض یہ ہی ایک اصطلاح سنی ہی ایک اور شتر غمزہ ہی شہور ہی اگر آپ جبکہ حمل کے  
 واقعات کو نظر غور دتا مل انصاف ملاحظہ فرماوین تو دمان آپکو بیت سی شتر غمزہ معلوم  
 ہوں۔ **یقول العبد الفقیر الی مولانا سجاد ہامری حضرت میر صاحب**  
**باجود التزام تہذیب اختیار سکوت کے جو کچھ بسوء شیعنا و تعرضات لطیفہ**  
 کی سپر ایہ میں ادا کر کے اپنی بزرگوں کے ارجح کو ثواب پہنچا یا کسی نصف سبب پختی نہیں چند  
 خواہش نفس متقاضی ہے کہ ہم ہی اسکی جواب میں کوئی نکلیں یہ عرض کریں۔ لیکن چونکہ ہم التزام رکھو  
 ہیں کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب دستہ نہیں لکھیں گے اسلی اسکی جواب میں سکوت کرتے  
 ہیں۔ قولہ مصلحہ اطفال لکھا ہی واقع میں پرویزنا طفل جوان بالغ دنا بالغ میں تحقیق کے  
 نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہی۔ گلستان میں یہ فقرہ لکھا ہی۔ بزرگی بعقل است ببال  
 پس جو فرقہ اصول بن عین عقل پر دست بردار ہو حتی اگر حق تبحر عقلی کا قائل ہو وہ عقلا کی  
 نزدیک مثل اطفال ہے اور ظاہری اگر وہ عقل لاکے باتیں نہ سمجھی اور نہ ہی تو معذور ہی۔  
 بدیت نگو میذا در بار نیوچرفے چکران ہندی نگیر صاحب ہوش اسکا دوسرا شعر گلستان میں  
 خود ملاحظہ فرما لیگا۔ اقول۔ اس قول میں ہی حضرت مجیب نے ہکلو بطور تسخیر کیا کچھ نہیں فرمایا  
 چنانچہ اہل خرد سمجھتی ہیں مگر ہم حسب التزام خود اس سے اغماض کرتے ہیں۔ ہاں  
 حسن تبحر کی بحث جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اسکی نسبت ہمیں طعن کیا کہ ہم حق تبحر عقل کو  
 قائل نہیں ہیں تو اسکی منبر لہ اطفال ہوئی۔ اسکی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور واضح  
 کرتے ہیں کہ کونسا فرقہ عقل و شرع سے دست بردار ہی۔ لیکن اول ہم اپنی



فاضل محیب ہی سے اذکوار بھی انصاف و مناظرہ دانی کی قسم دیکر پوچھتی ہیں خدا کی قسم  
 ذرا انصاف سے فرمائیں کہ برعم جناب جو فرقہ اصول دین میں عقل سے یہاں تک دست بردار ہو  
 کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہ ہو۔ تو وہ آپ جیسی عقلا کے نزدیک مثل افعال سے تو اب  
 فرمائی کہ جو فرقہ اصول دین میں شرع اور شارع سے یہاں تک دست کش ہو کہ حسن و  
 قبح شرعی کا یہی قائل نہ ہو بلکہ خداوند تعالیٰ اور عباد پر اپنی عقل کو حاکم قرار دی تو وہ فرقہ  
 شارع کی نزدیک کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہو گا بد اون عصیت و جہت  
 و بلا حیا و خویش و بیگانہ جواب عنایت ہو۔ اس سوال میں دو امر فراموش نہ کیے معلوم ہو ہیں  
 عقل کا خدا پر حاکم ہونا اور عقل کا عباد پر حاکم ہونا سبب اکوئی نادانف اذکوار اس عاجز کا اتنا قصور  
 کرے اسلیٰ محبت ملے اذکوار ثبوت ضروری۔ ازل عقل کا خدا پر حاکم ہونا۔ سوا کثرت یہ ہے  
 کہ ابن طہر حلی باب حادی عشر میں فرماتے ہیں۔ الخامس فی انہ تعالیٰ علیہ اللطف  
 السادس فی انہ تعالیٰ یحب علیہ فعل عوض الامام الصادقہ عندہ (الی قال)  
 و یحب زیادہ علی الام۔ اس سے بصرحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر حکم عقل لطف اور  
 الام کا عوض واجب ہے اور جب لطف اور عوض حکم عقل اور سپر واجب ہوا تو ترک لطف  
 و عوض حکم عقل اور سپر حرام ہو گا اور ظاہری کہ وجوب و حرمت کا حکم حسن و قبح کا حکم ہی تو اس میں  
 من و اذکوار خداوند تعالیٰ پر حکم وجوب و حرمت حسن و قبح اور اس فرقہ کی عقل کا محکوم ہے  
 جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالیٰ پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی محکوم ہوا۔  
 سبحانک اللہم ما تدرک حق تدبیرک۔ امثالی عقل کا عباد پر حاکم ہونا یہ سبب اب بھی  
 کیونکہ جب حسن و قبح عقلی ہیں تو حضرات کے نزدیک عقل ہے محض اور قبح ہی اور وہ ہی  
 موجب و محرم اور مبیح ہوئی نزوات پاک خداوند تعالیٰ نے شائد توجب عقل ہی موجب ہو  
 لے پانچواں اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ پر لطف واجب ہے چنانچہ اس میں بین کہ جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہندہ  
 پہنچیں خدا تعالیٰ پر واجب ہے کہ انکی عوض میں (نہدہ کے ساتھ) کوئے کام کرے۔ ۱۱۔

بنا اصول دین کے یہاں عقل کا حکم

اور وہ ہی مجرم اور بیچ ہوئی تو عباد مکلفین پر یہی حکم ہوئی نہ شارع سبحان اللہ ایسی ہی  
 قربان حسین خدائے شانہ کا یہ رہتہ کہ عقل کا حکم ہو اور عقل کا یہ رہتہ کہ خدا تعالیٰ  
 تمام عباد مکلفین کو سکون و سکون حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہیں اور بحث کی بڑی  
 گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اور عجلت وقت بہت محض نہیں دیتی عملاً وہ ازین حضرت  
 مجیب کی کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائلین حسن و قبح شرعی علی العموم حسن و قبح عقلی سے  
 دست بردار ہیں۔ اور یہ محض غلط اور افترا ہی منشا اسکا ہے کہ نہ اہل سنت کی کتابیں کہیں  
 نہ اپنی ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمایا ہے و کچھ یہاں لے اعتراض فرمادیا۔ یا یہ کہ باوجود قہر  
 کی انصاف اور عاقبت نے حضرت نہ دی ہوگی کہ حق لکھتی اور محض غرض غصوم و شول اعتراض  
 بلا لحاظ ہیں پیش غصوم کے پیروی میں طعن کو آدا فرمایا۔ ایسی باتوں پر اگرچہ ناواقف نازد  
 افتخار کریں۔ لیکن واقف تو ضرور زیر لب بسم فرمائیں گی۔ لیجی ہم اسکا غلط ہونا آپ کی ہی متبر کتاب  
 لکھتی ہیں النافع یوم المحشر فی شرح الباب الاحادی عشرین صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔  
 اعلم ان الفعل ضروری التصور وهو اما ان یکون له وصف زائد علی حدوثه  
 اولاً الثانی کحرکۃ السامی والا اول ما ان ینفر العقل من ذلك الزائد او لا ولا اول  
 هو القیوم والثانی وهو الذی لا ینفر العقل منه اما یتساوی فعله وتركه وهو المباح او لا  
 یتساوی فان ترجمہ ترکہ فهو اما مع المنع من النقیض فهو الحرام والا فهو المکروہ  
 وان ترجمہ فعلہ فاما مع المنع من ترکہ فهو الواجب او مع جواز ترکہ فهو المندوب۔  
 لہذا صریح ہے کہ فعل ضروری تصور ہی ہے نہ تو عقل کے کوئی ایک یا صفت ہوتا ہے جو اسکی حادثہ نہ ہو۔ نہیں۔ دوسرے صورت کی  
 مثال اس پر کہ جیسی غافل شخص کی حرکت اور صورت اول میں تو یہ ہوگا کہ عقل اسے نہ سنہ نہ نفرت کریں۔ یا بلکہ اسے اول قبیح ہی اور  
 دوم وہ ہی کہ عقل اس سے متنفر نہ ہو۔ سو یا تو اسکا کرنا اور نہ کرنا مساوی ہوگا اور اسکو مباح کہتی ہیں اور یا مساوی  
 نہ ہوگا۔ پس اگر اسکا ترک مباح ہو تو اس کے نقیض ممنوع ہوگی پس مولم کہ درجہ نہیں کہ وہ مکروہ ہی اور اگر اسکا فعل مباح ہی پس یا تو  
 اسکا منع ہوگا پس وہ واجب۔ یا اسکا ترک جائز ہی پس مستحب ہے۔ ۲۲۔

اذا تقرهذهن فاعلم ان الحسن والقبح يقالان على ثلثه معان اول كون الشئ صفة  
 كمال كقولنا العلم حسن او صفة نقص كقولنا الجمل قبيح - الثاني كون الشئ ملائماً  
 للطبع كالمستلذات او منافياً له كالالام - الثالث كون الحسن ما يستحق على فعله المدح  
 عاجلاً والثواب اجلاً والقبيح ما يستحق على فعله الذم عاجلاً والعقاب اجلاً ولا خلافاً  
 في كونهما عقليين بالاعتبار الاولين واما بالاعتبار الثالث فاختلاف المتكلمون  
 فيه فقالت الاشاعرة ليس في العقل ما يدل على الحسن والقبح بهذا المعنى بل الشرع  
 فما حسن فهو الحسن وما قبح فهو القبيح وقالت المعتزلة والامامية في العقل ما يدل  
 على ذلك فالحسن حسن في نفسه والقبيح قبيح في نفسه سواء حكم الشارع بذلك او لا  
 انتهى بقدر الحاجة - اس كلام سی جیسا یہ ثابت ہوتا ہی کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہو  
 اسکی طرف یہ نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن و قبح عقلی کا قائل نہیں غلط اور قرار ہو  
 اس طرح اس کلام سے یہ ہی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے  
 وہ علی العموم باعث بارتینوں معانی کے حسن و قبح کی عقلی ہونے کا معتقد ہو گا بشرع  
 سے ایسی دست برداری ہے کہ کسی اعتبار سے حسن و قبح میں شریعت کے حکم کو دخل  
 نہیں ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن و قبح شرعی بعض اعتبارات  
 معانے کو وہی حسن و قبح عقلی ہونے کے ہی قائل ہیں اور جامع بین العقل والشرع میں

اس پس جب یہ قرار پایا تو جانتا چاہی کہ حسن اور قبح کا اصل تین سنوں پر ہوتا ہی اول ہونا ایک شئ کا صفت  
 کمال جیسا کہ علم حسن یا صفت نقص جیسا کہ جہل سیح ہر دوم ہونا کسی شئ کا موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلذات یا مخالف  
 طبیعت کے جیسا کہ آلام سوم حسن وہ ہر جگہ کرنے پر مدح عاجل ہو اور ثواب اجل - اور سیح جگہ جسکی کرنے پر مذمت ہو  
 اور عذاب آخرت یہ ان پہلی دونوں کے عقلی ہونی میں خدشات نہیں - اور سوم کی نسبت تکلیف و فساد ہر چاہے شاعر کہتی ہیں  
 عقل کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں جو اس طرح حسن و قبح پر دلالت کر سکے بلکہ شرع جس کو حسن ہے وہ حسن اور جو قبیح کہہ دے وہ قبیح ہے  
 اور قرار دیا کہ عقل میں ایسی شئی ہو جو ہر دور کا لگتی ہو جس میں حسن و قبح نہ ہو اور قبیح و قبیح نہ ہو خواہ اس پر شرع اس طرح حکم دیا ہو یا نہ

اور قائلین بفتح عقل کے اعتبار سے حق شرعی کے قائل نہیں ہیں اور قیام عدہ  
 مسلمہ خود شرع سے گویا بالکل دست بردار ہیں بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا فائزہ بن کر  
 پہنچاؤں بہہ طرفہ تماشا یہ ہی کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کی مجرب بود ہو کہ عقل سے  
 نیز ارادہ دست بردار ہوتے ہیں اور شرع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ اوہر کے ہوتے ہیں  
 نہ اوہر کے ہوتے ہیں۔ شیخ علم الہدی امامیہ نے جو کہ تفصیل انبیاء علیہ السلام کے بیان کیا ہے  
 اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ مسئلہ۔ فی تفصیل الانبیاء علیہ السلام کہ  
 علیہم السلام من املاء علم الہدی۔ اعلم انہ لا طریق من جہتہ  
 العلم والعقل علی القطع بفضل مکلف علی آخر لان الفضل المراعی فی  
 هذا الباب هو زیادۃ استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفتہ مقادیر الثواب  
 من ظواهر فعل الطاعات وان الطاعتین قد یتساویان فی ظاہر الاھروان  
 زاد ثواب واحد علی الآخر زیادۃ عظیمہ واذا لم یکن للعقل فی ذلك مجال  
 فالمرجع فیہ الی السمع فان دل سمع مقطوع بہ من ذلك علی شئ عول علیہ  
 والا لکان الواجب التوقف والشک۔ اسمعیل علم الہدی نے صاف طور پر فرمایا  
 کہ عقلا طاعات کے ظواہر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسری مکلف پر دریافت نہیں ہو سکتی  
 تو لا محالہ سو اسی حکم شرع اور حکم دریافت کی کوئی سبیل نہیں حالانکہ یہ حکم آپ کے عقل کے خلاف ہے  
 لہذا سبب فضیلت انبیاء کی ملائکہ پر حسب تخریر علم الہدی کے۔ جاننا چاہی کہ علم عقل کے روی ایک مکلف کی  
 فضیلت دوسرے مکلف پر قطعی طور پر دریافت کرنے کا کوئی طریق نہیں ہے کیونکہ فضیلت اس موقع پر مراد ہے وہ  
 استحقاق ثواب کا زیادہ ہوتا ہے اور طاعات ظاہری پر قیاس کے ثواب کی مقدار شناخت کر نیکی کوئی سبیل نہیں ہے۔ بعض  
 اوقات دو طاعتیں متساوی ہر کے سادی ہوتی ہیں اگرچہ ایک کا ثواب دوسرے کا ثواب سے کہیں بڑھ کر ہو  
 اور جب اس معاملہ میں عقل کو دخل نہیں تو مستماع (شرع) کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے پس اگر سماع سے یہ معاملہ قطعی ہے  
 اس طرح معلوم ہو چکا کہ اولاً پھر علماء کی جائیداد۔ دینہ توقف اور فک واجب ہو گا۔ ۱۱۔

لیجی شریعہ و دان دست برداری تہی عقل سے بیان بنیاری ہے تو ایسی نہ تو  
 جو عقل شرع و دوسری دست بردار ہو آپ ہی فرمائیں کہ کیا فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے  
 اور اسی کچھ انحصار نہیں اس قسم کے بہت سی افادات میں قال الفاضل المحیب  
 قولہ - مناظرہ فریقین کے کتابیں موجود ہیں چکا دل چاہی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر  
 انصاف دیکھ لیوی - اقول - واقع میں اپنی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر انصاف دیکھنا  
 تو درکنار نظر سب سے ہی ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ہرگز ایسا نہ فرماتا۔ **یقول العبد الفقیر**  
**الی مولانا شریعہ منقہ اگر نظر سب سے کی طرف راجع ہے تو مسلم سلکین آپ کو مفید نہیں**  
 کیونکہ بسا اوقات آدمی نظر سب سے میں حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتا ہے اور اگر  
 نظر نال اور نظر سب سے دو کوئی طرف راجع ہے تو غلط ہی اور کذب - کاش جب عیسیٰ دم  
 مروت خیالی کے نفی کو علت فرماتے کی تشریح ہے - اگر دوسری کو علت گذارش ضرور فرماتے  
 تو کس قدر موزوں اور قرین انصاف تھا - منبہ نے علاوہ اور کتابوں کے تشبیہ المطاعن کو بطور  
 عاریت چند روزہ دستیاب ہوئی تھی نظر نال دیکھا اور نیز ایک جلد عیقات میں سے مطالعہ  
 کیا پس از کلی کیفیت کیا عرض کردن اگر کچھ کہوں تو ڈرتا ہوں کہ مبادا آپ اپنی مصنفین و مصنفات  
 کی اہانت و تحقیر متنباط فرمائیں اور منبہ کو بد ہمتی کے ساتھ مضمون کرین بہتر یہ ہے  
 کہ چپ رہوں اور آپ میری اس سکوت سے بہرہ سمجھ کر دل خوش کر لیجیگا کہ ہماری کتابیں  
 مسکت ہیں - لیکن ان بقول شخصی بیلی راجحہ مجنون باید دید - اذ نکو اکی انکہ ہوں  
 نہیں دیکھا ورنہ جب سہ ماہہ موکہہ بلفظ ہرگز ضرور صادق آتا۔ **نشر** وعین الرضا  
 من کل عیب کلیلہ ولکن عین السخط تبدی المساویا + فقیر تعجب ہے  
 کہ برسوں سے تحفہ کی جواب چھپکے شائع ہو گئے - منتهی الکلام کا جواب اس کی مصنف  
 کی ہی زمانہ حیات میں شائع ہوا کسی المہنت کے عالم بلکہ خود صاحب الکلام کی میر جرات  
 اور ضامنہ کی انکہہ عیب (دیکھی ہو) ضعیف ہے - لیکن عادت کی نگہ پر بیان ظاہر کرتی ہے - ۱۲

دہمت نہوئی کہ جواب لکھتا تھا کہ اجوبہ اور مقصود الا فحکم کا جواب تو ایک طرف نہت  
 آیات بنیات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور دوسکا مولف زندہ و سالم ہے اذنی یا انکی  
 کسی ہم مذہب کی طاقت نہیں کہ جواب کی جرات کرے باہنہ پہر ایسا لکھتا حضرت  
 مجیب کا ہی کام ہے اقول یہ محض حضرت کی وہی سن ترانیان میں جنگی نسبت  
 پیشتر گذارش کر چکا ہوں در نہ حضرت کی سہلاف کو تو کہیں یہ جرات دہمت نہوئی کہ بمقابلہ  
 اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ اپنی منہ سے نکالیں اذ کا تو یہ حال تھا کہ ذرا ذریعہ حدیث کے  
 جواب میں اذ کو دل درجہ کا نہ پتی تھے بستلای حیرت و تشویش ہوتے تھے کہ  
 افسوس ملتے تھے پتھر و سنی اپنا سر ہوڑنے کو تیار ہوتے تھے منشی سبجان علی صاحب  
 خط بنام مولوی نور الدین صاحب جو رسالہ المکاتیب میں درج ہے اور اسکا خلاصہ  
 و انتخاب آیات بنیات میں ہی نقل کیا ہے اسکی عبارت ملقطاً عرض کرتا ہوں خط و لہجہ  
 اور سوچی کر ایسی اکابر شکمیں شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باہم مخفی طور پر  
 ظاہر کھاتے تھے ایسی تھے اور بندہ خیال کرتا ہی کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کو اپنی آہو  
 کچھ ہی نہ سمجھتی ہو مگر تو اس پر قیاس کر لینا چاہی کہ آپ کی دلی حالت بروی عقل و انصاف  
 اہل سنت کے مقابلہ میں کیسی کچھ ہوگی منشی سبجان علی خان اپنی اوس خط میں جو بنام مولوی  
 نور الدین صاحب کے لکھا ہے لکھتی ہیں چنانچہ المی بے پایان از بودن سند حدیث اصحاب  
 کا بخیر در طرق شیعہ از تحریر خدام دریافتہ بروشتہ ام برای خدا زود و رحمتی گردد کہ چگونہ  
 و چنان سند پیدا کردہ دہر گاہ سند چنین احادیث اور طرق شیعہ یافتہ باز سر  
 بکدام سنگ تو ان زد۔ بجواب اسکی جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل  
 ملاحظہ ہو وہ تحریر فرماتے ہیں۔ حیرانی و تشویش ساری از بہر سیدن سند حدیث  
 بخیر کم نا صبر و اتفاق افتادہ بجائی خود است۔ پہر اسکی کچھ بعد تحریر فرماتے ہیں  
 و بندہ را حیرتی کہ در خصوص این امر است نہ از آن جهت کہ امر باقتداء افعال و افعال انہم می آید

بلکہ حیرت ازان بہت کہ بعد از احالہ امت بدو چیز عظیمہ القدر یعنی قرآن و عسرت ارشاد  
 اینجی کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و حذیفہ و مقداد و ابن مسعود و جنود ہدایت اند کہ  
 افتد کنید راہ دین و نجات خواہید یافت و ہمتی خواہید شد چہ محمل ہستہ باشد و مزید  
 حیرت آنکہ بعضی از علما می گویند کہ مراد اہل بیت اند درین معنی بہ بعضی از اخبار و آثار  
 کہ خلاف انرا شیخ ابن بابویہ غالباً در ہایہ نقل کردہ تثبیت دارند درین صورت قطع نظر ازین  
 تخالف نہ کہ در حدیث اول ہم معارضن میشود والا باید کہ بزرگان قائل شوند باینکہ معاذ اللہ حال  
 اہلبیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعی براہ اہداث و رد ثبوت فرستند و بعضی بر حال خویش  
 راسخ ماندند و لم یقل بہ احد۔ اسلے قولہ۔ لہذا حیرت بندہ درین باب نسبت بحیرت جناب  
 مضاعف خواہد بود سخت حیرت ہا دارم کہ لہذا می دست را با ہم می سایم ارتقا و قلب جگر خدام چکا  
 خودست بقضائی بشریت نمیتوان گفت بلکہ عین درد دینی ست۔ انتہی۔ پس اس سے  
 آپکی فہم اور انصاف کا حال بخوبی واضح ہے اور نیز جب آپ محض فارسی خوان ہیں تو آپکو  
 علمی ایجاب علماسی کیا تعلق اور آپکا قول اسباب میں برومی اعتراف سامی عند  
 کیا وقت رکہ سکتا ہی غایتہ مافی الباب جو کچھ اس باب میں آپ فرماتے ہیں محض  
 سنی سنائی باتیں ہونگی تو وہ بمقابلہ معانیہ کے کیونکہ قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ پس اصل  
 یہ ہے کہ وہ جواب ہی اس لائق نہیں کہ علما انکو جواب کی طرف التفات فرمائیں  
 فقہ اگر حضرت اہل سنت ان کتابوں کا ملاحظہ فرماتے تو یہ کب ممکن تھا کہ وہی باتیں  
 جو تحفہ میں مذکور ہیں اور انکی جواب نہایت متانت سے نہایت خضوع و تحیر ہو چکے ہیں  
 بدون انکی رد کی جوتے چوتے دو دو یا تین تین جزدیا کم و بیش کے رسا تحفہ میں سے خلا  
 کر کے شایع کرتے جیسا کہ بدیہ شیعہ بدیہ شیعہ دالے وغیرہ حضرات نے کیا ہی اقول  
 یہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متانت سے نہایت خضوع و تحیر خیال سامی  
 واقع میں نہ اون میں متانت ہو نہ اونسی اسکا تحضیم حاصل ہے بلکہ نے نفس الامر

مُصَنَّفِ صِحَّتِ ہِیْ نَہِیْن۔ اب اسکو آپ ملاحظہ فرمالیجئے کہ منبہ نے بھی تو جواب سوال کیا  
 آپکی گمان کج موافق تحفہ سے ہی حاصلہ کر کے کچھ لکھا تھا پھر اسکی تردید میں جناب نے بھی  
 نقل کیا ہوگا جو تحفہ کے جوابات میں اور ان مضامین کے جواب میں درج ہے پس خود کج  
 لکھو ذرا تو عقل و انصاف سے دیکھیں کیا اسکا نام تہانت اور اسکا تہضم ہی۔ مثلاً  
 الزام تحریف کے جواب میں آپ ہی تحفہ کے جوابوں کی نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کی  
 روایات سے ہی تحریف قرآن ثابت ہے اور روایات اس قسم کی لکھتی ہیں کہ ان کا مُصَنَّفِ  
 بستیقہ العرب بستیقہ علی مذہب القیاس تمام مضامین کا یہ بھی حال ہے جناب اسکا نام جواب  
 مستین حُضْمِ نَبِیْنِ بلکہ اسکو موت کی پنجہ سے جان چھوڑانا کہتی ہیں۔ باقی کچھ  
 یہ جواب فرماتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے رسالے لکھتی ہیں۔ اور جوابات تحفہ کی تردید میں  
 لکھتی۔ پس اسکا جواب پہلے موعود میں ہو چکا ہے کہ علماء اہل سنت امر مفروغ عنہ کی طرف  
 بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہیں ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسکی طرف توجہ  
 فرماتے ہیں۔ جب کہیں علماء شیعہ وہی اپنے بُرائی اغراضات جو تہذیبِ اذکی اُپنا  
 نقل کرتے چلا آتے ہیں علماء اہل سنت کی پاس بھیجتی ہیں یا صغفراء اہل سنت کی سنی  
 فخر آیا اغوا پیش کرتے ہیں اور وہ اور ان اغراضات کے جواب کے لئی اپنی علماء کی طرف  
 رجوع کرتے ہیں تو اسوقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطال اغراضات الزاماً تحقیقاً  
 تحریر فرماتے ہیں جو کھل البصر انصاف پسندان روزگار ہوتا ہے۔ ہاں اگر جوابات تحفہ کا  
 مُسکِت حُضْمِ ہونا اس اعتبار سے آپ فرمائیں کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنی جواب میں  
 کہ اوہن مضامین انصاف آمیز حق سے عاری اور انصاف سے خالی اور تقریرات باطلہ اور عبارت  
 لاطالہ مذکور ہیں اور اس وجہ سے مخالفین کو مُسکِت ہیں اور ضرورت جواب نہیں تو مسلم لیکن  
 آپکو کچھ مفید نہیں اور اگر اس اعتبار سے مُسکِت حُضْمِ ہیں کہ اوہن ایسی مضامین عالیہ حقہ  
 صحیحہ میں ہیں کہ اوہن نہ جائز انگشت نہاد نہ باقی ہے اور گفت و شنید



اور تحفہ کو کسی استدلال کو ہر ایک مجیبے سالم بانی ہنہین چوڑا تو غلط ہی کہہ نہ سکا دل جواب تحفہ کا  
جو نام نہ لکھا گیا ہی جب ہی نہایت متین اور سکت جسم اور غایت درجہ شداد و شداد و صحت  
دستیفاء کو متضمن ہے چنانچہ ہماری حضرت مجیب ہی فخر اوسمین سے نقل کرتے ہیں  
جبکی کیفیت اپنی موقع پر صریح کیجا بیگی پھر اس کے بعد اس تطویل کی کیا حاجت تھی جو  
متاخرین شیعہ نے بعض بعض ابواب کے برعکس خود جواب تحریر فرما کر شائع فرمائی اس سے  
معلوم ہوتا ہی کہ نہ تو اپنی مطلب میں کافی ہنہین پھر صاحب عقبات نے نوادر ہی رہی ہی  
اجوبہ سابقہ کی وقت کہودی اور واضح کر دیا کہ تحفہ کے مصائب سے شعیان پاک کو قیامت  
تک ہی سنگاری ممکن ہنہین ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی و عجز واضح کرتا ہی  
پس آپکا اون جواب پھر ناز فرمانا سرہر خلاف انصاف ہی اور اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہی  
کہ تحفہ کس تہ کی کتاب ہی اور اسکی مضامین کس قدر متین اور سکت خصم میں۔ قول اگر  
حضرت مجیب کو دعویٰ اور حوصلہ ہی تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرما دین ایات نبیہ  
کی جواب کا ہی جواب کہہ میں تحفہ الاشعریہ جواب بیشعیر چکیر شائع ہوا ہی اوسکی جواب  
الجاب کی طرف متوجہ ہوں اور ہنہین تو ایک چوٹا سا سارہ برق لامع منظوم ہی اور کیا ہی جواب  
کہہ میں مگر جب مناظرہ کی کتاب میں ہی نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔ اقول جناب میر صاحب تاحی  
معاف چونا کہ اب میں نے کتب مناظرہ ہی آپ کے دیکھی ہیں اسی تجلیات کا طبع ملازمت  
ہستلا ہی اسکا علاج کتب فرسی کہیں کہ معجون انصاف و جوارش تحقیق حق سے فراموشی  
مبنی اس تحلیل کا محض کردار عجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو انکی اسلاف مثل شیخ مفید شیخ  
صدق وغیرہ کے رسائل و کتب ہی ہنہین میں بلکہ مستحیل الجواب تبعا عسیر الجواب ہی  
ہنہین ان بزرگوں کے بعض رسائل و کتب موجود ہیں جنکی بحول اللہ قائلے آستان  
تردید ہو سکتی ہی۔ مگر اصل یہ ہی کہ ہمارا اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی  
کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اس طرح خارج کو کہی کسی شمار میں ہنہین سمجھا

اور ہمیشہ بحقیقت اور لاشی محض سمجھتے رہیں یہی وجہ ہے کہ کتب مذہب فقہ ہول وغیرہ  
جب خلافیات مسائل ذکر کیں جاتے ہیں آپ صاحبزادہ کا کوئی نام تک ہی نہیں سیتا  
الاندرة وشدوذا۔ اور آپ کی لہی ہمارا مقابلہ اور ہمارا جواب دنیا سر پایہ ناز و مفت رہے چنانچہ  
آپ کی تمام کتب مذہبی اس دعویٰ کے شاہد ہیں چنانچہ ہماری اقوال کا ذکر آپ کی علمائے مذہب  
و مذہبہ ترک کرتی ہیں نیز مخالفین کہ مقصود بالبحث والاغتناء وہی مذہب سمجھا جاتا ہے جبکہ علمین  
کچھ وقت ہو جب ہم آپ کو اور آپ کی مذہب کو کچھ سمجھتی ہیں ہمیں تو اس کی ابطال میں اس طرح  
کیونکہ ہنہک ہونگی جس سے اس کی طرف غمت نہ آئے اور انتہام ثابت ہو جائے بوقت ضرورت  
یا جس موقع میں علوم کی گمراہی کا خوف ہو وہاں سب کچھ لکھ دینگے ہمارے مذہب کے ساتھ تعالیٰ  
اصول و افروغاً غبار نقص عیب سے پاک و صاف ہے اور مخالفین کے ہر ایک کے توقع منقطع ہے  
اس فعل حبش کی طرف کیونکہ متوجہ ہوں علامہ ازین آج کل سندھ و ستان میں بہت مذہب  
اسلام کے مخالف مثل نصاریٰ دہنود و آریہ و برہمہ وغیرہ رائج ہیں اور روزانہ ان کی تحریروں  
چھٹی اور شائع ہوتی ہیں جو اصول اسلام کے مخالف و دوسرے حملہ آور ہوتی ہیں اور اسلام  
میں سے کسی کو اسے ان کی جواب کی طرف تسمیہ نہیں اڑھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک  
یہ دلیل عجز و بیچارگی ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم سے پوچھتا ہوں کہ جعفر و تحریرین ہنود و آریہ  
کی مثلاً مخالف اسلام شائع ہو چکی ہیں کیا علماء شیعوں نے ان سب کا جواب لکھا ہے  
تو کیا ان کو دلیل عجز و بیچارگی بقصور فرمائیں گے حاشا و کلا پس عدم تحریر جواب کو  
دلیل عجز و بیچارگی سمجھنا خطا ہے۔ قطع نظر اس سے جن رسائل کے جواب کی نسبت دعوت  
فرمانے ہیں اور جن کو اعجاز کے مرتبہ میں سخیل و سخیل بقصور فرماتے ہیں اگر اس اعجاز کی  
یہ وجہ ہے کہ ہم سے ان کی خوش اور پیکر اور گالیوں کا تہنیں ممکن ہے تو مسلم اس تہنہ سے  
بیشک شکست خضم میں اور اگر باعتبار علمی ضامین کے اور دلائل مثبتہ اصول مذہب  
کی بھنگی کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو آپ ان دلائل کا انتخاب فرما کر یہی دعوت دیکھیں

کہ تحصیل الحجاب اور سکت خضم میں یا نہیں۔ رہا بندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی نفیست  
 کا الزام کیفہ صحیح ہے کہ کچھ تو ابتداء میں رشد سے اسکا شوق نہیں ہوا اور نہ کبھی ہمیں ہانک  
 رہا البتہ آپ صاحبوں کی چھیڑ چھاڑ کے بدولت نئے سبب سے اس طرف توجہ ہوئی حضرات  
 کی اصول سے کبھی دقت حاصل کی۔ اور کتب مناظرہ کیفہ دیکھیں۔ چنانچہ اسکی کیفیت  
 مطاویٰ اباحت میں منکشف ہو جائیگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ہماری حضرت مجیب  
 کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا  
 جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائی اور انکو  
 بشارتیں دین سو دینی فائدہ تو یوں برباد ہوا البتہ اگر کچھ دنیاوی نفع ہو تو مضائقہ  
 نہیں لیکن وہ اہل دینت کو نزدیک بعض نفع دینی قابل اعتبار نہیں مہر معلوم  
 نہیں ہے پرتانا زو افتخار کیوں ہے۔ **قال الفاضل مجیب** قولہ۔ توجبات سائل کے  
 اہل طرز جدید اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ واقعی تحقیق حق  
 مذہب ہے اگر یہ ہی تو چشم مارو شن دل شاد و دوسری یہ کہ عوام اہل سنت کے لیے محض تزیین  
 و تسویل ہے بہر کیف جو کچھ ہی وہ اپنی کہلا جاتا ہے بریت بوقت صبح شوہو  
 روز معلومت کہ باکہ باختم عشق در شب دیگورہ اقول۔ حضرت یہ طرز جدید نہیں  
 وہی قدیم طرز ہے کہ جبکا جواب اہل علم از نعم خود دیتے آئے اور ہرگز عہدہ برا نہیں  
 ہو سکی۔ چنانچہ انشاء اللہ اگر آپ اس میدان میں ثابت قدم رہیں گی تو آپ پر پہنچنے والی  
 روشن ہو جائیگا۔ **يقول العبد الفقير لے مولاه** اہل سنت کا عہدہ  
 ہونا تحریرات نشی سبحان علیخان صاحب و مولوی نوز الدین صاحب سے بخوبی واضح  
 ہی اور نیز کچھ تحریر ہی گویا خلاصہ مضامین سلف کا ہے اسکی جواب سی ہی نہاں اللہ تعالیٰ  
 بخوبی واضح ہو جائیگا کہ فریقین میں کونسا فریق دوسری کے جواب سے فی نفس الامر  
 عہدہ برا نہیں ہو سکتا اور کیفہ اس تحریر کے اباحت سابقہ سے واضح ہو ہی چکا ہے

پہرہ مہینہ کہ اسی فضل و کمال کے پہرہ ہی پر یہ دھکیا ہوا ہے کہ اگر آپ اس میں  
 منافقہ میں ثابت قدم رہی تو آپ پر ہی بخوبی روشن ہو جائیگا یا کوئی دم پسین  
 کسی خاص وقت کے لیے محفوظ رکھ چوڑا ہے۔ اہل الضاف ذرا غور فرمائیں یہ تو  
 ظاہر ہی کہ سدا ماست مع اپنی شرائط و توابع دلواحق کے شیعہ کے نزدیک اصل  
 اصول دین مثل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہیں اور اہل سنت اس کو اصلی عقائد  
 نہیں کہتی علیٰ ہذا القیاس اس کی شرائط وغیرہ میں گفت گوئی کہ شیعہ ان کو واجب الایمان  
 اعتقاد کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک ان کا کچھ ثبوت نہیں۔ توحید اور نبوت  
 باہم متفق علیہ معاد آخر وہی جس کو قیامت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں وہ بھی متفق علیہ  
 ائمہ رضا اور انجلی علیہ الرحمۃ فی بنوعی شیعہ کا دار دنیا میں پر رجوع فرمانا جس کو جنت اور دنیا  
 صغریٰ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے مختلف فیہ ہی کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہیں اور  
 اہل سنت کو نزدیک نہیں۔ پس اس صورت میں اہل سنت کا جو اعتراض ہے وہ ہوا  
 مذہب تشیع پر ہے اور اس کا بیج کن ہے کیونکہ اہل سنت اور اصول میں کسی جگہ صرف  
 شیعہ مدعی ہیں جس پر اعتراض کریں گے وہ اعتراض اصول مذہب شیعہ کو صدر رسان ہوگا  
 اور اہل تشیع اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہیں کر سکتی کیونکہ توحید و نبوت  
 و معاد متفق علیہ اور ماست خود فردوع میں معدود ہیں تو علماء شیعہ اہل سنت کے  
 اصول مذہب سے کسی اصل کو اپنی اعتراض سے صدر نہ نہیں پوچھ سکتی۔ غایت  
 سے غایت باعتبار اصول مذہب یہ اعتراض کر سکتی ہیں کہ اہل سنت بعض اصول  
 اعتقادات کو منکر ہیں جبکہ دار ایمان ہے اور ظاہر ہی کہ اس صورت میں اس امر کے  
 اثبات کا عہدہ ہی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی اعتقاد ہی ہونا  
 ایسی دلائل قطعیہ سے ثابت کریں جو اثبات مسائل صلیہ اعتقاد یہ کے لیے کافی  
 ہوں اور حنفیہ دشواری مدعی اور مثبت کو ہوتی ہے نافی کو نہیں ہوتے

پہر اسکی ہمارے ضد میں اہلسنت کہتی ہیں کہ آپ نے اوں امور کو جنکا دلائل قطعیہ سے  
 اصلی عقائدی ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اصلی و عقائدی عقائد کہ رکھا ہی جویا  
 عقائدی کا انکار مذموم ہی غیر عقائدی کو واجب الاعتقاد اعتقاد کرنا ہی مذموم ہوگا  
 تو اس تمام گذارش سے جو اجمالاً عرض کے ہے اہل فہم والصفات سمجھ سکتی ہیں کہ ہم میں  
 کوئی تفریق عہدہ برائین ہو سکتا اور کس نہایت کو دوسرے کو مقابلہ میں دشواری  
 پیش آرہی ہے تو یہ رد و احتمال بجائی خود نہیں خدا خواستہ مجاہد اپنی عقیدہ  
 میں کی طرح کا شک و ریب نہیں میں نے اپنے علم و عقل کے موافق اپنی مذہب کے  
 حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور یہ محض دعویٰ لسانی ہی نہیں  
 بلکہ بفضلہ تعالیٰ ثابت بھی کر سکتا ہوں یا نہیںہم بقرض محال مثل شریک باری اگر اسکی خلأ  
 حق ثابت ہو تو اسکی تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ اقول سبحان شہیدان تو  
 ہماری حضرت محبوب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیہیہ شوراشوری یا وہ بے نیکی۔ یا تو  
 یہ ارشاد تھا کہ میں محض فارسی خوان ہوں اور لفظ مولوی کی اطلاق کو بھی سخریہ و استہزا  
 سمجھتا ہوں۔ یا یہ کہ اپنی مذہب کی حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ ہیانتک حاصل  
 کر لیا ہے کہ اسکا حق الیقین ہونا اپنی خصم پر ہی محقق و ثابت کر سکتی ہیں۔ پہر اس  
 و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ اپنی تہم لیں اور آپ پر فدا ہوں تو انکا فخر ہے۔ اور  
 ائمہ شیعین از خیر الاولین و آخرین کے لقب سے لقب کریں تو انکو زیبا ہے۔ اب اس سے  
 خیال فرما لیجیے کہ بندہ نے جو سابقاً عرض کیا تھا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا  
 جیسے رب جہلا او شمی وہ کچھ بجا نہ تھا مگر میں حیران ہوں کہ حصول مرتبہ حق الیقین کے ساتھ  
 بیچہ اپنے قید لگا ئی ہے (اپنی علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہیں کیا  
 مرتبہ حق الیقین میں بجا عتبار علم و عقل اسکا من کے ٹکلیک ہوتے ہے اس سے  
 اہل خرد بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ آپ محض تخذلات و وہیات کو مرتبہ حق الیقین میں

سمجھتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ حق یقین کس کو کہتی ہیں اور ظاہری کہ حصول مرتبہ حق یقین بطریق کشف  
 یا الہام یا تحدیث یا تنخواہ طاق محبت کو تو ہونگا۔ کیونکہ یہ طریق یقین میں اور نہ اپنی خصم پرید عا کا  
 اثبات ممکن نہ نیز نہ آپ کو ان کی کسی محض صادق نے فردی نہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور علاوہ انکی اور  
 کوئی طریق علم یقین کا ایسا حاصل نہیں ہوا جو مقرر یقین کو بموجب اسکی کہ یہ مرتبہ حق یقین کا جو اپنی  
 اصول اور قواعد حاصل کیا یہی جلد سنیفا اولہ تفصیلیہ کے اوّلین نظر دستہ لال سے اور بعد چتو اور ماہ توقف علیہ  
 الاولہ اور اونس کی کما حقہ ماہر ہو کر حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلید اس مرتبہ کا حصول ممکن ہی  
 اور یہ ہی ظاہر ہے کہ یہ علوم الہیہ کے جانی پر موقوف ہیں اور نیز اس پر موقوف ہیں  
 کہ کتاب اللہ کو بسلاسل سند متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو  
 اور نیز احادیث کو باسانید صحیحہ یاد کیا ہو حالات رجال سے آگہی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب  
 سنت کی اور لدنوا ہی عام و خاص و مؤل و مشترک و حقیقت مجاز و نا نسخ و منسوخ وغیرہ  
 کا واقف ہو جو اصل صحیحہ یا معدوم اسکی پاس موجود ہوں اور ان کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور موارد  
 اجتماع ہی محفوظ ہوں جب یہ امور حاصل ہونگی تو بطریق نظر دستہ لال یقین یقین  
 مسائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ محض فارسی خوان ہوں نہ کتاب اللہ  
 کی سمجھ ہی پسپہ دارد در اصول عقائد کا ہی بلکہ کتاب اللہ مقل متواتر تحریف سے  
 محفوظ شیعہ کے پاس موجود ہی نہیں ہے اور جو موجود ہی وہ نہ بتواتر شیعان ہوتا  
 ہو اور نہ حسب اعتقاد محدثین و مفسرین شیعہ تحریف سے خالی بلکہ بتواتر تحریف ہونا اور کلام  
 سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب اللہ موجود متواتر غیر محرف ہی تو ادن  
 اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتویٰ دین گے جنہوں نے بڑی شد و مد سے اسکو  
 محرف ثابت کیا ہے چنانچہ بحث تحریف میں مفصل اسکا ذکر آئیکا اور یہ آپ جانتی ہیں  
 کہ تلمذ یہ کتاب اللہ اور انکار متواتر کیا ہے۔ اور نہ حدیث سے اشنائی ہی اور ان کے  
 سمجھنی میں دوسرے کی محتاج ہیں کہ وہ ترجمہ عبارت کریں اور آپ سمجھیں خوا غلط

ترجمہ کریں یا صحیح سلاوہ ازین علوم الہیہ کی ہی تقریباً ایسی ہی حالت ہوگی صرف دعوہ  
 بخیر ہی معانے و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت میں تو آپکو صحت ندیب  
 میں مرتبہ علم یقین کا ہی حاصل نہیں ہو سکتا ہی چہ جائیکہ مرتبہ حق یقین کا جو  
 بالاترین مراتب یقین ہی حاصل ہو۔ بہر کیف اگر دعویٰ محض فارسی خوانی کہ تہذیب  
 اور یہ سب مبادی مذکورہ آپکو مستحضر ہوں تو غایتی سہ غایتی آپکو صحت مسائل میں علم یقین کا  
 مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہی لیکن آپ مدعی حصول مرتبہ حق یقین میں جو اعلیٰ ترین  
 مراتب سہی اور محسوسات و بدہیات اولیہ سی ہی زیادہ اطمینان بخش ہے اور  
 انبیاء و صدیقین کے مراتب سہی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعویٰ  
 بنوت یا امامت کمنون خاطر ہوگا مگر جیسا اجتماع محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کی  
 حصول کا محال تھا اس سے زیادہ اجتماع کذب حصول مرتبہ حق یقین متمنع ہی  
 پس میں تمحیرون حضرت یا زمین پر تہی یا آسمان پر جابیشی شاید فارسی خوانی  
 اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ میں الزام کہا جائے تو کچھ ہیست نہ است و دنیا  
 نہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی شہور ہو کہ ایک فارسی خوان تھا کیا ہوا جو الزام کہا گیا  
 عرض اگر اس تحریر کو لحاظ کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہے  
 بلکہ اس تحریر کی آپکی طرف منسوب ہونی میں ہی شک ہوتا ہی اور یہی کچھ نہیں تو  
 دوسرے کی ادا ضرر ہوگی اور اگر ادعا کی حق یقین کو دیکھ جاوی تو قطع نظر اس سے  
 کہ اس دعویٰ کو یہ آپکی تحریر زبان حال سے کذب ہی محض فارسی خوانی  
 غلط ہوئے جاتی ہے۔ ہم جہاں تک اس تحریر میں بغور و تامل نظر کرتے ہیں کہ میں اس  
 عظیم القدر دعویٰ کا ثبوت نہیں دیکھتی بلکہ مبحث سہ اسکی نقیض کا ثبوت پیدا ہوتا ہے چنانچہ  
 بعض مکنا میں ہی جو اجاث سابقہ کی ضمن میں مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہی اور اجاث آئندہ  
 بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید و تخیل سے یہ ثابت ہوگا کہ آپکو تحقیق حق ہرگز

نہ نظر نہیں ہر کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہر دین کے علاوہ ازین آخری فقرہ متضمن تعلیق  
 بالحال مرسوم باہر ہر مضمون محال سے آخر تک اس میں عا کو آشکارا طور پر ثابت کرنا ہی ہر معلوم  
 نہیں کہ انصاف و تحقیق حق کا حکم مصداق قولہ تعالیٰ انا مردان بالبرہ و سیر کی ہی لینی ہے  
 باہر ہر عبارت آئندہ میں احتمال لکھنے کو تسلیم کر لیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت  
 کی ہدایت عموماً اور اپنی شفیق کی خصوصاً الخ اور بندہ کے غرض تزدیر و تسویل سے  
 یہ ہی ہتی پس انکار احتمالین اس مناظرہ دانے پر تعجب انگیزی قولہ اور تزدیر و تسویل سے  
 مجھ کو کیا حاصل۔ مولوی میں نہیں سجد کا واعظ میں نہیں مذہبی خدمت سے معاش میر  
 حاصل نہیں کرتا مرجع خلافت میں نہیں کہ خواہ مخواہ دوکان جمانی کے لئے اسی باتیں  
 کردن پھر لوگوں کو فریب میں پہنسانے سے محجب کو کیا طاہری فائدہ ہوگا اقول معلوم  
 نہیں حضرت نے ان اشارات و کنایات کا مورد اپنی ذہن عالی میں کسکو قرار دیا ہی اور  
 یہ توضیحات کی طرف راجع ہیں۔ اگرچہ پادری النظر میں معلوم ہوتا ہی کہ حضرت نے  
 اپنی علماء کا بدمذہب لایان مذہب مجتہدین غنیہ کو توکا مہیکو مراد کہا ہوگا سبذہ عاجز یا  
 او کی دوسری ہم مذہب مراد ہوگی لیکن بغرض تسلیم اگر ان توضیحات کا اطلاق ہمہ میں دیکھی  
 ہو سکیگا تو حضرات مجتہدین شیعہ جنہیں یہ سب اوصاف مع شئی زائد پائی جاتی ہیں  
 ان توضیحات کو ساتھ اولے داخل ہونگی بہت شادم کہ از رفقیان دین کشانگ شئی  
 گوشت خاک با ہم بر یاد رفتہ باشد قطع نظر اس سے ہماری حضرت مجیب ہی تو بر نعم خود  
 درجہ جہتہا حاصل کر چکے ہیں تو اور مرجع خلافت نبی۔ اور دوکان جمانی کے لیے کیا سر  
 سینک نکلتی ہیں مذہبی خدمات سے معاش یوں ہی پیدا کیجئے ہی۔ قبلہ و کعبہ نبی  
 کی دیر ہتی کہ سب کچھ موجود۔ محافلین سے مناظرہ کر کے شہرت پیدا کی موفقیں کو  
 ضوی دیہی کنایہ اودعائی اجتہاد فرمایا پھر تہہ بن بیٹی پر کیا ہتا چراغ روشن  
 مراد حاصل۔ اچی حضرت آج ہی کیا ہتا اس کشت کا ٹرہ آئندہ دیکھیگا۔ خدا کو



اہل سنت تو فریب میں آنے سے ہر ہی ہاں اپنے ہم مذہبوں کی توقع مفاد رکھتی تھی  
 اہل سنت کو تو اگر براہ تقیہ سنی بنکر فریب دیتی تو شاید کوئی شقی اولی شاست کا مارا گمراہ  
 ہو جاتا چنانچہ حضرت کی بعض بزرگوں نے ایسا کیا ہی۔ رشید الدین محمد بن علی بن  
 شہر آشوب سرودی اپنے کتاب معالم العلماء میں جو اس وقت میری سامنی موجود ہے  
 فرماتی ہیں۔ ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن یوسف الکاتب وکان علی الطاهر  
 یفتی علی مذهب الشافعی تقیہ من کتبہ کشف القناع لعدۃ الاستعداد  
 و اس امر کو آپ خوب سمجھتی ہیں کہ یہ بزرگ شافعیہ کا ہیں کیوں بدلتے تھے۔ قولہ علی الطاهر  
 عرض فرماتا اہل سنت کی ہدایت عموماً اور اپنی شفیق کی جو اس مباحثہ میں واسطہ میں اور محض ان کی  
 خاطر یہ بحث شروع ہوئی ہو ان کی ہدایت خصوصاً اقول کاش آپ جانتی کہ آپ اپنی  
 اس غرض میں مخالف امام اور مذہب حرام و عاصی و گنہگار برودی اپنی مذہب کے میں اس  
 بہت معلوم ہوتا ہی کہ آپ کو اپنی مذہب کی کچھ خبر نہیں ہے۔ یحییٰ ہم ہی بتلاتی ہیں کیا  
 احسان مانینگے علامہ مجلسی بجا میں نقل کرتے ہیں اوسمیں سے چند روایات نقل کرتا ہوں  
 اونکو ملاحظہ فرمائی۔ عن ابی النضر عن یحییٰ الجلی عن ابی یوسف بن الحر قال سمعت  
 ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول ان لجلالاتی الی فقال الی رجل خصم احکم من جہ  
 ان یدخل فی ہذا الامر فقال لہ الی لا تخاصم احدا فان اللہ اذا اراد بعبد خیرا  
 نکت فی قلبہ حتی انہ لیبصر بہ الرجل منکم شیئہ لقائہ۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
 لہ ابو محمد بن ابی ہریرہ بن ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ  
 مینی امام ابو ہریرہ سے سنارہ فرماتی تھے ایک شخص میری والدہ کو بائس آیا اور کہا کہ میں بحث کر نیوالا ہوں جبکہ میں  
 پسند کرتا ہوں کہ شیعہ میں داخل ہو جاؤ اس سے بحث کرتا ہوں میری والدہ نے اس کو فرمایا تو کسی سے نہ جھگڑ  
 کیونکہ جیسا اللہ تعالیٰ کہتی ہے کہ اس سے پہلے کہ میں ہو تو اوکو نہیں کر دیتا ہی یہاں تک کہ وہ اس کی سبب تم میں سے جو کہ دیکھتا ہے  
 اس کی ملاقات کی خواہش کرتا ہی۔ ۱۲

یہی ہے جو کہ در سزاوار ہے مذہب میں ان کا حکم

قَالَ لَا تَخْصِمُوا النَّاسَ فَإِنَّ النَّاسَ لَوْ سْتَطَاعُوا أَنْ يَجْبُوا بِالْحُجُونِ أَنَّ اللَّهَ خَذَ  
 مِيثَاقَ شَيْعَتِنَا يَوْمَ اخْتِذَ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ فَلَا يَزِيدُ فِيهِمْ أَحَدًا وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ  
 أَحَدًا أَبَدًا - ابی عن صفوان وفضالة عن داود بن فرقد قال کان ابی یقول  
 صالکم ولد عام الناس الله لا یدخل فی هذا الامر الا من کتب الله له ان یدخل  
 صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس غرض سے جہاد نہ کہ لوگ اپنی مذہب سے پھر شیعہ بن جائیں نہ جو  
 ادبنا جائز ہی پس اس سے آپ خیال فرمایا لیجئے کہ آپ نے جو اپنی غرض اس سبب سے پھر لی ہی  
 وہ کس قدر یدہی اور چونکہ علت ہی عموم کو مقتضی ہے اور نیز سابقا بر دایات معتبر ثابت  
 ہو چکا ہی کہ یہو رام آخر الزمان تک زمانہ تقیہ مستمر ہی تو یہ نہ ہی ائمہ گذشتہ کی نہ  
 امامت پر ہی منحصر نہیں ہو سکتی - علاوہ ازیں اگر سباحتہ و گفتگو سے آپ کی غرض  
 اصلی یہ ہی تھی تو اول غلطی یہ کہائی کہ آپ نے اپنی آپ کو محض فارسی خوان خاکیر  
 کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ جسکو علوم کتاب و سنت کی خبر نہیں محض فارسی خوان ہی  
 وہ کیونکہ مطالب عالیہ کتاب و سنت کی طرف دوسرے مذہبیت کر سکتا ہی بلکہ وہ صدق  
 اس صرح کا ہی ہے ع او خوشنشین گمست کر ایمر ہی کند + معنیہ اگر لفظ ہدایت سے ہدایت مرعوب  
 مراد ہی تو حسب قول ع برعکس نہ ہدایت نام نہ کی کا فورہ نتیجہ ہی باجم صندہ اور اگر ہدایت  
 واقعی اور نفس الامری مراد ہی تو یہ حضرت کا کام نہیں - حق تعالیٰ نے اپنے  
 اپنی فضل و کرم سے اہل سنت کو متمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بخوم  
 ہدایت فرما کر حقیقی و نفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط و مستحکم فرما رکھا ہے

۱۷ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی فرمایا کہ کسی بحث و مباحثہ نہ کرو کہ نہ کہ اگر کوئی لوگ دوست نہ کر  
 تو بیشک دوست کہتی اللہ تعالیٰ نہ جسد انبیا سے عہد لیا تھا ہمارے شیعوں ہی عہد لیا تھا اب انہیں نہ کوئی زیادہ  
 ہو سکتا ہی نہ کہ کوئی کہہ سکتا ہی ۱۸ میرا پ کہتا تھا نہیں لوگوں کو اپنی دین کی طرف بلائی کیا تعلق کیونکہ  
 اس دین میں کوئی شخص مراد کسی جگہ نہ لکھ دیا ہی داخل نہیں ہو سکتا - ۱۲

کہ تشکیک مشک سے تذبذب محال ہے۔ محمد اللہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدٰی  
 لولا ان ہدانا اللہ ولہ الحمد فی الاولیٰ والاخرہ قولہ شعر جو حضرت نے لکھا ہے مخفی  
 طبع پر دل ہے اسکا جواب کیا لکھیں مگر بات یہ ہے کہ ہمارے محیب عالم فاضلین  
 اور اہل علم کی نظر آتا ہے ہوتی ہے دور اندیشی فرما کر اپنے نفس نفیس سے ہی مخاطب ہیں  
 اقول سبحان اللہ ابھی تو میں آپ کی نزدیک گناہ تھا ابھی عالم فاضل ہو گیا۔ خیر  
 اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمایا تو واضح ہو جائیگا کہ اس شعر میں  
 آپ کا مخاطب آپ سے مخاطب ہی یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندانہ روزگار کو  
 دریافت فرمایا ہوگا۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں قولہ چشم مارو شن دل باشد  
 تحریر فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپ کا دل شاہد چشم روشن  
 ہوتی تو شروع ہی میں یہ سخت کلامی نفرماتے بلکہ نہایت نرمی و ملامت و اخلاق کر  
 پیش آتے اقول کیسے سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی توضیحات  
 مقابلہ میں کی گئی ہے۔ اگر آپ اسکی بنیاد نہ باندھتی تو مجاہدہ سے ہی کوئی  
 کلمہ ثقیل نہ سنتی۔ معبدہ مخالفین کے مقابلہ میں ہر جگہ نرمی و ملامت و اخلاق اپنی  
 چشم روشن و دل شاہد ہونے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ بعض مواقع میں غلط شدت  
 محمود ہوتی ہے تو یہ تفریع غلط ہے۔ ان اگر بجای اسکی یہ فرماتے کہ ہم کو تحقیق حق  
 نظر نہیں ہے (چنانچہ ابھی صاف انکار کر چکے تھے) تو چشم مارو شن دل باشد فرمانا درست  
 معلوم نہیں ہوتا تو بجای تھا کیونکہ چشم کارو شن اور دل کا شاہد ہونا تو تحقیق حق پر مرتب تھا  
 اور جب وہی جانا کہ تو یہ ہی درست نہوا۔ لیکن شکل یہ ہے کہ اگر تحقیق حق سے انکار  
 کریں تو کیونکر کریں کہ صریح خلاف انصاف ہے۔ اور اگر اقرار کریں تو کس طرح کریں مستلزم  
 تشکیک کے المذہب کو ہی۔ خیر حسب موقع اقرار یا انکار جو مناسب ہوتا ہے وہ کہہ کر  
 قال الفاضل المحیب قولہ اہلی مناسب خیال کیا کہ چند ہی اپنے وقت

مگر انما یہ کو اس میں صرف کردن کہ احدی اس میں سے خالی نہ ہوگا۔ اقول۔ مباحثہ مذہبی کا  
ایسا خفیف کام ہی کہ او میں وقت صرف کر نیک وقت گرانما یہ کہا جائے اگر غور فرمایا  
تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہی بقول اکبر الفقیر الی مولانا  
صاف مثل روز روشن ظاہر و باہر ہے کہ حضرت میر صاحب اپنی مذہبیت کے کوچے  
بالکل نابالہ میں جہاں تک روایات شیعہ میں غور کیا جاتا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہے  
کہ جدال و مباحثہ کرنا حرام اور خلاف اللہ و رسول و ائمہ کے ہی بلکہ مباحثہ کرنا دین سے  
نکلتا اور رسول ص کی زبانی اہل ہدایت ائمہ ملعون ہوتا ہے چنانچہ کچھ روایات معتبرہ  
سابقہ مذکور ہو چکی ہیں اور کسی قدر اب معروض ہونگی تو معلوم نہیں ہماری محبت سبب  
مباحثہ کو کس بنیاد پر اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیتے ہیں اور کیوں ہم پر تعرض ہیں۔ مگر  
ہاں اگر ملعون ہونا اور خدا و رسول و ائمہ کے خلاف کام کرنا اور دین سے خارج ہونا  
حضرت مجیب کی نزدیک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہو تو مضائقہ نہیں تو اس صورت میں  
خارج نہ ہواں و نواصب شام کو بھی شرف ستارہ سنا دین روایات سنی کے علمائے  
مجلسی بحار میں تخریج فرماتے ہیں او میں سے ملتقطاً چند روایات نقل کرتا ہوں  
باسنادہ التمیمی عن الرضا عن ابائہ عن علی علیہم السلام قال لعن اللہ  
الذین یجادلون فی دینہ اولئک ملعونون علی لسان نبیہ صلی اللہ  
علیہ وسلم۔ اس حدیث سے ناظرہ کرنے والو کمال ملعون ہونا بابت النص ثابت ہے  
عزائے عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق و انہ قال لا صحابہ اسمعو امنی کلاما ہو  
خیر لکم من الدہم الموقف لا یما رین احدکم سفیہا ولا حلیما فانہ من صلی  
لہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سہری فرمایا اور خدا لعنت کری جو خدا دین میں چمکڑا کرتے ہیں یہ لوگ سفیہ صلی اللہ علیہ  
کی زبانی ملعون ہیں۔ ۱۲۰ جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے باریوں سے فرمایا کہ میری بات سنو جو تمہاری لئے  
(نہاں ہے) کہڑی ہو شکی گہر دن سے بہتر تو میں سے کہنے نہ کسی سفیہ سے بہتر ہے اور نہ کسی حلیم سے۔ ۱۲۰

ایک مذہب مباحثہ مذہبی حرام ہے

حلیا اقصادہ ومن ماری سفیہا اردا ۱۰ اس حدیث سے علی العموم مباحثہ کی نعمت  
 ثابت ہوئی کیونکہ لایا میں فعل منفی ہے اور کافا فعل و مفعول دونوں نکرہ واقع ہوئی ہیں  
 اور قاعدہ ہے کہ نکرہ سیاق نفی میں عموم و شمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو  
 کسی ساتھ مباحثہ کرنا جائز نہ ہوا۔ عن ابی عبد اللہ ۱۱ قال یھذک اصحاب الکلام و  
 یخو المسلمین ان المسلمین ھم النجاء۔ سمعت اباعبداللہ یقول لا تجاھلوا الناس  
 لدینکم فان الخاصۃ ممرضۃ للقلب۔ سمعت اباجعفر ۱۲ یقول انما شیعتنا  
 الخرس۔ قال امیر المؤمنین ۱۳ ایاکم والجدال فانھا یورث الشک فی دین اللہ  
 سمعت ابی عبد اللہ ۱۴ یقول متکلموا ھذہ العصابۃ من شرار من ھم منھم اس باب  
 میں جب قدر روایات وارد ہوئی ہیں اگر اونکا استیفائی جاوے اور ربط کے ساتھ ان پر بحث  
 کیجاوے تو ایک کتاب جداگانہ تیار ہو سکتی ہے ہم صرف ایک قول فیصل پر اکتفا کرتے ہیں جو امام  
 جعفر صادق ۱۵ سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اس لئے ملتقطاً نقل  
 کرتے ہیں عن ابی محمد العسکری ۱۶ قال ذکر عند الصادق ۱۷ الجدال فی الدین و  
 ان رسول اللہ ۱۸ والائمۃ المعصومون قد ھو اعنہ فقال الصادق ۱۹ لم ینہ عنہ مطلقاً  
 لکنہ نفی عن الجدال بغير المتی ہی احسن اما تسمعون اللہ یقول ولا تجادلوا اھل الکتاب  
 ۱۰ کیونکہ جو حدیث سے مباحثہ کرنا چاہو اس کو حق سے روک دینا اور جو کسی سفیہ سے جھگڑنا چاہو اس کو ہلکا کر دینا۔ ۱۱ امام ابی عبد اللہ  
 سے کہ جو دنیا کا کلمہ گفتگو کرنے والے ملک ہوگی اور نہ نجات پا جائیگا یہ شک سلمان ہی نجات یافتہ ہیں، ۱۲ میں امام ابی عبد اللہ  
 سے سناؤ تہمتی اپنی بیگم سے معاہدہ کر لو گونہ نہ جھگڑو کیونکہ جھگڑا دل کو مایوس کر دیتا ہے، ۱۳ میں امام جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا  
 فراتے تھے ہماری شیعوں کو گئی ہیں، ۱۴ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی آپ کو جھگڑو سے بچاؤ کیونکہ وہ اللہ  
 دین میں شک پیدا کرتا ہے، ۱۵ میں امام محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سناؤ تہمتی گریں یہ کچھ شکایتیں بدترین کے امام عسکری  
 فرماتے ہیں کہ جعفر صادق ۱۶ کیچھ مہتمم ہیں جن میں بحث مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مخالفت فرمائی ہے  
 کہ کسی سلفاً مخالفت نہیں فرمائی کہ ان سے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جو غیر عمدہ طریقہ کی ہو لہذا میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ عمر و عطاء کی کتاب سے



بان تجد حقاً لا یملک ان تفرق بینہ و بین باطل من تجادل و اخذت دفعہ عن باطلہ بان  
 تجدل الحق فہذا هو المحرم لک مثلاً جحد هو حقاً و جحدت انت حقاً آخر - انتہی قطع نظر  
 تعارض ادن دایات سے جو اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں اس قول فصیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ  
 مباحثہ کرنا سوائے انبیاء اور ائمہ کے دوسری شخص کا کام نہیں ہے بلکہ دوسروں کو ناجائز  
 و حرام ہی کیونکہ سوائے انبیاء و ائمہ کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہیں پہچان سکتا  
 اور نہ ضعفاء و انخوان یا مبطلین کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی الخصوص  
 ایسا شخص جبکہ اپنی مذہبیات کی بھی پوری واقفیت نہ ہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو  
 اس کی حق میں مناظرہ کرنا ہو جب اس قول فصیل کے بیشک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہے  
 کہ اس باب میں علامہ مجلسی کے تحقیق نقل کروں۔ اہل انصاف اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور  
 ہماری محیب کی واقفیت مذہب کی واردین۔ و یظہر من الاخبار ان المذموم  
 منه هو ما کان الغرض فیہ الغلبۃ و الظہار الکمال و الفخر او التعصب و ترویج  
 الباطل و اماما ما کان لاظہار الحق و رفع الباطل و دفع الشبهة عن الدین  
 و ارشاد المضلین فہو من اعظم ارکان الدین لکن التمییز بینہما فی غایۃ الصعوب  
 و الاشکال و کثیرا ما یشبہ احدهما بالآخر فی بادی النظر و النفس فی تسویلات  
 خفیۃ لا یمکن التخلص منها الا بفضلہ تعالیٰ۔ علامہ کی اس تحقیق میں یہی بحث  
 انماض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے یہی محیب عیسائی متکلمین کے ایسے مناظرہ کا  
 ۱۔ کہ تو ایسی حق کا انکار کرے کہ جو سبیل و شخص کا باطل میں حق میں تیار نہ ہو اور اس کی باطل کو حق کا انکار کر دے کہ جو وہ سبیل و شخص کا  
 کیونکہ اس میں اصل باطل کے ہر کوئی ایسی ایک حق کا انکار کیا اور تو دوسری حق کا انکار کیا، ۲۔ احادیث و سنی و غیرہ سے یہی کہہ کر  
 منقاد ہے جس میں کمال کا اظہار و فخر و ترویج کا مقصد ملو جس مباحثہ میں حق کا انہار اور باطل کا رفع اور دین  
 شیعہ کا ازالہ اور گمراہی ہونے کے عظیم ارکان میں سے ایک ان دونوں میں تیل و تفرق نہایت سخت ہوا اور شکل سے بجا اور  
 بادی نظریں ایک دوسرے کی تشریح و تفسیر ہوا اور اس میں نفس و کی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے فضل کے انہی خاصہ میں نہیں، ۳۔

عبادت نہونا جبکہ حرام اور مستوجب لعن ہونا ثابت ہوتا ہی پیرا ہمارے محبوب ﷺ ذرا انصاف  
 سے فرمائیں کیا اعلیٰ درجہ کی عبادت ایسی ہے امور ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگرچہ مباحثہ  
 مذہبی خفیف کام نہوتا ہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے بڑھ کر نہو  
 بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہونگی علیٰ الخصوص اسی حالت میں  
 جبکہ چند ان ضروری یا مفید نہو اور مخالفین کے راہ یا بے کی توقع نہو تو ایسے وقت میں  
 جو شخص دوسری امور مذہبیہ عالیہ میں مشغول ہوگا وہ بیشک مباحثہ میں اپنے وقت کے  
 صرف کرنے کو وقت گرانما یہ کہیگا حق اللہ اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو  
 تحقیق حق و ابطال باطل منظور نہیں بلکہ اپنے رائے یا مخالف کے مغلوبیت اصلی عرض  
 اور انشاء اللہ تعالیٰ انہیں سے کوئی عرض ہی حاصل شدنی نہیں ہے اقول جب  
 آپ کی نزدیک تحقیق حق مستلزم شک فی الذہب ہو تو واقعی مجبوری تحقیق حق منظور نہیں  
 کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ درجہ مجب کو اپنی مذہب کی صحت و حقیقت میں کسی نوع کا شک  
 و ریب نہیں ان ابطال باطل و مغلوبیت مخالف بھی مقصود ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ علی الرغم  
 ممکن حاصل ہے شعر مستعمل لیلیٰ ای دین تدانیت و ای غریبہ فی التقاضی غریبھا  
**قال الفاضل المجدب**۔ قولہ۔ پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و جماعت  
 دسویہ اثنا عشریہ کے بہت سے مسائل اصول و فروع میں مخالفت ہے لیکن مبنی موعظہ اخلا  
 یہ صحیح و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیٰ اخصوص خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم  
 کو اہل سنت تمام امت سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و فضل اور ایمان میں اثبات و کمال اعتقاد  
 کرتے ہیں۔ اقول۔ اصل اختلاف فی مسئلہ او مبنی موعظہ اخلا کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہے  
 بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امامیہ اہل اصول و فروع کو اہل سنت طاہرین  
 سے کہ بموجب حدیث متفق علیہ مثل اہل بدیتی کسفینۃ نوح الخ سفینۃ نجات میں  
 اور موافق حدیث متفق علیہ ای تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و حشر قلمہ انما حکم ہرگز



حکم خدا سے جدا نہیں ہو سکتا اور صحابہ بھی انکی ہی تشک کے مامور تھے یا خود کرتے ہیں اور اہل سنت صحابہ اور تابعین رتبہ تابعین کو ماخذاً اپنی دین اور ایمان کا پھرتے ہیں اگرچہ بعض ائمہ سے ناصبین عداوت اہل بیت طاہرین اور قائلین ذریتہ سید المرسلین اور ان کے اور قاسطین ناکشین سے ہوں۔ جیسا کہ ملاحظہ روادہ صحاح اور غیر صحاح اہل سنت سے ظاہر ہے پس حضرت مجیب جو مبنی اختلاف کا معاملہ صحابہ پھر آیا ہے بجای خود معلوم نہیں تھا کیونکہ اگر بفرض محال مثل شریک باری سب صحابہ عدو ہیں پھر جانشین اور بر خلاف احادیث کثیرہ مثل حدیث حوض غرہ پیکر دین لائل عقلمہ و نقلیہ کے جس میں کتب ضخیمہ تصنیف ہو چکی ہیں کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہو جائیگا تو اس سے ماخذاً مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اونکا ثابت ہونا گوارا سیلے کہ عدم عصمت ادنیٰ اتفاقی میں الامت ہی اور شیعوں کے نزدیک بلکہ عقلمہ نزدیک بخرا بلیدیت معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کو فی ماخذاً اصول و فروع نہیں ملتا پس کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیر کا مبنی ہے جیسا کہ بندہ پہلے عرض کر چکا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولانا** و ثامنہ ان روزگار اور مصفاں تہری دامصار کو صلاحت عام ہے کہ ذرا اس بحث کو بطور غور و تامل ملاحظہ فرما کر ہماری مجیب کے نصائح تحقیق حق اور نفاذ حداد جہاد مطلق کی داد دین میر صاحب نزدیک مسئلہ امامت کے معظم خلافیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تھا کہ ہم اختلافیات اور معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اور خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اہل سنت انکو تمام امت میں فضل اعتقاد کرتے ہیں اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہیں اور اختلاف مسئلہ امامت ہی اسی اصل سے ناشی ہے۔ بجواب اسکو مسئلہ امامت کی مبنی معظم خلافیات ہونے کی تائید میں ہماری حضرت فاضل مجیب نے بایں خلاصہ ارشاد فرمایا کہ اصل خلافتی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذاً مسائل دین و ایمان ہی بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امامت کے اصول و فروع کو بموجب ارشاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت طاہرین سے

لیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا ٹھکانہ ہیں  
 اگرچہ بعض ائمہ میں سے ناصبین عداوت اہلبیت طاہرین اور قائلین فریثہ سید المرسلین  
 اور وارثین اور قاسطین اور ناکشین سے ہوں۔ پس حضرت مجیب جو مبنی اختلاف کا معاملہ  
 صحابہ ٹھہرایا ہر بجای خود معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر بغرض مجال سب صحابہ عدول ٹھہرائیں  
 تو اس سے بوجہ اس کے کہ انکی عدم عصمت اتفاقی ہے ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اونکا ثابت  
 نہوگا۔ پس کیونکہ ہو سکتا ہی کہ مبنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ مسابہ امت ہے  
 اس اختلاف کثیر کا مبنی ہے۔ اسی حضرات خدا کے لئے ذرا حضرت مجیب کو اس جواب کو  
 ملاحظہ فرمائیں کہ اس سے بندہ کے معرض کی تسلیم و تائید ہوتی ہے یا تغلیط و تردید  
 اب مبنی کہ فاضل مجیب فرماتے ہیں کہ ماخذ مسائل دین شیعہ کے نزدیک ذریعہ طاہرین  
 ہیں اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ رض و غیرہ ہیں تو اگر اس تقابل سے حضرت مجیب  
 یہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریعہ طاہرین کو ماخذ دین نہیں اعتقاد کرتے تو بدانتہ  
 غلط اور محض افترا ہے کیونکہ قضیہ کلیہ الصحابہ کلہم عدول جزئیات ذریعہ طاہرہ کو بھی تل صح  
 اور اہل سنت کی کتب صحاح وغیرہ روایات اہلبیت رض سے مملو و مشحون ہیں اور  
 انکی فضائل و محامد سے شرف و مزین ہیں اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً ماخوذ اہل بیت  
 ہی سے ہی۔ اہل سنت کے بزرگان طریقت خوشہ چین میاں اہلبیت کے ہیں  
 ان دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم صف مقتدائیت اور ماخذیت میں اہل سنت کے  
 نزدیک بحکم حدیث متفق علیہ اصحابی کا انجام الخ شریک اہل بیت ہیں اور اگر اس تقابل سے  
 حضرت مجیب کے غرض انتقاد ماخذیت اہلبیت عند اہل سنتہ نہیں ہے تو جہاں اتفاق  
 اس صورت میں حاصل یہ ہو کہ اہلبیت با اتفاق فریقین ماخذ دین ہیں اور صحابہ رض  
 علی الاختلاف۔ اہل سنت انکو بھی اہلی کہ وہ مصداق کتم خیر امتہ ہیں۔ ماخذ دین قرآن  
 دینی ہیں۔ اور شیعہ انکو ماخذ مسائل دین نہیں ٹھہراتے اور نہ شریعت اعتقاد کرتے ہیں۔

دین و ایمان کا ٹھکانہ ہیں

اور اسکی وجہ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بعض انہیں سے بزعیم شیعہ ماصبین عداوت اور ظہن  
اور ارتقین اور قاسطین اور ناکشین میں اور بعض محال مثل شریک باری اگر کل صحابہ عدول  
ہر جا میں تو عدم عصمت اتفاقیہ مانع مآخذیت ہے۔ تو اس سے کاشمیں نے راجعہ انہما ثابت ہوا  
کہ دارلہ اختلاف مآخذیت کا خیریت اور شریعت صحابہ رضہ پر ہے۔ اور جب مآخذیت صحابہ کی ختم  
کی علت خیریت اور شریعت اور انضلیت اور انقصیت صحابہ رضہ ہوئی تو فوراً مآئی اسوت  
اصل مبنی اختلافات معاملہ صحابہ کا جو بندہ نے عرض کیا تھا ہوا یا نہوا اور اس جواب سے  
بندہ کی گذارش کی تائید و تقویت ہوئی کہ نہوی۔ مسلمان مبنی معظم خلافت کا مآخذیت صحابہ  
والہبیت رضہ ہی ہے لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کی طرح ثابت نہیں ہوتا  
اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی معظم خلافت کا مآخذیت ہے اور مسئلہ امامت  
ہی اسی اصل سے ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے  
ذکر کی ہے۔ نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت  
ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے غلط اور غیر مرتبط اور دعویٰ بے دلیل رہے۔ خوش  
رع۔ میں الزام اوسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ چونکہ اس جگہ ہماری حضرت مجیب نے  
مآخذیت والہبیت صحابہ کا ذکر فرمایا اور بہت غلطیاں کہائیں اور حق سے بمرحلہ دور  
ہو گئی یہی کسی قدر اسکایان بھی واجب ہوا۔ پس صریح ہو کہ نے الاصل مآخذین ایمان  
ذات پابریات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس قدر دین ہے وہ مآخذ مشکوٰۃ نبوت  
ہی دین واسطہ تبلیغ دین میں اللہ تعالیٰ والامت رسول ہی ہوتا ہی اور علاوہ رسول کے  
جس قدر احادیث میں وہ سب محتاج تبلیغ رسول میں اور مکلفین و مبلغین اور نے بحقیقت  
متبع اور آخنین دین میں نہ مبتوع اصلی کیونکہ اگر انکو مآخذ اصلی دین کا قرار دیا جاوے گا تو انکا  
خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور نبی ہونا لازم آوے گا اور یہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب  
اہل سنت تو اسکا بطلان بدہی ہے۔ اور شیعہ اگرچہ ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے

محققین کے نزدیک جناب امیر المومنین علیؑ کو تمام انبیاء سے رتبہ میں  
بڑا دئے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو تمام انبیاء سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خلاف عقل و نقل افضل قرار دیا کرتے ہیں شیخ مفید اپنے رسالہ تفضیل امیر المومنین علی رضی اللہ  
عینہ فواتے ہیں۔ - اختلف الشيعة في هذه المسئلة فقالت الجارية ردية انه كان علي السلام  
افضل من كافة الصحابة فاما غيرهم فلا تقطع على فضله على كافتهم وبدعوهم من سوى بيته  
وبين من سلفه وفضله واشتراك في ذلك وقطعوا على فضل الانبياء عليهم السلام كلهم  
ولتختلف اهل الامامة في هذا الباب فقال كثير من متعلميهم ان الانبياء عليهم السلام  
افضل منه على القطع والنبات وقان جمهور اهل الانار منهم والنقل والفقه بالروايات  
وطبقه من المتكلمين منهم واصحاب الحجاج انه عليه السلام افضل من كافة البشر سوى رسول الله  
محمد بن عبد الله صلوات الله عليه فانه افضل منه ووقف منهم نفر قليل في هذا الباب فقالوا  
لسنا نعلم ان فضل من سلف من الانبياء او كان مساويا لهم او دونهم فيما يستحق به الثواب  
فاما رسول الله صلى الله عليه محمد بن الله فكان افضل من غير انبياء قال فريق منهم اخوان امير المؤمنين  
صلوات الله عليه افضل البشر سوى ولد العزم من الرسل فانهم افضل منه عند الله - اور اسی را لکھیں بقدر  
اس مسئلہ تفضیل میں شیخ میرزا محمد باقر نے جو مختلف ہیں جا رہے ہیں کہ حضرت علیؑ کا تمام صحابہ کے ساتھ ایک افضل میں۔ لیکن جو  
صحابہ فرمیں کہ افضل ہونے کا ہم عقین نہیں کر سکتے اور کہہ سکتے ہیں کہ نہ شدہ گوئی حضرت امیر کو برابر کہا یا حضرت کو بڑا یا  
شرد ہو لیکن جا رہے ہیں حضرت امیر سے تمام انبیاء کو یقیناً افضل کہتے ہیں اور امیر ہی اس باب میں مختلف ہوتی بہت سے کہیں کہ  
کہتے ہیں کہ انبیاء حضرت سے قطعاً یقیناً افضل میں اور جمهور اہل اخبار و حدیث اور فقہاء اور متکلمین اور اہل حجت کہتے ہیں کہ  
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آدمیوں سے افضل میں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
جناب امیر سے افضل میں اور تہوڑی سے گوگوں ہے اس باب میں توقف کیا ہی اور کہا ہی کہ ہم نہیں جانتے  
کہ حضرت امیرؑ انبیاء کا کشتہ سے باعتبار ذیوقی تحقیق نہایت کے افضل میں یا برابر ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر  
ازنک و ثبہ افضل میں اور امیر میں سے ایک فرق کہتا ہے کہ حضرت امیر افضل البشر ہیں کہ دراصل انور کہ وہ خداوند حضرت امیرؑ سے افضل ہیں

اگلی شریک پر یہ روایت لکھی ہے وقوله علیہ السلام وقد سئل عن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ  
 السلام قال لو یکن بینہ و بینہ فضل سوی الوسالۃ التي اوردھا۔ وجاء مثل ذلك بعينه عن ابيه  
 عن جعفر بن ابی الحسن بن ابی محمد العسكري علیہ السلام۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو درجہ  
 رسالت کے جناب امیر خضر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی  
 وصف زائد نہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر استدلال کیا جاوے  
 اور اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دوسری مدارج صفات جنہیں فضل کلی کا داردار ہے مثلاً کثرت  
 ثواب و قرب من اللہ تعالیٰ وغیرہ میں جناب امیر اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 افضل نہیں تو کم ہی نہیں اور اہمیت مباہلہ و النفسا و النفس کم حسب ادعا رشیدہ خود مستلزم  
 مساوات ہے اور وصف رسالت خود مستلزم فضیلت کو نہیں کیونکہ یہ امر بدیہی ہے کہ  
 فضیلت نبوت رسالت رسل و انبیاء سابقین کے لیے ہی حاصل تھی لیکن باوجود اس کے جناب امیر  
 اونسوی باعتبار دوسری صفات کے افضل ہیں تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضیلت  
 نہیں۔ بلکہ مرتبہ اہمیت مرتبہ رسالت اور خلعت اور کلیمیت و روحانیت سے افضل ہے اور  
 اگر کم اس سے بھی ترقی کرین اور اصول و روایات شیعہ پر جناب امیر کی فضیلت کے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مدعی ہوں تو حجت کیونکہ علاوہ اول فضل کے جو جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتے ہیں جنہیں جناب امیر کو شرکت اور مساوات ہے بہت سے  
 فضائل جناب امیر میں ایسی موجود ہیں جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم محروم ہیں۔ جو شجاعت  
 اور سخاوت اور فصاحت و بلاغت جناب امیر کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہیں  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کلام محمد میں عتاب ہوا اور جناب امیر کی نسبت بخیر محمد کے  
 اور کچھ زائد نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر معاتب معاتب سے افضل ہے۔ ان سب سے  
 امام جعفری رضی اللہ عنہ سے کہیں بوجہ جناب امیر کا مرتبہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ تھا فرمایا بجز رسالت کے  
 جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور کچھ زیادہ تھے نہ تھی۔ ۱۱۔

اصول شیعہ کو ادا کرنا جناب امیر کی فضیلت کے لیے ہے۔

میرے یہ ہیں کہ اگر حسب روایات شیعہ جناب امیر کی افضلیت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نصاً و عا کرین تو ممکن ہی۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تُسَوُّوْنَ الظُّلُمَٰتُ وَالنُّوْرَ  
 حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ نورِ طہمت سے افضل ہے و اشیعہ کی روایت  
 مستحاث ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ طہمت ہیں اور جناب امیر نور ہیں۔ علامہ مجلسی بھی زمین پر انہیں  
 ابن قایوم سے اور وہ امام صادق رض سے روایت کرتا ہے قَالَ السَّوَادُ الَّذِي فِي الْاَقْدَامِ هُوَ هَاجِطٌ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور تفسیر صافی میں بذیل تفسیر آیت قَالَ الَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَغَزَاوَهُ  
وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ لکھا ہے وَالْحَاشِي عَنِ الْبَاقِرِ  
النُّوْرِ عَلَىٰ وَفِي الْكَاغِ عن الصادق ؑ النُّوْرُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ عَلَىٰ وَالْاَمْرُ عِلَاوَهُ اَزِينَ اور بہت  
 ایسی فضائل میں جو جناب امیر کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور ذات باریکات جناب مرو  
 کائنات کے دن سو خالی ہی جنکی تفصیل میں متقل جدا گانہ رسالہ تالیف ہو تو اس  
 معلوم ہوا کہ بروایات شیعہ جناب امیر کا نہ تشر سے بلا استثنا افضل ہیں چنانچہ یہ  
 عا حدیث متواتر المعنی سے جسکو شیخ فقیہ ابو محمد جعفر بن احمد بن علی القمیٰ نے اپنی رسالہ  
 نوادر الاثر لعلی غیر البشر میں جو اس وقت میری رو برو کہلا ہوا لکھا ہے روایت کیا ہے اظہر  
اصح پر حدیثنا ابو محمد بن مومنی التلعکب قال حدثني احمد بن محمد بن سعيد قال حدثني محمد بن  
 عبید عقبہ الکندی قال حدثني عبد الرحمن بن يزيد عن ابيه عن الامام عمن عن  
 عاصم بن عمر عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ علی خیر البشر  
 من شک فیہ فقد کفر۔ لیکن باوجود ان سب امور کے خلیفہ و نائب نبی ہی کہتے ہیں  
 نبی و رسول نہیں کہتے قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں بذیل ذکر محمد بن علی  
 نے نوکہ دہی بابینا اور بابین یا تیرگی اور بابین ۱۱ ص ۱۱۱ ص ۱۱۱ ص ۱۱۱ ص ۱۱۱ ص ۱۱۱ ص ۱۱۱  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۲ ص ۱۳ امام قاسم مری کہ نور حضرت علیؑ میں ۱۳ ص ۱۴ کافی میں امام صادقؑ سے مروی  
 کہ اسبجو نور سے نور حضرت علیؑ اور نہ میں ۱۴ ص ۱۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا علیؑ خیر البشر جو حسینؑ شک کری وہ کا فر ہی ۱۶۔

بن الحسین بن موسیٰ بابویہ القمی لکھتی ہیں۔ زیرا کہ امام قائم مقبلاً نہ ہی است و ربیع امور کو در  
 اسم نبوت و نزول وحی۔ توجب ائمہ خلیفہ و قائم مقام مولیٰ علی الخصوص ایسی نبی کی قائم مقامی  
 جو دین کو جمیع جہات سے مکمل فرما گیا اور کسی قسم کی کمی کو تاقی باقی نہیں چھوڑی تو ایسی نبی کا پہلا  
 نمونہ حضرت نوح علیہ السلام تھا۔ تو وہ اصلی حقیقی ماخذ دین ہرگز نہیں ہو سکتا ہی۔ لیکن با ائمہ  
 چونکہ قرن اول است محمدیہ علیہ الصلوٰات و التسلیات کی قلوب انوار و برکات آفتاب عالم تاب  
 نبوت سے منور ہو گئی اور بیض صحبت سر حلقہ انبیاء سراج اصفیاء سے جو جس رنگ آلودہ  
 کر سیکے کسرت احمد اور کبریا و مہموم معاصی کے لہر تریاق کبیر ہے مجلی و مجلی ہوی اور انکی قلوب  
 میں شمع انوار نبوت نے یہاں تک پر توڑا کہ انکو اس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئیں جو  
 آسمان کو آگ سے بلیا سنگ پارس سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور مدارج امتہ میں محکم امتحان پر کامل  
 العیاء نکل چکے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکو نجوم ہدایت فرما کر امت کو انکے  
 اقتدار کی طرف رغبت دلانی اور انکو ماخذ قرار دیا لیکن نہ ماخذ اولیٰ و اصلی بلکہ ثانوی و فرعی۔  
 اسکی بعد ظاہر ہی کہ دین خداوند جل شانہ جسکا ماخذ و مبلغ اصلی رسول ہر قرن ثانی سے آخر تک  
 اوسکا بلا واسطہ پہنچنا محال ہے تو ایسی ضرور ہوا کہ ہر قرن لاحق اپنے قرن سابق سے دین اخذ  
 کری اس صورت میں ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے حق میں ماخذ دین ہوگا بلکہ ہر ایک  
 استاد اپنی شاگرد کے لئے ماخذ ہوا۔ غرض کہ اولاد بالذات ماخذ دین ذات بابرکات حضرت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً دبا لتبع اصحاب کرام میں جنہیں المہبت ہی شامل  
 ہیں اور ثالثاً دبا لرض ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے لئے ماخذ دین ہے جنہیں محدثین و مجاہدین  
 و مجتہدین و شاکسین و مفتیین و اصحاب رسالت و ارباب رفقات و روات آثار داخل ہیں میں  
 اگر حضرت مجیب کی غرض لفظ ماخذ سے ماخذ اولیٰ و اصلی ہے تو بالکل لغو و غلط ہے کہ شیعہ مہبت کو  
 ماخذ قرار دیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی  
 ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہیں۔ اور اگر ماخذ سی ماخذ بطریق عموم مراد ہی تو اور ہی زیادہ غلط اور

اپنی کتب پر چشم پوشی ہی بلکہ خود اسی قول کے مخالف ہی کیونکہ اس قول کے آخر عبارت سے ظاہر ہی  
 کہ دارا خذین کا عصمت پر ہی اور حسین عصمت نہ پائی جاوے گی وہ خذین ہونی کی صلاحیت و  
 قابلیت نہیں رکھینگا۔ لیکن یہ امر مثل یہ ہی اولیٰ کے منہ سے ہی کہ عصمت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے جو اخذ اول ہیں۔ صحیح و مسلم ہی و بس۔ پہلی کہ بعد تکمیل دین کے کسی شخص کے عصمت  
 ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ کسی فرد کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم رہی۔ اور اگر  
 کسی پر عصمت کی ضرورت ہی تو یہ ضروری کہ تمام اخذ دین نجی کے تہ تک ہی معصوم  
 اور اسامی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی معصوم نہیں ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ  
 علماء شیعہ جو مسائل شرعیہ اہل بیت رض سے نقل کرتے ہیں اکثر ان مسائل میں اہلبیت رض اہل بیت  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے محض نقل و حاکمی ہیں نہ خود ماخذ صلی اور اگر بعض محال اہلبیت رض کی عصمت  
 تسلیم کریں تو اوشی نجی کے درجہ والوں کی نسبت کلام ہی آوردہ بالاتفاق معصوم نہیں ہیں  
 حالانکہ وہ ماخذ دین ہیں۔ پس یہ دعویٰ کہ شیعہ بلکہ ہر عاقل کے نزدیک سوائے معصوم کی اور کوئی  
 ماخذ نہیں ہو سکتا غلط ہوا اور اسکی تخلیط خود معالم الاصول سے وغیرہ کتب اصول سے ہوتی ہے  
 کیونکہ جو اجماعات بعد غیبت کبریٰ امام آخر الزمان کے منعقد ہوئی ہیں معلوم نہیں انکو کوئی  
 معصوم سے اخذ کیا ہی۔ غرض جب روایات مجتہدین وغیرہ ہی ماخذ دین شری کی کہی عدم  
 عصمت ہی مسئلہ نہیں بلکہ انہیں سے بعض کافق و کفر ہی تسلیم ثابت کیا گیا ہی تو اب تو کیا  
 کہ حضرت مجیب کا یہ قول کفر غلط اور خلاف واقع ہوگا اول ہم روایات کا ماخذ دین ہونا ثابت  
 کرتے ہیں بعد اسکی اونکی کفر و فسق سے بحث کریں گی۔ علامہ مجلسی نے بحار میں نقل کیا ہے۔

الکلینی عن اسحاق بن یعقوب قال سالت محمد بن عثمان العمری رحمہ اللہ ان یوصل الی کتب  
 سالت فیہ عن مسائل اشکلت علی فور التوقیع بخط مولانا صاحب الزمان علیہ السلام  
 لکھنی محمد بن یعقوب کہ روایت کرنا ہی اسکی کہانی محمد بن عثمان عمری ہی سوال کیا کہ امام آخر الزمان کی خدمت میں میرا نیاز نہ کر جس میں  
 کچھ مسائل شکوکہ ہیں یہی پہنچا دی (چنانچہ اسکی جواب میں) مولانا صاحب الزمان کا دست خطی فرمان نازل ہوا ہے۔

استیعون کردی کہ اسکی طرف سے پہنچا دیں



وَأَمَّا الْخَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَأَرْجَوُا فِيهَا إِلَى مَوَاقِفٍ حَدِيثًا قَانَهُمْ حُجَّتُهُ عَلَيْكُمْ وَأَمَّا حُجَّتُهُ اللَّهُ -  
 - الخبر - اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ روایت حدیث شیعہ کی اور پرانے کچھ فرسی حجت میں اور ایم  
 غیبیہ میں ہی مآخذ دین ہیں - اب دوسری دعویٰ کا جو کفر و فسق روایت ہے ثبوت لیجائی  
 اگرچہ حضرات شیعہ کی سہا م نص سے + انبیاء تک بھی تو بچا رہے روایت کس شمار میں ہیں  
 لیکن چونکہ یہ موقع بیان محمد و مناقب روایت کا ہی پہلی بیان صرف روایت کی بیان ہے  
 پر اتفاق کیا جاتا ہے - انبیاء کی محمد و مناقب بذیل ذکر اصحاب زبان حضرات شیعہ بیان ہونے لگے  
 اولاً میں اس دعویٰ کی اثبات کی اپنی معارف الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہوں جو  
 خبر واحد کی معمول ہونے کی شرط میں لکھی ہے - الثالث الايمان واشترطه هو المشهور  
بين الاصحاب وحجتهم قوله تعالى ان جاءكم قاصتٌ وحك المحقق عن الشيخ انه اجاز العن  
الفطحي ومن ضارعه بشرط ان لا يكون متما بالكدب محتجاً بان الطائفة علمت بخبر عبد الله  
بكره والسماعة وعلي بن ابي حمزة وعثمان بن عيسى وباروا به بنو فضال والظاهر يرون واجاب  
المحقق رحمه الله باننا لا نعلم الى الان ان الطائفة علمت باخبار هؤلاء والعلامة مع تصحيره بالاشترط  
في المذهب اكثر في الخلاصة من ترجيح قبول روايات فاسدى المذهب اس سے صاف  
وضوح ہے کہ حضرات شیعہ کے روایت کفار و بد مذہب ہی میں سے سچاں اللہ کیا الہیت کے ساتھ  
تسک اور دلائل ہی کہ کفار اور بد مذہبوں کی روایات قبول کرین اور ان کو ترجیح دین - بیشک کفار  
طحا (اس میں کہہ رہا تھا) کہ حوادث واقعات ہماری حدیث کی روایت کیوں درج کر دینا کہ وہ ہم پر ہی حجت ہیں اور دین کی حجت ہے  
تیسری شرط بیان ہے کہ روایان کا شرط ہونا اصحاب میں شہور ہے بدلیل قول قائلے ان جاءكم فاسق فمحقق نے شیخ سے  
نقل کیا ہے کہ شیخ نے فطحية اردن جسی (میں نے خبر پر شرط کیا ہے جو کہے ساتھ متہم ہوں کہ اس میں سے جو جائز کہا ہے کہ کفار و  
عبد اللہ بن مسعود علی بن ابی حمزہ اور عثمان بن عیسیٰ کی خبروں پر اردن عربوں نے بنو فضال و ظاہر ہے کہ روایت کیا ہے جس میں جائز کہا ہے  
محقق نے اس کا جواب دیا کہ اب تک ہم نہیں جانتے کہ کفار نے ان کو کوئی خبروں میں کس کا یہ وہاں طور سے یاد جو دیکر ایمان کے شرط ہو  
 تہذیب میں تصریح کی ہے تاہم خلاصہ میں بد مذہبوں کی روایات قبول کرنے کو بہت ترجیح دی ہے - ۱۱۵ -

شیخ کا بیان ظاہر ہے کہ روایت کی بد مذہبوں کی





قلیروزن فقال لو كان معنطبق لاذن فجاو كلب فشخر في وجرا إلى بصير قال اف  
 اف ما هذا قال جليس هذا كلب شخر في وجهك كلها عن الارغام تعجب به ہی کہ یہی  
 حضرت نجباء اللہ اور منار اللہ تھے اور یہ بزرگواران ائمہ کے خواص خاصین تھے علیہ السلام  
 روضۃ المتقین میں ائمہ سے نقل کیا ہے بشر المحبین بالحنیۃ یزید بن معویۃ العجلی والبصیر  
 لیس بن البختری ومحمد بن مسلم ووزارة اربعة نجباء الله وامناء الله على حلاله و  
 سائرهم لا يهولوا ولا تقطعت اثار النبوة اساس الاصول من لکھا ہی وقد ذکرہم الشیخ الثقف  
 الجلیل الصدوق ابو عمر الکشی فی کتابہ فقال جمعت العصایۃ علی تصدیق هؤلاء الاولین  
 من اصحاب ابی جعفر واصحاب ابی عبد الله والقاء والهم بالثقة فقالوا فقدا الاولین  
 وزارة ومعروف بن جریوبی ویرید والبصیر الاسدی - الی ان قال - وقال بعضهم مکان  
 ابی بصیر الاسدی والبصیر المرادی - عن محمد بن عبد الله المسمع عن علی بن  
 عن محمد بنان عن داود بن سرحان قال سمعت ابا عبد الله يقول انی لاحدث الرجل  
 بحديث وانها عن القياس فيخرج من عندي فيتا ولي حديثي على غير ما ويلة انی امرت  
 قوما ان يكلموا في بيت قوما فكل يتاول لنفسه يريد المعصية لله وليس له فلو سمعوا واطاعوا

علی اور کوردا کی نبوی کہنی لگا اگر کلمہ ہو ساتھ بیانی ہو تو پھر روای کی ہو جائیں ایک کن آیا اور پھر پھر پھر پھر کیا ابوبصیر کہنی لگا ہون ہون  
 کیا ہی کہنی لگا کہنی غیری نہ ہون دیا ہی اسے اور تو کہو جو یرید بن جریوبی البصیر لیس بن البختری ومحمد بن مسلم ووزارة اربعة نجباء الله وامناء الله على حلاله و  
 ائمہ کے گزیدہ و حکام امت دارو کی حال و درجہ پر گاہید ہوتی تو بزرگواران ائمہ سے نقل کیا ہے بشر المحبین بالحنیۃ یزید بن معویۃ العجلی والبصیر  
 کہ صاحب ابوجعفر اور اصحاب ابوعبد الله میں سے ہون کی تصدیق ہوتی اور انکی تفسیر ہو کہ تسلیم کیا اور کہا کہ شیعہ خاص پہلو میں سے زاید تھیں  
 زراہ و معروف بن جریوبی اسدی ابوبصیر اسدی کہی لگا ہی اسے داود بن سرحان سے مروی ہے کہ ائمہ  
 ابوبہ اللہ فرماتے تھے کہ انان شخص کہ میں جہت سنا ہوں اور قیاس سے اسکو روک دیا ہوں پھر میری پاس سے نکلتا ہی پھر میری  
 تائید کرتا ہی جو کہی تاہن میں ہی ایک کہ کہ وہ کلام لنگو کی عبارت ہی اور ایک کہ کہ وہ اس سے روک دیا پھر کہ زین نے اپنی جہت نقل  
 موافق تائید کی اور اسکو لکھا کہ فرما کہ اگر یہ (کہی) مسکرا دے کرتے۔

لاودعتهم ما اودع الی اصحابہ ان اصحاب الی کا نوازیماً احیاء و امواتاً اعنی زدارۃ و محمد  
بن مسلم و منهم لیث المرادی و بريد العجلی ہولاء قوامون بالقسط ہولاء قوالون بالصدق  
و ہولاء السابِقون السابِقون اولئک المقربون - علاوہ انہیں طرفہ تماشا یہی کہ ابتداً ایم غیبت  
امامین سلسلہ سفارت و خط و کتابت جاری رہی جو حضرات امامیہ کا خدوین ہوا وہی شیعیان پاک نے عرض کیا کہ  
امام کجیہت میں یہی پیدا ہوا دہرے کسی سفیر کے وسیلہ سے جواب گیا اور سب سے زیادہ عجیب غریب یہی کہ حضرت  
طرفہ رقعات کو نہایت سلسلہ سند روایت کے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی ہیں اس اصول میں نقل کیا ہے۔  
الحامس منها ان الشيخ الصدوق قال في القصص بعد نقل توقيع هذا التوقيع عندي بخط

ابی محمد الحسن بن علی وفي كتاب محمد بن يعقوب الكليني روايته خلاف ذلك التوقيع  
عن الصادق ؑ ثم قال است افتي بهذا الحديث مشيراً الى ما رواه محمد بن يعقوب الكليني  
عن الصادق ؑ بل افتي بما عندي بخط الحسن بن علي - تو اس صورت میں ناخذ اصل یعنی پختہ  
اہلبیت کو قرار دینا سر غفلت اور ساحت ہوا ان شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ و انابت کے  
اصلی ہونے کی متعلق مختصر گزارش ہو کہ اسکا فیصلہ پہلے ہی آپ کی قاضی نور اللہ شوشتری صاحب  
مجالس المؤمنین میں اور علامہ مجلسی بجا رہیں علی شیخ الشائخ سے فرما چکی ہیں۔ قاضی صاحب  
بنو حنیفہ کے ذکر میں لکھتی ہیں۔ مخفی نماز کہ وجوب حسن ظن بجا رہے تعالیٰ و انبیاء و اوصیاء  
موصوین بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است انا بغیر ایشان کہ جائز نہ تھا بائند منع است علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں

۱۔ تو جو کچھ میرے باپ نے اپنے پیارے لڑکے کو سونپا ہے میں ہی لگوں دنیا سیری باپ کے ہاتھوں اور نہ کسی اور پرستی یہی ہے یعنی  
اور محمد بن مسلم روایت فرمادی اور بریدہ عجلی یہ لوگ انصاف برپا رکھتی و انہایت سچ بولنی والے ۱۲۔ ہاتھوں میں یہ کہ شیخ  
صدوق نے قصہ میں بعد نقل ایک فرمان کے کہا کہ یہ فرمان میرے پاس امام محمد کا دستخطی موجود ہے اور کلینی نے امام  
صادق سے فرمان کے خلاف روایت کی ہے یہ کہتا ہے۔ کہ میں کلینی کے اس حدیث پر فتویٰ نہیں  
دیتا بلکہ امام کا دستخطی فرمان جو میرے پاس موجود ہے اس پر فتوے

عن ابن عامر عن معمر بن محمد عن محمد بن جمهور القمي باسناد صحيح قال قال رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم الى الله لصاحب بدعة بالتوبة قيل يا رسول الله وكيف ذلك  
 قال انشرب قلبه حبها۔ اور ان روایات سے یہی ثابت ہے کہ یہ حالات ان حضرات کے وقت  
 مصاحبت النبی کے تھے اور انکی آمد و رفت محض بغرض طمع نفسانی و ہوا پرستی و تخریب دین بتین تھی  
 تو ایسی شخصوں کے لیے توبہ و انابت کا قائل ہونا اور انکی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضروری تو یہ  
 ایسی لوگوں کو ماخذ دین قرار دینا اور یہر المہیت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات شیعہ کے  
 ہی جرات ہے اور زیادہ تتبع سے تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ شہادت امام معصوم خارج  
 و نواصب کی روایات کا بھی رد کرنا جائز نہیں مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 بحکالانوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہیں امام صادقؑ نے فرمایا۔ لا تکذبوا  
 بحديث انا کوہرہ مجھے ولا قدری ولا خاریجی نسبہ الیہا فانکم لا تدرہون  
 لعل شیء من الحق فتکذبوا علی اللہ عز وجل فوق عرشہ۔ اس سے صاف ثابت ہے  
 کہ نواصب شام و خارج نہروان جو ائمہ سے روایات کرین اور انکا بھی رد کرنا جائز نہیں ہے  
 تو جب روایات ہی ماخذ دین ہوتی تو اس صورت میں صرف المہیت کو ماخذ دین کہنا اور  
 یہ کہنا کہ عاقل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرے کوئی شخص ماخذ دین نہیں ہو سکتا۔  
 سرسردامیات اور خرافات ہی۔ یہاں اب ہکو اپنی فاسل مخیط کے دیانت و انصاف پر  
 کمال افوس ہے کہ اس قول میں اپنا ماخذ دین تو صرف عمرت طاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ بعد  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میں کل اصول و فروع الہ بیت طاہرین ہی ہو جب حدیث  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ جنتی کی توبہ انکار فرمایا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکی کیا  
 وجہ ہے فرمایا کہ اسکی محبت چر گئی ہے۔ ۱۲۔ کوئی رجی یا قدری یا خارجی تمہاری پنا  
 کوئی حدیث لاوی اور ہماری طرف نسبت کری تو تم اسکو مست چشمہ بنو کبر کہہ کر تم نہیں جانتی شاید وہ حق سے  
 اور تم خدا کی تکذیب کر داکر عیش پر۔ ۱۳۔



بلکہ کڑے اور چنگل مارنے کو ہیں۔ اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہیں۔ تو اب ہنی قوانین میں تامل کیا تو قوانین ہی میں سلوم ہوا کہ حدیث ثقلین میں لفظ ترک کے معنی اتباع کے بھی عزت نہیں ہو سکتی بلکہ معنی دلا راجحت کے ہیں چنانچہ حسب تحقیق علامہ شیعہ الامودہ فی القربا کا مدلول ہے کیونکہ اولاً تسک کے معنی اتباع معنی مجازی ہیں اور ظاہری کہ صیورت الی الجواز بلا قورینہ صافہ جائزہ نہیں۔ اگرچہ معنی محبت کے ہی اس اعتبار سے مجاز ہیں لیکن چونکہ اسکا کوئی معارض نہیں اور قورینہ صحت عسوم موید ہی پہلی وہ صحیح ہوئی۔ ثانیاً حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں لفظ عزت اور اہمیت واقع ہوا ہے۔ اور عزت کے معنی حضرات شیعہ کچھ ہی کیوں نہ اختیار کریں باہمت بار اتباع کے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور عزت علی الاطلاق غیر معصوم ہے تو حسب مذاق شیعہ امامیہ عسوم اور حضرت نجیب خصوصاً محال ہے۔ کہ عسوم غیر معصوم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائی۔ اور اگر عزت و اہمیت سے مراد صرف جناب ائمہ حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم ہیں تو باقی ائمہ تسعہ خارج ہو گئی اور اگر مراد صرف دوازہ ائمہ ہیں تو قطع نظر اس سے کہ اس تحقیق پر کوئی قورینہ قائم نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عسوم خارج ہو جائیگی۔ غرض کہ اگر زید شہید و اسماعیل حسن بٹنی وغیرہ اولاد ائمہ عزت میں داخل ہیں تو ان احادیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل و خلاف مذہب ہے اور اگر یہ عزت سے خارج ہیں تو یہ ائمہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ نہ لنگاہہ امیر یہی ہے کہ خبریت یا قرابت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع میں کچھ داخل نہیں ہے بلکہ عریج دار مدار اتباع اس پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور عسوم سے استفادہ حاصل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جب قدر عزت گذرتی چلے آئی ہی صدہ اوّلین سے ایسی ہیں جنکو حضرات شیعہ کافر و فاسق سمجھتی ہیں اور ظاہری کو تسک کی علت اچھبہ جزئیت اور عزت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقضی و وجب اتباع بلکہ جواز اتباع کو ہوتی تو یہ تسک کو اتباع پر محمول کرنا بعید از عقل ہے۔ راجعاً ثقلین کتاب اللہ اور عزت علی



اور انکی نسبت احمد ہما اعظم من الاخر اٹھا دی اور حضرت مجیب ہی فرماتے ہیں کہ عترت کا حکم خدا کے  
 حکم پر مبنی ہے تو جس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اسکو عترت کا اتباع حاصل ہو گیا تو اس کو تین  
 شک کے معنی اتباع لینا عترت کی لیے محض تاکید ہے اور ظاہری کہ مناسط عدم ضلالت جیسا  
 اتباع سی ویسا ہی محبت اور دلا پر محبت اور دلا پر حمل کرنا تائیس موگا اور تائیس پر حمل کرنا  
 باعث بار تاکید کی انتہا دو لے ہے۔ خلاصہ۔ عترت میں سے واجب الاتباع صرف امام  
 زمان ہوتا ہے اور باقی سب تابع ہوتی ہیں اگر شک ہے مراد یہاں اتباع ہونا تو صرف امام کے  
 شک و اتباع کو ذکر کیا جاتا نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا  
 سب کو امام بنانا ہے۔ تو اس وجہ سے شک کے معنی ہے جگہ اتباع جائز نہیں۔ ان دو محبت  
 باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لیے حاصل ہے تو اس سے صاف  
 سمجھ سکتی ہیں کہ جگہ تک بمعنی دلا و محبت ہے۔ سادہ۔ اگر شک اور رکوب سفینہ بمعنی  
 اتباع ہو تو یہ فرق شیعہ زیدیہ و اسماعیلیہ و فطیمیہ و ناسبہ و کسانہ وغیرہ جو بزم خود و متشک  
 بر تقی ہیں اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہیں وہ بھی ناجی اور اہل حق ہوں وہو  
 خلاف اصول الشیعہ۔ باقی رہا کتاب کے نسبت سوا و سکی نسبت لفظ شک کے معنی بجز اتباع  
 ممکن نہیں۔ ان معنی اتباع ہی ماخوذ ہو گئی۔ لیکن حدیث بخوم میں کہ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا  
 اصحابی کا لفظ یا ایہم قدیم الہدیٰ تم صریح افتدرا بالاصحاب کو ہے اور ہر ایک کے اقتدار کو ائیدار فرمایا  
 اسکی سنی میں راہ تاویل ہی مذکور ہے۔ تو کس طرح کا تعارض حدیث بخوم میں اور حدیث سفینہ  
 و تقی میں نہیں ہے کیونکہ حدیث بخوم عموماً اصحاب کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے اور حدیث  
 سفینہ و تقی عموماً عترت کے وجوب محبت اور دلا پر دلالت کرتے ہیں مولوی نور الدین <sup>حقیق</sup>  
 کی خوش فہمی تھی کہ دونو حدیثوں میں تعارض سمجھ کر غلطان و پچان ہوئی۔ اور ائمہ میں سے جو  
 زمرہ اصحاب میں معدود ہیں انکی اتباع پر حدیث بخوم دلالت کرتے ہیں اور باقی  
 ائمہ رضا کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ تو اس حدیث سے کل اصحاب کو امام

بفضلہ تعالیٰ عدل اور ناسی ہونا ہی نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ اذکار مقتدا اور عادی ہونا ہی ثابت ہو گیا۔ پس اس تمام گزارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین و ایمان لعنہ علیہم ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اورارقین میں نہ ملے گی۔ طاہرین۔ اور اہل سنت کے ماخذ دین و ایمان اصحاب کرام نجوم الہدی علی سنان الہدیہ اور عترت طاہرین میں۔ و بحمد اللہ علی ذلک۔ قوۃ المعتمد اگر مبنی اختلاف کشیدہ کا یہی سلسلہ ہوتا تو صاحب تحفہ جنون نے ایک کتاب ضخیم اس باب میں لکھی۔ اور اگرچہ اسکی لکھنی میں اوکو چند ان وقت نہیں ہوئی صرف صواتع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی باب خاص اس سلسلہ میں لکھتی حالانکہ کوئی باب تفصیل صحابہ میں نہیں لکھا۔ اقول اگر ہماری محیب بنیب کو اس باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند منظوری تو لیجئے مثنوی الکلام میں خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال نقل کیا ہے جو در باب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا اور جو کچھ اوسکا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ ہی نقل ہے اوسمیں سے ملے قضا عرض کرتا ہوں اوس سے آپ دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف مذہبین کا کیا ہے۔ اسی بزرگوار دل نبائی ہر مذہبی دریافت کن و کتابی ہر فریق را یکسو گزار دو طاق نہ چون بر بنیادی پر کی واقف شومی آن بہا را بر آیات قرانی مطابق کن و بنیادی ہر کدام مذہب کہ محکم در اسخ بینی آنرا مذہب حق دہستہ کتابہائے آہنا میخوان و بعد از آن و بنا پر مذہبی کہ باطل یا بجے کتابہائی آنرا دسا و اس شیطان دہستہ در آب اندازد و گر دان گردد و آنہا را پارہ پارہ کن و یقین دان کہ آن مذہب اہلبیت نہایت بلکہ مذہب شیطان است۔ پس بدانکہ بنا بر مذہب اہلبیت بر ایمان و تقوی و صلاح و راستی البویکہ و غم و غم و غم و غم و غیر ایشان از مہاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین است صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر ہر کس بودند و ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و نماز

حیات شریف ہمیشہ در نصرت و حمایت او بود و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل و انصاف و راستی گردید و خدمت الہیبت و محبت انہا بجا آوردند و المیزین علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ با نہا نشست و برخاست نموده و ہمراہ انہا با کفار جہاد کردہ و دور پس انہا نماز خواندہ و ہمیشہ با نہا صحبت و کشتہ و بعد وفات انہا در حق انہا دعائی بخیر نموده و بسیار مدح و مناقب انہا بیان نموده و دنیا و مذہب شیعیہ بر کفر و نفاق خلفائے ثلثہ و غیر ہم ہزاران صحابہ سید ابراہیم است کہ اینہا میگویند کہ ہمہ انہا ایمان بہ نفاق آوردہ بودند و ہجرت ہم برای ریاست و طمع دنیا کردہ بودند و ہمہ جہاد و عبادت انہا برای ریای بود و نہ برای خدا و بعد وفات آنحضرت صلعم الہیبت او انداز سانیدہ و در ترضی علی را یاری نکردند و حق او را بزرگرفتند و متابعت و نماز علی رضا ہمراہ انہا نہا بر خوف و تقیہ بود حتی کہ علی رضا دختر ظاہر خود را در نکاح عمر رضا برای تقیہ داد و نام پسران خود ابو بکر رضا و عثمان رضا و عمر رضا برای تقیہ نهاد۔ الی آخر ما قال بلفظہ شریف۔ اور تحفہ میں باب فضائل صحابہ رفتہ کہ نسبت انکار باہن معنی درست سہمی کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہیں کیا۔ لیکن اسکو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے براہل عبید ہی کیونکہ باب امامت کا دائرہ ابراہیم کی فضیلت صحابہ پر ہی۔ باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مرو نہیں تو اور کیا ہی باب تو لاوتبر کا مبنی بحر فضائل صحابہ کے اور کچھ نہیں۔ معہذا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تکمیل تحفہ کے ایک باب تفضیل حدیث گانہ تالیف فرمایا اودہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوا میں نے خود اسکا مطالعہ کیا ہی اور اب بھی بعض احباب کے پاس موجود ہے۔ باقی رہا یہ ارشاد کہ صرف صواعق کا ترجمہ پر کرنا پڑ اسی حضرت مجیب کے کمال انصاف اور نہایت واقفیت کی دلیل ہے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ صواعق کو دیکھتے تو ہرگز یہ کلمہ منہ سے نہ نکالتے آپ بی تحقیق جو بی خبرین سنی سنائی بمقابلہ خصم لکھ کر ناحق خفیف ہوتی ہیں اسی حضرت تحفہ اور صواعق دو نوبندہ کے پاس موجود ہیں اگر آپ کا دل چاہی تو اپنی

اس قول کی صدق و کذب کو دیکھ لیجی یہی مانا کہ صواب سے ہی اس میں کیا ہی لیکن یہ کہنا کہ صرف صواب کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہی بالکل غلط ہے اور اگر بالفرض صواب کا ہی ترجمہ ہو تو اس میں کیا عیب ہے اور کونسا طعن ہے۔ اولاً وہ نہوں نے تحفہ اپنی نام کی طرف منسوب نہیں فرمایا ہے۔ ثانیاً جو کچھ لیا ہے اس میں مذہب سے ہی اخذ کیا ہے کسی یہودی یا نصرانی یا شیعہ یا خارجی سے تو نہیں لیا جو سب یہ محل طعن ہوتا۔ قول غفار ثلثہ کے افضلیت کا جواب اعتقاد رکھتی ہیں تحفہ کے بانی ہم میں ہی بحث میں وہ فرماتے ہیں دو افضلیت ہم گنجائش بحث بسیارست وہ تو اس باب میں مشکاک اور متروکین اور اکابر اہل سنت سے ہیں۔ اقول انہوں نے اس عبارت کو سمجھنی میں ہی اپنے خطا کی۔ مشکاک اور متروک ہونی پر کونسا لفظ دلالت کرتا ہے کیا بحث کی گنجائش ہو یا مشکاک متروک متذہب ہی حاشا و کلام۔ صد ہا مسائل فقہیہ و اصولیہ و کلامیہ حضرات شیعہ کے یہاں ایسی ہیں جن میں گنجائش بحث بہت ہے بلکہ باہم اختلاف و جدال ہے کیا حضرات ان سب میں مشکاک و متروکین جناب امیر کی افضلیت انبیاء سے کفر محل بحث و گفتگو ہی خود مسئلہ امامت اور اس کی اصول میں بحث میں بہت کچھ قیل و قال ہے مسئلہ جعت جسکو قیامت صغری کہتی ہیں اور مسئلہ غیبت امام زمانہ جو اہمات مسائل سے ہیں اور جن میں حضرات متروکین باوجود کیا اہمات مسائل سے ہیں۔ ان میں گنجائش بحث جس قدر ہی عقل پر مخفی نہیں۔ جب کوئی دلیل عقلی و نقلی ہم پر پونجی تو یہاں تک مجبور ہونی کہ مسئلہ غیبت میں یہ کہہ دیا کہ و انما ہولہ کما استاثرا اللہ تعالیٰ باوجودیکہ یہ معتقدات کہ دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہیں اور حضرات محض تقلید سلف الکی معتقد ہیں کیا آپ انکی نسبت یہ کہہ سکتی ہیں کہ حضرات شیعہ اپنی ارجحانہ میں مشکاک و متروک ہیں۔ پس گنجائش بحث کا ہونا کی طرح متذہب مشکاک و متروک نہیں ہے۔ یہ صرف حضرت کی خوش فہمی سے و بس۔ علاوہ اذین اگر کوئی شخص اکابر تمام معتقدات و الہیات و نبوت وغیرہ کا انکار کر کے آپ سے ثبوت طلب کرے

اسلام کے اختلافی دو چہرے سبب پوشیدہ حکمتوں کے ہیں جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے ہی علم میں رکھا ہے۔ دوسرے

اس پر مطلع نہیں فرمادیا۔ ۱۲۔

تو شکل رُجائی اور طول طویل بحث کے نوبت آئی حالانکہ یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ اپنی معتقد تائید  
 مشکوک و متروکین قوالی پر حال۔ اب ہم یہ دیکھتی ہیں کہ یہ اعتقاد اہل سنت کا  
 مدلل بدلہ عقلیہ و نقلیہ خود یقینی ہے یا محض قلبیہ و سلفیہ ہے۔ اس میں  
 کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہیں چنانچہ نظر اختصار ایک دو قول ان حضرات کے نقل میں  
 موافق قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۱۶ میں یہ عبارت لکھی ہے واعلم ان مسئلہ  
 الافضلیۃ لا مطمع فیہا فی الجزم والیقین ولیست مسئلہ متعلق بہا عمل فتکف فیہا بالظن  
 والنصوص المذکورۃ من لطرفین بعد تعرضہا لا یفید القطع علی ما لا یخفی علی منصف لکنا  
 وجدہ السلف قالوا بان الافضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحن قلنا ہم یقضی  
 بانہم لولم یعرفوا ذلک لما طبقوا علیہ فوجب علینا اتباعہم فی ذلک۔ خلاصہ اس کا یہ ہی  
 کہ مسئلہ تفضیل قطعی یقینی نہیں ہی بلکہ غرضی ہے اور سلف کیا یا ہم ہی کہ کہتے ہیں افضل ابو بکر  
 بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں۔ نقل عن مجمع البحرین۔ شرح عقاید نسفی میں بعد تفضیل  
 علی ترتیب خلافت لکھا ہی علی ہذا وجہنا السلف والظاهر انہ لولم یکن لہم دلیل علی ذلک لما حکموا علیہ  
 اور ہمارے اقوال ہی اسی قسم کو ہیں۔ اقول۔ چونکہ احب گاہ ہمارے محبیب لبیب کو فہم  
 مطلب عبارت موافق میں خطا ہوئی اسی لیے اولاً ضروری ہے کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے  
 اور بعد اس کی جواب کے تقریر کی جائے پس صریح ہو کہ موافق نے شروع اس بحث میں  
 دلائل فضیلت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیں اور بعد اس کی حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ کی فضیلت کے دلائل ذکر کیں علی شیعہ ان کی فضیلت کو اثبات میں تقریر کرتے ہیں۔ بعد اس کی حسباً  
 ان کا جواب دیکر یہ عبارت مذکورہ لکھی جس کا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ فضیلت (حب مذاق نہیں)  
 جزمی اور یقینی نہیں کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لیے یا تو کوئی دلیل عقلی  
 جو مقدمات حتمہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ فضیلت  
 جس کا ذکر کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقربیت الی اللہ پر ہے امر معقول نہیں چنانچہ

یہ عبارت صحیح ہے اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہے

اجماع اہل سنت و جماعت ہے

سابقہ شہادت علم الہدی امامیہ بیان ہو چکا ہے۔ یا نص قرآنی ہو جو عبارت النص  
 اوسکو مثبت ہو وہ ہی نہیں ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ ہی مفقود۔  
 احادیث احاد جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہیں  
 تو اصل کلام کے طرز پر اس مسئلہ کا ثبوت یقینی نہوا۔ لیکن ہمارے عجیب اس سے یہ ہے کہ  
 کہ یہ مسئلہ کی طرح یقینی نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اسکی آگے ہی صاحب مواقف نے  
 بطور استدراک دفع توہم کے یہ فرمایا۔ لیکن ہم نے سلف کو پایا کہ وہ فضیلت بہ ترتیب  
 خلافت کہتی تھی اور جن ظن حاکم ہے اگر انکی پاس کوئی دلیل نہوتی تو اس پر متفق نہوتے  
 اور اجماع نہ کرتے تو ہم پر انکی پیروی واجب ہوتی۔ یہ عبارت صراحتہ اس امر پر دل ہے  
 کہ مسئلہ فضیلت صاحب مواقف کے نزدیک اجماعی ہے اور اسکی نزدیک اجماع ہر واقعہ  
 کہ فضیلت بہ ترتیب خلافت پر اگر باہم تختیں کے فضیلت پر اجماع نہوتے تھیں کی فضیلت  
 تو قطعاً اجماعی ہے۔ اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہوتی تاہم باتفاق شیعہ  
 و اہل سنت اصولیین اور فقہاء وغیرہ کی نزدیک حجت ہے جمال الدین ابے منصور حسن بن ابی  
 بن علی بن اسمعیل دثانی شیعہ معالم الاصول میں مکان اور وقوع اور حجیت اجماع  
 کی تحریر فرماتے ہیں۔ ونحن لما ثبت عندنا بالادلة العقلية والمقلية كما حقق  
 مستقصی فی کتب اصحابنا الکلامیۃ ان زمان التكليف لا یخلو عن امام معصوم  
 حافظ للشرع تجب الرجوع الی قوله فیہ فتی اجتمعت الامۃ علی قول کان دخیلاً  
 فی حملہ لانہ سیدھا والخفاء مامون علیہ فیکون ذلک الاجماع حجتہ۔ اس  
 صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجیت ہے۔ اور امام معصوم کے شمول کے  
 لئے اور جب ہر نزدیک دلائل عقلیہ و شرعیہ ثابت ہو چکا ہے ہمارے اصحاب کے کتب کلاسیہ میں مفصل ذکر ہے کہ امام معصوم کجاں شرع  
 جسکی قول کی طرف رجوع ہوگی زمانہ تکلیف کا خالی نہیں رہتا پس جب کسی قول پر امت جمع ہو جائیگی امام کا قول ہی  
 اوس میں شامل ہوگا کیونکہ کلام کا سرکار ہی اوستا کا اور سرخوف نہیں تو یہ اجماع حجت ہوگا۔ ۱۰۰۔

نسبت جو کچھ فرمایا ہے یہ محض ایک لغوات ہوا امام کا شمول اس میں خود قطعی نہیں ہا  
 کیونکہ اس کو قطعیت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ اجماع کے ساتھ قول امام کے انضمام پر اگر کوئی  
 دلیل خارجی مثل وجود امام بنیاداً وجدان قول عید اور تواتر نقل کے دال ہو تو اجماع کا  
 نام لیتا ہی لغو اور بیفائدہ ہے کیونکہ اس وقت معتبر اور حجت قول امام ہی نہ اجماع اور اگر یہی  
 اجماع قول امام پر دال ہے تو مغلطہ اور محتمل پر بنا بر اجماع ہے اور محض اثبات پر مذہب کی  
 بنیاد قائم کی ہے۔ اور ظاہر جب مذہب شیعہ شنائی ہی کیونکہ صاحب معالم آگے بڑھ کر  
 لکھتے ہیں ولا یخفى ان فائدة الاجماع تقدم عندنا اذا علم الاصلام بعینه نعم متصلاً  
 وجوہاً حیث لا یعلم بعینه ولكن یعلم کونه فی جملة المجتمعين ولا ید فی  
 ذلك من وجود من لا یعلم اصله ونسبہ فی جملة تهم اذ مع علم اصل الكل نسیم  
 یقطع بخروجه عنهم۔ اب آپ بغور ملاحظہ فرمادیں کہ یہ اجماع جمہیں وجود امام اور اس کی قول کے  
 دخول کے بنا محض تخذلات و توہمات پر باندہ رکھی ہے حجت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایام  
 غیبت کے میں بن امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی باطنی قائم ہے اور نہ اس کی قول کے دخول پر  
 کوئی حجت ہو تو ایسا عجیب و غریب اجماع حضرات شیعہ کے ہے نزدیک حجت ہو سکتا ہے  
 اگرچہ ہجرت کی بہت گنجائش ہے لیکن بخوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہوں اس  
 ہموکیا بحث آپ جانے اور آپ کی شہید ثانی اور آپ کا اجماع صرف مقصود یہ ہے  
 کہ اجماع اہل شیعہ کے نزدیک حجت ہو اور وہ کیسا ہی کچھ ہی حضرت شہید ثانی  
 کی کلام سے حجت ہونا اور کثابت ہو گیا۔ اہل سنت کے نزدیک سن لجنہ حضرت ثانی  
 ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع میں تفسیر فرماتے تھے۔  
 اسے اور پوشیدہ نہیں کہ جب بعینہ امام کا وجود معلوم ہوتا تو اجماع کا فائدہ نہ ہو سکتا ان اور کا وجود اس کے تصور پر ہجرت امام  
 معلوم نہ ہو سکتا تھا بل اجماع کے اسکا ہونا معلوم ہوا اور اس کی یہی لوگوں کا ہونا ضروری جنکی اصل نسب کی اطلاع ہو  
 پہنچی کہ اگر کب اصل نسب کی اطلاع ہوگی تو امام کا اصل اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہوگا۔ ۱۲۔

باید دانست کہ مذہب حق را شاخ و برگ شدہ مساعیہم متابعت صحابہ و تابعین بآن وقتہ اند  
 تفضیل حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق است بغیر ایشان از صحابہ چہ علی رضی و چہ تنہا  
 رضی اندہ عنہم اجمعین و از عجائب امور است کہ این سلسلہ در زمان سلف از اجلی بدیہیات  
 کہ هیچ عاقلی در آن شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ تتبع آثار صحابہ و تابعین شیمہ ایشان نباشد و دیگر  
 جسکہ ہر کتابی تخریر فرماتے مین - سادہ اجماع کہ اصل ثالث قرار دادہ اند از اصول اربعہ  
 با وجودیکہ اجماع منعقد نمی شود الا بعد قیام دلیل از کتاب و سنت و قیاس برای فی دو فائدہ است  
 یکی آنکہ سبب اجماع سلسلہ قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی  
 اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون محققین پسند اجماع کردند ماخذ را از فراموش  
 میسازند و دو احمیہ نقل ماخذ را تر میگرد و بجهت کفایت اجماع ازان بلند در اکثر مسائل جماعیہ ماخذ آنها  
 چنانکہ می باید می شناید منقول نیست - بر حکم ہمہ الامامی اگر جمیع علیہ علف کاہی بگذرانند سلف مین  
 بدیہیات سری تو بہ کہنا کہ مطلق اسیر کوئی دلیل قائم نہیں اگر جمیع وجوہ ظنی ہے غلط ہو معند  
 سنا کہ ہمہ سلفی ہر دور کوئی دلیل عقلی نقلی یقینی اسکی اثبات بر قائم نہیں تا ہم ہر محیب کو باعتبار  
 مذہب کی اعتراض کی گنجایش نہیں کیونکہ حضرت مجیب کے مذہب مین اصول و فروع دین اخبار و احادیث و غنیات  
 سہ ثابت ہو سکتی مین یحیی مین عالم الاصول استدلال و تحقیق - خبر واحد و قولین وغنیہ للعلم خالی ہوا اسکی بحث  
 مین بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل و دلیل جمعیت خبر واحد مین کہتی مین - قال العلامة فی النہایہ  
 اما الامامیۃ فالاحبار یون منہم لم یعولوا فی اصول الدین و فروعہ الا علی اخبار الاحادیث  
 المرویۃ عن الائمۃ و الاصولیون منہم کابی جعفر الطوسی و غیرہ واقفوا علی قول خبر الواحد  
 و لم ینکرہ سوی المرتضی استابعہ لشبہۃ قد حصلت لہم ادراک سہ کچھ اگی چلکہ کہتے مین  
 علامہ نے بتایہ مین کہا ہوا امیر محمد شین نے اصول و فروع دین مین اخبار و احادیث ہے اعتقاد کیا ہے جو امیر سہ سہ مین  
 اور اصولیین نے مثل ابی جعفر طوسی وغیرہ کی خبر واحد کی قبول کرنے مین از کی موافقت کی ہوا در سہ مرتضی اور اسکی  
 اینک گنہ گری اسکا انکار نہیں کیا کیونکہ اسکو ایک مشید پر لکھا ہوا - ۱۱ -

محققین جو کہ خبر واحد کو ثابت ہوا مین



وواقفوناً من اهل الخلاف احتجوا بمثل هذه الطريقة ايضا فقالوا ان الصحابة  
والتابعين اجمعوا على ذلك بدليل ما نقل عنهم من الاستدلال بخبر الواحد وعلمهم  
في القاطع المختلف التي لا تكاد تحصى وقد تكلمنا ذلك مرة بعد اخرى وشاع وذاع بينهم  
ان ينكر عليهم حد ولا لنقل وذلك يوجب العلم العادي باتفاقهم كالقول الصحيح - تو اس میں سے  
ثابت ہوا کہ فضیلت پر اگر دلائل ظنیہ یا اخبار احادیثی قائم ہوں - تاہم ساری محبت کو  
گنجائش اقراض نہیں حالانکہ اسپر دلیل قطعی سلف یقین قائم ہے اور یہ حال جو اوپر مذکور  
ہوا اس جزو احد کا ہی جو خالی عن القرائن ہو - چنانچہ شروع بحث معاملہ میں لکھا ہی  
اور اگر جزو احد کے ساتھ قرائن مفید یقین بحق و منضم ہوں وہ خود قطعی حجت ہی چنانچہ  
یہ بھی اوستی الم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس سلسلہ فضیلت میں قطع نظر  
اجماع سے کیجاوے تو قرائن خارجیہ بھی مثل اجماع دینی العبادۃ اور جہاد فی اللہ  
اور کتب اعداء اللہ کفار و مرتدین اور فتح بلدان اور اشاعت اسلام اور عدل و داد و بیعت و شہادت  
اور ان کا خلفا کو حمایت و نصرت و مدد کرنا وغیرہ، جنکی شرح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں  
بشرح ربط مذکور ہی اسکی ثبوت قائم ہیں تو اگر اخبار احاد دینی حد ذاتہ ظنی ہوں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ  
اوپر طبعیت بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں - تو اسکو محض ظنی خیال کرنا اور بلا دلیل عقلی  
و نقلی سمجھنا اگر نا درست ہے تو صرف خطا ہی اور اگر دیدہ و درستہ ہے تو انصاف و تحقیق حق کا  
خون کرنا ہے - حق اگر غور کا مقام ہی کہ اس تفضیل پر جسک حضرت اہلسنت قائل ہیں اور  
اسکو عقائد میں داخل کر کہا ہی خود انکی ہی علماء کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ  
یعنی ہماری موافقہ ان اختلاف سے اس سببی طریقہ محبت پکڑی ہی کہ اسکا بڑا بینچ اس امر پر اجماع کیا ہیں کہ  
کہ وہ قاضی تخت لکھنؤ میں خبر واحد پر عمل اور اس سے استدلال منقول ہی اور یہ امر قرۃ بعد از خدی واقع ہوا ہی وہ نہیں منع  
ذائع ہو کہ کسی ذی پر کار نہیں کیا ورنہ منقول ہوتا تو یہی مثل قول صریح کے ادنیٰ اتفاق پر عمل  
عادی کو موجب ہے - ۱۲ -

کہتے ہیں کہ علیؑ نہاد وجدنا السلف اس قول میں اور تا وجدنا آباؤنا میں کیا فرق ہے حالانکہ  
 اسی شرح عقائد نسفی کے شروع میں لکھا ہی ہو مقررہ تعقید عن الہما بالتفصیلة بالکلام الخ  
 یہ تفصیل خلفاء کا عقائد میں داخل کرنا اور بدولت اقامت دلیل اسکا قابل ہونا اور علیؑ نہاد وجدنا  
 السلف کہنا کیونکر جائز ہوگا۔ اقول۔ گذارش سابقہ صحیح ہے کہ یہ اعتراض بالاجور  
 تدبر مقام کیا گیا ہے اگرچہ مقام غور کا تھا لیکن حضرت نے غور نہیں فرمایا درجہ بمقتضا کسی نص  
 یہ اعتراض نظر آئے کیونکہ اسی گذارش سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہدایت کا یہ عقائد بطاویل  
 قطعی نہیں۔ لیکن حضرت مجیب الہا فکر فرما دین انکی سلامہ و دیگر ساطحین نے مبنی اصول  
 و فروع کا طنیات پر کہہ دیا اور بیچارے سید عالم الہدی کے دعویٰ تو اترا تو انکی شہید ثانی  
 فی غلطی اور شبہ چھپ سول فرمایا پس اس جواب کا فکر کچھ بھی قطع نظر اس سے اگر آئندہ اپنی اصول  
 کو ثبوت قطعی کا دعویٰ ہی تو سید جہت کو جو اصول معتقدات سے ہے چنانچہ شیخ محمد بن  
 الحسن البحر العالی نے بدایۃ الہدایہ میں لکھا ہی ہے علیہ المکلف الاقرار بوجود اللہ سبحانہ و وعدہ  
 وعدہ و علمہ و قدرہ۔ و تنزیہہ عن النقض و سائر صفاتہ الواردة فی الکتاب و السنۃ و قولہ  
 بالمعاد الحسن و هو القیمة الکبریٰ وبالرجعۃ وھی القیمة الصغریٰ محشی کہتا ہے درجہ  
 از ضروریات مذہب شیعت۔ کسی دلیل عقلی یا نقلی قطعی سے ثابت فرما دیجیے اور اگر قطعی  
 نہ ہو سکی تو ظنی ہی سے ثابت کیجیے ان نا انصافی کے راہ سے کہی جائیں کہ ہمارے تمام  
 اصول و فروع دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا سید مرتضیٰ کا خیال ہے اسکا کوئے  
 علیہ نہیں باقی رہا انکی سوال فرق آنا وجدنا اور علیؑ نہاد وجدنا السلف کا جواب ہم بوجہ اپنی  
 التزام تہذیب کی کچھ نہیں عرض کر سکتے مگر اتنا کہتے ہیں کہ فعلی نہاد اکبر الہی اور تا وجدنا  
 لے یعنی مکلف پر خداوند تعالیٰ شانہ کے وجود اور وحدانیت اور عدل اور کرم اور قدرت اور تنزیہ کا اقرار و صفات  
 جو کتاب و سنت میں وارد ہو ہیں اقرار واجب ہے اور معاد میں جو قیامت کبرئے ہے اور رجعت الہ جو قیامت  
 صغریٰ اور کا ہی اضراف واجب ہے۔ ۱۲۔

آبادنامین جعفر فرق ہوا سکی تثبت علی خدا و جہاد السلف میں اور ناما و جہاد آبادنامین زیادہ  
 فرق ہوا قول۔ معہذا ان کل کتابوں میں تفصیل خلف اربعہ کی حسب ترتیب خلافت  
 درج ہے مگر ہماری حضرت مجیبؑ صرف خلفا ثلاثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور باعث نہایت  
 محبت و غایت تسک بہ اہل بیت اپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا اقول۔ یہاں  
 بدیہی ہی کہ عدم ذکر شے اس کے نقص اور برائی کو تسلیم نہیں تو معاذ اللہ حضرت امیر المؤمنین امام الشہیدین کا  
 عدم ذکر اس وجہ سے نہیں کہ انکی خدمت میں ملا دو تسک میں کوتاہی ہو حضرت کے ساتھ سوء اعتقاد ہی  
 کو میں ایسی ہی جو یعنی اعتقاد کرتا ہوں جیسا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ  
 سوء اعتقاد کو بے دینی سمجھتا ہوں لیکن چونکہ مناسطہ میں متفق علیہ کے ذکر کی کچھ ضرورت  
 نہیں ہوتے مختلف فیہ کا ذکر بہت ضروری ہی پہلی خلف ثلاثہ رض کے ذکر پر اکتفا کیا گیا  
 اور یہ تو حضرت مجیبؑ ہی جانتی ہو گئے لیکن آخر کیا کریں آپ کو عدم انصاف اور تحقیق حق نہ چھوڑا  
 کہ آپ یہ اعتراض فرما دیں قال القاضی المجیب۔ قولہ صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام  
 صفت اتر اتری ہی اور مقصود اس سے غیر صحابہ کرام سے اتر اتر ہے تو حاشا و کلام کہ  
 شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں بلکہ اپنی نزدیک جن لوگوں کو غیب کرام جانتی ہیں اور ان کا  
 ایسا ہونا کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں ان کو ہی برا جانتی ہیں یقول العبد الفقیر  
 مولانا الغنی اسی اہل دانش و انصاف و امی متجربان اعتصاف ذرا ہماری حضرت مجیبؑ  
 انصاف و تحقیق حق کو ملاحظہ فرمانا اور دیکھنا کہ کس شہ و مدنی فرماتی ہیں کہ حاشا و کلام کہ شیعہ  
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں۔ جس جملہ کو نہایت مضبوطی کے ساتھ تہا منا۔ بندہ عرض کرتا  
 کہ حضرات شیعہ کے یہ محض زبانی دعوے ہیں ورنہ حضرات نے اپنی کتابوں میں تو انہیں  
 لیکر صحابہ تک سہا تم کفر و فسق سے چھوڑا تو یہ دعوے محض مخالف اپنے کتب  
 مقبرہ کی ہے۔ لیکن نقل روایات سے پہلے یہ گزارش ہے کہ بطور عقیدہ یہ قاعدہ  
 کلیہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھنی کہ حضرت مجیبؑ نزدیک معصیت مکرمت کی بالکل خلاف ہے

اور ہمیں ہر صیت پائی جائیگی کہ امت مرتفع ہو جائیگی چنانچہ آئندہ عبارت میں زیر غم خود اس قاعہ کو ثابت کر کے بنا اعتراضات اسی پر کہی ہے تو جب یہ عقد مرتفع ہو چکا تو اب روایات سنہی انبیاء کو کفر تک نہیں چوڑا حضرت شیخ صدوق طائف ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن محمد بن یحییٰ خصال میں روایت فرماتے ہیں - عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اصول الکفر ثلثة الحرس والاستکبار والحسد فاما الحرس فادوم حین یفی عن الشجرة حله الحرس علی ان اکل منها واما الاستکبار فالیس حین امر بالسجود فالی واما الحسد فابنا آدم حین قتل صاحبہ یحییٰ حضرت آدم علی نبیا علیہ السلام میں حسب نیت آپ کی صدوق کے اس فعل کا ارتکاب جو اصل کفر ہے پایا گیا اور کفر میں آپس کے برابر ہو گئی کہ آپس میں ہے ایک اصل کفر کی پائی جاتے ہے اور معاذ اللہ توبہ توبہ آپ میں ہی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھی کہ یا تو یقیناً کہ اللہ تک صغائر ذکائر سے سہواً و عمداً معصوم تھے یا یہ کہ نوحہ باری اللہ نہیں کے برابر ہو گئی اب حضرت حمید یا تو نقل روایت کی تکذیب فرما دی گئی اور یہ تو ممکن نہیں کتاب نبیہ پاس بوند تقالے موجود ہی ہمیں یہ روایت سراپا غوامیت مذکورہ یا اس روایت کے تکذیب فرما دی گئی اور یہ ہی ممکن نہیں کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہی اگر سبکی تکذیب کیج دیگی تو از کجا وصف صدوق نے بیگانہ بلکہ کذب صادق آسکا عداوت اس کی اور کسی احتمال و تاویل کی گنجائش نہیں سچا حضرت ایسی کفریات روایت فرمادیں اور یہ کوئی صدوق کے لقب سے ملقب ہوں اور کوئی عالم خطاب اپنے اہل بیت سے پاویں - اور لیجئے یہی مبداء سلسلہ ابوالانبیاء والمرسلین میں جنکی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الرضا میں ایک طویل روایت بیان فرمائی

لے یعنی اصول کفر میں حرس اور تکبر اور حسد لیکن حرس پس آدم جبکہ منع کیا گیا درخت سے تو حرس نے اس کو اوس پر برگزینت کیا - کہ اوس میں سے کہا لیا - اور تکبر پس آپس جبکہ حکم کیا گیا سجدہ پس اس نے انکار کیا - اور حسد پس آدم کا بیٹا - جبکہ اس نے اپنے بہائی کو حد

انہما واما الاستکبار فالیس حین امر بالسجود فالی

اور تفسیر صافی میں بھی دلائل قریباً ہندہ شجرہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حدیثنا عبد الواحد بن محمد بن عبد وس الیشیاوری العطاری قال حدیثنا علی بن محمد بن قتیبة عن محمد بن سلیمان عن عبد السلام بن صالح الہروی قال قلت للرضاء یا ابن رسول اللہ اخبہ عن الشجرۃ الّتی اکل منها ادم وحواء ما كانت فقد اختلف الناس فیہا فمنہم من یروی انہا الخطة منهم من یروی انہا العنب ومنہم من یروی انہا شجرة الحد فقال کلّ ذلک حق قلت فما معنی هذا الوجود علی اختلافہما فقال یا ابا الصلّت ان شجرہ الجنّة تحمّل انواعاً فكانت شجرة الخطة فیہا عنب و لیست شجرة الدنیا وان ادم علیہ السلام لما اکرّمہ اللہ تعالیٰ ذکرہا بسجاده ملکک لہ و بادخالہ الجنّة قال فی نفسہ ہل خلق اللہ بشراً افضل منی فعلم اللہ عزوجل ما وقع فی نفسہ فناداه ارفع لاسک یا ادم فانظر الی ساق عرشی فرفع ادم راسہ الی ساق العرش فوجد علیہ مکتوباً لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابیطالب امیر المومنین و زوجته فاطمة سیدة نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنّة فقال ادم یا رب من ہولاء فقال عزوجل ہولاء من ذریّتک و ہم خیر منک ومن جمیع خلقک لولاہم ما خلقنک و ما خلقت الجنّة والنار ولا السماء والارض وایاک ان تنظر لے یعنی عبد السلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ نبی امام رضا علیہ السلام فرمایا اسی فرزند رسول اللہ صلوہ ورحمۃ علیہ تاجس سے ادم وحواء کہایا تھا کہ کون نے اس میں اختلاف کر لیا ہے بعضی کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا بعضی وایت کرتے ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا اور بعض تو کہتے ہیں کہ وہ حد کا درخت تھا آپ ہی فرمایا اے ابا الصلّت جنت کا درخت چند قسم پر ہوتا ہے یہ درخت اصل میں گندم کا اور اس میں خوش انگور کے پتی اور جب خدا تعالیٰ نے ادم علیہ السلام کو فرشتوں سے مسجدہ کر کے جنت میں داخل کر کے بزرگوں کا طواف کیا تو اپنی پسین کہا کہ کیا کوئی بشر مجھے نفی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے غفور ورحیم علیہ السلام فرمایا اے ادم سر اوپر کرساق عرش پر دیکھ ادم نے دیکھا تو اس پر کہہ دیا تھا (لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابیطالب امیر المومنین و زوجته فاطمة سیدة نساء العالمین الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنّة) تو کہا اے پروردگار یہ کون میں فرمایا یہ میری اولاد میں ہیں اور تجھ سے اور تمام مخلوق سے بہتر ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو تجھ کو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار کو اور نہ آسمان اور زمین کو اور خبردار انکو۔

الیہم بعین الحسد فاخرجک من جوارى فظفر الیہم بعین الحسد وتمتی منزلتہم فقلط اللہ علیہ  
الشیطان حتی اکل من الشجرۃ الّتی فیہما وتسلط علی حوائطہ نظر الی فاطمہ تبین الحسد حتی اکل  
من الشجرۃ کما اکل آدم فاخرجہما اللہ تعالیٰ من جنتہ واهبطہما عن جوارح الارض - یہ روایت  
بہت وجہ قابل غور ہے لیکن بیان حرف سیدہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبی علیہ  
بصلوٰۃ و سلام کے حق میں بہت بڑی معصیت حضرات نے ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ  
شانہ نے نہایت تاکید کے ساتھ حد کی ممانعت فرمائی مہر باوجود اس کی حضرت آدم نے نہ مانا  
اور حد کو بھیجی جسکی بنیاد پائی اور فی الواقع اود نے درجہ کا حد کبیر ہو گا چہ جائیکہ افضل الالبین  
والاخرین کے مراتب کا حد کیا جاوے معاذ اللہ کشف حضرت آدم کے عرق حد جو ش میں آئی  
کہ خدا تعالیٰ کی یہی ایک نہ سنی اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ اصول کفر کے حضرات  
تین قرار دیے ہیں - حرص اور حسد اور استکبار تو پہلے حرص حضرت آدم حق میں عبارت انھیں  
بروایت صدوق ثابت ہو کر سادات اہلبیت ثابت ہو چکے معاذ اللہ تو اب اس روایت  
میں دوسری اصل کفر کی یعنی جو حد ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کا حد حضرت آدم کے واسطے ثابت  
کیا گیا تو اب معاذ اللہ تو یہ تو بہ شیعہ کے نزدیک حضرت آدم علی نبی علیہ السلام کا  
مرتبہ باوجود نبوت کے کفر میں اہلبیت میں سے دو چند ہوا بلکہ اگر غور کیا جاوے  
تو ایسی روایت بھی آپکا استکبار ہی مفہوم ہوتا ہے آپکا یہ خیال کہ مجھ سے کوئی افضل  
ہنیں ظاہر ناشی عرق استکبار سے ہے تو گویا مبداء سلسلہ انبیاء ابوالاباس خلیفہ ثبوت  
فی الارض بہ نسبت اہلبیت کے کفر میں سہ گونہ زیادہ ہوئی کیونکہ مرتبہ مراتب اصول کفر کے  
لے حسد کی نگاہ سے نہ کہ بہین تو اپنی قریب سے تنگدلی کا لہو لگا تو آدم کو حسد کی نگاہ سے دیکھا اور انکی مرتبہ کے  
آرزو کی پس خدا تعالیٰ نے اوسے شیطان مسلط کر دیا بیان تک کہ اوس درخت سے کھایا جسکی ممانعت تھی اور چونکہ  
فاطمہ کبریٰ حد کی نظر سے دیکھا تو اوس پر شیطان مسلط ہوا اور اوس ہی اوس درخت سے کھایا پس خدا تعالیٰ نے  
اود کو اپنی جنت سے نکال دیا اور اپنے قریب سے جدا کر کے زمین پر اتار دیا - ۱۲ -



علامہ حضرت آدم علی نبیاً وعلیہ السلام حضرت یونس علی نبیاً وعلیہ السلام کے شان میں جو روایا مروی ہیں سننی کلینی روایت کرتا ہے۔ عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ و  
 هورافع یدہ الی السماء رب لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ابد ولا اقل من ذلک فاما کان  
 باسرع من ان تحدر الدرع من جوانب لحيته ثم اقبل علی فقال یا ابن ابی یعفور ان یونس  
 ابن متی وکلہ اللہ الی نفسہ اقل من طرفۃ عین فاحدث ذلک قلت فبلغ بہ کفر اصلحک اللہ  
 فقال لا ولكن الموت علی تلک الحال کان هلاکا۔ عن التحفہ اور بخاری کہ یہ حالت حسین  
 موت ہلاکت کے ساتھ تعبیر کیجاوی یہ وہی حالت ہی جو معصیت کے ارتکاب کی حالت ہو  
 اور لیجئے ملا باقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت  
 نقل فرمائی ہے ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پسر عمر بن عبد  
 زین العابدینؑ کہ گفتم کہ تو نے کیسی گوی یونسؑ را از برای این بشکم ہا ہی انہما تندر کہ طایف جہم  
 امیر المؤمنینؑ برابر عرض کردند و توقف کرد انحضرت گفت بل من گفتم ام مادت بغرائی و  
 تثبیر عبد اللہ گفت اگر راست میگوئی علامتی بر راست گفتاری خود بمن بنمای حضرت  
 فرمود تا عصا بہ بردیدہ من و بستند بعد از ساعتی فرمود کہ چشمہا سے خود را بکشاید چون  
 دیدہ ہائی خود را کشویم خود را در کنار دریا می کہ مو جہائش بلند شدہ بود دیدیم پس پسر  
 گفت کہ ای سید من خون من در گردن تست حضرت فرمود کہ اضطراب کن کہ احال است  
 گوئی خود تو بینہما کم پس فرمود کہ ای ہا ہی ناگاہ ہا ہی سر از دریا بیرون آورد مانند کوی عظیم گفتم  
 بیک ای دلی خدا حضرت فرمود تو کیستی گفت من ہا ہی یونس ام سید من فرمود  
 کہ مار خجڑہ کہ قصہ یونس چگونہ بود ہا ہی گفت کہ ای سید حق تعالیٰ سپیچ پیغمبری ہویش

۱۔ حاصل یہ کہ ابن ابی یعفور کہتا ہے کہ انہما عبد اللہ دعا کر رہی تھی کہ الہی بکو خیر نفس عارف ایک کو ایک نہ سونپا اور نہ دیا  
 کہ یونسؑ خدا تعالیٰ نے او کی نفس کھیرت چک چپک سے کم سپرد کیا تھا تو اوسنی یہاں احداث کیا مینہ پوچھا گیا اس سے کہ کفر  
 پہونچ کیا تھا فرمایا نہیں لیکن ایسی حالت کو پہونچ گیا تھا کہ اوس حالت میں مرنا ہلاکی تھے۔ ۱۲۔



نکودہ از آدم تا جہد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آنکہ ولایت شما اہل بیت را برود حق  
 گردید پس ہر کس بول کرد سالم ماند ہر کہ ابا کریمت مگر دینہ تا آنکہ حق تقالے یونس را بہ پیغمبری  
 گردانید پس حق تقالے وحی کرد با و کہ اسی یونس بول کن ولایت امیر المؤمنین علی وائمہ شہدین  
 از صلب اوبا سخنان دیگر کہ با و وحی نمود یونس گفت چگونہ ختمیا کر نعم ولایت کسی را کہ اورا  
 ندیدہ ام دخی ششاسم درفت بکنار دریایس خدا بمن وحی فرمود کہ یونس را فرو برد سخنان  
 اوراست لیکن پس چہل روز در شکم من ماند اورا میگدانیدم در دریا با و در تار یکہیہا ندامیکرد  
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ بِنِعْمَتِكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ قبول کردم ولایت امیر المؤمنین وائمہ راشدین  
 از فرزندان او پس چون ایمان آورد بولایت شما امر کرد پروردگار من کہ اورا اند ختم بر ساحل دریا  
 پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ اسی ماہی برگرد بسوی ایشان خود و آب از موج  
 قرار گرفتہ۔ انتہی۔ حاصل یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب حکم خداوند سی پونچا کہ ولایت ائمہ پر  
 ایمان لاؤ تو انہوں نے خدا تقالے کے حکم کو نہ مانا اور ولایت ائمہ کی ایمان سے صریح انکار کر دیا  
 پس اسکی نر امین چک با و چک کہ چکھا۔ اسطرح حضرت آدم ع سے لیکر حضرت رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر جسد را بنیا مبعوث ہوئی ولایت ائمہ او پر پیش کے گئی اگر قبول کیا تو  
 بیات محفوظ رہی ورنہ عقوبت میں مبتلا ہوئی چنانچہ حضرت آدم کا جنت سے نکلنا اور حضرت  
 ابراہیم کا آگ میں ڈالا جانا حضرت یوسف ع کا چاہ کفان میں قید ہونا حضرت ایوب کا  
 مصیبت میں مبتلا ہونا وغیرہ اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ کا  
 مولوی تہید علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ تو اس سے پایا گیا کہ انبیاء نے عقائد  
 امامت ائمہ ہی جو چیز ایمان ہی انکار کیا۔ سبحان اللہ ع چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند سما  
 جب انبیاء ہی حکم نہ مانیں اور رد وحی کریں اور بیچارہ نکا تو کیا ذکر ہے۔ بحمدہ حالات  
 انبیاء کے تو سن چکر اب ذرا ائمہ کے حالات بھی سن لیجئے جو حضرات مدعیان محبت و ولہ  
 روایت فرماتے ہیں۔ حضرت علی امیر المؤمنین و امام المہتقین فائدہ الفرائض میں جنکی فضیلت



ائمہ کے شائین کہ مکہ معصیت سے نہیں بچ سکتی۔ علاوہ اسکی علماء شیعہ کو تو حضرت  
 فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے میں کلام و تردد ہی چنانچہ صاحب ارغام نے  
 شافی شرح کافی سے نقل کیا ہے ان اہل بیت کل نبی اوصاؤه وعلیٰ هذا يمكن  
 دخول فاطمة في اهل بيته باعتبار انفاؤلية وصاؤه اهل البيت (لی ان قال) ویکن  
 ان لا تكون داخل في اهل البيت - اور نیز دیگر علماء شیعہ کی کلام سے ہی اسکی تائید  
 و تقویت ہوتی ہے چنانچہ شیخ مقدونی کنز العرفان نے فقہ القرآن میں لکھا ہے اور  
 اجماع شیعہ کا بیان کیا ہے کہ آل صرف ائمہ معصوم ہی ہیں اور کوئی نہیں اسکی عبارت یہ ہے  
 الذین یجب علیہم الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ ویتحجب فی غیرھا الا ائمة المعصومون لا طبائ  
 الاصحاب انهم هو الال - ولان الامر بذلك مشعر ببقاء التعظیم المطلق الذی  
 لا یتوجبه الا المعصوم واما فاطمة علیہا السلام فتدخل فیضا لانھا باضعة منہ  
 بلفظہ - اجماع شیخ مقدونی نے دو دلیل بیان کی پہلی دلیل بھارت تمام لفظ آل کے ائمہ کے  
 ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہؑ کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتے ہے  
 اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کی ساتھ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہے  
 دوسری دلیل جناب فاطمہ رضی کی معصوم نہ ہونے پر دلالت ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت  
 تعظیم کے لیے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور یہ اس سے حضرت فاطمہ رضی کو خارج ہونے کا  
 شیخ گو و ائمہ پیدا ہوا تو بطور رفع تو ہم اور ہند را کہ حضرت سلام اللہ علیہا کے تحقیق  
 غایت تعظیم کو سبب جزئیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ از بن علی  
 نے تحقیق جزئیت اہلبیت اسکی اوصاف ہوتی ہیں تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہؑ کا اہلبیت میں داخل ہونا ممکن ہے کیونکہ آپ  
 اہلبیت کے حمایت کا واسطہ ہیں (جہاں تک کہ کہتا ہے) اور ممکن ہے کہ اہلبیت میں داخل نہ ہوں - ۱۲ - ۱۳ - جن  
 لوگوں پر نماز میں درود پڑھنا واجب ہے اور نماز کے سوا مستحب ہے ائمہ معصومین میں کیونکہ اصحاب  
 شیعہ کا یہ اتفاق ہے کہ آل صرف معصومین ہی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ درود کا حکم ہونا نہایت  
 تعظیم کو مشعر ہے جسکا سوا ہی ائمہ معصومین کے اور کوئی مستحق نہیں ان حضرت فاطمہ رضی کو جب صلوٰۃ  
 میں داخل ہیں کیونکہ حضرت م کا جز ہیں ۱۲ -

شیخ زکریا عقیلی نے فاطمہؑ کا اہلبیت میں داخل ہونا

مجلسی ہی حق تعالیٰ میں صفوہ ہم عصمت کو لازم امامت تسلیم کر لیا ہے اور لکھا ہے کہ و اینصاحای جمع موصی بلاست  
 و افادہ عموم کنیز دلالت عصمت حضرت میکند عصمت لازم امامت است تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت  
 فاطمہ رضا معصوم نہیں ہیں کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم ہی نہیں۔ پس ان دونوں  
 دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام نہ آل امین داخل ہیں اور نہ معصوم  
 ہیں۔ حالانکہ یہ تطہیر سے بضمیمہ حدیث کہ حضرت فاطمہ رضا کا اہلبیت میں داخل ہونا  
 اوس قدر ثابت ہے جقدر ائمہ کا داخل ہونا ثابت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ سوا امیر  
 امیر رضا اور جناب امین کے باقی ائمہ رضا قطعاً باعتبار نص اوس میں داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہ  
 باعتبار نص قطعاً یقیناً اوس میں داخل ہیں۔ تعجب ہے کہ جو یقیناً داخل نہوں بلکہ قطعاً تطہیر سے  
 خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً تطہیر میں داخل ہو اوسکو  
 تطہیر سے بلکہ آل ہونے سے ہی خارج کر دیں۔ سبحان اللہ یہ حضرت شیعہ کا ہی دوار  
 اوتسک ہے بیشک یہ دین حضرات ائمہ سے ہی اخذ کیا ہوگا کہ حضرت فاطمہؑ تو اہلبیت اور عصمت صحابہ  
 ہوں اور اہلبیت میں داخل ہوں۔ تو خیر جب اؤنکو اہلبیت سے ہی نکال حکم اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرما چکر  
 تو اب معصیت کو بہ نسبت حضرت علی رضا کے حضرت فاطمہ کی طرف منسوب کرنا آپکو سہل ہوگا  
 حضرت امام حسینؑ شہید کر بلا کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ  
 آپ نے غسل الہیٰ بلا اجازت و قبل قسمت نکلی نکال کر صرف کیا جو کبیرہ گناہ ہے اصل روایت  
 امام عظیم شیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اور کائنات لغتین میں فاضل جالسی کی کتاب  
 فوائد الصغیہ و مواعظ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے سہلی وہ لکھتا ہوں۔ روزے ہمانے  
 پیش حضرت امام حسینؑ نازل گردید پس امام حسینؑ درمی قرصن گرفتہ نائے خرید و نان خویش  
 نوشت کہ نان بایان حاضر زود دران روز ما چند شہادت عمل از طرف میں بخدمت  
 حضرت امیر رسیدہ بود پس امام حسینؑ بقبر خادمہ مودند کہ دہن مشکلی را از مشکہائے

بکشايد چون کثرت حضرت بقدریک ظل ازان مشک غسل گرفتند و جهان خوارند پس چون  
 اعجاز یہ اہام خواست کہ مشک ہمارا میانہ سختین آن قسمت نماید از قنبر رسید کہ کسی  
 این مشک ہا کثرت قنبر عرض کرد کہ بلی یا امیر المؤمنین در گذشت را نقل نمود چون حضرت امیر  
 حرف اورا شنیدند در غضب شدہ فرمودند علی بحسین حسین را حاضر سازند چون حضرت  
 امام حسین حاضر شد حضرت امیر درہ برداشت امام حسین گفت بحق عجمی جعفر یعنی بحق و حریت  
 عجم من از تقصیر من در گذر چنان بط حضرت امیر المؤمنین بود کہ ہر گاہ کہ کسی بحق جعفر میگفت پس  
 غضب انحضرت تکبیر می یافت پس حضرت امیر فرمود ما حاکم اذ لخذت منه قبل القسمۃ  
 چه چیز باعث شد ترا کہ قبل از قسمت آن با من متصرف شدی امام حسین عرض نمود کہ حق ما  
 در دست چون قسمت میشد بقدریک ظل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود کہ پدر تو  
 فدایتو باد کہ ترا نمیرسد کہ تو از ان منتفع شوی پیش از انکہ مسلمانان منتفع شوند آگاہ  
 باش کہ اگر نمی بود کہ دیدہ بودم کہ دندانہا می ترا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم می پوشید  
 من ترا درین وقت میزدم بعد از ان حضرت امیر خود در عجمی کہ در کنار ردائی خود بستہ بود قنبر  
 دادند و فرمود کہ قسم اول عمل از بار از خریدہ بیا چون آورد عقیل قسم خورده میگوید کہ گویا من  
 می بینم کہ از ہر دو دست دہن مشک را حضرت امیر گرفته اند و قنبر عمل را در ان داخل میکند  
 بعد از ان حضرت امیر علیہ السلام دہن مشک را می بست و میگفت و میفرمود - اللہم اغفر  
 للحسین فانہ لم یعلم خداوند او از تقصیر حسین در گذر کہ او نادانستہ این کار کردہ است  
 بموجب مضمون اس روایت کتفای ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے  
 بی المال کی شہد میں سے بلا اجازت امام قبل القسمت کہ حسین دوسرے مسلمانوں کے  
 حقوق پہی تھے یکے تصرف کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیانت کچھ انکی نزدیک محصیت  
 نہیں کیا مسلمانوں کے مال میں بلا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جانے  
 کس کچھ کم ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو بشت از بام ہے

کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نبیات رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سونپ دی حالانکہ  
 آپ کی سائتہ باعتبار طہا بھی فوج کثیر تھے اور فہ تحقیقت آپ کو کچھ پہلی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ  
 آپ کو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپ کو خوف کس بات کا تھا تو یہ معصیت و ظلم و کفر پر تھا  
 نہیں تو کیا ہر جہل کی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکو علماء شیعہ نقل کرتے ہیں  
 لو جرائقی کان احبالی مما فعلہ اخي الحسن یعنی اگر میرے ناکل کٹ جاتی تو اس سے بہتر  
 نہا جو میرے بہائی حسن نے کیا کہ معاویہ کو خلافت سپرد کر دی۔ جزا نفی کے آپ معنی نجات  
 ہو گئی۔ خواہ حقیقی لیجئے یا مجازی بہر کیف یہہ خلع خلافت صلیح معاویہ ایسی حرکت تھی  
 جسکو امام معصوم اپنی ناکل کشی سے بدتر ارشاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کا قول حق ہے  
 تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور معصیت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کی کلام  
 میں لازم آتا ہے اور کذب معصیت کبیرہ ہے اور مکرتہ کی خلاف تو پھر معلوم نہیں کہ اصحاب نے  
 کیا ایسی خطا کی جس سے ادنیٰ ادنیٰ معصیت ہے کرام ہونے سے خارج ہوئی اور انبیاء  
 اور ائمہ رضا باوجودیکہ انکی کفر و معاصی سب کچھ جاتے ہیں پھر انکو کرام کسی جاتے ہیں انبیاء  
 و ائمہ کا حال تو مجمل آئن لیا اب بھی مقبولین کی کیفیات و حالات یہی ذرا ملاحظہ ہوں تاکہ  
 اوس عوی کی تصدیق جو ہمارے مجتہد نے فرمایا ہے بخوبی ہو جاوے کہ حاشا و کلا کہ شیعہ  
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبد اللہ بن عباس بن  
 اذکی نسبت قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں تحریر فرماتے ہیں سلامہ علی در خلاصۃ  
 الاقوال فی معرفۃ الرجال آوردہ کہ عبد اللہ بن عباس محب خاص حضرت امیر و تلمیذ ابود و حال  
 و بزرگی و اخلاص و با محضرت اشہر از اہانت کہ مخفی ماند و شیخ ابو سعید و کشی در کتاب خود  
 بعضی از روایات آوردہ کہ متضمن شرح است در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس  
 اجل و اعلیٰ از اہانت و ما آن روایات را در کتاب کبیر رجال آوردیم و جواب از انہا گفتیم ابن مسعود تمام  
 کلام سلامہ علی و معیت ہم حاصل جمیع قوادحی کہ از روایات کشی مفہوم میشود۔ راجع بعضی

اعمال ابن عباس است و مولف این کتاب را با ایمان و اعتقاد است اما اوجہ کہ علامہ حلی در کتاب کبیر خود ذکر کرده بنظر طریقین شکستہ زبیرہ مجسمہ حال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو معلوم ہو چکا اب ادون اعمال کے تفصیل سنیں۔ یہی حضرت ابن عباس جنگو آپ اور آپ کی بزرگوار اصحاب کرام میں شمار کرتے ہیں جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے انکو بصرہ پر حاکم مقرر کیا فرصت و موقع پاکر بیت المال و ٹانکا لوٹ کر اور خیانت کر کے اپنی گھر ۲ بیٹی حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط انکی نام اس معاملہ میں لکھا ہے دیکھیں کہ قابل ہر نیج البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ **وہ کتب اللہ علیہم السلام لبعض عمالہ** اما بعد فانی کنت اشرقتک فی امانتی وجعلتک شعار و بطانتي لم یکن فی اہلی رحل و ثقت منک فی نفسی لو اسأت و مواردی و اداء الامانة الی فلما رأیت الزمان علی ابن عمک قد کلب والعدو قد حرب وامانة الناس قد خربت و هذه الامة قد قتلت و شغرت قلبت لاجن عمالک المعین ففارقته مع المفارقین و خذلتہ مع الخاذلین و خنتہ مع الخائنین فلا ابن عمک اسیت ولا الامانة اذیت و کانک لم تکن للہ ترید مجاہدک و کانک لم تکن علی بدیۃ من ربک و کانک انما کنت تکلید هذه الامة عن دنیایہم و تنوی عزتہم عن فیئہم فلما املتک الشدة فی خیانتہ الامة اسرعت المکرۃ و عاجلت الوشیہ و اختطف ما قدرت علیہ من امر الہم

۱۔ اما بعد۔ میں نے شریک کیا تھا تجھ کو اپنی امانت میں اور بنایا تھا تجھ کو اپنا جانی اور پہنائے۔ میرے جمین میری غمخواری اور معاونت اور ادار امانت کے لیے میری اہل میں تجھے زیادہ معتقد کوئی نہ تھا۔ پس جب تو نے دیکھا کہ چچا کے بیٹی پر زمانہ دشوار و سخت ہے اور دشمن غضبناک ہے اور لوگوں کی امانت ذلیل ہو گئی اور یہ امانت قتل ہوئی اور منشر پریشان ہو گئی۔ ذال کی پیٹھ اپنی چچا کے بیٹے کے لئے تو نے اولیٰ گردی۔ اور جسے اہو گیا اوس سے جہاد لئے والوں کے ساتھ۔ اور ذلیل چھوڑ دیا اوس کو چھوڑنے والوں کو ساتھ اور تو نے ہی خیانت کی خیانت کر کے والوں کے ساتھ۔ نہ تو نے اپنے چچا کے بیٹی کی غمخواری کی۔ اور نہ امانت ادا کی۔ گویا تو اپنے جہاد میں خدا کی رضا مندی کا ارادہ نہ کرتا تھا۔ اور گویا تو اپنی برادر گار پر ہوسا نہ کرتا تھا۔ اور گویا تو فرب کرنا تھا اس امانت سے انکی دنیا کے لئے۔ اور دل میں سوج رہا تھا انکی غفلت کو مال غنیمت سے پس جب تجھ کو امت کی خیانت میں حملہ کی قدرت ہوئی۔ سرعت سے حملہ کیا اور جلدی سے کود پڑا۔ ۱۲۔

المصونة لآرامهم وابتاعهم وعاجلت اختطاف الذيب الازل دامية المعزى الكسيرة فخلت  
الى الحجاز حبيب الصد تحمله غير متاع من اخذه كانك لا ابال غيرك حدرت الى هلك ترا  
من اميك وثيك فبجان الله اما تو من بالمعاد او ماتخاف نفاس الحساب ابها المعدود وعندا  
من ذوى الالباب كيف تسبغ شرابا ولعاما وانت تعلم انك تاكل حرما وتشرب حرما و  
وتباعد الاماء وتنتكح النساء من مال اليتامى والمساكين والمجاهدين الذين افاء الله عليهم  
هذه الاموال واحرز بهم البلاد فالى الله وارجو الى هؤلاء القوم موالهم فانك ان لم تفعل  
تواكل ما لا يحل ولا عذر لك الى الله فيك ولا ضربتك بسيف في الذى ما ضربت به احدا الا دخل  
والله لوان الحسن والحسين فعلا مثل الذى فعلت ما كانت لهما عتقك هواة ولا ظفر  
منى بارادة حتى اخذ الحق منها واخرج الما بطل عن مظمتها فاقسم بالله رب العلمين ما يبهرنى  
انما اخذت به من اموالهم حلالا ان اتركه ميراثا لم يصبك فضع رويدا فانك قد بلغت الحد  
ودفنت تحت الترى وعرفت عليك اعمالك بالحل الذى ينادى الظالم فيه بالحسرة  
المضع الرجعة ولات حين مناص والسلام - ابن شميم بجاني شارح نهج البلاغت المحقق

سے اور جو کچھ یتیموں اور یتیموں کے مال محفوظ ہے ہاتھ آیا لی اور اس پر جس پر ہر سے کسی بھی جلدی کی  
جو لنگری کی گئی کو لے گیا ہے۔ پس لاؤ کر گیا اوس مال کو جس کو ضبط ہوا شل بشلش - تو اوسکو لا داتا تھا اور یتیم  
کے ساتھ سمجھتا تھا اوسکی بیٹی کو لے گیا تو اپنے باپ یا ان کی میراث اپنی دلیل میں لاتا ہے - سبحان اللہ - کہنا  
تجس کو قیامت کا یقین نہیں ہے کیا تو پورا حساب لینے سے نہیں ڈرتا - اسی شخص جو  
ہمارے نزدیک عقلمندوں میں شمار ہے تو کیونکر یہی دیکھا - کہنا ہینا حالانکہ تو جانتا ہے کہ بین  
حرام کہا وہ ہون اور حرام ہی رہ ہون - اور کیونکر لوگوں کو خبر دے گا - اور جو رتوں سے کج کرنا جو  
یتیموں اور سیکوں اور حرام دون کے مال پر جو اللہ تعالیٰ نے انکو غنیمت میں دیا ہے - پس خدا  
ڈرتا اور لوگوں کے مال واپس کر دے - اگر تو نے ایسا کیا تو ہر جگہ خدا نے تجھ پر قدرت دی تو شرابی میں خدا کے  
نزدیک معذور ہو گیا - اور تجھ کو ایسی تلوار سے قتل کر دے جس سے نہیں قتل کرنا میں کیونکر دوزخ  
میں داخل ہوتا ہے - فتح خدا کے اگر حسن اور حسین کرتے جیسا تو نے کیا -  
تو دہوتے اون سے مصالحت اور نہ مطلب یا ب ہوتے مجھ سے ارادہ میں  
بہان کہ کو میں اون سے حق لیتا اور طلب اور کیا دور کرتا - میں خداوند رب  
العالین کی قسم کہ کہتا ہوں - مجھ کو خوش نہیں آتا جو سمجھ لیا ہے انکی مالوں سے  
حال یہ کہ جو رتوں میں اوسکو میراث اپنے بعد - پس تہو را ظہر کر تو اپنے اہل کو  
پہنچ چکا ہے - اور میرے کے بیچے دفن کی جا چکا - اور تجھ پر میرے  
انکمال میں کئے جانے کے - اپنے مقام میں کو کھانا اوس میں خیریت کی فراد  
کر گیا - اور حقوق خارج کر دیا اور اس کو معنی کے آرزو کر گیا - اور کہیں نہ چھوڑا - رے کا  
وقت ہے -



شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے بعد نقل ایک دوسری خط کے کہتا ہے  
 اقول المروی ان الکتاب الاول الى عبد الله بن عباس كما هو في بعض النسخ حين كان  
 واليا على البصرة - قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کے حفاظت  
 کی اپنی بعض اعمالہ تحریر فرمایا اور صفات نام نہین لیا یہ خط کس قدر ابن عباس کے اعمال شنیعہ  
 اور احوال فطیہہ حرص دنیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام حق وغیرہ ظاہر کرتا ہے معلوم  
 نہیں باوجود اسکی حضرت مجیب اور انکی عثمٰنیہ کیوں کرام میں شمار کر رکھا ہے حالانکہ  
 بشہادت شہید ثالث گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کے اصلاح کے لیے تاویل کی  
 کچھ ضرورت نہیں - اور یہی ابن عباس میں جنکا اصل اور اعلیٰ ہونا شہید ثالث بیان فرما  
 ہیں حضرت کلینی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ آیت  
 ومن كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى یعنی جو دنیا میں راہ حق سے نابینا ہی وہ آخرت  
 میں ہی راہ جنت سے اندھا ہوگا - اور اس سے بھی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس  
 اور انکی والد ماجد حضرت عباس کے حق میں نازل ہوئی اتمتہی الکلام اور یہی ابن عباس ہیں  
 کہ حضرت مفسر صافی اپنی تفسیر میں ان کی حق میں روایت فرماتے ہیں - وعز الباقر قال  
 قال امير المؤمنين بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد والناس مجتمعون  
 بصوت عال الدين كرهوا وصدوا عن سبيل الله اضل اعمالهم فقال قال ابن عباس يا ايها الحسن  
 لم قلت ما قلت قال قرأت شيئا من القرآن قال قد قلته لا قال نعم ان الله يقول في كتابه اشكم  
 الرسول فخذوه وما تمسككم عنه فانتهوا افتشهد على رسول الله انه سئل عن ابائكم قال طمعت  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم والاصحاب قال فلهذا يا يعنى قال اجتمع الناس على ابائكم  
 سئل ابو جعفر سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین نے بعد وفات حضرت مائے محمد میں جبکہ لوگ مجتمع تھے چلا کر فرمایا  
 (جنہوں نے کچھ کیا اور منکر ہے اللہ کے رستہ سے منکع کر دیتی اور انکی کام) ابن عباس نے کہا یا ابوالحسن یہ کیوں  
 فرمایا آپ نے فرمایا قرآن کی آیت پڑھی ہے ابن عباس نے کہا کہ بیشک کسی دجہ سے فرمایا ہے قرآن مان  
 اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے (جو تمہاری پاس رسول ملاموسی اور سکولہ اور جس سے منع کر  
 اوس سے باز رہو) کیا تو کو اسی دینا ہی حضرت مائے ابوکر کو نصیحت بنیاعون میں کہ اسنی حضرت سے نہیں منکر انکی وصیت کو فرمایا  
 تو پھر مجھ سے کیوں عبت بھی عرض کیا سب لوگ ابوکر پر مجتمع ہو گئی - ۱۲ -

فكنت منهم فقال امير المؤمنين كما اجتمع اهل العجل على العجل همنا فستتم ومثلكم  
 كمثل الذي استوقد ناراً فلما اضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم فظلمت  
 لا يبصرون. <sup>۱۱</sup> ثم بكتهم عنهم فهم لا يرجعون. اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام  
 ابن عباسؓ کو سالہ پستونین تھی یہی ابن عباسؓ میں کہ روایت حلت متعہ کی بارہ میں حضرت  
 امیر نے انکی نسبت فرمایا ایک رجل قناتہ۔ منجملہ صحابہ کرام کی حضرت عباسؓ اور حضرت عقیلؓ  
 قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس میں لکھا ہے در کتاب کمال بہائی از امام محمد باقر روایت  
 کہ حضرت امیرؓ در ایامیکہ خلافت دوست غاصبان بودند اما گفتہ۔ واللہ لو کان حمزہ وجعفر  
 حیون فاطمع فیما ابوبکر ولکن ابتلیت بخلیفین عقیل والعباس۔ نقل از  
 اور انہی ہر دو بزرگوار انکی نسبت روایت سابقہ کے ہم معنی روایت ہے جسکا ترجمہ ملا باقر مجلسی نے  
 حباب القلوب میں لکھا ہے۔ کہ سید یراز حضرت امام محمد باقرؓ العلوم پر سید کہ کجا بود عزت  
 و کثرت و شوکت نبی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنینؓ بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم  
 از ابو بکر و عمر و سائر منافقان منسوب گردید حضرت فرمود کہ از نبی ہاشم کہ اندہ بود جعفر و حمزہ  
 کہ در غایت ایمان یقین و از سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و مرد ضعیف  
 الیقین فی لیل تارہ سہمان شدہ بودند عباسؓ و عقیلؓ ایثار در جنگ بدر سیر کردند و آزاد  
 کردند ایمان چنین قوتی نمیدارد بخدا سوگند اگر حمزہ و جعفر حاضر می بودند در افتہ ابوبکر  
 و عمر یا ای آن نہ داشتند کہ حق امیر المؤمنینؓ را غصب کنند و اگر سعی میکردند نسبتہ  
 ایشان را می کشتند۔ نقل از منشی الکلام۔ اور یہی حضرت عباسؓ میں کہ انہوں نے  
 بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ حضرت امیرؓ کے ہاتھ بیعت کر لیں  
 ۱۱ میں یہی او نبی میں تھا۔ حضرت نے فرمایا جیسا کہ سالہ پست گو سالہ مجتمع ہو گئی اسجگہ سے تم عقیل  
 ہوی (تیار رہی) کہادت اوس شخص جیسے کہ آگ جلائی پس جب گردہ اگر درویشان ہو گیا۔ تو آندہ  
 از کما نور کہو دیا) ۱۲۔ ۱۳ خدا کی قسم اگر حمزہ و جعفر زندہ ہوتے تو ابوبکرؓ سے راستہ کو طمع نہ کرتے لیکن  
 میں درد و لیلوں میں جو عقیلؓ و عباسؓ میں مبتلا ہوں۔ ۱۴۔

لیکن حضرت رضی نے تغل و تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول کی اور کیونکہ قبول فرماتے  
 آپ کو معلوم تھا کہ حق ابو بکر رضی کا ہے۔ نہج البلاغت میں وہ خطبہ مذکور ہے جس میں حضرت عباس  
 کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب شوش نے مجاہدین میں بھی ذکر عباس  
 لکھا ہے تاکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر گفتم امد دیدک ابا عبد اللہ حتی  
 لا یختلف فیہک اشان باوجود حضرت عباس کے اس حدیث کو پہر ہی سہام ملا ہے  
 نہ سچی بلکہ جناب امیر نے انہی اس درخواست پر اعتماد فرمایا اور اسکو نفاق پر محمول کر کے  
 قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے امیر معویہ رضی کی رفاقت اور حضرت امیر  
 کو ترک رفاقت بلکہ مخالفت ازہام ہے۔ پس جبکہ انہی نے معصیت کرام کو سب سے نکال دیا  
 تو یہ حضرات باوجود ایسی ذمہ دار موضوع کی کیونکہ کرام رہے۔ چونکہ بحث طویل ہو گئی اسلیئے مختصراً  
 چند اصحاب کے حالات و اذکار سے ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ منجملہ انہی ساتہ بن زید  
 کہ وہ حسب تہذیب کتاب نہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تھا اور تفسیر المہیت سے واضح ہے  
 کہ حرف ثقات میں رفاقت حضرت علی کی ترک کی منجملہ انہی خیرہ میں ثابت و شہادتین ہے  
 مجاہد المومنین اور کامل بہائی سے واضح ہے کہ یہ حضرت اول دن میں انہی کے سعد بن  
 عبادہ کی خلافت پر اسکو و غلام تھا منجملہ انہی عامر بن داؤد میں جو امامت محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئی  
 اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا منجملہ انہی ابو ذر میں کہ جابین جابین ابراہیمی  
 انہی نفی اسلام پر دلیل لائے میں اور بقول ابو جعفر بن محمد بن علی قمی صاحب صفات ائمہ  
 اخوت پیغمبر سے خارج ہیں منجملہ انہی برادر بن عازب میں کہ انہی کو گواہی کا ہنفا کیا حضرت  
 زاذکوبد عارفانی کہ انہی کو گواہی کا فی الکشی و خلاصۃ الاقوال اور امام حسین کے ساتھ کر بلا جائے  
 مختلف کیا منجملہ البحرین و بیاض الفخری منجملہ انہی ابن مسعود میں کہ باور مجلسی نے  
 حیات القلوب میں درود مطاعن و ذمہ ابن مسعود کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہے۔  
 لے یعنی اپنا تہ پہلا دین آپ سے بیعت کر لیں تاکہ پہر آپ کے بارہ و بیچ شخص ہی اختلاف نہ کریں۔ ۱۵۔

منجملہ دیگر حذیفہ بن یمان کہ ابو صاحب بنحیص الرجال کے حذیفہ اور ابن مسعود و ابوالنضیر سفارسی  
 شہابین اگر شیخ صاحب لاضہ القوال نے منجملہ مالکین کے شمار کیا ہے اور عمار کو خلفاء حکم کو فہر کا مقدر  
 کیا۔ اور سلمان کو حضرت عمر نے مدائن کا حاکم بنایا۔ اور ابو ذر و سلمان و مقداد کو بڑے اسی بڑی  
 لڑائیوں پر بھیجا کما نض علیہ فی الشافی و جب ارجحانہ کلینہ میں نض امام باقر کے موجود ہے جسکا  
 حاصل یہ ہے کہ اسی ابو بصیر کو فی شیعہ دینار بنی امیہ سے نہیں پایا بلکہ پادسی دین اوسکا  
 مثل اوسکا اور امام کاظم سے مروی ہے کہ جو میں پہاڑ پر سے گر کر پانچ پانچ ہوں۔  
 اس سے بہتر ہے کہ کسی سلطان کی طرف سے عامل ہوں پس بموجب ان روایات کے ابو ذر  
 سلمان مقداد ہی زمرہ خلفاء سے ہو کر معصیت سے نہ بچی کلمہ من ذوالفقار اور بقول  
 حضرت مجیب کے کرام ہوئے خارج ہوئی علاوہ ازین اگر بالا اجمال دیکھا جاوے تو کوئی صحابی خالی  
 از معصیت نہیں لیجی چند روایتیں مختصر ذکر کرتا ہوں۔ مقداد کے ذکر میں قاضی صاحب  
 مجالس میں فرماتے ہیں و شیخ ابو عمر رشتی کہ از علماء امامیہ است در کتاب سمار الرجال  
 باسناد خود از حضرت امام محمد باقر و روایت نموده ارقد الناس الاثلثة نفر سلمان ابو ذر  
 و المقداد فقلت نعم ارقال کان صاحب حقیقۃ تخرج قال ان اردت الذی لم یثک ولم یخل  
 شی فالمقداد صدوق طائفہ شیخ ابن بابویہ سے و علل الشرائع باسناد خود از حضرت  
 ابو عبد اللہ روایت میکند قال علیہ السلام لما کان یوم احد انقزم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم حتی لقی معہ الاصلی ابیطالب ابو دجانہ ممالک بن خثعہ۔ عنک اشق العلم  
 اور تغیر صفات میں ہے لکھا ہے و لم یبق مع رسول اللہ الا ابو دجانہ ممالک بن خثعہ و علی بن سلیم بن  
 قیس بن سلمان سے مروی ہے جبکہ ترجمہ باقر مجلسی نے حق یقین میں کہا ہے

۱۔ سواتین شخصوں کے سب بڑے ہو گئے۔ سلمان۔ ابو ذر۔ مقداد۔ میں نے پوچھا اور عمار فرمایا کچھ پہر گیا تھا  
 پہر لوٹ آیا۔ فرمایا اگر ایسا شخص چاہی جسکو شک نہ ہو اسو اور اس کے دسین کچھ (تردد) نہ آیا ہر وہ مقدار  
 ہے کہ امام ابو عبد اللہ نے فرمایا جب احد کی لڑائی ہوئی تو سب اصحاب نے شکست کھائی اور ہار گئی  
 اور حضرت کے ہمراہ سوائے علی۔ اور ابو دجانہ کے کوئی باقی نہ رہا۔ ۱۲۔

قال فلما كان الليل حل على فاطمة على حمار واخذ بيدي الحسن والحسين عليهما السلام فلما رجع  
احدا من اهل بيته من المهاجرين ولا من الانصار الا انا في منزله وذكره حقود عاه النبي  
فما استجاب له الا اربعة واربعون رجلا فاشهر ان يصبحوا محلقين رؤوسهم معهم سلامتهم على  
يبايعوه على الموت فاصبحوا لم يوافق منهم الا الاربعة فقلت لسلطان من الاربعة قال انا وابوذر  
والمقداد والزبير بن العوام - عز منتهى الكلام - مصنف كتاب اختصار مشهور في شذوئيات كبرى  
قال سمعت ابا عبد الله ع يقول ان النبي صلى الله عليه وسلم لما قبض ارتد الناس على عقابكم كفار الا ثلثة  
سلطان والمقداد وابوذر الغفاري واندما قبض رسول الله جاء اربعون رجلا الى علي بن ابي طالب  
فقالوا لا والله لا نعطي احدا طاعة بعد الان لا بد قال ولم قالوا اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم  
في اليوم غد ير قال تقتلون قالوا نعم قال فاتوني غدا محللين فما اتاه الا هؤلاء الثلثة قال وجاء  
عمار بن ياسر بعد الظهر فضر به يد على صدره قال له مالك ان تستيقظ من نومة الغفلة  
فلا حاجة لي فيكم انتم لم تطيعوني في خلق الراس فكيف تطيعوني فقال جبال الحد يد فلما  
حاجة فيكم اوراسي كتاب بين دوسري جگہ روایت ہے عن ابن عيسى فخر عن ابي  
عبد الله ع قال سلمان كان منه الى ارتفاع المنار فعاقد الله ان وحی عنقه حتى صيرت

لے جب رات ہوئی تو علی نے فاطمہ کو گدھی پر سوار کیا - اور حسن حسین کا ہاتھ پکڑا - اور مہاجرین و انصار اہل بدر میں سے  
کسیکو بھونٹا مگر اوسکو گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کس طرف سے دعوت کی - پس مجز جو ایس  
آدمیوں کے اور کسینی آپ کی اطاعت قبول نہ کی - آپ نے انکو حکم کیا کہ صبح کے وقت سہ سہ کر مسج  
ہو کر موت پر بیعت کے لیے حاضر ہوں - جب صبح ہوئی تو سوا گئے چار شخصوں کے اور ان میں  
سی اور کوئی نہ پہنچا - میں نے مسلمان سے پوچھا چار دن کون کون بیٹھے - کہنا - بین اور ابوذر اور مقداد  
اور زبیر بن العوام - نام ابو عبد اللہ سے سنا فرماتے تھے جب رسول اللہ نے وفات پائی سوا سلمان - ابو  
مقداد کے سب لوگ مرتد ہو گئے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس جا لیس آدمی آئی -  
اور کہا خدا کی قسم ہم آپ کی اطاعت کی بیعت نہ کریں گے - آپ نے فرمایا کہ یوں آپ کو  
ہمیں حضرت کے سنا - کردہ - غنہ کے دن آپ کے اب میں فرماتے تھے کہ نہ آیا مارنے  
مرنے پر راضی ہو کہا ان فرمایا تو صبح کو سہ منڈا کر میرے پاس آؤ - سوا ان تین آدمیوں کے اور کوئی  
اسی پاس نہ آیا نام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ طار بعد ظہر کے آیا آپ نے اسکی سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا اپنی فطنت کی نیند سے  
ابنکے نہیں جاگتا - جاد مجھکو تھاری مجھ ضرورت نہیں جب سہ منڈا آئی میں تنہی میری اطاعت نہ کی تو لوہی کو کہا کہ  
ساتھ رکھا آئی میں نے کہہ کر اطاعت کر دئے تھاری جب کہ مجھ حاجت نہیں - نام ابو عبد اللہ سے مراد ہی  
اوہوں نے فرمایا کہ مسلمان سے تاخیر نہ کر پھر ہی تمک ہوئی خدا نے اوسکو یہ سزا دی کہ اوسکی گردن  
کو پائیل کیا بیان تک - ۱۲ -

مثلاً المسعۃ حمراء وبوذہ منہ الی وقت الظہر فاقبلہ اللہ الی انسلط علیہ عثمان حتی حملہ علی قبت  
واکل لحم الیتہ وطرده عن جوارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما الذی لم یتغیر منذ قبض رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ حتی فارق الدنیا طرفة عین فالمقداد  
ابن الاسود لم یزل قائماً قابضاً علی قائم السیف عیناً فی علی بن المفضل بن یزید بن ہاشم بن  
مختار بن  
حاصل روایات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی معصیت سے نہیں بچا بلکہ ارتداد  
سے نہیں بچا حضرت مقداد اگرچہ داخل مرتدین نہیں لیکن فرار جنگ احد سے جو کبیرہ ہے  
اوج کبر حق میں وارد ہے فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبِ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا وَاَدَّ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا  
آپ کی طرف منسوب ہوگا اور کرام ہونے سے بروایات شیعہ خارج ہوگی۔ پس اب دیکھنا  
چاہی کہ ہمارے حضرت مجیب فرمانا کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا جانتی ہوں فرمادے  
تو یہی وہ صحابہ جنکی کرام ہونے کے ہماری مجیب قائل ہیں وہ کون ہیں کون سے کوئی  
معصیت سرزد نہیں ہوئی وہ یہ ہے بزرگوار ہیں جنکی اوصاف کتب شیعہ سے مذکور ہوئی  
یا کوئی فرضی ہیں اگرچہ خصال ابو جعفر محمد بن بابویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جنکی صفت  
حسب مذاق مجیب لبیب کرام ہو سکتی ہیں بارہ ہزار میں حدیثنا احمد بن جعفر الہمدانی  
قال حدیثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابراہیم بن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عبد اللہ  
علیہ السلام قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اثناعشر الفاً ثمانیۃ آلاف من غیر اللہ  
والقان من المذنبۃ والقان من الطفاق المرید ہم قدری ولا مر جی ولا حوری ولا معترلی  
ولا صاحب کما توایکون للسلطانہما ولقولہن افضل واحسن قبل ان اکمل الخمر الخمر انتی بلطف  
سے ارسال فرمادے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خدا کے لئے اسکو بہرہ رسد دی کہ عثمان کو اسکو  
سند کیا اور اسکو ایسی باتوں پر سوار کیا جس سے اسکو سرین روحی ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پڑوس میں اسکو رکھا  
دیا۔ لیکن وہ شخص جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک مطلق نہیں بلکہ مقتدا بن الاسود ہے ہمیشہ تلوار کا  
تھبہ بڑے ابراہیم بن ابی عمیر کی نگاہوں میں انہیں کوئی سند ہی کے ساتھ منتظر رہا کہ حضرت کتب حکم فرماتے ہیں ۱۲-  
۱۳ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ ہزار تھے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہمارے اور ہمارے  
برہندہ والے اور ہزار طہارۃ و طہارت کوئی قدر ہی تھا نہ کوئی مرجی تھا نہ کوئی خاک جی تھا نہ کوئی ہفتہ لی تھا نہ  
نہ کوئی دین میں راضی کو دخل دینی والا تھا اور کہا کرتے تھے کہ خداوند احمیر می روئی تھا ہے سے چلے  
ہمارے جان نہال لے ۱۴-

صحابہ کرام کی شان و کرامت کا بیان ہے

یہ تعداد کہ جنہیں مدینہ اور غیر مدینہ سے دس ہزار اور طلق اور ہزار تہی اسمیں معلوم نہیں  
 وہ حضرات جنکی مناقب و فضائل کتب شیعہ سے بیان ہو چکی ہیں داخل میں یا خارج  
 اور یہ حضرات باوجود ان محامد کے مرتدین میں معدود ہیں یا نہیں یا یہی منافض  
 و نہاف روایات کچھ اسی موقع پر منحصر نہیں ہے۔ ماہذہ با ولاق روضہ کسرت فی الاسلام  
 صد ہار روایات میں یہی کیفیت تعارض و منافض کے ہر بحر تقیہ کوئی مفر نہیں  
 و ہو کماتری دلیل المعجز۔ پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ بروایات معتبرہ قوم عاصی  
 اور فاسق بلکہ مرتد ہوئی تو صفت احرار یہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس وقت صفت  
 احرار یہ ہو سکتی ہے کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہوں اور جب اہل سنت کے نزدیک  
 سب کرام ہیں تو حسب مذہب اہل سنت صفت احرار یہ نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے  
 نزدیک سب غیر کرام ہیں تو انکی نزدیک ہی صفت احرار یہ نہیں ہو سکتی تو اس سے ثابت ہوا  
 کہ اہلسنت سبکو بہتر و برتر سمجھتی ہیں اور یہاں کہتی ہیں اور شیعہ سبکو برتر سمجھتی ہیں اور  
 بد کہتی ہیں پس حضرت مجیب کا حصر کے ساتھ فرمانا کہ اوٹکو ہی برتر جانتی ہیں جس سے پایا جاتا ہے  
 کہ بعض مراد میں غلط ہوا باقی رہا کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہ ایک خیال  
 باطل ہی کیونکہ اہلسنت کے نزدیک دو قاعدہ کلیہ میں اول یہ کہ بعد انبیاء کی  
 کوئی معصوم نہیں دوم یہ کہ وصف صحابی کی ساتھ جملین ایمان ہی مانو دی  
 کوئی معصیت مضرت نہیں پونچاتی اور کرام ہونے سے نہیں خارج کرتے جیسا کہ  
 شیعہ متعہ نکاح میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خط کر نیسے درجہ جہنم کا پاوی اور دو دفعہ  
 کر نیسے درجہ حسن کا اور تین دفعہ میں علی کا اور چار دفعہ متعہ میں خود حضرت افضل بن  
 المرسلین کا درجہ اوڑھاوے یا جب اہلسنت کے باب میں فرماتے کہ باوجود کفر کے  
 یہی ذریعہ نجات و فلاح ہے تو جب وصف صحابہ کے ساتھ کوئی معصیت و ذلک  
 مضر نہیں تو اہلسنت کی کتابوں سے غیر کرام ثابت ہونا محال ہوا غایت مانتے





وہو قول اصحابنا واکثر اہل الخلاف۔ تو اس قاعدہ کو روسی یہ خطاب صحابہ مہاجرین اور  
اور انصار کے شان میں وارد ہے اور وہی خیر امت میں اور تفسیرین شیعہ نے ہی اس آیت  
کی تفسیر میں اصحاب ہی کو مراد رکھا ہے صاحب مجمع البیان لکھتا ہے <sup>۱</sup> واختلف في  
المعنى بالخطاب فقيل هم المهاجرون خاصة وقيل هو خطاب للصحابه ولكنه  
يعم سائر الامة ۲ لیسوا سوا من اهل الکتاب امة قائمة يتلوا آيات  
الله اناء الیل و هم یسجدون یؤمنون بالله والیوم الآخر و یأمرون بالعرف و  
ینہون عن المنکر و یسارعون فی الخیرات و اولئک من الصالحین و ما یفعلوا  
من خیر فلننیکم فرؤة و الله علیکم بالمتقین۔ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے  
اون اہل کتاب کے مدح فرمائی جو اپنی دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئی تھی اور اصحاب کے زمرہ  
میں شامل ہوئی تفسیر صافی میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے لیسوا یعنی اہل الکتاب سوا فیہم  
من اهل الکتاب امة قائمة علی الحق و هم الذین اسلموا منهم ۳ و اذ عددت  
من اهلک نبوی المؤمنین مقاعد لقیال و الله سميع عليم اذ هم تحت طائف منکم  
انقضوا و الله و یثماد علی الله فلیتوکل المؤمنون۔ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے  
انصار کے دو قبیلوں بنی سلمہ اور بنی حارثہ کے لیے کیسا کچھ بخود خوشنودی عطا فرمایا اور اس  
ان کی کس قدر فضیلت ثابت ہوئی مجمع البیان طبر سے میں سے <sup>۴</sup> ہا بنو سلمہ و بنو حارثہ  
سے ہادی صحابہ اکثر از ان کا یہ بھی قول ہے۔ ۵ اختلاف بنو ابی خطاب سے کہ ان کا کہنا ہے بعضوں نے کہا کہ  
مہاجرین میں ان میں سے اور بعضی کہتی ہیں کہ خطاب سے صحابہ کو کہیں۔ لیکن قاضی شمس کو شل ہے۔ ۶ انہیں وہ برائے  
کتاب کے ایک جماعت جو قائم رہتی ہیں انہیں خدا کے اوقات رات میں اور وہ مسجد کرتے ہیں۔ ۷ ان کے  
میں سے انہیں اللہ کے اور دن بچھلے گئے اور حکم کرتے ہیں ساتھ بھلائی کے اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جگہ  
کرتے ہیں۔ ۸ بنو بھلائیوں کے آؤ یہ لوگ صاحبان سے ہیں اور جو کچھ کریں وہ بھلائی سے پس برگز  
لیجی دیکھنا قدری اس کی اور اللہ جاننی والا ہی پر ہیز گار نہ ہو۔ ۹ اور جب صبح کو نکلا تو لوگوں اپنی سے  
جگہ دیتا تھا مسلمانوں کو بیٹھنے کے واسطی راہی کے اور اللہ سنی والا جاننی والا ہی جب قصہ  
کہا تھا دو دفعے نے تم میں سے ایک نامزدی کریں اور اللہ دوستدار بننا اور اللہ کے پس  
چاہی کہ تو کل کریں ایمان والے۔ ۱۰۔ ۱۱۔ وہ دو لوگ رہے اور بنو حارثہ انصار کے دو قبیل ہیں اور کہتی ہیں  
کہ بنو سلمہ قبیلہ خزرج سے تھا۔ اور بنو حارثہ قبیلہ اوس سے اور یہی شکر کے دو بار مذکور ہے۔ ۱۲۔

حِجَابِ مِنَ الْاِنصَارِ وَقِيلَ هَآئِنِ سُلَٰمَةٌ مِنَ الْخُرَاجِ وَبَنُو حَارِثَةَ مِنَ الْاَدَسِ وَكَانَ جَنَابُ  
 الْعَسْكَرِ سَجْدَةً فَحَرَّتْ مِغْفَرًا مِغْفَرًا قِيَامَتِ دِينِ قَابِلِ تَاشَافِ دِه طَافَتَانِ مَنَكُم كِي تَقِير  
 مِينَ فَرَمَاتِي مِينَ كِه اس سے مراد عبد اللہ بن ابی بنی سنا نقین اور اوسکی اصحاب مین۔ اول تو  
 اس سے لفظ طافتان جو تثنیہ واقع ہر صرح انکار کرتا ہی۔ بعد اوسکی لفظ مَنَكُم اوسکی لفظ  
 ہر پہر یا ہم حق تعالیٰ فرماتا ہی اللہ اونکا دلی ہے تو اگر سنا نقین کے ساتھ خدا اتعالیٰ  
 کی موالات تسلیم کی جیگی تو بہت سر دلائل قطعہ شیعہ کا استیصال ہو جائیگا۔ (۴)  
 اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْاِثْمِ الْجَمْعُ اِنَّمَا سَتَرْنَاهُمْ لِلشَّیْطٰنِ بِعَظْمٍ مَّا لَکُمْ اُولٰٓئِکَ  
 عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ (۵) الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ  
 مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ الَّذِیْنَ احْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا اَجْرَ عَظِیْمٍ الَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ  
 اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَرَآدَهُمْ اِیْمَانًا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ  
 (۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلٌ عَامِلٍ مِنْکُمْ مِنْ ذِکْرِ اُولٰٓئِکَ بَعْضُکُمْ  
 مِنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فِی سَبِیْلِیْ وَقَتَلُوْا وَقُتِلُوْا  
 لَا کُفْرَانَ عَنْهُمْ سِیِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخِلَتْهُمْ جَنَّاتُ جَحِیْمٍ مِنْ جَهَنَّمَ اَلَا نَهْمُ ثَوَابًا مِنْ غِنِی اللّٰهِ  
 وَاللّٰهُ مُجِدِّنَا حَسَنَ التَّوَابِ اس آیت شریفہ مین حق تعالیٰ نے مہاجرین کے لیے کفیر سیات اور  
 ادخال جنات اور ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا جسکا خلف محال ہے اور تکفیر سیات سے  
 اس طرف اشارہ ہے کہ اوسنی نوع سیکہ متبغ نہیں ہے اور نہ قاذح انکی فضیلت کو ہی (۷)

سے تحقیق جو لوگ بدیہہ موٹے گئی تھیں مین سے اوسدن کر میں اور عاتقین سو اسکر نہیں کہو گاہا انکو شیطان نے بعض  
 اور سچے سے کر کہا یا تاہا اوہوں نے اور تحقیق معاف کیا اللہ نے اوسنی تحقیق اللہ عظمیٰ والا عمل والا ہے۔ اس سے  
 جن لوگوں نے قبول کیا واسطی اللہ کے اور رسول کے پیچھے اسکی کہہ سوجھی انکو زخم دے سے اور لوگوں کے کہہ سوجھی  
 نہیں اور نہیں سے اور ہر ہر گاہی کرتے مین ثواب بڑا۔ دو لوگ کہہ سوجھی انکو زخم دے سے اور لوگوں کے کہہ سوجھی  
 مین واسطی ہمارے لیے تھیں اور تمہیں زیادہ کیا انکو ایمان کیا اوہوں نے کفایت بھی ہو کہ اللہ اور  
 اچھا کارب دہی۔ اس سے۔ لیکن قبول کیا واسطی اور کے رب انکی نے یہ کہ مین نہیں طاف  
 کروں گا غل کسی عمل کریدو ایسا کہ مین سے مرد سے یا عورت سے بعض ہمارے بعضوں مین  
 پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا انکو ایسی گروں اپنی سے اور ایسا دینی گئی بیجا راہ میر کہ اور رکھے اور ایسی گئے  
 البتہ دور کردہ گاہ مین اوسنی راہیان انکو اور البتہ داخل کردہ گاہ مین انکو بیوقوفین چینی مین نیچی اور سیکے سر ہر مین ثواب  
 نزدیک خدا کے سر اور اللہ نزدیک اوسکی ہے اچھا ثواب۔ ۱۱۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ  
 الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت شریفہ میں مہاجرین  
 وانصار کے لیے فضیلت فی الایمان کی شہادت دی۔ اور ضمیر فصل کے توسط سے جو حصہ مفسدہ کی  
 کمال ایمان کو محقق فرمایا اور ان کو اپنی مغفرت اور ثواب فیع کا وعدہ فرمایا لیکن ان فوس کی حضرت شیخ  
 انجی حق میں مغفرت عظیمہ کو لعنت فاحشہ سی اور ایمان کمال کو کفر شدید سی اور ثواب کریم کو عذاب عظیم  
 بدل دیا۔ سبحانک اہبتان عظیم۔ (۸) وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْانصَارِ  
 وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَّاعَهُ وَوَعَدَ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا  
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے مہاجرین وانصار  
 کی جو کچھ مدح فرمائی محتاج شرح نہیں حضرات شیعہ کی تاویل بلکہ تحریف میں بجز اس کی اور کچھ نہیں کر سکتے  
 کہ اس کو بوزر مقدار وغیرہ کے ساتھ مخصوص فرمائیں اور پہلے ان کی حالات معلوم ہو ہی چکی ہیں علاوہ  
 ازیں جمع صرف بلام الفاظ عموم میں بالاتفاق۔ (۹) إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ الْجَنَّةُ لِيَقْتُلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُوا وَيُقْتَلُوا وَعَدَ عَلَيْهِ  
 حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا بِهِ يَسِّرَ اللَّهُ لِيَأْمُرَ  
 بِأَعْيُنِهِمْ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ الْمُتَابِعُونَ الْعَبِيدُونَ الْحَامِدُونَ السَّاجِدُونَ  
 الرَّكْعُونَ السَّاجِدُونَ وَالْأَمْرُؤُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ  
 لِحُدُودِ اللَّهِ وَيَشْرِي الْمُؤْمِنِينَ (۱۰) لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُحْسِنِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

۱۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا۔ پیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جاگہ دہی اور مدد کی یہہ لوگ ہیں  
 ایمان لانے والے ہیں ان کو اسی طرح شمشیر ہے اور رزق بھی بیکارست۔ ۲۔ اور ان کے جوہ جانیوالی سے نجات کر رہو انوں سے اور مدد  
 دینی والوں سے اور وہ لوگ کریموں کی کرتے ہیں ان کے ساتھ نیچے کے راضی ہوا اللہ اور نبی اور راضی ہوئی وہ اس سے  
 اور پیار کے واسطے ان کی پیشین چلتے ہیں پیچھی اور نبی کریم پیش رہنے والے پیچ اس کی ہیبت سے مراد پانا ہوا  
 تحقیق اللہ سول لیت ہے مسلمانوں سے جا لین اور مال اور نبی سبب اس کے واسطے ان کی ہیبت سے مراد پانا ہوا  
 پیچ راہ اللہ کے پس مہاجرین کے اور مہاجرین جاوین کے وعدہ ہی اور ہر اس کی پیچ فوریت کے  
 راضی ہونے اور قرآن مجید کے اور کون شخص پورا کر رہا اللہ سے نبی کو اللہ سے نبی کو اللہ سے نبی کو اللہ سے نبی کو  
 سوداگری کی گئی ساتھ اس کو اور وعدہ ہی مراد پانا ہوا۔ توبہ کر رہی ہیں جن عہدات کر رہی ہیں تو تعریف کر رہی ہیں یہ نبی الی ہیں  
 کر رہی ہیں حکم کر رہی ہیں تہہ ہدایا کے اور منع کر رہی ہیں نامعقول سے اور کھا کر رہی ہیں مدد ان کے کیا اور بشارت  
 ہی ایمان والوں کو ۱۰۔ اللہ نے توبہ کیا اللہ اور نبی کے اور وطن چھوڑ دینی والوں کو اور مدد دینے والوں کے۔ ۱۲۔

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَرِيحُ قُلُوبَ قَوْمٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمُ وَوَفَّى رَحِيمٌ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ <sup>ط</sup> (١١) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَوَرْضَانٍ وَحَسَنَاتٍ لَهُمْ فِيهَا أَعْلَمُ مُقِيمٌ خُلَدِيْنَ فِيهَا أَبَدَاتٍ اللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ <sup>ط</sup> (١٢) لَكِنَّ الرُّسُلَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ إِعْدَدَ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلَدِيْنَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ <sup>ط</sup> (١٣) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَيْنِكُمْ مَنْ عَزَىٰ دِينَهُ قَسَتْ يَاسَىٰ اللَّهُ يَقُومُ خَبِيرُهُمْ وَيُجِيبُونَهُ إِذْ لَهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعْرَاجٌ عَلَى الْكَافِرِينَ جَاحِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ وَأَتَا وَلِيُّكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ <sup>ط</sup> (١٤) إِذْ نَالُوا الْوَيْقَالَ يُكَلِّمُونَ بَانَثُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ وَالَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ لَا يَنْصَرُّونَ إِلَيْهِمْ لَقَوْمٌ يُقَالُونَ إِنَّ اللَّهَ

[illegible]





تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُخْلِدُونَ فِيهَا مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ تَعْلَمُ غُيُوبَهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ خِزْيَابُ اللَّهِ الْأُولَى  
 إِنَّ خِزْيَابَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۲۴) يَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ ديارِهِمْ  
 وَأَمْوَالِهِمْ يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُضَاهَوْنَ وَنُصْرُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَوْلَىٰ بِالضَّرَافِئِ  
 (۲۷) وَالَّذِينَ شَرِبُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ مِنَ هَاجِرِ إِلَهُهُمْ وَلَا يَجِدُونَ  
 فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ  
 يُوقِ شَنْهُ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - علی بن القیاس اور بیت آیات میں جو سب سے  
 وخصوصاً صحابہ کرام کی مدح میں وارد ہوئے ہیں و جن سے صحابہ کبار و مجاہدین انصار کو فضائل و مناقب ثابت  
 ہوتی ہیں نصف البیت کے وسطیٰ نزاکت آیت ہی کافی ہے۔ اور انصاف کے سامنی تمام قرآن ہی سفیدین  
 اہل بیت ہی سب سے چند آیات کو مختصر بیان پر اکتفا کر کے بعض آیات کو بخوف تطویل بلا تفسیر استعمال کر  
 کر دیا ان مختصر اپنی ادنیٰ آیات کو سن لہجہ میں سے صحابہ کرام ہونا کا شمس و رجب النہار ثابت ہوتا ہے  
 و سید ولد اعلیٰ لکھنوی نے اساس الاصول میں صفحہ ۷۷ پر اور بحار مجلسی کی جلد اول میں  
 صفحہ ۷۷ پر لکھی ہے ہم الفاظ اساس کے لکھتی ہیں۔ مہما ما اور وہ الصدوق  
 فی کتاب معانی الاخبار عن ابن الولید عن الصنفار عن الخشاب عن ابن کلوب  
 عن اسماعیل بن عمار عن الصادق عن ابائہ و محمد بن الحسن الصنفار عن بصائر الدجاء  
 و الشیخ الطبرسی فی کتاب الاحتجاجات عن الصادق اذ قال رسول اللہ قال ما وجدتم فی کتاب اللہ عز و جل  
 لہ دینی و انکوہ تہ روح کے اپنے طرف سے اور داخل کر گیا انکو ہشتون میں چلتی ہیں نیچے اونچی گہرین میں جس میں وہ  
 بیچ اسکی رہتی ہوا اللہ اون سے اور راضی ہوتی وہ اوس سے یہ لوگ ہیں گروہ خدا کے طہور و نہر تحقیق گروہ اللہ کے نہ ہیں  
 فلاح پانوالے سے۔ یہاں واسطیٰ فیرون وطن چوڑیہ النون کے جو نکال گئے گہر دن اپنی سے اور انون اپنی سے  
 چاہتی ہیں نفس خدا کے سے اور رضا مندی اور مدد و تہیہ بن خدا کو اور رسول اسکو کو یہ لوگ وہ ہیں۔ سچے  
 سے اور واسطیٰ ان لوگوں کے کہ جگہ پکڑی ہے گہر ہجرت کے میں یعنی مدینہ میں اور ان میں سے اوشی  
 دوست رکھتی ہیں انکو جو وطن چوڑیہ فیرون طرف انکی اور نہیں جاتے بیچ دلون اپنے کے خلیش اوس  
 چہرے کے کہ دینی جاوین مجاہدین اور اختیار کرتے ہیں اور جانون اپنے کے اور اگرچہ ہو انکو کو نکالو  
 جو کوئی جب یا جاوے بجلی جان اپنی کی سے۔ پس یہ لوگ وہ ہیں۔ فلاح پانوالے  
 ۱۲۔ امام جعفر صادق رضی سے مروی ہے کہ یا جو کچھ کتاب اللہ میں پاؤ۔ ۱۲۔



فأعلم به لازم ولا عذر لاكم في تركه وما لم تكن في كتاب الله عز وجل وكان فحسنة مني فلا عذر لاكم  
في ترك سنتي وما لم يكن في سنتي فما قال أصحابي فقولوا له مثل أصحابي فيكم كمثل النجوم  
بأيها اخذ اهتدى وبأي اقاويل الصحابة اخذتم اهتديتم واختلاف أصحابي لكم  
رحمة - قيل يا رسول الله من أصحابك قال اهليلج - به سوال جواب جو خاتمہ روایت میں ہے  
یہ سہر حضرت صدوق کی گہرت ہے کیونکہ لفظ اصحاب کوئی پہلی چستان نہیں تھا جو کل کی  
ضرورت تھی یہ بیان ختمات خود اسکو مطلق ہے علامہ جامع الاستفسار کی روایت اس منسوبہ کو صریح طے  
کر رہی ہے - (۲) حدیث الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن نجیہ  
الصوفی قال حدثنا محمد بن یونس بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام  
عن قول النبی اصحابی کالنجوم بانہم اقتدیتم اهتدیتم وعز قولہ دعوا الی اصحابی فقال  
ہذا صحیح - عن آیات یتنا - از جامع الاخبار (۳) انا کاشمیں علی کا لقمہ صحابہ  
کالنجوم بانہم اقتدیتم اهتدیتم - عن آیات یتنا (۴) اللہم واصحاب محمد  
خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلاوا البلاء الحسن فی نصرہ - صحیفہ کلام  
(۵) امام حسن مجتبیٰ کی تفسیر میں ہے - ان رجلا من بنی امیہ و اصحابہ او  
واحد منهم یعدہ اللہ عذابا لوقسم علی مثل ما خلق اللہ لاهلکم جمعین عن آیات یتنا  
(۶) امام کی تفسیر میں ہے - فقال یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی صحابۃ  
جمیع المرسلین کفضل آل محمد علی النبیین - عن آیات یتنا (۷) جامع اخبار میں ہے

[illegible]



قال انبي من سبني فاقتلوه ومن سب اصحابي فاجلدوه (۸) جلد اولیٰ بحکم حضرت محمد ﷺ  
 پر مذکور ہے علیؑ عزابیہ عن ابن ابی جبران عن ابن حمید عن ابن خازم قال قلت لابی عبد اللہ  
 علیہ السلام ما ابی اسئل عن المسئلہ فتجیبہ بالجواب ثم یجیبک غیری فتجیبہ  
 یجواب آخر فقال انا نجیب الناس علی الزیادہ والنقصان قال قلت فاجنبہ عن اصحابی رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ صدقوا علی محمد ام کذبوا قال بل صدقوا قلت فما بالہم یختلفون فقال  
 اما تعلم ان الرجل کان یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فیسالہ عن المسئلہ فتجیبہ فیہا  
 بالجواب ثم یجیبہ بعد ذلک بما ینفخ ذلک الجواب فنسخت الاحادیث بعضها بعضا امام  
 کو اس ارشاد سے صاف ثابت ہو کر صحابہ روایات حدیث میں سچے اور عدول و ثقہ ہیں  
 (۹) وقال علیہ السلام فمدح الانصار واللہ ابوالاسلام کما یرئی القوم مع عنانہم  
 باید یہم السیاط والسنتم السلاط والقول المہر والسیاط السامح ویقال للماہر فی الطعن  
 فتنہ سیط الیدین ای انہ لقیف فیہ والسلاط الحداد والفصیحۃ شرح فیہ البلاغۃ  
 ابن مہثم - (۱۰) منها فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کرامۃ اللہ لکم منزلة تکرم  
 بها اساکم وتوصل بها جبرانکم ویعظمکم من لا فضل لکم علیہ ولا ید لکم عندہ وبہا بکم  
 منزلا یخاف لکم سطوة ولا لکم علیہ امة وقد ترون عہود اللہ منقوضۃ فلا تغضبوا  
 اسے بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ بڑا کبی اور کو قتل کرو اور جو میری اصحاب کو ہار کبی اور کبی کوڑی مارو۔ اسے ابن خازم سے روایت  
 کہتا ہے یہی امام ابوہریرہؓ نے خدمت میں عرض کیا کہ کیا حال ہے میں آپ کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں آپ مجھے کچھ جواب دیتے ہیں ہر دفعہ کچھ دوسرے کچھ  
 پوچھتا ہوں آپ کو کچھ جواب دیتے ہیں فرمایا ہم کو کون کو کمر دیش جواب دیتی ہیں۔ کہتا ہے یہی عرض کیا یہ تو مجھ سے شکیلا ہے کہ اصحاب  
 رسول اللہؐ نے (احادیث رسول اللہؐ میں) سچ بولا ہے یا جھوٹ بولا ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ سچ بولا ہے میں نے پوچھا تو ہر اسی اختلاف کی کیا وجہ  
 فرمایا تو نہیں جانتے کہ حضرت کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر کہتا ہے کہ میں نے آپ کو کچھ جواب دیتے ہیں آپ کو کچھ جواب دیتے ہیں اس کا سنا کچھ جواب میں فرمایا  
 تو میری تو بعض احادیث بعض نسخ میں ہیں۔ اسے جناب امیر مدائنے انصار کی طرح میں نے سنا یا خدا کی قسم انہوں نے ہر جگہ اپنی تکلیف  
 و حاجت کی سہام کو بردر کش کیا جیسا بچہ میرے کو بردر کش کرتے ہیں۔ اذکی انہوں میں سخاوت ہے اور ریلہ تو ان میں  
 طلاق و مضاحمت ہے۔ ۱۲۔ اسے اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا۔ تراءتہ کی بزرگی سے جو تم کو حاصل  
 ہوئی۔ ایسی رتبہ پر پہنچ گئی ہو جس سے تمہاری جو کوئی نیکی تم کو پہنچی ہے اور تمہاری بڑوسیوں کے ساتھ ہو  
 جو ریلہ میں اور وہ لوگ جن پر تم کو کچھ حق ہے اور تمہارا کچھ احسان ہیں جو تمہاری تعظیم کرتے ہیں۔ اور جو لوگ تمہاری  
 علیہ سے در پی ہیں اور تمہارے رتبہ اور عظمت ہے وہ تمہاری ہیبت نامتی ہیں دیکھ رہی ہو کہ خدا تعالیٰ کے عہود  
 توڑے جاتے ہیں اور تم کو کچھ غصہ نہیں آتا۔ ۱۲۔

وَأَنْتُمْ لِقَصْدِ دَهْمِ أَمَانِكُمْ تَأْفُونَ وَكَأَنَّتُمْ أَمُورَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ تَرُدُّوْنَ وَعَنْكُمْ تَصْدُرُ إِلَيْكُمْ  
تَرْجِعُ فَمَنْكُمُ الظَّالِمَةُ مِنْ سَنَائِكُمْ وَالْقِيَمَةُ إِلَيْهِمْ إِنْزِمَتْكُمْ وَأَسْلَمَتْ أُمُورُ اللَّهِ فِي أَيْدِيهِمْ  
تَعْمَلُونَ بِالشَّبَهَاتِ وَتَسِيرُونَ فِي الشَّوَاتِ وَإِيَّا اللَّهَ لَوْ فَرَّقُوا كَرَّمَ تَحْتَ كُلِّ رُكُوبٍ لَجَبَّعَكُمْ  
اللَّهُ لَشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ أَقُولُ كَرَامَةُ اللَّهِ لَهُمْ بِالْإِسْلَامِ وَقَوْلُهُ وَكَأَنَّتُمْ أُمُورَ اللَّهِ إِلَى قَوْلِهِ تَرْجِعُ  
إِيَّاكُمْ كُنْتُمْ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَالْحُلِّ وَالْعَقْدِ فِيهِ لَا يَنْهَمُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَالظَّالِمَةُ  
الْبَغَاةُ وَأُمُورُ اللَّهِ الَّتِي أَسْلَمَتْ فِي أَيْدِيهِمْ أَحْوَالُ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ - شرح نهج البلاغة ابن عيسى  
(١١) وَمِنْ كِتَابِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْخَوَارِجِ فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي أَخْطَأْتُ  
وَضَلَلْتُ فَلَمْ تَضِلُّوا عَصَا مَتَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِيُضِلَّ إِلَيَّ - نهج البلاغة  
(١٢) وَمِنْ كِتَابِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مَعُوبَةَ أَنَّهُ بَابِعَيْنِ الْقَوْمِ الَّذِينَ يَالِغُوا بِالْبَابِكِ  
وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ عَلَى مَا يَأْتِيهِمْ عَلَيْهِمْ فَلَوْ يَكُنِ الشَّاهِدَانِ يُخْتَارُونَ وَلَا لِلْبَغَايِبِ أَنْ يَرُدُّوا وَأَمَّا اللَّهُ  
لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ قَانِ أَجْتَعُوا عَلَى حُلٍّ وَسَمِعُوا أَمَامًا كَانَ ذَلِكَ اللَّهُ رَضَى فَإِنْ جَمَعَ  
مِنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ لِبَطْنٍ أَوْ بَدْعَةٍ رَدَّوْهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ أَبَى قَاتَلُوهُ عَلَى تَابِعَةٍ غَيْرِ  
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَاهُ اللَّهُ مَا تَوَلَّى وَلِيَصِلَهُ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا - نهج البلاغة

[illegible]

(۱۴) ما كنت الا رجلا من المهاجرين ادرت كما اوردوا واصدرت كما اصدرها  
وما كان الله ليجمعهم على الضلالة ويضربهم بعصا شرج البلاء غنة (۱۴) از هنا  
الامر لم يكن نصره ولا اخذ لانه بكثره ولا يقلة وهو دين الله الذي اظهره وجده الذي  
اعزاه وامده حتى بلغ ما بلغ وطلع من حيث طلع ونحوه من قول الله عز وجل (۱۵) ومن كلامه  
عليه السلام في معنى الانصار قالوا لما انتهت الى امير المؤمنين <sup>ع</sup> ابناء السقيفة بعد وفات  
رسول الله <sup>ص</sup> قال قالت الانصار قالوا قالت من اامير ومنكم امير قال عليه السلام فها لا يجتمع  
بان رسول الله <sup>ص</sup> وصي ان يحسن الى محسنهم وينجوا عن نصيبهم - نهج البلاء غنة (۱۶)  
ومر كل واحد على نفسه وقد توارى عن انظار الخطاب في الخروج الى غزوة الروم وقد توكل الله لاهل هذا الدن  
باعتراف المحوذة وسر العورة والذي نصرهم وهم قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون  
حي لا يموت انا متى تسرا الى هذا العدو ونفسك فتلقهم فتدك لا يكون للمسلمين  
دون اقصى بلادهم وليس بعدك مرجع يرجعون اليه فالبث اليهم رجلا محرابا واحضر معه  
اهل البلاء والنضجة فان اظهر الله اذنك ماتحب وان يكن الاخرى كنت رجاء للناس وضاعة  
للمسلمين - على القياس اگر تتبع آثار وکلمات که تو بیت روایات مضامین صحابی را در انکه ایمان کجاست برآوردی  
لیکن اگر کنی نظر انصاف بر کجی توایک ہی کافی برای احاطہ ہا ہی کہ سبط مختصر بطور محکم چند روایات

۱۔ میں عرف ایک شخص مهاجرین میں سے ہوں جو طبع وہ دارو ہونی میں ہی دارو ہوا اور طرح وہ لوٹی میں ہی لوٹا اور گردن خدا انکو گراہی  
کشانہ کر گیا اور اون کو حق سے اندھی ہونی میں مبتلا نہ دیکھا <sup>۱</sup> اسے اٹل دین کی نفرت اور کسی ذلت کی تہمت نہ دیکھ کر تہمت  
پر نہیں ہے (کیونکہ) وہ خدا کا دین پر جو غلبہ کیا اور اللہ کا شکر پر جو عزت دی اور جس کی تائید کی یہ ثابت کہ جس مرتبہ  
پہنچتا پہنچ گیا اور جس جگہ پہنچتا تھا نکلی آیا اور ہم ائمہ کے وعدہ پر من <sup>۲</sup> اسے انصار کے باب میں آئے یہ کلام فرمایا - بعد  
وفات حضرت کجب صحابہ سقیفہ جناب امیر مدنی اس پہنچ تو اپنے بوجہ انصار کے کیا کہا اور ہونے والی کہہنا کہ انہی کے ہاں میری جگہ کیا ہے  
تم میں سے ہونے جناب امیر نے فرمایا تم یہ دلیل کیوں پیش کرے کہ حضرت رسول <sup>ص</sup> نے وصیت فرمائی ہے کہ انصار کے ہاں میری جگہ ہوگی  
کیا چاہی اور تم نے انکار کیا اور نہ دیکھ رہی دے <sup>۳</sup> اسے آپ کی تقریر جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمودہ میں خود جانے کا قصد کیا - اللہ اس پر  
داؤ کی عزت اور سرور پوشی کا ضمان ہے - جس نے انکی قلت کے وقت مدد کی تھی جبکہ یہ مدد نہ کی جائے تھی اور ان کے  
(دوستوں کو) روکا تھا - جبکہ یہ طلب ہے اور باز میری کے قابل تھی نہ میری راہبوت ہے - جب تو خود اس ضمن  
کی طرف کوچ کر گیا اور کچھ صدمہ پہنچایا - چاہتا تھا تو اس کی بجائے انکی انصاف کی بات کہ کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی - اور یہی جگہ  
کوئی کوئی کی جگہ جس کی طرف تو نہیں - تو ان دشمن کی طرف کسی جبر کا آدمی کو سب سے اور آرمودہ کا رخصت ہو گیا اور انکی ساتھ کر  
اگر خدا نے غلبہ دیا تو یہ تو چاہتا ہے کہ اور اگر اور دیکر پیش آیا - تو تو انہوں کے پشت پر اور سہلانا نہ کرے  
دراصل میری دادا ہے - ۱۲ -







تو کچھ حرج نہیں اور فی حقیقت یہ شخص آپ کا خیال اور عمر ہی ہی اور محال ہے کہ اہلسنت کی تحقیق خلاف کتاب ثابت ہو جائے **قول** چنانچہ اس باب میں مختصر گذارش ہے کہ کتاب میں اگرچہ بہت سی آیات اس پر دل میں مگر صرف ایک ہی آیت لکھتا ہوں سورہ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمائی و اذ ارادوا التجارۃ اولھوں انفسوا الیہا وترکوا قائمہ صحیح بخاری میں کتاب جمعہ باب ذانفر الناس عن الامم میں پیار بن عبد اللہ کہتی ہیں ینما نحن نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبلت عیو تحمل طعاما فالتفتوا الیہا حتی ما بقی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اثنا عشر رجلا فخرات هذه الایۃ و اذ ارادوا التجارۃ لطلب انصاف فرمائی کہ نماز واجب ہے جس کو احادیث میں علاج مومن ارشاد فرمایا ہے اور رب الارباب کا مناجات کا مقام پر اور وہ ہی رسول اللہ کی پشت اطہر کے پیچھے سے انفضاض کیا اور آنحضرت کو کٹر چوڑنا اور بیو تجارت میں مشغول ہونا یہی ہے کہ امت کی نشانی ہے کوئی شخص اگر نماز جماعت کو ایک ایسا امام کے پیچھے سے قطع کر کے چلا جائے تو آپ اس کی حق میں کیا حکم فرمادیں ایک آنے مومن نماز سنجب کو قطع کر کے خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا کرے تو لوم و دلاست ہے نہ بھی۔ **اقول** اگرچہ اس شبہ کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ بعض دیگر باضافہ بعض فوائد پر دیکھ کر متوجہ ہوتے ہیں یہی اس اعتراض کا وہ ہے ایک اپنا خیالی قاعدہ ہے جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت محمد نے تسلیم کر رکھا ہے وہ یہ کہ معصیت کثرت کو نفع کر دیتے ہے اور ہم کہتی ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے انہی کفارہ سیئات اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سیدہ و معصیت دونوں کفر نہیں ہے اور اگر کثرت صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریاق مہوم معاصی ہے پس یہ اعتراض اپنی کمال منظرہ دہنے سے خلاف اصول اہلسنت اپنی قاعدہ مسلم کی بنائے ہیں اس منظرہ والی کو آفرین سے کہ آپ ہی ایک قاعدہ تراش لیا اور خیالی طور پر اس کو تسلیم سمجھ کر اوسے بنا پر اعتراض کر دیا چاہیے

۱۔ اگرچہ تجارت یا کسب کہتے ہیں تو مجھ کو کٹر چوڑ کر اس کو طوط چلی جاتے ہیں ۲۔ ہم حضرت کو ساتھ نماز میں ہی رک رکنا غلط دیکھتا ہے اسب اسطوف متوجہ ہوئی۔ دوبارہ آدمین سے سوا حضرت کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ و اذ ارادوا التجارۃ الخ - ۱۲۔

یہ شخص (کافر) کہتا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں مشغول ہے اور وہ نماز میں مشغول ہے اور وہ نماز میں مشغول ہے

وہ قاعدہ سلمہ باعتبار اپنی نہایت ہی سادہ و سلیس پہلے بیان ہو چکا۔ پس انصاف کا خاتمہ ہو چکا۔ اب بین ارباب انصاف کچھ مدت میں حضرت مجید کے دعویٰ اجتہاد و تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش کرتا ہوں جو ملاحظہ فرمادین۔ ہمارے محبیب حبیب نے حدیث بخاری کو اور قصہ انفضاض کو نماز جسم و محمول فرمایا ہے اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ جام گئی جو باتفاق مہنت و شیوہ غلط اور خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے ہر صحابہ نہیں گئی تمام غفرین و محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ خطبہ کی حالت میں پیش آیا چنانچہ مسلم کی روایت میں صریح مذکور ہے تو سید بنی نفع سے کہ معنی سخن منظر صلوٰۃ کو ہیں یہی روایت جابر بن عبد اللہ کی جو بخاری کے کتاب تفسیر میں دارہی اوسمین یہ لفظ نہیں ہے اس کی الفاظ اس طرح ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت عید یوم الجمعة ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثار الناس الا اثنا عشر رجلاً فانزل الله واذاروا التجارة الخ۔ تو اس سے پتہ چلا کہ یہ قصہ حالت صلوٰۃ میں نہیں لیکن بقبضہ کمال انقض صحابہ کو حضرت نے بطور اجتہاد اسکو حالت صلوٰۃ پر محمول فرمایا۔ اگر اہلسنت کی کتابوں کو نہیں دیکھا تو اپنی کتابوں کو ضرور دیکھ کر حق تعالیٰ کے مقبول کر لیا ہے تو اسے بخیر سنی کے رجال امت صدوق سمی جو میری سنی جو میری سنی کہ نہ تیار فرق لسان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

على المبدی فی یوم الجمعة اذ جاءت عید لغریش قد اقبلت من الشام ومعها من یضرب بالدف و یصفر ویستعمل ما قد خطر الاسلام فتركوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم على المبدی و انقضوا منه الى اللغو واللعب فغضب فيه و هذا فی سماع موعظة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یاتلوه علیہم من القرآن فانزل الله عز وجل فیهم و اذاروا التجارة الخ۔ اگر حضرت صدوق صاحب کی شہادت سے یہ ثابت ہو کہ یہ قصہ نماز میں واقع نہیں ہوا پس اب یہی تحقق ہوا کہ اگر اجتہاد غلط ہے اور صحیحی تفسیر مجمع البیان جو اس وقت میری سانی رکھی اوسمین یہی روایت موجود ہے۔ و روی عن ابي عبد الله انه قال

لے جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ اس وقت جب کہ کوفہ میں ایک قافلہ آیا اور ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس اس کو بارہ آدمیوں نے سب لوگ اس کی طرف دوڑ گئے تو اہل و ازار اور تجارت انھیں نازل ہوئی۔ اسے بھلا دیکھی یہ کہ جو کچھ ہم نے دن حضرت میں خطبہ پڑھا تھا قریش کا ایک قافلہ اس میں آیا اسکی ساتھ میں کچھ لوگ دف بجاتے تھے کچھ زبیدی تھے اور شاہی شہر میں استعمال کرتے تھے تو حضرت کو یہ خبر ہو کر وہ خطبہ بھیت کر سہہ مڑ کر لوگوں کو اس کی طرف چلے گئے۔ اسے خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ۱۱۔



انفروا ایہا وتکولک قائما تخطب علی المذنب علامہ ازین دوسری قاعدہ کہ روسی ہی بیہ خلاف  
قائم رہنا ظہر اعتراض کیا یہی انجمن قواعہ شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہی شرح اس جمل کے یہ ہے  
کہ حسن و قبح اشیا عند شیعہ عقلی ہے اور عین دلائل شاعرہ شرعی - تو نماز میں سی یا خطبہ میں سے  
چلا جانا عقلاً عند شیعہ قبیح ہے خواہ ہی شرعی وارد ہو یا نہ ہو اور شاعرہ کہ نزدیک جب تک ہی وارد ہو  
اور پھر طلاق قبیح کا نہیں ہو سکتا اور سو وقت تک انفس ل کے ہی وارد ہونا ثابت نہیں تو اگر  
صحابہ نے کوئی امر قبیح اور نہ ہی نہ نہیں کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں جو  
حالت تعلیم کے ممانعت نہیں فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر نہ ہی نہ ہوگی زیادہ تقویت ہو گئی نہ  
ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اوہشتی کا قصد کیا تھا یا اوہشتی تھی آپ ممانعت فرمادیتی تو اسکو  
اس زمانہ کے لوگوں نے مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع الفارق کیونکہ اس وقت بسبب رد فوجی کے  
قبیح ہو چکا ہے اور اس وقت میں بوجہ عدم درود نہی کے قبیح نہ تھا دس یا دس غلیہ البیان ہوا  
اگر بالفرض تسلیم نہ ہی ہو چکی تھی اور شرعاً یہ فعل قبیح ہی تھا اسکو عموم میں وہ صحابہ ہی تو  
داخل ہیں جنکو محبب البیہ نے بر خلاف شہادت قوم کرام سمجھ کر کہا ہے علی الخصوص موم دلت صد  
نویس کیو ہی باقی نہیں چھوڑا اس اعتراض کا جواب اپنی صحابہ کرام کی طرف سے عطا فرمادین گے  
وہی تمام صحابہ کی طرف سے قبول فرمادین اور جب روایت اہلسنت بارہ شخص ششی ہیں جو  
عشرہ مبشرہ اور میلاد ابراہیم مسعود ہیں لیکن شیعہ کی روایت سے کوئی ہی ششی نہیں ائمہ  
سے لیکر صحابہ تک سب ہی داخل ہیں پس فرمایا وہ کرام کون ہیں جو باقی رہی اور جنکو آپ  
کرام سمجھتے ہیں اور امام دہلوی نے بھی فرمایا ہیں اجماع میر صاحب بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت  
کی لوم دہلوی سے تو تمام بزرگان دین پھر ہوئی ہیں لیکن حضرات شیعہ کے لوم دہلوی سے  
بچنا محال ہے کہ اس سے ابتدا اور ائمہ اور صحابہ میں سے کوئی نہ بچا۔ ان بیہ بات باقی رہ گئی  
کہ اپنے نماز کو مخرج المؤمنین اور محل مناجات پروردگار فرمایا اور اس سے چل جانے کو  
لے اور کی طرف چل گئے اور جنکو منبر پر کھڑے ہوئی اور خطبہ پڑھتی ہوئی چھوڑ گئے ۱۲ -

مستحق لوم و ملامت قرار دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ بے ہمتی کی حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔  
 الحسین بن سعید عن فضالہ عن معاویہ بن عمار قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن  
 الرجل یحب ان ینزل فی الصلوۃ المکبوبۃ فقال لا یا من عمر۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز  
 معراج المومن ہر جمین فرمائی کہ یہیں درہ کی نام محل مناجات ہر اور کی قطع کرنے سے لوم و ملامت  
 سے نہیں بچتا۔ سبحان اللہ اگر وہ نماز یہی ہو تو ایسی نماز کو سلام ہی ہمارے حق بائیں تو  
 وہ محل مناجات اور معراج ہو اور قطع نظر اس کی وہ ایسا فعل ہو جاوی کہ اس میں ذکر سے کہیں تاہی ہر  
**قولہ** اما احادیث پس بخاری کی کتاب حوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ  
 فرمائی بہت سی احادیث میں یہی قول کہ مصدق بائیں کا بخوف طوالت عرض نہیں کرتا **اقول** سبکہ  
 تو حضرت مجاہد کمال ہی تجر طرہ فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتی چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ  
 اجمالی طور پر بیان کیا ہے اس لیے جواب بہ پیرایہ اجمال گذارش ہوتا ہے کہ عنوان اغراض سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ اگر کو صحابیت کے معنی سے اغراض ہر شایع لغوی معنی پر اعتراض کا دار و مدار  
 رکھا ہے اور اس طرح ہر جگہ احادیث کے نزدیک صحابیت کے لیے خاتمہ تک بقایا مان شہ و طرہ  
 تو ممکن نہیں کہ بخاری کی کتاب مذکورہ کے احادیث معنیہ ہی کی قول کے مصداق ہوں اور بعض محال اگر  
 تسلیم کر لیا جاوی تو جو جواب اپنے اپنی قبولین کی طرف سے تجویز کیا ہے وہی جواب بے کفر و فحش قبول  
 فرمادیں۔ **قولہ** اما اقوال صحابہ بخاری کے کتاب الاحکام دیکھیں اور میں اجماع کی کیفیت  
 معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ متعلقہ کتاب اللہ ہی دیکھی گا۔ **اقول** میں بخاری اور دیگر  
 کتاب الاحکام دیکھ چکا۔ اجماع کی کیفیت معلوم ہی مسائل متعلقہ کتاب اللہ جو کہ وہ تو معلوم  
 کر چکا ہوں لیکن ان باتوں سے مدعا ساسی حاصل شدنی نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں یہ  
 گول اصل تقریر میں بحث و التفات نہیں مان راستہ رکھنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب  
 صحابہ سے بڑا قول ائمہ اور دیگر مناقب میں شمار میں جہاں تک شہدہ اور کہا اقوال سابقہ میں  
 ہے۔ میں نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ کوئی شخص نماز میں اپنے ذکر سے کہیں تاہی ہر کچھ خوف  
 ملاحظہ نہیں ۱۴۔



کہ خانہ من بنیادہ باشد یعنی بنیاد خطاب چو دید کہ حال برین بنواں است انجماعت را تهدید نمود و کہ من خانہ را بر  
 شہ خواہم سوخت و تخصیص منقش دہن تهدید یعنی بر تنہا و قیق است از حدیث پیغمبر کہ حضرت نیز حق کسانیکہ در  
 جماعت حاضر نمیشدند و نام مقتدا نمیکردند ہمین قسم را فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت  
 باز نخواہند آمد من خانہ را برایشان خواہم سوخت و چون ابو بکر تیر امام منصوب کردہ پیغمبر بود در نماز و آنہا  
 ترک اقامتہ اذان امام حق بخاطر خود می اندیشیدند و طاقت جماعت مسلمین برین باب نمیکردند سختی  
 ہمان تهدید پیغمبر آشد پس این قول عمر شاید بہت بفعول پیغمبر کہ چون روز فتح مکہ بحضور او عرض نمودند  
 کہ ابن خطل کہ کبر از شعار افکار بود و بار بار بہ سجود پیغمبر در شعار خود روی خود را سایہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ معظمہ  
 بردہ و در پردہائی آنخانہ تجلی آشیانہ خود را پنهان ساختہ در باباد چہ حکم است فرمود کہ او را ہما بخا  
 بکشید و پانکس کنید ہر گاہ این قسم درود ان جناب الہی را در خانہ خدا پناہ نہا شد در خانہ حضرت نہا  
 چرا پناہ باید داد حضرت نہا چرا از سر ادا دوزن اشرار فساد پیشہ مکرر کرد کہ تخلفو با خداق اللہ  
 شدہ آن پاک طینت بود انتہی بقدر بحاجتہ۔ اگر چہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ پر بحث ہو سکتی اور  
 تشبیہ الطامعین میں ہر قول صحیح ساطعہ و کیا گیا ہے مگر اس مقام میں حضرت مجیب کی خدائیں حق  
 اس قدر عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام تہی اور کتاب اللہ از کی فضائل سے پر ہیز اور اقوال عزت از کلمہ مخرج  
 بشمار وارد ہوں جیسا کہ قول اتہ میں آپ فرمایا گی تو یہ لوگ صاحب حیانت اور اشرار فساد پیشہ ہوں  
 قسم درود ان جناب الہی جو خانہ حضرت زہرا میں سمع ہوتے تہی کون تہی صحابہ ہی میں ہوتی  
 یا یہود و نصار و مشرک وغیرہ تھے۔ **اقول** سبکہ ہی مجیب نے حسب عادت قدیمہ  
 دہی اعتراض بابت مثالب صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جسکا جواب اباحات سابقہ  
 مکرر دیا جا چکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال جمعیت کے تفصیل تصدیق کا جہاز کم ہے اور کچھ  
 از زیادتی فوائد نہیں ایسی سبکہ ہی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن بطور مفید و جہاز  
 بخاطر سامعی کہی (۱) سوائی انبیاء و پیغمبر اسلام کے کوئی شخص معصوم نہیں۔  
 (۲) کوئی معصیت دون الکفر فضل صحبت کو رفع نہیں کرتے۔ (۳) ہنگام

مشاورت صحابہ کرام  
 حضرت زہرا علیہا السلام کی توجہ

صحت کلی مثلاً جبکہ امور ہر مہینہ میں احتمال کا اندیشہ ہو تو انفس میں کا محاذ نہیں کیا جانا (۴)  
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امام محقق تھے (۵) مشابہت ایک شی کے دوسری شی  
کے ساتھ کسی خاص فعل میں یا کوئی متفقہ نہیں ہر شبہ در شبہ جمیع امور میں شاک اور مساوی اور ہادی اور  
یہ مقدمات سابقہ دلائل عقلیہ ثابت و تحقیق ہیں لیکن جبکہ حسب اہست ذکر گئی گئی ہیں پس  
 واضح ہو کہ اولاً جبکہ آپ رضی اللہ عنہ ثبوت طعن کے ہیں تو حسب قاعدہ مناظرہ آپ کو لازم کرنا آپ پر  
 ثابت فرمائی کہ یہ لوگ صرف صحابہ ہی تھے سو اسی صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ میں نہ تھا جبکہ ثابت  
 یہ ثابت کرنا ہی کیا دعوی ثابت ہوگا کیونکہ مانع کو پہنچتا ہے کہ وہ اس شخص کو تسلیم کرے اور کسی کو تسلیم  
 کہ یہ صحابہ ہی تھے بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین کا عجبہ فتنہ بن سبب فتنہ گیز بھی ہیں شامل ہوں کہ جبکہ ثابت  
 اسلام کی دوسری و تیسری کا خیال مرکوز خاطر رہتا تھا۔ اور جب انکا شمول محمل ہوا تو  
 ہم کہیں گے کہ یہ طعن صرف انہیں منافقین کی طرف متوجہ ہے جو باعث اشتغال قیادت ہے  
 اگرچہ روایت از آلہ انخفا سے جو حضرت امیر جمعی از بنی ہاشم معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبارت  
 نفی غیر قطعاً دلالت نہیں کرتی۔ اور چونکہ یہ بزرگ سبب اس کے کہ ان ہی مشورت خلافت  
 صدیقی نہیں کیا گیا تھا اور ناخوشی اس کی ستولی تھی نہ یہ ہتھوق میں شامل تھے منافقین نے  
 موقع وقت پا کر اس کو زیادہ شعل کیا تو چونکہ اصل بنا اس اجتماع کی وہ ہر ناخوشی اصحاب پر  
 اور منافقین پر ہم ہوشاک دوا کر کے صرف باعث زیادتی اشتغال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع  
 ایسی بزرگوں سے زیادہ تعجب انگیز تھا۔ تو ایسی روایت میں صرف ان ہی حضرات کے نام پر انکفا  
 کی گئی اور منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا کہ انکا شریک ہونا ایسی امور میں بدیہی ہی کہ تسلیم ہر امام  
 و اہل اسلام کے ساتھ انکا یہ بھی دتیرہ رہا کیا ہے۔ ثانیاً اگر سیاق عبارت میں توجہ سے نظر  
 تامل و تجسس جادوی تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردود ان جناب الہی ہرگز بحسن  
 صحابہ و راجع نہیں ہے کیونکہ اس عبارت میں (پس ہمیں آنست کہ این تجویف و تہدید کسے  
 و ابوذر خانہ زہر از اہل ہجاء و پناہ ہر صاحب خیانت دانست) لفظ دانستہ صیغہ ماضی ہے

اور سبکی ضمیر راجع بسوی کسان ہی تو اگر صاحب خیانت سے مراد صحابہؓ ہوں تو لازم آتا ہے کہ وہ خود ہی اپنے آپکو صاحب خیانت جانتی والے ہوں اور بیٹھ بھی البطمان ہی بلکہ حاصل معنی یہ ہے کہ اودن صحابہ نے جو مجتمع ہوئی تھے حضرت زہراؓ کے خانہ برکات آشیانہ کی نسبت یہ خیال کیا کہ جو شخص خیانت کر کے اس میں شریک ہو تو یہ بوجہ عظمت و احترام جو اس حضرت سیدہٗ منار اہل البختہ کو عباد اس میں ہوگا اور ہمیشی تو بزم خود کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ اور اس طرح کلمہ مردودان جناب الہی صحابہ پر گزرنے پر نہیں اطلاق کیا گیا بلکہ بن خطل اور اسکی اودن ہم جنسو نہیں اطلاق کیا گیا بخیر خانہ خدا حرم محترم کھبین پناہ نہیں بلکہ درخانہ خدا پناہ بنا شد جو متصل نہ کو رہی وہ اسکی دلیل اس پر قریب ہی تو تقدیر عبارت اسطرح ہے دہر گاہے این قسم مردودان جناب الہی را کہ از ہجو پیغمبر بسوی خود سیاہ کردہ چنان چنین کردہ درخانہ خدا پناہ بنا شد آئنا نہ اگر از اطاعت امام حق انحراف در زید نہ و شور تھا پہنچ فتنہ و فساد میکردند بجانہ زہراؓ پناہ باید داد۔ تو اس سے پس یہ کہ اطلاق لفظ مردودان جناب الہی کا صرف بن خطل اور اس قسم کے لگوں پر ہی کیونکہ جب وصف جنس بہ احادیث میں اور حکم بھی سب ایک کا علیحدہ ہے کہ ایک صنف کو ایسی عدم بجا نیت کہ ہے اور دوسری کے ایسی عدم بجا نیت خانہ زہراؓ کی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ایک کو دوسری محسوس کر کے وہ کلمات جو ایک کو حق میں اطلاق کئے گئے اس میں دوسری کو بھی شامل کیا جاوے کیونکہ شاہ نے اس سلسلہ جمیع میں شہادت کو مقتضی نہیں۔ غرض کہ جب اہانت کی نزدیک صحابہ معصوم نہیں اور معصیت جائز ہے تو اس معصیت کے نسبت لعن بطریق تباد کرنا یا کسی امر اہم کے نظام و اصلاح کے لیے کوئی امر کیا گیا ہو اسکی نسبت شیعہ کرنا محض عدم تدبیر اصول کی وجہ سے ہی کہیا معلوم نہیں کہ حضرت امیرؓ کے زمانہ کے واقعات تو بد رجحان اس سے بڑھ کر ہیں باوجود اسکی اہانت نہ انکو مطعون کرتے ہیں اور انکو ملامت کرتے ہیں بلکہ کہتی ہیں کہ حضرت امیرؓ نے جو کچھ اپنے زمانہ خلافت میں انتظام کیا حق کیا مخالفین خطا پر تہی لیکن معذور حق تقالے انکی خطا میں حسب عہد بخشہ گا۔ علی الخصوص ایسی امور میں کہ جسکی نظیر اور پیش علیہ موجود ہو اور شارع

کطرف سے اوسین او سے قسم کی تہدید کی گئی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل و نقل ہے معہذا  
 با اینہم حضرات شیعہ بھی توجہ صحابہ کو کرام اعتقاد کرنے میں اذکو مرتدین اوزخائنین اور مثال  
 ذاک عبارات سے تعبیر فرماتے ہیں بلکہ بعض ائمہ معصوم تک بھی خیانت کا الزام لگاتی ہیں  
 یہ جو کچھ اسکا جواب تجویز کر کہا ہے وہ ہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ **قولہ** تعجب  
 حیرت کا مقام ہے کہ اگر بجا رہی شیعہ بعض اشخاص کے شانین جنہوں کو موقع و فرصت پا کر  
 تدابیر ملکی کر کے حکومت قیامت حاصل کر لے اور تجنیہ و تکفین و تدفین رٹول کھیت ہی متوجہ  
 نہوئی اور بعد میں المہیت کو بجائی تھی اور تفسی اور عزت گہر جلائی کے دھکی دی اور طرح طرح کے  
 ظلم و ستم کیا اور کل جو رد جہان کے جو بعد میں عزت اطہار پر واقع ہوئی بانی ہوئی کچھ بے ادبی  
 کریں تو رافضی دکان فریدین ہوں اور اگر خود اہل بیت ہوں ان خلفاء متغلبہ کی مخالفت کریں  
 تو معاذ اللہ نقل کفر بنا شد ان کلمات کے جو آپ کی فاسم الحمد شین تحریر فرماتے ہیں سخت ہوں  
 کیا انصاف و دینداری ہے ہماری مقابلہ میں صحابہ فضیلت ہوں اور اگر اس خلاف  
 کی برہم کرنے کی تدبیریں کریں جب پھر بجا اجماع صحابہ بنوعمل اہل سنت کوئی دلیل عقلی نقلی عرض  
 نہیں اور اس اجماع کا ہی ثبوت ہے تو مردود ان جناب الہی شواکھار و منافقین کا کریں  
 جماعت کے مشابہ ہوں۔ **اقول** اس عبارت میں بلاخر قول تک حضرت مجیب نے  
 جہلا کر جو کچھ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی تاکہوں کو انصاف و حد کمریل سے کور کر کے  
 جو کچھ ثابت نہ تھنکو فرمائی ہم اسکی ترکی تہر کی جواب میں جب الزام اپنے زبان آلود  
 کرنا نہیں چاہتی سلی اسکی جواب سے اعراض و اغماص کر کے اصلی جواب کی طرف عیا  
 توجہ پیرتے ہیں۔ تعجب حیرت کا مقام ہے کہ عجیب لیب با اینہم ادعائی انصاف و  
 ادن بجا پر شیعہ کے رافضی اور کافر اربیدین ہونے میں متردد ہوں جنہوں نے انبیار  
 علیہم السلام کو کافر و ملہیں سے و چند و ستہ چند کہا ائمہ کو خائن اور تارک واجب بنایا صحابہ  
 مقبولین مرتد اور مفضوب من اللہ اور جہنمی قرار دیا۔ المہیت و قدرت طاہر کی دوستی کے

پردہ میں انکی باہمت و تدبیر کے وہ وہ مضمون تراشی کہ ایسے دجال کو بوجہ جالت و شرمندگی میں غوطہ  
 زن کر دیا۔ اور ذات پاک خداوندی پر تو وہ وہ بندشیں باندھیں کہ ایک مٹی کا پتلہ بنا کر تھپلا دیا۔  
 جو حضرات کو عقل چاہی وہی کامی تو اگر اسی کی نام دلار بہتیت ہی تو یہ وہ دلار شیعیان پاک ہی کو مبارک  
 رہی کیا انصاف و دینداری ہے کہ ہماری مقابلہ میں تو انبیاء و ائمہ معصومین اور صاحبزادے ہوں اور صحابہ  
 کرام کھیلوں اور جب اپنی اغراض فاسدہ متعلق ہوں یا بدوٹن بحفاظت قابل انکار شیون بیان ہوں  
 تو معاذ اللہ نقل کفر نہ باشد جیسا آپکی صدوق وغیرہ فرماتے ہیں انبیاء کا فرج حاسد ہوں ائمہ خانہ  
 اور تارک واجب و معین کے اظہار و تضلال ہوں اور صاحب کرام مرتدین و مضروب سہم شہرین اور  
 یا جو دوان با توکل اہلسنت پر زبان درازیان۔ روایات ان مضامین کے گذشتہ ابجاث کو  
 مطامیر میں کھینچ کر ہو چکی ہیں اور کچھ سیدہ ابجاث میں اپنی اپنی موقع پر بیان ہو چکی۔ بعد  
 اسکی اس قول میں چند وجہ سے کلام ہے۔ (۱) معلوم نہیں تخصیص یا مخصصہ اور ترجیح  
 بلامرجح کی کیا وجہ ہے بعض شخص کو ہے کیونکہ ذکر فرمایا جب حسب تصریح شہید ثالث سوا  
 حضرت مقداد سب کے سب مرتد ہو چکی تھے اور یہی ہی مقدمہ وہی مولین اور منفضین کے عموم  
 میں شامل ہو گئی تو بتائی کون باقی رہا جو بجا رہی شیعوں کے سہام لعن و ملاست سے بچا ہو  
 ۔ پھر تبعیض کہاںسی لیتی ہیں اور اس کا غدی گشتی کو کہاں تک بیان کریں۔ (۲) موقع و فرصت  
 پاکر اور تدابیر ملکی کر کے انہوں نے حکومت و ریاست حاصل نہیں کی بلکہ یہ محض وعدہ و نذر  
 خداوندی ہے جو اپنی دقت پر ظاہر ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے صحابہ کے واسطے اختلاف حقہ  
 اور نکلیں دین مرضیہ کا وعدہ اپنی اس کلام مجید میں جسکو شان بر خلافت مرغوم امامیہ لایا ہے  
 لَیَاطْلُنَّ مِنْ بَنِي إِسْرَءِیْلَ نَاسٌ كَثِيرٌ مِمَّنْ ظَهَرُوا لِلْعَالَمِینَ اِذَا دَعَا إِلَهُہُمُ الَّذِیْزِ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَحَمَلُوا الْقُلُوبَ عَلٰی اَعْقَابِہُمْ  
 فِي الْاَرْضِ اِلٰہِ تَوْبِہِ وہی موعود خداوندی ہے جو بلا تدریس کر مشورہ کے محض نیت الہی  
 ارادہ حقانے پردہ غیب سے منصفہ ظہور چربوہ گر ہوا جسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ قلنہ سے تفسیر کرتے  
 ہیں اور مجیب لبیب در انکار اہل تخت و سادات معر من اعتراف میں بے سوجہی پیش کیا کرتے ہیں



چونکہ یہ عہدہ الحار واقع بنو ہاشم الاہل بیت کا اور کس عہدہ کا بخرا اسکی اور کوئی نہیں تھا تو مکہ طمع معین  
 اور کسی چوں کہ کوتاہ اور حسد حاسدین کا اور سے قاصر ہی حضرت صدوق نے اس آیت شریفہ کی  
 تاویل میں اپنی رسالہ الامت میں جو اس وقت میری سامنی موجود ہی جس قدر پہنچ کتاب کہا ہی ہیں۔  
 اہل الصادات کے ملاحظہ کے قابل ہیں (۳) تجزیہ و تفسیر مولیٰ صلعم کا الزام اولاً مشترک ہی ہو گیا  
 یوم انتقال ہے حضرت تیسری روز دفن ہوئی پس اگر صحابہ تدبیر علی کے کفار میں مشغول تھی تو اہلبیت  
 کس کا کام میں مشغول تھے جو نقش کو تین روز تک دفن نہیں کیا اگر یہ کہیں کہ غم میں مبتلا ہی جبکہ علیہ میں  
 کچھ نہ کر سکا تو یہ بالکل غلط اور بالہ قریب بات ہے بقول حضرت شیعہ کے اہلبیت میں کسے تو حضرت کے غم  
 میں کوئی بھی بیہوش نہیں تھا کہ کیا کوئی غصہ خلافت کا تو تھا کوئی اپنی میراث و فدک کے اندوہ  
 میں معاذ اللہ بجامع ہاجرین و انصار میں در بدر پڑ رہی تھے اور انکی چھینی مصطفیٰ کے غم کا  
 خیال تھا نہ رضی کے ابرو کا پاس تھا تو جب اہلبیت کا یہی ہی حالت تھا تو جو الزام آپ صحابہ  
 دیتی ہیں وہ ہی اہلبیت کی طرف راجع ہوتا ہے۔ ثانیاً سید خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تھا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر  
 بگڑے اور متعفن ہوئے کسی پاک و منزه تھا تو اسلیبی دفن کی عجلت کے ضرورت نہیں ہے اور اگر  
 خلافت میں اگر خدشہ واقع ہوتا اور جرح انصار کا منشا تھا اور بیطرح خلافت متفرق ہوتے تو ائمہ  
 برہمی سلام تھا اسلیبی اسکو مقدم کیا گیا (ثالثاً) ایک کام کی طرف سب کا مجتمع ہونا  
 ضروری نہیں جب اہلبیت اسکی متولی اور مشاغل تھے تو اور ان کی حاضری و شرکت چند ان ضروری  
 نہیں تھی اسلیبی وہ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہو گئے۔ (رابعاً) حضرت امیر  
 کی کلام سے جسکو انکی صدوق نے خصال میں روایت کیا ہے جو اس وقت میرے دربار حاضر  
 میں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے غسل و کفن میں صحابہ کو خود حضرت امیر نے ہی نسبت  
 شریک نہیں کیا تھا اور یہ حضرت امیر کا صحابہ کو شریک نہ کرنا بوجہ کمال محبت کے تھا نہ یہ کہ صحابہ  
 ہی تدبیر علی میں مشغول رہے شرکت و حاضری سے باز رہتے تھے۔ حدیث ابی محمد بن

اس طرح کا جواب بھی نہیں دینا چاہیے کہ اس آیت شریفہ کی

الحسن بن احمد بن ابی ولید بن محمد بن یحییٰ العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدنا سعد بن عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقیب عن الحارث بن المغیرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما عن الامیر المؤمنین علیہ السلام حین دفن فاطمہ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لهما فیہ اما ما ذکرنا انی لمرأشہدکما المرسل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فانه قال لا یرى لعونی غیرک الا ذہلبصرہ فلم اکن لا و ذیکما بہ لذلک یہ حدیث نص مرید ہے اس امر میں کہ صحابہ نے شرکت تجنیہ تکفین سے تقاعد نہیں کیا بلکہ حضرت امیر نے ہی بنظر خیر خواہی اور نیکو شریک نہیں کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تھا اور حضرت امیر کی اگر جواب محبت امیر کے کیا معنی ہے اگر انکی طرف سے کوتاہی ہوتی تو حضرت امیر یہ فرماتے کہ تم خود ہی اپنی تدبیر کی میں مشغول رہ کر حاضری و شرکت سے باز رہی مینی تمکو شرکت سے کب منع کیا تھا جو آج شکایت لیکر آئی علاوہ اس کہ اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئی اول یہ کہ یہ لوگ خود حضرت کو تجنیہ تکفین میں شریک ہونے سے باز نہیں رہے۔ دوم یہ کہ حضرت امیر نے بنظر خیر خواہی ہی شریک نہیں کیا۔ سوم یہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتھ ایسا تعلق محبت تھا کہ انکی تکالیف گردن بار خاطر خاطر حضرت امیر تھی۔ چہارم یہ کہ یہ حضرات کافر و فاسق و غاصب ناکٹ نہیں تھی ورنہ ممکن نہیں تھا کہ حضرت امیر کو باوجود ان اوصاف کے کہ جنکی نسبت و اغلاط علیہم ارشاد ہی ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔ (۴) اہمیت کو بی بی تنویر کے گھر چلانے کے واسطے کہی گئی تھی لیجئے اول حضرات شیعہ نے کونسی فرد پر اذیت سے حضرت کا غم باقی چھوڑا ہی نہیں جسکا ایسا بائیکاٹ کر جاوی یا جسکا ایسا مرئی وفات پا جاوی اور کچھ خدما کے درختوں اور پہاڑوں کی ریاست کے چہن جانے کا وہ قلع ہو کہ اپنی باب یا مربے کے غم دانہ نہ ملے امام ابو عبد اللہ سرمدی جو فرمایا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم جب حضرت فاطمہ کو دفن کیا جانا میرے پاس آئی اسکا قصہ طویل ہے اور حسین یہ بھی مذکور ہے کہ جب اب امیر نے اور نہ کہا کہ یہ جو تم نے (شکایت) کہا کہ مینی تمکو حضرت سے کچھ تجنیہ تکفین میں حاضر شریک نہ کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت فرمایا تھا کہ ستر کو سوائی تیری جو دیکھ گیا اسکی بی بی کی جاتی رہی پس میں نہیں تھا کہ تمکو یہ ایذا پہنچاؤن۔ ۱۲۔

انوار بیت کی پہلی کجوا۔



ہمارے محب نصف مزاج نے روایت اولہ الخفا کو حسین اجماع حضرت علی و زبیر وغیرہ کا بے شک  
 میں ذکر تھا بیدینی فرمایا تھا تو یہ روایات کہ جن میں عیساٰ علیہ السلام نے توبہ توبہ مجھ دینا طلبی کی غرض سے  
 حضرت معصومہ کا مجامع مناسق و فجار و کفار و شرار میں پہنچا کر کہا کہ کس درجہ کی بیدینی بلکہ  
 کوتاہی و جوبیدینی سے بالاتر ہی قرار دینگی۔ غرض کہ جب ابن بیت طاہرین سے کسی کو حضرت  
 کے انتقال کا غم تھا ہی نہیں تو نفرت و تشفی کسی کرتے (ثانیاً) پیشتر گذارش ہو چکا کہ ابن بیت کو  
 گھر جلانے کی دہلی ہرگز نہیں دی بلکہ جو لوگ خلافت حقہ کی برہم کرنی کی شورش کرتے تھے وہی ان پر گھر جلانے  
 کی دہلی دی تھی جو عین اتباع و پیغمبر تھا پس اگر ہمت اور صلاہ تو بسم اللہ شرعاً اسکی برائی ثابت  
 کیجی اگر یہ ایک برائی ثابت ہو گئی تو انشا اللہ تعالیٰ حضرت امیر کی نسبت دس گونہ زیادہ  
 ثابت ہوگی (۵) طرح طرح کے ظلم و ستم اور اقسام مہم کی جو درجہ جفا اور انواع انواع کے ظلم  
 و مصائب جنکا اہلبیت اطہار پر واقع ہونا صحابہ کے دست تعدی سے بیان کیا جاتا ہے  
 اور جنکی محبت تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر کے ساتھ غداریا اور پرانے کینوں سے اپنی سینوں کو  
 بہرا اور خلافت کو غضب کیا اور ذک کو چھینا اور معافی کے سند کو ہار ڈالا اور معاویہ  
 حضرت امیر کے گلی میں رسی ڈال کر جبراً بیعت اور نسی لی اور انکی قتل کے درپے ہوئی اور حضرت  
 سیدہ زکریا کو جلایا اور معاویہ حضرت سیدہ معصومہ کے پہلو مبارک پر لکھ کا صدمہ پہنچایا اور کل  
 شش ماہ حضرت محسن کا اپنی ضرب کے صدمہ سے گرایا حضرت سیدہ معصومہ کو دشمنوں کو غزوہ  
 علی الاعلان ہمت ناحشہ کے ساتھ مہم کیا اہلبیت کے لڑکوں کو عصب و عدوان کی طور  
 پر لیکھی قرآن تحریر کیا پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا۔ چنانچہ کلینی اور فی اور طوسی نے اپنی تالیفات  
 میں اور مجلسی نے بحار و حقیقین اور جلال العیون میں ان کے تفصیل لکھی ہے اور مولانا حیدر علی  
 بعد نقل فرماتے ہیں و این ہمہ کہ گفتم بے شبہ انوار حرر فرمے اذان کتاب و لفظی از ان خط بہا  
 و سنگی از بیستون و قطرہ از بیستون و خوش از نوزدن و گلی از گلشن است۔ اور یہ محض اقرار  
 دیہان اور اثر شمس حضرت اکابر امامیہ کی ہے۔ حاشا کہ اہلبیت کی یہاں اسکا نام

نشان ہی ہو پس الہست کو ایسی موضوعات و نظریات سے الزام دینا اپنی علم عقل و انصاف کو  
 رسوا کرنا ہی۔ اور بانی ہوتی سے اگر سب قریب مراد ہی تو اسکی بانے حسب اصول شیعہ  
 حضرت امیر و حضرت حسنین اور تمام نبی ہائیم اور صحابہ مقبولین نامہ میں کہ انکی خاموشی اور دہانت  
 اور صبر اور سماعت نے تو یہ نوبت پوچھنی کی کاش ان فسادات کو عباس کے پر نالہ کی برابر  
 وقعت کے نظریہ دیکھتی یا ابوبکر شیعہ کے ہم جنب سمجھتی افسوس کہ قوم عاقل و پرمردت جاکر تنبیغ بے دریغ  
 کریں اور میان اسلام خراب ہو اور المہیت ذلیل و خوار ہو اور حضرت فاطمہ علیہا السلام اور ام کلثوم علیہا السلام اور ان  
 پر جو تک پہنچاؤ اللہ اگر سب بعید مراد ہی تو پھر خود ذات پاک خداوند تعالیٰ کا شجر تمام عدل  
 اور سبب اسباب ہی اور سیکو لوجی ہی چاری خلفائے کیا قصور کیا کہ یہ بیچ میں سی پکڑی گئی (۶)  
 خلافت صدیقی بحوالہ اللہ تعالیٰ حب وعدہ خداوندی جسکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے قائم  
 ہوئی اور مہاجرین و انصار نے اسکو بسر و چشم قبول کیا اہل بیت نے اسپر اقدام نہیں کیا اور کیونکر  
 کرتے وہ جانتی تھی کہ یہ حق صدیقی ہی بہر کیونکر اسپر اقدام کرتے بیچ البدل غلہ میں خطبہ نہ کرے  
 کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا ہوتا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیعت کر لیں آپ نے منظور فرمایا  
 تو یہ تمکایا بوجہ خوف ہی اور یہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہیں سمجھتی ہی وہ عین المہمات  
 اپنا حق صدیق۔ تو یہ کہنا کہ بجز اجماع کے کوئی دلیل عقلی نقلی ہونی نہیں غلط محض ہر خطبہ  
 بیچ البدل غلہ سے عینہ نقل کرتا ہوں۔ **وہر کلام علیہ السلام** لما قبض رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ العباس رحمہ اللہ والوسفیان خرجا من بیابا لہ بالخلافة ابیہما الناس فو  
 اوج الفتن بسفن النجاة وخرجوا عن طريق المناقرة وضعوا اتيان المفاخرة افعل من نقص مناج  
 او استسلم فاراح ماء اجن ولقمة يغض بها اكلها ومجتنى الثمرة بغير وقت ايناعها كالزنا  
 ارضه فان اقل يقولوا جرح على الملاك وان اسكت يقولوا جرح من الموت هيهمات بعد  
 اللتيا والتي كيف اخرج من الموت والله لا ين ابى طالب انش الموت من الطفل مبدى امه  
 بل انما جرت على مكنون علم لو جرت به لاضطربت ارض طراب الارضية في الطوى البعيدة۔ نہی

حضرت عباس و ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کو بیعت کر لیں۔

اب میں اس خطبہ کا ترجمہ بطور شرح کر کے پڑھائیں خیا اور توجہ کر گوش اس طرف توجہ فرمائی (ہنگام فوات سوائے صلی اللہ علیہ وسلم حکیم حضرت عباسؓ اور یوسفؓ نے آپؐ کی خلافت پر حجت کی درخواست کی) اور یہ عباسؓ کی درخواست اور یوسفؓ ہی جبکہ حضرت تھمیرؓ نے یہ قول ہی چنانچہ علامہ کشموری شریف نے حری میں نقل فرمائی اور حیدر آباد صاحب سید اہل سے نقل کیا ہے حضرت علیؓ علیہ السلام بعض نبی شہید تھمیرؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہونے پر عباسؓ سے گفتگو کی کہ دست خود اور ارکان تا با تو بیعت کنم تا مردمان خواہند گفت کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہم رسول خداؐ را بیعت کردہ ہیں ختملاف خواہند کرد بر تو دو کہ حضرت علیؓ علیہ السلام دو جوا گفت آیا طمع خواہد کرد ای محمدؐ درین امر طمع کنندہ بغیر من عباسؓ گفت قریب است کہ خواہی نہت پس درنگ نہ شد کہ خبر تا آمد کہ انصار سعد بن ابیہارہ را نشانیدہ اند کہ با تو بیعت کنند محمدؐ را یہ ابو بکر بیعت کرد و بیعت برد بر انصار باین بیعت سارین ابیہارہ میگویی کہ پس بی نام شد برانکہ بیعت عباسؓ را گفت انتہی نقل من انالہ بعین (تو ارشاد فرمایا ای لوگو فتنوں کی موجود کو بجات کر کشینوسی بہار و در سپین نفرت ڈالنی کے رستی سے بچو اور باہمی فخر کرنے کی تا جو کو تار رکھو) یعنی خلافت کا لینا جو ناحق طور پر ہوگا فتنوں کی آپس کی نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو کیونکہ جب یہ دوسری شخص کا حق ہے تو ضرور فتنہ و فساد قائم ہوگی تو بجات اور باہمی اتفاق سپین ہے کہ خلافت کی بیعت اس وقت میرے ہاتھ پر بھیجادی (جو شخص قوت و ہماز کو ساتھ دہتا وہ اپنی صلاح پالی یا طمع ہو گیا تو اوہ اپنی آپس کو راحت میں رکھا) یعنی دو شخص میں ایک وہ کہ اس کو ظاہری قوت و جوان و انصار کے اور باطنی قوت و حقانیت کو حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے دہتا وہ اپنی صلاح پالی دنیا و آخرت میں وہ کون ہے وہ ابو بکر ہی اور ایک وہی کہ جس کا حق اطاعت تھا وہ طمع ہو گیا وہ اپنی آپس کو کچھ راحت دی یہ اپنے نفس کو محفوظ کیا (اس خلافت کی مثال کد پانی کی ہے اور اس قدر ہے جو کہا نیوالہ کے گل میں بہنسی) یعنی جو شخص ناحق سے مطالب ہو تو اس میں اس کو منظور نہیں کرتا (پہل کا چھتی و افامی کے وقت میں ایسا ہی جیسا بغیر زمین کے بنیوالا) یہی اسی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ ابھی تک میری مملکت کا وقت نہیں تو پھر بجاتو سعی ہے سود ہی۔ (اگر میں بولوں تو کہیں گے کہ بادشاہت کی حرص کی اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا) حالانکہ نہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہی بلکہ اصل یہ ہے کہ

کہ ابھی وقت نہیں آیا (بعید ہی) یعنی تمہارا مطلوب مجھ سے یہی یا ملک و بادشاہت کا حصہ کرنا  
 ورموت سے ڈرتا بعید ہی (ان سب کے بعد کیونکہ موت سے میں بے صبری کروں قسم خدا کی ابن ابی طالب اس  
 بچی کے نسبت جو اپنی آنکھ پیمان کی غیبت کرتا ہی موت کو ساتھ زیادہ مانوس ہے بلکہ میں اپنی  
 پوشیدہ علم کا واقف ہوں اگر اس کو ظاہر کروں تو تم بقیار و جواد اور زرنی لگو جیسی سیان گہری کندون  
 میں) یعنی اہوال قیامت جو کچھ مجھ پر منکشف ہیں انہیں شکر و نعمت جو کچھ مجھ کو معلوم ہیں اور گہرا روں اور گونگی  
 حقوق میں دست اندازی کرنے والوں کی بدحالیان جو میں جانتا ہوں اگر میں ظاہر منکشف کروں تو تم  
 مضطرب ہو جاؤ حضرت کی کلام کو دیکھنی اور اپنے دعویٰ کے مطابق فرمائی۔ قول مولوی حیدر علی  
 جنکو آپ فکیہ دیر محمدی خاتم مشکائین مکتبہ میں از الہ نعین میں کنزوری علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خطبہ مد بلاو  
 فلان میں محض اس گمان سے کہ انہی نے محمد علی علیہ الرحمۃ نے شرح ابن ہشیم نہیں دیکھی جس بحث کو آپ  
 بڑی تادرتی سے ہدیہ جو واقع میں اتہد یاد ہی لکھا ہے کیا کیا زبان و رازیان فرماو میں متصفیہ  
 و تصنیف سے انکو دہتا میں تعجب ہے کہ صاحب تحفہ کتاب الہ الخفا کو جسکا حوالہ خواب ہفتہ میں دہتی  
 میں اور گونگی مصنف کو موت کا تورثیہ انہار نہیں فرمائی مگر آیت سن آیات اللہ معجزہ رسول اللہ انکشاف  
 میں لکھتی ہیں خود اس کتاب کو ملاحظہ فرماوین تاکہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا میں کون بزرگوار جمع ہوئی تھی  
 جنکشان میں گستاخانہ ایسی کہمات کفر کلہن میں اور پھر خاتم السخنین کا خطاب پائیں۔ سبحان اللہ ع  
 ہمیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ اقول اس قول میں عجیب لیبے دو امر تحریر فرمائی  
 جنکا جو ب لکھنا اور اہل انصاف کی رو برو پیش کرنا ضروری معلوم ہوا اول علامہ کنزوری کے شرح  
 ابن ہشیم دیکھنی کے نسبت مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے تحقیر و کذب دوسری  
 صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اول الخفا نہ دیکھنی کا ادعا۔ پس نسخہ ہے کہ حضرت مجیب  
 امر اول کے نسبت صاف طور پر نہ قرار کرتے ہیں نہ انکا لیکن قرآن فحوائی کلام سے صاف انکا  
 مفہوم ہوتا ہے کیونکہ لکھتی ہیں (محض اس گمان سے کہ انہی نے ابن ہشیم نہیں دیکھی) آؤ اس  
 قول میں شرح ابن ہشیم کا نہ دیکھنا مجیب کے نزدیک بزرگمان حضرت خاتم السخنین گویا خلاف واقع ہے

لیکن میں پوچھتا ہوں اپنی انصاف کو نصب العین کر کے فرمایا کہ فی الحقیقت نفس الامریہ میں علامہ مذکور نے  
 شرح ابن ہشیم کا مصلحہ فرمایا یا نہیں اگر مصلحہ نہیں رہا تو اس میں جو عرض و تروش کے ساتھ پریش و نہاد کا توجہ تھا  
 کہ جو صاحب تحفہ نے کی میں کیا معنی جو کلمہ محبیب لیبیجے خاتم التکمیلین رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو زبان فرما دی  
 کسی تعبیر فرمایا اس میں مناسب لوم ہوا کہ مصلحہ عبارت تحفہ کے اول و سپر جو کلمہ علامہ مکتور میں ہے وجہ  
 زبان درازی دیا وہ کوئی فرمائی ہی لکھی صوابی تا کہ اہل انصاف پر صرح ہو جوادی ابوعلوم کہ میں کلام تکمیل  
 جو کلمہ تحریر فرمایا ہی وہ محض بجا حضرت علامہ کی زبان درازی کی حکم لایحیبت اللہ الخیر بالشعور میں  
 القول الامتنان ہے تحریر فرمایا ہی۔ خاتم المحدثین علامہ ابو موسیٰ قدس اللہ العزیز نے تحفہ میں  
 بعد نقل خطبہ بعد بلاد فلان بعد قوم الادود وادی احمد النخ کی جو عبارت تحریر فرمائی ہو اس میں لکھتی  
 ہیں۔ ولہذا شارحین نبج البلاغت از امامیہ رقمین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند کہ ابو بکر  
 بعضی گفتہ اند عمر الخ علامہ مذکور فرماتے ہیں۔ ان ہذا الامامین ازین اصبی باید یہ سید کہ کلام  
 امامیہ گفتہ اند ابو بکر یا حضرت قال خاتم المحدثین درین عبارت سر بر بارات ابو بکر ایدہ وصف عالی موصوف خست  
 قال الامام ثبت الدلائل انفس اذل ان معنی اثبات باید یہ سید کہ کلام ابو بکر ازین کلام ابو بکر است  
 بعد از ان باہین اوصاف اثبات فضل ابی بکر یا یہ بنوہ قال خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ سدا توجہات  
 بزود ایشان است الخ قال الامامہ ابن ادعا کہ جب حضرت احتیاج میں توجہات شیعہ روقتی میں تھا کہ  
 کہ در کتب شیعہ بجائی لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود چون لفظ ابو بکر موجودیت ایشان احتیاج  
 از توجہات نیست پس انچہ اصبی بعد تقدیر میں توجہات از غیارات خود سر کردہ از حجت اثبات  
 ان یفاسد فیقول یافاسد علی الفاسد باشد قال خاتم المحدثین وبعضی از امامیہ الخ قال العلما  
 ہیک از امامیہ میں توجہ مذکورہ مگر ابن ابی احمد یہ اور بعد اس کے کہتا ہے و این اصبی نیز ان  
 کلام ابن ابی احمد یہ در حدیث میں قول نقل کردہ و چون این اصبی خود در باب اول تصریح کردہ  
 کہ فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت باہل سنت موافق است باز منقاد زیدیہ را امامیہ نسبت داد ان  
 کذب صریح است انتہی ای اہل انصاف علامہ مکتور میں کی عبارت کو ملاحظہ کر کے تو ال تو یہ فرمایا

وہاں خطبہ مذکور ہے و فلان قوم الادود وادی احمد النخ کی عبارت تحریر فرمائی ہو اس میں لکھتی ہیں۔ ولہذا شارحین نبج البلاغت از امامیہ رقمین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند کہ ابو بکر بعضی گفتہ اند عمر الخ علامہ مذکور فرماتے ہیں۔ ان ہذا الامامین ازین اصبی باید یہ سید کہ کلام امامیہ گفتہ اند ابو بکر یا حضرت قال خاتم المحدثین درین عبارت سر بر بارات ابو بکر ایدہ وصف عالی موصوف خست قال الامام ثبت الدلائل انفس اذل ان معنی اثبات باید یہ سید کہ کلام ابو بکر ازین کلام ابو بکر است بعد از ان باہین اوصاف اثبات فضل ابی بکر یا یہ بنوہ قال خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ سدا توجہات بزود ایشان است الخ قال الامامہ ابن ادعا کہ جب حضرت احتیاج میں توجہات شیعہ روقتی میں تھا کہ کہ در کتب شیعہ بجائی لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود چون لفظ ابو بکر موجودیت ایشان احتیاج از توجہات نیست پس انچہ اصبی بعد تقدیر میں توجہات از غیارات خود سر کردہ از حجت اثبات ان یفاسد فیقول یافاسد علی الفاسد باشد قال خاتم المحدثین وبعضی از امامیہ الخ قال العلما ہیک از امامیہ میں توجہ مذکورہ مگر ابن ابی احمد یہ اور بعد اس کے کہتا ہے و این اصبی نیز ان کلام ابن ابی احمد یہ در حدیث میں قول نقل کردہ و چون این اصبی خود در باب اول تصریح کردہ کہ فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت باہل سنت موافق است باز منقاد زیدیہ را امامیہ نسبت داد ان کذب صریح است انتہی ای اہل انصاف علامہ مکتور میں کی عبارت کو ملاحظہ کر کے تو ال تو یہ فرمایا



کہ علامہ کنٹوری کے زبان درازی کس بنیاد پر ہے اور اگر جواب اسکی کسی خوشہ چین خرمین یا سن  
حضرت خاتم المحدثین نے کچھ سخت لکھ دیا تو کیا بچا کیا بعد اسکی مینہ فرمائی کہ اس عبارت سے علامہ کا شرح  
نہج البلاغہ کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہے یا نہ دیکھنا کیا اس عبارت سے صراحت یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ علامہ نے شرح  
ابن مہشیم کو خواب میں ہی نہیں دیکھا۔ ورنہ ان جملوں کے (سچکا) لایا مینہ میں توجیہ نہ کر دے۔ ان نہ  
الا انک مبین۔ این ادعا کذب محض است) تحریک کی ہرگز نہمت وجوہات نہ ہوتی ہیں معلوم نہیں  
ہمارے محبیب کس انصاف کے اقتضائے سے شرح ابن مہشیم کے مذکورہ کچھ کو محض منہ عظمیٰ تعظیم کے واسطے  
دیتی ہیں۔ اور اگر فی الواقع علامہ نے انکو نے شرح ابن مہشیم کا مطالعہ کیا ہے اور اس میں واقعی لکھا ہے  
کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر ہے یا عمر اور لکھا ہے کہ ابو بکر کے دس اوصاف کے ساتھ مدح فرمائی تو پھر  
آپ ہی علامہ کے حیا و انصاف کی شہادت دیکھی اور انصاف سے فرمائی کہ کیا علامہ کی مشیت کا  
سے ماہتاب چہا دہمی پر غبار ہو چکا ہے حاشا و کلا ہمارے راسی میں ہونا خاتم المتکلمین کا  
بہت بڑا احسان ہے جو آپ کی علامہ کو پیش گردن پر کہا کہ انکو کتاب ابن مہشیم کے مذکورہ کچھ کے غدار  
وحیلہ کا موقع دیدیا اور اگر علامہ کے دقت و علم و فضل اور کمال و انہماک منظرہ کے اعتبار سے وہ  
یہ فرماتے کہ علامہ نے بیشک کتاب دیکھی ہوگی۔ لیکن جب دار گیرضہ سے منہ نہیں ملا تو  
دیدہ و نہتہ انکار کرتا ہے یہ ممکن نہیں کہ ایسی متداول کتاب مذکور ہو جو خیانت وغیرہ کا الزم دیتی  
تو علامہ کنٹوری عالم بر رخ میں ہی تہراتی اور محبیب زیادہ تا ب پیچ کہا تے پس محبیب کو  
اس الزم پر خوش ہونا چاہیے نہ کہ ناخوش ہوں۔ امر دوم۔ جو ادعا کہ نسبت مذکورہ صاحب  
تحفہ علیہ الرحمۃ کے اذالہ اخفا کو فرمایا ہے امر اول سے بھی زیادہ عجیب ہے ای حضرت فرمائی تو ہی  
اس امر پر کونسی دلیل قائم ہے کہ صاحب تحفہ نے اذالہ اخفا کو نہیں دیکھا کیا حضرت نے اپنی زعم سے  
کافی دلیل تصور فرمالیا ہے۔ جو اس الزم سے آپ ہکو ہمہ کاتی میں مگر ہر آپ ہی کیا کریں۔  
معذور میں جواب لکھنا ضرور ہوا تو ایسی ہی باتوں سے اپنا دل نہ بہلا میں تو او کیا کریں  
ذرا علامہ کی تکذیب و انکار کو خاتم المحدثین کی تحریر سے ملا کر انصاف سے دیکھی

اور پہر ہی اگر سمجھیں نہ آوی تو بندہ کی گذارش کو جو جواباً عرض کیے ہے اسکی ساتھ منضم کر کے ملاحظہ فرمائیے پہر آئینین یا نہ نہیں لیکن آپ پنکشف ہو جائیگا کہ خاتم المحدثین کا قول بالکل صاف اور بے غبار ہے اور والدہ الحنفی کی یہی مخالف نہیں اور علامہ نے شرح دیکھی یا نہیں بہر تقدیر علامہ نے اپنی اس انکار میں کہ لفظ فلان سے کسی شارح نے ابو بکر یا عمر راویین لیا تیری غلطی کہا تھی پس اب دیکھیں

**ع** یہ میں تفاوت ردہ از حجاب است تا کجا۔ باقی آپ کے ناشائستہ کلمات کا ہم کیا جواب لکھیں۔

**قولہ** توضیحاً لا یم از الہ الحنفی کی عبارت نقل ہوتی ہے تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو کلمات نہیں آپ خاتم المحدثین ہیں کلمات تحریر فرمائیے وہ کون جن حضرات تھی از الہ الحنفی کی مقصد دوم تاثر جمیل صدیق اکبر واقعہ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مطبعہ صدیقی مقام بریلی میں تحریر فرمائے ہیں درہمین ایام مشککہ دیگر کوفہ حبیبیہ مشکلات توان شمر و پیش آمد ان این بود کہ زبرجیہ انبی ماشم در خانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ جمع شدہ و باب نقض خلافت شور تھا بکا میر و مدعیین

آرا بکیریکہ بایستی ہریم زوند و تدارک ملالی کہ بزراج حضرت تفسیر نماض شدہ بود بحسن ملاحظت فرمودند و

تصہیر کی چیز یا حفظ کرد و چیزی ترک نمود و ریحی چند روایت نبولیم تا قضیہ منقح کرد۔ عن زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین یوئع لابی بکر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علیہ والذین یریدون خلافت

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رہما ویر تجوز انہم فلما بلغ ذلک علم ان الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمہ فقال یا بنت رسول اللہ ما من الخلق اخطا من ابیک وامن لحد الحلیا بعد ابیک منك وایم اللہ ما ذاک یمناعی ان اجتمع هؤلاء النفر عندک ان اہرم ان یخرج علیہم البیت قال فلما خرج عمر جاؤا فاعتالت تعلون ان عمر قد جائی وقد حلف باللہ ان لا یتزل عن علی وعلیکم البیت وایم اللہ یضیعون لما حلف علیہ فانہ فوارشہ من فر وایکم ولا یتزوجوا الی فانہ فوارشہا فلما یرجعوا الیہا حتی یلعبوا لابی بکر اخر جہ ابن ابی شیبہ اور اگر اس روایت کی صحت میں کچھ کلام ہو تو اسی کتاب کے مقصد ثانی نے کہ چھٹی فصل تثقیف عمو واقعہ صفحہ ۱۷۹ ملاحظہ فرمائیے کہ اس روایت کو باسناد صحیح علی شرطہ لشخین یعنی بخاری مسلم لکھتے ہیں

# اقول

بہر روایت نہ انکو چھوڑ دیا ہی اور نہ اپنی خطہ خرمی کیونکہ جس بنیاد پر چاہئے اس روایت کو  
نقل کیا ہی فی تحقیق وہ بنا ہی فاسد ہی۔ یہاں تو ظاہر ہے کہ یہ دسویں حضرت دبیر کی واسطہ  
تو نہیں ہے کیونکہ انکو تو کافر جانتی ہیں تو صرف حضرت علیؑ کی وجہ سے کہ انکو بدو ن کسئی لیل  
عقلی نقلی عرفی کے معصوم اعتقاد کر رہا ہے یہ شور و غیب ہی اگر اہلسنت ہی معتقد عصمت حضرت  
امیرؑ صحابہ ہوتے تو ایسے ہیہ از کام بقدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو معصوم  
نہیں اعتقاد کرتے تو نہ ان پر یہ لازم دار ہوتا ہے نہ اسکی طرف التفات کی ضرورت ہاں انکو بفضل  
امت اور کرامت میں جانتی ہیں اور دعوات صالحہ سے یاد کرنے میں اور انکی حق میں کہتی ہیں سر تبتا  
اغفر لنا ولاخواننا الذین تسبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا سر تبتا  
لک رؤوف رحیم اور کوئی معصیت انکی مرتبہ عالمیہ کو کم نہیں کرتی جب عہد خداوندی تھا  
اونکے سامع جمیل نے الدین بہر درویش گوارا دینکی زلات و معاصی غفور میں با انہمہ کاروبار تھا یہ  
اور امور وہمہ کے اختلاف کے وقت نہ حضرت صلی اللہ علیہ نے اسکی مراعات فرمائی اور فرمایا لو ان فاطمہ  
بنت محمد (عازھا اللہ ذلک) سرت لقطعت یدھا۔۔۔ زانی کو رجم کر لیا قاذف کو حد لگوائی  
شارب خمر کو پٹوایا۔۔۔ توجبا وئے اونے شخصے حقوق میں یہ توبت توجہ میں نوعی حقوق تمام  
مسلمانوں کو اور خداوند تعالیٰ کے متعلق ہونکی اور میں کو نیکر رعایت کی جاسکتی ہے۔ اور باوجود اسکی حضرت  
ایسی لوگوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا آپ جانتی ہی ہونگی۔۔۔ حاطب بن ابی بلتہ کا قصد حضرت  
ارشاد آپ کو موم ہی ہوگا تو خلفا رضی اللہ عنہم نے یہی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
ہی سے یہ طریقہ اخذ کیا اور اس پر عمل کیا تو اگر یہ طریقہ کیا جادی گا تو سیرت نبویؐ پر طعن عاید ہوگا  
بلکہ خود حضرت امیرؑ کے طریقہ پر طعن لازم صرف ہوگا کہ انکا فضل بدرجہا اس سے زیادہ ہے کہ حضرت  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محبہ ام المومنینؑ کا جی بالاتفاق وفات شریف تک زحمت میں رہیں

اسی سیرت کو چھوڑ دیا ہی اور نہ اپنی خطہ خرمی کیونکہ جس بنیاد پر چاہئے اس روایت کو

۱۔ اسی سیرت نبویؐ میں بخوارہ ہاتھوں ہادی کو آجے لائے۔۔۔ ایمان اور تہ کچھ انوں کے نبی و اہل  
اون لوگوں کے کو ایمان لائے اسی سیرت نبویؐ کی تحقیق و شفقت کو نہ الامیران ہے۔۔۔ ۱۲۔ اگر فاطمہؑ حضرت  
محمدؐ کی بیٹی (اللہ اسکو پندہ میں رکھی) جو رسی کر گئی تو میں اسکا ماتہہ کاٹوں گا۔۔۔ ۱۲۔

انہیں قرآنی المؤمنین میں پاس ادب انفرمایا اور قتل و قتال سے بھی روک دیا علاوہ اس نقص و عیبت صدیقی  
 کہ مشورہ کی بابت خواہ اس کو آپ حق سمجھیں یا ناحق حضرت امیر کی نسبت آپ کی جہول کہ مطالب الزام اور  
 ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر کو غصب حقوق و خلافت کی خبر دی  
 تھی اور صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی اور فرمایا تھا خبردار کچھ ہی کیون نہ کریں خلافت چہنیں گھر  
 جلا ویریں سازا و اللہ بنات طلیات غصب کریں دشمن مارنا چون و چرا نہ کریں یا نہیں تاکید است بلغیہ نشید  
 شدیدہ آپ نقص خلافت کر مشورہ کرنے لگے اور خلافت وصیت و حکم پیغمبر کے عمل کرتے لگے علاوہ  
 اس کی کہ معاذ اللہ عیبت اور مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں مبتلا ہوئی آپ کی جہول آپس مخالفت پیغمبر  
 کی مکافات میں خلفائے جو پہنچتے تھے کے ساتھ کیا سجا کیا۔ معہذا روایات شیعہ کے یکجہتی سے معلوم  
 ہوتا ہے خطا و نامستگی کے حرکات انبیاء سے ہی سرزد ہوئی اور سبب من و ملعون نہیں قرار دیئے گئے  
 حضرت موسیٰ کا قصہ حضرت ناردن کے ساتھ پوشیدہ نہ ہو گا کہ حضرت موسیٰ نے ناردن سے الکتبت  
 افحصت فرمایا اور دائرہ ہی پکڑ کر کچھ تو اب خیال فرمایا عجیبی گا کہ موسیٰ مکون تھے اور رائے کن تھے  
 علی بن ابیہیم و ساد کلینی نے تفسیر اہل بیت میں لکھا ہے جبکہ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اس وقت حضرت  
 لطف کو بار اللہ موسیٰ نے اوکو زمین پر دی مارا اور کوئی دقیقہ ان کی بے حرمتی میں باقی نہ چھوڑا الفاظ  
 روایت یہ ہیں۔ اذا جنت السفینۃ فی البحر فام الحضر فیظاہل الجوانب السفینۃ نکسر ہا و  
 حشاہ بالخرق والطين فغضب موسی غضبا شديدا وقال للحضر اخرقوا التخرق اكلها لعدا  
 جنت شديدا ثم قال له الحضر اكلوا قل انك لن تستطيع مضي صبرا قال موسی لا تؤخذ  
 بما نيت ولا تلهي عنك من كنه عسر اخر جوا من السفینۃ فظ الحضر لعل غلام يلعب بين الصبيان  
 حسن الوجه كانه قطعه قمر في ديسه فتران فنادى الحضر ثوراخذ فقتله فوشب موسی علی الحضر  
 لعل نور می چوئی آبا کیا تو را رد کیا یا حکم ۱۲۔ ملت جہستی دریا میں مال ہوئی تھرا و شہ گشتی کر کہن رد کو و بچہ رنگ پہرا و کو را و کو را  
 موسی کو رد کیا تو موسی نے تھرا غصہ میں اور تھرا سو کہا کہ تو را کو را یا اللہ یا اللہ کہ موسی کو را کو را تو را کہ بچہ رنگ پہرا و کو را  
 صبر و رکھا سو کہا کہ تھرا غصہ میں موسی کو را تو را غصہ میں موسی کو را تو را غصہ میں موسی کو را تو را غصہ میں موسی کو را تو را غصہ میں  
 اور کا نین تو را غصہ میں موسی کو را تو را غصہ میں موسی کو را تو را غصہ میں موسی کو را تو را غصہ میں موسی کو را تو را غصہ میں

وَجَلَدَ الْاَرْضَ فَقَالَ اَقْتَلْتِ اَنْفُسًا كَثِيْرَةً لِّغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا ثَكُوْرًا۔ ظاہر ہے کہ جو کچھ  
 حضرت موسیٰ سے ظہور پذیر ہوا غلطی و نادانستگی کے طور پر واقع ہوا کہ جو شخصیت میں ان کو تاب  
 نہ آئی کہ پیشی جو کچھ کہ کیا اس طرح ان حضرات سے یہی التیذار لغفا و خلافت صدیقی میں خطر کوئی  
 امر بالغرض واقع ہوا ہو تو ہرگز سبب طعن و عن نہیں ہو سکتا۔ **قولہ** اس مقام میں بہت کچھ  
 بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ شریعی غرض یہاں یہ ہے کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہوئی  
 تھی وہ کون تھی سوائے زیادہ نہیں لکھتی۔ **قولہ** اس سے بھی بحث کا نتیجہ دثرہ تو آپ پاچہ اگر  
 بہت کچھ بحث ہوتی تو آپ ہی کے اجتہاد و انصاف بہت کچھ دہشتہ آتا۔ اور اس روایت کی ذمہ  
 سہرا گزنی ہی غرض تھی کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہو تھے وہ کون تھی تو اس کا گنی  
 انکار کیا ہی کہ یہ حضرات ان میں نہیں تھی اور اگر مقصود یہ ہے کہ یہ بزرگوار بوجہ ارتکاب اس کے  
 درجہ کمزورت اور بزرگی سے ساقط ہو گئے اور سبب طعن کے ہوئی تو ثابت کیجیے اور ثابت  
 کر کے اپنی ائمہ اور مقبولین کو بچائی۔ **قولہ** مگر اس پر عرض کرنے سے باز نہیں ہو سکتی  
 کہ جس جگہ جو چالاک و ہوشیاری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہے وہ قابل دیدی ہے فارسی  
 میں زیر مجموعی از بنی ہاشم لکھا ہے جناب امیر کا نام نہیں لکھا تاکہ فارسی خوان یہ نہ بجائے کہ جناب  
 امیر بھی مخالف تھی۔ **قولہ** حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجعہ کے توجہ چالاک ہی یہ نہیں  
 لیکن جمہور کے دشمن تھے انصاف قابل دید ہے کوئی عاقل جبکہ وہ یہ جان سکتا ہو کہ یہ اجماع دشمن  
 جناب علیہ حضرت زہرا کے خانہ میں تھا کیا اس میں تردد کر گیا کہ حضرت امیر میں شریک تھی یا  
 نہیں تھی۔ پہلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے گہر میں اتنے بڑے عظیم الشان امر میں مشورہ ہونا ہو  
 اور اس کو اس سے لگاؤ نہ ہو علی الخصوص جبکہ اس کے ساتھ میں یہ بھی ضمیمہ کیا جاوی کہ حضرت  
 زہرا صبیحی و جبکہ خطیبہ کے ساتھ مشورہ ہونا ہو تو ہرگز عقل کو اس کی تسلیم کرنے میں تامل نہوگا  
 اور عقل اس کو بائیسہ سبوں کے بغیر کہ حضرت کو اس میں شمولیت ہے تو فارسی عبارت میں اس کا عدم فکر

بوجہ ہدایت کر ہی نہ چلا کی دہشت یاری کیونچہ سے علاوہ اسکی اگر بہر امر بد ہی نہوتا ہم فقرہ (وہ ملک  
 ملالی کہ برزخ حضرت رضی عارض شدہ بود جس بلاطفت فرمودند) اظہار اس مطلب میں ایسا  
 صاف ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت امیر اس وقت ناخوش تھی۔ معتمد عجیب بسبب یہ  
 جو دواتے میں (تاکہ فارسی خوان بیہ بخانے) ہمیں فارسی خوان سے کیا مراد ہے۔ اگر فارسی خوان  
 سنی مراد ہی تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اسکو جانیکا تو کیا حرج ہے وہ کیا اعتقاد رکھتا ہے  
 کہ حضرت امیر معصوم ہیں اہلسنت جیسی زیر کی عقیدہ مضائل میں ویسا ہے حضرت امیر  
 کی میں جب زیر کا ذکر اذکو مضر نہیں تو حضرت امیر کا ذکر کیوں مضر ہوگا جیسا اذکو فعل کو  
 خطا پھر سول کے میں ویسا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول پر خطا کر گیا۔ اور اگر شیعہ مراد ہی  
 تو اولاً یہ کتاب شیعہ کی واسطی لکھی نہیں گئی کیونکہ دلائل الزامیہ سمات خصم کے میں بتل  
 نہیں کیا گیا۔ اور ثانیاً شیعہ تو پہلے ہی سے اعتقاد رکھتی ہیں کہ حضرت علی اس نسبت صدیق  
 کو مخالف رہی پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کے ہی شرکت جانیکا تو کیا حرج ہوگا۔ پس  
 یہ عجیب بسبب کی نظر تعصب و عناد ہی جسی دشمنی انصاف کو خاک میں ملا رکھا ہے  
 ہاں چالاکی دہشت یاری کا کلیسہ شیعہ کی قلیل دید ہی کدہ اپنی نہ ہر کے حفظ ناموس کے لیس  
 روایات میں تراش خراش کر ڈالتی ہیں۔ ملا باقر بخارا لانا میں اہل امام الحشیش کلینی کی روایت نقل  
 فرماتے ہیں راوی کی نسبت درج میں کہ میں صدوق صاحب نے تغیر تبدیل کیا ہے۔ حد الخیر ما خود من الکافی فی  
 تغیر عجیب قہر سوء الظن لصدوق وهو انما فعل ذلك لموافق مذهب  
 اهل العدل اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہی جو نقل خطبات جناب امیر میں اونہوں نے  
 فراموشی میں جبکہ شرح کو ہی اعتراف ہو قابل تاسا ہی دکھا ہوا فخر اذ قدوة۔ پس یہ چالاکیان  
 دہشت یاریان حضرت کر اکابر سے کرتے چلے آئی میں بفضل اللہ تعالیٰ نہ بہت ہدایت  
 لے یہ خبر کافی سے ماخوذ ہے اور ہمیں عجیب تغیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سو مٹن ہوتا ہے کہ سنی یہ تغیر  
 اسلی کی کہ اہل عدل کے موافق ہو جائے۔

روایات میں تراش خراش کر ڈالتی ہیں۔ ملا باقر بخارا لانا میں اہل امام الحشیش کلینی کی روایت نقل فرماتے ہیں راوی کی نسبت درج میں کہ میں صدوق صاحب نے تغیر تبدیل کیا ہے۔ حد الخیر ما خود من الکافی فی تغیر عجیب قہر سوء الظن لصدوق وهو انما فعل ذلك لموافق مذهب اهل العدل اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہی جو نقل خطبات جناب امیر میں اونہوں نے فراموشی میں جبکہ شرح کو ہی اعتراف ہو قابل تاسا ہی دکھا ہوا فخر اذ قدوة۔ پس یہ چالاکیان دہشت یاریان حضرت کر اکابر سے کرتے چلے آئی میں بفضل اللہ تعالیٰ نہ بہت ہدایت لے یہ خبر کافی سے ماخوذ ہے اور ہمیں عجیب تغیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سو مٹن ہوتا ہے کہ سنی یہ تغیر اسلی کی کہ اہل عدل کے موافق ہو جائے۔

تراش و تراش سے پاک و منزه ہو اور یہ حال تو اوشخص کا ہے جو بقلب صدوق بقلب ہی تو جو  
 حضرات صدیق نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔ **قولہ** لطف یہ ہے کہ شاہ صاحب گہر جانے  
 کی تہدید کو حسن ملاطفت تحریر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شہرتے شاید حضرات اہل سنت کی  
 اصطلاح میں ایسی ہی باتوں کو حسن ملاطفت کہتی ہیں تشدد تو خدا جانے کیا ہوگا۔ **اقول**  
 اس شرم و حیا پر آفرین ہے کہ عبارت کا مطلب خلاف سیاق خود ہی اپنی طرف سے تراش لیا  
 اور اعتراض کر دیا یہاں پر جو شہدائے حق میں طعن و تشنیع فرمیدہ ان سو خیر ہم طعن و تشنیع سے قطع نظر  
 کر کے عجیب لیبیب کی خدمت میں گزاریں کرتے ہیں کہ شاہ صاحب گہر جانے کو حسن ملاطفت  
 کہاں تحریر فرمایا۔ عبارت شاہ صاحب کی یہ ہے۔ (حضرت شیخین آنرا بتدبیر یکہ یا کتی ہریم  
 زدند و تدارک ملالی کہ بزواج حضرت رضی عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند) اس میں وجہ  
 مذکور ہیں جو لاحق سابق پر حرف واد کی ساتھ معطوف ہو اور کیا آپ یا ائمہ ادعای اجہاد اتنا ہی  
 نہیں جانتی کہ فی الاصل عطف بالواو مغایرت معطوف و معطوف علیہ کو مقتضی ہے نفی کا ارتکاب  
 اس جگہ ہوتا ہے جس جگہ محال مغایرت کو محتمل نہ ہو۔ استعمالات اس کے شاہد ہیں ورنہ لازم آدمی کہ تاکید تائید  
 سے بہتر ہو۔ حاصل مدعا عبارت کا جو صاف اور واضح طور پر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ  
 کہ شیخین نے اذیت نہ کو جو ان حضرات کے مشورہ سے اذیت نہ والے تھے اس تہذیب اور تہدید سے فرد  
 کیا اور حضرت امیر کے ملال کا (جو مشورہ بیعت صدیقی میں نہ شامل ہونے یا اس تہدید کی وجہ  
 ناشی تھا) حسن ملاطفت سے تدارک کر دیا اور ذیل اس رافع ملال کی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مشورہ  
 میں شریک ہو اور نیک صلاح بتاتی رہی۔ بیچ البیانہ کو ملاحظہ فرمائی۔ میری اس قول کے تصدیق  
 پائیگا اور ایک روایت استیصار کی بھی یاد آئی جو باب الحدی فی اللوطہ میں مذکور ہے سو لکھی ہے  
 ابو علی الاشعری عن الحسن بن علی الکوفی عن العباس بن عامر عن سعید بن حماد عن عبد الرحمن  
 الفرہی قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول وجد رجل مع رجل فی عمارة فہرب احدهما  
 لہ جلازمی عنہ کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے سنا کہ ایک مرد کو کسی مرد کے ساتھ (یہ فعلی کرتے ہوئی) پایا۔ ۱۲۔

سیدنا صاحب نے یہ الفاظ اس کے ساتھ لکھے ہیں کہ اگر شاہ صاحب کی







مسلمین سے ہیں اور جو علامہ انکی دوسری لوگ تہی تو وہ ان ہی کی محبت اور محبت میں تہی  
اور باجاذت و مشورہ حضرت امیر داخل ہوئی تو کوئی قباحت شرعی عقلی لازم نہ آئی اور کچھ نہ  
تقلے نہ کچھ اصل سنت کی رشادت اور دلالت تک میں فرق و تصور آیا۔ لیکن اب حضرات  
شیعہ کی روایات مقبرہ کی شہادات پیش کر کے اصل انصاف سے ملتس ہوں۔ کہ مجیب  
نبیب و لا کا پر شیعہ کے رشادت اور دلالت تک کا مشاہدہ فراموش نہ کریں۔ اور کہیں کہ ہمارے  
محبیب لبیب کا پایہ انصاف و تدبیر کس درجہ پر پونچھا ہوا ہے ہمارے مجلس کی روایت جو عن  
الرماح میں مذکور ہے اسکا ترجمہ مولانا حمید رحمان نے از التہ الفین ص ۷۷۷ میں  
نقل کیا ہے سنی حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابوبکر و عمر از امیر المؤمنین سوال کردند  
کہ شفاعت نماید و ایشانرا ہمراہ خود نزد خدا کسمہ نہر امیر در گاہ و داخل شد گفتند کہ اعلیٰ حضرت  
پوچھنے خواہے اللہ علیہ وآلہ وسلم چه حال داری سرودند بحسد اللہ بخیریت ام۔ الخ۔ یہ روایت  
نص میں ہے اس امر میں کہ شیخین حضرت نہر کی پاس گھر میں داخل ہوئی دوسری روایت  
اگرچہ طول طویل ہے لیکن منقطعاً فقرات موافق مطلب عرض کرتا ہوں۔ پس آنحضرت مبارک  
و جناب ولایت تاب اوقات نماز ہر پنجگانہ سجدہ میرفت و ابوبکر و عمر پیش حال یہ فرمائی  
تا ایک ہمارے آنحضرت سنگین شد۔ آن ہر دو گشتند اسی علی و بیان موقوف طمہ بخشی کو واقع  
شدہ بود تو بہتر رسید انی پس اگر مناسب انی اجازت فرما عذری از تفصیر گناہ خود بیان تا کنم  
فرمود شما دین باب ختمیاد ارید پس آن سرود بسر و دروازہ چوہ مظهر حاضر شد و آنجناب  
اندر ہوں دولت سر رونق افرا گشت و فرمود کہ شیخین حاضر اند و میخوبست کہ سلام نمایند  
بر شما پس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود خانہ خانہ شماست و میں زوہر طبعی شما ام پس  
ہر چه مرضی شریف باشد بجا آرید فرمود چلاور بسر گیر پس مقننہ مظهر را پر کشید و ردی نمود  
جانب دیوار گردانید پس ہر دو آمدند گفتند کہ راضی شوا از ما حاضر راضی شود از تو۔ الخ۔  
یہ روایت بھی مثل روایت سابقہ کے آشکارا طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت شیخین حضرت امیر



کان فیما بعد دم المغيرة بنی العاص وحدث حدیثا طویلا وان زینب بنت النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم توفیت واز قاطع خرجت فی نسائها فصلت علی اختها یہ روایت حضرت سیدہ کمرہ  
 ٹھکانی پر دلالت کرتے ہیں اور اس طرح کہ یہ ٹھکانا دوسری روایات استیصار سے ہی ناجائز قرار پاتا ہی۔ عنہ  
 عن العباس بن عامر عن ابی المعتمر عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ قال لیس یلغی للمراة  
 انسابان تخرج الی الجنانہ فصل علیما الا التیک ون امرأۃ قد دخلت فی السن۔ علی بن فضل عن  
 محمد بن علی عن محمد بن یحییٰ عن غیاث بن ابراہیم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال صلوة علی جنازہ ہما  
 امرأۃ۔ علاوہ ازیں وہ روایت جو حضرت کلینی نے حضرت ابی نعیم العصوم ام کلثوم کی نسبت فرمائی کہ  
 کمال نیداری پر پہنچی اس پر وہ نہایت حیا اور دنیا داری سے اول فرج غصبت منانام سے اونچی نسبت مروی  
 فرماتے ہیں فی الواقع اس سنت سے یہ گزرنے ممکن نہیں کہ ادنیٰ مولوی سنی کسی کو حضرت کی نسبت ایسی بخش  
 اور یا زاری تہن کہیں چہ جائیکہ سیدہ مطہرہ کے جناب میں حاشا وکلا یہ حضرات شیعہ ہی کی کمال شاد  
 اور نہایت دلاؤتسک و محبت اہل میت طاہرین سے کہ او سکڑا زمین جو چاہتی ہیں فرماتے ہیں نہ خدا سے  
 ڈرتی ہیں رسول سے شرم کرتے ہیں خدا کی نئی ذرا انصاف کی آنکھیں کہو لکر فرامین کہ کوئی اونے مجتہد یا  
 مولوی شیعہ کے پیش کی نسبت کوئی شیخہ انحراف نہ کر دینے یا اونچی دوستوں سے ہوسہی کہتا جو آج  
 آپ کو بزرگ مہیت کر دشمنوں کے جناب میں کہتے ہیں کہ سکتا ہی لاوا دلتہ ثم لاوا دلتہ حضرت سیدہ کا یہ مجمع  
 میں شریف عجب ناروایت کرتے کہ رشادت اور دلاؤتسک سے تعبیر کر دین یا انکو در بدر پیرنے کو رشادت  
 اور دلاؤتسک کہوں یا آپ کے پاس سے لوگوں کو آنے کو یا حضرات شیعہ کے اس شخص بیانی کو عزت ظاہر  
 کی نسبت رشادت اور دلاؤتسک قرار دین ایک ہو تو عرض کر دین عین ہمد و اندام شیعہ ہی کی کجا  
 لانا دلتہ دانا دلتہ رجوع۔ مگر غالباً یہ دلتہ سوزی محض نہایت بلکہ نہایت اس بنا پر ہے کہ حضرت سیدہ علیہا السلام  
 علیہا السلام بہت تین محدود و محسوب ہوں اور حضرت کا دخل المہیت ہونا غالباً اس روزیہ کی تسلیم  
 سے مجسمہ انکو جنکا خون سماح کر دیا تھا مغیرہ بن ابی العاص تھا اور طویل قصہ بیان فرمایا اور کہا کہ زینب حضرت کی صاحبزادی  
 زینب ہائی اور حضرت فاطمہ عورت کی مثل نہیں اور اپنی بین کے جواز کے خلاف پڑھے ہے۔ ۷۔ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ چونکہ  
 عورت کو نہایت زیادہ کڑی نگاہ کر کے عورت ہر ۸۔ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ عورت کو نہایت زیادہ کڑی نگاہ کر کے عورت ہر

کیا گیا ہے ورنہ اگر حسب فرمودہ صاحب شافعی شارح کافی کلیتی صاحب کنز العرفان دیکھا جاوے جس عبارت ہم  
 اوپر نقل کر آئی ہے تو اس کی کچھ حاجت نہیں اور ان توضیحات کو کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جب حضرت سید  
 اہلبیت میں سے ہوتا ہو تو محتمل ہے بلکہ اگر اہلبیت میں سے ہوتا ہو تو مجازاً اور نہ حقیقتاً اہلبیت میں سے  
 نہیں تو پس قصہ ہی طبعی ہو چکا آپ کس منہ سے کہے ادبی اور بے دینی کا اعتراض فرمائیں گے کیونکہ یہہر قصہ  
 تو سہیجہ بنا کر کہا ہوتا اگر اہلبیت میں شمار کیجاتے ہیں سو آپ صاحب شافعی اور صاحب کنز العرفان نے ایک  
 کرشمہ میں بار اعقدہ سے حل کر دیا واقع میں یہہر کتاب میں اہم سہیجہ کی **قول** اس عبارت اور اس  
 سے وہ سستی و صدق نقل روایت جو صاحب تحفہ نے فرمائی ہے کہ حضرت زہرا ہم ازین نشست رہی  
 انہا مکدر و ناخوش بود الخ خوب واضح ہے جناب امیر کو نشست دبر خاست سے جناب زہرا سے معاذاً و غیرہ  
 مکدر و ناخوش ہوئی ہوگی۔ **اقول** صاحب تحفہ قدس سرہ کی صدق و سستی نقل روایت میں مذکور  
 حاضر دیا ہے لیکن اسکا کیا علاج کہ آپ نے شاید قسم کھا رکھی ہے کہ عبارت کی صحیح مطلب کو ہرگز فہم نہ کر سکی  
 نہیں گئے۔ پہر کیا کچھ حق نہیں کا احوال و انصاف کا کیسا کچھ زعم ہے لیکن آپ بھی مجبور ہیں  
 آپ کیا کریں جیسا کچھ صاحب نہر تشید وغیرہ نے غلط صحیح فرمادیا آپ نے اعتقاد کر لیا اور اگر ایسا کریں  
 تو کیا کریں حضرت میر صاحب گناہی معاف کجا دین نشست دبر خاست انہا کجا نشست بجا  
 جناب امیر اگر زیادہ نہیں تو صرف اتنا ہی کسی طالب علم سے دریافت کر کے سمجھ لیجیے کہ مجموعہ  
 من حیث المجموعہ کا حکم افراد من حیث الافراد کو حکم سے مباہن اور مغایر ہو کر رہتا ہے اسکی حد ہشامین  
 عالم میں موجود ہیں اگر ایک تہہ کو نہر آدمی اوٹھا لے کتے ہیں تو ہر ایک ہرگز نہیں اوٹھا سکتا  
 اور اگر ایک سے بہت سے باغیوں سے بنی ہوئی سے ہاتھی کو باندھ سکتی ہیں تو ایک بال سے  
 ہاتھی نہیں بندھ سکتا علاوہ ازیں جو حکم کسی فقید خاص کے ساتھ مقید ہو اسکو محض اپنے  
 غلط خیال سے مطلق سمجھ کر معترضانہ مخالف کے مقابل ہونا کقدر خلاف عقل اور انصاف و فی  
 یہ حضرات یہ خیال نہیں فرماتے کہ وہ فقید جس کا تہہ چھ حکم مقید ہو رہا ہے وہ علت اور  
 حکم ہے گویا نے تحقیقت حکم اس حیثیت پر جو بمنزلہ وصف ہے دائرہ اور دہرہ ہی لیکن

چونکہ عموماً غیثیات و اوصاف توابع ہوتے ہیں اور بدن وجود موصوفات کو وجود خارجی سے منقطع ہوتا ہے۔  
 میں اپنی موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہے لیکن اس پر یہ سمجھنا کہ ذات موصوفات کے  
 مطلقاً محکم علیہا ہے طلبہ ایسا غلط خیال نہ کرے بلکہ یہی بعید ہی پس اس اعتراض سے حضرت مجیب علیہ السلام فرمادیں گے  
 ان بزرگواروں کی جنہوں نے تحفہ پر اس قسم کے اعتراضات کی ہیں کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق  
 واضح ہوتے ہیں مہذا حضرت مجیب کا ناخوشی تو کہہ حضرت زہرا سے جناب امیر کے ساتھ ہر قدر  
 استغفار محض اپنی اکابر کے تصریحات کے ناواقفیت یا تجاہل کے وجہ سے ہے ورنہ حسب تصریح علماء  
 باطنین قوم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو (در ذریعہ برگردان بادی) جنین پر دشمنی نہ تھی نہ خیانت  
 نہ شبہ وینا اور خائنین در خانہ گریختہ کے مثل فرمانا کو نہ فریاد و فغان بلکہ یہ صفا بی بی سے ہوا و غار  
 اس سال میں قرآن صاف طور پر دال ہیں کہ جناب سیدہ اس شہادت و برخواست سے کد زانو کر  
 تھیں۔ فریاد اول یہ ہے کہ بعد تہدید حضرت عسکر کے حضرت سین نے مہاجرین و انصار میں سے  
 کسی کو دروازہ پر جا کر شکایت نہیں فرمائی کہ لوگو! میرا گھر جلانا چاہتا ہے تعجب یہ کہ چند خست  
 خرا کر بھیجی تو (معاذ اللہ در ذریعہ برگردان بادی) یوں جمع مہاجرین و انصار میں فریاد و فغان  
 فرمادین اور اتنے بڑے امر کو سنکر اس طرح خاموش ہو کر بیٹھ رہے ہیں دوسرے عسکر سے سنکر اپنے اذکار  
 بطور تمام حجت کو بھی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہ ہی منشا تھا تفسیر کے یہ  
 کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہ بھی صلاح دی کہ جاؤ اپنی رائی آپ سوچو اور میری پاس آؤ میری معلوم  
 ہوتا ہے کہ آپکا یہ ہی مدعا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دیکھی کے پردہ میں ظاہر فرمایا اور بوجہ کمال  
 کو آپ اسکو بے پردہ نہیں فرماتے تھیں۔ پس حضرت مجیب خوب غور و تامل کے ساتھ نہ صرف انصاف  
 ملاحظہ فرماویں اگرچہ انصاف کی امید تو نہیں **قولہ** استناقض ہے جو صاحب تحفہ کی عبارت  
 میں واقع ہے بخوف طوالت اغماض کر کے حضرت مجیب کے اقوال آتیہ کا جواب لکھتے ہیں **اقول**  
 یہاں تک مجیب علیہ السلام جس قدر اعتراضات فرمائے اور اغماض نہیں کیا اور میں حضرت کا تہ علم  
 و انصاف و تحقیق حق واضح ہو چکا اگر بیان ہی کہیں نہ رہا تو بخیر اکی ما دریب تھا کہ ایک

حصہ غلطی کا اور گناہاں لیکن مع لوم ہوتا ہے کہ اپنی اہلین کچھ بچہ بچہ ہی چکر پور بھیجی ہم تنہی ہی انصاف  
 کو شکر گزار ہیں گو تمنا فرض کا ہوتا اور بوجہ طوالت اغراض کرنا تہذیبیان فرماتے ہیں **قال القاضی**  
**المجیب** (قولہ) چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پورا اور اقوال عترت بشمار اذکی مداح میں ارد  
 ہیں۔ (اقول) کیون حضرت شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو الخ لکھنا اور بعد میں فقط لفظ  
 صحابہ کا کہ کتاب اللہ سے انکی فضائل کا مدعی ہونا ہو گیا کہتے ہیں ہم تو پاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی مگر آپ  
 منصف ہیں آپ ہر ارشاد فرمائیں۔ **میقول العبد الفقیر الی مولائہ لغنی سبحانہ**  
 ہماری محبت لبیب عبارت کو دیکھتی ہیں نہ طلب جہت میں اور اعراض فرماتی ہیں۔ اسی خیر  
 بندہ کی عبارت کو تو دیکھیں کہ کیا عرض کیا گیا ہے پھر اعراض فرمائی اب میں اپنی عبارت نقل کرتا ہوں  
 اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس پر اعراض ہماری محبت کا بجایا یا بجا (لیکن متوجہ  
 معظم اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی انخصوص خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم  
 کو اہلسنت تاملت سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و افضل درایان میں ثابت و اہل اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ کتاب  
 فضائل صحابہ سے پوری اور اقوال عترت بشمار اذکی مداح میں وارد ہیں) یہ عبارت ہر جہت محبت  
 مقرر میں اور ناز کر کے فرماتے ہیں کہ ہم پاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی حضرت محبت کا یہ نہ  
 کہ شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھا اور عموماً  
 صحابہ کا ذکر نہیں کیا تو محض غلط ہے شروع میں عموماً صحابہ کی فضیلت کو ذکر کیا گیا ہے اور بعد  
 ثانیاً بطور تخصیص تعظیم خلفائے ثلاثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا اور اگر مراد نہیں ہے تو صحیح  
 لیکن مفید نہیں بلکہ اعراض محض ہے اور اگر لفظ کرام سے آپ تبرد و مشک میں تو کیا آپ  
 با اینہما منظرہ والی اتنا ہی نہیں جانتے کہ اہلسنت کا مذہب جمیع صحابہ کے نسبت کیا ہے علامہ  
 اسی اگر بالفرض شروع میں صحابہ کرام کا ذکر ہوتا اور صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ہی ذکر ہوتا تو بعد  
 اس کے لفظ صحابہ کا کہ کتاب اللہ سے اذکی فضائل کا دعویٰ کیا جاتا تاہم کچھ حرج نہیں تھا  
 اور نہ حسب معمول اہلسنت کوئی اعراض تھا کیونکہ جو فضائل بحیثیت صحابیت اور مہاجریت اور

انصارت وغیرہ کر بیان کی گئی خلف ثلثہ رضی اللہ عنہم اوسمین فو کا مل ہیں تو انکی فضائل اس میں  
 بالادلی ثابت ہو گئی مثلاً جناب امیر کا ذکر کر کے اگر فضائل اس بیت کا دعویٰ کیا جاوی تو کیا  
 یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر کے فضیلت اس سے ثابت ہوگی حاشا وکلا بلکہ بالادلی آپ کے  
 فضائل ثابت ہو گئی ہم سے آپ کیا دریافت فرماتے ہیں کسی عامل انصاف سی پوچھ لیجی  
 آپ کو بتا دیگا کہ آپ کا اعراض محض یہ سمجھی اور نا انصافی کی وجہ سے ہے **قول** پہلے عرض  
 ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام کے فضیلت سے انکار نہیں مطلق صحابہ کے فضیلت میں گفتگو ہے جیسا کہ  
 قرآن شریف سے فضائل ثابت ہیں ایسی ہی و نامہ و زائل بھی ثابت ہیں چنانچہ بطور نمونہ ایک آیت  
 لکھ کر گئی **اقول** دہن یہ یہی عرض کیا جا چکا ہے کہ حسب قصود اکابر قوم صحابہ کرام کا  
 وجود عنقا صفت محض فرضی اور ادعائی ہے پس آپ کا یہ فرمانا صرف بوجہ غاصصیحات اپنی  
 علماء کر رہی اور اگر آپ ہی میں تو بسم اللہ ہمیں میدان ہیں چوگان ہیں گو۔ تشریف لائی اور اپنی  
 اصول پر جن صحابہ کو کرام سمجھتے ہیں کتاب اللہ سے ان کا کرام ہونا ثابت فرمائی۔ جبکہ صحابہ کے قرآن  
 شریف سے فضائل بھی ثابت ہیں اور زائل ہے ثابت ہیں تو کیا خداوند تعالیٰ کو معاذ اللہ ہوا وقع  
 ہوا تھا یا بدلاء واقع ہوا جو اس اختلاف فاحش کا سبب ہوا یا یہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن نے  
 اضافہ کر دیئے اور اگر یہ عرض ہے کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کو و نامہ و زائل نہ کو رہیں تو برائی خدا  
 ذرا اقصین تو کیجی اور اپنی مقبولین سے کو غیر مقبولین سے تمیز تو کیجی حق یہ ہے کہ قرآن شریف  
 میں حق تعالیٰ شانہ نے عموماً صحابہ کرام کے مدارج دنیوی و اخروی بیان فرمائے اور نہ خداوند  
 تعالیٰ ہولانہ اس کو بدلاء واقع ہوا اور نہ کہ سنی قرآن میں کمی بیشی کی اور خداوند تعالیٰ نے انکی معاصی کے  
 مغفرت کا وعدہ فرمایا جو انکر گناہ میں وہ مغفور اور جب قدر معاصی میں وہ مغفور ذلک فضل اللہ  
 یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اور جو آیت بطور نمونہ لکھی تھی اسکی نسبت یہی ظاہر کر دیا  
 گیا کہ جن دعویٰ کے ثبوت میں یہ نمونہ پیش کیا تھانے حقیقت اسکی یہی نمونہ نہیں بلکہ حضرت کریم  
 و ہمہ انصاف و تحقیق حق کا ایک عمدہ نمونہ ہے **قول** ان خلف ثلثہ کی شان میں





تخصیص کے بغیر اسکی اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس باب میں خود کامل تھے اسے سبب سے اچھا لقب  
 صدیق قرار پایا جسکو حضرات ائمہ نے ہی میان فرمایا۔ علاوہ اسکی آیت اشداء علی الکفار۔ خاص  
 خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی صفت ہے اور اسکا مصداق جنگ کے قصہ میں درباب ہرین میں حضرت  
 شیعہ نے ہی تسلیم فرمایا ہے علاوہ ان سبک آیت اختلاف و نسخ طور خلیفہ رضی اللہ عنہم کے  
 فضیلت کو ثابت کر رہی ہے علاوہ ان کے اور بہت سے آئینہ پیشتر گذارش کر چکا ہوں براہ  
 خدا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادین قرآن کے تحریف کے درپے نہوں آئندہ اگر اختیار ہی  
**قولہ** اقوال عترت جو بشمار تحریر فرماتے ہیں علوم نہیں کہ اس سے آپکی کیا مراد ہے اگر مقبولہ خود  
 مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہیں۔ **اقول** اگر اقوال عترت مقبولہ خود مراد ہوں تاہم مطلقاً  
 یہ فرمانا کہ خصم پر حجت نہیں آپکا اپنے بزرگوں کے اقوال کی ناقصیت کی دلیل ہے بیشک عدم  
 حجت اسوقت ہے جبکہ غیر مسلم خصم ہوں اور جبکہ خصم انکو تسلیم کرتے ہوں تو اگرچہ مقبولہ خود ہوں  
 خصم پر حجت ہوگی اب نبی علامہ عبد الزاق لاجھی نے گو مراد میں صحت روایات اس سنت کی  
 تصریح فرمائی کہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل انصاف در فرقہ سینان محدثین پیشا نند کہ ہرچہ از پیغمبر صلی اللہ  
 علیہ وآلہ و آلہ باہنہا رسید بے کم و کاست روایت می نمایند انتہی مخصوصاً عن الزعام۔ پس جبکہ خصم نے  
 صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اس پر حجت نہوں۔ **قولہ** اور اگر متفق علیہ دلیل  
 تو سب سے چھان بین کے بعد آپکی علیٰ ہمارے کتابوں سے برعم خود کل تو قول نقل کیے ہیں جیسا کہ  
 آیات بنیات کے اپنی رسالہ میں لکھتی ہیں ہر ایک کا جواب اپنی محل پر دیا گیا ہی پس آپکا انکو  
 اقوال شمار لکھنا مبا لغت عوانہ ہے۔ **اقول** حضرت میر صاحب آپ انکھیں کہو لکھ دیجیے کیوں  
 اللہ تعالیٰ علیٰ اس سنت نے کیا کچھ کیا باوجودیکہ آپکی علیٰ اپنی عام عمر اخفا رحمہ اللہ فضائل  
 صحابہ و اہل بیت مثالب مطاعن میں حرف کر رہی تو ایسی حالت میں آپ ایک قول کا ملنا جو صحابہ کے  
 فضائل پر دلالت کرے عجائبات قدرت الہی سے ہے جیسا کہ خواجہ کی کتابوں میں فضائل و محامد  
 حضرت امیر مرقا کا پایا جانا نہایت سبب سے اور درست جناب امیر سے جو جاسیکہ حسب اعتراف سامی نو

روایات اس سنت سے بطور حجت مراد از ان لا ہو



فانك غفور رحيم ومثلك يا عمر مثل نوح اذ قال رب اني لا اتكلم على الاكاذب من

انكاذب في الدنيا اسجد عبادت فخر رازی امامیه کی شہرہ کلام سے نقل کرتا ہوں۔ روایت ہے کہ درود پڑھ

ہفتاد و ن اسیر گرفتہ بودند از آن جسد عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در باب ایشان فرمایا

مشورہ فرمود ابو بکر گفت کہ اگر اہل صلواتین قوم قاربت عشا تو انڈا اگر ہر یک بقدر طاقت دست طاعت خدا

بدمند باشد کہ روز سجدہ ولت ہایت برسند و حالا عدد سولہ نامان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ

ایمان کنذیب کردند تیرہ بیرون کردند اینہا کہ کفر اندہم را بفرمانا گردن زنند و گمانہ ایشان قدر ارا

عقیل علی بنی سپارد عباس را بجزرہ و فلان بن تا گردن زیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ حق

سجائہ و تقاضی دہا نمی مردم را گاہ است کہ نرم بسیار و بر تیرہ کہ نرم تر از شیت و دیگر دہا می باشد کہ

سخت تر از سنگ مثل تو امی ابابکر جان مثل امیر اسمعیل سلامت گفت ضمن تبیین فائدہ منی

من عاصم انک لا تفرقون شل تو امی عمر همچو مثل نوح است و تسمیکہ گفت رب لا تدع علی الاکاذب من الکاذبین

ذکر اکراوین و و حالت کہ نرمی و سختی است کہ از انبیاء صادر میشود و محبت ہم مقتضای وقت خوب است

چہ بعضی از کفار ہستند کہ بسیار شدیدا ند در کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و ند از اعتقاد این تنجا

استیصال مناسب است اول سختی و اگر بخلاف است نرمی و خوشحالی بعد ازین حضرت فرمود اصحاب

اگر خواہید شیدہ اگر خواہید بت تمامید ایشان بت را اختیار کردند۔ پس جناب مجیب کالفظ ہمیشہ را کو

مبالغہ شاعرانہ سمجھنا محض بوجہ ناواقفیت اپنی کتب کہی و بس قولہ ہمہ اختلفا رائے کہ

شانمین ان لوین سے بھی بعض ہیں۔ اقول حضرت مجیب شاید ان احوال کو جو عموماً مناسبت

صحابہ کرم میں وارد ہوئی ہیں بوجہ کمال دین و دیانت عموماً است خلف رائے رضی اللہ عنہم

کہ شانمین نہیں سمجھتے کہ لفظ بعض اطلاق فرماتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ جو قول سہوہا صحابہ

بنقبت پر دلالت کر گیا خلف رائے لاوی او میں شل اور اسکی مصداق ہوئی۔ قال

الفصل المحجیب۔ قولہ۔ اور شیخہ انکو خلف ثقلین بدتر از کفار و منافقین جانتی

ہیں (نمود با ہند سن و لک) اقول۔ اہل اس قول سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ معاذ اللہ

ش  
عباد  
اللہ  
الغیر  
الکاذب

شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتے ہیں۔ یہ محض افتراء پر حاشا و کلام کہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہو **مقول**  
**العبد الفقیر الی مولائہ** جناب مجیکے اس جزا کے کو آفرین اور اس سے پشیمان  
نہ اپنے تئیں کہیں نہ اپنے علم کی شہادتیں نہیں بچا رہی صحابہ کسنتی میں ہیں اگر بزرگواروں نے  
تو انبیاء و ائمہ کو یہی کفر و خیانت سے چھوڑا اور صحابہ میں ہی توفیق و کفر و نفاق وارد ہوا تو شاید  
ہی کوئی بچا ہو تو شاید کرام کو تسلیم ہے سبیل الفرض ہوگی پس کو اہلسنت کا اقرار کہنا طرہ  
تماشا ہو۔ یہ وصف تو گناہی معاف جناب کی ہر اکابر میں پایا جاتا ہے کہ ائمہ پر افتراء کرتے  
ہر بہتان بابت ہر تہی جو ہٹی روایتیں بنا کر دیکھ کر طرف سے شائع کرتے تھے اور حضرت علیؑ کی کتابوں میں  
یہ بھی موجود ہے۔ **المشعہ کانوا یکذبون علی الائمہ و ہم قد تادوا عنہم علی ما ذکرہ**  
**الکلید فی الفخر و الفقہ ابائہمہ** اگر شیعہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور صحابہ کرام کو کرام جانتے ہیں اور  
اور اپنی بزرگواروں کے جنہوں نے کرام ہونے سے صحابہ کو خارج کیا ہے مکتذب کرتے ہیں تو مر جابا لوفاق  
و جبہ الاتفاق۔ **قولہ** ہاں جبکہ نفاق ان کے نزدیک ثابت ہے اور روایات اہلسنت ہے اسکی ساعدت  
کرتے ہیں انکو یہی سچ سمجھتے ہیں کہ کل کو یہی گول مول بات لکھی اور سب کو غلط طرہ کرنا انصاف سے بعید ہے  
**اقول** دو منافقین کہ جبکہ نفاق کتاب ائمہ و سنت رسول ائمہ سے ثابت ہے اہلسنت کو نزدیک  
ہرگز عدو صحابہ میں نہ دو نہیں اہلسنت کو نزدیک صحابہ کو دوسطی ایمان خاتمہ تک ہونا شرط ہے حاشا و کلام  
کہ اہلسنت کو دو تین نفاق صحابہ کی مساعدت کرتی ہوں لیکن ان حضرات شیعہ کے روایات صحابہ  
کرام کے ارتداد و نفاق کو صاف صاف بیان کرتے ہیں یہ تحقیق میں غلط طرہ اگر بزرگان دین نے  
اپنی روایات میں فرما رکھا ہے نہ ہمیں۔ **قولہ** یہ کہ ممکن ہے کہ شیعہ خلاف ثقلین کے جن حضرات  
اہلسنت سے اسی امر میں تو خفا لغت و جھگڑہ ہے **اقول** حضرت میر صاحب یہ محض آچا  
اور کلمی بزرگوں کا زبانی دعویٰ ہے شیعہ کو اور اتباع ثقلین کو کیا علم لاء شیعیت تو اتباع  
ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور میثمی اور زرارہ اور سالم بن ابی جعفرہ اور ابو الجارود اور ابو بصیر  
لے شیعہ ائمہ پر جو ہٹی باتیں تو پیشی تھی۔ اور امام شیعہ کی اذیت پاتے تھے۔



خدا تعالیٰ محکم عقل کا ہے اور حکم بہت سی چیزیں خدا تعالیٰ پر واجب ہیں (۹) عقدا  
 رکھتی ہیں کہ بندہ بلکہ تمام طیور و بہائم و حیوانات اپنی انچرفعال کے خالق میں اور خدا تعالیٰ کو کونکر  
 افعال میں کچھ دخل نہیں اور عیب و مخالف تعلیل کچھ ہے (۱۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ تمام  
 انبیاء اور رسول سے عند اللہ افضل ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ عقیدہ تعلیل کے مخالف ہے۔  
 (۱۱) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء اور ملائکہ کی پیدائش بطفیل حضرت علی کے ہے اگر حق تک کھڑا  
 علی کو پیدا کرنا تو انبیاء اور ملائکہ اور جنات کو پیدا کرنا اور یہ مخالف عقل و نقل ہے (۱۲) اعتقاد  
 رکھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء و ملائکہ سے ائمہ کی ولایت اور ان کی اطاعت کا ميثاق لیا۔  
 (۱۳) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء و ائمہ کے انوار سے قیاس کرتے ہیں (۱۴) عقدا کرتی ہیں  
 کہ قیامت میں تمام انبیاء حضرت علی کے محتاج ہوں گے۔ (۱۵) اکابر امامیہ انبیاء سے صدور کفر و  
 ثبوت کبیرہ روایت کرتے ہیں۔ (۱۶) کہتے ہیں کہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء و شیاق  
 لیا تو حضرت آدمؑ نے انکار کر دیا (۱۷) کہتے ہیں کہ بعض رسول نے رسالت سے عذر کیا اور استعفا دیا۔  
 (۱۸) کہتے ہیں کہ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون منہ سے جاری کیا اور تبلیغ  
 احکام سے قاعد کیا (۱۹) اعتقاد رکھتی ہیں کہ ائمہ اور ان کے اعدا قبل قیامت زندہ کیے جائیں گے جسکو  
 رجعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۲۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ امامیہ میں سے کسیکو مصیبت صغیرہ و کبیرہ  
 پر غم نہ ہوگا (۲۱) مذی اور دوی اور آب استنجا کو پاک قرار دیتی ہیں (۲۲) شراب کو ابن عقل  
 وغیرہ نے طہارت کا حکم دیا ہے (۲۳) کہتے ہیں کہ اگر حسین عورت کو حالت نماز میں بغل میں بیوی  
 یہاں تک کہ فیشتن و تہا رہو اور مذکر کو محاذی سوراخ عورت کے کرے اور مذی یہی بہرہ گشتوں  
 تک پونجی تاہم نماز جائز ہے (۲۴) بعضی فرماتے ہیں کہ نماز میں اکل و شرب مفسد نہیں (۲۵)  
 کہتے ہیں کہ بعض سو تین ٹپہ منی سے نماز فاسد ہو جاتے ہے۔ (۲۶) پانی میں غوطہ لگانی کو مفسد  
 صوم فرماتے ہیں (۲۷) کہتے ہیں کہ اغلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (۲۸) لونڈیوں کے  
 فروج کو عاریۃ دنیا جائز فرماتے ہیں (۲۹) عورت منکوحہ اور مملوکہ اور مملکہ ہونی اور وقف

کی ہوئی اور امانت رکھی ہوئی اور متعدد کے ساتھ لواطت کو جائز فرمایا (ب) متعدد دور یہ کھانہ  
قراردیتی میں اور دوسری صورت یہ ہی بہت سی مرد ایک عورت کو ساتھ متعدد میں اور دور و نوبت  
مقرر کر لیں کہ ہر ایک شخص اپنی نوبت میں جماع کرے علی بن القیس بہت سی ابواب فقہ کے مسائل  
کثیرہ میں شتی نمونہ اور خردار و قطرہ نمونہ از بحار نہایت مفید و مختصر کے ساتھ صواعق و تحفہ وغیرہ  
نقل کر چکی جناب محیب غور فرمادین اور سوچیں کہ تقلید کا اتباع اس کا نام ہے باقی رہا فخر  
کلام اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث میں ذکر کیا جائیگا۔ جناب  
محیب اگر زیادہ تفصیل چاہیں تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضر ہیں بعد اس کا اب یہ امر واضح ہو گیا  
کہ جو سید محیب بیٹے تحریر فرمایا (الہدیت) اس میں اسی امر میں تو مخالفت و جھگڑہ یہ نہایت صحیح  
**قال الفاضل المحیب** - قولہ - سلیمی حضرات شیعہ کی جہالت کے ترس کر بظاہر  
فضائل اور فہار مطاعن میں مجاہد و جہد ساعی ہیں - آقول - بے شک جنکی فضائل کتاب اللہ  
واقوال عزت سے سرگرم ثابت نہیں اور الہدیت خواہ مخواہ فضائل اور کچھ ذمہ لگائی ہیں اور مطاعن  
جو طشت از باغ فسادہ ہیں کہ چھپائے نہیں چھپ سکتے چھپانا چاہتی ہیں اور فضائل کے باطل اور  
مطاعن کے اظہار میں کو کوشش کرتے ہیں تاکہ امر حق ظاہر ہو۔ **يقول العرب القليل**  
بحول اللہ و قوتہ گذشتہ اجاث میں مناقب مجاہد صحابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے ہی لاؤ قول  
ائمہ سے ہی مختصر کیا گیا اب ہم دیکھتے ہیں کہ محیب بیٹے فرماتے ہیں یا بخلاف تحریر خود فضائل  
ناجہ کو باطل فرماتے ہیں بڑے مطاعن جناب محیب نے دو ذکر فرمائی تھے انفضاض عن صلوۃ  
و جہد و تحلف عن ہدیۃ الصدیق سو مجاہد اللہ ان کا یہی قلع و استیصال واجب کیا چکا ہے  
پس حضرات شیعہ جن خلافات کتاب اللہ و ارشادات ائمہ فضائل صحابہ کی کتاب کو شتہا  
خاک سے چھپانا چاہتی ہیں اور انکی انوار اپنی مہنوں سے بھیلنا چاہتے ہیں اور بے کستی اپنی ترشی  
ہوئی ذائقہ کے نجاسات سے انکی دہانہ میں مٹھو کو مٹوٹ کرنا چاہتی ہیں اور جن صحابہ کو کرام و علم  
رکھا ہے ان کو یہی نوسہام طاعت سے خالی نہیں چھوڑتے ہیں۔ با این ہمہ صدوق شیعہ



باوجود اتداء صحابہ کے خصال میں بھی بھی فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار صحابی باسی تھی جو کوئی ان میں سے  
 جبری اور قدری اور حروری نہ تھا رات دن خدا کو خوف سے رو دیا کرتے تھے دو ہزار انصار تھے  
 اور آٹھ ہزار مہاجر تھے اور دو ہزار وہ بھی جو ہنگام فتح مکہ اسلام لائی تھے۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے  
 فضائل خواہ مخواہ اہلسنت ہی ان کو ذمہ لگاتے ہیں اور ان کی مطاعن جو پشت از ہام میں ملے نہایت  
 سی چھپاتے ہیں۔ یا یہ ان کی فضائل کتاب اذکار سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں  
 معاذ اللہ اگر بفرض محال ہے ہی امر حق قرار پاوی جس کی در حضرت شیعوہ ہیں تو نہ خدا کی خدا کی بانی  
 دہتی نہ رسول کے رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ اللہ کی امامت نہ اہلسنت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت  
 پہر سپر امر حق کے انہار کے سعی کا دعویٰ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اعلیٰ لعظیم رہنا مستح بنیادین  
 قومن بالحق دانت خیر الفاضلین۔ **قال الفاضل المحجیب**۔ قولہ۔ چونکہ معیت یہ  
 اختلاف خلافت بھی اسی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعوہ کو اتنی جبری فضیلت عبت با  
 اپنی اصول میں کب کب گوارا تھی اگرچہ نفقہ میں اس کی نبوت کو کٹا ہوا میں اپنی خلافت کی  
 اصول و شرط ہی وضع فرمائی کہ جبکہ رعایت سے مدعا حاصل ہوا اور ابطال تحقیق خلافت اپنی زعم میں  
 ہو جاویں (قول) یہ اصل ہی اصل بجا خود نہیں جیسا کہ پہلے گزارش ہوا کہ کل صحابہ اپنی تہمتی کو کا کا عالم الخیر  
 بعض کے شائین صاحب خیانت و شرافت و پیشہ مردود و ان جناب کی تحریر فرماتے ہیں **مقول العبد الفقیر**  
**المرسول** اس اصل کا دراصل بجا خود ہونا سابقا اپنی موقع پر مشرور جابیان کیا جا چکا ہے حاجت عادیہ میں سچا کہ  
 کہ جس پر یہ اعتراض محجیب لیبیا کا عادیہ دانی تو تعجب کیا جانا اور کا کا عالم الخیر کہ کلمات کی نسبت ہی فیصلہ لاندہ ہو چکا ہے کہ میں سچا  
 ہی مقدم عرض ہے کہ کا کا عالم الخیر تہمت صحابہ حق میں یہ لفظ نہیں لکھو خصوصاً لفظ مردود جناب بھی مرگز صحابہ کو حق میں نہیں لکھا یہ محض  
 محجیبین تحقیر کا اثر ہے اور بفرض اگر صحابہ حق میں لکھا ہے تو بطور لازم نقل نہایت عید کر لکھا ہے ورنہ در جناب محجیب نے  
 جو یہ جملہ تحریر فرمایا۔ (کل صحابہ اپنی تہمت) اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو اہتہ کہا جا سکتا کہ  
 کہ یہ ایک جملہ ہی جو انصاف و راستی و صدق ہو یا اعتبار اپنی روایات و اصول نہ یہ کہ سرزد ہوا ہے اور اگر کل  
 مجموعی کی طرف نفی راجع ہے تو خلاف نصوص و روایات ہے۔ چنانچہ بارہ اس غلطی پر متنبہ کیا جا چکا ہے

اور نیز اچھا نہو نامرتبہ شکیک میں ہر اگر اس سے یہ مراد ہی کہ معصوم نہ تھی اور شیعہ جیسا ائمہ کو نہایا  
 سے بھی برتر اور بہتر فرماتے ہیں لیکن تھی تو صحیح و مسلم معصوم تھی اور نہ انبیاء سے بہتر بلکہ مساوی  
 ہی نہ تھی اور اگر اچھی نہوتے سے یہ مراد ہے کہ مرتد اور غاصب حق خلافت و فک اور غیر دین  
 اور حرف کلام رب العالمین تھے تو غلط اور کذب فقر اور دوسادس و تخیلات حضرات شیعہ سے ناشی ہے  
**قولہ** ہاں یہ فرمائی کہ مقدمہ خلافت ہر وقت رہی کہ جس سے صحابہ کو فضائل و زائل ہر کلمی تاہن  
**ہیں اقول** - یہ حصہ بالکل غلط اور باطل ہے فضائل و زائل صحابہ کے پرکھی جانے لگے  
 صدہا عقبات اور ہزار ہا مراحل زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قطع ہو چکے اور  
 انواع انواع کے تکلیفات میں آزمائشیں ہو چکی اور طرح طرح کے صدقات میں امتحان نہ ہو چکا  
 اور جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبوت ہوئے اور دعوت شروع فرمائی اور کفار و منافقین  
 و ایذا رسانی ہوئی جن لوگوں نے اس وقت حضرت کی تصدیق فرمائی اور حضرت پر ایمان لایا اور کفار کی انڈیز  
 سمجھ کر ابھی اپنی مال جان و آخر کا پاس نہیں کیا علی الاعلان بے خوف و خطر آواز دعوت اسلام کو بلند  
 رکھا چنانچہ بہت سے اکابر قریش اور معتمد کرجہ سے مشرف بایمان ہوئے اور بہت سے غلاموں کو  
 جو ایمان لائے تھے اور کفار کے بچے تکلیف میں گرفتار تھے اپنی خالص مال سے خرید کر آزاد کیا اور کفار  
 کی تکلیف دہی سے آزاد کر دئی دلائی - اور ہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق  
 نغمہ ساز صحابہ دین اسلام کی محبت میں ازواج و اولاد اور خویش و اقارب سے پیوند توڑا اور مال و منال کو چھوڑا  
 اپنی وطن سے موخر ہو کر راہ غربت اختیار کی مصیبت کو سر پر لیا - صدیقین و حبیبین اور شہیدین صحابہ  
 تکلیفیں اٹھائیں کفار و الکفار سے قطع سلسلہ کر کے حضرت کے قدموں میں چڑھ گئی کہ دارین کی  
 سعادت سمجھا - اور جنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے رفقاء و اہل وطن کو اپنی گھروں میں جگہ  
 دی جان مال سے خدمت کر کے دارین کی سرخروئی حاصل کی دین و اسلام کے شاعت میں سعی  
 ہوئی غزوات و ہجرات میں سلام و کلمہ اللہ کے لیے اپنی جان و نگو معرض ہلاکت سے نہیں بچایا اپنی  
 جان و نگو حضرت کے نفس نفیس کے آڑ نہائی کہہا - دین اسلام کو عالم میں پھیلا یا کفر و اہل کفر کو محاذل

ہمدان خان یاں صاحبزادہ حضرت مولانا  
 محمد تقی خان صاحبزادہ حضرت مولانا

دکنوٹا رکھا۔ آدائشون کے جھٹی میں انچی میل کچل دوڑھوئی اور وہاں بیض صحبت پیہر نے اونکو  
 مصفا و مجلا کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے انچی قلوب نور ہوئی اور اشعہ مہتاب صیغہ  
 برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انچی دل روشن ہوئی عالم خلق و امر کو قطع کیا ملکوت کے سرے  
 حقیقہ محقق کو بخشیم شہادہ کیا۔ جب انکے جان نثاریاں اور خدمات نمایاں برگزیدہ جناب محمدی  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور پسندیدہ حضرت کبریائی جل علاہ شانہ ہوئیں۔ تو خداوند علام الغیوب کی بارگاہ  
 عالی متعالی سے انکے صلہ میں رضا و خوشنودی کے نغمے طرب ہوئی اپنی رسول کے زبانے دخول جنت کا  
 وعدہ فرمایا انکو خطایا ذرات کی نفرت اور خاصہ دسیات کی کھاؤ کا شرہ سنا گیا تو گویا آذین  
 ختم ہو چکی اور انکی سجاد و فضائل چہرہ پر ہو چکی تو پھر تہذیب و خلافت پر آرایش کا حصر کرنا اور کہنا  
 کہ مقدمہ خلافت ہے سے فضائل و ذرائع پر کہی جاتے ہیں سرسرا غلط اور بد ہی البطلان ہے معیار  
 آرایش اور محک امتحان وہ مراحل تھے جو حضرت کے زمانہ میں طے ہوئی منافق و مخلص ممتاز ہو کر  
 حق تعالیٰ نے فرمادیا۔ مَا كَانَ لِلَّهِ لِيذِلَّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ  
 وَمَا كَانَ لِلَّهِ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ الْمَخْفِيِّ - اَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا أَنْ - اور ایسی بزرگان دین اور  
 اکابر اہل یقین کے عیوب کا تجسس کرنا اپنی عمر عزیز کو راہ گمان برباد و تلف کرنا ہے کہ کسی صحیح  
 کاچی قلبہ جویدہ اصنع العمر فی طلب المحال مدہنہ اگر یہ ہی تہذیب ہے جس سے فضائل  
 و ذرائع پر کہی جاتے ہیں تو بفرض محال ہے سبیل تسلیم ہم کہتی ہیں کہ حسب تفرجات علما شیعہ  
 فضائل و ذرائع پر کھڑی بعض نے جنکو وصیت تجہیز و تکفین تھے حضرت کے جنازہ اطہر کو تین روزہ  
 بلا دفن رکھا حضرت کے وصال کا کسکو نہ غم ہوا نہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور  
 چند درخت خراک پر کھڑی جسکی بھیجی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کا پاس کیا  
 کہ اپنے صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی نہ دودمان نبوی کے آبرو کا پاس کیا کہ وہ پر پھر لگی  
 لے۔ اللہ وہ نہیں کہ چور دیکھا۔ مسلمانوں کی طرح پر تم ہو۔ جب تک جہانگیر سے ناپاک کو پاک ہے  
 اور اللہ یوں نہیں کہ تم کو خبر دے غیب کی۔ ۱۲۔

منافقین کے ہم ہالہ وہم نوالہ ہی اپنی دین کو اونچی غواہشوں کے مطیع رکھ کر کسی شہر کو  
 دارالاسلام نہ بنایا۔ معاذ اللہ! اللہ نے تو بابر ایک محافق و امولار۔ اور بعض نے حضرت کے  
 دین کو اختلاف عظیم سے بچا کر سنبھالا۔ اور عالم میں شائع کیا نہ راز ملک فتح کی خبر راز کو  
 سکام اسلام میں منسلک کیا حضرت کو وصال کے صد مہینہ تک بیہوش ہوئی کہ آپ کے  
 انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ  
 ہی نے یہ فضائل و زرائع کے امتیاز فرمائی ہی پھر پھر چاہی فضائل منطبق کیجئے اور جب چاہی  
 زرائع **تو** حب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص دنیا فانی اس قدر غالب ہوئی  
 کہ باوجود تہدید و ترہیب و تحویف حضرت نبویؐ + صحابہ علی الامارۃ و ستون ذمۃ یوم القیمۃ  
 کما فی صحیح البخاری آپس میں مخالفت و تشاجر کے لعش اٹھ کر جناب رسول خدا کو بے غسل و کفن  
 و دفن چوڑ کے خلیفہ بن گئے اور اہل بیت کی جنگی منک کا حکم تھا بات ہی نبوہی بات پوچھنی کے کیا  
 معنی بجائی تلو و تفسی کے گھر جلانے کی دہلی دی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظہ فرمائی کہ بت  
 تاریخ و سیر کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو کہ وقت انعقاد بعیت کیا کیفیت تھی۔ **اقول**  
 یہاں تو مجیب بسبب جو شہ نصیر و عناد میں اگر جامہ سے باہر ہو گئی تو سن نہ بان بگام ہو گیا۔  
 انصاف و تحقیق حق کو بالاسم طاق رکھ کر جو نوہد میں آیا فرمانا شروع کر دیا۔ خیر ہم آپ کی کلمات  
 تشنیع کے جواب میں کچھ نہیں لکھتے لیکن آپنی بخاری کے حدیث سے استدلال کر کے صحابہ کی  
 حرص طمع کو بزرگوں و ثابت کیا ہی اسکا جواب و تحقیق ضرور ہوتی پس صریح ہو کہ مجیب بسبب  
 اپنی استدلال میں اس حدیث کو پیش فرمائیں تو اول اوکو ثابت کرنا چاہی کہ مستحصر من خطاب  
 اسکو ہر ظاہر ہے کہ تمام صحابہ و قطعاً راہبین اپنی کہ بالاتفاق حرص علی الامارت تمام افراد  
 صحابہ سے واقع نہیں ہوئی تو لامحالہ بعض صحابہ مراد ہو گئی اور اس کے مصداق وہ بعض میں جو بلا  
 استحقاق امارت کو طالب ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ مناہیر و مشکم  
 امیر میں لفظ امیر سپر توینہ اور دال ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہ وہ ہی طالب امارت ہوئی

صورت صورت علی الامارۃ و ستون ذمۃ یوم القیمۃ

اور خلفائے رضی اللہ عنہم پر گزرا طالب امارت نہیں ہوئی اور نہ اس پر حرص کی آپ کتب سیر  
و تاریخ ملاحظہ کیجیے حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی خطبہ میں جو بقایہ انصار پڑھا فرمایا کہ عمر یا ابوجہلیہ  
کہ تمہیں معیت کر لو۔ اور اس وقت حضرت فاروقؓ نے اپنی اوپر سے دفع کیا اور صدیقؓ کے ہاتھ  
پر معیت کر لی اگر حرص دنیاوی اور طمع نفسانی ہوتے تو ہر شخص اپنی نفس کو امارت کے لیے مقدم  
کرتا اور کچھ بھی نہ ہوتا تو اس قدر ضرورت نہ کہ حضرت ابو بکرؓ کے قول پر فاروقؓ چکر ضرور ہوجاتا تو اس  
برو عیقل و انصاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو ہرگز طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہیں تھی  
بلکہ امارت کی طرف استغناء ہی نہیں تھا لیکن ان تصنیع و تزیینات علم و شیعہ کی صاف  
معلوم ہوتا ہے کہ ہر دینی روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر چلیں اور طمع ہر نسخہ سلیم  
جن جس بلال کی ولایت تھی سر فیل کرتا ہوں۔ فلما کان الليل حمل على فاطمة على حمار واخذ بيد  
الحسن والحسين فخر يدع احدا من اهل بيته من المهاجرين ولا من الانصار الا اماه في منزله وقد  
حقدوا على الله الخ یہ روایت کس طرح مراحۃ معاذ اللہ حضرت کے حرص اور طمع پر دلالت  
کرتے ہیں اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو بیچ البیانہ کو کہو لیٹی اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں صرف  
خطبہ متفقہ کے شروع میں کیجیے اور میں اب یہ الفاظ ہیں۔ واللہ لقد تقصم ما فلا  
وانه ليعلم ان محلى منها محل القطب من الرحى۔ ان الفاظ سے کس قدر حسرت شکیبائی ہے  
جس کا صرف حرص و طمع پر ہی ابن میثم شارح بیچ اپنی شرح میں جو اس وقت میری سامنی کتب تھیں  
پر لکھی ہوئی ہے اس خطبہ کے شرح میں لکھتا ہے۔ واذا ثبت اندنافس في هذا الامكان انظر غلبا  
وجود الشكايه منه وان لم يسمع ذلك فضلا عن ان امر الشكايه بلغت مبلغ التواتر المعقول لکن تھا  
وشہر تھا الخ۔ اور یہ ہی شارح اسی خطبہ کی شرح میں کیقدر آگے بڑھ کر لکھتا ہے۔

۱۔ خدا کے قسم انسان شخص نے (بزرگ قیص خلاف ہیں) حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں میرا مقصد کیا ہے  
جیسا کہ کاظمیؒ میں ۱۲۰۵ اور جب ثابت ہو کہ جناب امیرؒ نے خلافت کی طرف رغبت فرمائی تو غالباً یہی  
کراچی نکات پانچویں ہو گی اگرچہ سب سے پہلے۔ مزید یہ ان یہ شکایت بسبب شہرت اور کثرت کو تو اثر معنوی کی وجہ  
پر ہے۔



اور وہ ہستقامت ہرگز جناب امیر کے ایام خلافت میں نصیب نہ ہوئی اس کے ثبوت میں ہی ہم علم  
متبحر ابن ہشیم کی ہر تحقیق پیش کرتے ہیں۔ سو قد کا لہم عن سلف من الخلفاء استقامت لہرات  
کان لا تبلغ عند کمال استقامتہما ولی حق۔ دفع فتن خود بدیہی ہے کہ ایام خلافت جناب امیر  
فتنوں میں ہی گزری اور خلافت آخر تک منتظم ہو اغوشکہ حرص علی الامارات جو بظاہر محبوب کے  
نزدیک مطلق حرام ہر جناب امیر سے پائی گئی۔ اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو حضال صدوق جو فتوہ  
میرزا سامنی کہلی ہوئی رکھی ہے اس میں ایک روایت طویل الذیل نقل ہے جس میں بیان آدیش  
و امتحان جناب امیر کا ہر ایک یہودی کے جواب میں کہ اسنی سوال کیا تھا کہ اوصیا کے نیابت  
مواضع امتحان کے حیات نبی میں ہوتی ہیں اور سات مواضع بعد وفات کی ہوتی ہیں تو اس روایت  
میں اکثر مواضع سے انکی حسرت امارت پر اور طمع و حرص ظاہر ہوتے ہیں اگر مستحکمون علی الامارۃ  
میں خطاب اصحاب کو ہی تو جناب امیر باعتبار روایات پہلی اولی و اقدم اسکی مصداق ہیں کیونکہ  
انصار تو اپنی دعویٰ سے باز بھی گئی لیکن (دروغ برگردن راوی جناب کے آخر تک یہی  
حسرت و تمار ہی پس آپ اس دلدادہ البیٹ محبت و عزت کی آپکی مذہبی ہائی قربان ہو جائیں کہ  
ستون ندامتہ یوم القیامتہ کا اول مصداق جناب امیر ہی کو قرار دیا۔ اور واضح رہے کہ حضرت امیر  
مامور بال سکوت اور محکوم علیہ بالصبر ہی کہ زمانہ خلفاء میں چون و چرا افرادین کیونکہ خدا تعالیٰ کے رسول  
ہر قسم کی تدابیر کر کے معاون و مددگار ہو چکے تھے چند چاہا کہ حضرت امیر بعد حضرت رسالت کے جانشین ہوں  
اور یہ طریق غامضین کی ترویجی یہ حق محفوظ رہے آخر کچھ پیش نہ چلی اور لاچار ہو کر صبر و سکوت کا حکم  
کرنا پڑا لیکن اور صبر و سکوت ان کی نہ ہو سکا اور انہوں نے اگر اس طرف مخالفت کی تھی تو اور ہر انہوں نے  
اس طرف حکم کو مانا۔ باقر مجاہد کے حیات القلوب سے خاتم المتکلمین نے نہایت کلام میں وصیت نامہ کی روایت  
طویل نقل کی اس میں سے ملخصاً نقل کرتا ہوں وہ درجہ اولہ امویہ کہ بران حضرت شہرہ گرفت بامیر جبریل از جناب  
خداوند عالمیان ان بود کہ گفت یا علی وفا کنی آنچه درین نامہ است از دوستی کسیکہ با خدا و رسول دوستی

کنند و از دشمنی کسی کہ با خدا و رسول دشمنی کند بدین زری نمودن از ایشان و بران کہ صبر کنی بر فرو خوردن  
 خشم ایشان بر نفس حق عصب کردن خمس تو و ضائع کردن حرمت تو حضرت امیر گفت بل یا رسول اللہ  
 اور اس سے بھی سیری نہ تو اپنی ابن بیثم کی شہادت سنی شرح نجم البلاغہ میں تحریر فرماتا ہے و اللہ  
 کان معہ و دواعیان لا یمانع فی امر الحلالہ و قلتم ادر یہ امر بدی ہی کہ یہ شش و کوشش تہب  
 و مقدمات نزاع کے ہیں حسب تصریحات قوم اگر حضرت کو اس وقت اعوان ہم پہنچتی تو آپ قتل  
 قتال سے دریغ فرماتے پس اس دلدل و تھک پر آفرین کہ علاوہ حرص و طمع کے آپ کو عاصی و مخالف  
 امر کلمہ اور وصیت رسالت پہاڑی ٹھرایا۔ غرض خلاصہ یہ ہے کہ حسب تصریحات شیعہ آپ نے حرص و طمع  
 فرمایا ادر یہ حرص و طمع آپ کی شرعاً جائز نہ تھی۔ اس سے صاف طور پر فعلیت خلافت ہی منتفی نہیں ہوتی  
 بلکہ استحقاق و لیاقت خلافت ہی منتفی ہو گئی با اینہما اگر آپ استحقاق کا ذکر چھڑیں گے تو آپ کو اول  
 ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اس کی ہم معارضہ دوسری استحقاق اور فعلیت سے کریں گے پس اگر  
 آپ بروی استحقاق حدیث صحیحہ میں سے بعض کو مستثنیٰ فرمائیں تو چشم مار و شن دل باشد  
 ہم بھی بشرطیکہ علی سبیل الفرقہ حرص و طمع خلفا کو تسلیم کر لیں یہ ہی عرض کریں گے باقی جعفر  
 اس عبارت میں اعتراضات و طعن میں اذین کا جواب پیشہ گذارش ہو چکا ہے حاجت نکرار نہیں قبول  
 معاذ اللہ کہ جس امر کی ثبوت کی نقیصین شاید ہوں وہ شیعوں کو اور انہوں شیعوں کا مذہب ہے تمنا ظہیر  
 اور اسی امر میں ہمارا آپکا نزاع ہے۔ یہ محض آپکا خیال ہے اقول اگرچہ اس مسئلہ میں قریب ہے  
 ہم بحث کر چکی ہیں جس سے دعاؤں تک کے پوری کیفیت واضح ہوتی ہے لیکن بیان ہی اتنی گذارش  
 ضرور ہے کہ جناب میر صاحب یہ محض آپکا خیال ہے خیال ہے جسکا دار و مدار سید قراس امر پر ہی ہے  
 کہ آپ اپنی روایت کو نسبت جو آپ کی علم کی تقریم کی موافق مطرود و مردود و بارگاہ جناب امام تہی حسن  
 ظن بوجہ سادہ لوحی کے رکھتے ہیں اگر آپ نفسانیت کو چھوڑ دیں اور جدلیات کو ترک کر کے باطن  
 اپنی ہی کتاب کا ملاحظہ فرما دیں تو آپ پر یہ عقیدہ بخوبی حل ہو سکتا ہے و اللہ بہد ہی منشا  
 لے اور حضرت امیر سے یہ مسئلہ لیا گیا ہے کہ اگر خلافت میں جگہ نہ کریں۔ ۱۲۔



الی صراطِ مستقیم معہد اگر ایسا ہی تمسک ہی تو پہر اون ارشاداتِ ائمہ میں جو فضائلِ صحابہ و  
 میں وارد ہیں کیوں تاویلاتِ بعیدہ اور توجیہاتِ رکبیکہ کر کے انکو مسخ کرتے ہیں انکو اپنی ظاہر  
 پر کھسک سید ہی طرح تسلیم کر لیجی کہ واقعہ اور نفسِ لامری طور پر ہی تمسک پایا جاویں اور جب تک  
 یہ نہیں تب تک ثقلین کا تو تمسک نہیں ہاں اپنی اہوار کا تمسک ہی اللہم حفظہ قومنا نہ -  
**قول** اصول و شرطِ خلافتِ دینی ایسی ہی ہونے چاہئیں چنانچہ دو شرطوں کو تو آپ ہی  
 تسلیم کرتے ہیں اور چونکہ خلفائے ثلاثہ میں عصمت کا تحقق ہونا محال ہی ہر ایسی شرط سے درگزر  
 ہیں - **اقول** - یہ وہ مسئلہ ہے جو پیشتر بارہ مذکور ہو چکا ہے اور اسکا جواب ہی مذکور ہو چکا ہے  
 آپکی غلطی اور ناواقفیت ہے کہ آپ تسلیم وقوع کو تسلیم شرطِ خیال کرتے ہیں و شتان بنیہا ایسی  
 توہمات اور خیالات میں تو مبتلا ہیں اکثر دلائلِ الہی ہی فرعونیات برتشی ہیں عصمتِ خلفاء کا  
 محال ہونا بیان کرنا اور وقت اپنی موقع پر ہے کہ جب کوئی شخص عی عصمت ہو اور جب کوئی عی  
 عصمت نہیں تو محض بغاوت ہے پس بر محمل یہ ہے کہ ہم کہتی ہیں ائمہ میں عصمت کا تحقق ہونا  
 محال ہے اور بخیر اہم و خیالات کے کوئی دلیل عقلی و نقلی حضراتِ ائمہ کی عصمت پر قائم نہیں ہے -  
**قول** جبکہ ہم نص کے قائل ہیں تو وضعِ اصول کی نسبت ہمارے طرف کیونکہ صحیح ہو سکتی ہے - **اقول** -  
 سبحان اللہ حضرت کا یہ افادہ کمال ہے دشمنِ دینی اور علم اور واقفیت اور فہم پر مبنی ہے - اسی  
 حضرت آپ یہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ہم اثباتِ اصول میں نص کے قائل ہیں - تو  
 وضعِ اصول کے نسبت ہمارے طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلافت واقعہ کیونکہ نص کے قائل ہونا  
 شرائطِ امامت و خلافت میں مد نظر ہی نہ اثباتِ اصول میں اور اثباتِ اصول و شرائط کے ایسی حضرت  
 کو پاس کوئی نص موجود نہیں بسم اللہ اگر ہو تو ایسی اور اگر مقصود یہ ہے کہ ہم جب خلافت  
 و امامت ائمہ میں نص کے قائل ہیں تو نسبت وضعِ اصول باطل ہے تو یہ بالکل دہائی ہے اور اسی  
 پوچ دلیل ہے کہ اے طالبِ علم ہی پیش نہ کری کیونکہ آپکا خصم یہ کہتا ہے کہ یہ آپکا نص کا  
 قائل ہونا یہ ہی انہیں اصول موضوعہ میں سے ہے جنکی نسبت آپکی طرف کیجئے ہے وضع

اصول کے نسبت کو متناع کو رض امت کے اصول میں ہونے سے کیا تعلق بلکہ اگر آپ تامل فرمائیگی تو اس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بلا رض رض کے اصول میں ہونی کو قائل ہوئی تو خود یہی اصل موضوع پاگئی اور اس انتساب کی تائید و تقویت ہوگئی۔ پھر اس علم و اعتقاد پر ہماری محبت کیا کچھ دعویٰ اور فرماتے ہیں کہ ہمارا حق بالہ میں وہ بھی سکتا اور وہ بھی تیسرے قولہ نان یہ ضرور ہی کہ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ غیر مستحق کے خلاف ضرر و باطل اور مستحق کے بدستور ثابت و قائم رہتی ہیں گو عوام الناس سلیفہ مانین اور ظاہری رایت حاصل نہو۔ **اقول**۔ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ اگر انکو تسلیم کیا جادی تو مستحق و غیر مستحق کے خلاف کی جڑ کاٹتی ہیں بشرطیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کتاب سنت و جہان شرائط کا احاد انسانہ میں تفحص کر تجسس کیا جادی کیونکہ تمام افراد میں سوائے ابنیاء علیہم السلام کے کوئی معصوم نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کیا جادی تو یہ وہ شرائط ہیں کہ مستحق و غیر مستحق کے خلاف کو ثابت و مستحق کرتے ہیں علی الخصوص جبکہ ایک ساتھ میں اس طریقہ کا بھی اضماع کیا جادی کہ جس طریقہ سے علمائے جہان شرائط ائمہ میں بیان فرماتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص کے واسطی دعویٰ و جہان شرائط گہرا جا سکتا ہے اور اسکی اقوال مخالفہ کی توجیہ کیا سکتی ہے مثلاً زید کہتے ہیں کہ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما عظم ہرگز یہ کہیں کہ ان میں تمام شرائط عصمت و نفس و فضیلت باقی جاتے ہیں اور اقوال مخالفہ کی تادل کہیں تو فراموشی کو آپ کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلاف کو ان شرائط سے باطل فرمایا گیا علی ہذا اسمعیل کہ انہو حق میں تو شیعوں اور ائمہ کے بھی قائل ہیں تو انہو نے ان کی امت کو کیونکہ باطل کیونگی۔ **قال الفاضل** اجماع قولہ۔ جب دیکھا کہ شرائط اللہ سے تفویل کلام مغل مقصود ہے اور قریب ہر حال نہیں۔ سلیبی بعض حضرات نے ہاشمیہ کو بڑا یا اور جب دیکھا کہ ہر ہے عباسیہ کی خلش و ہزین ہوئی تو علویہ کو وضع فرمایا تاکہ مطلب بھولت نکل آوی۔ **(اقول)** آپ غور فرمادیں کہ آپ کا یہ کہنا کیونکہ صحیح ہو اگر تفویل کلام مغل مقصود ہو تو ہاشمیہ و علویہ کا بڑا نا اور زیادہ تر طول

ہوگی ہر مغل کو بڑائی کی حاجت صحیح بقول العبد الفقیر الی مولانا اس قول کے  
 جواب میں ہمارے عجیب سبب نے آخر تک جبقہ تحریر فرمایا ہی اوسیں حضرت کا اندازہ علیم جتنا دیکھو  
 فہم داراک قابل معافیہ ہر اور دیکھنا چاہی کہ میں کیا عرض کیا ہت حضرت اوسکو جواب میں کیا  
 فرمایا ہیں۔ اسی حضرت آپ تظویل کلام سے کیا سمجھی کیا اس سے آپ یہ سمجھ کر بیان شرائط میں  
 عبارت کو تظویل ہوگی یا آپ نے یہ خیال کیا کہ اثبات شرائط میں بہت بڑھ کر تظویل کلام ہوگی  
 اول یہی بطلان ہر جملہ سلیبی بعض حضرات نے الخ اسکو باطل کرتا ہے نہ ہی باطل ہے کیونکہ  
 ثبوت قیاسی تو نہیں بلکہ ثبوت کا دار مدار کسی اصل شرعی پر ہی جو اسکا ت خصم کے لئے  
 کافی ہوگی تو اس میں بھی تظویل کلام نہ ہوئے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ شرائط ثلثہ میں واجب بارگاہ  
 وقوع کی تعمیم ہے جو مغل مقصود ہے تو اسلیٹی زیادہ قیود لگا کر اوس میں تقابیل مشترک کی فرمائی  
 اور بعض افراد کے ساتھ میں مخصوص کیا تاکہ امکان وقوع مشترک کی تعمیم کی گفتگو  
 کو ناہو پس شامیہ غلو یہ کو بڑا ناگوار کو کو ناہ کرنا ہے نہ تظویل کیونکہ ظاہر ہے کہ جبقہ قیود مخصوصہ  
 بڑائی جا بیکر اسی قدر تخصیص ہوتی جا بیکر معنی معنی ثانی کے ہی توجہ یہ ممکن ہے پس کچا یہ فرمانا  
 کہ شامیہ غلو یہ بڑائی سے زیادہ تر تظویل ہوگی نہایت عجیب انگیز ہے اور مغل سمجھنا اور یہی ماہر عجیب  
 اب یہ بھی کی سیدہ مفصل گزارش کرتا ہوں بغور و تامل متوجہ ہو کر سنیں اول شرائط ثلثہ وضع ہوئی  
 اور جب بعض دلائل و ثبوت اسکی تعمیم کو مغل مقصود پایا۔ اور دیکھا کہ ہر شخص معنی خلافت اور وجدان  
 شرائط کا مدعی ہو سکتا ہے تو اسلیٹی شامیہ کو بڑا یا پھر یہی سیدہ تعمیم باقی ہے۔ کہ تمام نبی شامیہ  
 عباسیہ وغیرہ مدعی ہو سکتے تھے تو غلو یہ کو بڑا یا لیکن یہ تخصیص ہے حسب عا کا کافی نہ ہو سکا اور یہ  
 حنیفیہ کا جدا خورشنگا ہوا تھا اور حنیفہ کا علیحدہ کٹر آگ تھا اور روز کی تخصیص تھا اور آئی  
 دن کے تقلیدات سے بناوٹ کا زیادہ اشتباہ پیدا ہوتا تھا۔ تو اسلیٹی اثنا عشر یہ دہشتہ دن  
 ایسی تہ لگائی کہ تمام جہگہدہ ہی فیصلہ کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ ہر شخص ہی کے بجز خاص بارہ  
 شخصوں کے کوئی امام نہیں اور جو انکی سوا دعوی کرے وہ ایسا اور ایسا چن چہ ہمارے عجیب

ہی اپنی اسی قول میں اس حصر کی تسلیم کو ظاہر فرمایا ہے۔ کاش اگر ادل ہی سی اس تمہیم کا نام ہی  
 نہ لیتی اور اس حصر کو بنیاتی قواعد میں دقت کیوں پیش آتی۔ لیکن کیا کریں جب قرون اول میں  
 اس کا پتا و نشان ہی نہیں تھا اول ہی کیونکر کر سکتی تھے اگر حضرت مجیب کے دعویٰ ہو تو ہماری مجیب  
 اپنی دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کر دے کہ سلاطین۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا  
 کہ یہ محض بنا کر ہوئی باتیں ہیں۔ مہربان اگر شرط ہی میں اد نے تامل سے خیال کیا جادوی  
 تو واضح ہوتا ہے کہ ان شرط کی وضع ہی ٹھیک نہیں کیونکہ اوہیں لو ازہم کو بھی شرط قرار دیا  
 فی الحقیقت بعد نص کے کسی شرط کی حاجت نہیں جب شارع کسی امر کی نسبت تنصیف فرما دے  
 تو اوہیں کوئی حالت منتظر باقی نہیں رہتی غایت مافی الباب عصمت و فضیلت لازم ہونگی تو  
 انکو شرط میں داخل کرنا بالکل لغو و فضول ہے اور غلط جب نص پا جائیگی تو اسکی لوازمات عصمت  
 و فضیلت بھی پائی جائیگی لان اسی از ثبت ثبت بلوازمہ۔ **قول** واقعہ میں شرط ثلثہ اسے جامع  
 و مانع میں کہ جسے جنوبی مقصد حاصل و تقریب ملو تمام ہے **اقول** یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ جب تک  
 انکی ساتھ میں یہ حصر نہ لگائی جائیگی تب تک ہرگز مانع نہیں ہونگی اور جب محتاج انضمام قید آخر ہوئی  
 تو یہ فرمانا کہ اسی تقریب ملو تمام ہی غلط ہے اگر یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو شیعہ میں باہم اختلاف نہوتا  
 آپ شیعہ کے اختلاف بخصوص کے اعتقادات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ اسکی کیفیت آپ پر واضح ہو جائے  
**قول** اگر ثانیہ علویہ داخل شرط امامت میں تو انہیں شرط ثلثہ میں داخل میں کیونکہ شرط  
 ثلثہ میں ہی نص ہے اور رض انہیں حضرات کے شان میں ہے نہ غیر کے جیسا کہ آپ بفرمایا  
 اللہ من قریش امامت و خلافت و پیش کا ہے حق سمجھتی ہیں نہ غیر کا۔ پس آپکا یہ فرمانا  
 کہ بعد میں ثانیہ علویہ کو ٹرٹا یا بجائی خود نہیں **اقول** جس قدر رافضیہ خاصہ ہوتی ہیں  
 وہ سب اپنی عام کے نیچے داخل ہو کر نئے ہیں قاعدہ مسئلہ ہی اسکا کون منکر ہے لیکن کلام میں  
 ہے کہ عام میں التوابع خاصہ کے تقیید محض وہیہ نقلیں شریک بنائی گئی ہیں اسکا کیا جواب حضرت  
 کی کلام میں پیدا ہوتا ہے اور جواب اسکی یہ کہنا کہ خاص ہے اور عام میں داخل ہے صدق

اس جملہ کا ہی کہ سوال از آسمان جواب از دیوان علامہ اسکندریہ داخل ہونا بانضمام شیریں  
 نقیبہ کر ہے جو کہ خصم اس کو بھی موضوع قرار دیتا ہے معہذا اگر داخل ہونا ہی باعث ترک  
 ذکر شرائط ہی تو بوجہ تلازم نص کے ساتھ عصمت و فضیلت کا ذکر بھی بیفائدہ ہے ہر انکی  
 تفریع اور فرمانا کہ اضافہ شمشید و علویہ بجائے خود نہیں محض ایک ذہنی مقدمہ پر تفریع ہوگی  
 اس عبارت موجودہ میں ہرگز بجائی خود نہیں۔ **قول** اور چونکہ امامیہ کی نزدیک امامت  
 و خلافت شدہ شرائط کسی ہی تحقق ہوتے ہی نہ طعن و تہر و غلبہ تسلط و حکومت دریاست ظاہر  
 سمی اور جو شخص میں تحقق شرائط ثلثہ مقصدی از خلافت ہو اور گواہ کو حکومت دریاست ظاہر  
 حاصل ہو وہ خلیفہ متحق و راشد نہیں ہے۔ ہر عباسیہ کے غلط دور کرنے کی ہمو کیا ضرورت تھی تو  
 شرائط ثلثہ سے ہر دور ہو چکی تھی جو اور خلفاء غیر مستحقین کا حال ہے دینی عباسیہ وغیرہ کا۔  
**اقول** اختلاف فیما بینہم نص کے بابت تو واقع میں ہی موجود رہی باقی ہی عصمت و فضیلت  
 وہ ہر دو ایسی چیزیں جو بدائتہ معلوم ہو سکی تو لامحالہ کسی ایسی بدیہی امر کی طرف ضرورت داعی  
 ہوگی جس میں مجال گفت گونہ ہی اس سبب سے خلفاء غیر مستحقین کے غلط دور کرنے کی ضرورت  
 پڑی شمشید۔ علویہ۔ فاطمیہ وغیرہ ایسی بدیہی چیزیں ہیں جس میں مجال کلام نہیں تو حیناً  
 مصاحت و حق لکھوا اضافہ کرتے گئی۔ تو یہ فرمانا کہ ہمو کیا ضرورت تھی یہ محض اسوجہ ہی کہ زمانہ  
 سابق کو جبکہ باہم شیعہ میں مکاذب و تباہ و تحالف تھا اذانہ حال پر قیاس فرمایا ہے اور طعن  
 قہر و تسلط سے تحقق خلافت راشدہ کو تعرض مگر راجع بسوی اہلسنت ہی تو اول اس کو دلائل سے  
 ثابت کرنا چاہی ہر بعد اسکو طعن و تعرض فرادین۔ **قول** اور یہ بات اہل حق ہی نہیں کہتی  
 بلکہ اہل سنت بھی جن اشخاص میں انکو مذہب کے شرائط پائی نہیں جاتے وہ ہی ہذا کو خلیفہ متحق  
 نہیں کہتی کو ظاہری حکومت اذکو حاصل ہو چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شروع تاریخ  
 و خلف ابین فرماتے ہیں و لم اور داحل من داعی الخلافة فخلالہم نیم لہ لہام لکھن من  
 العلویین و قلیل من العباسیین و لہذا ورا حاکم من الخلفاء العباسیین لان امامتہم غیر صحیحہ لہام

منها انهم غير قرشين وانما ستمهم بالظالمين جهل العوام ولا تجد لهم محسبي انتهى بقوله  
**اقول** ہر اس سے کیا حاصل اسکا انکار کسے کیا تب آپ پہلی اعتراض کو ہی نہیں سمجھو  
 اول اس کو بغور سمجھو اور سوچو جو آپ کے درپہ ہو جی۔ **قولہ** اور چونکہ یہ شرائط ثلثہ کتاب شدہ  
 اور احادیث رسول اللہ دروایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ فخریہ سے ثابت ہیں اور واقعہ میں جامع مانع  
 میں اسلیں ہو سکتا اور شرائط کی وضع کرنے کی کیا حاجت ہے **اقول** شرائط ثلثہ کی ثبوت کی  
 نسبت کتاب شدہ اور احادیث رسول اللہ دروایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ فخریہ کا اس وقت دعویٰ  
 فرماتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اپنی اس سلسلہ میں ان شرائط کی ثبوت کی وقت وہ آیات و احادیث و  
 روایات و اقوال کیا غار میں لائی ہو کر یا نہیں ہوئی تھی یا زاموش ہو گئی تھی اور نیز اس میں جو ہر  
 محیب لکھا گیا ہے منظر مولوی شفاق احمد صاحب مدرس نے اس کو لکھ دیا ہے سے عصمت کے  
 اشتہار میں ہوا اور محیب سبب ساکت ہوئی اور آیات متذکرہ کی اور رک کہا کی کیا اور سوچو تاک  
 یہ آیات و احادیث و روایات و اقوال تصنیف و تالیف نہیں ہوئی تھیں لیکن یہ تحریر و منظر ہے  
 ہی ہے ہر مومن میں وہ کس دن کے وسط رکھی گئی ہیں۔ اور شرائط کی نسبت جامعۃ دافعیہ کا دعویٰ  
 جہی بالکل غلط ہے نہ جامع میں نہ مانع۔ جامع تو اسلیں نہیں کہ او اجاب امیر رضی اللہ عنہ اگر  
 مامور بصبر اور وصی بالکوت تھی تو انہوں نے اس حکم اور وصیت کی برخلاف کیا جو سر حضرت  
 اہل و خلافت عصمت کے نسبت کچھ روایات مذکور ہو چکی ہیں اور اگر زیادہ دل چاہی تو قصہ منبر اب  
 عباس اور قتیل ابو بکر شیعہ کو ملاحظہ فرمائیجی اور اگر مامور بصبر و سکوت نہیں تھی تو پہر اہل بیت کی دلیل  
 قرآن کی تحریف دین کی تخریب کس کی کوالی معاذ اللہ حسب اصول شیعہ یہ سب حضرت کے ذمہ  
 علاوہ اسکی طفل یہ حد جاری کرنا وغیرہ احکام صریح مخالف عصمت ہیں۔ تو اس شرط نے پہلے  
 تو حضرت امام امام سید النبیین المرسلین باخلا خاتم النبیین کو ہی خارج کر دیا۔ بعد ازاں امام ثانی نے  
 شیعہ کو انہوں نے بے وجہ خلافت جو نیابت رسول پر خود بخود دیا ایک غیر مستحق بلکہ بقول شیعہ  
 کافر کے حوالہ کر دی اور اسلام اہل اسلام کو معرض تمف میں ڈال دیا یہ بھی عظم معاصی میں سے ہے تو اس

شرط سے آپ کو بھی خارج کیا۔ انکی بعد امام ثالث شیعہ نے حسب تصریح قوم بیت المال کے مال میں بڑا اضافہ ملائم  
 تصرف کیا جو حرام تہ اور بیاداش اسکا امام نے انکی زد کو بکا قصد کیا اور نیز تفسیر جو واجب تھا  
 ترک کر کے جو ان اہل بیت کو تہ تیغ سیدر بیغ ظالمان کرایا اور نسامو ذرارہ المیت کو ذلیل  
 و غوار کرایا تو انکی اس شرط نے انکو بھی خارج کیا پیر اب شبلی بھی جامع کیونکہ یہی ہے اور اگر ان حضرات  
 کو اقبال کو دیکھا جاوے تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے۔ نبی البلاغۃ میں حضرت عثمان کے پیام کے  
 جواب میں ارشاد ہے۔ **وَاللّٰهُ لَقَدْ دَفَعْتَ عَنْ حَقِّ خَشِيَّتِ الْاَنْكَبُوتِ** اتنا اس سے صاف ثابت ہے  
 کہ آپ کو اپنی انفس میں معصیت اور اٹھ کا خوف ہے اور آپ کا یہ ارشاد **لَا تَكْفُوا عَنْ مَقَالَةٍ**  
 بحق و مشورۃ بعد لافانی لست بغواق از خطے یاد آتا ہے شاید نبی البلاغۃ میں ہے یہ بھی تفسیر  
 عصمت کو ثابت کرتا ہے پس ہر سہ شرط حضرت شکل کشا ہے کے قول سے باطل ہوئی کچھ سند احمد  
 علی ذلک اور بعد شمس غفریب اقوال گذشتہ میں مذکور ہو چکی ہے باہمہ اگر حضرت مجیب کو دعویٰ تھا  
 تو دو چار ہی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ **فَقُلْ لِّمَنْ هِيَ** مگر ان حضرات اہل سنت  
 چونکہ ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل ہیں جو بدو ن دلیل عقلی و نقلی محض موقع و فرصت پاکر خلیفہ بن سبط  
 ابستہ انکو ایسی اصول وضع کر نیکی اسد ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے ایسا کیا **اقول**  
 اہل سنت ہرگز ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت پاکر خلیفہ بن سبط ہرگز  
 خلافت و عقلی نقلی سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسی خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جبکہ خلافت  
 ثبوت کتاب اللہ سے مثل معروض و روشن و روشن اور ایسے کو ہی انکو ہر اقتدار کا حکم تھا اور ہرگز اجازت نہ تھی  
 کہ انکی مقابلہ میں دم ماریں۔ یا چون و چرا کریں۔ تمام عمر اللہ کا انکی مطیع رہنا ہے انکی حقیقت غلط  
 کہ یہی شاید عدل کافی ہے پس یہی خلافت تھا سہم جن اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کیا سنت ہی انکو موید تھی اصول  
 و شرائط خلافت کہ انکی اہل سنت کو قرار دی کہ سجدہ اللہ وضع اہل سنت کے مانعہ معیہ سہم و اور انکی خلافت اصول و شرائط  
 انکی انکو گزشتہ ہی جو کلام تم سے نقل کیا ہے اور جب بغیر غور کیا تو ہم یہ لایکہ شرائط ملنے نہایت ہی درست ہیں تو باوجودیکہ ہر  
 مفت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہے۔ مگر پھر بھی ان میں سے

نہایت حق ہے  
 غرض کہ  
 ان حضرات  
 کے خلاف  
 ہرگز  
 قائل نہیں  
 ہیں



دو شرطیں یکم یہی ہیں **اقول** شرط ثلثہ کی درستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو رہی دینی اگرچہ خود  
 ہی انکی دلائل کی طرف متوجہ ہوتے ہوگی تو انکا دل ہی جانتا ہوگا کہ دلائل سے ثابت ہیں یا نہیں اور شہرہ فحشا  
 تسلیم کرنا وہ غلط ہے جو انکی زبان پر جاری ہے اور چند بار اس پر ہم متنبہ کر چکی ہیں **قولہ** اور چونکہ  
 عصمت کی طرح خلفاء ثلثہ میں ثابت نہ کر سکتی تھی ایسی ہی انہی سے مجبور ہے **اقول** عہد ثلثہ  
 اہلسنت کا مقتدا پیشوا مسلمان بنیہ میں کتاب اللہ و سنت ہی وہ خلاف انکی کوئی لکھی میں  
 ثابت نہیں کرتے اور جو جعفر ر ثابت ہو گیا اوہ میں چون و چرا نہیں کرتے بخلاف مقتدا اہل شیعتہ  
 کہ اوہوں نے اپنا مقتدا اپنی اسوا کو قرار دی رکھا ہے خلاف کتاب سنت جبکہ انکی جو دل چاہتا ہے ثابت  
 کر دیتی ہیں اور جس سے جو دل چاہتا ہے حسب موقع سلب کر دیتی ہیں نہ کتاب سنت کو کبھی ہر میں  
 نہ ائمہ کی سنتی میں منجملہ انکی یہ سبک عصمت ہے کہ زبردستی اس کے سر نہ ہتی ہیں حالانکہ کتاب اللہ  
 اسکو سادہ کرتی ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے پس اہلسنت کو اس سبک  
 ماننی ہے مجبور ہی اسوجہ سے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں نہ وہ کہ جو ہماری محبت  
 گمان کیا چنانچہ دوسری دونوں شرطوں کا بھی اسوجہ انکار کیا گیا ہے **قولہ** مگر خلفاء ثلثہ کے یہی ہونا  
 کی عصمت میں قبح کرنے لگو **اقول** اس سبک کا مطلب تو آپ یا انکی مذہبی بیجا سمجھیں  
 خلفاء کے یہی ابتدا کی عصمت میں قبح کرنے سے کیا اور اگر یہ مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم  
 نہیں مطلقاً کرتے تو انہیں کہ اگر معصوم اعتقاد کوین گے تو خلفاء سے افضلیت انہیں پر لازم آتیگی  
 ایسی ہی انہیں کی عصمت میں قبح کر کے انکو بھی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہیں تاکہ افضلیت لازم  
 نہ آدے تو یہ تو بالکل غلط اور ادبیات یہ سب سبب اہلسنت کو خلاف ہی طرح سبب اہلسنت یہ ہے  
 کہ انہیں معصوم میں اور سوا انہیں کی کوئی شخص خلفاء میں سے ہوا ائمہ میں سے ہرگز معصوم نہیں  
 اور اگر کہیں اور مراد ہے جو خلاف سیاق عبارت اپنی وطن میں اعتبار کر کہا ہے تو صحاف طور پر یہاں  
 کرنا چاہیے لیکن بات اصل یہ ہے کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسیکو شرعی میں تو جانتے  
 بیڑی میں کہ اسکو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں اور گرتے ہیں تو یہاں تک گزرتی ہیں کہ حد

طرات شیعہ اگر کسیکی عصمت میں قبح کرنا چاہیں تو یہاں تک گزرتی ہیں کہ حد





اور یہ دونوں متراسی انگار کر دی گئی اس سے اہل انصاف و عقلا صاف سمجھ سکتی ہیں کہ حضرات شیعوہ نے  
 ہی ائمہ کی لمبی انبیاء کی عصمت میں جرح و قدح کی ہی نہ اہل سنت نے قولہ غرضکہ امامت  
 و خلافت کے بارہ میں ان حضرات کے اقوال نہایت ہی مضطرب ہیں اگر حضرت محیب یہ سلسلہ جاری  
 رکھیں گے تو انشاء اللہ قائلے بحث امامت میں انکا ذکر بخوبی آئیگا۔ **اقول** مسلم نہیں ہماری  
 مجھے پہنچے جس جملہ کا اس میں پیدا کیا ہی اور پہلے کونسا اختلاف و مضطرب امامت کا مسئلہ  
 امامت میں نہ کر گیا ہی جس طرف یہ غرض لایا کرتے ہی۔ اگر بالفرض امامت کو مسئلہ امامت میں ہم  
 اختلاف ہو تو یہ اختلاف مجھ ائمہ تھا کہ کچھ قاض نہیں کیونکہ امامت کی نزدیک مسئلہ امامت  
 فرد میں نہ رہی اور بالاتفاق اختلاف فی الفروع ممنوع نہیں ہے حالانکہ امامت میں اس کے بابت  
 کوئی مسئلہ بہ اختلاف نہیں ہے لیکن اگر اختلافات فوق شیعہ کو سمجھنا اور اختلافات فرقہ امامیہ  
 و کچھ جاوی اور آپس میں ہم جو کچھ نہایت متنقص و کذاب و متجادہ و اسکو غور کیا جاوی تو انشاء  
 آیت و کلمہ اللہ المؤمنین الغیال۔ زبان سے نکلتی ہے اور آیت اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوا دِیْنَهُمْ وَكَلَّوْا شِیْئًا  
 مِنْهُمْ فِی شَیْءٍ اَوْ سَیْرَ صَادِقِیْ ہر خوف و تطویل ہے اور یہ مقام ہی طفلے دستہ را دی ہے ورنہ محض  
 کو ہم سب کے ساتھ قید تحریر میں لائے لیکن جب کو اس اختلاف کو دیکھیں کاشوق ہو وہ مبسوطات  
 مثل مواقع و تحفہ ثنائی عشریہ وغیرہ کو دیکھیں۔ لیکن سچے محیب یہ میری اس گزارش پر ناخوش نہ ہوں  
 کیونکہ یہ اختلاف فرح حقیقت آپکا یا اکی کا برابر کا تصور نہیں ہے بلکہ حسب تقریرات قوم یہ کہشتی تو  
 تو غرضی کی مٹو بانی ہوئی ہے یہاں اختلاف تو بقول حضرات شیعہ ائمہ کا والا اسوا اور ان ہی کا تعلیم کیا ہوا ہے  
 کلینی میں باب اختلاف احمدیث میں منصور بن ابی الجانم سے روایت ہے قلت لابی عبد اللہ اسئلک  
 عن السلسلۃ فحسبنا فیما بالجواب ثم یحدثک غیر فیجیب الجواب اخر قال النبی التباس علی الزیادۃ والنقصان  
 اور بحار الانوار میں ہے عن محمد بن یحییٰ عن زرعی عن ابی عبد اللہ قال قلت لہ لیس شیئاً علی من اختلاف

یہ سلسلہ ہے جو امامت کے لئے لایا گیا ہے

۱۔ منصور بن ابی جادوم کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھ رہا ہوں آپ کہہ رہے ہیں کہ جواب دینے میں  
 ہر دو سر شخص تک پاس آنا ہوا ہے اس کو آپ دوسرا جواب دیتے ہیں۔ فرمایا۔ تو کہو کہ ہم کہہ دیتے ہیں جواب دینے میں پہلے  
 زوی کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھ رہا ہوں آپ کہہ رہے ہیں کہ جواب دینے میں  
 ہر دو سر شخص تک پاس آنا ہوا ہے اس کو آپ دوسرا جواب دیتے ہیں۔ فرمایا۔ تو کہو کہ ہم کہہ دیتے ہیں جواب دینے میں پہلے



[illegible]

تحریر ہوئی ہے ہر طریقہ کی ثبوت میں ہر طریقہ کی خلاف ہر طریقہ شہادت لکھی ہے پس میرا یہ کہنا کہ ناخذ ان جہاں مضبوطی کا  
 وہی تھا جھگڑا دفع ہے انصاف و با حق تو نہایت ہی درست ہے اور چنانچہ یہ کہنا کہ بجائی خود نہیں اقد میں بجائی خود نہیں  
**اقول** عنوان تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض ہماری محبت سے کیا گیا ہے نہ فخر ہے نہ دوسرا یہ ناز پرستہ کی جواب میں جو کہ  
 اذنا اجماع لاکہ ایش کیا گیا تھا انفس کہ ہماری محبت سے اپنی بلند انگلیوں کو سکو تاں کہ نظر سے ملاحظہ نہیں فرمایا نہ ضرورت  
 کہ یہ قدر تفصیل کے ساتھ لکھا تھا کہ اگر محبت سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اعتراض محل گفتگو ہی نہیں بلکہ محض غلط ہے اور  
 منشا اسکا یہ ہے کہ از انہ غفلت و غلطی کے ہمیں جو چیزیں حاصل اعتراض دوام میں آؤں یہ کہ اس مسئلہ کے بعد مولیٰ وضع  
 کسی میں جرح سے کوئی نزدیک خلاف متحقق ہو جائے چنانچہ یہ اصول مضبوط کتاب سنت سے ثابت نہیں تو باطل ہونی اور خلاف  
 جہاں ثبوت ان جہاں ہر قوف تھا وہی باطل ہونی و دوسرا یہ ہے کہ جن طریقوں سے خلاف خلفا ثبوت واقع ہوئی ہے ان ہی  
 طریقوں کو اصول قرار دیا ہے اور یہ ایک قسم کا مصداق و علی مطلوب ہے لیکن جہاں تک غور کیا جائے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم مصداق و  
 علی مطلوب بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ یہ مصداق علی مطلوب ہو گا تو اس میں کہ مدعا کو میں دلیل یا خبر دلیل قرار دیا جائے اور یہاں کوئی نہیں جہاں  
 پس ہر حضرت مجتہد کے کمال منظرہ ہے کہ نہ ضرورت کہ اصل مسئلہ اسی خبر میں ہے نہ میں کہ یہ جو خبر فرمائی کہ ابتدا میں خبر میں نہ ہو  
 نہ یہ کہ شوق رہا محض تہدید ہی بہت قدیم ہے نہ حضرت کو در مصداق علی مطلوب یہ سمجھ گیا ہوگی شکی اور دوسرا مصداق  
 مطلوب سمجھ گیا ہوگی کہ ان میں بحث میں نہ کا ثبوت ہے نہ اس کی توجہ جواب کی طرف ہم بحث سے جو ہو تو میں اس کی تہذیب ہے کہ اس مسئلہ کے چند  
 اصول وضع کر میں جنہ خلاف کا متحقق ہو قوف ہے خلاف کو حقیقت کو ان اصول سے ثابت کرتے ہیں پہلوان کہ اصول کی حقیقت کو خلاف کے  
 موقوف کر رہا ہے کہ ناخذ ان جہاں خلاف قرار دی گئی ہے نہ اس مسئلہ کو موقوف کر دیا جائے کہ اگر ایک ہی ایک طرف توجہ فرمائی کہ اس مسئلہ  
 کے لئے اس خبر کو ہم کہ خلاف خلفا کا یہاں میں اس مسئلہ کو در بعض میں بعض کے راہ یہ ہے کہ یہ خلاف منصوص ہے چنانچہ صاحب از انہ تھا کہ  
 سہ کر ہی ہے کہ اس خبر کو بعض نے نہیں کہ بعض میں اس مسئلہ میں اصل عقیدہ اجماع سے ثابت ہو لیکن جو کلام اس کے بعد فرمایا کہ اس کا  
 گفتگو واقع ہو کر ہے کہ یہ کہ محبت سے عباد از انہ غفلت کو اپنا مسئلہ قرار دیا ہے تو اول اس کا کہ یہاں پر چنانچہ تقریر میں ہے چنانچہ  
 کہ اس کا فریق اول خلاف خلفا رضی اللہ عنہم نفس شرعی سے ثابت ہے اور منصوص ہے کہ یہ خفیہ کتاب اللہ و سنت رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم اتوال اس مسئلہ سے تفصیل نام کا لایہ علیہ السلام کہ انہ میں کو میں از انہ رضی اللہ عنہم سے یہ کہ جو کہ میں نے خلیفہ  
 نفس سے ثابت ہے کہ تو لا محاذ عند اللہ حق ہوگی اور انہ صمد و مصلیٰ وہ خلاف واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول ہے

اس مسئلہ جو طریقہ انصاف و با حق ہے کہ اس میں جہاں جہاں اصول و مصلحت ہوگی

حق ہونگی تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء منصوص ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اوضاع و احوال کے جن پر مشتمل  
 حقہ مبتنی تھی وہ بھی حق ہوئی۔ تو یہ یہ کہنا کہ جتنے خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطع نظر حقیقت  
 عندہ سے تحقق خارجی محض ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپ کو کچھ فید اور نہ ہم کو کچھ ضرر ہے کیونکہ جب وارد حقیقت  
 خلافت کا نص پہنچا تو اگر بالفرض یہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہ ہوں تو بھی خلافت خلفاء ان کی حقیقت  
 میں کچھ نقص نہیں بلکہ برعکس اسکو بوجہ حقیقت خلافت کی یہ اصول بھی حق ہو جائیگی اور اگر مراد یہ ہے کہ اصول  
 جتنے خلافت کو حقیقت کا تحقق موقوف ہے تو یہ بھی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصوص ہو کر حق  
 ہو چکی تو اسکی حقیقت کسی اس پر موقوف ہونگی اسکی حقیقت کے واسطے کوئی حالت منظرہ باقی نہ ہوگی  
 اگرچہ اس نغیر سے لزوم دور کا بطلان بھی نسخ ہے لیکن مناسب ہے کہ بغرض رفع خطیان حضرت مجتبیٰ خاص  
 پیغمبر میں اسکو ادا کیا جاوے۔ پس سنی اس قیاس میں اگر توقف سے مراد توقف حقیقت ہے تو صغریٰ کا ذبح  
 اور قیاس غیر منقطع اور اگر مراد توقف وقوع خارجی خلافت ہے تو کبریٰ کا ذبح اور قیاس عظیم میں لزوم توقف  
 الشی علی نفسہ باطل۔ دوسری یہ کہ اس قیاس میں جہہ توقف متحد نہیں کیونکہ صغریٰ میں بطور نفس وقوع  
 کی کبریٰ میں بطور حقیقت کے توحداوسط مکرر ہوا تو نتیجہ کا ذبح ہوگا غرض ہر کیف ازالہ اشغاف  
 و کھجور کے یہ سمجھنا کہ خلافت راشدہ ان اصول پر موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اسکی کچھ ضرورت باقی نہیں رہی  
 کہ دوسری مسلک پر جو اس کے تفسیر کی جاوے کیونکہ سنی افرام میں کاسلک اقل پر ہی ہے لیکن تبرعاً ہم دوسری  
 مسلک پر بھی تضرعاً جو اس کے تفسیر کرتے ہیں تاکہ ہماری جیسے دل میں کوئی ہوس و انتظار باقی نہ رہ جاوے  
 اس مسلک پر ہم کہتی ہیں کہ وہ اصول جتنے خلافت کا تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہیں بلکہ اس  
 اذن اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اس پر شفعہ تقییس اس حال کے یہ ہے کہ اول بیت صحت  
 بیت صل و عقد و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے اور جیت بیت اہل صل و عقد آیت کنتم فیہ امیر سے ثابت ہے  
 اور نیز اسکی صحت حقیقت کلام جناب امیر المؤمنین جو چند جگہ خیم البلاغۃ میں مذکور ہے اور خود تاریخ نہج  
 البلاغۃ سے مفہوم ہوئی ہے (۱) انما الشوری للمہاجرین ولا تضار فان اجتمعوا علی  
 ریحان مسموہ اماما کا (اللہ) سپر جو کچھ مجیب کا اقرض ہے اور اسکو دلیل الزامی قرار دی ہے





یہ سب کہا ہوا وہ ہر جگہ چلنے کا قصد کرتا ہی اور گرجا ہی ہر جگہ پائون رکھتا تھا کسی جگہ یہی تفریق اعراس باجوا کے  
 ہٹیک نہیں ہیں سپر دعویٰ کیا کچھ ہیں مسلک ثانی پر ماخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول کو  
 موضوع کہنا بالکل غلط ہے اور مسلک اول پر خلافت کو ماخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہے چنانچہ  
 پہلی تحریر میں ہی اسکی طرف ایسا کیا گیا تھا لیکن اسکی نسبت یہ کہنا کہ بطور خود چند اصول  
 وضع کیے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ جو کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہو اگر اس پر موضوع ہونے کا  
 تسلط کیا جاوے تو تمام دین موضوع ٹھہر جائے۔ علی الخصوص اسل شیخ کا تو دین اصول و فروع جو اکثر فرق  
 انہری پر جو خود ہر قطعاً موضوع ہو گا غرض کہ مطلقاً خلافت کا ماخذ ہونا محل اعتراض نہیں ہے۔ اگر اول  
 منصوبیت خلافت باطل کرتے اور بعد اسکی یہ لکھتے تو منافی تھا۔ اور یہ قول اب قطعاً بجائے خود نہیں  
 پس میری گزارش کے تردید اس میں ہے کہ نہ اولاً نہ خلفائے طلب کو سمجھا اور نہ وہ کی گزارش کو بغیر تامل  
 انصاف کو ملاحظہ فرمایا جو خبر اسکا کچھ لاج نہیں۔ **قال الفاضل المحجیب** - قولہ - کیونکہ وہ تحقیق  
 یہ کہ حضرت شیعوں کا تھا کہ سنیوں کی اصول موضوعہ کا محض الطال خلافت خلفائے رضی اللہ عنہم  
 ہے جس قسم الزام اہلسنت کی طرف نسبت فرمائی ہیں۔ اقول - شیعہ اپنی اصول کو دلائل عقلیہ  
 اور ادنیٰ دلائل نقلیہ سے جو موید عقل ہوں ثابت کرتے ہیں اور جبکہ اہل اصول سے جاتی ہیں  
 اس اصول کو ہی مثل اور اصول کی یہی دلائل سے ثابت کرتے ہیں **قول العبد الفقیر لے مولانا**  
 ہماری حضرت محجیب جن دلائل کو عقیدہ تصور فرما رہا ہے وہ ہے تحقیق صدور خیالیہ وہ یہ ہیں  
 علاوہ ان میں جب قدر مخالف فرماتے ہیں سب اپنی اپنی اصول کے نسبت اس طرح شدہ وہ ہر صحت  
 و حقیقت کے قائل ہیں۔ اگر یہ دعویٰ ہلا دلیل معتبر تو سب فوق کے حقیقت کے قائل ہو جاتی۔ ورنہ  
 اپنی اصول کے لیے دلائل حقہ کی کفر کچھ ہی۔ ہم جہانگیر غور و تامل سے بنظر انصاف دیکھتے ہیں تو حضرت  
 اصول مخصوص دین کہیں اس دعویٰ کی تضاد میں نہیں پاتے۔ ائمہ کا اپنا ہی افضل ہونا آپ ہی فرما کر  
 کہ یہ حیات اولیہ میں ہی ہے۔ ائمہ اور انکی عہدہ کی رجعت - امام حذر الزمان کی غیبت - وجوب  
 علی اللہ تھا۔ حسن و جم عقلی - مساوات اول الائمہ کی خاتم الانبیاء کے ساتھ جیسا صاف ثابت ہے

بعض اصحاب نے یہ دلیل عقلی و نقلی کو ثابت نہیں کیا۔



اپنی شرح میں تصریح کی۔ ائمہ کے عصمت اور علم کا ان دوا کیوں اور اختیار موت و حیات وغیرہ بہت مسائل ہیں کہ انہیں صرف جہلیات و اقلیات پر ہی قانع ہیں اگر انصاف سے ملاحظہ فرماویں تو حقیقت حال منکشف ہو جاویں۔ لیکن جب عقل و انصاف کو کام میں نہ لاویں تو اختیار ہر جودل چاہی فرماویں زبان و قلم کو کون روک سکتا ہے۔ **قولہ** اور ہر امر کی ثبوت کو ایسی مقدمات و شرائط کا ہونا ضروری ہے کہ **اقول** اگر مقدمات و شرائط واقعی نفس الامری مردہ میں تو مسلم لیکن حضرت مجیب کو مفید نہیں کیونکہ شرائط مقبولہ کو ایسی نفس الامری ہونا غیر مسلم ہے اور اگر عام راہی تو خود غلط ہے **قولہ** پس جب بظہر تحقیق اس بات پر غور کیا تو عقل سلیم کتاب خلا و تذکرہ علیہم احادیث رسول کریم در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے بخوبی ثابت ہو کر عصمت فضیلت و منصوبیت خلافت و امامت کے دوا میں ہے اس لیے ان شرائط کو ضروری سمجھا۔ **اقول** عقل سلیم تو یہی ہے جو حضرت مجیب کو خصوصاً اور عام فرقہ نشینوں کو عموماً قائل ہے حرمت ہوئی اور کتاب سلیمہ ہوگی جو جناب امیر نے ایام مختلف بیت گہر کے اندر تخلیہ میں جمع فرمائے اور ائمہ میں سے ہر ایک کی پاس کچھ بعد دیگرے صندوق نقیہ میں بند چلی آئی اور احادیث رسول کریم در روایات ائمہ کرام وہی ہیں جو حضرات ذراہ اور موسیٰ اطلاق وغیرہ مقتدایان قوم جنگ مجاہدانہ کو دیکھا ہے ان ہی صدیقین کے واسطے جو حضرات شیعوں میں شائع اور شہر ہوئی۔ اور اقوال صحابہ انہیں صحابہ کی ہونے کی جتنی مفصل حالات متقدمین و تاخرین طائفہ اشکاف بیان فرماتے چلے آئی اور یہ قدر سابق میں گذارش ہی ہو چکا۔ پھر ایشیائے اسی کی کتاب اور ایسی احادیث و روایات اور ایسی اقوال پر ناز و افتخار فرمانا ہماری حضرت مجیب جیسے مصنف و شہساز کا ہی کام ہے ہم تو جہالت کو غور کرتے ہیں تو اس کو خلافت عقل اور خلافت کتاب اللہ اور خلافت احادیث رسول اللہ اور خلافت ائمہ و صحابہ پاتے ہیں۔ اور اس لیے شرائط ثلثہ کو ضروری نہیں سمجھتے **قال** وانا وایاکم علیٰ ہذا آیت صلا علیہین **قولہ** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ خلفائے ثلاثہ میں بالمرہ مفقود ہیں اور اس سنت بلکہ خود خلفاء بھی اس کی مقرر ہیں ایسی ادنیٰ خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد نیابت رسول سے نہیں جانتی۔ **اقول** یہہ شرائط ثلثہ امامت حضرت ائمہ میں ہی بالمرہ

احوال خود را در کتاب خود شرح فرموده و در آخر کتاب فرموده که این کتاب را در احوال

مفقودین چنانچه با عرفان ثابت هر تو انجی نامت و خلافت رفته کوبی نمانی چونکه مقام بطنین  
 ایلینی چند روایات پرکتفا کرنا ہوں نظر انصاف ملاحظہ فرمائی صحیفہ کاملہ میں تو آپ بطور دروہ پرست  
 ہر ہونگی مگر کجی تہ برعانی ہر تو ایسی۔ قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف البقین  
 والی اشکو فی سوء مجاوتی و طاعتی نفسی لہ۔ ایضاً انا الذی انت الذنوب عمرہ۔ نہج البلاغۃ  
 میں یہی ارضی با میر سر نقل فرمے۔ لا تکتفوا عن مقالتہ سبحان و مشورۃ بعدل فانی لست بفوق  
 ان لخطی ولا امن من خ لک فی فعل لہ ایضاً <sup>۱۱۱</sup> <sup>۱۱۲</sup> <sup>۱۱۳</sup> <sup>۱۱۴</sup> <sup>۱۱۵</sup> <sup>۱۱۶</sup> <sup>۱۱۷</sup> <sup>۱۱۸</sup> <sup>۱۱۹</sup> <sup>۱۲۰</sup> <sup>۱۲۱</sup> <sup>۱۲۲</sup> <sup>۱۲۳</sup> <sup>۱۲۴</sup> <sup>۱۲۵</sup> <sup>۱۲۶</sup> <sup>۱۲۷</sup> <sup>۱۲۸</sup> <sup>۱۲۹</sup> <sup>۱۳۰</sup> <sup>۱۳۱</sup> <sup>۱۳۲</sup> <sup>۱۳۳</sup> <sup>۱۳۴</sup> <sup>۱۳۵</sup> <sup>۱۳۶</sup> <sup>۱۳۷</sup> <sup>۱۳۸</sup> <sup>۱۳۹</sup> <sup>۱۴۰</sup> <sup>۱۴۱</sup> <sup>۱۴۲</sup> <sup>۱۴۳</sup> <sup>۱۴۴</sup> <sup>۱۴۵</sup> <sup>۱۴۶</sup> <sup>۱۴۷</sup> <sup>۱۴۸</sup> <sup>۱۴۹</sup> <sup>۱۵۰</sup> <sup>۱۵۱</sup> <sup>۱۵۲</sup> <sup>۱۵۳</sup> <sup>۱۵۴</sup> <sup>۱۵۵</sup> <sup>۱۵۶</sup> <sup>۱۵۷</sup> <sup>۱۵۸</sup> <sup>۱۵۹</sup> <sup>۱۶۰</sup> <sup>۱۶۱</sup> <sup>۱۶۲</sup> <sup>۱۶۳</sup> <sup>۱۶۴</sup> <sup>۱۶۵</sup> <sup>۱۶۶</sup> <sup>۱۶۷</sup> <sup>۱۶۸</sup> <sup>۱۶۹</sup> <sup>۱۷۰</sup> <sup>۱۷۱</sup> <sup>۱۷۲</sup> <sup>۱۷۳</sup> <sup>۱۷۴</sup> <sup>۱۷۵</sup> <sup>۱۷۶</sup> <sup>۱۷۷</sup> <sup>۱۷۸</sup> <sup>۱۷۹</sup> <sup>۱۸۰</sup> <sup>۱۸۱</sup> <sup>۱۸۲</sup> <sup>۱۸۳</sup> <sup>۱۸۴</sup> <sup>۱۸۵</sup> <sup>۱۸۶</sup> <sup>۱۸۷</sup> <sup>۱۸۸</sup> <sup>۱۸۹</sup> <sup>۱۹۰</sup> <sup>۱۹۱</sup> <sup>۱۹۲</sup> <sup>۱۹۳</sup> <sup>۱۹۴</sup> <sup>۱۹۵</sup> <sup>۱۹۶</sup> <sup>۱۹۷</sup> <sup>۱۹۸</sup> <sup>۱۹۹</sup> <sup>۲۰۰</sup> <sup>۲۰۱</sup> <sup>۲۰۲</sup> <sup>۲۰۳</sup> <sup>۲۰۴</sup> <sup>۲۰۵</sup> <sup>۲۰۶</sup> <sup>۲۰۷</sup> <sup>۲۰۸</sup> <sup>۲۰۹</sup> <sup>۲۱۰</sup> <sup>۲۱۱</sup> <sup>۲۱۲</sup> <sup>۲۱۳</sup> <sup>۲۱۴</sup> <sup>۲۱۵</sup> <sup>۲۱۶</sup> <sup>۲۱۷</sup> <sup>۲۱۸</sup> <sup>۲۱۹</sup> <sup>۲۲۰</sup> <sup>۲۲۱</sup> <sup>۲۲۲</sup> <sup>۲۲۳</sup> <sup>۲۲۴</sup> <sup>۲۲۵</sup> <sup>۲۲۶</sup> <sup>۲۲۷</sup> <sup>۲۲۸</sup> <sup>۲۲۹</sup> <sup>۲۳۰</sup> <sup>۲۳۱</sup> <sup>۲۳۲</sup> <sup>۲۳۳</sup> <sup>۲۳۴</sup> <sup>۲۳۵</sup> <sup>۲۳۶</sup> <sup>۲۳۷</sup> <sup>۲۳۸</sup> <sup>۲۳۹</sup> <sup>۲۴۰</sup> <sup>۲۴۱</sup> <sup>۲۴۲</sup> <sup>۲۴۳</sup> <sup>۲۴۴</sup> <sup>۲۴۵</sup> <sup>۲۴۶</sup> <sup>۲۴۷</sup> <sup>۲۴۸</sup> <sup>۲۴۹</sup> <sup>۲۵۰</sup> <sup>۲۵۱</sup> <sup>۲۵۲</sup> <sup>۲۵۳</sup> <sup>۲۵۴</sup> <sup>۲۵۵</sup> <sup>۲۵۶</sup> <sup>۲۵۷</sup> <sup>۲۵۸</sup> <sup>۲۵۹</sup> <sup>۲۶۰</sup> <sup>۲۶۱</sup> <sup>۲۶۲</sup> <sup>۲۶۳</sup> <sup>۲۶۴</sup> <sup>۲۶۵</sup> <sup>۲۶۶</sup> <sup>۲۶۷</sup> <sup>۲۶۸</sup> <sup>۲۶۹</sup> <sup>۲۷۰</sup> <sup>۲۷۱</sup> <sup>۲۷۲</sup> <sup>۲۷۳</sup> <sup>۲۷۴</sup> <sup>۲۷۵</sup> <sup>۲۷۶</sup> <sup>۲۷۷</sup> <sup>۲۷۸</sup> <sup>۲۷۹</sup> <sup>۲۸۰</sup> <sup>۲۸۱</sup> <sup>۲۸۲</sup> <sup>۲۸۳</sup> <sup>۲۸۴</sup> <sup>۲۸۵</sup> <sup>۲۸۶</sup> <sup>۲۸۷</sup> <sup>۲۸۸</sup> <sup>۲۸۹</sup> <sup>۲۹۰</sup> <sup>۲۹۱</sup> <sup>۲۹۲</sup> <sup>۲۹۳</sup> <sup>۲۹۴</sup> <sup>۲۹۵</sup> <sup>۲۹۶</sup> <sup>۲۹۷</sup> <sup>۲۹۸</sup> <sup>۲۹۹</sup> <sup>۳۰۰</sup> <sup>۳۰۱</sup> <sup>۳۰۲</sup> <sup>۳۰۳</sup> <sup>۳۰۴</sup> <sup>۳۰۵</sup> <sup>۳۰۶</sup> <sup>۳۰۷</sup> <sup>۳۰۸</sup> <sup>۳۰۹</sup> <sup>۳۱۰</sup> <sup>۳۱۱</sup> <sup>۳۱۲</sup> <sup>۳۱۳</sup> <sup>۳۱۴</sup> <sup>۳۱۵</sup> <sup>۳۱۶</sup> <sup>۳۱۷</sup> <sup>۳۱۸</sup> <sup>۳۱۹</sup> <sup>۳۲۰</sup> <sup>۳۲۱</sup> <sup>۳۲۲</sup> <sup>۳۲۳</sup> <sup>۳۲۴</sup> <sup>۳۲۵</sup> <sup>۳۲۶</sup> <sup>۳۲۷</sup> <sup>۳۲۸</sup> <sup>۳۲۹</sup> <sup>۳۳۰</sup> <sup>۳۳۱</sup> <sup>۳۳۲</sup> <sup>۳۳۳</sup> <sup>۳۳۴</sup> <sup>۳۳۵</sup> <sup>۳۳۶</sup> <sup>۳۳۷</sup> <sup>۳۳۸</sup> <sup>۳۳۹</sup> <sup>۳۴۰</sup> <sup>۳۴۱</sup> <sup>۳۴۲</sup> <sup>۳۴۳</sup> <sup>۳۴۴</sup> <sup>۳۴۵</sup> <sup>۳۴۶</sup> <sup>۳۴۷</sup> <sup>۳۴۸</sup> <sup>۳۴۹</sup> <sup>۳۵۰</sup> <sup>۳۵۱</sup> <sup>۳۵۲</sup> <sup>۳۵۳</sup> <sup>۳۵۴</sup> <sup>۳۵۵</sup> <sup>۳۵۶</sup> <sup>۳۵۷</sup> <sup>۳۵۸</sup> <sup>۳۵۹</sup> <sup>۳۶۰</sup> <sup>۳۶۱</sup> <sup>۳۶۲</sup> <sup>۳۶۳</sup> <sup>۳۶۴</sup> <sup>۳۶۵</sup> <sup>۳۶۶</sup> <sup>۳۶۷</sup> <sup>۳۶۸</sup> <sup>۳۶۹</sup> <sup>۳۷۰</sup> <sup>۳۷۱</sup> <sup>۳۷۲</sup> <sup>۳۷۳</sup> <sup>۳۷۴</sup> <sup>۳۷۵</sup> <sup>۳۷۶</sup> <sup>۳۷۷</sup> <sup>۳۷۸</sup> <sup>۳۷۹</sup> <sup>۳۸۰</sup> <sup>۳۸۱</sup> <sup>۳۸۲</sup> <sup>۳۸۳</sup> <sup>۳۸۴</sup> <sup>۳۸۵</sup> <sup>۳۸۶</sup> <sup>۳۸۷</sup> <sup>۳۸۸</sup> <sup>۳۸۹</sup> <sup>۳۹۰</sup> <sup>۳۹۱</sup> <sup>۳۹۲</sup> <sup>۳۹۳</sup> <sup>۳۹۴</sup> <sup>۳۹۵</sup> <sup>۳۹۶</sup> <sup>۳۹۷</sup> <sup>۳۹۸</sup> <sup>۳۹۹</sup> <sup>۴۰۰</sup> <sup>۴۰۱</sup> <sup>۴۰۲</sup> <sup>۴۰۳</sup> <sup>۴۰۴</sup> <sup>۴۰۵</sup> <sup>۴۰۶</sup> <sup>۴۰۷</sup> <sup>۴۰۸</sup> <sup>۴۰۹</sup> <sup>۴۱۰</sup> <sup>۴۱۱</sup> <sup>۴۱۲</sup> <sup>۴۱۳</sup> <sup>۴۱۴</sup> <sup>۴۱۵</sup> <sup>۴۱۶</sup> <sup>۴۱۷</sup> <sup>۴۱۸</sup> <sup>۴۱۹</sup> <sup>۴۲۰</sup> <sup>۴۲۱</sup> <sup>۴۲۲</sup> <sup>۴۲۳</sup> <sup>۴۲۴</sup> <sup>۴۲۵</sup> <sup>۴۲۶</sup> <sup>۴۲۷</sup> <sup>۴۲۸</sup> <sup>۴۲۹</sup> <sup>۴۳۰</sup> <sup>۴۳۱</sup> <sup>۴۳۲</sup> <sup>۴۳۳</sup> <sup>۴۳۴</sup> <sup>۴۳۵</sup> <sup>۴۳۶</sup> <sup>۴۳۷</sup> <sup>۴۳۸</sup> <sup>۴۳۹</sup> <sup>۴۴۰</sup> <sup>۴۴۱</sup> <sup>۴۴۲</sup> <sup>۴۴۳</sup> <sup>۴۴۴</sup> <sup>۴۴۵</sup> <sup>۴۴۶</sup> <sup>۴۴۷</sup> <sup>۴۴۸</sup> <sup>۴۴۹</sup> <sup>۴۵۰</sup> <sup>۴۵۱</sup> <sup>۴۵۲</sup> <sup>۴۵۳</sup> <sup>۴۵۴</sup> <sup>۴۵۵</sup> <sup>۴۵۶</sup> <sup>۴۵۷</sup> <sup>۴۵۸</sup> <sup>۴۵۹</sup> <sup>۴۶۰</sup> <sup>۴۶۱</sup> <sup>۴۶۲</sup> <sup>۴۶۳</sup> <sup>۴۶۴</sup> <sup>۴۶۵</sup> <sup>۴۶۶</sup> <sup>۴۶۷</sup> <sup>۴۶۸</sup> <sup>۴۶۹</sup> <sup>۴۷۰</sup> <sup>۴۷۱</sup> <sup>۴۷۲</sup> <sup>۴۷۳</sup> <sup>۴۷۴</sup> <sup>۴۷۵</sup> <sup>۴۷۶</sup> <sup>۴۷۷</sup> <sup>۴۷۸</sup> <sup>۴۷۹</sup> <sup>۴۸۰</sup> <sup>۴۸۱</sup> <sup>۴۸۲</sup> <sup>۴۸۳</sup> <sup>۴۸۴</sup> <sup>۴۸۵</sup> <sup>۴۸۶</sup> <sup>۴۸۷</sup> <sup>۴۸۸</sup> <sup>۴۸۹</sup> <sup>۴۹۰</sup> <sup>۴۹۱</sup> <sup>۴۹۲</sup> <sup>۴۹۳</sup> <sup>۴۹۴</sup> <sup>۴۹۵</sup> <sup>۴۹۶</sup> <sup>۴۹۷</sup> <sup>۴۹۸</sup> <sup>۴۹۹</sup> <sup>۵۰۰</sup> <sup>۵۰۱</sup> <sup>۵۰۲</sup> <sup>۵۰۳</sup> <sup>۵۰۴</sup> <sup>۵۰۵</sup> <sup>۵۰۶</sup> <sup>۵۰۷</sup> <sup>۵۰۸</sup> <sup>۵۰۹</sup> <sup>۵۱۰</sup> <sup>۵۱۱</sup> <sup>۵۱۲</sup> <sup>۵۱۳</sup> <sup>۵۱۴</sup> <sup>۵۱۵</sup> <sup>۵۱۶</sup> <sup>۵۱۷</sup> <sup>۵۱۸</sup> <sup>۵۱۹</sup> <sup>۵۲۰</sup> <sup>۵۲۱</sup> <sup>۵۲۲</sup> <sup>۵۲۳</sup> <sup>۵۲۴</sup> <sup>۵۲۵</sup> <sup>۵۲۶</sup> <sup>۵۲۷</sup> <sup>۵۲۸</sup> <sup>۵۲۹</sup> <sup>۵۳۰</sup> <sup>۵۳۱</sup> <sup>۵۳۲</sup> <sup>۵۳۳</sup> <sup>۵۳۴</sup> <sup>۵۳۵</sup> <sup>۵۳۶</sup> <sup>۵۳۷</sup> <sup>۵۳۸</sup> <sup>۵۳۹</sup> <sup>۵۴۰</sup> <sup>۵۴۱</sup> <sup>۵۴۲</sup> <sup>۵۴۳</sup> <sup>۵۴۴</sup> <sup>۵۴۵</sup> <sup>۵۴۶</sup> <sup>۵۴۷</sup> <sup>۵۴۸</sup> <sup>۵۴۹</sup> <sup>۵۵۰</sup> <sup>۵۵۱</sup> <sup>۵۵۲</sup> <sup>۵۵۳</sup> <sup>۵۵۴</sup> <sup>۵۵۵</sup> <sup>۵۵۶</sup> <sup>۵۵۷</sup> <sup>۵۵۸</sup> <sup>۵۵۹</sup> <sup>۵۶۰</sup> <sup>۵۶۱</sup> <sup>۵۶۲</sup> <sup>۵۶۳</sup> <sup>۵۶۴</sup> <sup>۵۶۵</sup> <sup>۵۶۶</sup> <sup>۵۶۷</sup> <sup>۵۶۸</sup> <sup>۵۶۹</sup> <sup>۵۷۰</sup> <sup>۵۷۱</sup> <sup>۵۷۲</sup> <sup>۵۷۳</sup> <sup>۵۷۴</sup> <sup>۵۷۵</sup> <sup>۵۷۶</sup> <sup>۵۷۷</sup> <sup>۵۷۸</sup> <sup>۵۷۹</sup> <sup>۵۸۰</sup> <sup>۵۸۱</sup> <sup>۵۸۲</sup> <sup>۵۸۳</sup> <sup>۵۸۴</sup> <sup>۵۸۵</sup> <sup>۵۸۶</sup> <sup>۵۸۷</sup> <sup>۵۸۸</sup> <sup>۵۸۹</sup> <sup>۵۹۰</sup> <sup>۵۹۱</sup> <sup>۵۹۲</sup> <sup>۵۹۳</sup> <sup>۵۹۴</sup> <sup>۵۹۵</sup> <sup>۵۹۶</sup> <sup>۵۹۷</sup> <sup>۵۹۸</sup> <sup>۵۹۹</sup> <sup>۶۰۰</sup> <sup>۶۰۱</sup> <sup>۶۰۲</sup> <sup>۶۰۳</sup> <sup>۶۰۴</sup> <sup>۶۰۵</sup> <sup>۶۰۶</sup> <sup>۶۰۷</sup> <sup>۶۰۸</sup> <sup>۶۰۹</sup> <sup>۶۱۰</sup> <sup>۶۱۱</sup> <sup>۶۱۲</sup> <sup>۶۱۳</sup> <sup>۶۱۴</sup> <sup>۶۱۵</sup> <sup>۶۱۶</sup> <sup>۶۱۷</sup> <sup>۶۱۸</sup> <sup>۶۱۹</sup> <sup>۶۲۰</sup> <sup>۶۲۱</sup> <sup>۶۲۲</sup> <sup>۶۲۳</sup> <sup>۶۲۴</sup> <sup>۶۲۵</sup> <sup>۶۲۶</sup> <sup>۶۲۷</sup> <sup>۶۲۸</sup> <sup>۶۲۹</sup> <sup>۶۳۰</sup> <sup>۶۳۱</sup> <sup>۶۳۲</sup> <sup>۶۳۳</sup> <sup>۶۳۴</sup> <sup>۶۳۵</sup> <sup>۶۳۶</sup> <sup>۶۳۷</sup> <sup>۶۳۸</sup> <sup>۶۳۹</sup> <sup>۶۴۰</sup> <sup>۶۴۱</sup> <sup>۶۴۲</sup> <sup>۶۴۳</sup> <sup>۶۴۴</sup> <sup>۶۴۵</sup> <sup>۶۴۶</sup> <sup>۶۴۷</sup> <sup>۶۴۸</sup> <sup>۶۴۹</sup> <sup>۶۵۰</sup> <sup>۶۵۱</sup> <sup>۶۵۲</sup> <sup>۶۵۳</sup> <sup>۶۵۴</sup> <sup>۶۵۵</sup> <sup>۶۵۶</sup> <sup>۶۵۷</sup> <sup>۶۵۸</sup> <sup>۶۵۹</sup> <sup>۶۶۰</sup> <sup>۶۶۱</sup> <sup>۶۶۲</sup> <sup>۶۶۳</sup> <sup>۶۶۴</sup> <sup>۶۶۵</sup> <sup>۶۶۶</sup> <sup>۶۶۷</sup> <sup>۶۶۸</sup> <sup>۶۶۹</sup> <sup>۶۷۰</sup> <sup>۶۷۱</sup> <sup>۶۷۲</sup> <sup>۶۷۳</sup> <sup>۶۷۴</sup> <sup>۶۷۵</sup> <sup>۶۷۶</sup> <sup>۶۷۷</sup> <sup>۶۷۸</sup> <sup>۶۷۹</sup> <sup>۶۸۰</sup> <sup>۶۸۱</sup> <sup>۶۸۲</sup> <sup>۶۸۳</sup> <sup>۶۸۴</sup> <sup>۶۸۵</sup> <sup>۶۸۶</sup> <sup>۶۸۷</sup> <sup>۶۸۸</sup> <sup>۶۸۹</sup> <sup>۶۹۰</sup> <sup>۶۹۱</sup> <sup>۶۹۲</sup> <sup>۶۹۳</sup> <sup>۶۹۴</sup> <sup>۶۹۵</sup> <sup>۶۹۶</sup> <sup>۶۹۷</sup> <sup>۶۹۸</sup> <sup>۶۹۹</sup> <sup>۷۰۰</sup> <sup>۷۰۱</sup> <sup>۷۰۲</sup> <sup>۷۰۳</sup> <sup>۷۰۴</sup> <sup>۷۰۵</sup> <sup>۷۰۶</sup> <sup>۷۰۷</sup> <sup>۷۰۸</sup> <sup>۷۰۹</sup> <sup>۷۱۰</sup> <sup>۷۱۱</sup> <sup>۷۱۲</sup> <sup>۷۱۳</sup> <sup>۷۱۴</sup> <sup>۷۱۵</sup> <sup>۷۱۶</sup> <sup>۷۱۷</sup> <sup>۷۱۸</sup> <sup>۷۱۹</sup> <sup>۷۲۰</sup> <sup>۷۲۱</sup> <sup>۷۲۲</sup> <sup>۷۲۳</sup> <sup>۷۲۴</sup> <sup>۷۲۵</sup> <sup>۷۲۶</sup> <sup>۷۲۷</sup> <sup>۷۲۸</sup> <sup>۷۲۹</sup> <sup>۷۳۰</sup> <sup>۷۳۱</sup> <sup>۷۳۲</sup> <sup>۷۳۳</sup> <sup>۷۳۴</sup> <sup>۷۳۵</sup> <sup>۷۳۶</sup> <sup>۷۳۷</sup> <sup>۷۳۸</sup> <sup>۷۳۹</sup> <sup>۷۴۰</sup> <sup>۷۴۱</sup> <sup>۷۴۲</sup> <sup>۷۴۳</sup> <sup>۷۴۴</sup> <sup>۷۴۵</sup> <sup>۷۴۶</sup> <sup>۷۴۷</sup> <sup>۷۴۸</sup> <sup>۷۴۹</sup> <sup>۷۵۰</sup> <sup>۷۵۱</sup> <sup>۷۵۲</sup> <sup>۷۵۳</sup> <sup>۷۵۴</sup> <sup>۷۵۵</sup> <sup>۷۵۶</sup> <sup>۷۵۷</sup> <sup>۷۵۸</sup> <sup>۷۵۹</sup> <sup>۷۶۰</sup> <sup>۷۶۱</sup> <sup>۷۶۲</sup> <sup>۷۶۳</sup> <sup>۷۶۴</sup> <sup>۷۶۵</sup> <sup>۷۶۶</sup> <sup>۷۶۷</sup> <sup>۷۶۸</sup> <sup>۷۶۹</sup> <sup>۷۷۰</sup> <sup>۷۷۱</sup> <sup>۷۷۲</sup> <sup>۷۷۳</sup> <sup>۷۷۴</sup> <sup>۷۷۵</sup> <sup>۷۷۶</sup> <sup>۷۷۷</sup> <sup>۷۷۸</sup> <sup>۷۷۹</sup> <sup>۷۸۰</sup> <sup>۷۸۱</sup> <sup>۷۸۲</sup> <sup>۷۸۳</sup> <sup>۷۸۴</sup> <sup>۷۸۵</sup> <sup>۷۸۶</sup> <sup>۷۸۷</sup> <sup>۷۸۸</sup> <sup>۷۸۹</sup> <sup>۷۹۰</sup> <sup>۷۹۱</sup> <sup>۷۹۲</sup> <sup>۷۹۳</sup> <sup>۷۹۴</sup> <sup>۷۹۵</sup> <sup>۷۹۶</sup> <sup>۷۹۷</sup> <sup>۷۹۸</sup> <sup>۷۹۹</sup> <sup>۸۰۰</sup> <sup>۸۰۱</sup> <sup>۸۰۲</sup> <sup>۸۰۳</sup> <sup>۸۰۴</sup> <sup>۸۰۵</sup> <sup>۸۰۶</sup> <sup>۸۰۷</sup> <sup>۸۰۸</sup> <sup>۸۰۹</sup> <sup>۸۱۰</sup> <sup>۸۱۱</sup> <sup>۸۱۲</sup> <sup>۸۱۳</sup> <sup>۸۱۴</sup> <sup>۸۱۵</sup> <sup>۸۱۶</sup> <sup>۸۱۷</sup> <sup>۸۱۸</sup> <sup>۸۱۹</sup> <sup>۸۲۰</sup> <sup>۸۲۱</sup> <sup>۸۲۲</sup> <sup>۸۲۳</sup> <sup>۸۲۴</sup> <sup>۸۲۵</sup> <sup>۸۲۶</sup> <sup>۸۲۷</sup> <sup>۸۲۸</sup> <sup>۸۲۹</sup> <sup>۸۳۰</sup> <sup>۸۳۱</sup> <sup>۸۳۲</sup> <sup>۸۳۳</sup> <sup>۸۳۴</sup> <sup>۸۳۵</sup> <sup>۸۳۶</sup> <sup>۸۳۷</sup> <sup>۸۳۸</sup> <sup>۸۳۹</sup> <sup>۸۴۰</sup> <sup>۸۴۱</sup> <sup>۸۴۲</sup> <sup>۸۴۳</sup> <sup>۸۴۴</sup> <sup>۸۴۵</sup> <sup>۸۴۶</sup> <sup>۸۴۷</sup> <sup>۸۴۸</sup> <sup>۸۴۹</sup> <sup>۸۵۰</sup> <sup>۸۵۱</sup> <sup>۸۵۲</sup> <sup>۸۵۳</sup> <sup>۸۵۴</sup> <sup>۸۵۵</sup> <sup>۸۵۶</sup> <sup>۸۵۷</sup> <sup>۸۵۸</sup> <sup>۸۵۹</sup> <sup>۸۶۰</sup> <sup>۸۶۱</sup> <sup>۸۶۲</sup> <sup>۸۶۳</sup> <sup>۸۶۴</sup> <sup>۸۶۵</sup> <sup>۸۶۶</sup> <sup>۸۶۷</sup> <sup>۸۶۸</sup> <sup>۸۶۹</sup> <sup>۸۷۰</sup> <sup>۸۷۱</sup> <sup>۸۷۲</sup> <sup>۸۷۳</sup> <sup>۸۷۴</sup> <sup>۸۷۵</sup> <sup>۸۷۶</sup> <sup>۸۷۷</sup> <sup>۸۷۸</sup> <sup>۸۷۹</sup> <sup>۸۸۰</sup> <sup>۸۸۱</sup> <sup>۸۸۲</sup> <sup>۸۸۳</sup> <sup>۸۸۴</sup> <sup>۸۸۵</sup> <sup>۸۸۶</sup> <sup>۸۸۷</sup> <sup>۸۸۸</sup> <sup>۸۸۹</sup> <sup>۸۹۰</sup> <sup>۸۹۱</sup> <sup>۸۹۲</sup> <sup>۸۹۳</sup> <sup>۸۹۴</sup> <sup>۸۹۵</sup> <sup>۸۹۶</sup> <sup>۸۹۷</sup> <sup>۸۹۸</sup> <sup>۸۹۹</sup> <sup>۹۰۰</sup> <sup>۹۰۱</sup> <sup>۹۰۲</sup> <sup>۹۰۳</sup> <sup>۹۰۴</sup> <sup>۹۰۵</sup> <sup>۹۰۶</sup> <sup>۹۰۷</sup> <sup>۹۰۸</sup> <sup>۹۰۹</sup> <sup>۹۱۰</sup> <sup>۹۱۱</sup> <sup>۹۱۲</sup> <sup>۹۱۳</sup> <sup>۹۱۴</sup> <sup>۹۱۵</sup> <sup>۹۱۶</sup> <sup>۹۱۷</sup> <sup>۹۱۸</sup> <sup>۹۱۹</sup> <sup>۹۲۰</sup> <sup>۹۲۱</sup> <sup>۹۲۲</sup> <sup>۹۲۳</sup> <sup>۹۲۴</sup> <sup>۹۲۵</sup> <sup>۹۲۶</sup> <sup>۹۲۷</sup> <sup>۹۲۸</sup> <sup>۹۲۹</sup> <sup>۹۳۰</sup> <sup>۹۳۱</sup> <sup>۹۳۲</sup> <sup>۹۳۳</sup> <sup>۹۳۴</sup> <sup>۹۳۵</sup> <sup>۹۳۶</sup> <sup>۹۳۷</sup> <sup>۹۳۸</sup> <sup>۹۳۹</sup> <sup>۹۴۰</sup> <sup>۹۴۱</sup> <sup>۹۴۲</sup> <sup>۹۴۳</sup> <sup>۹۴۴</sup> <sup>۹۴۵</sup> <sup>۹۴۶</sup> <sup>۹۴۷</sup> <sup>۹۴۸</sup> <sup>۹۴۹</sup> <sup>۹۵۰</sup> <sup>۹۵۱</sup> <sup>۹۵۲</sup> <sup>۹۵۳</sup> <sup>۹۵۴</sup> <sup>۹۵۵</sup> <sup>۹۵۶</sup> <sup>۹۵۷</sup> <sup>۹۵۸</sup> <sup>۹۵۹</sup> <sup>۹۶۰</sup> <sup>۹۶۱</sup> <sup>۹۶۲</sup> <sup>۹۶۳</sup> <sup>۹۶۴</sup> <sup>۹۶۵</sup> <sup>۹۶۶</sup> <sup>۹۶۷</sup> <sup>۹۶۸</sup> <sup>۹۶۹</sup> <sup>۹۷۰</sup> <sup>۹۷۱</sup> <sup>۹۷۲</sup> <sup>۹۷۳</sup> <sup>۹۷۴</sup> <sup>۹۷۵</sup> <sup>۹۷۶</sup> <sup>۹۷۷</sup> <sup>۹۷۸</sup> <sup>۹۷۹</sup> <sup>۹۸۰</sup> <sup>۹۸۱</sup> <sup>۹۸۲</sup> <sup>۹۸۳</sup> <sup>۹۸۴</sup> <sup>۹۸۵</sup> <sup>۹۸۶</sup> <sup>۹۸۷</sup> <sup>۹۸۸</sup> <sup>۹۸۹</sup> <sup>۹۹۰</sup> <sup>۹۹۱</sup> <sup>۹۹۲</sup> <sup>۹۹۳</sup> <sup>۹۹۴</sup> <sup>۹۹۵</sup> <sup>۹۹۶</sup> <sup>۹۹۷</sup> <sup>۹۹۸</sup> <sup>۹۹۹</sup> <sup>۱۰۰۰</sup> <sup>۱۰۰۱</sup> <sup>۱۰۰۲</sup> <sup>۱۰۰۳</sup> <sup>۱۰۰۴</sup> <sup>۱۰۰۵</sup> <sup>۱۰۰۶</sup> <sup>۱۰۰۷</sup> <sup>۱۰۰۸</sup> <sup>۱۰۰۹</sup> <sup>۱۰۱۰</sup> <sup>۱۰۱۱</sup> <sup>۱۰۱۲</sup> <sup>۱۰۱۳</sup> <sup>۱۰۱۴</sup> <sup>۱۰۱۵</sup> <sup>۱۰۱۶</sup> <sup>۱۰۱۷</sup> <sup>۱۰۱۸</sup> <sup>۱۰۱۹</sup> <sup>۱۰۲۰</sup> <sup>۱۰۲۱</sup> <sup>۱۰۲۲</sup> <sup>۱۰۲۳</sup> <sup>۱۰۲۴</sup> <sup>۱۰۲۵</sup> <sup>۱۰۲۶</sup> <sup>۱۰۲۷</sup> <sup>۱۰۲۸</sup> <sup>۱۰۲۹</sup> <sup>۱۰۳۰</sup> <sup>۱۰۳۱</sup> <sup>۱۰۳۲</sup> <sup>۱۰۳۳</sup> <sup>۱۰۳۴</sup> <sup>۱۰۳۵</sup> <sup>۱۰۳۶</sup> <sup>۱۰۳۷</sup> <sup>۱۰۳۸</sup> <sup>۱۰۳۹</sup> <sup>۱۰۴۰</sup> <sup>۱۰۴۱</sup> <sup>۱۰۴۲</sup> <sup>۱۰۴۳</sup> <sup>۱۰۴۴</sup> <sup>۱۰۴۵</sup> <sup>۱۰۴۶</sup> <sup>۱۰۴۷</sup> <sup>۱۰۴۸</sup> <sup>۱۰۴۹</sup> <sup>۱۰۵۰</sup> <sup>۱۰۵۱</sup> <sup>۱۰۵۲</sup> <sup>۱۰۵۳</sup> <sup>۱۰۵۴</sup> <sup>۱۰۵۵</sup> <sup>۱۰۵۶</sup> <sup>۱۰۵۷</sup> <sup>۱۰۵۸</sup> <sup>۱۰۵۹</sup> <sup>۱۰۶۰</sup> <sup>۱۰۶۱</sup> <sup>۱۰۶۲</sup> <sup>۱۰۶۳</sup> <sup>۱۰۶۴</sup> <sup>۱۰۶۵</sup> <sup>۱۰۶۶</sup> <sup>۱۰۶۷</sup> <sup>۱۰۶۸</sup> <sup>۱۰۶۹</sup> <sup>۱۰۷۰</sup> <sup>۱۰۷۱</sup> <sup>۱۰۷۲</sup> <sup>۱۰۷۳</sup> <sup>۱۰۷۴</sup> <sup>۱۰۷۵</sup> <sup>۱۰۷۶</sup> <sup>۱۰۷۷</sup> <sup>۱۰۷۸</sup> <sup>۱۰۷۹</sup> <sup>۱۰۸۰</sup> <sup>۱۰۸۱</sup> <sup>۱۰۸۲</sup> <sup>۱۰۸۳</sup> <sup>۱۰۸۴</sup> <sup>۱۰۸۵</sup> <sup>۱۰۸۶</sup> <sup>۱۰۸۷</sup> <sup>۱۰۸۸</sup> <sup>۱۰۸۹</sup> <sup>۱۰۹۰</sup> <sup>۱۰۹۱</sup> <sup>۱۰۹۲</sup> <sup>۱۰۹۳</sup> <sup>۱۰۹۴</sup> <sup>۱۰۹۵</sup> <sup>۱۰۹۶</sup> <

افعال کے تاویلات میں معارضہ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن کوئی عاقل اسکو ثبوت نہیں قرار دے گا۔ اور ثبوت  
اثبات قیاس علم الالبانی سے کرنا قطع نظر اس سے قیاس سے قیاس میں ہر قیاس مع الفارق ہر قولہ شیخ  
اصلی عرض اپنی اصول کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنا و احقاق حق و ابطال باطل ہر قولہ دلائل  
یصلح الطہارہ ہر جہاں وہ اصول خلاف عقل و نقل میں تو حضرات شیعہ کی سعی و کوشش سے  
اثبات منجملہ حالات ہر اور اس جدوجہد کا نتیجہ بجز ابطال حق اور اثبات باطل اور کچھ نہیں اور نہ یہ عرض  
حاصل شدنی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں غیر تحقیق کے خلاف ثابت نہ ہوگی۔ اقول بلکہ  
ظاہر ہے کہ تحقیق کے ہر خلاف اس صورت میں ثابت نہ ہوگا کیونکہ اللہ کی ہی خلافت باطل ہو جائیگی قولہ نہ یہ  
کہ محض ابطال خلافت خلفائے شکی غرض سے بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت میں  
معتبر جانتی ہوں جیسا کہ حضرت مجتبیٰ اور اہلسنت کا وہم و خیال ہے حاشا و کلا اقول اہلسنت کا  
ہی خیال نہیں کہ آپ بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت میں معتبر جانتی ہیں بلکہ اہلسنت  
بدلائل قاطعہ و شہادات کہ ہمیشہ ثابت کرتے ہیں کہ باوجود قیام دلائل عدم شرط کے ان شرائط کو حضرت  
شیعہ نے خلفائے معتبران رکھا ہے پس جب یہ حال ہے تو ان اصول موضوعہ کے وضع محض بغرض ابطال ابطال  
خلفائے رضی اللہ عنہم ہر دس۔ قولہ ان چونکہ بدون قیام دلیل حضرت اہلسنت ان خلفاء کو خلافت  
کو قابل نہیں سمجھتی لہذا کو ضروری اصول کے جنکی سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں سخت حاجت ہے یہی حضرات نے  
ایسی اصول وضع فرمائی۔ اقول خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے حقیقت مثل روز و رات ظاہر  
دیا ہے کہ آفتاب نص قرآنی اور تفسیر نبوی اور اقوال اہل افعال اللہ نے اسکی چہرہ شہوت و حجاب خفا  
یک تخت دور کر دیا۔ آیات و احادیث کتب فقہانہ و کتب اصولیہ میں اسوقت انجیل البیان کہ خطبہ کا ایک جملہ  
یا تو یا جو ثبوت مدعا میں بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جاتی نص ہے و اذا الميثاق في غفلة لعير  
قطع خراس کہ اس جملہ الفاظ سے کیا مضمون پیدا ہوا ہے جو کچھ اس جملہ سے معنی حاصل ہو جائے اس میں  
متفرق نہیں ہوں بلکہ اہل سنت ابن میثم بچرانے ہی میرے ہی جسد اللہ تعالیٰ ہم بیان میں اور نہیں  
بھی اپنی مختصر شرح میں جو اسوقت میرے پاس موجود ہے مجبور ہو کر صاف کہنا پڑا کہ بیعت ابے کا یہ الميثاق ہے

جو جناب امیر کے گردن مبارک میں تھا ایحضرت آپا بن میثم کی شرح یکسر میری اس گزارش کو طاعت کریمہ کی اور  
 دیگر کچھ جناب کیر طرح حقیقت خلافت کو تسلیم فرمائی میں اور شاید اگر آپ تمام خطبہ کے شرح ملاحظہ فرمائیں تو یہ بھی  
 معلوم ہوگا کہ جناب رضی نے اوس میں کیا قطع و برید فرمائی ہے بغض پل اللہ تعالیٰ اہلسنت بدوین قیام و سیر  
 خلافت کو قائل نہیں ہو سکی اور یہ بھی وجہ ہے کہ اوندکو اصول گہرے کی ضرورت تھی تو حضرت مجیب کا یہاں ارشاد  
 (جن کو سوا وقع خلافت کوئی دلیل نہیں) بالکل غلط اور خلاف واقع ہے نہ شاہد اس کا یہ ہے کہ کتب و یقین سے  
 بر جہین اور جو کچھ ایک ہر کام کا مطلب نہیں سمجھو۔ و اللہ اعلم ہی میں یا راہی صراط یقیم قال الفاسل  
 المجیب۔ قولہ۔ ورنہ جبکہ ثبوت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کتاب اللہ و شہادت ائمہ رضی اللہ  
 عنہم سے واقع ہے تو اہلسنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں۔ اقول۔ اگر حضرت مجیب کا یہ قول  
 درست ہو تو شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالہ الخفاء میں چار طریقے انفاذ بیعت کے کیوں تحریر فرمائی ہر ایک کے  
 ثبوت کی لمبی شرائط و مقدمات وغیرہ کا ہونا ضرور ہے ہے **قول العبد الفقیر الی مولائے**  
 ازالہ الخفاء کی عبارت کو متبادل ہر ملاحظہ فرمائی اور اس کی مطلب کو سمجھو یا انہم سہہ والی اپنے اسکا  
 مطلب نہیں سمجھا طریقہ راجح کی شش ٹکڑا اگر آپ متبادل ملاحظہ فرمائیں تو یہ جفتہ حل ہو جائیگا **قولہ**  
 تعجب ہے کہ حضرت کتا ب کو لکھا نہیں دواتے جو دل میں آتا ہے لکھ جاتے ہیں مذہب رکنا ب میں طرق  
 و شرائط وغیرہ تحریر ہیں۔ **اقول**۔ اگر کتا بوں کے ایسی ملاحظہ کی طرف بحث کیجئے ہے جیسا کہ جناب نے ملاحظہ کیا  
 فرمایا ہے تو ایسا ملاحظہ مبیان نہ ہے نہیں بلکہ ضرور چاہئے جناب پر عرض ہو گیا اور اگر نظر انصاف و تحقیق  
 بخوٹ خاطر ہے تو بندہ یہی جناب کی خدمت میں ہے امر کا متمسک ہے کہ **اَمَّا رَفَقَاتُ السَّامِ وَالْزَّوْجُ وَالْمُسَوِّفَاتُ**  
 پر غفلت فرمائی اور بندہ کی نسبت تو انشا اللہ تعالیٰ بشرط نظر انصاف و صریح ہو جائیگا کہ کتا ب کا ملاحظہ کیا  
 یا نہیں کیا باقی رہا طرق و شرائط کی نسبت کتا ب نگار ہے آپ گزارش کے بغور ملاحظہ فرمائی **قولہ** معذہ اور  
 خلافت کی خلافت کا ثبوت خلیفہ اول کی خلافت کی ثبوت پر موقوف ہے اگر حضرت خلیفہ اول کی خلافت  
 صحیح ثابت ہو جائی تو ہر جائی گفتگو نہیں۔ **اقول** حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ  
 کی خلافت کی صحت و حقیقت میں بحول اللہ تعالیٰ کچھ تردد و گفتگو نہیں ہے کہونکہ جسکی حقیقت برکت

شاہد ہوا وجہ اب امیر شہزادہ کی حقیقت تسلیم فرماوین اور اس کی حیثیت کو اپنی گردن میں لازم تصور  
 فرماوین۔ اور اس صحت میں بروہی دین دایان کیا گفتگو باقی رہی۔ اور جب اس کی صحت حقیقت میں  
 شک و شبہ نہیں رہا تو خلافت ہائے باقیہ بھی صحیح ہوئی **قولہ** کہ جب اس خلافت کی انقطاع کا  
 حال دیکھا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایسی حالت مضطرب و مضطربین واقع ہوئی ہے کہ کسی  
 شہادت کی بھی نوبت نہیں پونہ بھی۔ **اقول** جب اس خلافت کا حال دیکھا جاتا ہے  
 تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے اعلا کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین مرضی خداوند تعالیٰ کی تکمیل ہوئی  
 اس کام میں کہ غلبہ و شوکت نبوی کفار و مرتدین مقتول و مجذول ہوئی اور وہ وعدہ خداوند تعالیٰ کا جو تھا  
 حق کی نسبت تب بروہی کا رآیا سلیبی ہر مخالف کے نزدیک ایسی خلافت کو ایسی اس کا حال مضطرب  
 میں واقع ہوا اور کسی شہادت کا واقع ہونا کچھ ضرر نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ علیہم السلام تبارک و تعالیٰ  
 ہر جگہ ہوتا ہے جو خلافت موعود میں اللہ تعالیٰ کے ہی وہی واقع ہوئی اور اس خلافت سے انکراض  
 قرآنی سے انکار ہے اور اس سے ناخوشی یعنی بیہوشی کفار کا مصداق ہے علامہ ازین شہادت کی  
 ضرورت اس وقت ہے کہ جب کوئی منکر ہو اور جبکہ وہ ان کوئی منکر ہی نہیں ہے اتو شہادت کی پیش کرنے  
 کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہ ہے کہ جب اب امیر ہے تو بوقت شوریٰ کو ہی شہادت پیش نہ فرمائی اور  
 امیر مروجہ کی ہے مقابلہ میں کوئی محبت بجز بیعت اہل حل عقد کے پیش فرمائے تو اگر شہادت پیش کرنا  
 دلیل عدم حقیقت خلافت کی ہے تو اگر اس قاعدہ سے جانا بائیر کی خلافت کی عدم حقیقت ثابت ہو تو یہ  
**قولہ** اس طوفان بے تمیزی میں کہ جابا ہر روکائمت کے انتقال فرماتی ہے سقیفہ نبی ساعدہ  
 میں جو ایسی ہے کہ اون کی ایسی تہ ایک شد و غل مٹا امیر و منکم امیر و نحن الامراء و انتم الوزراء کا بلند ہوا  
 اور ہر گز وہ نفسی نفسی نہیں لگا ہوا ایسی ثبوت و شہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہے نہ کوئی آیت قرآنی اپنی  
 مطلب کے سید بیان کرتا ہوتا نہ دلیل عقلی و عرفی لاثبات اس باب میں کہ نبی بوقت کسی کچھ پوچھا۔  
 بدین قول فیصل بخوف اہل کہ سب ادا انصار سے یا کسی اہل قبیلہ سے کوئی خلیفہ ہو جائے اور ریاست چلو  
 ہاتھ سے نکل جاوے حضرت ثانی نے اہل کہ خلیفہ بنا دیا چنانچہ روایت بخاری اس پر شاہد ہے۔

**اقول** محبیب میرے کلمات ناسخ اور طعن کا تو ہم کیا جواب لکھیں۔ ان اس قدر گذارش ضروری  
 ذرا عقل کو شائبہ نفسا سے خالی فرما کر سوچیں کہ جب شور و غل میں امیر و منکم امیر و سخن الامراء و اہم الزوار  
 کا بلند تہ اور ہر گروہ نفسی نفسی کہتا ہوا ایسی نفسا نفسی میں باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل نہیں  
 نہیں ہوئی ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے دعویٰ کو کیوں قبول کر لیا اور بلا دلیل کیوں گرفتار عات  
 منظور کر لی صرف ایک شخص کے بیعت وہ یہی اپنی گروہ میں سے مخالفین کے بیعت اور طاعت کو ایسی  
 کیونکہ حاجت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گروہ کو اکابر و اعیان اور علمائے میں موجود نہ تھی اور نہ  
 مشورہ نہیں لیا گیا تھا اور وہ اسکی مخالف تھی تو ایسی حالت میں عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہے کہ رضا  
 جو اپنی امامت پر مصر تھی بلا حجت و دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیعت کیوجہ سے بیعت کر لیتی اگر ایسا  
 ہوتا تو انصار میں سے ایک شخص اس کے بعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مثلاً بیعت کر لیتا کیوں انکی بیعت کو  
 اپنی ہی حجت قرار دیتی در نہ کم از کم یہ ہوتا کہ تا حاضر ہونے باقی ماندگان وجوہ مہاجرین کے اپنی بیعت کو  
 موقوف رکھتی تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انصار نے جب تک اس حجت تام نہ ہوئی  
 اور حق نہ کشف نہیں ہوا ہرگز بیعت نہیں کی تو حضرت محبیب کا یہ فرمانا کہ انے نے اول کو خلیفہ بنادیا  
 بالکل غلط ہے کیونکہ یہ خلاف بیعت وجوہ مہاجرین اور اعیان انصار سے منعقد ہوئی ہے ان اول اس خلافت  
 راشد کے انفاذ کی شرکت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی موقوف ہوئی پس روایت بخاری کا جبکہ  
 ذکر کرنا بے سود بلکہ بے موقع ہے مہنداجب ہم جناب امیر رضی اللہ عنہ کی سند لال کو دیکھتی ہیں جبکہ آپ کو اس  
 بیعت کی خبر پہنچی اور آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ یہی کچھ اس سے زیادہ نہیں ہے یاد آتا ہے کہ بیعت الہدایت  
 میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو عطاوی اباحت میں مذکور ہے جبکہ حاصل ہے کہ درخت کو لیا اور پل کو  
 چھوڑ دیا۔ **قولہ** ائمہ کی شہادت کا جو ذکر فرمایا ہے مقام حیرت ہی اس وقت امام باقر علیہ السلام  
 امیر تھے انکی گئی سنی بات یہی ہو چکی وہ تجہیز و تکفین حضرت میں مشغول اور بیچ دالم میں مبتلا تھے کہ اہم  
 خلیفہ بن بیٹے۔ **اقول** بیشک محبیب میرے لیے بیعت م حیرت ہی کیونکہ جب حضرت امیر کو  
 امام باقر تسلیم کر لیا تو دوسری امامت کے لیے شہادت کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہو گا۔ لیکن

فی الواقع یہ مقام کچھ ہٹ م حیرت نہیں کیونکہ یہ جملہ (اس وقت امام الفاضل جناب میرزا ہاشمی) غلط ہو  
اور ضلالت کتاب اللہ تسلیم کر رکھا ہے جس کو دیکھ کر اس حیرت اور بدومات میں گرفتار میں - صحیح  
رضی اللہ عنہم کے ساتھ دلی عداوت اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بنائے محبت کے اکثر  
جگہ اصول و فروع مذہب شیعہ میں اس طرح کے اوچھا دھڑ اور حیدر گیان ڈال رکھیں ہیں کہ نہ آج تک  
وہ کسی سے سلجھ کر اور نہ قیامت تک سلجھیں ولزیل صلیح العظام افسد الدہر - انہیں شہادت  
کر بارہویں سلام میں پہنچنے اپنی شرح کبیر نیچ السلفۃ میں تحت شرح خطبہ اللہ بلاد فلان میں جو  
تعارض و تناقض بیان کر سکے جواب تحریر فرمایا ہے قابل ملاحظہ اولوالابصار و نصفان روزگار ہے ذرا  
عجب صاحب بھی ملاحظہ فرمائیں - اور اگر یہ حیرت متعلق نفس و قوم شہادت کی ہے تو اس کا جواب بخیر  
اس کی کچھ نہیں کہ اپنی محبت معتبرہ دیکھ کر اپنی طمانیت فرمایوں - باقی رہا یہ کہ ان کی کینسی بات نہ چھی  
سو جو امر بابت اختلاف صحابہ موجود تھا وہ لامحالہ واقع ہوئیوا لاہت کچھ ضرور نہیں تھا کہ ہر ایک کی  
بوجہ اچانا اور مشورہ کیا جانا علاوہ ازیں وہ وقت ایسا تنگ تھا کہ اگر اس امر میں تاخیر واقع ہوتی تو ظاہر  
و قوع فتنہ کا اندیشہ تھا - اور نیز جب اکثر اکابر مہاجرین انصار موجود تھے تو بعض اکابر کا موجود ہونا خالاکہ  
وہ قاصدین نے الاتحلف سے شے کچھ نہیں - اور بیخ و الم میں مقید ہونا اس کا جواب اباحت سابقہ میں  
گھر چکا ہے کہ حسب وایات ماسی غلط ہے گرگز و الم وفات شریف میں مبتلا نہ تھی ان اگر تھی تو اپنی  
دیناوی حکومت کے غصب کے بیخ و الم میں مبتلا تھی کیونکہ امامت دینی کا تو غصب کرنا ظاہر غاصبین  
دست قدرت سے خارج تھا - ظاہری تسلط ہی آپ کی قبضہ سے غصب ہوا تھا تو اسی کا بیخ و الم تھا علما  
اسکراہل بیت رضوان اللہ علیہم تو حلول صابر کے وقت غیبت یعنی صبر و استرجاع کو اختیار فرماتے  
ہو کر اور اپنی خدمت خاص یعنی ہدایت خلق میں مشغول ہوتے ہو کر چنانچہ محمد اللہ علیہ روایات ہی موجود ہیں  
حد ثنا محمد بن الحسن قال حدثنا الحسن مقبل الذقاق قال حدثنا یعقوب بن یزید  
عن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکوفی قال لما حضرت اسمعیل  
ابن عبد اللہ الوفاة جزم ابو عبد اللہ جزم عا شید کا قائلما انکھض دعا بقصص خلیل

دریخت کثرت انوار کربانین کمال حضرت علیہ السلام فرمایا ہے -

مفسرین



اوجد يد قلبه تسريح وخرج يامر سينه قال فقال لبعض اصحابه جلست فذاك لقد ظننا اننا  
 لا ننتفع بك زمانا لما راينا من جرحك فقال انما اهل بيت نخرج ما لم ينزل المصيبة فاذا انزلت  
 صبرنا انتزعنا الله العين وقال لصادق عليه السلام انما اهل بيت نخرج قبل المصيبة فاذا نزل  
 امر الله عز وجل فحينما بقضاء وسلمنا الامر ولم ينزلنا الله ما احببنا لنا انتهى عن لا يحضر  
 الفقيه پس جبکہ حق تعالیٰ نے انکی پسندیدہ امر کو مکروہ ہی نہیں سمجھتا بلکہ محبوب سمجھتا ہے ہونگی تو رنج و الم کیا  
 اور جرم و دفع کیونکر ان جرم و دفع قبل المصیبت حسب روایات شہرہ پیش شہرہ قبل اندرگ و اولیاء بیگ  
 انبیاء و ائمہ کی شان کشتیان ہی حضرات نجبان سانی جو دل چاہی انکی جاب کی طرف نسبت فرماوین  
 لیکن جرم و دفع قبل البلاء کے علت اگر یہ ہے بلکہ ہر موعوم الوجود یا متوقع الوجود ہی تو جرم و دفع بعد حلول الوجود ہی  
 بلکہ قبل الوجود زیادہ مستحق حرمہ ہے اور اگر امر آخری تو محتاج بیان ہے۔ ایہی اسی من لا یحضرہ من  
 یہ ہی موجود ہے۔ و قال علیہ السلام ان البلاء والصبر یتبعان المؤمن فیائتہ البلاء وھو  
 صبور و لا البلاء و الخرج یتبعان المؤمن فیائتہ البلاء وھو جوع اور نیز مذکور ہے ولما  
 قبض علی بنی محمد السکری رای الحسن بن علی علیہما السلام قد خرج من الدار وقد  
 شق قمیصه من خلف و قد ام انتهى اب ذرا اهل الضافات ان روایات میں بخود و امعان نظر فرماوین  
 اور جناب محیب ہی بنظر الضافات ملاحظہ کریں دو تہین الہین درالبہ کو صغریٰ سناوین اور ثانیہ کو بکری قرار دے  
 اور نتیجہ کے مضمون کو ائمہ کی شان ہی تطبیق دووین جب اوکی اگر مذہب شیخ سالم باقی ہی تو مست  
 دست گنایا جو پتہ یارہون لیکن الضافات شرط ہے۔ قولہ اور بعد فرماوے امور ضروریہ اور انعقاد بیعت کہ لایہودہ  
 حسب شہادت روایت از الذہن جو تحریر ہو چکی ہے خانہ حضرت زہرا میں نقض خلافت کے مشہور ہو کر ہے  
 اور اس خلافت کے برہم کرنے کی تدبیرین فرمائے تھی جسکی اسی خلیفہ ثانی نے انیس گز حلالان کے حکم دی ہے

[illegible]



کیا کہی نام شہادت ہر اقول اگرچہ اسبق میں اسکا جواب مذکور ہو چکا ہے لیکن اس جگہ پر  
 چونکہ ہماری محبت بے شک مکرر ذکر فرمایا اور اسکا اعادہ باضافہ افادات کیا جاتا ہے نہ سچ ہو کہ اگر مذہب  
 تسبیح پر بنا گفتگو ہو تو حضرت محبت ہی جواب کا فکر فرمادین کہ اولاً حضرت سبب ترک تفسیر واجبہ و سکوت  
 باسورہ عدم منازعہ اشتمل ہوتے ہیں۔ اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بیفائدہ اسرین مبتلا ہوئی کہ عیسایان کا دیکھنا  
 آپ کو سبب و مہم تھا کہ یہ ارشدین تو اندھین اور تیز اوس روایت کی یہی تکذیب ہوتے ہیں جو آپ کی عالم الغیب دنیا  
 ہونے پر دلالت کرتے ہیں ثالثاً باوجود اوس قوت و شجاعت مفرطہ کی جو روایت ساط سے بمقامہ  
 و مقامہ قوم عاد و معاملہ قتل ابوبکر اشجع عامل مذکور معلوم ہوتی ہے اور باوجود اوس عقل و فراست کا کہ  
 جسکیاں ناممکن ہے کہ آپ کا زمانہ پروردہ نشین میں حسب روایات شیعہ مانند جنین بطرح خجاست اور جنین  
 شہک بعضی اسیات کہ سبب کفر تفسیر مشورہ کرنا اور اپنی مدعا پر کامیاب ہونا اور ذرا سہی دہکی سے  
 اپنی دعویٰ سے دست بردار ہو کر معیت کرنا علاوہ اسکی کہ اصل شیعہ پر حیرت انگیز اور عجیب خیرہ ہر مذہب روایات  
 جنین توحید و توحید خدا کی روایت کے ہیں۔ اور اگر مذہب اہل سنت کو اعتبار سے گفتگو نہ نظر ہو تو سنی اہل سنت  
 جناب امیر کو معذورم کہ بہتر ہیں اور عالم کان دیکھوں کہ تسلیم کرتے ہیں اگر آپ نے ابتدائین بالفرض  
 نقض خلافت کی شور مچائی تو یہی خطا تھی ہرگز خطا اجتہادی کی اور بعد اسکی جب آپ تنبیہ ہوئی  
 اور اسکی حقیقت پر کماحقہ وقوف حاصل کیا تو معیت ہی کی اور شہادات ہی بیان فرمائی۔ غرض جب تک  
 بیعت نہیں کیے ممکن ہیں کہ شہادات بیان فرمائے ہوں اور جب حق منکشف ہو گیا اور بیعت کر لی  
 برنجش و دیو گئی بعد اسکی شہادات ہی بیان فرمائے ہوں اس میں کوئی تناقض اور کیا اختلاف ہے اور یہ تقریر  
 اور وقت تک کہ ہم علی سبیل التزلزل نقض خلافت کے مشورہ و ذکر وقوع کو تسلیم کر لیں لیکن بحول اللہ تعالیٰ  
 ہم کو یہ سہل حال ہے کہ ہم ابتداً وقوع مشورہ و نکو ہی باطل ہیں صحیح۔ اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی  
 حق ہے اور وہ بیعت اہل حق عقد وجوہ مہاجرین و انصار سے واقع ہوئی اور صحابہ میں سے کوئی فرد اسکا  
 مخالف نہ تھا اور یکو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استحقاق خلافت میں انکار یا شک  
 و تردید نہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی اگر ظاہر تھا تو اس امر کا تھا کہ ہم کو شریک مشورہ و یکتا

نقد خلافت و شوریٰ کا ذکر نہیں کیا کہ اگر ان کا جواب

نہ کیا۔ جب اس مسئلہ پر عقیدہ میں سے کسی توہم متحقق مشورہ تھی چنانچہ جو مشورہ بھی کیا گیا وہ بذریعہ اسی جناب ہوا  
 اور جب اسکی تجویز درج ہو گئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ ہم کو اس میں کلام نہیں ہے کہ ابوبکر اہل حق بالخلافت  
 میں چنانچہ اس صنف میں کو حدیث بخاری صریحہ ثبت ہے اور جب ہم حدیث ازادہ اسٹھا کہ جو جناب مجیب کا  
 مسئلہ ہی دیکھتی ہیں تو اس میں یہ الفاظ ہیں ینساوہرو فیما ویلہ یجوز فیہم جکا ترجمہ مجیب ہے  
 یہ کیا ہے اور جناب سیدہ سے مشورہ کرتے ہیں اور اپنی کام میں مراجعت کرتے ہیں اور ان الفاظ میں  
 کہاں ہے کہ آپ نفی خلافت ہی کے مشوری کرتے ہیں اور صرف مشورہ کرنے سے کیونکہ لازم آیا  
 کہ وہ مشورہ ہی نفی خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منع ہو چکی تھی اگرچہ بعض  
 اکابر شریک نہ تھے کیونکہ بیشتر روایات شیعہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت کے نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد  
 کو دیکھ کر ضروری نہیں تھا تو پھر کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ اسکی نفی کے بابت دیدہ دلستہ مشوری  
 اور تدبیر کرتے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا کی جناب میں منسوب کریں بلکہ فی حقیقت یہ مشوری  
 اس امر کے لیے تھی کہ جب اہل عدل و عقد نے بیعت صدیقی میں بلا مشورہ بیعت کی اور تہذیب اور کیا  
 اگرچہ ضرور ہوا تاہم مقتضای بشریت باعث ملال اور باعث تاخیر بیعت ہوا اور سوا صحابہ کو آپ کا یہ ملال  
 اور یہ تاخیر باعث ناخوشی اور کشیدگی ہوئی تو جب کشیدگی اور شکر بخیر طر فین سے ہوئی تو جناب امیر  
 اور دیگر ساتھیوں نے چاہا کہ کس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تہنہ ہماری پاس آئیں اور ہم انسی برادرانہ شکستہ  
 کریں اور وہ عذر و حاجی میان فرمادیں تو یہاں سے شکر بخیر دور ہوا اور ظاہر کی ملال رفع ہوا اور بیعت کریں کیونکہ  
 اگر ہم قسماً جمع میں ہوتے تو ہوا اسبب اگر کہ مختلف الطباع لوگ جمع ہو گئی کوئی ایسا امر نہ ہو جادی جو بیعت  
 زیادتی ملال ہو بس صرف اسی امر میں مشورہ تھا اور اسی بابت تخلیہ میں گفتگو ہوتے تھے چنانچہ حضرت  
 ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تہنہ بلایا اور گو حضرت عمر تہنہ جانے سے مانع ہوئی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز  
 اور تہنہ تشریف لے گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اس میں ابوبکر کے حقیقت بالخلافت کا فقرہ  
 کیا اور ہم مشورہ اور استدلال بیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر نے بجا آید کہ آپ کی مضامین  
 سامان فرمائی بعد مشورہ اسبب اسکا عقد کیا جو قبول ہوا اور شکستہ رفع ہوئی اور پھر امیر بیعت ہو گئی

چنانچہ آخر تک باہم شہر و شکر رہی اور شہادت فضائل و محامد خلفاء رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہی  
 یہ مدعا ہی صحاح اہلسنت و تصریح علمائے شیعہ سے بدالالت مطابقتی ظاہر و باہر ہی چنانچہ میر سید قمر الدین  
 بن اسلمی اسکو تسلیم کیا ہے اور شیعہ المطاعن کے مجملہ تائید میں عبارت مذکور ہے چونکہ خوف تظلم و استیصال  
 روایات مختصر اعرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں  
 یہ جملہ جو تحریر فرمایا ہے (جمع شدن در باب نقض خلافت مشورہ تھا بجا میر ذند) بہر اسکی کیا معنی ہوگا  
 سو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً ظاہر ہی کہ منشا اس طالع کا یہ ہے کہ خلافت تھا تو جب گردہ مخالف  
 خفیہ مشورہ کی ہی تو اگرچہ یہ مشورہ بابت نقض خلافت کی نہوں تاہم عوام میں شورش و خلال  
 پیدا ہونی کے باعث شمر نقض خلافت کی ہو سکتی ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ منافقین  
 اور اعدا دین متخرب دین بتین کے کہیں میں بیٹھ رہے ہوں تو چونکہ یہ مشورہ منہج نقض خلافت  
 تھی تو اسلیبی انہیں اطلاع کیا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی اسکو حدہ نظیرین عالم میں  
 چنانچہ قابل خط و کتابت کی ہر بین و ظاہر ہے کہ اس رائے مخفی کو جو حضرت زہراؑ کی دولت سرا میں  
 ہونا تھا حضرت عمرؓ فرما تاک ان بزرگوار و مہین سے تو کینسی نہیں پوچھا یا ہوگا جو باعث اسقدر  
 جوش و خروش کا ہوا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان مشورہ کو طاہر ہی حالت سے  
 سبب نقض خلافت کا سمجھا کہ اسقدر تمہید فرمائی اور سیو گھبرا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی۔ ثانیاً  
 سنا کہ یہ مشورہ ذیاب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اسکی معنی یہ کہ اسکی پیہ کی پیہ کہ یہ مشورہ  
 کرتے تھے کہ جس طرح ہو سکے خلافت کو توڑیں بلکہ ذیاب نقض خلافت مشورہ تھا سیکر ذند۔ کو معنی یہ ہے  
 کہ نقض خلافت کی بارہ میں مشورہ کرتے تھے کہ آیا نقض خلافت مناسب ہے یا نہیں چنانچہ بالآخر  
 یہ قرار پایا کہ نقض خلافت حقہ مناسب نہیں اور بعیت فرمائی۔ ثالثاً۔ سنا کہ یہ مشورہ ذیاب نقض  
 خلافت باہن را تھی جو حضرت نجیبؒ نے سمجھی لیکن یہ حکم جس طرح کی طرف نسبت کیا گیا ہے جسکا  
 صدق بعض کے طرف نسبت کرنے سے ہی ہو سکتا ہے تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حکم حقیقہ  
 جناب امیرؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف راجع ہے بلکہ یہ فعل حقیقی طور پر ان حضرات کا تھا جو

او میں ادنیٰ درجہ کی تھی اور مہمات شرع پر انکو پورا وقت حاصل تھا لیکن چونکہ حضرت امیر اور زبیرؓ  
 او میں مگر وہ تھی اور بڑی تھی تو بشرکت مجسموعی مجازاً ان حضرات کی طرف ہی وہ فعل منسوب کیا  
 چنانچہ عبارت تحفہ کی اسی طرف ناظر ہی پس اصناف سے ملاحظہ فرمائی اگر بالفرض ان حضرات سے  
 اس حکم کشور پر واقع ہوئی ہی ہوں تو یہی وقوع شہادات کو مضر نہیں ہاں ہفدہ گذارش باقی رہی  
 کہ ہماری بحیب صاحب یہ جو تحریر فرما رہے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے اونپر گہر جلانے کی دہکی دی تھی اور  
 پہلی تحریر میں یہ عبارت تھی اور بحیت یعنی کے لیگہر جلانی کی دہکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت قائم  
 بہت سے اہل سنت کی کتب معتبرہ میں درج ہے مگر چونکہ بعض علم عصر انکار کرتے ہیں اور شیعوں کا اقرا  
 بتائی ہیں اسلیٰ گذارش ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ بحیب کو دہکی اور قصہ احراق میں متنازع اور تفرقہ  
 نہیں حالانکہ فرقہ بدیہی ہے۔ **قولہ** پہر جناب امام حسن و امام حسین علیہما السلام نے جواباً بقوہ نام  
 تھی خلیفہ اول ثانی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ منبر سے اتر کیونکہ یہ میری باب کی گئی  
 اور مرد و خلیفوں نے بجز اقرار کے کچھ چارہ نہ کیا چنانچہ کتب معتبرہ المسند مثل تاریخ الخلفاء و  
 کنز العمال میں یہ حال تحریر ہے پہر میں حیران ہوں کہ کس جرأت سے ہماری بحیب فرماتے ہیں کہ خلافت  
 خلفائے شہادان ائمہ سے واقع ہوئی۔ **اقول** ہماری حضرت بحیب کے جوش و خروش کو دیکھنا  
 کہ کس شد و مد سے اپنی روایات سے چشم پوشی فرما کر فرما رہے ہیں۔ اجماع حضرت اہل بیان تو بالقوہ ہے  
 یہی معلوم نہیں ہے چنانکہ امام بالقوہ ہوتا ہے اپنی کتابوں کو ملاحظہ کیجئے اسنے علماء کی شہاد تو کو تو سنی  
 تفسیر صافی میں جو اسوقت میری سامنی کہلی ہوئی رہی ہے محمد بن برتضیٰ معروف لما حسن حضرت آدم کے  
 قصہ میں تحریر فرماتے ہیں **وَقَالَ لِيُوْذُ عَنْ الرُّضَاءِ قَالَ لِيُعْلَمَ لَا تَقْرَبُ هَذِهِ الشَّجَرَةَ وَابْتَاعَ لَهَا إِلَى شَجَرَةٍ**  
**لِخَطَرٍ قُلْمٍ يَقْلُهَا وَكَانَ كَلَامُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ وَلَا تَلْمَازُكَ مِنْ جَنْسِهَا فَلَمْ يَقْرَبْهَا بَلْكَ الشَّجَرَةَ وَكَانَ**  
**اَكْلًا مِنْ خِيَامِهَا لَمَّْا زَوْسُوسُ الشَّيْطَانِ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ وَكَانَ خَلْقٌ مِنْ آدَمَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَلَمْ يَكُنْ**

جلد دوم  
 باب اول  
 فی بیان حدیث  
 حضرت امیرؓ

۱۔ حدیث میں امام رضاؓ مروی ہے خدا تعالیٰ نے آدم و حوا کو گہیوں کے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس درخت کے  
 نزدیک سے نہ جھوٹو اور نہ چھینو فرمایا تھا کہ اس درخت کو نزدیک نہ آؤ اور نہ اسکی ہم جنس سے تو وہ اس درخت کے نزدیک نہیں جاتی اور درخت  
 دو درختوں سے کہ ایک باجہ شیطان نے اوکو بھجایا پھر فرمایا اور یہ آدم سے نبوت سے پیشتر واقع ہوا تھا۔ ۱۲۔

ذلک بذنب کبیر استحق بہ دخول النار واما کان من الصغار الموهوبۃ التي تجوز علی الکلیا  
قبل نزول الوحی الیہم فلما اجتباہ اللہ تاک وجعلہ نیاکاً معصوما لا یدنب صغیراً ولا کبیراً  
قال اللہ تاک فعصی آدم بہ فغوی ثم اجتباہ فآ علیہ وھذا قال ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحاً الایۃ  
وہی روایتہ ان اللہ عز وجل خلق آدم تحتہ ارضہ وخلفہ فی ثلاثہ لخریقہ للجنۃ وكانت العصیۃ  
من آدم فی الجنۃ فی الارض لتیم مقادیر لہم اللہ عز وجل فلما اھبط الی الارض وجعلہ حجتہ وخلفہ  
عصم لقولہ عز وجل ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحاً الایۃ۔ این روایات سے واضح ہے کہ قبل النبوۃ نبی  
بالقوۃ ہی اسی عصیت کا صدور جبکہ پاداش میں جو ار خداوند تعالیٰ سے بعد کی گئی اور جنت سے نکال کر  
اور قیامت سے معصومین دعا و اجتباہ ابی میں کی جب معافی ہوئی جائزہ سے بلکہ واقع پس اگر بقوۃ  
انہ سے کوئی اسی عصیت جس سے سختی خلو و دخول رہنوں اور وہ معصیت ہم جنب اس عصیت کے  
جو حضرت آدم سے ہر روایات سامی صادر ہیں علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف میں جو عصیت  
حدیث رفع اقلہم کی ہے تو علی روایات سابقہ کیا احتمالہ استبعاد ہے لیکن ہم اس قول کو حسب ارشاد جناب  
امیر بمقتضیٰ سامی میں اسی فعل کے برابر سمجھتے ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و دوش مبارک  
سوار ہونے کی بابت مروی ہوا۔ قطع نظر اس سے کہ جب تک دعا او سوقت ثابت ہو جبکہ اس وقت میں  
ثابت ہوں۔ (۱) آپ کو اس وقت رفع تقیہ جائز ہو (۲) لفظ اب سے مراد حضرت علی ہوں (۳)  
مقصود بیان استحقاق امامت جناب امیر ہو۔ (۴) آپ اس وقت کامل العقل اور مکلف ہوں  
(۵) عرفاً آپ کی اقوال و افعال زمانہ طفولیت پر محمول ہو کر قابل اعتماد و قبول بخانین جائیں۔ اکل محال  
آتا اور اس میں حسب لزوم شیعہ جن فاسطین باریقین نہا کشین نے معاذا اللہ جناب فاطمی کے دشمنوں کی

۱۔ اور کچھ بہت بزرگانہ ہی نہیں اب کہ جس سے دخول نار کے استحقاق ہوں اور وہ صرف گناہ صغیرہ بحث ہوا تھا جو نبی  
سے نزول وحی سے پہلے جائز ہیں۔ یہ جبکہ خدا نے برگزیدہ کے کہ جنی بنایا تو معصوم ہو گئی کہ گناہ صغیرہ کہتے ہیں وہ کسی کو نازل  
فرمایا۔ آدم نے اپنی رب کے نافرمانی میں گمراہ ہوا۔ یہ خدا نے اس کو برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کی اور ہر بات کی  
اور فرمایا اللہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت کے لیس  
نہیں پیدا کیا تھا بلکہ اس کو اپنی زمین میں جنت اور اپنی شہر و زمین خلیفہ پیدا کیا تھا۔ اور گناہ آدم سے جنت میں ہوا تھا۔ زمین میں  
تھا کہ اللہ کے امر کی تقدیر پوری ہو پس جب زمین پر آتا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت اور خلیفہ بنایا تو معصوم ہو گیا کہ لفظ اللہ۔ ان اللہ صغیر آدم نوحاً اللہ۔ ۱۳۔

گھر کو جلایا اور ضرب شمشیر یا تازیانہ سے صدمہ پہنچی کہ محسن شش ماہہ اسقاط کر لایا اور برہمن بن کر خستہ  
 ساتھ تہمت کیا اور اسد اللہ سے جبراً گلی میں پسی لکڑی جیت لے اور نبات طیبات کو غصب کیا اور فدک  
 چھینا اور کہا تو قلعہ ہی کو وہ ایسی خستہ انگیر باتوں سے سکوت کریں گے۔ اور وپرہامین بھومین کا  
 کیا رعب ہو گا جو ایذا رسانی سے باز رہیگی پس رفع نقیہ کی کوئی وجہ نہیں۔ معہذا تعجب ہے کہ خلافت  
 صدیقی سے توجو بظاہر جسے تھوڑا سا مطالبہ شروع ہوا اس قدر شکریہ فرامین اور خود ہی بلا ضرورت اس غلط  
 حوالہ امیر جوئیہ فرامین تو معلوم نہیں کہ حسب اصول لفظ خدا رسول کو کیا جواب دیں گے۔ زیادہ تعجب صاحب  
 تشیید المطالعین سے ہے کہ باین تبحر اتنی جواب طعن صدیقی کے عدم نقیہ کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ  
 قرار دیا ہے اور یہ جنال نفرمایا کہ حسب دایات شیعہ پہلے کونسا اذیتہا کہہ رہی جواب حضرت  
 فاطمہ کا لحاظ کر لینی یا ڈر جائیگی سلاوہ اس کی بہ علت خود زمانہ خلیفہ ثانی میں جو یہی قول امام ثانی سے  
 صادر ہوا نہیں جاری ہوگی۔ امر ثانی کہ تم کہتی ہیں کہ لفظ ابے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ  
 جناب امیر کو نہ کہ اطفال کے عادت ہے۔ جب اپنی بزرگی کے جگہ ایک کو شہید و کچھتے ہیں یا اپنی بزرگی کا  
 کٹر ایک کو پہنچی دیتی ہیں تو ناگوار سمجھتے ہیں اور تقاضی نزع ہوتے ہیں تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اوجس بہرہ دیکھا۔ اب ان کی جگہ دوسری لوگوں کو بیٹھا دیکھ کر مقتضا و غیر غلطہ فرمایا  
 اور فرمایا کہ میرے باپ کے منیر کو تر اور یہی ہے وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اسکی تصدیق فرمائی  
 اور فرمائی ہوئے سے ہی نفی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیری باپ کا منبر ہے میری باپ کا۔ اور دیکھو  
 یعنی ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر جو نہ میری باپ کا اور انکی مفاہت کو یاد فرما کر روٹھری  
 بہر صاحب تشیید کا اسکو حاشیہ شیعہ میں ضم نفس پر محمول کر کے مقصدی جواب پہنا کر فرماتا ہے۔  
 امر ثالث اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ سے بیان کرنا جس میں انہیث ثبوت خلاف مقصود  
 خلاف مضاحت اور نہایت مستبعد ہو اور کچھ غیب نہیں چاہے اس عبارت سے بغیر من محال اگر یہی  
 مدعا ہو تو ہرگز بایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور موافق تقریر صاحب  
 تشیید محافلین کا کچھ خوف نہ تھا تو یوں فرماتے۔ ایہا الناس ان مستحق الخافہ بعد جبکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوائی علی بن ابیطالبؓ کے رقصہ ہا غصبا وعد وانا  
 فانزلوه عن منبر جدک فانہ لیس لہ احد۔ اس وقت شیعہ کو گنجائش استدلال ہوئی ورنہ ایسی بڑی  
 امر کو ایسی طرح چیتان اور پیسلی میں بیان کرنا اور ایسی عبارت میں ادا کرنا جس میں خلاف مقصود  
 اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نہ کرے گا۔ امر رابع بدیہی البطلان ہے انبیاء کی نسبت ارشاد ہے فلما بلغ  
 اشدہ واستوی جو صراحتہً دل ہے کہ نبوت بعد بلوغ اشد اور ستوی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے  
 اشد کے معنی کمال عقل کے فرمائے ہیں محمد بن رضی المعروف لماحق بن صافی میں تحت قول اشد  
 فارادہ ربک ان یبلغا اشد ہما ای العلم کمال الکرا فرماتے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ  
 بلوغ اشد سے پیشتر کمال عقل و انجس حسب شہادت لماحق بن مفسر نہایت معنی استثناء اطفال کا عسوا  
 مکالیف شریعہ سے کسی دلیل ایسی واضح ہے جس میں کچھ چھان نہیں۔ امر خامس کے بطلان کے لیے حاجب بنشم  
 استدلال نہیں یاد آتا ہے کہ خود جناب امیر نے حاجب بنشم کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی  
 اور شیعہ روایت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تم جانتی ہو کہ حضرت کہ دوش مبارک پر سوار ہو جا کر تے تھے  
 جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اونچی حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ و اعتبار نہیں سمجھا پس اس  
 استدلال ختم کے رد پر پیش کرنا حضرت مجیب عیسیٰ ہی دشمن کا کام ہے مگر کیا کریں جب استدلال صحیح  
 پہنچے تو چین کو کیا ان البہ فریب تقریر و نسج ہی دل غش نہ کریں۔ پھر بلوغ نہیں کہ جس حد پر پہنچتا ہے  
 اور کس پر پہنچتا ہے پر دعویٰ تناقض باہین اقوال ائمہ و شہادات ہے۔ قول جبکہ یہ خلاف کتاب و شہاد  
 و شہادات ائمہ وغیرہ سے واقع نہیں ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اسلئے اصل سنت کو وضع ہول کی  
 اشد ضرورت ہوئی۔ قول جبکہ مجیب لبیب کی شہادت کا استیصال قرار واقعی کیا جا چکا  
 تو وہ ہی امر حق باقی رہ گیا کہ خلافت خلفاء و کتاب اللہ سے اور شہادات ائمہ سے

۱۔ اسی کو مستحق خلافت بعد میری نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے میری پدر بزرگوار علی بن ابی طالب ہیں  
 اور ابو بکر نے قمیص خلافت غصب و قدحی کے طور سے پہن لیا ہے۔ اس کو میری نانا کے منبر سے اتار دو۔ کیونکہ  
 یہہ اوسکا اہل نہیں ہے۔ ۲۔ پس میرے پردہ نگار نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی کمال عقل کو پہنچ جائیں

واقع ہو اور اہل سنت کو اوسکریسی اصول بنانیکر کچھ ضرورت نہیں قال القائل المحجب  
 قوله۔ مان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ہی جن اصول و شروط  
 پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کو نزدیک وہی اصول و شروط وقوع کر لیں معتبر ہیں۔ اقول۔  
 اس کو قول سے معلوم ہو کہ سوائی کتاب اللہ و شہادات ائمہ کی ہی خلافت راشدہ کر لیں  
 اصول و شروط میں پہر کیا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ  
 صحیح ہو۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه** اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت  
 محجب اپنی پہلی تحریر کی اصل مطلب کو پہلی ہوئی میں جو ایسا بے سرو پا اعتراض فرمائی  
 میں لکھیں اب میں مختصر خلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہوں اور اس پر جو کچھ مینی عرض کیا  
 وہ بھی مختصر لکھتا ہوں اہل انصاف خود دیکھ لیوں۔ کہ اس پر ہمارے محجب کیا فرما رہی ہیں اولاً  
 جناب محجب تحریر فرمائی میں شیعوں کو نزدیک امامت و شروط بشرط ثلثہ نص عصمت و فضیلت  
 اور اہلسنت ان شرائط کو شرط خلافت نہیں مانتے بلکہ بطور خود چند اصول وضع کرے ہیں جن سے انہی  
 نزدیک خلافت متحقق ہوئی ہے اور خدا ان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفائے ثلاثہ متنازعہ نہیں  
 وقوع ہے اور یہ ایک قسم کا مساوہ علی المطلب ہے انتہی۔ بندہ نے اس پر باہر بیہضون عرض کیا کہ  
 جبکہ خلافت خلفائے ثلاثہ ان کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت و واقع ہے تو اہلسنت کو اوسکری  
 انبات کر لیں مولانا نے اس کی کچھ ضرورت نہیں لیکن ظاہر ہے کہ خلافت کچھ خلافت خلفائے ثلاثہ میں ہے  
 منحصر نہیں ہے اور اگرچہ لفظ خلافت بمعنی ثلثہ نہ ہے تاہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ  
 نہیں ہے مفہوم ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بعد خلافت تہائی مخصوصہ راشدہ کی دوسری خلافت کو  
 اصول کے ضرورت ہے تو جب یہ خلافت تہا راشدہ حق ہو کر اور انکا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور ائمہ  
 انکی حقیقت کی نسبت شہادات فرمائی تو جن اصول پر یہ خلافت تہا راشدہ واقع ہوئی میں وہ اصول  
 لامی احسن ہو کر اور جو خلافت ان اصول کے مطابق واقع ہوئی۔ وہ ہی حق و معتد ہو کر پس اس پر  
 یہ فرمانا کہ اس قول سے معلوم ہو کہ خلافت راشدہ کر لیں سوائی کتاب اللہ و شہادات ائمہ کے ہی



اصول و شروط میں تو آپ کا یہ فرمانہ کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ صحیح عقلم  
فہم مطلب عبارت سے مراد ناسی نہیں تو کیا یہی کیونکہ اولاً اس کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مجرب کے کتاب  
و شہادات کو ہی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف واضح ہے کہ  
اس جگہ اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہیں جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوں نہ قضایا پر تخصیص علاوہ اس کی کتاب  
و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کہ یہ وہ اصول ہیں جو بطور خود وضع کیے ہیں جس کا  
الزام لگایا گیا تھا۔ ثانیاً یہی یہ عرض کیا تھا کہ خلاف تھا نہی متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول  
کی ضرورت نہیں لیکن جو اصول کہ ان سے تنبیہ ہیں وہ اصول وقوع و صلوح کے لیے معتبر  
ہیں اور اس سے ہر ایک نو کی بنیاد سمجھ سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اصول تنبیہ جو  
خلاف تھا نہی متنازعہ فیہا سے پیدا ہوتی ہیں اپنی ہی صلوح وقوع کے لیے معتبر نہ ہوں گی اگر ان کا اعتنا  
ہو گا تو آئندہ کی یہی ہو گا۔ لیکن ہماری محیب بسبب اپنی کمال دشمنی سے یہ سمجھ گئی  
کہ گویا لفظ صلوح وقوع کا مضاف الیہ نہی وہی خلاف تھا نہی متنازعہ فیہا مراد ہیں اور غلط  
سمجھ کر اعتراض فرما دیا۔ ثالثاً حضرت مجیب نے اہل کفر و ان اصول کا الزام لگایا تھا جو جہالت  
شرعیہ کی ہوا ہی نفسانی از خود وضع کیے جاوین اور بندہ کہترین نے ان ہی اصول موضوعہ کا  
انکار نسبت خلاف تھا نہی متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض میں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے محیب  
اپنی اصل قید کو فراموش فرما گئی ہیں جو متعلق انبات اصول کی دیکھو دیتی ہیں۔ اور یہ تمام گفتگو  
ابوقت تک ہے کہ ہم جناب محیب کی خاطر سے تسلیم کر لیں کہ اولاً انہی کا مطلب جو ہماری محیب نے  
سمجھا ہے وہ صحیح ہی رہنے فی الحقیقت اگر دیکھ جائے کہ ہماری محیب اصل مطلب انہی انہی کا مطلب ہے  
نہیں پوچھی کہ یہ وہی اور اہل علم و انصاف سے پوچھیں بندہ نے ہی ایجابات سابقہ میں اس کو مجدداً  
بیان کیا ہے۔ قول مجتہد انا وقتیکہ وہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہوں اور دلائل خارجی سے  
ثابت کیجیے جائیں یہ کہتے کہ جن اصول و شروط پر واقع ہو کی ہے اہل سنت کے نزدیک ہی اہل  
صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہیں مصادره علم المطلوب ہی اقول سبحان اللہ حضرت مجیب

مناظرہ دانی ختم ہی کیوں جناب میر صاحب ذرا سوچ کر ایسی توہم کی مصداقہ علی المطلوب کہو  
 کہتے ہیں اور یہ بیان مصداقہ علی المطلوب کیونکہ لازم آتا ہے **قولہ** اور نیز اس تکرار سے بظاہر  
 کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تو انصاف  
 کرنا چاہیے کہو تکرار و تکرار کسی دوسری سے پوچھی کہ یہ تکرار ہی یا نہیں پہلے ہی فرمائی کہ تکرار اسکو  
 ازین بعت ہے کہ جناب اپنی تکرارات بیفائدہ نہیں دیکھتے جو کہ بندہ بنظر انصاف صراحتاً قلم  
 انداز کر آیا ہے نفی خلاف کی شوری۔ گہر جلالی کی دیکھی فعلیت است جناب امیر۔ جناب امیر کی کثیر  
 تکراریں حضرت میں مشغولی۔ اقبال درینج والہ میں کسیک بات نہو چہنا وغیرہ یہ سب امور اور  
 علاوہ انکے بہت سی امور جو اسی ایک صفحہ میں مذکور ہیں قطع نظر تکرارات نام کتاب سے اگر یہ تکرار است  
 بیفائدہ نہیں تو کیا ہے اب انصاف سے سوچ کر دیکھی اور فرمائی کہ تکرار بیفائدہ اسکو کہتی ہیں  
 جو آپ کے عبارات میں موجود ہے یا اسکو کہتی ہیں جو آپ نے بندہ کی عبارت میں پیدا کیا **قولہ**  
 ان لفظان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس خلافت کا ذکر حضرت نے پہلے کیا ہے وہ خلافت راشدہ  
 نہیں۔ **اقول** عبارت کا مضمون سمجھنا یہ خاص ایسا ہی حصہ ہی بیشک خلافت کا ذکر پہلے  
 اصرار اس عبارت میں کر چکا ہوں (دفعہ جبکہ ثبوت خلافت خلف راشد کتاب اللہ و مشہدات اللہ سے  
 واقع ہے تو اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں ہے) اور ہر ایک ذکی و بلیغ اس عبارت کو دیکھ کر  
 سمجھ سکتا ہے کہ جو خلافت کتاب اللہ و مشہدات اللہ سے ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت  
 راشدہ ہونا اپنی اختیار ہی کیونکہ چاہا راشدہ کہہ دیا جسکو چاہا امامت سلطنت کہہ دیا کہ کتاب اللہ کو سنی  
 نہ اللہ کی رفعت نہ پیغمبروں ہمارے مجیبے خوب سمجھا لیکن یہ کچھ نہی بات نہیں حضرت مجیب  
 اور کرا کا یہ علم ہمیشہ کتاب سنت کو مضامین ایسی ہی سمجھتی چلی آئے ہیں یا بندہ اول قارو  
 کسوت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ میں ہی یہ ہی بات ہے **اقول** جو خلافت کہ کتاب اللہ  
 اور مشہدات اللہ سے ثابت ہو اسکو خلافت راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہمارے مجیب جیسی منصف کا ہی  
 کام ہے پس یہ محض ہماری جناب مجیب کے ظن میں ہے نہ واقعہ میں **قولہ** حضرت کا یہ فرمانا



ازین بیان معلوم شد که التاویج حساب فاما لجا بر و تا ج کذب و شیخ زان - تو اس روایت میں تو  
 و بی کچھ بچہ و فرمایا کہ نام کی کیا رو ہی چونکہ اس وقت نقل دایت ہی مقصود ہی قدر ہی پہلی اس حدیث  
 شریف کو تفصیل فرمائی دوسری وقت پر مختصر کرتا ہوں تا آنکہ عموماً ائمہ کا خلف را بشدین ہونا یہی ہے  
 پس یہی ہیات ہی ذکر فرمایا ہمچو ث نہیں ہو سکتا کیونکہ اس بنا پر فاسد یہی ہے - رابعاً اگر حصر اس ہی ہو کہ  
 خلف را و غیر ستم ہی جس ہی دریافت کیجیگا آپ کو تہا دیگا کہ جب خلف را و ائمہ با ہم متقابل مناظرین کو چنگ  
 تو ائمہ ہی ائمہ اہل بیت مراد ہو گئے اور خلف را سے خلف را ملے تو یہ ہی غلط اور از قبیل بنا پر فاسد علی الفاسد ہی  
 ثابت اگر ائمہ خود خلف را راشدین ہیں اور خلف را راشدین ائمہ ہیں تو ہم کب کہتی ہیں کہ وہابی ہوگا  
 کسی کی خلافت راشدہ پر شہادت دیتی ہیں بلکہ بعضہم بعض شہادت دیتی ہیں اور اسکو کوئی انہ  
 نہیں پس ان ہی سوائی کسی کی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے فائدہ ہی  
 سنا یہ فرمانا کہ اگر وہ ائمہ ہیں تو خود خلف را راشدین ہیں انہ نے جب سلسلہ مسلم ہی لیکن تفسیر  
 محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرنا ہی اس کی نفی غیر کی سمجھنا سب غلط ہی پس عبارت حق کے  
 معنی یا اختیار طہرین یا جامعینی کہ جن حضرات کے امامت کی تم معتقد ہو او نہیں کی شہادت  
 ہی خلف را ملے کی خلافت راشدہ ثابت ہو ہی یا یہ کہ جو متفق علیہم امام فی الدین ہیں ان کو شہادت ہی  
 ثابت ہونا ہی کہ خلف را ملے شہادت راشدہ ہیں یا یہ کہ وہ ائمہ جن کی خلافت و امامت اپنی زمانہ میں راشدہ  
 متفق علیہ ہی اور ان ہی شہادت ثابت کرتے ہیں کہ خلف را ملے سابقہ خلافتیں راشدہ ہیں اور ان  
 ہی وجہات میں کچھ خلل نہیں پس اگر اب ہی آپ کہ جہیں اور بہت دہری کرین تو خدا سمجھی  
 قولہ اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادت ائمہ کا جواب پہلو گزر چکا ہی **اقول** اس کا جواب  
 جواب ہی دین میں ملاحظہ فرمائیگی **قال الفصل الحبيب** - قولہ بحلاف حضرات شیعہ کہ  
 ان کو اصول ثلثہ با وجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں سئلہ مذکور میں یا لغویہ اول یا آخرین لان لشی  
 و ثبوت ثابت بلو ائمہ تو لزوم مصدقہ علی المطلوب علم اصول ملل استہ بالکل باطل ہی - **اقول** - اصول ثلثہ کہ

نسبت آپ کا یہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں دعویٰ بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو تحریر کیا جاتا۔ **بقول العبد الفقیر الی مولانا سید محمد ہادی مجیب لیبب** اس میں ادعا در مناظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ میں اپنے اصولائے ثلاثہ کی نسبت اپنی خلاف منصبی دلیل دعویٰ فرماتے ہیں کہ ہماری شرائط ثلاثہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اور جب مانع نے اس کی ثبوت کو منع کیا تو اولیٰ اوس سے اس کی منع پر دلیل کے طالب ہوتی ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ہمارا منصب کیا ہے اور اوس کا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو یہ معلوم کہ دعویٰ کس کو کہتے ہیں اور منع کیا چیز ہے اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہیں ہے اور اس پر یہ کہہ لینا ترسنا ہے **قولہ** اس امر عصمت کے دو طریق ہیں فضیلت خلفاء و بعض کے حضرات اہل سنت پر قائل ہیں اگر شیعہ کے اصول ثلاثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں تو حضرات ان شرائط کو کون دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ **اقول** یہ دعویٰ غلط ہے جو بار بار ہماری مجیب لیبب سے سرزد ہوئی ہے اور نتیجہ کر چکے ہیں اور اب بھی ہم متنبہ کرتے ہیں کہ حضرت یہ آپ غلط سمجھ رہے ہیں اہل سنت ہرگز ان شرائط کو شرائط نہیں مانتے آپ وجود کو اشتراک سمجھ رہے ہیں جو ان شرائط کا ہی حاکم ہے ہر شیعہ وجود اور شرائط میں چون جب ہے جو اطفال سے پہلے ہی مٹ جاتا ہے **قولہ** یہ کہہ سکتے ہیں کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کی قائل ہوں۔ **اقول** بیشک آپ یہ صحیح درست فرمایا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اہل سنت کسی امر کی بقاء قائم دلائل شرعیہ قائل ہوں اور یہاں تک ہم تک بشرع میں کوئی امر نہ ہو تو حق تعالیٰ ہی شرعی ہے واللہ الحمد والفضل ما شہد بہ الاعداء **قولہ** گو خلافت ہر کوئی دلیل شرعی قائم **اقول** کیونکہ حضرت اس کی کہتے ہیں پس اپنی اصل حالت پر آگئی اجماع حضرت کیا آپ نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہیں لیکن اس کے بعد تو آپ اس کو قطعیت کا اعتراف فرماتے ہیں گو آپ کا مطلب کہ خلاف ہو چنانچہ اوس موقع پر انشاء اللہ ہم اس کو ثابت کریں گے نیز حضرت بارہ میں کیوں قائل نہیں اگر ائمہ نے نفیٰ کچھ نہ فرمایا ہو تو حق تعالیٰ نے تو نفیٰ نہیں کیا ہو گا خدا کو کوئی باطل صادق نہ کہیں اور اپنی طلب کی تاویلات کو اس کے ساتھ نیز ان حضرات پر

تو یہی تو معلوم ہو جائیگا کہ اس سنت بلا دلیل مسیحی خلاف کے قائل ہو کر ہیں یا بدلائل و دلائل اللہ پر ہی  
 مسند ہے۔ **قولہ** چونکہ دور کا ذکر آئے بالاجمال کیا ہے محض جواب یہی گذارش کہ ہر چند آپ کی  
 کتب عقائد وغیرہ سے یہ ہر شے شرائط خصوصاً پہلے دو شرطیں یعنی فضیلت و نص تو ضرور  
 ثابت ہیں مگر ہمارے علمت بلکہ میں نے یہی انکار ہی چاہی تھا انشاء اللہ تعالیٰ کے دلائل شرائط میں ان کا ذکر یہ  
 تفصیل سے کیا گیا۔ مگر یہاں اس پر گذارش ہے کہ اگرچہ آپ امامت میں ان شرائط کے منکر ہیں مگر ثبوت  
 نبوت میں تو ضرور قائل ہیں کہ جو جواب آپ دین فرمادیں۔ وہی جواب ہماری طرف سے امامت میں کہنا  
 نبوت ہی قبول فرمائیے۔ **اقول** یہ غلطی وہ ہے جس پر بار ہا متنبہ کیا جا چکا ہے کہ امامت کے  
 نسبت تسلیم شدہ شرائط فضیلت و نص کا مبنی محض ایک خفیف التباس پر ہے جو ادنیٰ طلبہ پر بھی  
 واضح ہو سکتا ہے باقی رہ لازم دور کے جواب میں جو بطور الزام ارشاد ہوا ہے کہ امامت شرائط  
 ثلثہ کے اگر امامت میں منکر ہیں تو نبوت میں تو ضرور قائل ہوں کہ جو جواب اس دور کا منگی وہی جواب  
 ہماری طرف سے یہاں قبول کریں اس الزام کا رد محض اس گمان پر ہمارے محبب علی کے رکھ چھوڑا  
 کہ چونکہ فرماتے ہیں (مگر ثبوت نبوت میں تو ضرور قائل ہوں گے) اول چاہیے کہ شرائط ثلثہ کا ہر شے  
 اس سنت کو نزدیک ثابت فرمائیے تو بعد ازاں الزام دیتی اب یہی اگرچہ پیش اور خیال ہو تو بس اللہ لیکن پہلے  
 اس ہر شے شرائط اور لازم میں تقاریر اور امتیازات سمجھ لیں یہاں اگر ثبوت مثلاً نص پر موقوف ہو اور  
 نص موقوف نبوت پر تو امامت دور لازم آدی لیکن ہم کہتے ہیں کہ نبوت کا توقف محض اعتبار و صفات  
 خداوندی پر اور ظہور اس کا موقوف معجزات پر ہے نہ نص پر بخلاف شرائط ثلثہ امامت کے کہ امامت  
 موقوف نص پر اور نص موقوف عصمت و فضیلت پر اور عصمت و فضیلت موقوف امامت پر تو امامت  
 اپنی نفس پر موقوف ہوئی اور یہ ہر دور ہی قطع نظر اس سے ان شرائط ثلثہ میں جو دوسری خرابی  
 آپ کے تقریر سے لازم آئی وہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ یہ کہ آئے امامت کو ثانی نبوت قرار دیا  
 تو لاجلہ یہ ہر شے شرائط ثلثہ امامت نبوت کے بھی شرائط ہونگی۔ تو ہم ایک قیاس بنائیں جو کما کبر ہو یعنی  
 کلیہ ہو گا جو آپ اپنی تحریر میں تحریر کر آئے ہیں وہ یہ کہ (جس میں یہ ہر شے شرائط متحقق ہوں

وہ امام خلق و نائب رسول ہے (قیاس سطح ہوگا۔ الرسول یوجد فیہ ہذہ الشرائط و کل من یوجد فیہ ہذہ الشرائط فهو امام و نائب عن الرسول ینتجج الرسول نائب عن الرسول) اور یہ بدیہی البطلان ہے اور لزوم تقویٰ کے جواب میں تو آپ طرح ہی دیکھیں معلوم ہوتا ہے کہ شاید سمجھیں ہی نہیں در نہ انکو یہی نبوت کی معارضہ فاسدہ سے مالتی **قولہ** اور لزوم مصداق علی المطلوب آپ کی یہی پہلی قول سے ثابت ہے **اقول** اسی جناب گستاخی صحت پہلو آپ مصدورہ علی المطلوب کے تعریف سے کہیں اس کی بعد اعتراض سمجھیں اسکا کیا علاج کہ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ مصداقہ علی المطلوب کسکو کہتے ہیں یہ آپکا عذر کافی نہ ہوگا کہ میں محض فارسی ہوں **قال** **الفضل الحبیب** - قولہ - پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف میں بحث منظور نہ ہو تو اول صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و فضائل میں بحث شروع کی ہوتی جو آخر منجر بہ بحث الہی ہوئی۔ **اقول** - مجھ کو کسی اختلاف میں خواہ اصل ہو خواہ فروع بحث کی ضرورت نہ تھی کیونکہ کتب مناظرہ فریقین موجود ہیں اور ادین ہر قسم کی بحث لاکھ ہے نصف و حق کے طالب کے لیے کافی ہے صرف یہاں طرز عزائمیت فرامی دلی جنگا حال شروع میں تحریر ہوا ہے اہل الکتاب اور اہل کفر کے یہاں کیا جائیگا محض ذکر خاطر سے ہوگا **یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی** - اسی جناب - آپ اصل منشا سوال ہی نہیں سمجھیں آپ نے اپنی سوال میں تکرار فرمایا ہے (فرقہ اہل سنت و جماعت و شیعہ اثنا عشریہ میں اگرچہ اصولاً و فروعاً بہت سے اختلاف ہیں مگر بہت بڑی مخالفت اور مخالفت میں ہے) تو اس مسئلہ میں جناب نے گویا ہر فرمایا ہے کہ علت تخصیص یا بحث مسئلہ خلافت کے اس پر غصہ ہے منہ نے اس پر یہ عرض کیا کہ اگر یہی علت ہے تو اصل سے نزاع معلوم صحابہ سے اس پر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی منہ نے کب آپ کی ضرورت کا اثبات کیا جو آپ نے اس سے تبری و تحاشی فرمائی شروع کی اور منہ نے اس کی غرض تحریر سوال سے باز **خاتمہ** عزائمیت فرامی دلی تھی لیکن یہ تو جناب نے تحریر نہیں فرمایا کہ اصل فرمائش انکو یہ ہے کہ اپنی مسئلہ امت میں سے سوال لکھ جائے بلکہ یہ بتاتا ہے کہ انکا مدعا یہ ہے کہ کسی

سکہ میں بحث شروع ہو جاتی کیونکہ وہ خود چند ان اس ملک سے واقف نہیں تھے لیکن یہ یقیناً  
 جناب بطور خود مناسب سمجھ کر فرمائی سو یہ ہندو راہیں خاطر عزیز کا بھی بجا نہیں **قول**  
 پہلے گدارش ہو اگر اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے نہ محض فضائل بعض صحابہ **اقول**  
 اسی جگہ یہ بھی عرض ہو چکا ہے کہ اصل اس کے اصل بھروسہ ہی مسلمہ صحابہ ہے کیونکہ انہی ماخذ تہ  
 اجماع ماخذ تہ باعتبار ان اوصاف کے ہے جنہیں فریقین اہلسنت و جمیعہ باہم مختلف ہیں -  
**قول** حضرت نے بیان محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جائے کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل  
 و ایمان میں گفتگو کر رہتی ہیں عا شا و کلام یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کے فضائل کے مستکر ہوں  
 یا کل کے ایمان میں کلام ہو بلکہ بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت سب سے گفتگو ہے - اور یہ صرف اصل حق  
 ہے نہیں کہتے بلکہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ پہلی ثابت کیا گیا ہے کہ کل صحابہ کے  
 فضائل کے یہ حضرات ہی قائل نہیں - **اقول** شروع رسالہ میں کیسے تفصیل کے ساتھ  
 بیان کیا جا چکا ہے کہ علمائے شیعہ کل صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے بعض کے اور اور جگہ ثابت  
 کیا گیا ہے کہ حضرات شیعہ علی مخصوص ہمارے مجیب کو تمام صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے کیونکہ  
 اکثر نزدیک عصمت خلافت کرتے ہیں اور صحابہ میں سے بالاتفاق کوئی معصوم نہیں اور حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے سہیل بن خثیمہ یوم احد جبکہ سے فرار کر چکی اور بعد انتقال حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مہذاو کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرد ہو چکے تو فرما  
 وہ کوئی صحابہ بن ہو گیا ایمان اور جبکہ فضائل و محاسن میں اور بعض محال اگر پانچ چار بلکہ دس تیس  
 ہوئی تو لاکھوں کے شمار میں کس قدر لو میں محبوب ہو کر باقی اہل سنت کی نسبت یہ الزام کہہ ہی کل  
 صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض دیکھو کہ وہی اور اقرار ہے اہلسنت کے نزدیک تو کوئی ولی امت ہے  
 صحابی کے رتبہ کو ہی نہیں پہنچ سکتا مگر ہر ہی عصمت صحابہ ستم نہیں ہے بلکہ اہلسنت  
 صحابہ کی خطایا ان کی مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہو گا اہلسنت کو باوجودیکہ انہی فضائل کا  
 اعتراف ہے ان کی عصمت ستم نہیں تو ان کو یہ روایات کچھ ضرر نہیں **قول** فضائل کی صورت بعض



آئیے خانہ المحبین صاحب حیانت و اشراق و پیشہ و مردودان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں۔  
**اقول** بحول اللہ و قوتہ اسکا مفصل جواب ابجاث سابقہ میں جسجگہ ہماری حضرت مجیب نے بڑی  
 شد و دسی بہ اعتراض فرمایا ہے تحریر ہو چکا ہے حاجت تکرار و اعادہ نہیں مگر اسقدر گزارش ہے کہ اگر  
 بالفرض یہ کلمات الزاماً نہیں لکھے تاہم یہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الہی لکھتے ہیں محض کجا  
 افتراء اور بہتان ہے۔ **قولہ** ان اگر ان امور میں خلفائے ثلاثہ کی بابت تحریر فرمائی تو مضائقہ نہ تھا  
 کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہیں نہ ہم **اقول** اگر آپ کو ادعایا شدیہ کو صرف خلفائے ثلاثہ رضاکو  
 فضائل و ایمان میں گفتگو سوتی تو بیشک کچھ فضائل نہ تھا کہ خلفائے ثلاثہ کے ہی بابت تحریر کیجئے  
 لیکن آپ کو قریب روایات کافی وغیرہ سوائے چند چہار یا چھ صحابہ کے سب کے فضائل و ایمان میں گفتگو  
 مجہدا آپ ہی اگر سوائے خلفائے ثلاثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ تسلیم فرمائیں تو ہم صرف  
 معاملہ خلفائے ثلاثہ ہی پیش کرینگے اور جبکہ آپ کو نہ ارادہ بلکہ لاکھوں صحابہ کے فضائل و ایمان میں کلام ہو  
 تو بہ خصوصیت خلفائے ثلاثہ بالکل بھی ہوگی اور وقت عام طور پر بحث ہوگی جس میں خلفائے ثلاثہ ہی دخل  
 ہوگا باقی رہا یہ کہ اہلسنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضائل کے قائل نہیں محض کذب و افتراء  
 منشا اس غلط کام یہ ہے کہ فضائل کے لئے عدم عصمت تصور کر رکھا ہے اور یہ سراسر غلط ہے **قولہ**  
 وغیرہ بحث ہے آپ کو قول کے موافق بالآخر نتیجہ بحث لامتناہی ہوئی سو غیر ہمینی قول ہی شروع کر دی  
 اب آپ کا اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کچھ ہے آپ کچھ سمجھ رہے ہیں سوال الہی  
 جواب الہی مان۔ تاہم جو کچھ ہوا ہے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت بدیہ کے موافق ہو یا مخالفت  
 آپ نے ہیبت اچھا کیا۔ آفرین و مرزا اصل غرض میں یہ ہے کہ علت کچھ بیان کی اور بحث کچھ شروع کی  
 تو شاید نہ غم خود اس خاص بحث میں و ثوق کچھ زیادہ ہوگا ورنہ ہمارے طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع  
 کبھی نہ خود کیا دعویٰ کریں جناب کو خود معلوم ہو رہیگا۔ **قال** الفاضل المجیب  
**قولہ**۔ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ لامتناہی میں زیادہ دعویٰ ہے اور اسکی بحث پر ثوق

واعتماد ہوگا اسلیں اول اسکو چھیڑا۔ اقول۔ مسئلہ مختلف فیہ میں دعویٰ اور ثبوت و اعتماد دوسری  
 مسئلہ کی خصوصیت نہیں۔ یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ حضرت مجیب  
 دعویٰ اور ثبوت و اعتماد کا حال سیفہ راجحاث گذشتہ میں اہل الصاف و دلائل پر مشکف ہو چکا ہے  
 اور ہاں سہا آنکیرہ کٹل جا گیا لیکن تعجب یہ ہے کہ باوجود محض فارسی خوانی کے یہہ اعتماد و ثبوت  
 کس راہ سے آیا اور مرتبہ حق یقین کا کیونکر حاصل ہو نام جہاں تک تحریر کو دیکھتی ہیں اس سے  
 تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور کیا عجب ہے شاید بعض  
 اوقات میں آدمی کو غلطی پر ہی اعتماد اور ثبوت ہو جاتا ہوگا جیسے بعض بیوقوف اپنے آپکو دوا  
 منظور کر لیتی ہیں اور بعض جاہل اپنے زعم میں عالم من بہت ہیں آخر آپکو معلوم ہوگا کہ علی بن ابی  
 قسم یقین کا جہل مرکب ہی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا نام ہے۔ قول  
 مگر چونکہ اس مسئلہ میں پہلی سے گفت گو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہہ نہیں مسئلہ اس میں تھا  
 اسلیں اسکو چھیڑا گیا اقول یہہ عذر جانیئے اسے تحریر میں نہ پایا اگر اصل میں  
 اسکو طرہ فرماتے تو کچھ گفت گو نہ تھی۔ باقی اہمیت متنازعہ نہیں اس مسئلہ کے تو آپ ثابت کر دیں  
 نسکی اور کچھ ثابت فرمایا وہ مفید مدعا نہیں تو مختصراً کہہ دیتے ہیں جبکہ دعویٰ اس  
 عبارت میں کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ قال الفاضل المحبیب  
 قولہ۔ پس ہاں غلط منظور کر کے گذارش کرتے ہیں۔ جناب مخی طبع مدعی میں کہ شرط ثلثہ اثبات  
 یعنی نص عصمت و فضیلت دلائل عقیدہ و قلبیہ سے ثابت ہیں تو اول جناب کو لازم ہے کہ تعریف  
 امت کی فرادین اور بعد اسکی شرط ثلثہ میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو دلائل ثبوت  
 سے ثابت فرادین۔ اقول۔ ابھی اس غایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں یقول العبد الفقیر  
 الی مولانا حضرت تسلیم قولہ محب کو امید ہے کہ بفضل آلہ آپ امت اور سہ شرط  
 کی تعریف بخوبی جانتی ہوں مگر بخمال میری اس قول (اور انہی اصول خلافت جو کہ ہیں پہلی  
 انہی تعریف صریحاً و کلام کی مقصد کرنے کے لیے ایسا تحریر فرمایا اقول میں جانتا ہوں

خواہ نہیں جانتا آپ سے دریافت کر نہیں کیا حج ہی اگر میں جانتا ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ آپ  
 اسکی موافق ہی ہوں مہند اجیکہ آپکو جمیع مسائل میں دثوق واعتقاد ہی اور حق الیقین کا تہ  
 چسل کر لیا ہے تو محض پوچھنی ہی میں منقلب کرنے کی ڈر سے کیوں گہر لاتی ہیں اور آب ندیدہ  
 سوزہ کشیدہ کیوں ہوتی جاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ یہاں تو بندہ کہ علم کی ایسی محققہ ہو کر  
 کہ یہ امر خود بخود تسلیم کر لیا کہ میں امامت اور اسکی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہوں مگر اسجگہ اسکی  
 فروم میں ہونے پر مینی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہ ان کیوں اسے ناخو  
 ہوتی کہ میری جانتی کو بھی بے علمی سے تعبیر کیا **قولہ** افسوس کہ جناب نے میری عرض قبول  
 نظرانی میں آپکی اسٹ کی تعمیل سبتر شیم کرنا ہوں متوجہ ہو جی۔ **اقول** جناب کا ارشاد  
 بے موقع ہے محل تھا سلیبی کی مدعی ہو کر اپنی مدعا کو اثبات سے گریز دے کر اصرار کرنا اور دوسرے  
 مطالبہ اثبات سے متفقہ اہتم کرنا بے محل ہے اسلیبی جناب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جناب باخبر  
 واجب سے سبکدوش ہو جائیگی اور اپنی دعویٰ کو خضم پر ثابت فرماویں گے تو لبستہ اسوقت جناب  
 کو استحقاق مطالبہ دلیل ہوگا و ورنہ خطا الفتا و۔ باقی رہا بندہ کی گزارش قبول فرمانا گو جناب نے  
 اپنا ذمہ ہی وجوب سے بر عزم خود فارغ کیا ہوا اور نے بحقیقت سمیع ہو یا نہ ہو اسکا بندہ ممنون  
 عنایات ہے **قولہ** امامت کی تعریف یہ ہے دین دینا کے جمیع امور میں نیابت پیغمبر سے  
 کل امت کا مقتدا پیشوا ہونا عصمت ایسی حالت سے مراد ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لطف  
 و عنایات سے کسی شخص میں ثابت ہو کہ اس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کو بہر ہی لوگنا  
 کی خواہش و رغبت اس شخص سے منتفی ہو جاوی۔ نفس سے یہ غرض ہے کہ خدا اور رسول سے منہ  
 حکم اسکی امت کو بابت صادر ہو۔ افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جسکا امام موصفیت  
 حمیدہ و اخلاق ستودہ ہیں اسے **اقول** یہ تعریفات بوجہ چند محل بحث میں آدگا  
 یہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہے یہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہے یا لفظی یہ تعریف بہتر  
 ہے یا اصطلاحی اگر اقل سے توجہ محل اندیز غلط کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہ معنی پائی

ہی نہیں جاتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرعی یا غیر شرعی اگر غیر شرعی ہو تو قابل التفات نہیں  
 اور اگر اصطلاح شرعی ہو تو لسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہے ورنہ دعویٰ باطل و دلیل کم ہے  
 قابل سماعت ہے کہ کو تو تتبع موارد کلام شارع سے جن مواقع میں یہ لفظ بلا قرعہ اطلاق کیا گیا ہے  
 جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونی کے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حد اپنی محسوسہ و دو پر  
 مستقیم نہیں کیونکہ جامع نہیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا۔  
 اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اور نیز انبیاء کریمین ارشاد فرمایا۔ وَجَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً یُّحَدِّثُکَ  
 اور یہی ہے کہ انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کی صحیح نہیں ہے۔ ثانیاً اسکا کہ یہ اصطلاح  
 شرعی اور حقیقت شرعیہ ہی تو جب جگہ بلا قرعہ صارفہ اسکا اطلاق ہوگا یہہی معنی مراد ہونگی  
 تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہیں مانتی اور جو کچھ امام علیہ السلام نے نسبت شیخین فرمایا  
 ہوا امامان عادلان اوسین کیونحنی حقیقی شرعی مراد نہیں لیتی اور کوسطحی تاویلات بعید  
 اور عقل فراتے ہیں۔ ثالثاً یہہی تعریف مانع ہی نہیں ہے کیونکہ یہہی تعریف اون انبیاء پر ہی صادق  
 آتا ہے جو کسی رسول کے بعد اسکی شریعت کے احیاء کے واسطے بعد اندر رہا مبعوث ہوئی حالانکہ انبیاء  
 اس اصطلاح کے اولیٰ امام اور خلیفہ راشد نہیں کہتے۔ رابعاً عصمت کو تعریف حالت کے ساتھ قرار  
 ہے کہ جسکی ثبوت پر مثبت لگے میں اسکی سبب سے معصیت کی رغبت منتفی ہو جائے اور یہ غلط ہے کیونکہ عوام  
 مسنین میں بھی بعض اوقات یہہی حالت اجنابت کہی پیدا ہو جاتی ہے کہ رغبت معصیت اوس  
 حالت کی سبب منتفی ہو جاتی ہے اور اسکا انکار مکابرہ ہے حالانکہ آپ اوسکو عصمت نہیں فرماتے  
 اور تعریف عصمت اوسپر صادق آتی ہے مان اگر ملکہ کے ساتھ تعریف کیجاتے تو شاید صحیح ہوتی  
 کہ اوسمیں معنی سوچ کے ہیں اور حالت میں یعنی تغیر و تبدل کے۔ خامساً لفظ خواہش و رغبت سے  
 یہہی مضموم ہوتا ہے کہ بدون رغبت کے مثلاً سہو اناؤں کی حالت میں صدور و عصیت جائز ہے  
 حالانکہ آپ اسکو قابل نہیں ہیں۔ سادساً تقیہ کی آڑ میں تو حضرات نے کہا یہ بلکہ کفر و شرک تک

ہی انہی ثابت کر دیا جو بخوبی اس وقت ثابت کرتے ہیں کیونکہ تفسیر حسب تعریف قوم دینی جو اہل حق و عدل  
 فیما بین موت و حیات ہی تو بہر عصمت کس کا نام ہے۔ سب بے افضلیت کی تعریف میں تو ہر عجمی و عربی  
 و مسلمان ہر نام سے ہی خرچ کر ڈالا جی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنی معرفت پر محمول تو فرما سکتا ہے اور  
 ذرا یہ بھی مائل فرما کر دیکھ لیجی کہ دو صرح لازم آتا ہے یا آپ کا وہ ہی مصداقہ علی الصلح و علی الصلح  
 اور نہ کہ یہ بھی تحقیق کیجی کہ بنی افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق مستزادہ ہر عجمی و عربی  
 بافضل جو یا مدار کثرت ثواب اور قرب من افتد تک ہے ہر عجمی و عربی بدرک الا بالشرع بعد ان سبب  
 اپنی تعریف صحیح قرار کر دے جو اب کیجی کہ چونکہ خوف طوالت تھا اس لیے مختصر اعلیٰ صفات متداول  
 فی بعض عرصہ کر دیے۔ **قولہ** اور ان ہر شے اظہار کی دلائل کے نسبت اگرچہ اس قدر گذشتہ کہ فرہی  
 کہ حسب امت ثانی مرتبہ نبوت ہے اور نیابت بنی ہر امر دہی اس جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہیں  
 وہی جیسے یہ کچھ غیر عصمت امامہ پر دال ہو مگر اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کو آپ قائل ہر ہونگی  
 افضلیت خلفاء کی آپ معتقد ہیں نص کے باب میں ہر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہلسنت نص کے  
 علی الاطلاق مست کہ نہیں پس اس صورت میں ہر کو بہر شے اظہار کے دلائل کے بیان کر نیکی جنہاں ضرورت  
 نہ تھی مگر چونکہ آپ نے باہر خاطر بہر محبت منظور فرمائی ہر اسلیں اہل رعایت ہر کو بھی ضرور ہر اقول  
 یہ تقریر دلقرب باطل نامہ تمام ملکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علامہ کوئی دوسرا مرتبہ ہر  
 تو اسکی شرح کرنے چاہیے اور اسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت ہر امر دہی اوجہ (نیابت  
 بنی ہر امر دہی) - عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہو مگر  
 وہی جیسے عصمت امامہ پر دال ہو مگر اس سے غلط ہے کیونکہ اسکا مدار ہر ہے کہ اصل میں جسد اوصاف  
 ہو مگر وہی فرع میں ہی ہو مگر حالانکہ یہ بدلتہ غلط ہے ان اگر فیما بین اوصاف اصل و نائب  
 فرمائے تو صاف نہ تھا اور اگر یہ امر دہی کہ بعض اوصاف اصل نائب میں چھتین وقوع نظر ترجیح  
 ترجیح ہے آپ کا قیاس غلط اور باطل ہو گا۔ عصمت انبیاء کا میں قائل ہوں اور اس امت کو احیاء شریعت

اور اجرائی شعاور و مرآسم اسلام میں نیابت نبوت اعتقاد کرنا ہوں لیکن باوجود اہم اوصاف نبوت کو  
 بنی کے ساتھ مختص سمجھتا ہوں اور اوصاف امام کو اس کے ساتھ۔ اور عصمت کو انم نبوت سے پہلے  
 پس نبوت عصمت کے لیے امام میں یہی سی دلائل کے امامت کو صرف نیابت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا  
 محض ہمارے عجیب کے ناجائز تقلید ہے کیونکہ یہہی غلطی اپنی شہید ثالث وغیرہ کو یہی سدرہ حق ہو  
 وہ مجالس المؤمنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمتی میں فرماتے ہیں زیر کہ امام کا مقام نبی است در جمیع امور  
 کہ در اسم نبوت و نزول وحی اور اگر زیادہ متبع کیا جاوے تو نزول وحی کا یہی مختصات نبوت سے ہونا  
 باطل ہوگا اپنی امام کہنہی کے حدیث ملاحظہ فرمائیے **عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَانَتْ نَبَاتُ**  
**وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ اللَّهُ إِلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ فَيُكَلِّمُهُ وَيُصَلِّعُهُ صَوْتَهُ وَلَا يَرَى الصَّوْقَ عَنْ خَشْفَةٍ** اور کتاب  
 مختوم نجاتیم الذہب در مصحف قاطع اگر بطور وحی کے نازل نہیں کی تو کیونکر آئی۔ بہر کیف معلوم ہونا ہے کہ  
 شایہ خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد اور بیہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ  
 مختص نسبت عوام کی ہیں نہ نسبت ائمہ کے تو اس میں یہ اصل آئمہ اور آپ کے اہل تخت کی ہر قسم کے اہل  
 حق کے اور اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا یہہ آپ جیسی مناظرہ دان ہی کا کام ہے عسلا وہ کہ یہہ  
 محض قیاس ہے جس کو آپ فرم میں یہی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو معلوم نہیں کہ ایسی کیا مجبور ہیں کہ  
 کہ جس کے بدولت اصول عقائد میں اس کو تسلیم کر کے مستدل قرار دیا۔ سہذا یہہ دلائل آئمہ کا کیونکر مثبت  
 ہوئے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار اس علم کے وارد کی ہیں کہ جمہور  
 انبیاء کی عصمت صرف زمانہ نبوت میں تسلیم کے گئے ہیں اور عصمت معتقد علیہا سماجی جس کو آپ انبات  
 در پے ہیں وہ ہی جو شعائر و گبار سے سہوا و عہدا از عہد تالیحد ہو تو جس مدعا پر آپ یہہ دلائل وارد فرمائیے  
 میں خصم پر استیحت لانا بالکل لغو اور باطل ہے۔ پس میرا انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا ائمہ کے  
 عصمت کو مستلزم نہیں اور آپ کا قیاس قیاس مع الفارق اور غلط ہے۔ باقی راہ شہرہ فضیلت

۱۰ امام سجاد سرمدی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محدث ہیں اور محدث وہ ہوتا ہے کہ جس کی طرف خدا فرستے ہیں وہ اس کی بات  
 کرتے اور اس کی آواز سننے اور صورت نیکی جو ۱۱

ثبوت میں صرف میری اعتقاد و فضیلت کو جو خلفاء کے نسبت ہر کافری سمجھنا اور میری اس فعل کو  
 مکلفی خیال کرنا کہ اہل سنت علی الاطلاق نص کے منکر نہیں وہ بدیہی غلطی ہو جو ادنیٰ طلبہ بھی نہ کرتا  
 اور ہماری علامہ مجیب گذشتہ اجابت میں بہت جگہ ایک چکر میں اور ہم مبتدہ کر چکی ہیں اب اس  
 تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ہماری محجوب بسبب کو ہر تہہ شراک کے دلائل کے بیان کرنے کی کس قدر  
 ضرورت تھی لیکن کیا کریں ہماری پاس خاطر کے رعایت لالہ ہو تھی اس لیے جب کوئی دلیل ہم  
 نہ پونجی تو امام رازی کے ہر مؤلفین پناہ لی کلا چیز مناص۔ **قولہ** لہذا گذارش ہو کر اگرچہ  
 دلائل عقلیہ و نقلیہ عصمت امام پیشا میں اور میں سے بہت سی ہماری علماء کرام نے کتب مبسوطہ  
 کلامیہ میں تحریر فرماتے ہیں مگر بیان صرف اس قدر کہ لکھا گیا ہے کہ آپ کی تحقیق فخر نے ہر دو کو  
 لکھا ہے تاکہ آپ کو بھی اعتراض نہ ہو۔ بہت خواہی کہ شوق مصمم تو عاجز و مضن ہو ہی منہ بجا قول  
 پیران کہیں نہ مصمم از سخن تو چون نگرد و ملزم اور اسبغنا ہی خوش انعم کن \* **اقول**  
 اسی حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجیب کے اشہد بیز انصاف کو دیکھنا چاہی کہ اس سید ان  
 میں کس قدر طریق عدل سے منحرف ہو کہ بحث اثبات عصمت ائمہ از عہد تاحد میں دلائل عصمت  
 انبیاء کے جو زمانہ نبوت میں سے تسلیم کی گئی ہے پیش فرماتے ہیں اسکا نقص محض بجا گذشتہ  
 قول کے تحت میں عرض کر چکا ہوں اور انشا اللہ تعالیٰ ہر دلیل کے ساتھ اس پر جرح و فحج  
 کر کے اس خط پر متنبہ کر دیا کہ جو ہماری محجوب اور ان کو ہم غیو کو واقع ہوئی ہے ہر پیر باہنہ  
 خوبیاں ناز و فخر سے رباعی زیب جواب فرماتے ہیں۔ **قولہ** پوشیدہ نہ ہو کہ امام  
 فخر الدین رازی صاحب نے سولہ دلیلین عصمت انبیاء سے قائم کی ہیں کہ وہ سب بغیر سبیر  
 عصمت ائمہ ثلاثین جاری ہیں بنظر اختصار او میں سے بعض لکھ جاتے ہیں حضرت مجیب  
 تفسیر سیر ملاحظہ فرمائیں۔ امام صاحب موصوف سورہ بقرہ آیہ اول رکوع ۴۴ میں ذیل  
 قولہ **قَالَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ عَصَمْتُ لَكُمْ أَنْ تَقُولُوا بَلَاءٌ مَعَ اللَّهِ** میں اختلاف مذکور ہے ذکر کو بعد فرماتے ہیں **لَا تَقُولُوا**  
**عَذَابُهُمْ لَمْ يَصِدْ عَنْهُمْ** الذنوب **الْبُيُوتِ الْبُكْرَةِ وَلَا الصَّغِيرَةِ** بدل علی وجہ احد الوصل الذنوب

عنہم لکھا تو اقل درجہ من عصابہ الامت وذلک غیر جائز بیان الملائقہ از درجات الاخیاء کانت  
 فی غایت الجلال والشفق وکل من کان كذلك کا قصد مراد الذی عنہ الخش لا توی الی قولہ لکما  
 یا نساء النبی من مات متکبر بقدر خش منیۃ یضاعف لها العذاب ضعفین والمحصن یمح و غیرہ  
 یحد و حد العبد لضعف حد الحر و اما انہ لا یجوز ان یکون النبۃ اقل جلال من الامتہ فذلک  
 لا یجاء انتہی۔ آپ ہی غور فرمائیے کہ یہ دلیل بعینہ عصمت امام میں ہی جاری ہے ائمہ کے  
 درجہ ہی بہایت شرف و جلال میں ہیں پس ایسی گناہ کا صادر ہونا ہی محض ہوگا اور یہ  
 بات کہ امام کا امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ہے فضیلت کی بحث سے ظاہر ہے چنانچہ  
 اسکا بیان یہی آگے آئیگا آپ فضیلت خلفاء کی محقق میں۔ **اقول** یہ دلیل جو امام  
 رازی نے عصمت ابنیاء میں وارد کی ہے کی طرح عصمت ائمہ کو مثبت نہیں ہو سکتی ہے  
 اور بوجہ محل بحث ہے اولاً ظاہر ہے کہ ائمہ مطہرین ابنیاء اور داخل افراد امت میں ابنیاء بنیوں  
 جو جلال و شرف ابنیاء کو حاصل ہے ائمہ کو نہ ہوگا کیونکہ بالاجماع مرینی اپنی تمام امت سے اصل  
 و اشرف ہے ائمہ اگر جلال و شرف کو کسی مرتبہ میں واقع ہوں تاہم افراد امت سے خارج نہیں  
 ہو سکتے اور ابنیاء کی جلال و شرف کو نہیں ہو پانچ سکتی تو صدور معصیت اگر منافی ہے تو اس  
 غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافی ہے جو صرف ابنیاء ہی کو حاصل ہے اور افراد امت کو حاصل  
 نہیں ہو سکتا افراد امت میں سے اگر کسی کو کوئی شرف و جلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کا جلال  
 و شرف بہائمہ ہوگا تو صدور معصیت کو بھی منافی نہ ہوگا پس در صورت صدور معصیت مستلزم  
 کو کسی استحالہ کو نہ ہوگا اس میں کیا استحالہ ہے کہ امت میں کا فرد اعلیٰ فرد فل ہو جائے۔ ثانیاً افراد  
 امت میں سے ائمہ سی لیکر عدد اول صلیحہ امت تک جس قدر افراد و اصناف ہیں سب کو اپنی مرتبہ  
 کو موافق جلال و شرف حاصل ہے صحیح یہ قولین غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں بلکہ اصیاً  
 مثل ابوبال غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں ازواج مطہرات میں آپ کو نزدیک حضرت  
 ام سلمہ سے غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں الہیت سوائے ائمہ خصوصاً حضرت

ابنیاء بنیوں کی امت میں جلال و شرف۔



قاطعہ رضی اللہ عنہما جو آیت تطہیر میں بھی داخل میں غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں  
 تا بعین الہم باحسان غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں علیٰ ہذا القیاس محدثین فقہاء  
 خیار میں صدیقین و شکوک میں خصوصاً جنکوشان میں ہر کوئی کہ لا انقطع انوار النبوة غایت درجہ  
 شرف و جلال میں واقع ہیں سلامہ ان سب کے نائب صاحب الزمان جو سنگم عنایت کا رکن ہیں  
 جسم تمام دین کا دار مدار ہوگا غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں اگر شرف و جلال  
 مطلق مستلزم عصمت ہیں تو تمام مذکورین معصوم ہونگے۔ ولید یقول: احدیہ در اگر شرف خاص ہے  
 تو وہ فقط انبیاء کا شرف و جلال ہے جو غایت اعلیٰ درجہ کا ہے ائمہ کی شرف و جلال کا مستلزم ائمہ  
 دوسری دلیل سے ثابت فرمائی۔ و در خط القنادشا لکھا ہے کہ امت سے شرف و جلال  
 و اعلیٰ فضل ہونا اور اقل حال ہونا امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود  
 افراد امت میں داخل ہیں آپ انکا اس طرح اجل و اشرف ہونا بھی بالاجماع ثابت کیجی  
 ورنہ اس دلیل سے ثابت نہ ہو لیکن اگر ائمہ کو قیاس علیٰ الانبیاء است سے فضل کہنا ہماری  
 محبت جیسے ہمہ دان کا کام ہے ورنہ حقیقت یہ تفضیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال ہے  
 تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ ائمہ احاد امت میں داخل ہیں پس اگر تمام امت سے افضل ہونگے  
 تو اپنی نفس سے بھی افضل ہونگے اور یہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال ہے کہ وہ فضل الشی علیٰ النفس پر  
 فضلیت ائمہ قیاس علیٰ الانبیاء و باطل ہو ہے اور اگر ائمہ سے مراد اعداء انفسہم ہی تو پھر انبیاء پر  
 قیاس کرنا بھی البطلان سے اور تمام دلیل لغو۔ رابعاً آپ ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم  
 کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہتی ہیں کہ جو علت عصمت انبیاء سے وہ عصمت ائمہ میں بھی پکڑ جائی ہے یعنی  
 جیسے انبیاء غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں اس طرح ائمہ بھی واقع ہیں اور طرح انبیاء کا  
 امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ائمہ کا بھی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں تو وجہ اشتراک  
 اس علت کے جیسے انبیاء معصوم ہیں ائمہ بھی معصوم ہونگے اور یہ صریح قیاس ہے کیونکہ قیاس کے  
 لے اگر یہ لوگ خود توجہ کے آثار منقطع ہو جاتے۔

تعریف صاحب معالم الاصول نے یہ کہی ہے۔ القیاس هو الحكم على معلوم بمثل الحكم الثابت على معلوم  
 اخر لا يشترط ان يكون في العلة اور یہ تعریف بذاتہ اس کے صادق آتی ہے اب ہم اس کی علت کو  
 دیکھتے ہیں ظاہر ہی کہ یہ علت مقصودہ تو نہیں ہے۔ تو مستنبط ہوئی ہے اگر آپ معالم الاصول  
 وغیرہ کتب اصول دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ وہ قیاس جس کی علت مستنبطہ ہو چکی ہے نزدیک بالاجماع  
 باطل ہے معالم الاصول میں مذکور ہے۔ والمشتراك جامعاً وعلتہ وہی اما مستنبطہ وامنصو  
 وقد طبق اصحابنا على صنع العن بالمستنبطه الا من شذ وجعل اجماعهم فيه غير واحد منهم  
 وقوات الاخبار بانكاره عن اهل البيت وبالجملة فمنعوا عنه من ضرورة ما المذهب يدور بالفرض  
 سمعنا تسليم کیا کہ علت مقصودہ ہی ہوئی تاہم تنازعہ جواز عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ  
 باب اعتقادات میں غنیا ت کو دخل نہیں ہے پس یہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ میں بالکل  
 ناکافی ہوئی۔ خامساً وصف جلال و شرف جو انبیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی معلول  
 کسی علت کا ہی اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت ہی تلامذہ عصمت  
 اور ظاہر ہے کہ وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت واقع ہے ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے تو یہی ظہار  
 ہی لغو ہوا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع میں مشترک ہی نہیں اس واسطے حکم علی المشتق  
 مانع ہر دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر حکم اصل و شرف ہونی کا کیا گیا ہے تو ہر دلیل ہے کہ اس  
 حکم کے علت نبوت واقع ہے۔ یعنی یہ شرف و جلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اس کی علت نبوت  
 اور صفا رضا و لذت کے شائبہ ہے اور یہ حکم جس کی معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہو گا  
 اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اس کا لازم المعنی عصمت وہ بھی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی  
 پس اگر فرض محل یہ دلیل عصمت ائمہ میں جارحی تو ہماری محبت کے مدعا کو مثبت ہونگی کیونکہ

۱۰ قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہی مثل حکم دوسری امر معلوم کے سبب کہ کہ دو علت میں مشترک میں ۱۱

۱۲ عامہ مشترک کو علت اور جامع اکثر میں اور علت یا مستنبطہ ہوتے ہو یا مقصودہ اور ہماری اصحاب پر بحث کے

۱۳ سے متفق ہیں کہ مستنبطہ پر عمل منع ہے اور سبب لوگوں نے اس میں اجماع بیان کیا ہے اور اس میں سبب کے انکار تو اثر ثابت ہے

یعنی اثبات عصمت اور جہد تاحید ہی اور اس دلیل سے غایت سے غایت ثابت ہوگا کہ ائمہ نہایت  
 میں معصوم ہیں و این ہد امن ذاک - ہجند از اس دلیل کا اس پر ہی کہ اگر انہیں کسی معصیت صداد  
 ہوگی تو انہیں با انہیں جہاد و شرف عصمت است سے اقل درجہ ہوگی اور ظاہری کہ اسکا جہان  
 اوسی وقت ممکن ہے جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہیں تو امت کہان ہوگی کیونکہ امت بعد  
 بعثت ہوگی اور جب امت نہ ہوئی تو اقل درجہ ہونا و صورت صد و معصیت لازم نہ آیا تو عصمت  
 قبل نبوت ثابت نہ ہوئی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامت کیونکہ ثابت ہوگی پس ہماری حضرت  
 محیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرمادیں کہ یہ دلیل عصمت ائمہ میں کیونکر جاری ہو سکتی ہے۔

**قولہ** یہ امام صاحب موصوف فرماتے ہیں ثانیہا از بتقلید اقدم علی الفسق و جب  
 ان لا یكون مقبول الشہادۃ بقولہ الخ از جاء کمر فاسق ببناء فتینوا لکن مقبول الشہادۃ و

الامکان اقل جالا من عدل الامت و کیف لا نقول ذلك وان لا معنی للنبوة والرسالة الا  
 انہ شہد علی اللہ تبارک و تعالیٰ کہ شرع ہذا الحکم و ذاک والیضا جنویوم القیمة شاہد علی کل لقولہ الخ انہ یقول

شہد علی الناس انہ کون الرسول علیکم شہیدا - چونکہ امام ہی احکام شریعت بیان فرماتا  
 اور شہادت دیتا ہے کہ خدا و رسول نے یہ حکم امت کے یہی شروع کیا ہے پس یہ دلیل سے عصمت

امت میں جاری ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب از الہ الخفا میں قول خلیفہ کو دین میں  
 حجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہیں چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم میں یہ عبارت

درج ہر صفحہ ہم مطبوعہ طبع مذکور کے آخر میں شروع ہوتی ہے۔ و از لوازم خلافت خاصیت  
 کہ قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بان معنی کہ قلب عام مسلمین اور صحیح باشد زیر کہ اس

از لایم اجہتا دست و در خلافت عامہ بیان آن گذشت نہ بان معنی کہ خلیفہ نے قصبہ بے اعتماد و  
 اتخاف و واجب اطاعت باشد زیر کہ این معنی غیر ہی را میسر نیست بلکہ مراد ایجاب تہ تبرکست میں

المتبرکین تفصیل ابن صورت آست کہ اتخاف ۲ حوالہ فرمودہ باشند بعضی امور را بختم مخصوص  
 اسم او پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم میشود متابعت امر از جہد و متابعت ۲ بمقتضای امر

آنحضرت صلی علیہ وسلم و این صحت خلفاء راشدین بیان نماید که قول زید بن ثابت را در وائن مقدم باین  
 ساخت بر اقوال مجتهدین دیگر و قول عبداللہ بن مسعود را در قرأت و فقہ و قول ابی بن کعب در قرأت  
 بر قول دیگران و قول ابن مسعود را نزد یک اختلاف است بر قول دیگران آنحضرت صلی علیہ وسلم عزوجل  
 دانستند کہ بعد آنحضرت اختلاف ظاهر خواهد شد و در بعض مسائل بحیرت و تردید افتادند  
 آنحضرت صلی علیہ وسلم قضا فرمود کہ مخلص آن حیرت برای ایشان تعیین فرمائید و درین باب مجتہدین  
 است قائم کنند و این یعنی ثابت است بر آنکه خلفاء و اربعہ - انتہی بقدری حاجت - پس یہ دلیل ہی  
 عصمت امام بن جاری ہر اوجنا باب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت ہی  
 ثابت ہر ہی ہر جناب ہی معصوم ہن - **اقول** یہ دلیل ہر ثبوت معانی ہن اور ہر وجہ  
 پسنداسمین اختلاف ہی چنانچہ در وجہ اختلاف جو دلیل اول کے ابطال میں بیان کی گئی ہیں اس میں  
 میں ہی جاری ہن اور عدہ مذاہبی اور ہی بعض وجہ ہن جو قاطح استدلال ہن پس مختصر اذکر انہ  
 اولاً اس دلیل کا مدار سید ہی کہ رسول اکرم صلی علیہ وسلم تمامت پر شہید ہی یا باسبب اللہ خداوند تک  
 پر شہید ہی کہ ادنیٰ یہ احکام شروع فرما ہی اور نیز سید ہی کہ رسول کا عدول است ہی کہ درجہ  
 ہونا باطل ہے اب ہم امام کو کہتے ہیں تو نہ وہ حکم رضی تمام است پر شہید ہونے خداوند تک  
 پر ادنیٰ تشریع احکام کا شہید ہی - اس قول کے وجہ یہ ہی کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی وَاذْكُرْ لَكَ  
 جَعَلْنَاكَ اِمَامًا وَسَطًا لِّتَكُوْنَا اُمَّةً اَعْلٰی عَلَی النَّاسِ وَ يَكُوْنَتِ السَّوْلُ عَلَیْكَ مِمَّا يَدْعُوْنَ  
 اور اس آیت تشریف کا محاسل یہ ہی کہ ہمیں تکوامت وسط اسلیو بنایا ہی کہ تم امام ضعیف ہر جبکہ وہ  
 اپنی رسل کے تبلیغ کا انکار کی نگاہی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول ہن ہاں ہاں ہر توشین  
 فراموشی اور ہن ہر صدق فی شہادت ہر شہادت دیوی تو ہمیں جب قاعدہ اصول مسلمہ  
 سامی یا خطاب اون لوگوں کو ہی جو ہنگام نزول آیت موجود ہی یا حیار است کو یا تمام است کو  
 بہر کیف اگر یہ شہادت اول مستلزم عصمت ہی تو فرما رہا احادیث معصوم ہن کیونکہ  
 اسے اور اس طرح کیا ہر مگر گروہ عدل کا کہ تم لوگوں پر گواہ ہوا اور رسول غیر گواہ ہو - ۱۲

اثبات ہر عصمت امام کی در ہی ہر اول و دوم و تیسرے کا ابطال



اصل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور اگر اور بھی کچھ نہ کہیں تو حضرت کو خوش فہمی کے لئے ضرور سی داؤ دیوں۔  
 باقی رہا یہ جب مسئلہ کہ جناب امیر کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہی بہر محض بات عاقلانہ  
 پر شاخ آہو کا سرمدان ہے اگر واقعی ثابت ہی تو لائی ہی ہم ہی تو آپ کا یہ علم دیکھیں جس قدر  
 اس کے احادیث احاد کو اگر بالفرض صحیح ہی تسلیم کر لیں تو آپ حضرات سے فرمائی ہیں کہ عقائد  
 میں احادیث احاد کو کچھ دخل نہیں علی الخصوص جبکہ بعض کے معارض واقع ہو۔ مہذبہ راہ ہے  
 جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہے لیکن یہ شہادت مستلزم عصمت نہیں کیونکہ اگر  
 یہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہر راہ احاد مستمع ہوں گے۔ اور امام کے امت سے کم درجہ ہونی کے  
 پہلی دلیل کے جواب میں اس کی بحث گزر چکی ہے۔ ہم خوف نقول اور اسکا اعادہ نہیں کرتے۔ تاہم  
 بفرص محال اگر جناب امیر کا رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو ہی تاہم آپ کا مدعا ثابت  
 نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ صرف عصمت جناب امیر ہی کی تو قائل نہیں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک امام  
 احمد عشر باقی ہے معصوم میں از کچھ شہادت ہی ثابت کیجی ورنہ از کچھ عصمت سے دست  
 ہوجی۔ ثالثاً یہ دلیل مثبت مدعا محجب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے عصمت  
 صغیرہ اور کبیرہ سے ہو اور خواہ عمداً اور وہ اس سے ثابت نہیں ہوتا وجہ اسکی یہ ہے کہ اس  
 دلیل کا مدار صورت صدور عصیت کے عدم قبول شہادت پر ہی اور ظاہر ہے کہ یہاں وہی عصیت  
 کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ صدور مستلزم شہادت ہو پس جو مدعا ہے اسی میں جسکا صدور مستلزم  
 رو شہادت کو نہیں مثلاً سہواً کوئی صغیرہ گناہ صادر ہو چاہی کہ وہ ممتنع ہو حالانکہ اسکا صدور  
 بھی مثل کیا کر کے ممتنع الصدقہ معتقد ہے۔ رابعاً اس دلیل میں قیاس و قیاس واقع ہے کیونکہ جناب  
 امیر المؤمنین (ع) کو حضرت علی (ع) علیہ السلام پر قیاس کر کے حکم عصمت کا لگایا ہی اور باقی گیارہ  
 ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا و ہوا ظاہر البطلان **قولہ** یہ امام رازی صاحب فرائد میں  
 لوصلت المعصیۃ من الانبیاء لکانوا مستحقین للعداۃ لئلا یحیی من تعصی اللہ وبراہین  
 ناجزہم خالیانہا ولا مستحق للعداۃ لئلا یحیی لعلہ علی الظاہر ولجمعت الامۃ علی ان احد

من الانبياء لم يكن مستحقا لللعن الا اذا قُتِلَ منه ما صدر من العصبية التي يسطع بها كبر  
 بين کہ اگر ائمہ علیہم السلام سے گناہ صادر ہوتا تو مستحق عذاب و لعن کے ہوتے اور اہل اسلام کا اجماع  
 ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام دو بار ظاہرین علیہم السلام مستحق لعن و عذاب نہ تھے پس ثابت ہوا  
 کہ ان حضرات سے گناہ صادر نہیں ہوا اس پر **اقول** یہ دلیل ہے مثل دلائل سابقہ فہم و مثل  
 بحث ہے ہم کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ اور صحابہ مقبولین اور زیدہؑ طہرہ وغیرہ مستحق لعن و عذاب کبھی  
 تو یہ یہ بھی معصوم ہو گئے۔ بلکہ اوتے اونے صلوات است و اہل تقویٰ مستحق لعن و عذاب مخلوق نہ  
 ہنیں منشاء اس تلبیس اور سقط کا یہ ہے کہ امامت کو ہم جنب نبوت جیسا کہ خود معتقد ہیں دیکھا  
 خصم کی نزدیک بھی سمجھ لیا یہ حال کہ خصم اس کو تسلیم نہیں کرتا اور چونکہ وصف نبوت بالبدن  
 بالاتفاق ایک ایسا وصف ہے جس میں غایتی تقرب اور کمال خصوصیت حق تعالیٰ کی جناب کے ساتھ  
 ہے اور کوئی وصف امامت وغیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہنچتا تو جو منافات کہ اس وصف  
 کو عدم استحقاق عذاب و لعن کے ساتھ ہوگی وہ منافات کسی دوسری وصف کے ساتھ نہ ہوگی اور جو  
 استحالة و فساد اس وصف کے ساتھ اجتماع استحقاق لعن و عذاب سے لازم آدے گا وہ کسی وصف کے ساتھ  
 اجتماع سے لازم نہ آدے گا تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کرنا یہ معارضہ پیش نہیں ہو سکتا  
 علاوہ اسکی یہ جواب فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و دیگر  
 ائمہ ظاہرین مستحق لعن و عذاب نہ تھے پہلی آپ ان تمام حضرات کے بالا اجماع امامت تو ثابت  
 فرمائی۔ اور کئی بعد اجماعی ہوئی عدم استحقاق لعن و عذاب کا دعویٰ کیجئے اور بالا اجماع ثبوت  
 امامت محال ہے غرض اس دلیل سے بھی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

**قول** یہ امام صاحب مدوح فرماتے ہیں کہ انھم كانوا يامرون الناس بطاعة فلولم  
 يطيعوه لدخلوا تحت قوله تعالى اما هم ومن الناس الذين يتلون القرآن انفسهم لا يعرفون  
 منہ انبياء اخر من امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات و غرضیں امت کو لائق نہیں کیونکہ طہرہ  
 کردہ اہل بیت کے طرف نسبت کیجائی ائمہ ہی آدمیوں کو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے تھے کیونکہ امر بالمعروف

اثبات ہونا لازم ہے کہ نبی و ائمہ علیہم السلام کا عذاب و لعن نہیں ہو سکتا

اور نہی علیہ السلام کہ تعریف تفصیلی امامت میں داخل ہے پس اگر ائمہ خود اجماعاً ائمہ جل شانہ مکررین تو اس وقت  
 کہ تحت میں داخل ہوں اور جو بات کہ وہ عظیم امت کو لائق بنیں وہ ائمہ کی طرف کینہ مکررین کی جاد  
**اقول** یہہ دلیل ہی ثبوت عصمت ائمہ میں مثل دلائل سابقہ کے مجروح و مخدوش ہو چکا کہ  
 اگر مطلق امر بالمعروف اور نہی علیہ السلام کہ ملزم عصمت عند المحیب ہے تو یہ قصص و انباء ان ائمہ  
 وغیرہ کو ہی معصوم تسلیم فرمائیں اور یہہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ امر بالمعروف اور نہی علیہ السلام کہ کے اندر تنگی  
 اور عصمت میں تنگی بالاجماع نہیں تو امام رازی رحمہ نے فرد اعلیٰ اعتباراً فرما کر حق عصمت میں تنگی  
 حاصل ہے کہ نصف امر بالمعروف اور نہی علیہ السلام کہ اولاد بالذات ابنیہ کو ثابت ہے اور ثانیاً وبالشیعہ  
 و قصص و محبتان و دعا میں ہی پایا جاتا ہے تو جو امراد نے درجہ کی کوگو کر نشان کہ لائق نہیں وہ  
 درجہ ان کو کسی ممتنع و محال ہوگا کیونکہ اس مرتبہ کے ساتھ اس امر کو منافات نامہ ہوگی اور یہہ ضرور نہیں  
 کہ اگر کوئی امر اعلیٰ درجہ والو کو دھڑکی متنع ہو جاد ہی تو اس نے درجہ سے ہی ممتنع ہو جاد ہی لائق ہونا  
 دوسری بات ہی اور ممتنع ہونا دوسری مان اس قدر مراتب متفاوۃ ہیں ضرور ہوگا کہ جو مراتب بحق  
 درجہ عالیہ کے ساتھ ہونگی ان کو بحق و در قرب اور ثابہ اس مرتبہ کے ساتھ زیادہ ہوگا اور جو مراتب  
 سافلہ کے قرب ہونگی ان کو اس درجہ کے اوصاف کے ساتھ زیادہ تشارک ہوگا پس چونکہ مرتبہ  
 امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سے زیادہ حقوق و قرب ہے تو اسلیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر معصوم  
 نہیں تو محفوظ ہیں۔ اس تقریر کو اس طرح ہو گیا کہ یہہ معارضہ اسی صورت کے ساتھ مختص ہے جبکہ  
 حکم فرد عالی سے تجاوز ہو کر کسی دوسری مرتبہ سافلہ میں ہی جاری کیا جاد ہی اور اگر اسی مرتبہ  
 پر منحصر رہے جاد ہی تو معارضہ نہیں ہو سکتا۔ چہذا اس ہوا و سیان میں ہی یہہ دلیل جاری  
 نہیں ہو سکتی پس دعا حضرت مجیب ثابت ہونا ہی ممتنع ہے اب بعد ختم جواب اولہ سامی  
 جو امام رازی سے منقول ہوئی محقق اس قدر اور گزارش ہے کہ علاوہ مفسد مذکورہ کے عموماً  
 آپ کہ استدلال میں یہہ نساہ ہے کہ اگر یہہ ہی معلوم نہیں کہ عدم عصمت انبیاء کے صورت میں  
 جو محال لازم آ رہی ان محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت میں کونسا لزوم

اثبات نہی علیہ السلام کی قوی دلیل فرد و ائمہ کے کمال



مدعا ہی اور کونسا نہیں آپ نے صرف اپنی قلت استعدا کے سبب سو دہو کہا کہا یا اور کہو کیا حقیقت  
 آپ کی جلی وغیرہ نے انھیں وغیرہ میں جنکو آپ خوشہ چین میں بیہ غلطو کہائی۔ ایسی علمدارا اعلام  
 کی نسبت قلت استعدا کا گمان تو مستبعد ہی لیکن ان انتصار مذہب کے دھڑکے بغرض غریب  
 وہی خیال اچھا کر کے جو بگو تفصیل اس حال کے یہ ہے کہ امام رازی نے دلائل نقولہ میں عدم عصمت ابنیا کو فقہ  
 میں جو لزوم محاکمات بیان کیا ہے اس پر دلیل میرا یہ ہے کہ یہ ثابت ہو گیا کہ لزوم سزا و دلیل ثانی میں غیر قبول شہادہ ہو گا  
 لزوم سزا اور غیر قبول شہادہ ہر دو میں عدول امت سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم ہے اور دلیل  
 ثالث میں استحقاق لعن عذاب کا لزوم ہے اور دلیل رابع میں دخول تحت قورقہ کے امام کا  
 اتاقس۔ الخ۔ کا لزوم ہے پس عدم عصمت ائمہ کی صورت میں یہ لزوم محالات تین طرح  
 ہو سکتا ہے یا بالاولیت ہو گا یا بالسادات ہو گا یا بالضعف و قلت ہو گا لزوم بالاولیۃ  
 اور بالسادات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعویٰ نہیں لیکن  
 ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ میں محال کیونکہ مستلزم فضیلت یا سادات ائمہ کی ابنیا سے ہی مجاز  
 سو ثبوت لزوم بالاولیۃ والاولیۃ اور بالسادات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف و قلت بھی  
 مدعا نہیں تو اس پر استدلال کا مدار کہن محض قلت فہم استعدا یا دہو کہ دہی پر معنی اس پر آپ میری  
 گزارش کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں اور سو چین و اللہ الہامی قولہ غرضکہ اس طرح کل دلائل  
 جو امام صاحب نے عصمت ابنیا میں تحریر فرمائی ہیں وہ بعینہ یک سیقہ بغیر سے عصمت ائمہ  
 میں جاری ہیں بخوبی طوالت ہے پر اکتفا کیا گیا آپ تفسیر کبیر کا یہ مقام ملاحظہ فرمادیں اقول  
 یعنی ارشاد سہمی کی تمیل کے اور تفسیر کبیر کا یہ مقام دیکھا اور اس کی کہی کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ  
 جناب پر بخوبی منکشف ہو گیا ہو گا۔ غالباً جناب کے یہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ تفسیر  
 عصمت ائمہ میں بزرگ جناب جاری ہوتے ہیں سوا ان کا بعینہ کیا بلکہ تفسیر ہی عصمت ائمہ میں جاری  
 ہونا جناب پر خصوصاً اور ارباب انصاف پر عموماً منکشف ہے اور ان دلائل سے جو تفسیر  
 عصمت ائمہ میں بزرگ جناب جاری ہوتی ہیں چشم پوشی اور اغماص فرما، حالانکہ ثبوت عصمت

میں بعض اذن و دلائل میں ہی اقویٰ تھی خالی از علت نہیں۔ غرض اس عقل و انصاف کی نزدیک دلائل  
 مذکورہ سے جو بعینہ عصمت ائمہ میں یہ علم محیب صاحب جابر ہو سکتی ہیں حال دلائل غیر مذکورہ کا قیاس  
 کیا جاسکتا ہے۔ **قولہ** اب آپ کی خاتم الحدیث صاحب کی تقریر جو تحفہ کے باب ششم عقیدہ سوم  
 میں تحریر فرمائے ہے کہ یہی جاتی ہے۔ اس سے بھی عصمت ثابت ہے کہ صاحب تحفہ اس کے منکر ہیں وہ  
 عبارت یہ ہے۔ **داحق** مرتبہ نبوت و فائدہ بعثت مقتضی عصمت این بزرگواران است بچند وجوہ و  
 آنکہ اگر از انبیاء گناہان عسداً صادر شوند و امت مامور است باجماع ایشان قلی الذکم تجبواں الله  
 فایمعوں فی۔ و خود ایشان از معاصی و گناہان مردم را باز میدارند و نہی میکنند پس تناقض در میان  
 دعوت قولی و فعلی لازم آید۔ دوم آنکہ اگر گناہ کنند باید کہ باشد عذاب معذب شوند لقول تعالیٰ  
 اذ الازقا لضعف الحیوة وضعف المیات و لقول تعالیٰ یا ایہا النبی من آتیت منک انباء  
 متبوعاً لکما العباد ضعیفین و معزب شدن خاصہ باشد عذاب منافی بخلاف منصب  
 نبوت است زیرا کہ بنی شفیع است و شایع دیگر ویدی ایشان است و چون خود در کار خود  
 در اندر باشد شفاعت کہ کند و شہادت کہ ادا نماید۔ سوم آنکہ اگر گناہ میکردند مثل سلاطین  
 جابر میشدند کہ مردم را زجر میکنند و سیاست می نمایند بر رسوم فاسدہ و ارتکاب فواحش و خود را  
 می آرند و لادروش انبیا از ملوک جابر و سلاطین ظالم ممتاز و مبایں می باید۔ چهارم آنکہ اگر گناہ  
 کنند مستوجب انذار و اذات و عقوبت گردند و قد قال الامام ان الذین یؤذون الله ورسوله  
 الله فی الدنیا و الاخرۃ واعد لهم عذاباً عظیماً۔ چہم آنکہ اگر گناہ ایشان بر امت ظاہر شود  
 نماید از اطاعت ایشان و از نظر ایشان بیفتند بلکہ من بعد تقدیر نکند و کذب نماید و گویند  
 اگر ایشان در اخبار و مواعیه خود است میگفتند خود چرا ترکب این کار را میشدند نتیجہ بیان دلیل  
 اول یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اھیوا الله و طیعوا الرسول و اولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت  
 مثل اطاعت خدا و رسول ہے منور ہے کہ جنگی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے و معصوم ہوں  
 و نہ وہی مناقض لازم آید مگر با اتفاق مفسرین و تفسیر اولی الامر سے مراد ائمہ و خلفا ہیں۔ اور اگر

آیت میں جو توجیہات پہلی نظم و تابعہ کو آیتوں کو اصل سنت کرتے ہیں اور سب کو لفظ اصیعوا  
**اقول** جریان اس دلیل کا عصمت ائمہ میں جو عقل بحث ہے مختصر اگر  
 ہے اولاً اس استدلال میں غلطی یہ ہے کہ اطاعت کو اور اتباع کو ہم معنی سمجھ لیا حالانکہ ان دونوں  
 الفاظ کے معانی میں جو بہرہ ہی تغاثر ہے وہ ادنیٰ طلبہ پر بھی مخفی نہیں رسول کے حق میں  
 اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہیں اور اولو الامر سی اگر مراد ائمہ ہیں تو تاہم ان کی تحقیق میں  
 اطاعت دار ہوا ہے اتباع دار نہیں ہوا اور سلامہ دہوی قدس سرہ العزیز نے استدلال  
 عصمت ابنیہ پر لفظ اتباع سے کیا ہے اطاعت سے نہیں کیا پس یہ ہماری محبت کے خوش  
 فہمی اور عالمی سمجھ دانی ہے کہ اس استدلال کو لفظ اطاعت میں لپیٹ کر حالانکہ وہ میں جاری نہیں  
 ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ائمہ سے معصیت صادر ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی اتباع کی مانور  
 نہیں جو معصیت میں بھی اتباع لازم آوے اور ان کا معصیت میں بھی اتباع کریں اور اگر  
 معصیت کا حکم کریں تاہم اطاعت واجب نہیں کیونکہ مطاع مطلق نہیں بلکہ مطاع محدود میں کیونکہ  
 واسطہ اطاعت خدا اور رسول ہیں اور نیز لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ اللہ لہی مانع ہے بحداف اتباع کے  
 کہ اول اتباع بحق ائمہ مخصوص نہیں اگر کہیں وار د ہو اسو تو ظاہر ہے کہ اتباع مطلق نہیں بلکہ  
 وہ بھی محدود ہے اور حق تعالیٰ نے نہ رسول کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کی ساتھ شرط  
 کیا ہے جو کسی امام کے حق میں نہیں ہو سکتی فرمایا **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي**  
**يَحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** حق تعالیٰ نے نہ رسول کے اتباع کو سبب محبت خدا  
 اور سبب مغفرت و ثواب قرار دیا ہے اور ائمہ میں یہ امر سرسراہ مفقود ہے۔ ثانیاً اس آیت  
 میں دعویٰ کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا و رسول ہے بالکل غلط ہے ہرگز آیت سے حکمت  
 ثابت نہیں ہوتی اور نہ آیت میں کوئی لفظ مماثلت پر لفظ تقدیر احوال سے اور حرف

لے جس میں خان کے معصیت ہوا وہیں مخلوق کی اطاعت نہیں ملے تو کہہ اگر تم اللہ کو دوست رکھو تو میں

اتباع کو واسطہ ثنود دست رکھنا اور تمہارے گناہ بخشینا۔ ۱۲۔

الفاظ شریعت سے اس کے لئے ہرگز کوئی حجت نہیں

تشبہ محفوظ یا مقرر ہے پس یہ محض ہماری محبت کا کمال علم ہے دس۔ ثانیاً یہ جگہ کا اولوالامر  
کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری محبت کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہے کیونکہ  
اگر مماثلت سے مراد صرف تشابہ اور مماثلت ہے جس جگہ سے تو مسلم لیکن بدانتہ مفید مدعا نہیں  
کیونکہ نفس مماثلت مستلزم نہیں کہ جو حکم مشابہ ہو اسطرح ثابت ہو وہ مشابہ کے واسطے ہی تھا  
ہو ورنہ شبہ قائلین ہی فخرس ہو اور صورت انسان علی الجوارح عطاہ اس کے جو حکم کہ آپ  
ائمہ میں جاری کرتے ہیں وہ ہی ہم اون اولوالامر میں جاری کریں گے جنکو امام عام خاص  
دلائل پر عامل و حاکم مقرر فرما کر بھیجی جیسی زید بن ابیہ و علی ابی سفیان کہ جناب امیر کا  
عامل بت وہ ہی واجب اطاعت ہونے میں آپ کی نزدیکی مثل خدا و رسول کے ہی  
تو وہ بھی مخصوص ہو مگر ہم یہ بھی سوال کریں گے کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہوتی  
اور آپ کی اطاعت کے ساتھ مماثلت سے تو ائمہ کو خاصہ رسول یعنی عصمت  
میں شریک فرمانا کیونکہ ظاہر ہے کہ عصمت صرف رسول اور رسول کے ساتھ ائمہ کی مماثلت  
ائمہ میں عصمت کو ثبوت کی تقاضی ہوگی۔ لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے ساتھ  
بھی مماثلت فرمائی تو اس مماثلت کے اعتبار سے ائمہ کو خداوند تعالیٰ کے کوئی خاصہ میں شریک  
فرمائے گا اور اگر مماثلت سے مراد مساوات ہی تو غلط اور غیر مسلم ہے اولوالامر کی اطاعت مساوی  
اطاعت خدا و رسول کے سرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول کو کچھ امر فرما دی اوہیں در انجی ایڑ  
چون و چرا کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سرسہ تشریع ہی اور اولوالامر کا امر تشریع نہیں اور ان  
قابل ہو سکتا ہے اگر موافق کتاب سنت ہے تو واجب اطاعت ہو گا ورنہ نہیں چنانچہ خود جناب  
امیر نے سبکی نسبت شہادت فرمائی جو بیخ الہامۃ میں منقول ہے لا تخفوا عن صلاۃ الحق و شوق  
بعدل فانی لمست بفقہ ان الہی خود خداوند تعالیٰ نے اپنی کلام محمد بن اس کے طرف اشارہ  
فرمایا اور فرمایا <sup>۱</sup> فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ و الی الرسول <sup>۲</sup> اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے  
۱۔ اس کا جو سبب گذر چکا ہے ۲۔ ائمہ ہم اگر کسی چیز میں جھگڑے تو اس کو اللہ و رسول کی طرف لے جاؤ۔ ۱۱۔

کہ اگر اولوالامر میں تنازع ممکن ہو لیکن اگر خدا و رسول ہر حال واجب اطاعت ہو اور وہ میں تنازع  
 ہی ممکن نہیں بلکہ تنازع کا فیصلہ ادنیٰ کے امر کے ساتھ منوط ہو تو اس سے صاف ظاہر ہو  
 کہ دعویٰ مساوات بین الاطاعتین صریح دہوکہ ہے جسکا منشا رکھ نہیں ہے۔ سبب اگر اولوالامر  
 مراد ائمہ و خلفاء ہیں اور انکو اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہو تو حسب شہادت جناب امیر  
 جسکو شریف رضی عنہ نبی البلاغۃ اور ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے ابو بکر و عمر و عثمان  
 رضی اللہ عنہم ہی امام حق اور معصوم ہو مگر علامہ رضی نبی البلاغۃ کے خضہ و من کلام لہ علیہ السلام  
 لما اراده الناس بالبيعة بعد قتل عثمان من نقل فراتے ہیں وان تکتمونی فانا کاحدکم  
 ولعلی اسمعکم والھو عکملن ولیموت ابن میثم کی شرح میں تحریر ہے کہین قتلہ وان تکتمونی  
 ای کنت کاحدکم فی الطاعة لا یمیرکھ ولعلی لکون اطوعکم لہ ای لقول علی علیہ السلام  
 اس عبارت کو اگر آپ دیکھیں تو مختصر شرح ابن میثم میں نہ کیجیں بلکہ شرح کبیر میں ملاحظہ فرمائیے  
 ظاہر ہے کہ جو شخص خود امام مفسر من الطاعة و خلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطاع ہو گا اور سپہ  
 کیلکو اطاعت لازم نہیں تو جناب امیر اہل حل عقد سے انکی بیعت کے ارادہ کے وقت یہ ظاہر  
 فرما رہے ہیں جس میں صاف لازم اطاعت امیر مذہب ثابت ہو تا ہے تو اس سے صاف مفہوم  
 ہوتا ہے کہ اس وقت خود جناب امیر امام مفسر من الطاعت نہیں تھے بلکہ امام مفسر من الطاعت  
 وہ شخص ہے جسکو اہل حل عقد امام بنا دیں اور جس سے وہ بیعت کریں اور خلفائے رض اہل حل  
 و عقد کی بیعت سے امام ہوتی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفسر من الطاعت اور اولوالامر ہوتی اور انکو  
 اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعتبار اس مخالفت کے جو مخالفت کہ آپ مرددین ہو کر  
 خاصاً یہ جو جاری مجیب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ باتفاق مفسرین و فقیہین اولوالامر  
 سے مراد ائمہ ہیں اگر اس سے مراد صرف کسی سوائی ائمہ کی اور کوئی مراد نہیں تو غلط ہے باتفاق  
 مفسرین جو باطل ہے کیونکہ اس حکم میں امرار و اعمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ائمہ ہی  
 مثل میں بلکہ نزول اس آیت کا حسب تفسیر محمد بن و مفسرین بحق امرار و اعمال واقع ہوا ہے



مِنْهُمْ لَعَلَّ الَّذِي تَبْتَغُونَ مِنْهُمْ  
 اس حکم میں شامل ہے تو پہر ہمارے محبوب سے فواین کہ آپکی ثبوت مدعا کی کیا سبیل ہے اور اسی کی  
 عصمت کے خصوصیت کس دلیل سے ثابت کیجیگا اور اس کو عام مخصوص منہ البعض کس دلیل سے  
 قرار دیکھیگا۔ سادہ سادہ اطاعت مامور بہا سے یا عام مراد سے کہ وجوب اطاعت بطور تقیہ ہو یا حقا  
 تقیہ۔ یا خاص مراد سے اگر عام مراد سے تو پہر حضرات شیعہ کو اسکا فکر فرمانا چاہیے کہ تمام سلاطین جابرہ  
 حتی کہ یزید بھی حسب اصول شیعہ واجب اطاعت ہو کر اولو الامر میں داخل ہو گیا اور معصوم قرار پایا  
 کیونکہ تمام مراد جو رہا اعتبار تقیہ کے واجب اطاعت ہیں۔ سادہ اگر خاص مراد ہے یعنی وہ خاص ائمہ  
 جو بلا تقیہ ہو تو چشم مارکوشن ہم سے اطاعت خاص ہے کہتر میں یعنی وہ خاص اطاعت جسمیں  
 خدا در رسول کی معصیت نہ تو اس صورت میں حضرات شیعہ نے بھی اطاعت میں ایک شیعہ  
 لگا کر اسکو مخصوص کیا اور یہی ہے ایک قید لگائی اور اطاعت کو خاص کیا۔ لیکن کوئی وجہ نہیں ہے  
 کہ حضرات شیعہ نے جو قید لگائی ہے وہ تو معصم ہو اور نہ ہی جو قید لگائی وہ غلط ہو جانی بلکہ سیاق  
 آیت ہمارے سے تخصیص کے صحت کو مثبت ہے تو مدعا شیعہ جو اثبات عصمت ائمہ سے باطل ہوا۔  
 سابق حضرات ائمہ نے حضرات شیعہ کے لیے اس آیت سے عصمت ائمہ پر استدلال کر لی گئی گنجائش  
 ہے نہیں چوڑی۔ لیکن یہ ان حضرات کی کمال دانش و علم و حیا و شرم ہے کہ اس آیت سے عصمت  
 ائمہ پر بقابل حق استدلال لائی میں چھوڑا کہ یہ ہے کہ عصمت ائمہ پر اس آیت سے صحت آتا  
 اس امر پر موقوف و منحصر ہے کہ لفظ اولو الامر سے صرف ائمہ معصومین سے مراد ہوں کیونکہ اگر یہ  
 لفظ غیر معصومین کو بھی شامل ہوگا تو پہر اسکی دلالت ثبوت عصمت پر قطعاً باقی نہ رہیگی  
 بلکہ اسوقت اسکا مدلول وہ ہے مدعا ہوگا جو کہ اہل حق اس آیت سے کہتی ہیں۔ پس میں کہتا ہوں  
 کہ جناب ائمہ رضی اللہ عنہم نے حسب نقل و روایت عروۃ المحدثین شیعہ ابن بابویہ قس علیہما السلام  
 بصرف عارفہ حسب تامل و تحقیق خاتم المحدثین بل مجاہد مذہب شیعہ علامہ باقر مجلسی صریح فرمادے  
 کہ اولو الامر سے ملوک مراد ہیں اور جب ملوک مراد ہوئی تو وہ بھی معصوم ہو گئی کیونکہ عصمت

اور توالا میری آیت نص ہے روایت سنی ابن بابویثی نے فضال بن ورق ۳۳ ہر نقل کی جو اور  
 اوس سے علامہ مجلسی کے بارالانوار کے جداول مطبوعہ سلطانی ۲۵۵ صفحہ پر نقل کرتے ہیں روایت طبریزی  
 مختصر عریض کرتا ہوں۔ القطان عن احمد المہملی عن علی بن الحسن فضال عن ابیہ  
 عن ہرمان بن مسلم عن النہلی عن ابن ظریف عن ابن نباتہ قال قال امیر المؤمنین کا  
 بالحکماء فیما مضی من الیہم تقول یشیخی ازیک کون الاختلاف الی الابواب بعشرۃ  
 اوجہ اولہا بیت اللہ عزوجل لقضاء نسکہ والقیام بحجہ واداء فرضہ والثانی ابواب  
 الملوک الذین طاعتہم متصلہ بطاعت اللہ عزوجل وحکمہ واجب ونفعہم عظیم وغیرہ  
 شدید والثالث ابواب العلماء الذین یستفاد منہم علم الدین والدنیا الی الخ وقال  
 علامہ مجلسی کہ شرح کرتے ہیں انہ فرماتے ہیں بیان محتلی ازیک کون المراد بالملوک ملوک الدین  
 من الائمہ ودلائقہم یحتل الاعم فان طاعتہ ولایۃ الخیر الیضا نفیۃ من طاعت اللہ انتہی  
 حدیث سے صاف روشن ہے کہ جنگی طاعت خدا تعالیٰ کی طاعت کے متصل ہے جیسا کہ آیت صبیحہ  
 واطیعوا الرسول واولی الامر من بابی جاتی ہے وہ ملوک ہیں اور یہی ہے کہ ملوک کا اطلاق ائمہ پر نہیں  
 ہوتا بلکہ اُن ہی امر پر سلاطین پر ہوتا ہے جنگ و تسلط ظاہری حاصل ہو سکیں سلاطین کے  
 اپنی حفظ مذہب کے لیے دو احتمال پیدا کیے اول یہ کہ ملوک سے مراد ملوک دین ہیں جو ائمہ اور ان کے ولایۃ  
 کو شامل ہے دوسرا احتمال یہ کہ ملوک سے عام مراد ہو جو ملوک دین اور ملوک دنیا کو شامل ہو۔ برہنہ  
 اول قطع نظر اس سے کہ یہ اطلاق غلط اور خلاف عرف ہے شیعہ کے سراسر مخالف اور ہماری

۱۔ جناب امیر المؤمنین علیؑ فرمایا کہ گزشتہ مذاکرے کے حکم سے کہا ہے کہ دہل قسم کے دروازوں پر آمد و رفت رکبنا مناسب ہے اور  
 بیت اللہ پر آمد و رفت اور کسی لشکر اور کئے اور اس کی حق کے پیرا رکھتی اور اس کی فرض کے بجالانے کی سچو۔ دوسری اُن  
 بادشاہوں کو دروازہ جنگی فرمان برداری خدا تعالیٰ کے فرمان برداری کے ساتھ ملے ہوئی جو اور ان کا حق واجب ہو اور ان کا  
 نفع برآ ہے اور ان کا فرض سخت ہے۔ تیسری ملک کی دروازہ جن سے دین دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲۔  
 بیان۔ احتمال ہے کہ بادشاہوں سے مراد دین کے بادشاہ ہوں جو ائمہ اور ان کی صوبے میں اور ان کے  
 کے عام بادشاہوں کیونکہ فہم بادشاہوں کی فرمان برداری ہے بطور تقیہ اللہ کی طاعت سے ہی واجب ہے



مدعا کو مثبت ہے۔ کیونکہ جب علاوہ اللہ کے اور کئی ولایہ و حکام کی اطاعت بھی خدا تعالیٰ کی اطاعت  
 تکمیل ہوئی تو وہ بھی لفظ اولوالامر میں داخل ہوئی اور اسے اُنکی بھی اطاعت کے مثل خدا  
 رسول و اللہ کی مامور ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ یہ بھی معصوم ہوں لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک  
 سوائے ائمہ کے اور کوئی دوسرا معصوم نہیں۔ تو اگر اس آیت سے عصمت اور اولامر پر استدلال فرمایا  
 اور اس آیت سے عصمت اور اولامر قطعی الثبوت سمجھیں تو یہ سوائے ائمہ کے عصمت کے ولایہ و حکام اللہ  
 کی عصمت بھی قبول فرمادیں اور انکو بھی معصوم اعتقاد کریں ورنہ ائمہ کی عصمت سے یہو ناقد و متہین  
 اور بردی احتمال ثانی علاوہ اسکی کہ یہ عموم اطلاق بھی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور اعتراض  
 گذشتہ بیان بھی وارد ہوتا ہے یہ حدیث تمام ملوک جائزہ بنی امیہ و عباسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی  
 عصمت کو پیش نہیں ہوگی کیونکہ وہ بھی اولوالامر میں داخل ہوئی اور وہ بھی واجب اطاعت حسب زعم  
 شیعہ کے مثل خدا تعالیٰ کی ہوئی ولہذا فقہاء۔ تودہ بھی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادس میں ہم سکونین  
 کر چکے ہیں لیکن امید ہے کہ حضرات شیعہ انکو معصوم قرار دینگی تو پھر ائمہ کی عصمت کا بھی ثبوت اس  
 آیت سے محال ہے۔ بحمد اللہ کہ جناب امیر کی ہی ارشاد سے بطلان دلیل شدہ ثابت ہوا و عدم  
 عصمت ائمہ اس آیت سے منسوخ ہو کر فیصلہ ہوا۔ بعد اسکے ہم ارباب انصاف کو تکلیف دینے میں  
 دزامتوجہ ہو کر ہماری محیب کی اوس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع و دخل مقدار اور حفظ نظام  
 کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرامین تو سہی اور ہماری محیب کے دین و دیانت و عقل و فراست کو سپر  
 قیاس فرمایا کہ پہلو تو یہ دیکھیں کہ ابجد کے آئینوں سے کیا مراد ہو سکتی ہے جنکو محاط سے اس سنت  
 اس آیت میں توضیحات کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ یہ آیت لفظ ما دیکھا پر ختم ہو چکی اسکو  
 ابجد کے آئین ملکہ نام کو مع جو لفظ ابجد سے متبادر ہے الھم ہی وجوب اطاعت خدا و رسول پر  
 حراۃ دال میں اور دوسرے ملکہ میں۔ تو ان آیات کے محاط سے اہلسنت کوئی ایسی توجہ نہیں کرتے  
 جس سے وجوب اطاعت خدا و رسول میں فتور پڑے اور اگر اہلسنت بجا ابجد کی آیات کی کوئی  
 توجہ کریں تو کیا قیامت ہے جو متون ببعض الکتاب و تفسیر ببعض میں کیوں داخل ہوں

اور قاعدہ القرآن یفسر بعضہ بعضاً کو کیوں ترک کریں اور اگر مابعد کے آیتوں سے مراد جو جملہ  
 شرطیہ تفسیر ہے جو فان تنازعتمہ فی شئ من شئ ہو تا ہے اور تتمہ اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے  
 کہ یہ اطلاق محاورہ میں کس درجہ غلط ہے اسکی بعینہ وہ تفسیر ہے کہ کوئی محدیہ دین ہو اور پست  
 لا تقربوا الصلوة کسی نماز کی مماثلت پر اور کلو او شربوا سے وجوب طہارت اکل و شرب پر لال  
 کری اور کسی کہ میں جو توجہیات مبیحہ مابعد کے مخالفین کرتے ہیں انکو لفظ لا تقربوا بعض  
 اور کلو او شربوا باطل کرتا ہے۔ سبحان اللہ علم و فہم تو ایسا اور نضاف ہو تو ایسا۔ ع  
 بر این عقل و دانش بیاید گریست۔ اور اگر مابعد سے مراد اور الفاظ میں جو بعد اسکی قرآن میں  
 بعید واقع ہوئی ہیں۔ تو اول تو سیاق کلام اوسپر دلالت نہیں کرتا پہر جمعیتات صحیحہ  
 علاوہ اسکی یہ کہنا کہ لفظ اطیعوا باطل کرتا ہے بالکل غلط ہے **قولہ** اور دلیل دوم کا بیان  
 اولہ امام رازی صاحب کے بیان میں ہو چکا۔ یہی شفاعت سوائہ یہی شفیع ہونگی فاضل  
 رشید ایضاح لفظ انقال میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر میں کتاب مفصل  
 الخطاب سے نقل کرتے ہیں۔ عز الرضاۃ قال من شد رحلہ الی نبار فی استجیب دعا و عقرہ  
 ذنوبہ و من زارنی فی ذلک البعد کان **کن** ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کتب  
 ثواب الف حجۃ و الف عمرہ مقبولہ و کنت انا و ابائی شفعانہ یوم القیامہ یہ روایت  
 اسپر ہے کہ حضرت امام رضاؑ اور اذکر اباطہرین زائرین قبر اقدس امام کی شفاعت  
 فرمائیگی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لوازم سے یہی پس احمد شہادتی  
 ہے انوار سے عصمت ثابہ ہے۔ **اقول** اس میں کا جواب یہی بیان اولہ امام سے کی  
 جواب میں گذر چکا ہے لیکن شفاعت کے بابت جو عجیب لیب روایت مفصل الخطاب سے دیو کہا  
 کہ اگر غلطیوں میں پڑی ہیں اونپر تنبیہ کرنا ضروری اسلیئے تفرکہ ارشاد بدل پیداویت حسب  
 حدیث ہے نہیں مبد اسکی صحت میں کلام ہے صاحب مفصل الخطاب انتم صحت روایات  
 نہیں کیا ہے جو اسکا وارد کرنا نصیح روایت سمجھا جاوی جائے بہت سے روایات ابن

نہایت اہم و ضروری ہے کہ اسکی تفسیر و تفسیر

بابوہ قمری سے نقل ہے کہ میں جب سے بعض روایات سے ہماری محبب لبیب نے آئندہ احاث میں تہلال  
 کیا ہے اور اس کا جواب افشار الدنق کے بشرح بسط اور سبجہ مذکور ہو گا اور ظاہر ہے کہ ابن بابوہ  
 اس سنت کے روایات میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نصر اللہ مثلاً صواعق میں  
 اس کو ذالہ الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں معہذا قاعدہ ہے کہ جو روایات ثواب اعمال میں  
 مروی ہیں اور ان میں تہوڑی تہوڑی اعمال پر بڑی بڑی مٹوبات موعود ہیں وہ اکثر ضعیف  
 و موضوعات ہیں۔ خاتم المحدثین قدس سرہ العزیز عجالی نافعہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع کر  
 بیان میں فرماتے ہیں ہستم افراط و بحد بدیدہ بر گناہ صغیر یا افراط و بحد عظیم پر  
 قلیل خیاچیہ فی کمالہ سبعون الف دار فی کل دار سبعون الف بیت  
 و فی کل بیت سبعون الف سرید و علی کل سرید سبعون الف جاریہ۔ بلکہ  
 احادیث میں سنن را خواہ در ثواب باشند و خواہ در عذاب موضوع باید شناخت۔ ہتم کہ عمل  
 قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید انتہی۔ باوجود اسکی یہ روایت حدیث لا تشد الرجال کے بھیعارض ہے  
 پس قابل یہی بضر ضعیف حال سلنا کہ یہ حدیث صحیح مسلم عن ابی ہریرہ ہے لیکن تاہم ہماری محبب  
 استلال اس سے خطا ہے و جبکہ یہی حدیث شفاعت و شفاعت عامہ ہے کہ تمام امت  
 کی شفاعت ہو یہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت صغری شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص  
 کو کوئی کیجے اور یہ شفاعت صغری عوام صلی مومنین کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ  
 اس سنت و شیوہ کے گناہوں میں اس کی مودہ مروی ہیں اور یہ شفاعت جو اس روایت میں مروی  
 ہوئی ہے وہ شفاعت خاصہ و صغری ہے کیونکہ دائرہ میں قبرا قدس کے ساتھ مختص ہے تو یہ صغری  
 عصمت کو نہیں ہو سکتی قطع نظر اس سے یہ جو فرمایا کہ شفاعت شاہ صاحب کے افادہ سے  
 عصمت کے لوازم سے یہی ہے غلط ہے شاہ صاحب کے کلام سے ہرگز یہ افادہ نہیں کہ شفاعت  
 جو در کتب چہرے کی ایسی ستر ہزار گہر اور ہر گہر میں ستر ہزار دالان اور ہر دالان میں ستر ہزار تخت  
 اور تخت پر ستر ہزار چوکیاں۔ ۳۳۔

عصمت کے لوازم میں سے ہی مان اگر کوئی یہ کہے کہ شفاعت و عصمت دونوں ہی میں مجتمع ہیں  
 اور نبی کے اوصاف لازماً میں سے ہیں تو مستبعد نہیں لیکن دعائی ملازم اور پھر شاہ صاحب  
 کو افادہ ہی مگر غلط ہی پس اگر یہ بیان نام انتہا ان عصمت سے جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب  
 قدس سرہی طرف منسوب کرتے ہیں تو بیشک آپ میدان مناظرہ جیت چکے ہیں تو فاری  
 خوانی کا ہی جملہ شاید کچھ پیش کیا ہے۔ قولہ تیسری دلیل بھی بعینہ ائمہ علیہم السلام عصمت میں جابر  
 کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرتے تو مثل سلاطین جابر کے ہوتی کہ اور آدمیوں کو رسوم فاسدہ اور ازکا سب  
 فواحش پر زجر و سیاست کریں اور خود وہ امور عمل میں لائیں اور ضرور یہ کہ ائمہ دغاغا را شدین  
 روش ملک جابر و سلاطین ظالم کے روش سے جدا ہو۔ **اقول** یہ دلیل بھی عصمت کے تین  
 مثل دلائل سابقہ بوجہ سابقہ منقوض ہے۔ از حدیث تاحد سہواً و بعداً اس دلیل سے عصمت ثابت  
 کیجئے تب یہ ثابت ہوگا۔ افسوس کہ سو فی دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو بھول جاتے ہیں تباہ  
 خیال نہیں رہتا کہ دنیا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کر رہی ہیں سلاوہ ازین وہ ائمہ خیالی جو از حد  
 تاحد عوام کے زبانی ہیں اور عالم سے ہی کبھی رائے حکومت کا نہیں سونگہا نہ سرورہی کا خلیفہ  
 ہوا نہ زجر و سیاست کبھی کی ہمیشہ دوسرے کی محکوم و مطیع ہے انکو لوگ سے کیا مناسبت  
 اور سلاطین سے کیا نسبت پس اس دلیل سے انکی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے مضمون سے چشم  
 پوشی و تغافل کرنا ہماری محبت جیسی منصف کا ہی کام ہے۔ مان اگر اس دلیل سے بانضمام ارشاد  
 جناب امیرین کے جو بیچ الباقیۃ میں منقول ہوا ہے واللہ لا اسلامنا سلامت امور المسلمین  
 خلفائے ہر کی عصمت پر استدلال کیا جادوی اور شارج ابن ہشیم نے جو کچھ اپنی شرح کبیر میں اکی  
 شرح میں تحریر فرمایا ہے مخطوط کہا جادوی تو ہماری منصف مزاج محبت سے کبھی نہیں کرے اس استدلال کو حق  
 سمجھیں شارج ابن ہشیم فرماتے ہیں و فیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المناظرۃ فی ہذا الامر صلاح  
 المسلمین واستقامۃ امورہم وسلا متہم عن الفتن وقد کان لہم عن سلف  
 من الخلفاء قبلہ استقامۃ والکانت لا تبلغ عنہ کمال استقامتہا ولی ہو ہذا

اسکا زور  
 بات میں  
 گندہ جلا

بات سے لڑا عصمت کی تیسری دلیل اور وہ کمال

اسکا زور  
 بات میں  
 گندہ جلا

الاحمر فلهذا لك اقسام ليس من ذلك الامر ولا ينافي فيه - عاقل حجاب امير کے ارشاد  
 کو دیکھو بعد اسکی شام کے عبارت میں غور فرما ہو تو تحقق امت حقہ اور خلافت راستہ کا  
 اس سے پہلے معلوم ہوگا اور پہلے اس سے عنقریب گذشتہ اقوال میں حضرت رضی کی ارشاد سے  
 خلفاء کی اطاعت کی تعلیم کہ ارشاد کر چکا ہوں تو اس سے عصمت خلفاء بخوبی ہمارے محسوس  
 مستند کر سکتے ہیں اگرچہ خوف تطویل اس ارشاد میں ہم بسط کے ساتھ بحث نہیں کر سکتے  
 لیکن تاہم اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ارشاد سے وہ الزامات کہ جن سے شیعہ  
 خلفاء مذمت کے دہنیاں ہر پال کو ملوث کرتے ہیں وہ بے شہادت حجاب امیر باطل اور لغو ہیں نہ  
 حجاب سیدہ پر کوئی ظلم ہوا نہ معاذ اللہ بنات طہیات غضب ہوئیں نہ قرآن شریف ہوا  
 نہ صحابہ کرام ذیادتی ہوئی یہ سب ہشامین وزراء و البصیر وغیرہ کے جادان اور ابن ابویہ  
 و مجلس وغیرہ کے اہل ان کا ذخیرہ ہی جو ہر موقع میں نیازگاہ پر نہا ہی ایک سطح ٹھیک نہیں  
 ٹھہرتا خود حجاب امیر کی کلام اسکی مکذوب ہو رہی ہے قولہ اور وہ چہارم کی تقریر یہ ہے  
 کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب ایذا و اذیت و عقوبت ہو۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ  
 الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا ظَهْرًا قَدْ اَخْلَوْا بُهْتَانًا وَاَكْفَانًا مِثْلًا** اس آیت کے تحت میں  
 نیشاپوری لکھتے ہیں قیل نزلت فی اناس من المنافقین کا نوایذون علیہم اللہ و  
 اور نیز احادیث سے ثابت کہ حجاب امیر علیہ السلام کے ایذا و رسول خدا کی ایذا ہی من اذا علیہا فقد اذی  
 اور جب ایک امام میں یہ بات ثابت ہو تو قیل میں ثابت ہوگی **اقول** یہ وجہ بھی نبوت  
 عصمت ائمہ میں غلط اور پوچھ ہی اور نہ یہ دلیل وہ دلیل ہے جسکو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 عصمت اہلبیت میں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ صرف ہماری محسوس ہے کہ ایجاد شدہ ہے شرح  
 اس اجمال کی یہ ہے کہ دلیل شاہ صاحب کا خصاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اہلبیت کے  
 حق میں ارشاد فرماتا ہے۔ **رَآءِ الْكَافِرِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ**  
 ملکہ جو کافران و کفار رسول خدا علیہ السلام و ائمہ کرام و انوار کونین سے لعنت کی ہے اور انکی بی خدائی حجاب امیر کی ہے۔

انبات انشاء و عصمت ان کو جو نبوت و امامت کا مقام ہے

واعدلہم هذا یا مھینا۔ امین حق تھا کہ رسولؐ کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس نے ایذا کو سبب  
 لعن و عذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوئی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ  
 اگر اس سے معصیت کا قصد و ممکن نہیں ورنہ وہ مستوجب ایذا کر ہوتے اور ان کی مطلق ایذا سبب  
 لعن و عذاب کا ہوتی اور یہ دلیل ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ میں جاری  
 کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مومنین کے شان میں فرماتا ہے واللّٰذین یؤذون  
 المؤمنین والمؤمنات بغير ما اکتسبوا فقد اخطوا بهنّانا واثما مینا۔ اول تو حق تعالیٰ  
 شانہ نے اس آیت میں عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہ حکم فرمایا اور معصوم جمع صرف للہام  
 سے مستفاد ہے اور نیز حکم علی الشّرق علیہ ماخذ پر دلیل ہے جو سبب عداوت پائی جاوے گی یہ حکم پانچواں  
 سبب کہ نزول خاص جناب امیر کی ہے نسبت ہو لیکن العیۃ لعموم اللفظ لا لمخصوص  
 السبب قاعدہ مسلمہ فریقین سے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاص واقف  
 اور خاص لوگوں کی حق میں نازل ہوئی اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو ہم سکوفریقین کے تفاسیر سے ثابت  
 کرتے افسوس کہ ہمارے محجب کو اتنی ہی خبر نہیں دوسری یہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالیٰ شانہ  
 اپنی ایذا نہیں فرمایا جیسا کہ رسولؐ کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت میں ذکر جمال  
 بطور توطیہ و تمہید کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح ایذا رسول صلی اللہ علیہ  
 ایذا خدا تعالیٰ کے ہے اسی طرح ایذا مومنین ایذا خدا تعالیٰ کے نہیں ہے پس امین مابعد الفرق اگر پیدا ہوگا  
 تو یہ ہے ہوا کہ رسولؐ معصوم ہے اس لیے اس کی ایذا میں حق تعالیٰ نے اپنی ایذا کو شامل  
 فرمایا اور اس کی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین و مومنات معصوم نہیں تو ان کی ایذا کی تمہید  
 اپنی ایذا کو شامل فرمایا بلکہ بغیر ما اکتسبوا کی قید کے ساتھ مقتید فرمایا جس سے مفہوم ہوتا ہے  
 کہ ان سے اکتسابی اعمال کا جنہر مستحق ایذا کر ہون ممکن ہے۔ تیسری یہ کہ اگر مومنین کے

مردانہ کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لیا کر لینگیا اور کس محل مجسول کر لینگا جو سستی یہ کہ خدا  
 فرمایا مومنین کو بغیر الکتبوا کے ساتھ مقید فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ناحق بدین  
 یا داس کسی جرم کے مومنین و مومنات کو ایذا دیتی ہیں وہ حلال و زار بہتان اور آٹام میں اور جو  
 لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ میں ایذا دیتے ہیں وہ اس عیب سے خارج ہیں۔ تو اس سے کہ مثل  
 روز روشن واضح ہو کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسی اعمال کے ہو سکتی ہیں جسکو پاؤں  
 میں مستوجب ایذا کے ہوں بخلات رسول کے کہ حق تعالیٰ نے اسکی ایذا کو کسی فائدہ کے ساتھ  
 مقید نہیں فرمایا بلکہ اسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اسکی عصمت  
 ثابت ہوتی ہے اور ائمہ کی عصمت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ کہ جب نص قرآنی سے  
 ثابت ہو گیا کہ مطلق ایذا مومنین محرم نہیں تو یہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ من اذاعلیا  
 فقد آذانی۔ نہ ہو کچھ مضحکہ اور نہ ہماری محبت کے مقید دعا کیونکہ یہ ایذا جناب امیر حبیب  
 اپنی ایذا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہے اور ایذا جو بغیر الکتبوا سے مطلق ایذا اور عہد  
 اگر ہماری محبت سبب ایسی ہی مطلق ایذا جناب امیر کو ایذا جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں  
 اور رسول اللہ کے ایذا خدا کی ایذا ہے اور خدا کی ایذا کفر ہے تو ہر دون کلمات موزونہ کے نسبت جنگ  
 جناب سیدہ کی زبان مبارک سے نکلنا نسبت جناب امیر کی علماء طائفہ شیعہ بیان فرماتے  
 ہیں کیا فرمایا۔ مانند جنین پرہ نشین مشرچ۔ الخ ظاہر ہے کہ ایسی کلمات ناسخ اگر باکتبوا  
 ہیں تو عصمت سبب نہیں اور اگر بغیر الکتبوا ہیں تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ  
 عنہا کہ ایمان سے معاذ اللہ ہاتھ دھو بیچ کر ایسی کلمات جھگڑا میں ممکن نہیں کہ باعث کوفت قب  
 و سوزش دل ہوں۔ علی الخصوص یہ وجہ ناحق اور ایسی ضیق کیمالت میں چنانچہ روایت فصول  
 ابن ابیہ سے جو ایک یہودی کے جواب میں جناب امیر نے اپنی مواضع تبلاہ ذکر فرمائی ظاہر  
 مؤید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسب روایت سامی جبکہ بصرہ کی بیت المال کا مال غنیمت کے  
 مکہ امیر سے یہ بھی جناب کے ایذا کا باعث ہے۔ چنانچہ حبیب کچھ درد انگیز فطرتی انوکھ لکھا ہے

روایت سے  
 تکرار صحت سے  
 ۱۰

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰

وہ کسی بڑھئی نہیں۔ ہم سابقین میں پہلے سب لائق سے اس کی نقل کر آ کر ہیں خود حضرت عباسؓ نے ہی  
جبکہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے جب خلافت رضا جناب امیر مضر بطمع نفسانی کیا کیسی کچھ  
جناب کو ایذا پہنچائی عقیدت صاف امیر معاویہ سے جا ملی یہ یہی آپکی ایذا کا باعث تھا  
صحیح بحث بولیں نے سوائی مقداد کے آپکو مخدول کیا اور بخلیق اس وغیرہ میں اطاعت نہ کی یہی  
آپکی ایذا کا سبب تھا۔ امام حسینؓ نے بیت المال کے عمل میں بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ  
یہاں تک ناخوش ہوئی کہ ریحان رسولؓ کے جسکو آپ ۲ دوش مبارک پر سوار کرتے تھے مارنے کا  
مقدمہ کیا۔ اور ظاہری یہ ہر ایک کا فعل دوسری کے سخت ایذا کا باعث ہوا۔ امام حسنؓ نے  
خلافت امیر معاویہ کے سپرد فرمائی۔ یہ بھی آپکی ایذا کا سبب تھا۔ اگر آپ بقیہ حیات جوتے  
تو قطعاً متاوی ہوئی۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا آپ  
کو اپنے اسکو اپنی ناک مبارک کے کشی سے بدتر سمجھا۔ محمد بن الحنفیہ نے امام حسنؓ رضی اللہ عنہ کے  
ہمزی و اعانت سے ناخود تلقا عد کیا یہ کس قدر آپکی ایذا کا باعث ہو گا بعد اسکو امام سجادؓ سیامت  
کی بابت متنازع کیا یہاں تک کہ نوبت حیرالاسود کی حکومت کی پہنچی یہ بھی یقیناً جناب امام سجادؓ  
کو ایذا کا باعث ہے کہ ہاتھ سے زمین کر دیں یہ آپکا قاعدہ انشا و اللہ ہے کہ یہاں کو بھی  
سلامت باقی نہیں چھوڑے گا۔ اگر آپ اسکی علی العموم الاطلاق قائل ہیں تو ان بزرگواروں کو ایمانوں کا  
شکر فرمائی جتنی اگر ایک امام میں عصمت ثابت ہوئی تو پھر کل الامون میں اسکا ثبوت یا بطلان  
قیاس ہو گا۔ اور وہ باب اعتقادات میں مفید نہیں یا کسی دوسری طریق سے ہو گا اسکو بیان  
کرنا چاہی کہ وہ کیا ہے اور کیسے چاہیہ کہ وہ شرعاً باب اعتقادات میں کار آمد ہو سکتا ہے نہیں  
غرضیکہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکھ کر ہمارے عجیب کے خیم و مضامین کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں  
ہم اس سے زیادہ کیا عرض کریں۔ قولہ وہ پیچیدہ کا بیان ظاہر ہے کہ اگر ائمہ کے گناہ امت پر  
ظاہر ہوں تو اطاعت سے استنکاف کریں۔ اور انکی نظر و سنہ کر جائیں اور انکو احکام وغیرہ کی تصدیق  
و تمسک کریں بلکہ تکذیب کریں کہ اگر یہ موعید وغیرہ کے بیان میں سچ ہوتے تو خود کیوں انکار



**ترکیب ہوئی۔ اقول۔** عصمت الہ میں اس دلیل کا ذکر نہیں کے قابل ہے اہل اصناف سبھی کو  
 بنو کر۔ عصمت الہ میں اسکا بیان مصداق اس شعر کا ہے بیت چرخش گشت است سعدی درختی  
 الایا ایہا الی اور کا سا دوا واپس بدلتے اس دلیل کا معنی اس امر پر ہے کہ اللہ بالاس تھلاں بسنگ  
 شریعت ہیں۔ پس اگر کسی کو یہ سید عالم شیعہ کے سلمات سے ہی کہ تمام امور شریعت کے مثلاً تحلیل و تحریم  
 وغیرہ سب اللہ کو سپرد کر رکھی ہیں۔ اہل حق ہرگز کوشید نہیں کرتے وہ ابنیا کو انبیاء و صحبہ میں لڑتے  
 کہ اللہ اصل کو مہل اور تابع کو تابع پر اپنی سلمات سے خضم کو الزام دینا ہمارے محیب جسیر غافل  
 والاضافہ پرست کا ہی کام ہے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں بن  
 تکمیل ہو چکا ہے اور الیوم کمالت کم ویکم نزول اجلال پاچکا تھا اور امام صرف مرجع شریع ہی  
 اور اسکا کام یہ ہے کہ بہت کو شریعت مکمل پہنچا دے تو وہ اگر ترکب معصیت ہو تو اسکی اطاعت سے  
 استنکاف کر کچھ نہیں نہیں ہن اور انکی احکام جو مطابق شریع ہو غرضم مقصدین تعلیم کے  
 کوئی صورت ہے اور جو احکام کہ شریع کے موافق نہ ہوں وہ خود مض واجب الاطاعت نہیں تو امام کے  
 اطاعت میں حیث اللہ متبع الشریع ہے نہ بحیث متبع تو لزوم ان اسو کا مطلق ہو گا۔ معصیت  
 حق کے شانہ نے اللہ کی اطاعت کی بیان میں صاف ارشاد فرما دیا فَأَن تَكُونَ تَحْتَ حُكْمِهِ فَذَرُوهُ  
وَالْوَلَّوْا حَيْثُ مَنَاصِفُ مَعْلُومٌ بِمَا هِيَ کہ اگر کسی امر میں است وادلو الام باہم شافع کریں اسکو  
 کتاب و سنت کی طرف لوٹا دیں اگر موافق ہو قبول کریں ورنہ رد کریں تو یہ شخص سبھی کے  
 کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ امام کا قول و فعل موافق شریع ہے ہو اور یہی عدم عصمت ہے پس جب امت کو  
 اللہ میں ہزارں ستقیم شریع موجود ہے تو انکو امام کے غیر معصوم ہونی سے کیا ڈر اور کسی حکم میں  
 امام کی تصدیق نہ کرنے سے کیا خوف بظاہر نبی کے کہ اگر اس سے استنکاف کریں اور اسکو تصدیق  
 نہ کریں بلکہ کذب کریں۔ تو دین بکشت ہے و درجہ ہم ہو جائے پس اس دلیل سے عصمت اللہ  
 میں استدلال کرنا ایک عجیب و غریب قصیدہ ہے عسلا وہ اس بحث کے باقی نقوض و اعتراضات جو اس  
 استدلال پر درونہ ہوتی ہیں۔ وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال میں بیان آ رہے ہیں

انبات بہت اہم است کہ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ امام کا مقام



الیہ لہر یکن لہر اولہر لیسعللا ان میں للناس من ذی کون بعدہ وروایہ محمد بن مسلمہ قال  
 اهل الکتاب ان روایات صحاح ثابت ہوتا ہے کہ معا واند اندہ اندہ لکھا کر دین چھاپا نوالے  
 اور معا واندہ توبہ توبہ میں کیونکہ اس کی نقل کردن ( خدا کے اور رحمت کرنی والوں کو ملعون میں پہلے اور  
 دوسری روایت سے بخوبی یہ مدعا ثابت ہے چوتھی روایت اس مدعا کے اثبات کے لیے بہت بڑی  
 قوی دلیل ہے توحید حضرات شیعہ نے بمقتضای کمال لاؤشک انکی دشمنوں کو اندہ کے امتین  
 چھاپنے والی اور ملعون ٹھہرایا تو انکی غیر معصوم ہونی کو ہی ثابت نہیں کیا بلکہ کفار سے ہی بُرائی میں  
 بڑھ دیا۔ حضرت علامہ باقر مجلسی نے اس مریم کفر کو اس طرح چھاپا ہے کہ وہ صرف تیسری روایت  
 تفسیر میں جو عبد اللہ بن کبیر سے مروی ہے فرماتے ہیں بیان ضمیر ہم راجع الی اللہ اھلین  
 پہلا کوئی عامل شیعہ بن سلامہ کی اس بوج توجیہ سے اس کفر صریح کو جو ان روایات سے مثل آفتاب  
 روشن ہے پوشیدہ سمجھ سکتا ہے۔ اگرچہ ہر جگہ علامہ کہ اس دلیل کا بوجہ تخریف کے اھمال کی کچھ ضرورت  
 نہ ہتی کہونکہ اہل فہم والصفات سیاق عبارات سے خود سمجھ سکتی ہیں لیکن نظر نسکین خاطر مجیب یہ  
 ہم مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی اور دوسری روایت میں جسدہ روایت لکھ کر فرمایا ہے کہ اس  
 ہم مراد ہیں۔ اذنین لا عینین کا ہرگز ذکر نہیں کیا بلکہ اذین صرف کا تین کا ہی ذکر ہے جس سے صفا  
 معلوم ہوتا ہے کہ اندہ کا تین میں تین عینین عدوہ اذین لفظ واندہ استخوان فرمایا خود اس کی ثبوت  
 کی دلیل ہے کہ آپ کا تین میں کیونکہ اسکا اطلاق مشقت اور تکلیف کے وقت ہوتا ہے چنانچہ  
 واندہ استخوان علیہما یصفون۔ چوتھی روایت اسکی ثبوت میں نص مریم ہی کیونکہ اس سے  
 صحاح ثابت ہے کہ یا مراد اندہ میں یا اہل کتاب اور ظاہر ہے کہ لا عینین میں یہ دونو احتمال  
 نہیں ہو سکتی کیونکہ اہل کتاب لا عینین نہیں۔ ان بعض اہلین کا تین حق میں جو ملعون ہیں۔  
 نہ لا عینین تو یہ دونو احتمال کہ مراد یا اندہ ہوں یا اہل کتاب اسی صورت میں صحیح ہو چکے ضمیر  
 ہم کی راجع لفظ الذین کیستوں یا اونکے کی طرف ہو قطع نظر اس سے اس روایت میں حضرت  
 امام نے بعد اس بیان کے کہ اس سے ہم مراد ہیں او سکی تائید میں یہ بھی فرمایا کہ ہر امام سابق

۱۰  
 بیان  
 ضمیمہ  
 مکتبہ  
 دارالافتاء  
 دارالحدیث



سباہین۔ تعجب ہو اپنی شیعہ کے لیے تولعان و سباب ہونا ناپسند فرمایا میں اور خود اس قدر تولعان  
ہوں کہ خدا تعالیٰ کے اولیاء اس وصف سے ذکر فرمادی یہ ہر طرف حضرات مدعیان ولادت مسک  
کہ زمانہ ولادت کا مقتضائے نہیں تو اور کیا ہے **اقول** اب بعض کتب میں گواہی ہے کہ یہی تعلیم اپنی  
خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہے کہ (باد جو یکہ دلائل شرعی سے ثابت نہیں بلکہ  
دوسرے) مگر بعض کا وجوب اقوال صحابہ و علماء کرام اہلسنت سے ثابت ہے صحیح مسلم کی کتاب  
الامارات میں باب الاختلاف ملاحظہ فرمائی کہ جناب ابن عمر ترک اختلاف کو ضعیف و کم مردم  
سبب جانتی تھی چنانچہ اپنی اس عفت یہ میں ایسی راہیں تھیں کہ جب تک کہ ان کی بد پر نگوار بدوں  
اختلاف دنیا سے انتقال فرمانا۔ چاہتی ہیں تو نہایت ہی تدبیر تو دوسرے سے اپنی باب اور امام  
دقت کو نصیحت فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہیں کرتے آپ دیکھ لیں کہ وہ اختلاف  
کو نہایت ہی ضروری سمجھتی ہیں اور اس کی ترک کو عین تضییع و فساد مردم جانتی تھی اور اس کو ناکار  
اوس راہی سے ثابت دی ہے کہ شتم و غنم کو جمل چوڑ کر کہیں چلا جائے غور فرمائی کہ آگے  
خاتم المحدثین جو اعتقاد کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہیں کیا حضرت ابن عمر کے شاہین ہی ہیں  
ہی فرمائی کہ یا خاتم المحدثین صاحب صحیح مسلم ملاحظہ نہیں فرمائی تھے۔ **اقول** بجز اشد وقوت  
جبکہ ہم دلائل عصمت کا ابطال یہ اتصال کر چکے تو اہل کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم ابطال دلائل نص و  
افضلیت میں اپنا دقت گران ہا فیضان کرین کیونکہ جب عصمت سے باطل ہو گئے تو تمام اہلسنت ہی  
اصولاً و فروعاً باطل ہو گئے تو یہ ستر شرط افضلیت و نص باطلہ کے ابطال کے کچھ حاجت نہ رہی  
لیکن ناظرین مناظرہ کے رفیع خلبان اور اپنی محبت حبیب کے مزید اطمینان کے لیے ہم اس طرف  
ہی متوجہ ہوتے ہیں اور مختصر گذارش کرتے ہیں چونکہ ہماری محبت کے عادت ہے کہ ہر مسئلہ کے  
وقت اپنی دعویٰ کو پہلا دیتی ہیں مدعا کچھ ہوتا ہے اور دلائل کچھ لاتے ہیں اس لیے مناسب  
کہ ماہ الذیجہ مسلمان بیان کریں اور ناظرین اور اوراق اور اپنی محبت کو یاد دلائل ان کے کچھ یہ دعویٰ ہے  
اگر دلائل اس کے مطابق ہوں تو بابتہ قابل التفات ہوں ورنہ لائق توجہ ہی نہیں سمجھو جانگلی

پس واضح ہو کہ اس جگہ ماہ النسخ میں سنت و شیعہ میں کلمہ شرط رض و فضیلت ہو شیعہ متقدمین  
 کہ امام کے لیے رض و فضیلت میں عصمت کے شرط ہیں اگر رض و فضیلت نہ ہو۔ تو امامت باطل ہو اور  
 امامت کہتی ہیں کہ عیسیٰ امام کے واسطے عصمت شرط نہیں۔ اس طرح رض و فضیلت بھی شرط نہیں ہے  
 عصمت سوائے انبیا کی کسی اشرار میں نہیں پائی جاتے رض و فضیلت کا تحقق ہو سکتا ہے  
 لیکن اگر ایسا تحقق نہ ہو تو ہی امامت متحقق ہو سکتی ہے ہماری محسب سبب اس امر کی اثبات کے درپے  
 ہیں کہ ہر شرط رض کو ثابت فرمائیں اور اس کے اثبات کے لیے چونکہ کلمہ اعتقاد ہی ہے دلائل قطعیہ  
 بہم پہنچائیں تو اس خلاصہ دعویٰ محسب سبب یہ ہے کہ امامت کے لیے شرعاً قطعاً خداوند تعالیٰ  
 کی طرف سے شرط ہے اگر رض نہ پائی جائیگا تو امامت و خلافت منعقد نہ ہوگی پس عاقل و اپنی حافظہ میں  
 محفوظ رکھ کہ ہماری گزارش میں کہ جب یہ کلمہ اگلی نزدیک اصول بلکہ اصل اصول دین  
 میں ہی تو اول واجب تھا کہ اس کے اثبات کے واسطے دلائل قطعیہ پیش کرتے اس مقام میں  
 جس قدر آئے دلائل ذکر فرمائی ہیں اگر ان کی غلطیوں اور مضامین سے جو کلمہ متنازعہ یہاں  
 جاری کرنے سے لازم آتی ہے چٹم پوشی کجاوسی اور بفرصت محال انکو صحیح تسلیم کر لیا جائے تاہم اپنی  
 مدعا کی اثبات نہیں ہو سکتی بلکہ قطعی مدعا دلائل ظنیہ سے کیونکہ ثابت ہو سکتا ہے معینہ اقطع نظر  
 اس سے کہ انکا مدعا قطعی ہو یا ظنی اس قدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کرے کہ در صورت عدم  
 تحقق نص کے عدم تحقق امامت ہوگا اب آپ فرمائی کہ انکی کوئی دلیل ہے بدلائل مظاہر  
 یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگر رض نہ ہو تو امامت متحقق نہ ہوگی۔ اب میں تفصیلی طور پر دلیل دے رہا  
 بحث کرتا ہوں بعزہ الصفات سنی۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو ابن  
 عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا حاصل نقل کر کے اس سے اس مدعا پر کلمہ لال کیا ہے بالکل غیر معینہ  
 مدعا ہے اور غلط کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے انکا مدعا اور ساقی ثابت ہوگا جبکہ آپ یہ ثابت  
 فرمائی کہ جو خلافت و امامت بلا نص کے اختلاف واقع ہوئی وہ انکی نزدیک باطل ہے اور ظاہر ہے  
 کہ خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بلا نص واقع ہوئی بلکہ اولیٰ کے ہی

اثبات ہر شرط رض کی پہلی دلیل کا ابطال

ابن عمر کے نزدیک یہ بھی کیفیت ہے کیونکہ جناب خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی اس قول کے جواب میں کہ  
 ان کم استخلف سکوت فرمایا۔ اور رد نہیں کیا اور ثانیہ فرج ادلی کے ہے تو مدعا مجیب بسبب  
 اس وقت ثابت ہو چکا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے بطمان خلف ہوتا ہے اور بے سبب عدم درود  
 کو ثابت ہو جاوے اور یہ محال ہے۔ پس اس روایت سے استدلال کرنا اس پر مبنی ہے کہ ہماری  
 مجیب بسبب اپنے مدعا سے متقابل ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے اگر بغیر من محال جو بے نص  
 ثابت ہو ہی تاہم تکرار شتر لہ نہیں کہ سفید مدعا ہو۔ آپ دیکھا ہو گا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے  
 اس حدیث کے شرح میں عدم وجوب نص پر اجماع لکھا ہے تو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی  
 اللہ عنہما کی دستخط سمجھتے ہوں۔ لیکن عطف سماء اسلام صحیبات کو یہی عمل میں مثل واجب سمجھتے  
 ہیں اور نیز قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنے مدعا کو حتی الوسع دلائل میں بیان کیا کرتا ہے تو اسلیلی  
 ادھون نے اس کو اس دلائل میں ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر خودی  
 نہ تھا اسلیلی سکوت فرمایا اور مکرر اس باب میں لب کشا ہونے کی بیو کہ جو دلیل حضرت عمر رضی  
 اللہ عنہ کی وہ بلائے اس امر پر دال ہے کہ استخلاف وعدم استخلاف ہر دو جائز ہیں واجب نہیں  
 اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ائمہ اربعین دفعۃً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ذہن میں لزوم نص آیا ہو  
 لیکن جبکہ حضرت امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہو گیا  
 تو اپنی قول سے رجوع فرمایا۔ معہذا جبکہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں عدم وجوب نص  
 بیان فرمایا اور صحابہ میں کسی نے اس کا رد و انکار نہیں فرمایا تو اجماع سکوت ہو گیا۔  
 پس خاتمہ دلیل پر جو کچھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت ہماری مجیب کے تحریر کیا  
 وہ کمال دقات کے دلیل سے مدعا کو دلیل سے ثبوت کی بوہی نہیں پونچھی اور زبان درازی  
 شروع کر دی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عقیدہ استشراف نص کا جو تکرار عدم اعتقاد خلاف غیر  
 منصوبہ کو ہی پہل کر ثابت فرمایا ہوتا اور اس کے بعد کچھ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت محل  
 فہم انصاف سے خالی ہو تو بجز سکوت کے کیا جواب دیا جاوے۔ قولہ جناب ابن عمر رضی

ہی پنجہ نہیں ہر اور صحابہ کا یہی ہے اعتقاد ہے چنانچہ خواجہ کاہلی صواعق میں منجانب ترجمہ  
 آپکی خاتم المحدثین نے فرما کر اور تھوڑا سا تغیر و تبدل کر کے تحفہ لکھا ہے۔ ذیل قول جناب امیر علیہ السلام  
 یا یعنی القوم الذین بالبعو ابابکر و عمر الخ مطلب ثانی مقصد رابع است میں فرماتے ہیں و  
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه رضا جليلاً او خفياً واليه ذهب  
 عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذيفة بن اليمان والنس بن مالك والوهريري وغيرهم  
 وجم غفير من المحدثين شرذمة من الاصوليين وطائفة من المتكلمين جماعة من الفقهاء انته حجت  
 وتجب ہر کہ آپکی خاتم المحدثین نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر بلکہ کل صفائیں ترجمہ کیں ہیں اس مقام کو  
 ملاحظہ فرمایا ورنہ اس خیرات سے اس عقیدہ کی نسبت فرمائی کہ یہ عقیدہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔  
**اقول** یہ دلیل ہونہاں حال سے چلا کر کہہ رہی ہے کہ ہماری محیب کو اپنی مدعا کی خبر نہیں  
 رہی اور نیز اس دلیل سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری محیب نے یا ہماری محیب کے اوس بزرگ سے  
 جس سے وہ اسکو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواعق میں کمال بابت فرمائی ہے اور جو جملہ کہ اپنی  
 مذمب کے مخالف اور اس عبارت کے بعد بہت سے قریب مذکور ہے اور گویا تتمہ اس عبارت کا ہے اسکو  
 حذف کر دیا سمجھا ہوگا کہ صواعق عزیز الوجود کتاب ہے کہان دستاب ہوئی ہے جو کوئی معائنہ  
 کر کے غلط نہ لگائی گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کو یہ کتاب بلا وقت میسر ہوگئی  
 اسلیں اصل کتاب سے پوری عبارت اہل الصفات کے سامنے پیش کرتا ہوں اہل الصفات ملاحظہ  
 فرمادیں اور یہ بھی یقین ہے کہ ہماری محیب لبیب کی مدعا سے اس دلیل کو کچھ تعلق ہے یا نہیں۔  
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه رضا جليلاً او خفياً واليه ذهب  
 عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذيفة بن اليمان والنس بن مالك والوهريري وغيرهم  
 وجم غفير من المحدثين وشرذمة من الاصوليين وطائفة من المتكلمين

انشاء اللہ تعالیٰ ہر دور میں اس کتاب کا احوال

بعض اسطوٹ گئی ہیں کہ انام کہ منصوص ہونا خواہ منبر علی بن ابی طالب علیہ السلام کے منبر عبد اللہ بن مسعود اور ابو الدرداء  
 اور چند دیگر صحابہ کیوں کہ ان میں سے ایک ایک بڑی جماعت اور اصولیین کے ایک گروہ اور متکلمین میں کا ایک فرقہ ۱۳۰



و جماعت من الفقہاء و تصکو بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعہ و خلفوا  
 فی النسخ الجہوی علی انہ جل و جمع علی اندخفہ و الید ذہب الحسن البصری و اتفقوا علی انہا ثبتت  
 بالاجماع ان لم یتمعن الا فضل و لم یوجد النص انتہی۔ اس عبارت کے آخر کا جملہ  
 و اتفقوا اس پر جو بدعت مدعی کی نفیض کی ثابت کر دہایت ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ ائمہ راست ہو پس  
 اگر یہ نقل پر غیبت نہیں تو کیا ہو۔ لیکن اگر اس جہد سے قطع نظر کجاوی تاہم یہ عبارت ہمارے  
 مجیب کے ثبوت مدعیین کچھ فائدہ بخش نہیں ہو۔ کیونکہ نص عام ہے جلی ہو یا خفی اور کجاوی  
 انبات نص جلی کا ہی تو اس صورت میں آپکا دعویٰ خاص ہو اور دلیل عام ہے اور دلیل  
 عام پر خاص مدعا کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بغور دہا مل دیکھا جادوی تو دلیل مدعا میں باقیم موم  
 و مخصوص نہیں بلکہ تغایر و تباین ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ انکی نزدیک انعقاد و است کے لیے  
 یہ شرط ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نص دلزدہ ہوئی ہو کہ فلاں شخص بعد فلاں  
 بنی یا فلاں امام کے اسکا خلیفہ ہے اگر اس طرح نص ہوگی تو امامت و خلافت متحقق ہوگی  
 اور صحابہ میں سے کوئی اسکی لزوم و شرط کا قائل نہیں اور سنی اسکو ضروری نہیں سمجھا  
 اور نص جہوی یہی یہ مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہی چنانچہ جہد و تصکو  
 بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء انتہی اس مدعا پر ظاہر دلیل ہے تو بس دلیل مدعا ہا  
 مستغنی ہوئی پس ایسی پوج اور غلط دلیل پر اسقدر ناز و افغہار۔ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 کی نسبت صواتع میں اس وقت کہ وہ کچھ نہ کہ الزام بالکل لغو اور ناجائز ہے علی الخصوص جبکہ  
 شاہ صاحب ہم کی عبارت کو جو مخفیہ میں مذکور ہے دیکھ جادوی وہ فرماتے ہیں و نامیہ  
 سب کو نیکہ کہ نص امام بر خدا واجب است پس میا یہ کہ مضمون بود از جانب خدا و این عقیقہ

۱۔ اور فقہاء میں سے ایک جماعت اور ان احادیث سے دلیل گیری جو خلفاء راہب کی خلافت کے بارہ میں واقع ہوئی ہیں  
 اور نص کے بائیں اختلاف ہے جمہور اس میں کہ نص جلی ہے اور ایک جماعت اس پر کہ وہ نص خفی ہے حسن بصری  
 سبط بن یزید اس پر سب متفق ہیں کہ اگر افضل متعین نہ ہو اور شخص پائے جادے تو خلافت اجماع  
 کو سب پر معتقد ہو جاتے ہیں۔ ۲۔

مخالف عقل و نقل است۔ معلوم نہیں یہ مدعا جو محسوسہ امرین کا ہے اور جسکو شاہ صاحب رحمہ اللہ  
عقل و نقل فرما رہے ہیں اسکو ہماری محبت کے کیونکہ موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا تو انصاف فرمائیں  
اپنی دلیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور جسکو نسبت شاہ صاحب نے فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اسکو  
بھی دیکھیں اور جو چیزیں لوگوں کی اپنی وطن کو میران انصاف میں کہہ کر تو لیں تو صاف معلوم  
کر لیجئے کہ آپ نہ عبارت صواب کو سمجھیں اور نہ محض کو سمجھیں اور نہ خود انشاء عاقلی ضبط فرمایا تھا  
توفیق انصاف و راہ راست عطا فرمادی۔ قولہ اگرچہ اسست میں ہم بہت کچھ گفتگو  
کر سکتے ہیں مگر نظر اختصار ترک کر کے اب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی نصیحت کے باب میں  
شہادت لکھتے ہیں کہ یہ حضرت نابشہور اکبری خاتم المحدثین کے والد ماجد ہیں اگرچہ تحفہ میں انکو  
ابوت میں توریہ فرمایا ہے مگر ہنایت ہی درجہ کی تعریف و ستائش فرمائی ہے حتیٰ کہ اپنی اذیت  
الہی معجزہ از معجزات جناب رسالت ہنایت ہی انکی شان میں لکھ ہے جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا  
اقول ہنایت افسوس ہے کہ اس مقام پر آپ نے بہت کچھ گفتگو نہ فرمائی۔ جس پر اس  
مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اور جس کے آگے علم و فہم و انصاف کی کیفیت اور استدلال کی حالت  
بخوبی منکشف ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہو کر اس  
دعوے کو باطل کرتے جو آپ نے ابتداء جواب میں فرمایا ہے۔ بہتر یہ کہ آپ نے اختصار کے سیر پر اسکو  
ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ نابشہور اکبری کے تعریض فرمائی اور جو  
ادعا تہذیب و اخلاق کے بد تہذیبی کا جامہ پہنا اسکو جواب میں ایسی تعریضیں بلکہ اس سے بڑے  
ہم سہی بہت سی مجتہدین حال ماضی و غیرہ کو نسبت عرض کر سکتے تھے لیکن ہم بجز سکوت و سیر  
اسکا کچھ جواب نہیں دیتے۔ اسکی بعد جو شہادتیں کہ نصیحت ثبوت کی بابت حضرت شاہ ولی  
رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی اور کچھ کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔ قولہ آپ بطور غور ملاحظہ فرمائی کہ جو  
تقریریں ہم نصیحت کے باب میں کرتے ہیں ہمیں وہی حضرت شاہ صاحب از انہ الکفایین رقم فرمائی  
ہیں مقصد اول فصل دوم لوازم خلافت خاصہ کے نکتہ سوم میں جو صغیر غلط میں واقع ہے

یہ عبارت تحریر ہی نکتہ سوم کہ خلافت ائمہ پرست و نفوس بنی آدم محبوب الہیہ و شیطان  
 و بنی آدم جاری مجری الہام چون خلافت برائی شخصی مستقر شود احتمال داند کہ جو پیش گیرد  
 در مصداق خلافت ہتھاون مرید بعمل آرد و مرز این خلیفہ در است مرحومہ اش باشد ائمہ ترک  
 اختلاف دی و این احتمال کثیر الوقوع است نمی بینی کہ بادشاہان ہر الاما شاہ را اللہ درین  
 مہملہ گرفتار شدہ اند و میثاقنا و تسمیکہ این احتمال برانداختہ نشود بوعده آہی یا بدعا فی کثرہ  
 حصول انہا جو رہتھاون متمنع عادی گردد۔ وطن قومی بعد از قیام خلیفہ با برکت بطور رس  
 اختلاف چندین شخصی جز محض نہ باشد و نفوس بنی آدم تاباست او اطمینان پیدا کنند کہ یک  
 مرشد خلافت گردد و پہلی ایشان در حق ہر د باطن مجتہل کہ در علم و حال خود غلط کردہ باشد و دیگران  
 بعض قراین متہک شدہ همان غلط را رواج دادہ باشند و احسن باتیل۔ بیت اسی بنا ہیں  
 آدم و بیست پس میردستی نشانید و دوست و تا اعتماد و برہم و حال شخصی بحدت مستفیض  
 صادق و مصدوق و اشارات و حاصل نشود کارنا تمام پیش از خلا کا مہمانست و  
 بصاحب آن و شائبہ شامض شایع و اشارات او انتہی بقدر حاجت۔ اس عبارت کوتاہ را نشان  
 سی ملاحظہ عجیبی جیسی کہ اس سے نص کا جو ب ثابت ہوتا ہے دینی ہی عصمت خلیفہ ہی ثابت ہے  
 بباعث خوف طوالت ہم اس کے الفاظ پر بسط و نشاط سے بحث نہیں کرتے اس بقدر اشارہ  
 کافی سمجھتے ہیں۔ **اقول** اس دلیل کو بھی عاسی کچھ رابطہ نہیں ہے۔ اور بیان ہی اپنا  
 مدعا ہو لی۔ جو نص کہ عبارت منقولہ از ائمہ انحقاسی مضموم کہ تنبیض ہوتی ہے اگر دہی نص  
 معتقد علیہ جناب محبوبہ و راؤنگی ہم نہ ہو نہ کسی تو مر جبا بالوافق لیکن یہ نص ہی نص ہی جوتیت ہو  
 نور وعدہ اللہ الذین آمنوا منکم اور حدیث ان تو مر و ابابکر اور اسکی مثال سے ثابت ہوتی ہے  
 اور نیز یہ دہی عہدہ خداوندی ہے جسنی احتمال اتباع ہو کا استیصال کر دیا اور وقوع جو رہ  
 ہتھاون کو متمنع عادی بنا دیا اور یہ نص اشارات وہ بن جن صرف تحقیق خلافت  
 مستخرج ہوتا ہے نہ انحقاد اور یہ نص اشارات متعدد و اشخاص کہ ہر طرح ہی ایک وقت میں

بلا تفسیر تقدیم و تاخر متمنع نہیں ہیں پس اگر آپ اسکی قائل ہوں تو یحییٰ عاری الیہ کچھ نزاع نہیں  
 اور اگر نص معتقد علیہ سامی جسکی اثبات کا دعویٰ کیا گیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ وہ نص جلی ہے کہ جو  
 علما قوم ائمہ اثنا عشر کو واسطی دعویٰ کرتے چلو آئی ہیں تو اسکو اشتراط کو اس دلیل سے پاک  
 دلیل سے ثابت فرمائی میں اس استدلال پر یہ تن حیرت ہوں کہ عجیب لہجے اپنے آپ کو کم از کم  
 فارسی خوان تو ضرور ہی تسلیم کیا تھا لیکن اس استدلال سے تو اس دعویٰ کے ہی ثبوت میں تردد و توہر  
 ہے۔ کیونکہ اگر فارسی خوان ہوئے تو کیا اس عبارت کا بھی مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جسکا  
 سہل الیہ ماخذ ہونا مثل ہوز روشن ہی معلوم ہونا ہے کہ آپکی سامنی کہینی یہ عبارت پہلے سنائی  
 ہوگی آپنی لفظ نص کا سنکر کہاں نہشت دی ہے سمجھ لیا کہ بس ثبوت نص میں حجت قاطعہ ہے  
 اور خصم کے سامنی پیش ہی کر دیا۔ افسوس کہ آپنی بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر بحث  
 نہیں فرمائی۔ پھر جبکہ آپ اس عبارت سے نص کو جو سکا سوق و بہت ثابت نہیں کر سکی  
 تو عصمت کو تو کیا ثابت کر سکی۔ **قولہ** اور سینی مقصد ادا کے نصل مقیم کے مقصد دوم  
 مقدمہ تین صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ سن ۱۲۸۰ ہجری میں یہ فرماتے ہیں دلیل اول استقرار احادیث  
 کہ در باب فنن و ادبیت سیکند و دلائل طاہرہ وارد ہوا لہذا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر  
 دقائل آتیہ تقریر فرمودہ است در واقعہ بلطفی ادا کردہ کہ رضائی خدا تعالیٰ کا یہ خط بان ادا  
 مفہوم شود چون این مقدمہ را بشناسیم بعد اس قوی یقین می نمایم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 خلیفہ اول و ثانی و ثالث کہ بر سر ذکب بودند در اختلاف قوم در اختلاف ایشان فتنہ برخواست  
 و کارہای عظیم شدہ انتفع فارسی ہم بہم بخورد لہذا تفسیر فرمودہ اند عاقل نتواند بخیر کرد کہ اسیم حیات از گذرانند  
 و میان امور جزئیہ تمام باید بجا آید ہذا بعنا عظیم انتہی بقدر حقاقت یہ دلیل بعینہ ہی تقریر ہے کہ اصل حقیقت  
 مخصوص بخون بیان کرتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب اصل اس دلیل کے ہماری ہی تقریر سے اخذ کر کے  
 بعض الفاظ را کہ اپنی طرف سے زیادہ کی ہیں اور یہی نامی مطلق خلیفہ امام خلفائے ثلاثہ کا مخصوص ذکر کیا ہے  
 حاصل یہ ہے جو ہم کہتی ہیں کہ جناب رسالت تا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی است پر سببی شفیقت

و عطف دکنہ تھی کہ احکام خبریہ و مسائل فروعیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی حتیٰ کہ  
ایک مصاحبت و محو تولسنی مبارک شریعت بلکہ میت الخ لکھو آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کب  
تجوید کرے گا کہ حضرت یا انہمہ شفقت درافت ایسی اہم مقامات کو کہ امت کے جمیع مصالح دینی و دنیوی  
اوس سے وابستہ ہیں چل چوڑ دین اور اوس پر نفس فرما دین اور امت کو سعادۃ اللہ عمدۃ اختلافات  
و تنازعہات جو میں ڈال دین **اقول** سہاروی سلامہ بحیث جو اس جگہ عبارت از اختلاف  
سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہے کیونکہ ثبوت مدعا محجب سے اوسکو کچھ تسلیم نہیں علی الخصوص حضرت  
صاحب ازادہ اٹھواں سہارا میں بحث میں تصریح فرما چکے ہیں پیش از شروع در تقریر ان نکتہ است  
مجموعہ کہ ترتیب و لائل و تقریب آن مسائل بیہودہ و موقوف است دان نکتہ است کہ مراد از این  
خلیفہ کہ بوجوب و لزوم آن زبان سبکشاہیم نہ آست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزد ایک نکتہ  
نہ خود مسلمانان را جمع فرماید و بیعت ان خلیفہ امر نماید انہ اس سے صاف واضح ہے کہ وہ  
نفس جبکہ دعویٰ کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وجہ اسکی بجز بطلان کے اور کوئی نہیں اور طیار  
کہ جب دفاع آیتہ کی تقریر فرمائی جس سے رضایا سخط خدا شہودی اوسکی ساتھ مضموم ہوئی تو وہ  
خلافت حقہ جس میں اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تھا اور پوری بڑے اعلیٰ درجہ کی  
کاموں کے درمیان درہم ہونے کا خوف تھا اولیٰ و احق بالیان ہے بہ نسبت اوس خلافت کے  
کہ جس میں یہ اندیشہ نہ تھا بلکہ اوس میں خود اختلاف واقع ہو نیوالا بہت اور اوس اختلاف  
پر بھی طمع فرمادیا اور یہ تقریر و اطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور احباب را بغیب واقع ہوئی  
تو یہ غلط ہے کہ بجائی مطلق خلیفہ کے خلفا ثلاثہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفا ثلاثہ رضی اللہ  
عنہم کے ذات مقدسہ کے ساتھ واقع عظمیٰ متعلق تھے کہ جس میں کوئی اور کا شریک نہیں  
ہو سکتا بلکہ مخصوص اذکار کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہ کہ یہ دلیل حضرات  
شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچھ الفاظ کم و بیش کہی گئی ہیں سوائل انصاف جنہوں نے  
اول سے آخر تک کتاب ازادہ اٹھواں کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علیہ انکی

تقریر و تفصیل جو یہاں مذکور ہے

پیش نظر میں معلوم کر سکتی ہیں کہ ابتداء حدوث مذہب شیخ سہری یاجس روزی کہ اس مذہب کے  
 علمائے حجاب تہذیب کا چہرہ مذہب سہری اور ہٹا کر طریق کلام کو جاری کیا آج تک کلمہ حق  
 علماء شیوخ میں سے بیان معانی کتاب و سنت میں باین خوبی و سادگی کوئی تفسیر دیکھی ہو  
 اگر کوئی ہو تو محیب لبیب ہی نام لین عسلاوہ اسکی ابتداء زمانہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ  
 عنہم میں جانیٹاؤں ہی کے ہم شریک ہی اوں ہی کی موافق مسائل فرمائی ہی۔ دینا قرآن  
 جو متمم کلام و نقل اکبر ہی پر مذہب تہذیب میں اب چہا پاکو بخیر آمد کی اوسکو مذہب سہری پڑنا مذہب سہری  
 دیکھ اپنی نا خلافت میں ہی تہذیب کے وہی حالت ہی اور بعد اوسکی تمام ائمہ علیہ السلام بعد دیکھی  
 حضرت ہی کی تہذیب بقسم جلی انہی اور ہمیشہ تقاریر علیہ اور مسائل دینہ موافق اہل سنت کے  
 بیان کرتے جلی آئی پھر اگر یہ اکابر اہل سنت ہی اخذ نہیں کیا تو کہا نہ سہری آیا اپنی مفسرین کو بھی  
 کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان میں شیخین حسن فیوض اہل سنت میں تفسیر صافی کو دیکھی کہ اوسکو  
 مصنف نے اس بارہ میں اپنی مفسرین پر یہی شیخ فرمائی تفسیر جامع البیان جو نہایت  
 معتبر تفسیر میں سہری ایک صفحہ اوسکا آپ پڑھ لین تو میری قول کے مقتدی ہو جائی  
 اگر زیادہ تکلیف گوارا وسیع سامی ہو تو رسالہ المکاتیب ہی دیکھ لیجی کہ فاضل اجل مولوی نور الدین  
 حسین اس بارہ میں کس درد انگیز افسوس کے ساتھ فرمائی میں صفحہ ۷۷ پر یہ عبارت مکتوب سہری تھا  
 سبب عدم مہارت فن حدیث تحقیق الامر را در اک مذکورہ بکاسہ لیس عامہ پروا نہ اند  
 و منشایں امر غیر از قلت استعداد و در فن حدیث شریف چہری دیگر ملحوظ نیست جبکہ علماء  
 اہل شیخ باعتراف خود ہمیشہ کاسیس اہل سنت ہی تو بڑی شرم کے بات ہی کہ شاہ صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ پر جو ہٹا الزام اخذ دلیل کا لگاتی ہیں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی اور اپنی  
 علماء کی حالات کو نہایت نہیں فرمائی۔ بیشک ملک حلالی اسکا نام سہری لیکن جو دلیل کہ محیب  
 سبب ثبوت نص میں بیان فرمائی اور انکو اکابر بڑی افتخار کے ساتھ ثبوت اس مدعا  
 میں بیان فرماتے چلے آئی ہیں کہ تہذیب کی تردید اور اوسکا جواب ضرور ہی پس شیخ ہو

کہ حضرت شیخہ کو مثل مشہور انحراف تیشہ بیکل حشیش جب کوئی دلیل ثبوت مدعا میں نہ ہو  
 پہنچتی تو ایسی ایسی دلیلیں بھی اپنا دل خوش کر لیتی ہیں اور یہ نہیں سمجھتی کہ عیسیٰ  
 مدعا ہوتا ہے اور کوئی ایسی دلیلیں بھی دلیلوں کی ضرورت ہوتے ہیں جبکہ امامت اور اوستی شہ انظر  
 موقوف علیہ اور اصل اصول دین میں تو کیا اذکار ثبوت ایسی بھی دلیلیں جو محض  
 خیالی ہیں اور جسکی تائید کسی کتاب و سنت سے نہیں ہوتی بلکہ بالکس کتاب و سنت  
 سے اور کئی ممکنہ ہوتی ہے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں قطع نظر اس سے یہ دلیل خود مستند ہے  
 منقلب ہے کہ حق تعالیٰ نے نہ کلام مجید میں جسکی محی نفی کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا  
 مشرودہ سنایا اور اصول دین میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جسکو حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہو  
 بلکہ فردعات فقہیہ عبادات و معاملات میں سے مومن و مسلمہ و حج و زکوٰۃ و نکاح و طلاق و یم  
 و شہاد و عتق و غیرہ تک بیان فرمائی تو باوجود اس رافت و حجت کے کہ خداوند تعالیٰ پہنچید و ذکر  
 ساتھ ہی کوئی مسلمان کیونکہ تجویز کر سکتا ہے کہ حق تعالیٰ فردعات کو تو باہرین اہتمام ہرگز  
 ساتھ کر بیان فرمادی اور ایسی ہی اصل اصول دین اور اہم لہجات کو جہل جوڑی جسکی ساتھ عباد  
 تمام مصالح دینی و دنیوی منوط ہوں اور عمدہ عباد کو متارفع و ثبات جبرین و اذاری  
 بلکہ علامہ فردعات دین کے مشلین اور برائی قصی ہر ایک متشابہات تک فرمادی اور اصول دین  
 چہاں کہی اور فیض فرمادی اور تارک واجب ہو۔ سبھی اک نہا بہتان عظیم۔ تعجب ہے کہ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت و رتبا کے کتب سابقہ میں خداوند تعالیٰ نے خبر دی اور حضرت  
 عیسیٰ علیہ السلام نے توصات نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ <sup>۱۱</sup> وَصَّيْتُكَ بِرَسُولِي يَا قِيَمُ رَبِّي  
 اَمَّا هَؤُلَاءِ فَكَذِبٌ اَمَّا هَؤُلَاءِ فَكَذِبٌ اَمَّا هَؤُلَاءِ فَكَذِبٌ اَمَّا هَؤُلَاءِ فَكَذِبٌ اَمَّا هَؤُلَاءِ فَكَذِبٌ اَمَّا هَؤُلَاءِ فَكَذِبٌ  
 ذکر نہیں فرمایا کہ عباد کا ایمان ہے پر موقوف ہوتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اصول  
 دین ہی میں سے نہیں دینہ خود خداوند تعالیٰ نے اپنی کلام میں نص فرماتا۔ معذرا کہ ہم کہتی ہیں

کہ امام است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے چھوڑ دیا اور محمدؐ امت کو با اینہمہ شفقت فرمات  
 اختلاف و تشاجر میں ڈال دیا اور یہ کچھ کسی پر منحصر نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 تمام بنام نفس فرمائی اور کہتی کہ میری بعد فلان اور اس کے بعد فلان خلیفہ و امام ہی بلکہ ہر گاہ  
 خداوند تعالیٰ اس میں کما تشکلف ہوا اور تکلیف دین کا وعدہ فرمایا اور حضرت رسالت پنا ہی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ حسب وعدہ خداوندی جو خلافت واقع ہوگی وہ حق ہوگی  
 اور مہناج نبوت پر ہوگی تو آپ کو کچھ حاجت نہ رہی کہ آپ خلافت پر تفضیل خاص  
 فرمادین لیکن آپ نے خلفاء و راہروں کی اوصاف اور مدت خلافت کو صراحتہ اور پراثر بیان فرمادیا  
 اور سب سے آخر میں بطور تہنید و تلبیہ یہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی قائم مقام  
 امام صلوات مقرر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات کہ وعدہ خداوند  
 خداوندی نے جملہ ظہور پکڑا اور خلافت موعودہ بر روی کار آئی اور تکلیف دین مرضیہ حاصل  
 ہوئی تو اب اس سے جس کو ذرا بھی عقل ہی معلوم کر سکتا ہے کہ نفس ہونے کی صورت میں  
 کس امر کا احتمال باقی رہا اور کونسا تخلف و تشاجر ہو کہ جس میں امت کو ڈال دیا تا نہ ہوت چرکے  
 اندیشہ کو تو خود خداوند تعالیٰ کے ہی وعدہ صادقہ نے بیخ دین سے اوکھاڑ دیا تھا بلکہ اگر  
 بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس فرمائی تو باوجود اس شفقت و عطوفت و رافت و رحمت  
 جو بہ مرحومہ کی حالت پر مبذول تھی تمام امت کو جس کو سالہا سال کے محنت و مشققت میں صدمہ  
 طرح کی اذیتیں اور ہٹ کر مسلمان کیا تھا اس نفس کے بدولت و رطہ و خرابات میں اوندھا ڈال دیا  
 اگر یہ نفس نہ ہوتی تو کیوں لاکھوں آدمی کفر میں مبتلا ہوتے۔ کیا توحید و نبوت و معاد کا  
 اعتراف کافی نہ تھا سب سے جبر و سفاک کو یہ نفس متضمن ہے ترک نفس ہرگز نہیں با اینہمہ  
 نفس ہی ہی یوم عذیر ختم فرمائی یا کوئی اور اس کا نفس ہونا تو ظاہر ہے اور اگر کوئی اور ہو  
 تو لایحیٰ پیش کیجیے سلاوہ الدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با اینہمہ رافت و رحمت  
 نفس فرمائی ہی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو ممکن نہ کر دیا اور اپنی وجہ کو



جو لطف تھا اپنی حمد سے نہ اوتا را تو جو امور دینی و دنیوی اوسکی ساتھ وابستہ تھے وہ کیونکہ  
 اصل موٹی اذنیہ نص ہو گیا فائدہ ہوا جبکہ امام نے غائب ہو کر باوجودیکہ تمام منافع دینی و دنیوی  
 اوسکی ساتھ وابستہ تھے سب کو خاک میں ملا دیا اور امت کو عہد اختلاف و تنازع و کثرت بریں ڈال دیا  
 کیونکہ کسی شخص جبکہ ذرا دین اسلام کا لحاظ بھیجے وہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ علامہ ان سبکی ہادی مجیب  
 نزدیک اگر قطع عرق تنازع بعض ہے بجز خضر تہا تو یہ بھی بدعت غلط ہے کیونکہ جو تنازع و کثرت جو  
 و کاذب و بجا حد دربارہ بعض فرق شیعہ میں معمولاً اولاً مابین میں خصوصاً واقع ہو رہا ہے اوسکو دیکھ کر  
 بر اختیار است و کفایت اللہ المؤمنین القتال زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے  
 کہ اگر واقعی بعض ہوتی تو یہ اختلاف و تنازع جو نصرانیوں کی بھی اختلاف و تنازع سی بدیہا لکھ کر  
 واقع ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ باتیں ترشی ہوئی ہیں بس۔ اگر خوف تعطل نہ تھا تو اس اختلاف  
 کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ صواقیع و خطفہ دیف مسلول وغیرہ میں شرح و بسط نہ کر چکا دل  
 چاہی دین و دیکھ بوی **قولہ** اگرچہ اس عبارت پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے لیکن بحال  
 اختصار معین لبر کر کے اس قدر گذارش ہے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع ہی خلفاء اہلسنت کے خلفاء  
 راشدین ہیں اور اگر خلافت بھی مدت سنی آئیں میں ہو واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب نے کمال  
 تو رسم اور تہذیب میں محض خلفائے ثلاثہ کا ہی ذکر کیا ہے یہ بھی قابل غور ہے کہ حضرت امام اہلسنت کی یہی  
 معنی ہیں۔ **اقول** یہ تو آج اپنی ہی حق میں بہت اچھا کیا کہ اس عبارت پر بہت  
 گفتگو نہیں فرمائی کیونکہ جقدر زیادہ گفتگو فرمائی تو سیدھا لگتی استعدا و لیاقت کی زیادہ کر  
 کہ لہجہ سوا کا کسی پر کچھ احسان نہیں۔ باقی رہا شاہ صاحب پر خلیفہ رابع غوغا کے نزدیک فریاد  
 الزام یہ محض عدم فہم عام و دوسوہ ہی ظاہر ہے کہ خلافت رابعہ کے حقیقت متفق علیہ ہیں  
 افریقین کے اذکار بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں انبات اگر مقصود ہے تو خلافت تہا سنی ملہ  
 کا ہے جو مستانہ فہم میں سوا کا بیان کرنا ضروریات سے اگر ایسی مواقع میں خلافت رابعہ کا  
 ذکر کیا جاوے تو جبکہ اوسکو خلافت حقہ تسلیم کر لیا ہے تو ہماری شک و دلالت میں کچھ قصور

واقع نہیں ہو سکتا اگر آپ مدعی ہیں تو وجوب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیجی  
 وہمہات سے موقع استدلال میں کام نہیں چلتا۔ اور نیز بیان کرنا اس امر کا مقصود ہے کہ ان  
 خلافتوں میں اختلاف واقع ہوتا تو اجماع مہات دینی و دنیوی کو یہ خلافتیں متضمن ہوتی  
 فتح اہم وہمہات میں غیر ہماک اور شیعوہ اسلام کے وہ سب درہم و برہم ہو جاتے چونکہ یہ حصہ  
 خاص خلاف تھا یہی مسئلہ ہی کا یہی سیلی وہ اس بیان کے لیے مخصوص ہیں تو انہیں کا ذکر کیا گیا  
 علاوہ ازیں ہم اپنی روایات میں بہت جگہ دیکھتے ہیں کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے  
 اور باقی ائمہ کا نہیں ہوتا تو کیا اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ حضرات کو ائمہ باقیہ سے نفی تھا  
 قرآن شریف میں جو کچھ بعض مواضع میں بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا اس طرح بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے  
 متھم من قصصنا علیک متھم من لم نقص علیک حالانکہ وہ بھی انبیاء تھے اور نیز کھانا کا  
 ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھیں گے۔ یہ حضرت ہی کی من فرہ دانی ہے کہ ترک ذکر کو  
 دلیل نفی کے قرار دیتی ہیں اور بلا دلیل خلاف ولادت تک کہتی ہیں۔ **قولہ** اور نیز امت کا  
 اہم المہات ہونا ہی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا شاید آپ کو انکار ہے۔ **اقول**  
 جبکہ آپ میری انکار میں شک متردد ہیں تو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ اس کا جواب لکھا جاوے  
 لیکن چونکہ یہ شک نہیں محض تجاہل ہے اس لیے ہم آپ کو آغ غلطی پر متنبہ کرتے ہیں و نہ ہم کہ  
 ہمارے اور آپ کی مسئلہ امت میں یہ اختلاف ہے کہ آپ اس کو اصول دین میں سے ہی مثل توحید  
 و نبوت کی سمجھتے ہیں اور ہم شروع دین میں سمجھتے ہیں اگر اس کی اہم المہات ہوتی کا انکار  
 تو باین اہم رہے کہ یہ مسئلہ اصول دین میں سے نہیں ہے اور اس عبارت سے اس کا ہرگز حصول دین میں  
 ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امت کا اصول دین سے ہونا  
 ثابت فرماتے تو بجا ہی خود ہمت و نہ صرف یہ فرمانا کہ اس عبارت سے امت کا اہم المہات

ثابت هر اس پرستی هر که آپ نے محل نزاع کے مقابل فرما کہ یہ **قول** ادنیٰ سے افضل و  
 مقصد مقدمہ میں بصرفہ عکس یہ عبارت مرقوم ہے و تیسرے ثانی ہر کتاب فضائل اوصیاء یا  
 از اصول خواندہ باشد در حق معرفت الصحابہ را متبع نموده باشد البتہ میدانکہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم در حق ہر یکی از اوصیاء خود دلشست و برخاست بآن حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم داشتند نفس رانی فرمودہ است و کلمہ کہ مرآت حاصل عمرو تواند بود بزرگان  
 شریف جاری شدہ و این قصص بیرون از شمار است ہر گاہ برای ہر کسی کلمہ روان ساختہ  
 ہر کبار اوصیاء خود در زبان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ دیر کشید او بود ندید  
 دی صلی اللہ علیہ وسلم تحمل عبارت خلافت نمودند چرا نفس رانی فرمودہ باشد و خلافت  
 ایشان از دو حال بیرون نیت یا خیر است یا شر اگر خیر است بہترین جمیع خیرات است  
 من حسن سنتہ حسنہ الاسلام کان لہا جوارھا و احو من عملی ہا این بزرگواران را  
 مثل اجور جمیع مجاہدین جمیع آنکہ سبعی البیان ہستہ شدہ اند حاصل است و اگر شر است  
 بدترین شر است زیرا کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم زودند و امام معصوم را رسانیدند بہر تقدیر آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم امور خبریہ اوصیاء خود را کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بآن متصف  
 شدند بیان فرمایید چارہ عظیم اما الی الخیر و اما الی الشر بیان فرمایید اگر خیر است لطف  
 خدا کے تعالیٰ و رفت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا مینماید کہ بران  
 خیریت مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بآن اہتمام نمایند و اگر شر است لطف الہی  
 و رفت حضرت رسالت پناہی تقاضا مینماید کہ بر شریت آن طمع سازند تا مردم آنرا  
 شر بدانند و حجتہ اللہ برایشان قائم شود و اگر نوع ثانی می بود آن نیز بیان امر خلافت است  
 و نوعی از تعیین خلفا کہ فلان فلان بخلاف حقیق نیستند و حقیق غیر ایشان است باجماع  
 استقر بہرست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حکم بر احوال صحابہ دلالت طہرہ دارد کہ خلفا  
 بیان فرمودہ است و تعیین خلفا بوجہ اتم کردہ است انتہی بقدر حاجتہ یہ یہ تقریر جو خلفا پر

وجوب نص کے بارہ میں حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہے نہایت ہی متین و لطیف ہے تحقیق  
 و تدقیق کی داد دہی ہے خلفا پر وجوب نص کو خوب ظاہر کرنے ہے چونکہ ہمارا مطلب ہے جو کہ حضرت  
 اسقدر ہے کہ خلیفہ کا منصوبہ علیہ ہونا واجب ہے اور یہ شاہ صاحب کی اس دلیل سے بخوبی  
 واضح ہے کہ لہذا اس باب میں کلام کرنا شرع علیہ اسلام نے خلفاء ثلاثہ کی صحت خلافت میں بشر  
 فرمائی یا بطمان خلافت میں اور دیگر صحت خلافت میں فضول معلوم ہوتی ہے **اقول**  
 یہ دلیل ہی جو ہماری مجیبے ازالہ اشکاف سے نقل ہے اس کی مدعا ہے غیر مربوط ہے بیان ہی اگر  
 مدعا یا د نہ حضرت آپ کا مدعا اشتراط نص کا اثبات ہے پہر یہ خدا کا خود بخوبی کہ اس  
 عبارت میں اشتراط کس جگہ سے مفہوم ہونا ہے الصاف کی آنکھوں پر ایسی ہی ذمہ باندھی  
 اقل تو اس عبارت سے وجوب نص سے ثابت نہیں کیونکہ نص متنازعہ فیہ کی اثبات  
 یہ عبارت متضمن نہیں ہے اور جس نص کو یہ عبارت متضمن ہے جبکہ ہمارے مجیبے اپنا  
 استدلال قرار دیا ہے وہ متنازعہ فیہ نہیں ہے اور اگر یہ ہی قیاس وجوب نص متنازعہ فیہ میں جاری  
 کریں اور یہ مقصود ہے کہ اسی دلیل سے وجوب نص متنازعہ فیہ ہی ثابت ہے تو غیر مسلم ہی  
 بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وجوب نص متنازعہ فیہ کو یہ ہی دلیل مانے ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے بیان دفع داد و صاف صحابہ سب کو یہ بیان فرمایا اور ہر ایک شہی کی اوکر  
 تعین ہے خبر فرمادی تو اب نص متنازعہ فیہ کے کچھ حاجت نہ رہی۔ اور نیز یہ ہی یاد رکھنا  
 کہ آج نزدیک وجوب نص میں وجوب علی اللہ ہے جسکی اہمیت سخت متنازعہ فیہ میں ہے  
 اسکا اثبات ہی ملحوظ کہیے یہ نہ اندا اگر وجوب نص بغرض محال ثابت ہے ہو تو مستحضر  
 کی ثبوت کو یہ مستلزم نہیں پس ثبوت اشتراط میں اسکو پیش کرنا قلت مد پر رہی ہے قطع نظر  
 اس سے یہ دلیل قضا ہے جو اثبات اصول میں کار آمد نہیں ہو سکتی۔ لیکن جس مدعا کے اثبات کے  
 لیے حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سوا اول تو وہ اصول میں نہیں ہے ہر جہد دلایل انعامی و عقاب  
 ذکر فرمائی ہیں وہ سب بطور مویات کی اس دلیل کے ذیل میں واقع ہیں جو قطعی طور پر نص

اشتراط نص کا ثبوت نہیں ہوتا

قرآنی سے مدعا کو ثابت کر رہے ہیں لیکن وہ مدعا آپ کی مدعا سے بڑا اصل بعید ہے۔ فی الواقع یہ تقریر  
بلکہ تمام تقاریر جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت متین و لطیف ہیں اور تحقیق حق کے  
داد دہی ہے۔ ع۔ والفضل ما شہدت بہ الاحادیث لیکن آپ کو چھپہ نہیں چنانچہ  
گزارش ہو چکا **قول** تاہم اس قدر لکھنی ہے باز ہمیں یہ کہہ سکتی کہ ایسی دلیل جو خلافت  
خلفائشہ کی صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ان کا غیر منصوص علیہ ہونا ایسا واضح ہے کہ  
آپ کی خاتم النبیین میں تحفہ میں اسکا اقرار کر لیا ہے چنانچہ باب ہفتم تحفہ میں وہ یہ تحریر فرمائی  
میں زیر کہ خلفائشہ نہایت نہ موصوٹم نہ منصوص علیہ دور فضیلت ہم گنجائش بحث بیکار  
ہیں جبکہ خلفائہ کا منصوص علیہ ہونا آپ کی خاتم النبیین کے والد ماجد کی دلیل سے ضروری ثابت  
ہوا اور یہ خلفاء اہل سنت کے ہی حسب اقرار صاحب تحفہ منصوص علیہ نہیں تو ان کی خلافت  
صحیح ہے **اقول** اسی حضرات اہل النصاب ذرا بجا رہی مدعی النصاب مجیکے اس  
دلیل کو جو ابطال خلافت خلفائشہ پر قائم فرمائی ہے ملاحظہ کیجیے اور اس کے آپ کی غور فہم  
عزیزت علم اور مرتبہ اجتہاد و النصاب کا اندازہ فرمائی اور دیکھیں حضرت کو کبھی سی پوج و دگر  
شبہات سد راہ حق ہو رہی ہیں یا انہی مدعو یہ ہے کہ ہم نے حق نہیں کا مرتبہ تحقیق مسائل  
میں حاصل کر لیا ہے اس مدعو کو دیکھیں اور اس دلیل کو ملاحظہ فرمائی زمین و آسمان فرق کر  
زیادہ فرق باپیکا اگرچہ اس بنو دلیل کے ابطال کے اور اس میں نصیغ اوقات کے چند ان ضرورت  
نہ تھی لیکن چونکہ ہماری مجیب لیبے بڑی ناز و افتخار سے بیان فرمائی ہے اسلیں ہمارے  
کہ مختصر اوسکو ابطال پر متنبہ کیا جادی۔ پس وہ کہہ کہ اول تو آپ نے یہ غلط کہا کہ آپ نے جو  
وجوب لفظ انانہ اخفا سے مستنبط کیا ہے اوسکو شرط اور معرفت علیہ صحت خلافت سے چھین لیا  
حالانکہ اگر بالفرض وجوب تسلیم کر لیا جادی تو سنہ ۱۱۸۰ میں حضرت امام حسین دوسری بڑی خطا یہ ہو  
کہ جو وجوب لفظ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی عبارت سے سمجھا تھا صاحب تحفہ ہم کی  
اعتراف عدم مصححینہ خلفاء کو اسی شخص پر محمول فرمایا جس کا جو عبارت از انہی خطا سے چھین لیا

حالانکہ یہ یہی غلط ہے جس سے اوئی طلبہ بھی شرابین جس شخص کی عبارت فارسی کے  
 سمجھنے کا ثبوت اس سے پہلے ہو رہا ہے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب ازادہ اخفا نے نص سے کوئی  
 نص مراد رکھی ہے۔ یہ یہی متنازعہ فیہ ہے یا کوئی اور کتب میں کہ یہ نص متنازعہ فیہ تو مراد نہیں  
 کیونکہ وہ عبارت جو ہم اور پر بیان کرانی میں بدلاوت مطلق ہے سپر دال سے وہ فرمائی دآن  
 مکتہ است کہ مراد از یقین خلیفہ کہ بوجوب دندوم آن لب میکشتم نہ انت کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک وفات خود سلمان را جمع فرمایا و یہ بیعت آن خلیفہ امیر مایہ  
 با فعل از انحال مضمون است اختلاف درین حالت بعمل آرد۔ چنانچہ الحال بخت نشاندن و تجربہ  
 بہان منہم استخوان میداشت اور بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوبیت سے کوئی  
 عدم نصیحت را کہ ہے یا کتب میں کہ وہ یہی عدم منصوبیت را کہ ہے یہی جو متنازعہ فیہ بین الفرقین ہے  
 اور وہ منصوبیت جس کا وجوب صاحب ازادہ اخفا نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اس کا ہرگز کچھ نہیں  
 جس کا صاحب تحفہ کو انکار ہے وہ اس سے بالکل جدا ہے پس یہ ہماری محبت فارسی دانی اور  
 خوش فہمی ہے کہ وہ نو کو یک سمجھ گیا۔ پھر ان باتوں پر کیا کچھ دعویٰ انصاف ہے نہ ان اگر  
 آپ انصاف سے اپنی ایمان کی روایات و عبارات کو ملاحظہ فرمادیں تو معلوم کریں کہ اس  
 کے بعد ہم بشرط نص ثابت ہوتا ہے زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں صرف نہج البلاغہ کی شرح  
 ابن سبیر کو ملاحظہ فرمائیجی۔ (۱) المیناق ما لزمہ من بیعت الی بکر بعد ایقاعھا ای فاذا  
 میثاق القوم قد انقضی فلم یکن الخالفہ تعد۔ اس عبارت کو بغور دیکھیے اور فرمائی کہ خلافت  
 صدیقی آگے نزدیک ہر حال غیر منصوصہ ہے تو پھر خلافت غیر منصوصہ کا میثاق لازم کیونکہ  
 ہا اس سے معلوم ہوا کہ بشرط نص باطل بلکہ یہی دلیل طلبان استمرار عصمت و فضیلت  
 کو ہی مثبت ہے اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل روز روشن ثابت ہے (۲)  
 لہذا میثاق وہ ہے جو کہ آپ پر بیعت الی بکر اسکی دافع کر کے بعد لازم ہو گئی یعنی ناگاہ قوم کا جسے مجبور لازم ہو گیا  
 پھر اس سے جو بھی مخالفت مجبور ہو سکے۔

اوس خطبہ میں جسکی ابتدا یہ ہے ومن خطبة له لما خصهم روايت نقل فرماتے ہیں الامامة  
 من قرأه من قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم في الامت كوام قریش میں شائع فرما دیا تو  
 بلکہ جو جو تخصیص نظر اندازا عشر میں محض ترسی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے اور حقیقت  
 وہ نص جسکی ثبوت کا دعویٰ فرمائی ہیں اسکی مخالف ہے شارح ابن مہتمم کے جواب کو بھی سچا  
 افادہ فرمایا ہے ملاحظہ فرمایا گیا۔ (۳) وہ خطبہ جسکی ابتدا یہ ہے ومن كلام  
 الی معنیہ اما بعد فقد اتفقت علیک موعظہ اسکی شرح میں علامہ ابن مہتمم نے جو خطبہ  
 امیر کا نقل کیا ہے و کنت امرأ من المهاجرين اور دت کا اور دوا و اصدرت کا  
 اصدرت و اما کا زالل یجمعهم علی الضلال و یضربهم بعصا اس عبارت سے صاف  
 ظاہر ہے کہ جب یہاں جین کا اجماع خط پر نہیں ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۴)  
 اس خطبہ میں اسکی بعد ہی مذکور ہے و اما ما نزلت من اهل الشام و اهل البصرة و بینک  
 بین طلحة و الزبیر فلعمری ما الا فخر ذلک الا واحد لا یفایب و لحدہ الخ تو یہ  
 لا یفایب الخ اس عبارت کو بطریق اولیٰ وجہ جائی معلوم ہوگا کہ کس صراحت سے اشتراط نص کو  
 باطل کر رہی ہے اور اگر اطراف و جواب کلام کو ملحوظ خاطر رکھیں تو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ یہ  
 دلیل میں بایب عبارت تخصیص نہیں ہے (۵) کیونکہ پہلی دلیل اسکی ہے کہ اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ  
 و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اس طرح  
 نص فرماتی جس میں کوئی خفا باقی نہ رہتا۔ بلکہ یہ امر اصول میں ہے کہ ہر ایک میں نزاع  
 ہونی والا نہایت ضرورت ہے کہ اکثر مجالس نشست و برخاست میں اسکی نسبت تخصیص  
 فرماتے بلکہ قرآن منزل میں بطور وحی تلو کے نازل ہو کر در زبان اکابر و اصاغر متواتر کہ

۱۔ امام قریش میں سے ہیں ۲۔ میں ہی ایک شخص یہاں جین سے ہوں و امام ہوا میں جس طرح وہ امام ہو  
 اور نہ اس طرح وہ امام نہ ہو اگر کسی کو سزا دینا نہ چاہیگا۔ ۳۔ لیکن قریش میں اس سے  
 اور ان جو میں اور ان میں اور ان میں فرق بیان کیا ہے انہی حدیث کی شریعت میں ایک ہی امر ہے کہ ایک حدیث ۴۔

اور دوسمین ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا تا کہ پیکر یکوا دوسمین مجال تردد و انکار باقی  
 نہ رہتی۔ اور اگر بالفرض تفصیل تفصیل کے صوت میں اور لوگ اسہین مخالف ہوتی تو شبہ  
 خصوص الامیہ کی تو باہم کچھ اختلاف واقع ہوتا لیکن جب انکی بی باہم کاؤب و تباحہ  
 پایا جاتا ہے۔ تو اس سی صاف بیہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ محض بنائی ہوئی باتیں ہیں بغیر حق  
 کی کو واسطی نہیں ہوتی پس یہ ہے کہ جو نتیجہ الہامیہ میں باہم الفاظ مروی ہے  
 الامت من قریب اور رض وہ ہی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویہ اہل سنت سے ثابت ہے  
 (۶) محمد بن حنفیہ اور امام سجاد کا باہم نزاع اور حجاز سود کا حکم نہا ناصاف دلیل ہے  
 کہ امامت مضمومہ نہیں و نہ کیا محمد بن حنفیہ پر بھی مخفی ہوتا جو جناب امیر کا مثل بازو کی تہ او  
 اگر محمد بن حنفیہ کو معلوم تھا تو نہایت سبقت ہے کہ رض خداوندی درجالت بنی ہی میں تو چون  
 چرا فرمائی اور حجاز سود کو فیصلہ کو منظور کر لیا حجاز سود کو فیصلہ کے نسبت اتنا اور ہی یاد رکھنا کہ  
 اسہین ہی باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حجاز سود نے امام سجاد کو امامت کی نصیبی کے  
 اور بعض کہتے ہیں کہ امامت محمد بن حنفیہ کے شہادت دی سلامہ انکی اور حجت و دلائل میں جو  
 عجبت وقت انکی نقل کے فرصت نہیں دینا اسلیں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ **قولہ** رض  
 بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل مبنی اسی مقصد و فصل و مقدمہ میں صفحہ ۱۰  
 میں تحریر فرمائی ہیں دلیل ثالث ہر کہ جن معاذی راتبع مودہ باشد ہستہ سید اند کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم ہر گاہ برائی غزوہ از مدینہ شریفہ سفر میفرمودند شخص را حاکم مدینہ معنی  
 ہر سمن گاہی ہر گاہ شہید پس چون کو س حلت از مدینہ خستند و غیبت کبری  
 پیش آمد آن سیرت مرضیہ خود را چرامرات نفرماند اگر تامل کنی در رفت نامہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نہ دزد گزشتن است بغیر نق محال دانی و اگر اصلاح عالم کہ سبب  
 بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود ہست پس نظر در سی شاخ گزشتن بنی آدم جب  
 سعی بلیغ در تربیت و اصلاح آہنا تھا نہت و تناقض انکاری و اگر بسیرت علیہ آنحضرت



صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و قضات و تفویض ہر امر می بستمحق آن نظر بر گمار می نمایی  
استخفاف پیدا و کردن ہینا سنگریست بعد شمار می استقر ادا اکثر افراد و احوال و حکم کردن  
بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کی افزودہ خطا بہ نسبت کہ در معرفت احکام بآن اکتفا میکنند  
کرد و قصص نصب ثواب بعد برآمدن در عزرات از آن و اسح ترست کہ بنقل شدہ از آن  
احتیاج افتد انتہی بہ دلیل ہی ہینا نیستہ متین و لطیف ہر اگر اہل حق بہت بلکہ بہت  
بہ دلیل بیان کرتے تھنرات سید کیا کیا کچھ نہ کہتی اور حماقت و عقل کے سخافت و غرور  
کرتے عقل و نقل کے خلاف فرمانی گرچہ حضرت شاہ صاحب نے بہ دلیل بیان فرمایا ہر اب  
مجال نہیں کہ اس کے ہرج و مرج میں چون ہی کر سکیں۔ **اقول** اس ضعیف اور دوا ہی  
استدلال پر ہماری محیب بسبب کا بہ نازد افتخار و جوش و خروش قابل تماشا ہی اخضر  
میر صاحب جناب کو اسکی ہی کچھ خبر ہی کہ وہ مدعا بسیر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
اس دلیل کو اپنا مستدل قرار دیا ہی کچھ اور ہی اوردہ مدعا بسیر آپ اس دلیل کو کہنچا تار  
کر کے گسیٹتے ہیں کچھ اور ہی باہم سرود و عود کم تغایر و تباہی ہی گستاخی محاف بہر اگر  
اہل سنت حماقت و سخافت عقل کے طرف آکھو مشوب نکرین اور تحقیق و تحسین نکرین اور کیا  
کرین کیونکہ حماقت کہ کام پر کچھ تحقیق ہی نہیں ہی۔ اور تغایر حضرت شاہ صاحب کے دعوی  
آپ کے دعوی سے ایسا بد ہی ہی کہ محتاج بیان نہیں اور ماقبل میں ہم سیدہ بیان ہی کر آ کر  
ہیں اب ہی اگر شک ہی تو کسی فارسی خوان ہی دریافت کر لیجیگا عبارت نازد افتخا  
کہ بہر بکرات شاہد ہست کہ آکھو تباد دیجھا۔ اور اس دلیل کا آپکی مدعا میں جاری ہونا بہ ہی ہی  
بد ہی ہے چنانچہ اسکی سیدہ رآب ہی متنبہ ہوئی اور آئندہ عبارت میں برعم خود اسے نظر  
کر رفیع کرنے میں تاہم علم اصول و معقول کو خرچ کر ڈالا۔ چنانچہ اسکی کیفیت ہم اسی  
قول کے شرح میں آپ پر اور ناظرین پر دوا صرح کرنگی چونکہ بہ دلیل متین اور لطیف حسب  
اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری سفید و مثبت ہی

استدلال صحیح و قوی و احوال

اور کچھ گنجائش چون چراکی نہیں ایسی نہ ہم کو کچھ نال ہی نہ آپ ہی کچھ چون کر سکتے ہیں لیکن  
آپ کی دعا کو جتنا صاحب ہر کی دعا کی سب سے ہرگز مثبت نہیں ایسی بول اللہ وقوتہ اعلیٰ  
سنت بہت کچھ تخلیق کر سکتے ہیں اور سب کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن جناب کا یہ خیال کہ یہ  
دلیل جو پکڑنا صاحب نے بیان فرمایا اسی میں چون و چرا نہیں کر سکتے محض غلط ہے منشاء  
اوسکا یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں کو بغور ملاحظہ نہیں فرمایا ہمیشہ اہل سنت قول راجح کی توثیق  
اور ضعیف کے تضعیف کرتے رہتی ہیں اگر آپ ازالۃ الخفا کو کسی دیکھیں گے تو اس میں دعویٰ  
ثبوت پائیں گے۔ **قولہ** اگرچہ صاحب کی پہلی کلام اس اسل میں استغراق طرے راجح ہے  
لیکن شروع کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ دلیل قیاس بالا ولویت پر بالاتفاق معتبر ہے  
اور عقل ہی کی ہتیار پر مراحۃ دلالت کرتے ہیں راجح ہے۔ **اقول** یہ ہی قول ہے کہ ہمیں  
ہماری محیب لیب نے اپنا علم اصول خرچ فرمایا اور چند اصطلاحات بطور دفع غلط فہم ذکر فرمائیں  
لیکن بیشل شہور منور دہلی درست مطلب کو پہنچنا تو درکنار ایسی غلطیوں میں غفلت و پچان ہوتی  
کہ جو حضرت کے دعویٰ فضل و کمال کے علم و جہنما کی نقیض ہے چونکہ دلائل میں پس منہم ہو کہ ہمارے  
فاضل محیب نے اس دلیل کو قیاس بالا ولویت قرار دیا اور یہ واضح خط ہے کیونکہ قیاس بالا ولویت اگر  
تسلیم کر لیں کہ قیاس ہو اس جگہ ہرگز جاری نہیں ہو سکتا اس کی مثال وہاں تھا اہل سنت  
حرمت ضرب و شتم ہے جو بالا ولوی حرمت تا قیافہ ہے مفہوم ہوتے ہیں اس جگہ اصل میں حرمت  
حکم مخصوص ہے کہ جن کے لئے شایع فیض سے حرمت تا قیافہ بیان فرمائی تو چونکہ اصل میں  
یہ حکم قطعاً ہے اور فرع میں بالا ولویت ثابت ہوا تو قطعاً ہوا محذوف، محض قیہ کی کہ اس میں  
نہ اصل میں نہ فرع نہ اصل میں حکم وجوب بعض قطعاً ثابت ہے بلکہ نفس وجوب ہے ثابت  
نہیں پس جبکہ فرع قرار دی کہ اس میں اس کیوں نہ کہ وہ حکم بطور وجوب قطعاً کی ثابت ہوگا  
تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ احوال و سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر غزوات وغیرہ  
میں باہمی جاتے تھے۔ اس امر پر دال ہو کہ آپ نے جب کہ سفر فرمایا تو کسی کو مدینہ پر خلیفہ و حاکم



الى ان تعديدا يحكم في تفرعها لما فيق لم انواع الاذى الشرائع عند من بالقياس وسمي القياس  
 الجدل وانكر ذلك المحقق وجميع من ان من ادرك لوگ کہ ہر قیاس ہونی کے منکر ہیں وہ اس کو  
 مفہوم الموافقہ اور فحوی الخطاب وغیرہ اسماء سمی کرتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم  
 ہو سکتا ہے کہ یہ بھی بجز لخصوص کے دوسری جگہ جاری نہیں ہو سکتا ہے معلوم نہیں ہمارے مثال  
 محیب باہنہ عدم فضل البی کیوں ہو کہ اپنی اصول و فروع کی بھی خبر نہ لے سہم نے مانا  
 کہ حضرت کا قیاس بالاولیٰ عقلًا معتبر ہے لیکن کہاں معتبر ہے جب جگہ جاری ہو اس جگہ  
 معتبر ہے یا جب جگہ جاری نہ ہو وہ نہ ہی ہو معتبر ہوگا اگر دن ہی معتبر ہے تو بحر ہلکی کہ اس کی  
 اعتبار کرنے والی حرت ہمارے فاضل محیب ہر کی عقل ہو اگر کسی فرد بشر کی نہ ہوگی۔ واللہ  
 یتدعی عن یتدعی الى صراط مستقیم **قولہ** اور سنی پر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں دلیل تابع  
 اگر شریعتی را کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائی دفع مفاسد عالم و اصلاح حیایان ہی آورده  
 بچشم عبرت تتبع کنی شک نہ داری در آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مقربات کہ افراد ہی آدم  
 را از حقیقت ہمہیت با وجہ ملکیت رساند بیان فرمودہ بعد آزان ہر چہ حاجت بان است  
 از آداب معشیت و مکاسب و معاملات و تدبیر منازل و سیاست بدن ہمہ را شروع ساختہ و  
 ہر بابی کہ در اینجا بود آزان منع و زجر نموده و آزان ہمہ گذشتہ تخنیات و سد ذرائع مفاسد و اگر  
 انہ را بوجہ اتم مہین گردانید در جزیری بیان کردہ ارکان و شرائط و آداب مفصل ساختہ مثل این  
 حکیم دانا و شفیق مہربان عقل تجویز میکند کہ است خود را در عین مہملکہ بپارد و تدبیر خلاص نشیان  
 نفرماید و در غزوہ تبوک متوجہ شام شود آثارہ قوۃ غضبیہ و میکند و ایشان را تحذیف نماید  
 و نامہ یکسری نویسد کہ آتش غیرت بسبب آن بد مانع اورسد و وی از کمال رعایت خود قاصد  
 پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرستد و قصد امانت کند و متنبیان امانت سیکند کہ اب  
 کہ اس حکم کا فقیہ جو حرت مایف میں ہر انواع تکلیفات کی طرف جو مایف سے زیادہ ہیں اب قیاس سے ہر ارادے  
 قیاس جہانم کہا ہے اور محقق اور ایک جماعت نے اسے انکار کیا ہے۔ ۱۳-

و اسوئتی از زمین عرب برخاسته باشند مردم ضعیف الاسلام در پی تردید کفر افتاده باشند  
 و سوره قرآن اندک عصافیر در دست مردم برگزیده باشند بجهت این حکیم دانا در انت این شفق  
 بهر یان مناسبت دارد که تدبیر صلاح عالم ناکرده است خود را زیر نسق خلیفه سپرده از عالم  
 بگمزد - سوال اگر گوی همه احکام در شرع مسکین نشده است بلکه بسیاری از احکام بقیاس مجتهدین  
 حواله داده شده اند نصب خلیفه هم از احکام غیر مبینه باشد گو - جواب گویم چیزی که در زمان  
 آنحضرت صلی الله علیه و سلم واقع بود خبر آن بان حضرت رسیده لایزال صلاح آن حضرت صلی الله  
 علیه و سلم فرموده است اگر خبر است تقریر نموده و اگر شد است منع فرموده و الا تقریر بر صحبت  
 لازم آید و آن محالست تضاد هم عصمت و چیزی که قریب الوجود و قریب بحصول بود آنرا بیان  
 فرمود آری آنچه بجایه الوقوع است اثارت شهادت بان نکرده آن عین رحمت است حکما  
 بقیاس مجتهدین حواله کرده اند آن وقایع بجایه الوقوع است نه قریب الوقوع واقعه که تقریر  
 آن کردیم قریب الوقوع است پیش با افتاده که هر عاقلی وقوع آنرا عذر عذر میداند شتان  
 باین القیاساتین باز بر قیاس مجتهدین از حواله کرده که عقل بتحقق آن مستعمل باشد آنچه تعبدی  
 محض باشد و یقین خلیفه که در زمان آئنده تغییر و تبدل نکند و سعی اومضیه مطالب  
 مقصوده باشد امری موکل بمرحمان اسان غیب که عقل داخل نتوان بود - انتی خود فرمای  
 که پس دلیل که بر حرف ہماری مدعا کو کیسانابت کرنا ہی آورده چارون اصول انفا و معیت  
 حضوراً اصل اول که حضرت شا به صاحب اس کتاب کے شروع میں کہی ہیں کسی یا نشود  
 ہوگی بخوف طوالت زیادہ نہیں لکھ سکتے **اقول** یہ دلیل ہی مثل دلائل سابقہ  
 ہماری فیاض محبت کے مدعا ہی بر محل بعید ہی کیونکہ اولاً یہ دلیل ہی دلائل خطابہ میں سے ہے  
 داخلی ہی قیاس مدعا کو جو اصل اصول دین میں ہی مرکز مثبت ہوگی - ثانیاً جو بعض  
 کہ اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہی یا اوس بعض پر محمول ہی جو مدعا شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ  
 کا ہی اور یا اوس بعض پر محل کیجیگا جو ہماری فیاض محبت کا مقصود بالاثبات ہی کہ تقریر

احمال می نفس مراد بود چنانکه اثبات کی محیب در پی بین تا هم مانع گویند بایش هر که ده اس  
استدلال که منع کرمی آورده بیهی که که محتمل می که ده نفس مراد بود که جود عا حضرت شاه صبا  
رحمة الله علیه که هر ادراقه ده می اذاجاء الاحتمال بطل استدلال توهم استدلال حقیق  
که رفع احتمال کیا جودی باطل بود که اورا اس احتمال که رفع بود نامحال هر ادراقه هر که اگر  
اس نفس که او سپهر محمول کیا جودی جوشه صاحب هم که مدعا هر ادراقه هر که عقل نقل اس  
پرسه محمول هر نو اس صورت بین اس دلیل هر ماری محیب مدعا کی ثبوت کی کوئی دلیل  
این - باقی را بیهی جو آپ فرما تر بین که اس دلیل هر چارون اصول انقاد و سبب که  
خصوصاً اصل اولی این منشور است که سوهی بهاری فاضل محیب خوش فہمی هر منشور او سکا  
بیهی هر که اول نفس هر ده نفس صحیح جو این مدعا است بعد او سکا بیهی صحیح که بیهی نفس انقاد و کی  
کافی تہی حالانکہ بیهی هر د امر فاسد تہی نہ نفس هر ده نفس مراد می جو محیب سبب بیهی هر  
اورده بیهی نفس انقاد و کی بی کافی هر کیونکہ بیهی نفس محض کاشف قانع اور مثبت استحقاق هر  
بین بطلان اصول که دعوی محض غلط فہمی هر ناشی ہے اور بنا فاسد علی الفاسد -  
قول هر صنف ۴۴ م بین فرماتے ہیں دلیل خاص سلبہ بر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم منقول بود کما قال عز من قائل **هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی**  
**وَرَبِّ الْاٰمِنِیْنَ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ** و کاروی عن النبی صلی اللہ علیہ  
بالتواتر از شریف فخر فارسی و الرزم اول سبعت بکة و فی اول قدومه بالمدینہ و عند وفاتہ  
و اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقرب عباد بان فریضہ مختومه کنند او ای واجب کرده باشد  
حضرت شام و کرب زیرا کہ فتوح فارس و روم از آن قبیل نیست کہ بدون نصب خلیفہ راشد میسر شود  
در طبق ایجاب تطبیق اسی خلیفہ کان کفایت نمیکند زیرا کہ برای امر قوت بر نفسی ساعد  
غیب سخن با غیر سخن مشتبہ است و قریب اختیار برای کسی زدن کہ برای آن موفق باشد  
فانکہ اسری پیش گرد و اسلوم امتنان بیرون است و عند الواجب و اجبہ و فتنہ

ردت معلوم آنحضرت صلی الله علیه و سلم بود که پیداشدن است بنزول فَاْتِيَاكَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ  
 مِنْ قِبَلِكُمْ عَلَيَّ يَدَاوِلُ اِنْ فتنه در زمان شریف ظهور کرد که سید ملک آداب استواری  
 سر بر گشته و با قطع معلوم بود که آن متنبیان و مردان اگر دست یابند ملت اسلام را بر هم  
 زنند بر سلمان راستناصل سازند و فتنه برای نصب خلیفه راشد ممکن نیست و نه خلیفه  
 باشد بلکه شخصی عزیز القدری که بنده بر غیب برای این عظیم حسین فراید و دفع ضرر واجب است  
 و حقیقت حَرِصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ وَ فِیْهِمْ بَعْضُ تَقْوَبِهِ از سر متحقق نمیشود و قال الله  
 اِنْ قَالُوا لَآئِيْتِيْكُمْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ لَنَا مَلَكًا قَاتِلًا فِیْ سَبِيلِ اللّٰهِ اِذْ رَدَّیْنِ اَمِیْتُ خَمُّهُ و راکار فرما شوی  
 بدانی که مقانده با کفار است و در دفع بفرستاد خلیفه امکان نیست و در خلیفه آن قائم نمیشوند  
 بل واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقول عامه خارج است پیغامبری باید که از تلقی غیب تعیین  
 آن نماید و فتنه اختلاف ظاهر بینان و تعیین خلافت فرود نشاند و آتش شغب قبح کنندگان  
 بعضی محاب عرفیه و شالب سیمیه باب دلال معارف حقه اظهار نماید و اگر تاریخ ملوک را بخوانی  
 ایستد بدانی که در مثل این حالات مضطر شده اند بنصب پادشاهی عزیز الوجود و در تعیین آن پادشاه  
 گاهی بذیل مجرم تمسک میشدند و گاهی بر دیا و استخاره و گاهی بر است حکیم که بر کلمات او اعتماد  
 داشته باشند و آخریات این مقصص از حد شمار بیرون است و اگر بایزندی مگر قصد را می نمود  
 زال بستان بعد قتل نود و گفتن او - بیست نزمید بهر پهلوی تاج و تخت و بیایدیم  
 شاه و خند و بخت که باشد برو فرقه ایزدی بهتاید و گفت را در بخردی و در آخر کار  
 بزند و طماسب اتفاق نمودن و قصه ضعف سلطنت کاس در وقت پیری او و خواب دیدن گورنر  
 که صلاح سلطنت فایز خلافت کیخسرو خواهد بود و گویا در ستاندن برای آوردن کیخسرو داد  
 انصاری و دران این نیز کفایت میکند - انتهی - اقول - اگر چه آپ جانبی بین کردان فصیح  
 کلمون اوردان عمده عبارت اولی حضرت شاه صاحب کاکیا مطلب هر گز احسانه کیمیه  
 تقریر بین سهار اعدا ثابت ادرانجا مطلب باطل گرفته بین کیونکه حسب این دلیل و شری خلیفه

ضرر کا وجہ ثابت ہو گیا تو ہمارا مطلب بجا و خود حاصل اور اس باب میں آپ کی تمام شہرہ فرم  
**اقول** یہ دلیل ہی مثل دلائل گنہگار کے مرکز آپ کی مثبت مدعا نہیں ہے۔  
 اور اگر جواب اس دلیل کے تعریف قرآنی میں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا مثبت مدعا  
 اعتقاد کرتے ہیں لیکن نئے حقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائیں گی تو آپ کو صریح معلوم  
 ہو جائیگا کہ یہ دلیل اگر خیر میں مطالب کے لیے صاف تائید یا ہی کہ جس بنی اصول مطالب کا  
 بیخ بن ہے اس سے اتصال کر دیا قطع نظر مفاسد مسئلہ لالات سابقہ کی جو بیان ہی لازم آتی  
 ہیں اس اجمال کے شرح ذرا گوش الضافت دہوشن سے سنیں و انھم ہو کہ مختصر اخلاصہ مطالب  
 دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا  
 جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تھا چنانچہ لیظہر عن علی الدین کلاہ ارشاد ہوا اور نیز وعدہ تھا  
 کہ دین اسلام کو تمکین کامل دیگر اور خوف کو زائل کر دیں گی اور اس کی جگہ امن و اعظم فرائض کو پس  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رحلت قرآنی اور یہ سورج ب توفیق سے  
 مستعد تھے نیز جلوہ گر ہوئی کیونکہ خود دو سلطنتیں عظمیٰ پہلو بہ پہلو تھیں وہ اس وقت تک  
 اس قوت و شوکت پر تھیں کہ جو ہر طرح غلبہ تھا اور انسانی اسون ہونا عقل سلیم مرکز تسلیم  
 نہیں کر سکتی تھی تو لامحالہ ایسی شخص کے ضرورت ہوئی جو نبی کے قائم مقام ہو اور اس کا  
 فعل نمبر افضل رسول ہو اور مراد خداوند تعالیٰ کی ظہور کا جابرہ بنی ہو دو سلطنتیں باہمال  
 ہوں مرتدین نے جو اس وقت سلوٹا یا تھا ان کی سرکوبی فرمادی اور ان پر فتن میں مدین کو اب  
 تہ ایں سند سے فرو کر دی اور حقد ر امور داخلہ خارجی میں تثبت ہو اس کو منتظم فرمادی  
 اور ایسی شخص کا دریافت ہونا عقل عامہ سے خارج ہے تو ایسی ضرورت ہے کہ ایسی عزیز الوجود کو  
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرما کر متعین فرمادی کہ جبکہ تہ پر یہ ہمت  
 میرا انجام ہوں اب ہم سب کے بعد اس دین کے مطالب کو اگر اللہ کی حالات سے مطابقت کر کے  
 دیکھیں تو میں روز روشن صاف اور روشن طور پر تسلیم ہونا ہی کہ ان حضرات کے



ہاتھوں نہ روئے تھ ہوا نہ فارس تھ ہوا نہ تہذیب کی پہنچ گئی ہوئی نہ اسلام غارت گشت ہوا  
 نہ دین کی تکلیف ہوئی نہ خوف وائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ بظلمات کی ہمیشہ خائف  
 و خائفی غیر یامون رہی دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار منافقین کی خوف سے ہمیشہ جھوٹ  
 بولتی رہی اور غلط سائل امت کو ہتلاتی رہی ثقل اعظم آج تک تیرہ سو برس گزر گئی رہی  
 محض اور غلط امت میں مروج رہا کہی اسکو نہ سبب نہ لاقول اصغر کے ساتھ کیا کچھ سلوک  
 ہوئی اور کچھ اسکا چارہ نہ ہو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنی بدن سے جدا کر کے ایک ایسی  
 غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھ دین و اسلام میں فتن پھیلی کہ جنگو نظیرت یہ علم  
 میں نہ ہو پہر کیا ایسی ہی شخص صغیب سے انصرام مہات کے لیے متعین ہوئی ہیں اور ایسی  
 حضرات معاذ اللہ بقول اکبر جو انحطاط دولت دین کے جارح ہوئی سبب غلبہ دین کے  
 ہو سکتی ہیں سبب انک بڑا ہیبتناں عظیم ہم کہا تھا کہ عرض کریں درخانہ اگر کس سے یک حرف  
 پس سے پس اگر بغرض محال اس دلیل سے وجوب ض مدعا یہاں ثابت ہو جا دی تو اسکا  
 مصداق کونسی ائمہ کو قرار دیجیگا۔ اور ثبوت اشتراط بغرض محال سے وجوہات گذشتہ سے  
 یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قولہ اگرچہ سیدہ رطل ہو گیا  
 مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن بھیجی پر فضیلت کے دلائل گوش توجہ سے اصناف و  
 انصاف کرنا آپکا کام ہی عبارت مسطورہ کی متصل سے فرمائی ہیں دینی حقیقت  
 اگر فہم کنی اکثر مفصلات آسان شود سنہ اللہ جاری ہے است بر آن کہ چون اکثر خلوق  
 بشدتی در مانند بر اسموات والارض الہامی یا تقریبی منور شد تا اصلاح عالم بان تہذیب  
 و رفعت شد صورت گیر بعثت رسل و نصب مجددین بر سرایت و چیز ناسی بسیار متفرع  
 بر زمین اسلست سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر و آفاق  
 تقاضا کردہ ہے۔ کما جاء فی الحدیث القدیة ان اللہ صفت عربہم و عجبہم الالباقی ایاہل الکتاب  
 و انے ارادت ان ابتلیک پیروان ابتلیہم بک الحدیث

همان سرچون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنیٰ بعالم اعلیٰ انتقال فرمود هنوز ظهورین  
 حق چنانکہ می بایست نشدہ و سبب اختلاف دین حق بہر سیدہ بار و گر برقع از روی خود  
 کشاد و عین خلیفہ ثم خلیفہ نمود تا آنکہ بر او حق تمام شد و موعود او منجبر گشت و چنانکہ معرفت  
 شخصی کہ تحمل اعیان نبوت میشود از علوم بشر خارج است و لہذا جاہلان گفتند تو کہ نازل  
 هذا القرآن علی رجل القربین عظیمہ همچنان معرفت شخصی کہ اعیان خلافت حمل نماید و آن بر او  
 حق بحال ساندہ مقدور بشر نیست اینکہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کار ہا میکنند و لابد است  
 کہ پیغمبران شخص معین ارشاد و فرامیہ انتہی بقدر الحاح تہ یہ کلام بلاغت نظام اہل حق کے  
 مطلب کو نہایت ہی عراضہ و ثابت کرتے ہیں اور طالب حق کو ہدایت کے منزل پر پہنچا تو  
 چچر کیونکہ اس سے بزرگیہ وحی نیروانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا ہر اونی  
 و اعلیٰ پر بالوجوب ثابت ہے اور یہی صاف ظاہر ہے کہ انسان کا مقدور نہیں کہ تحمل  
 اعتبار خلافت اور لائق سمندہ الامت کو پہچان سکے **اقول** اس کلام بلاغت نظام کی  
 نسبت جقدر تعریف و توصیف مدح و ثنا فرمائی بجا و درست ہے وہ اسی کے قابل ہے لیکن  
 اس تعریف کے نسبتہ وادار کہتا ہوں جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا ہے  
 کلمہ حق ارید بہ باطل اگرچہ دلائل سابقہ کی جوابات میں پہلی تمام استدلالات کا تجویبی ابطال  
 ہو چکا ہے لیکن بیان ہی اس قدر گذارش فرماتے ہیں کہ یہ جواب فرماتے ہیں کہ اس سے بزرگیہ  
 وحی نیروانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہ بالکل غلط ہے  
 کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی ہے اور اس دلیل سے وجوب  
 علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بدہیات سے ہی زیادہ واضح ہے کہ بلکہ وجوب علی اللہ کا بطلان  
 جابجا قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلمہ اور اقوال ائمہ سے ثابت ہے  
 مہذا اگر معاذ اللہ خلاف کے پر بعثت رسل استخلاف ائمہ واجب ہے تو اوسکی علت غائی  
 یہ ہے کہ عالم کے مصالح ہو اور وہ شدت کہ جہین لوگ مبتلا ہوں رفع ہو جاوے تو مصالح

بیشتر از غفلت گویند دین کا ابطال

عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالیٰ پر واجب ہوئی تو پہر وقوع فساد و بخراسا  
 کیونکہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ تارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن نہ ہو تو بعثت رسل کی کیا  
 ضرورت رہی اور اسکا وجوب محض لغو ہو گیا تو وجوب نفس خود اس دلیل سے باطل ہو گیا  
 علاوہ ازیں جو عبارت کہ بعد متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہے اور جبکہ ہماری فاضل صاحب نے  
 اپنی مخالف مطلب سمجھ کر نہیں لکھی ہے وہ خود اس استدلال کو بیخ بن سے اکوٹھاڑ رہی ہے  
 حضرت مثلاً صاحب سے اس عبارت منقولہ کے بعد یہی فرمائی ہے۔ و اگر فرض کنیم کہ بعض الزام  
 تعیین بگذار و آن نخواهد بود الا از جهت اعتماد بر تفضل الہی کہ یا لی اللہ والیومنون لا یا بکر اس  
 صاف ہی ہے کہ جب کہ خداوند تعالیٰ شائد اس کے سر انجام کا شغل ہو چکا تو ضرورت نہیں کہ  
 کہ تعیین بتخصیص خاص فرمادی تو وہ نفس جسکی آپ تمام عبارت میں دربی اثبات ہیں عبارت  
 منشور ہو گئی۔ اگرچہ چاہی کہ آپ خاص نفس مدعا یہ کہ ثبوت کی لٹی دلیل کے فک فرماوین در  
 دلیل عام کے ضمن میں مدعا خاص کا ثبوت محال ہے۔ اور یہ جو آپ فرمائی ہیں کہ بشر کے مقدور  
 نہیں کہ متحمل اعباء خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکے اس سے اگر مراد یہ ہے کہ جو خلافت  
 کی بوجہ کو اٹھاسکے اور مواعد خداوندی استخلاف سے اسکی طاہتوں پر پوری ہوں اور کفار  
 و خجارت و فتنہ و شرک کا ہم سہارا نہ بنی تو مسلم نے الواقع ایسی شخص کے پہچان مقدور  
 عوام الناس نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ سمجھ مفید نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ ایسی خلیفہ کی  
 پہچان مقدور بشر نہیں ہے جو بوجہ خلافت اوٹھانے کی بلکہ کفار و فتنہ کے ہم سہارا نہ بنے تو  
 اس کی بلکہ اسکی مسامحت و نہ انتہت اور ضعف اور جبن کے سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور  
 باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اس سے نہ ہو سکی یا فرض کرد ایسا شخص ہو کہ جسکی نسبت  
 انصرام محلات خلافت میں تردد ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ سر انجام امور خلافت اس سے ہو سکیگا  
 یا نہ ہو سکیگا تو یہ غیر مسلم اور یا غلط ہے کہ محتاج دلیل نہیں پہر باوجود اپنی علماء کی تصریحات  
 دیکھنے کے چوائے کے حالات کے متعلق ہیں یہ فرمانا کہ انکی پہچان مقدور بشر نہیں

آپ ہی کے علم انصاف پر زیبا ہے۔ علاوہ ازیں اس بیچان اور عدم بیچان کا قضیہ تو خود  
حضرت امیرؑ نے ہی مفصل فرما دیا اور ان خطبات میں جو بیچان البلاغۃ اور اسکی شرح میں  
منقول ہیں یہ قصہ چمک دیا شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ علامہ ابن بیثمؒ بجائی اپنی شرح کبیرؒ  
البلاغۃ میں اس خط کی شرح میں جبکہ عنوان یہ ہے و من کتاب لہ فی حقیقۃ اما بعد فقد  
انتفی منک مو عظہ و صلوٰۃ الخ فرمائی تین و کنت امرؤ من المهاجرین و رحمت کما اور دوا  
واصدت کما اصدروا و ما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال و یضربہم لعی جس سے صاف معلوم  
ہوتا ہے کہ اہل حل و عقدہ مجاہدین و انصار پر اتفاق کر لین اور مجتمع ہو جاوین وہی امام و خلیفہ  
برحق ہی خواہ وہ ان امور کی حصول کو جو مقاصد خلافت ہیں اور کونست جبکہ امام بنادین  
معلوم کریں یا نہ کریں اور بیچان میں یا نہ بیچان میں کیونکہ بشہادت جناب امیرؑ ان کا اجماع  
ضلال پر محال ہے تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیرؑ بیعت اہل حل و عقدہ کا فی حقیقت  
دوسری خط میں ہے اسکو کبیرؒ ظاہر فرمایا و انما الشوری للمہاجرین و انما انصار فاذا اجتمعوا  
علی حل و سمعہ اما ما کان ذلک للرضی اس ارشاد سے یہ ثابت و واضح ہے کہ اجماع اہل حل و عقدہ خلافت  
رضی حق ہو نہیں سکتا تو حسب ارشاد جناب امیرؑ آچکا ہونہ نہیں کہ ہمہ امام نہ بیچانی ہے  
اسکی مضموم ہونے پر۔ ہال کریں۔ قولہ پس یہ یعنی ہماری تقریر ہے کہ ہم کہتے ہیں  
کہ چونکہ امت میں عصمت شرط ہے اور عصمت کا علم عقدہ و بشر نہیں یہی ضرور ہے کہ امام مقرر  
اللہ والرسول ہو۔ پس فرق لفظ عصمت کے ہونے انہوں نے میں ہی درجہ مطلب ایک ہے  
**اقول** اول تو یہی غلط کہ بجز عصمت کو انکی تقریر میں اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر  
میں درباب نفس کچھ فرق نہیں کیونکہ اولاً آپ اسکو بوجوب علی اللہ کے قائل ہیں اور حضرت شاہ صاحبؒ  
اسکو قائل نہیں اور نہ کوئی عاقل مومن اسکا قائل ہو سکتا ہے۔ اور ثانیاً آپ ایک نفس کے فرما چکے  
مستث ہیں جبکہ اثبات نہ عقل سے ہو سکتا ہے نہ نقل سے اور شاہ صاحبؒ اللہ کے بیان سے  
سرگز اسکا اثبات نہیں ہوتا۔ معہذا یہ فرق جو عصمت کے ہونے کا ہے جو فرق

۲  
۳  
۴  
۵  
۶  
۷  
۸  
۹  
۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

ضیاء و ظلام کے فرق سے پہلی زیادہ سی کیا آپ کو نزدیک کچھ فرق نہیں ہے۔ اسکی اوپر تو دلیل کی صحت و غلط ہونے کا مدار ہے۔ چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گذارش ہو چکا اسلیے جو اور سپر سنی ہے وہ بھی از قبیل شاہ فاسد علی الفاسد اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی دلیل ایک ایسی امر حق پر متفقہ حبسین مخالفین کو بھی چون کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پس ہر حق کو کچھ فرق نہ سمجھا اور اس دلیل کو بجنینہ اپنی دلیل سمجھا اور یہ کہہ گا کہ تو نہ مطلب کی ہے ہماری محیب صاحب جیسے مدعی انصاف کے سو کسی دوسری عاقل کا کام نہیں۔ قولہ اگر حضرات اہل سنت ہماری تفسیر لفظ عصمت کے سبب پسند نہ فرمادیں اور اس سے گہرے نظر اور انکار کے لیے آمادہ ہوں تو حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں پیش نظر رکھیں اور ہماری لفظوں کا خیال نہ فرما کر تنازعہ لفظی افراد میں بلکہ مطلب کے اتحاد و ربط کر کے اسکو تسلیم کریں اگر ہم عبارت منقولہ انزالہ اخفا پر ربط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جاتے اور بہت طول ہوتا محض ہے خیال سے حرف اثبات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت محیب صاحب بغیر انکو ملاحظہ فرمائیں انہیں عبارت سے عصمت سے بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا جائے تو عصمت کی یہی ان امور کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں مگر چونکہ خلفائے ثلاثہ میں عصمت مفقود ہے ان معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہے انصاف کے یہ ہے سی معنی میں۔ **اقول بفضل اللہ تعالیٰ** حضرت شاہ صاحب ہم کے عبارتیں اہل سنت کے پیش نظر میں اور وہ انکی مطلب سے مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور کبھی قرآنی بھی سمجھتے ہیں چنانچہ آپ ہی فرما چکے۔ (کہ اگرچہ آپ جانتی ہیں کہ ان نصیحہ کلموں اور عمدہ عبارتوں سے حضرت شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے) لیکن آپ کیا کریں اپنی انصاف کے ساتھ سے لاجدار میں مگر ان عبارتوں کو اپنی مدعا کی طرف نہ کہیں چھین تو اور کیا کریں۔ کتاب و سنت سے تو دلائل کا سیر ہر ما معلوم تو آپ ایسی مجبوری کی حالت میں اپنا دل بون ہی خوشن کر لیں پھر اسکا نام جواب کہہ چوڑا ہے اور سپر یہ جو شش و خروشش ان شاید علوم کا انعام تو دوسرے کہا

کہا جائیگا اور کہہ دیں گی کہ جناب میرے صاحب نے دلائل نص تجریر فرما کر بدینہ اہل علم والی صاف ایسی جوابات  
 سکوت بہتر سمجھتی ہیں۔ جب نص کا یہ حال ہے جو سوق لہ ان دلائل کا ہی خود ای بر حال  
 ثبوت عصمت کے جسکی طرف اشارہ ہی اشارہ ہی اور نیز عصمت جبکہ ملون دلائل سے ثبوت  
 نہیں کی جنہ پر کیا کچھ نادر و افتخار تہ ان دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکیں گے مثنیٰ بتونہ  
 از خود وارد و قطره افروز بجا حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح  
 صحیح اندازہ کر لیا گیا ہے بحقیقت آپ اپنے دانشمندی کو کام فرمایا کہ کلام میں بسط نہیں کیا  
 اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا۔ کہ بندہ نے ہی جواب دے کی محض اشارات پر ہی اکتفا کیا اور  
 جسملہ مختصر آئیکو اپنی غلطیوں پر متنبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کے طرے متوجہ ہوتی تو اس سے  
 آپ ہی اندازہ فرما لیجئے کہ بندہ ہی جواب دے کی کیا کیا کچھ آپ کی ہست لالات کے ساتھ سلوک  
 کرتا اور آپ کی فرخندہ دلائل پر کیسی صواقع اعتراضات نازل ہوئی باقی رہا خلفا ثلاثہ رضی اللہ  
 عنہم میں عصمت کا مسفقو نہ ہونا سو یہ اہل سنت کے نزدیک کچھ خلفا ثلاثہ کے ہی ساتھ مخصوص  
 نہیں بلکہ اہل بیت و صحابہ بلکہ سوائی انبیاء تمام افراد انسانی میں مل سکتے ہیں لیکن اگر خدا شہادت  
 اہل سنت ہی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعوہ کے خلفاء کے لیے مدعی عصمت  
 ہوتے اور انکی عصمت کے لیے ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ ائمہ کی لیے پیش کرتے ہیں پیش کرتے  
 تو آپ کے دلائل سے کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر اہل سنت کا امام و مقتدا کتاب و سنت ہے  
 جو اس سے ثابت نہیں ہو سکتی نہ نہیں بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجودیکہ عصمت کتاب اللہ یا  
 کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے اور اسکی لیے معتقد ہیں کہ ہول دین میں ہے سمجھ رہے ہیں  
 اور اسے آپ کی منحصر ہی بہت مسائل فروری اعتقادی ہیں جنہیں یہ ہی حال ہے کتاب اللہ  
 کے معانی کو پھر پھر کر اوسط فرمائی جاتی ہیں اور نہیں کھینچتی تا ویلات بعیدہ رکھ کر دے ہیں  
 اور کسی کل سید ہی نہیں مٹھتی واقعی انصاف کے یہی معنی ہیں اہل سنت کو حاشا اللہ  
 یہ انصاف کہاں نصیب ہو سکتا ہے قولہ اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں

اور فضلیت کو شروع کرتے ہیں اسکو دلائل سنی بہ پہل عقل و نقل سے ثابت ہر اول ایک  
دو عقلی دلیلیں عرض میں غور سے سنی خلافت ریاست عامہ دین و دنیا سی مراد ہی اور  
عرض اس سے شرائع الہیہ و معالم ربانیہ کی ترویج اور سائنس و منیہ و احکام شہ عدیہ کا پھیلاؤ  
اور حدود و ثغور کا ضبط و ضبط و اور عالم سے مطلوبہ کم انصاف اپنا ذخیرہ ہر دور  
سب کام اس طرح ہونی چاہئیں کہ رضا و آہی مسلسل ہو اور یہ بات سن کر ہر کو جو شخص  
اعلم و اتقی و اور عقل و فضل ہوگا بیشک اس شخص سے کہ جو علم و دور و تقویٰ وغیرہ  
میں کبریاں ہو کہ ہوگا خلافت کے امور مطلوبہ ہو کہ احسن بیکار ہو کہ حصول مرضی  
حق تعالیٰ جس طرح اس سے ہوگا مقصود ہے ہرگز ہوگا اور یہی ہے کہ کسی شخص سے جو خلافت  
کو امور ہو کہ حسن انجام کری خلافت ایسا ایسی مقصود کو دین کہ یہ امور اس سے  
وہی ہر ایک ہو کہ عقل و تقیم و راسخ سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے  
اقول یہ شرط ہے بل اپنی خشتین کو علانات عقل و نقل و باطل ہو اور حیدر دلائل اسجہ  
ذکر ہوئی ہیں وہ ہرگز مثبت و عاصی نہیں ہیں بکرا فضلیت کے معنی جو ہمارے محبوب  
لبیب ہے سچہ کھن ہیں اور اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہیں اور سابق میں تعریف فضلیت  
میں ہے مگر یہ کہ آئی ہیں وہ ہی غلط اور خلاف تہجیات علماء و قوم میں سلیبی ضرور ہو کہ اول  
محبوب لیبیب کو اولیٰ علماء کی خصوص سے فضلیت کو بتلایا جاوے گی کہ اسکا دار مدارک  
امور پر ہے جب اسکو ناظرین سب کہ محبوب صاحب غلطی کو خود سچہ لیبیب اور تہوی سے  
تنبیہ کے بعد فاضل محبوب ہی اپنی غلطی پر تنبیہ ہو جائیگا پس منہج ہو کہ پہلی فضلیت کے  
تعریف ہماری فاضل محبوب یہ فرمائی (فضلیت کے یہ معنی ہرگز مکمل است سے جکا نام  
صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو) اسجہ دار فضلیت کا صفات حمیدہ  
و اخلاق ستودہ پر ایک کہ مکات نفسانیہ ہیں اور اس دلیل کے ضمن میں فرمایا (جو شخص  
اعلم و اتقی و اور عقل و افضل ہوگا) گویا اسجہ ہماری محبوب صفات حمیدہ و اخلاق

تفصیل بیان کردنی۔ قطع نظر اس سے کہ اجمال و تفصیل باہم موافق ہیں یا نہیں جب ہم علماء و قوم کے  
 تصریحات کو اس بارہ میں دیکھتے ہیں تو صفات معلوم ہوتا ہے کہ انہیں محسب کا انصافیت و کثرت  
 یہ اعتقاد بالکل خفا ہوا اور بدرِ فضل کا ادنیٰ مرکز نہیں۔ ابلی شیخ سفید صاحب اپنی یہ انصافیت  
 امیر المومنین میں جو اس وقت میری سامنی موجود تھی تحریر فرماتے ہیں۔ فصل وقد اعتمدنا اکثر  
 النظر في التفصيل على تلك طرق احدها خواهر الامال والثاني على السمع الوارد بمقادير  
 الثواب ومادات عليه مع الكلام والثالث المنافع في الدين بالايمان انتهى بقدر حاجتہ  
 اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ انصافیت کا مدار اوصاف و اخلاق پر نہیں بلکہ صاحب  
 اسی سلسلہ میں دوسری جگہ بیان اخلاق کے تفصیل میں فرماتے ہیں۔ ووقف منهم نصرا  
 قليل في هذا الباب فقالوا لئن علمنا ان افضل من مليف من الاثنياء او كان مساويا لهم  
 اودونهم فيما يستحق به الثواب آہے حضرت علم الہدیٰ اپنی المائید میں فرماتی ہیں۔  
 اعلم انه لا طريق من جهة العلم والعقل الى القطع بفضل مكلف على اخر لان الفضل المراتب  
 في هذا الباب هو زيادة استحقاق الثواب ولا سبيل الى معرفة مقادير الثواب من غير  
 فعل الطاعات۔ اور اس کی کچھ بڑھوت ہے۔ فان دل سمع مقطوع به من ذلك على شيء عمل عليه  
 والا كان الواجب التوقف عند الشك فيه۔ اگر علم الہدیٰ صاحب نے توفیق ملے ہی کر دیا  
 کہ انصافیت کا مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہے اور اس میں عقل کو کچھ دخل نہیں صرف  
 اوس نقل سمع پر جو قطع ہی موقوف و منحصر ہے پھر اب آپ اپنی افادہ کو اس سے  
 مطابق کیجیے اور انصاف سے دیکھیے کہ آپ ان کی موافق ہیں یا مخالف۔ یہ ہے اگر انصافیت کا  
 مدار اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ پر ہو تو لازم آوی کہ حضرت فاروقی حضرت موسیٰ

وہی ہے جو انصافیت کا مدار علم و عقل پر ہے۔

فصل اس نظر سے تفصیل میں طریقوں پر اعتماد کیا ہے۔ ایک تو ظاہر سے اعمال دوسری شارع سے نیچر سے۔  
 متعدد ثواب میں وارہ ہوا اور جس پر ان کی کلام دلالت کریں۔ تیسری دین میں منافع جو اعمال سے حاصل  
 ہوتی ہیں۔ ۱۲۔



افضل ہوں کیونکہ جب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبیہ السلام حالات دریافت کرتے ہیں تو آپ کی اخلاق کے نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بجائی اخلاق حمیدہ کی عواذ اللہ اخلاق ناپسندیدہ سے نفیس صافی سورہ کہف میں جو معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنی اوستاد حضرت کافر واقع ہوا قابل دیدہ۔ القم عن الباقر لما اخبر رسول اللہ قریشا بخبر اصحاب الکھف قالوا اخبرنا عن الاصل الذی امر اللہ موسیٰ ان يتبع وما قصده فانزل اللہ عز وجل اذ قال موسیٰ لفلان قال وکان سبب ذلک انما کلم اللہ موسیٰ تکلیما فانزل علیہ الاواح وفيہا کما قال وکتبتا لہ فی الاواح من کل شیء موعظہ ولفصیلا لکل شیء رجع موسیٰ الی بنی اسرائیل فضعہا المنبر فاخبرہم ان اللہ قد انزل علیہ التورۃ وکلمہ قال فی نفسه ما خلق خلقا اعلم منی وارجی اللہ الی جبریل ادرکہ موسیٰ فقد صدک واعلم ان عند ملتقى البحرین عند الصخرة جبریل علیہ السلام عنک نصر المیہ وتعلم من علمہ فتمت جبریل علی موسیٰ واخبرہ ودل موسیٰ وعلما انہ لخطا ودخلہ الرعب وقال یوشع ان اللہ قد امرنی ان اتبع رجلا عند ملتقى البحرین واتعلم عندہ فتردد یوشع حقا معلوما وخرج اگرچہ اس دایت میں بہت سے نوابد منظومی ہیں لیکن بحیث حال تصویر فہم ناظرین پر ہوا کہ اس کے معرفت بیان مقصود پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بعض روایات میں حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلم تھے اور حکم خداوندی حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم اور ان کی انتہا سے کی ماسود ہوئی اور بارشما و خداوند تعالیٰ بقصد غاشیہ برداری تلمذ واسمہ شادا اپنی اوستاد کی تلاش میں اپنی ہی کو بسر

سے تھے نام باقر سے روایت کی ہے جب حضرت مائے قریش کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا اور ہونے لگا کہ کچھ لوگ بڑی عالم کی قصہ سننا و سنانا عوام کا خدا نے موسیٰ کو حکم فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت و اذ قال موسیٰ لفلان کہ فرمایا اس کا سبب یہ ہوا جب خدا نے موسیٰ کو حکام کی اور تخت ان لوہاری اور ان میں جب رت و ریشی جو نصیحت اور شری کی تفصیل کہہ دی موسیٰ بنی اسرائیل کی طرف لڑے اور کچھ خبر دی کہ خدا نے اس پر قزات نازل فرمائی اور حکام کی اور اپنی دلیلین کہا کہ نہ اے کچھ کہتے ہیں مجھ سے زیادہ جانتی والا نہیں میدا کہ خدا نے جبریل کی طرف وحی کی کہ موسیٰ کی خبر کی کہ وہ ہاک ہو چکا اور اس کو جٹا کہ بنی اسرائیل میں صخرہ کے پاس ایک شخص ہوا جس سے زیادہ جانتی والا ہی اس کی طرف ہمارا کی علم ہے کہ جبریل موسیٰ پر اور خبر دی کہ موسیٰ کو کہتا تھا اور کچھ سمجھا کہ بنی اسرائیل اور اللہ اپنی ہی واضح کہہ کہ خدا کچھ کہتا تھا کہ شخص کی پیروی اور کہہ کہ کچھ کہتا تھا کہ بنی اسرائیل

بیابان تور و دشت غربت ہوئی اور پیر بعد ملاقات کو کس عہد و پیمان سے مل رہا ہوئی کہ میں کسی  
 معاملہ میں چون و چرا نہ کروں گا چنانچہ بصر احوال تمام نفس قرآنی میں مذکور ہے۔ اسکی بعد کا قصہ سینی  
 غلام کے قتل پر حضرت موسیٰؑ کو کیسا کچھ جوش آیا اور اپنی عہد و پیمان کو یک نکتہ توڑ ڈالا۔  
 اور اپنی اوستاد کی کیسی سحرستی فرمائی۔ فالعلل عن الصادق فغضب موسیٰ و اخذ  
 بتبلیغہ و قال قتلت الایہ قال الخضر ان العقول لا تحكم علی امر اللہ بل امر اللہ یحکم  
 علیہا فلیہ لما تری و اصبر علیہا فقد کنت علمت انک لن تستطیع معی صبرا۔  
 اس سے یہ بھی یاد کر لیا کہ عقل پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالعکس جیسا کہ حضرت شیعہ معتقد ہیں  
 اور اسکی کچھ آگے مذکور ہے۔ القہ عن الرضا فی تہذیب الحدیث السابق فرماتے ہیں حتی انتہوا  
 الی ساحل البحر وقد شحنت سفینہ وھی ترید لغیر فقال ارباب السفینہ یحل ہوا و لا  
 تقر فانہم قوم صالحون فحملوہم فلما بحت السفینہ فی البحر قام الخضر الی جانب السفینہ  
 فکسرہا و خشاہا بالحق والیقین فغضب موسیٰ غضبا شديدا و قال للخضر اخرجتہما  
 لتغرق اھلہما لقد جئت شیئا احرا فقال الخضر امر اقل انک لن تستطیع معی صبرا۔  
 قال لا تاخذ بے بما نسیت ولا ترہقہ من احمل عسر انی جوار من السفینہ فظن الخضر  
 غلام یلعب بین الصبیان حسن الوجہ کا نہ قطعہ قمر فی اذنیہ دربان فاما ملہ الخضر و قد  
 فوٹب موسیٰ علی الخضر و جلد بہ الارض فقال قتلت نفسا ذکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا  
 نکرا فقال الخضر امر اقل انک لن تستطیع معی صبرا۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ  
 مستلزم انصافیت کو نہیں کیونکہ حضرت خضر اعلم تھے اور افضل نہ تھے اور سینی کہ قارون کے  
 لیے خلاف رضا خداوندی غذا کی خواستگار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو مر حید قارون نے

حضرت موسیٰؑ  
 کا حال

اسے حل میں امر صادق سے روی ہو کر موسیٰ غصہ ہوئی اور غصہ کی گردن پکڑی اور کہا قتلت نفسا اہم خضر نے کہا کہ عقول  
 خدا کو اس پر حاکم نہیں ہیں بلکہ اللہ کا اہمیت کو نہ ہو پس جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اسکو تسلیم کر اور دوسرے جبر میں  
 جان چکا ہے کہ تو میری بات نہ مبرا نہیں کر سکتا۔ ۱۲۔

الحاج وزاری کی لیکن شدت غضب نہیں ایک مجموعہ ہونی جو جناب خداوندی میں یکپہ  
 ہوئی اور حق تعالیٰ نے انہیں کلمات کو ساتھ موسیٰ کو عار دلایا جن کلمات کے ساتھ قارون کی  
 اپنے عار دلایا تب مختصر عبارت تفسیر لکھتا ہوں۔ وقد کان قارون قد امر ان یفلق  
 باب القصر فاقبل موسیٰ قاوی الی الباب فانفجرت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انہ  
 اوتی بالعذاب فقال یا موسیٰ سلک بالرحم الذی بینی وینک فقال لموسیٰ یا ابن لادی  
 لا تزدنی من کلامک یا ارض خذ یہ قد دخل القصر فافیه فی الارض ودخل قارون الی رکبہ  
 فیکہ وحلف بالرحم فقال لموسیٰ یا ابن لادی لا تزدنی من کلامک یا ارض خذ یہ فاقبل  
 بقصره وخراسند وھذا ما قال موسیٰ لقارون یوم اھلکھ اللہ عزوجل فغیر اللہ عزوجل کا  
 قالہ لقارون فغیر موسیٰ ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد عیرم بذلک فقال یارب ان قارون دعا  
 بغیرک ولودعا ینک لاجنبہ فقال اللہ عزوجل یا ابن لادی لا تزدنی من کلامک فقال  
 یارب لو علمت ان ذلک لک رضی لاجنبہ لانتہ بقدر الحاجۃ علیا رہے قطعی کو ماؤں  
 اور اپنی بڑی بہائی بے گناہ کی جو نبی ہوا شی کی پڑ کر کھینچا الواح تورات جو عطیہ خداوندی تھا اور جس  
 منعظہ اور تفصیل پر ایک شی کے مذکور تھی شدت غضب میں ڈال دینا حضرت کو اخلاق وادب  
 پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے اخلاق کی نسبت جو ہم نے نفی صافی میں دیکھی ہے اور اسکی تفسیر  
 اعراف تحت آیت واخذ ہراس الخید بحر الیہ قال ابن ام۔ میں لکھا ہے ۱۱۰۰ کافی علیہ المؤمنین

۱۱۰۰ قارون نے حکم کیا تھا کہ محل دروازہ بند کیا جاوی موسیٰ آئی اور دروازہ کھول دیا کہ اسکی پس گویا موسیٰ نے  
 دیکھ سمجھا کہ وہ اب آیا۔ کہا ای موسیٰ میں تجھے پہلے اس حکم کے جو سیرا تیری درمیان ہے سوال کرتا ہوں موسیٰ نے اسکو کہا ای  
 لادی کی بیٹی مجھی زیادہ کاہنت کر ای زمین کی اسکو پہلے درجہ پہلے دسین بہت زمین میں اور گیا اور قارون اپنی گھنٹوں تک  
 پہر قارون اور پڑا اسکی حکم کی قسم دینی لگے موسیٰ نے کہا اسی لادی کو نبی موسیٰ زیادہ بات کر ای زمین سکولی پس میں اسکو اور کو  
 محل اور نڈاؤن کو نکل گیا یہ وہ بہت جو قارون کو ملای کہ دن موسیٰ نے کہا یہ بہت حد تک ترشی کہ اس کلام جو قارون کو کہی تھی  
 دلائی اور موسیٰ سمجھی کہ خدا تعالیٰ اس کلام سے محب کو عار دلایا عزم کیا ای پروردگار قارون کی تیری فکر کے دھڑکے کو کہتا تھا اور  
 دوسرے کی پکارت تو میں تبول کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ای لادی کہ نرزد مجھی زیادہ بات کر موسیٰ نے عزم کیا ای پروردگار میں یہ  
 جانتا کہ اس میں تیرے تبول کرتا۔ ۱۱۰۰ کافی میں جناب امیر مثنیٰ اللہ قدس سرہ قدسیدین مروی ہے ۱۱۰۰

۱۴ خطبہ الوسیلۃ انا کان اخاه لابیہ وامرہ والقمۃ مثله عن الباقہ والصادق قبل کان ہارون  
 اکبر من موسیٰ بثلاث سنین وکان حمولا لینا ولذلک کان احب الی بنی اسرائیل انتہی  
 اب ہم اولیٰ روایات میں شامل کے نظر سے دیکھتی ہیں اور حسب قاعدہ حضرات شیعوں کے عقل کو جو سزا  
 و قہر میں خدا پر ہی حاکم ہے اس معاملہ میں حکم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ بن  
 اخلاق ناپسندیدہ تھے اور اگر بالفرض ہا ہر سی بہر تادیل ہی آپ فرمایا تو بغیر نیانی الباب  
 یہ ثابت ہوگا کہ فی حسمہ بعض مواقع میں درشتی و سختی و غلظت و غلظت محسوس ہوتے ہیں  
 لیکن بروی عقل جبکہ احکام کا کمینہ کنایہ قاعدہ کی بموجب واجب ہے بدلتہ یہ ثابت ہوتا ہے  
 کہ علی العموم لبین و درفت و یسبت و درشتی و غلظت کی زیادہ محسوس و پسندیدہ ہیں اور اگر یہ تسلیم  
 نہ کریں گی تو لازم آئیگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں  
 آپ کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لَنْ تُخْلَفُوا وَرَوْفٌ رَحِيمٌ﴾ اپنی صفات  
 خاصہ میں محسوس و قانع و احوال انکسار و رفعت و درشتی و درخت کر شاہد حال میں آپ کی بدکار  
 قصہ شایہ آپ کو یاد ہوگا۔ اسکا اصل اگر مدار تفضیل کا اخلاق حمیدہ پر ہی تو حضرت ہارونؑ و عفرہ  
 جنہیں رفعت و یسبت پائی جاتی ہے حضرت موسیٰ سے افضل ہو گئی اور نیز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ جناب اسیر المؤمنین والد بزرگوار سے افضل اور امام سجادؑ اپنی والدہ سے افضل ہوں اور یہ  
 آپ کی نزدیک بدہی البطلان ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ مدار تفضلیت کا اخلاق حمیدہ  
 پر نہیں ہے جو مدرک بال عقل ہو بلکہ مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہی اور غیر مدرک بال عقل  
 چنانچہ بیان تخریف تفضلیت میں ہم اوسکی طرف لیا کہ چکی میں اب بعد اہل گذارش میں عقل  
 ہونی کی قید ہی ایجاد و اختراع ہی قطع نظر اس سے عقلاً غفلت کا جاننا اس پر موقوف ہے  
 ۱۵ کہ ہارون موسیٰ کا حقیقی بھائی ہے۔ اور فی نے شہسکی امام باقرؑ اور امام صادقؑ مدظلہ سے روایت کی کہ  
 کہتے ہیں۔ کہ ہارون موسیٰ کو تین سال بڑی تھے اور نہایت متعل اور نرم مزاج تھے اسی سبب سے بنی اسرائیل  
 انکو زیادہ دوست کہتے تھے ۱۱۔ ۱۲ پس خدا کی رحمت سبب تو انکو ایسی نرم ہو گیا ہے۔ ۱۲-

کہ تردد و قانع و غیرہ معاملات میں اس کی تدابیر نہ ظاہر ہوں اور نہ متنازع محسوس ہو کہ  
 ہوں اور اپنی ناخن تدابیر صائبہ پیچیدہ معاملات کی گنجینہ ہونکہ عہدہ طور پر پہنچا دی اور جب  
 ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس کی ہرگز یہ سر نہیں ثابت ہوتا کہ آپ عقل  
 اور نہیں تو قصہ حکیم کو ہی ملاحظہ فرمایا جس پر یا خلع اپنی خلیفہ نانی کو ہی دیکھ لیں غرض کہ ایم  
 خلافت میں جبکہ معاملات پیش آئی اور میں سے کوئی بھی پہنچا اور کوئی ہی بولہ ہوا اور خلافت سے جو  
 حق کے کی تھی کہ تدریج شریعہ ائمہ و معلم ربانیہ ہوا اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ پس لین کچھ  
 حاصل ہوئی اور جب کچھ حاصل نہ ہوئی تو ان کو قاعدہ کلیہ معلوم ہی ہو گا اذ اخلا الشی عن مقصود  
 لغا۔ علاوہ ازیں عقلیت کی ضرورت تو اس وقت ہے جبکہ معلوم نہ ہوں اور جب معلوم نہ  
 اور سب سے پہلے اخطا کا صواب ہونا اور شریعہ محال ہو تو پس یہ قیہ محض لغو ہے۔ اعلم ہونی کی قیہ  
 ہی غلط ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جب امامت مانی نبوت ہی تو او صاف متنازع کہ میں ہی فریعت  
 ہو کی نبوت کو جب نظر تامل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مدار محض صطفی  
 و اجتہاد خداوند تعالیٰ پر ہے حق کے اپنی عباد میں سے جس کو چاہی برگزیدہ فرما دی کہ  
 کچھ نور خداوند تعالیٰ پر نہیں اور نہ کچھ اعتراض لایسئل عما یفعل اس کے شان ہے اور نہ یہ ہے  
 کہ جو اسلام اہل زمان ہو وہی نبوت کو دیکھ کر برگزیدہ ہونے پر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم امی پیدا ہوئی اور بعثت تک امی رہی کسی قسم کی ظاہری تسلیم نہیں پڑی  
 اور اس زمانہ میں صد ہا علماء و احبار دین موسوی و عیسوی کی موجود تھی جن کو کتب سماوی  
 از بر تھی اور مسائل شرعیہ مختصر لیکن خلعت رسالت ہمارے پیغمبر نبی امی صلوٰۃ اللہ علیہ  
 کو ہی عطا ہوا اذ لک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ گو بعد نبوت کے حق تعالیٰ نے اپنی  
 بنی کے سینہ کو مبرات لوح محفوظ بنادی اور اس کی قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرمادی  
 اس طرح امامت کمال ہونا چاہی کہ جو امام ہو وہ محض اصطفیٰ خداوندی سے ہو چنانچہ پیغمبر  
 نفس سپرد ال ہے اور قبل امامت اس کا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہ ہو بلکہ بتنازع

گو بعد ااست بسبب محدثیہ کی کہ خاصہ امام ہی اعلم ہو جاوے لیکن پہلی ہی اسکی اعلیٰ کا دعویٰ  
 ہونا خطا ہے اور آپ کو اس بحث میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصد یاد ہو گا باوجودیکہ خضر اعلم تھی  
 تو ہی حضرت موسیٰ انور افضل تھی۔ باقی رہا یہ کہ خلافت فاضل سے ایک مفضل کو  
 دینا عقلاً ہائیت قبیح ہی اس میں یہ تو فرمائی کہ فاضل سے خلافت لینے کے کیا معنی  
 میں لینا فروع استخلاف کی ہے اور جب استخلاف نہیں لینا کیونکہ متحقق ہو گا ہاں اگر اسکی  
 معنی یہ میں کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو خلافت دینا ہے تو صحیح ہی مگر اسکی نسبت گذشتہ  
 کہ ہم اسکی قبیح گوئی میں نہیں کرتے کیونکہ نص قرآنی ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے فاضل کو چھوڑ کر  
 مفضل کو امامت عطا فرمائی۔ حضرت شمول علیہ السلام جو اپنی زمانہ میں بنی اور اروع اور افضل  
 اور اعلم اور اعلیٰ تھے حق تعالیٰ نے انکو چھوڑ کر طلوت کو امام بنایا جو ان سے کم تھی تو اس سے ثابت ہوا  
 کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو امام بنانی کا قبیح محض اگر احکم الحاکمین عقل کے ناشر ہے ورنہ حقیقتہ  
 عند احدث تک یہ قبیح نہیں۔ سلب تابع سہی لیکن یہ ہی تسبیح و شتم است بعینہ  
 ثواب و عمل میں ہی جاری ہے کیونکہ جیسی امامت تالی نبوت جیسا بت تالی امامت ہے اور عقلاً  
 قبیح ہے کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کر کے بھیجا جائے اور  
 اس سے زیادہ اہم و اشد قبیح یہ ہے کہ حکومت اس شخص سے لیکر جو عہدگی سے اسکی فرائض  
 بجا لارہ ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جسکا حال ایسی تک بجز یہ میں نہ آچکا ہو اسکی بعد آپ  
 شریعہ و جہد الباقیہ یا متن ہی کو کہو لیں اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمائی کہ آپ نے کس  
 کس کو حاکم بنایا اور کس کس کو معزول فرمایا اور کہاں تک اس شرط کی رعایت رکھی تاکہ  
 آپ کو اسکی شرط کی بابت منہ کر قول کی تصدیق ہو جاوے کہ کسی موقع پر اشد اذیت ہے  
 اگرچہ معتبرہ کریں گے **قولہ** ادینر افضل ہے جو بے مفضل کی خلافت کے بھلائی پر عقل  
 اور طرح ہی دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ اگر مفضل افضل ہے تو بے تعلیف ہو تو لازم کی فاضل  
 مفضل کا محکم ہو اور اثر و ادون کی تواضع کا سامنا ہو کیونکہ افضل مفضل کی رعایا ہیں

ہوگا اور عایا خلیفہ کی تواضع کر لیں یا مومنی اور یہ بات عقلاً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری  
 عرض قبول نہیں کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر سنی وہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں  
 جیسے کہ ان لوگوں کو دلائل بیان کیے ہیں کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفصیل دیتی ہیں یہ فراموش  
 ہیں۔ و اخیر من قال بفضل الانبیاء علی الملائکہ بامور احدثها ان الله تعالی الملائکہ  
 بالسجود لآدم وثبت ان آدم لم یکن کالقیثہ بل کانت السجدة فی الحقیقۃ و اذا  
 ذلک فوجبا ان ینکون ادم افضل منہ لان السجود نہایت التواضع و تکلیف الاشر  
 فیہا یتسا تواضع للادون مستحب فی العقول فانه یقبح ان یومر ابو حنیفہ ان یخضع  
 اقل الناس بضاعة فی الفقہ فذل هذا علی ان ادم علیہ السلام کان افضل من الملائکہ  
**اقول** یہ دلیل ہی پر حمل عاں عید ہی اور بوجہ چند محل بحث ہے اولاً یہ کہ گفتگو  
 شرائط افضلیت میں ہے اور یہ دلیل ہرگز ثابت شرائط نہیں کیونکہ شرائط اس وقت ثابت  
 جبکہ دلیل مفضول کے امامت کی عدم انعقاد پر یقیناً دلالت کرے یہاں اگر کسی تو لازم قبیح ہے  
 جب غیر قریب بحث کیجیے مگر ان اگر اصل حل و عقد کی کو خلیفہ کریں تو البتہ افضلیت کو  
 رسمی رکھیں اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مقصدی خلافت ہونا اور  
 خلافت کو عدم انعقاد پر یہ دلیل ہرگز دلالت نہیں کرتے۔ ثانیاً افضل کا مفضول کے لیے  
 امور مولیٰ اور اشرف کا ادون کرنا ہی محکوم ہونی کا لازم ہے غلط ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ فاضل  
 مفضول کا امور اور اشرف ادون کا محکوم ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ قانون شریعت جسکو  
 حق تعالیٰ شاذ نے بواسطہ رسول کے است کی لیے دستور العمل مقرر فرمایا ہے تمام است کیا فاضل  
 و کیا مفضول اور کیا شریعت اور کیا وضع سب اسکی محکوم و امور میں امام کا حکم اگر واجب  
 الطاعت ہے تو اوسے حدیث ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری  
 مجلس مجیب ہے فرما چکی ہیں کہ غرض اوس سے شرائع الہیہ و عالم ربانیہ کی ترویج ہے پس  
 اگر کوئی ایسا نہ ہو جو اوس شریعت و اعتبار سے خالی ہو تو وہ ہرگز واجب الطاعت نہیں ہوگا

شرائط افضلیت کا ادوم کرنا ہی اصل

مثلاً اگر امام کہی کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا اپنا تمام مال میرے حوالہ کر دے۔ یا  
 فی سبیل اللہ لٹا دی یا مجھ کو سبہ دہ کری تو یہ حکم ہرگز واجب الاستیصال نہ ہوگا چنانچہ قولہ تعالیٰ  
 فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ مِنْهُ فَاِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْمَقَابِلِ اسکی طرف اشارہ ہے ہر بخلاف رسول کے کہ جمیع قول و فعل مگر مختص  
 وغیرہ سب امت کو یہی تشریح ہے کیونکہ امت کو یہی شریعت کا حصول بدون واسطہ رسول  
 کو ممکن نہیں۔ جب ملہ ہجہ فاضل کا مفضل کے محکوم ہونا لازم نہیں آتا۔ مثلاً سلمہ افضل  
 مفضل کا محکوم ہو لیکن ہم اس کا قبیح ہونا تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بالاتفاق طائفت سے  
 حضرت شمول بلکہ حضرت داؤد افضل تھے اور اسکی محکوم اور تابع ہوئی اور حضرت خضر سے  
 حضرت موسیٰ افضل تھے اور اذکی مامور و مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کا مفضل کے مطیع تابع ہونا  
 قبیح نہیں ورنہ لازم آدی کہ معاذ اللہ شارع آمر بالقبیح ہو جو کہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ محال ہے  
 تو لزوم قبیح عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ رابعاً بالفرض تسلیم اگر افضل کا محکوم ہونا مفضل  
 کو یہ قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی یقیناً نواب عمل و حکام سرایا و جیوش و ضبط و قضاء  
 وغیرہ میں سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ میں جناب امیر کے حالات کا تتبع  
 کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ہرگز اسکی یا پندہ می نہیں کی ہے اور اس تسبیح کو قبیح  
 نہیں جانا آپؐ نے بیعت ابلاغتہ ہی کو ملاحظہ فرمایا لہجہ محقر تینہا گذارش کرتا ہوں کہ آپ نے  
 عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ام المومنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 کی ریبہ تھی بحرین کی حکومت سے معزول فرما کر نعمان بن عجلان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت  
 عمر بن ابی سلمہ نے امارت و کمالات کو ایسی طرح آدا کیا کہ مورخ حسین بن افریقہ چنانچہ اوسکی کتاب میں  
 موجود ہے تو کیا نعمان عمر سے افضل تھی اور ظاہر ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیرؓ کے کسی کام کی  
 سو قوت علیہ تھی اور نہ حضرت آپؐ کی محتاج تھی پھر بلا ضرورت داعیہ کیوں آپؐ کی کتاب قبیح  
 فرمایا اور بالفضا عم صحت اور یہی زیادہ اقبیح و شنیع ہے اور اس طرح محمد بن ابی بکر کو امامت سے  
 معزول کے استلزام کو مقرر فرمایا اور اپنی جھیش سے دو امیروں پر جو زیادہ بن نصر اور شریح



نہایت محترم و عزیز ہوا

ابن ہانی ہتی اور انکی اتباع پر مالک بن حارث ہشتر کو امیر کیا اور انکو لکھا فاسمعالہ علیہ  
ان سب کو رہنی دیجی زیاد بن ابی سفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصر حال گذارش کرنا  
ضرور ہے آپ شروح پنج البلدانہ سے مطابق فرمالین۔ یہ شخص سب سے لوندھی کا بیٹا کجست  
زبان کا فصیح و بلیغ و زبان آدر تھا ایک روز حضرت عمرؓ کی رو برو مجلس میں اسی تقریر  
کی کہ حاضرین کو نہایت پسند خاطر ہوئی عمرو بن العاصؓ ملی کاش اگر یہ قریشی ہوتا تو تمام  
عرب کو اپنی لاپٹی سے ہکتا۔ ابو سفیانؓ کا لکھا خدا کی قسم یہ قریشی ہی اور اگر توحانی تو معلوم  
کر لے کہ یہ قبیلہ کے عمدہ لوگوں میں سے ہے عمرو بن العاصؓ نے پوچھا کہ اسکا باپ کون ہے تو کہا کہ  
ابا کینی اسکو اسکر مان کے رحم میں رکھا تھا عمرو بن العاصؓ نے کہا تو پھر اسکو اپنی ساتھ نسب  
میں کیوں نہیں ملا لیتا۔ اوسنی امیر المؤمنین عمرؓ نے خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ  
کر کے کہا کہ اس سے ڈرنا ہوں کہ میری بدن پر میری کہاں ہی جلا دیگا چونکہ اسکو باپ کا  
تقرین نہیں اسکو زیاد ابن سمیہ اور زیاد بن ابی سفیان اور زیاد بن ابیہ کہتے ہیں۔ جناب  
امیرؓ نے اپنی زمانہ امارت میں اسکو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد ازاں کسی حضرت کو معلوم ہوا  
کہ امیرؓ معویہؓ سے اسکو ترغیب دی رہا ہے اور اپنی سبب سے ملنا چاہتا ہے تو اپنے زیاد کو  
خط لکھا جو پنج البلدانہ میں مروی ہے۔ اوس خط کو پڑھ کر قسم کیا کہ کہہ کہ حضرت نبیؐ بھی اب سفیان  
کو دعویٰ کے صدق کی شہادت دی قد شہد بھا و رب الکعبہ انجام یہ ہوا کہ حضرت  
امیر المؤمنینؓ کو چھوڑ کر امیرؓ معویہؓ سے جا ملا اور اسکا جو کچھ نتیجہ نکلا وہ سب کو معلوم ہے نہ شک  
ایسی شخص کو جس پر ولد الزنا ہونے کا ظن غالب تھا اپنے فارس پر حاکم مقرر فرمایا حالانکہ  
ولد الزنا بخش عین ہے اور اسکا جھوٹا تک بخش ہے سن لاکھ تیرہ میں ہے ولا يجوز الوضوء بسوا  
الیموی والفضلنے وولد الزنا والمشرک۔ اور اگر کہ ولد الزنا مومن نہیں ہوتا ابن ابی قحیفہؓ حاصل نہیں کرتا  
عن ابی عبد اللہؓ لا یدخل حلقۃ الایمان قلبہ ندی ولا خودی ولا زنجی ولا کمدی ولا بیدی

نہایت محترم و عزیز ہوا

ولا تترك نهى ولا من حملته من الزنا شرح بن حارث کو جو خلفہ کی زمانہ سے قاضی تھے اپنا  
قاضی مقرر فرمایا ان حالات کو دیکھنی سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے یقین میں افضلیت کو  
مخوفہ خاطر نہیں فرمایا۔ پس اس سے عدم اشتراک افضلیت امتدین بھی ثابت ہوا۔ خاصاً  
امام رازی سے کی دلیل کو جو افضلیت ابنیہ میں بیان کی ہے اپنا استدلال قرار دینا غلط ہے اور  
اوس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ امام کی دلیل کے استدلال کا مدار سجود پر  
جو نہایت تواضع ہے اور نیز سجود ہی اس طرح کہ بالاستقلال حضرت آدم کو ہی تھا یہ نہیں تھا  
کہ سجود نے تحقیق خدا تعالیٰ کو تپا اور حضرت آدم محض واسطہ تھی اور فاضل محبت کی دلیل میں  
نہ نہایت تواضع ہے کہ امت امام کی اطاعت کو ایسی امور ہی بشرطیکہ حکم موافق شرع ہو اور یہ  
اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہیں نہایت تواضع جب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ کرنا  
یہ امور ہو پس یہ کہنا کہ رعایا خلیفہ کے نہایت تواضع کے لیے یہی غلط ہے اور نہ تواضع  
یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حیثیت سے ہی کہ وہ واسطہ اطاعت خدا  
و رسول ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ مقصود امت سے ترویج شریع الہیہ و علم دینیہ ہے اور اگر  
آپ کو دعویٰ ہو کہ امام کے لیے امت امور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال متبوع و  
مطاع ہے تو ثابت کیجیے اور دلیل دیجیے۔ سادہ اس دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا جواب جو امام  
رازی نے اپن کو کوئی طرح سے دیا ہے جو ملائکہ کے تفضیل کے قائلین میں ذکر نہ کرنا کفر نہ انصافی  
ہے۔ ایجابی ہم اس جواب کو نقل کرتے ہیں اور جواب استدلال کو ادھر پر ختم کرتے ہیں۔  
اجاب القائلون بتفضیل الملک علی الحجۃ الاولی فقالوا قد سبق بیان ان من الناس من  
قال المراد من الحجۃ تواضع لا وضع الجہۃ علی الارض ومنهم من قال ان عبادۃ عن وضع

امام ابو عبد اللہ سے روای ہے کہ بان کے شرعی سند ہی اور خدائی اور رنگی اور گروہی اور جبرے اور ملک زبانی  
۱۲ اصل نہیں ہے اور نہ دلہا لے کے دلیلیں ۱۱۔ جو لوگ زبانی تفضیل کے قائلین ہو لی ہیں۔ اوہوں نے پہلی  
حجت کا جواب دیا ہے کہ پہلی گزر چکا۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سجود سے مراد تواضع ہے نہ بیعتی رکعت اور عہد

الحجۃ علی الارض لکن قال السجود لله تعا وادم قبلہ السجود علی ہذین القولین لا اشکال ہما  
 اذا سلمنا ان السجود کان لادم فلم قلتم ان ذلک لا يجوز من الاشرف فی حق الشریف وذلک لان حکمہ  
 قد یقتضی ذلک کثیرا من حب الاشرف واطہار النہایۃ فی الانقیاد فان للسلطان ان یجلس  
 اقل عبیدہ فی الصدر وان یامر الاکابر بخد متساویون غرض من ذلک اطہار کونہم مطیعین  
 فکل الامور منقادین لہ فی جمیع الاحوال فلم لا يجوز ان یکون الامر ہنا کذلک والیضا الیس  
 من مذہبنا انہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وان افعاله غیر محللہ وذلک قلنا انہ لا یحکم  
 علیہ خلو الکفر فی الانسان لعمری تعذیب علیہ ابد الابد واذ کان کذلک فکیف یعرض علیہ  
 ان یامر الاعداء بالسجود للادون انتہ قولہ آپ تفسیر مینا وی ملاحظہ کیجی تحت آیات  
 فلما انبا نعم باسمائهم الخ وہ یہ کہتے ہیں واعلم ان ہذہ الایات تدل علی شرف الانس  
 وفضلہ علیہ العلم وفضلہ علی العبادۃ وانہ شرط فی الخلافۃ بل العبدۃ فیما انتہ بقدر الحاجۃ اور  
 نیز انکی اخیر میں یہ کہتے ہیں وان ادم افضل من ہولاء الملائکہ لانہ اعلم منہم والاعلم افضل  
 لقولہ تعا اهل سیتوا الذین یعلمون والذین لا یعلمون ویکہی انکی قاضی صاحب اسکوٹر  
 خلاف بل العمہ فرماتے ہیں۔ اقول یہ سہ لال تو اس سہ لال سہی کہیں  
 بڑ بڑ کی جیسا کہ سنی لا تقر بواصلہ سو کیا تھا اس کجبت نے نورف قید ہر  
 کو حذف کر کے معنی مقصود کو بجا رہا تھا اور جملہ کے معنی حقیقی ٹھیک رکھی تھی لیکن ہمارے  
 فاضل محبت نے تو نہ سیاق عبارت کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکھے ہیں

لہ کہ سجدہ ہا تھا کہ نہا جو ہو لیکن سجدہ اشدت کو کہتا اور ادم سجدہ کو یہی بطور قید کہتے ہیں اور ان دونوں اقوال پر کچھ اشکال  
 نہیں لیکن جب پہلے تسلیم کریں کہ سجدہ ادم کو تھا تو تم یہ کہیں کہ یہی اشرف سو شریف کی حق میں جائز نہیں اور یہ  
 اس پر سو کہا اوقات حکمت اسکو مقتضی ہوئے ہو کہ اشرف کی محبت اور اسکی ہدایت اطاعت کا ہر کچھ دوسری بات کو اختیار کر  
 کہ کترین غلامان کو صدر میں بہلا دے اور اکابر کو اولی خدمت کا حکم کرے اور اسکی غرض ہوں ہو اطہار اطاعت و انقیاد  
 تمام سورہ لہو ال میں ہو تو کیا جائز نہیں ہو کہ یہاں ہی اسطرح ہو اور نیز کیا ہمارا مذہب نہیں ہو کہ خدا تعالیٰ جو چاہے ہو کہ اسکی  
 ارادہ وقتا حکم کرے ہی اور اسکی اغراض نہیں ہیں ہی سبب کو کفر کہہ کر کے مین ان میں اسکو کچھ اعتراض نہیں ہو اور نہ  
 پہلے اسکی ارادہ لایا وگذاشت کہ زمین کچھ اعتراض ہو اور جب حال ہو تو اسپر نہیں کہہ کر اعتراض ہو سکتا ہو کہ وہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی سجدہ

بشرط انہما کہ تفسیر میں لکھا تھا

بشرط انہما کہ تفسیر میں لکھا تھا

کہ ابتدا اس قصہ کے یہ بھی کہ حق تعالیٰ شانہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ہم زمین میں نائب بنانا چاہتے ہیں  
 وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۚ تَوٰبَ اِسْمِہٖ اِہْلِ الصّٰلٰتِ  
 و علم و عقل و فہم بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ خلافت سے کوئی خلافت مراد ہے اور حضرت آدم  
 کس کوئی کہ خلیفہ تھی کیا آجکلہ وہ خلافت جو ہماری اور ہماری جمیع کے متنازعہ نہیں ہے اور  
 حسین اس وقت گفتگو ہو رہی ہے اور جسکی لیس شرط ثلاثہ رض و عصمت و فضیلت مختلف نہیں  
 بین الفريقین میں وہ یہی خلافت مراد ہے اگر وہ یہی خلافت مراد ہے تو فرمائیے تو یہی  
 کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کسی بنی کے خلیفہ تھی یا کوئی اور خلافت مراد ہے انہوں نے کہا کہ  
 عجیب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس عجیب خلافت سے کوئی خلافت مراد ہے اگر قرآن شریف یاد  
 نہیں تھا تو کہو لکہ دیکھ لینا ہوتا یا کسی سنی حافظ سے بھی پوچھ لینا ہوتا تاکہ سیاق عبارت  
 سے واضح ہو جائے کہ یہ حضرت آدم کا قصہ ہے اور خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے علاوہ  
 ازین آجکلہ ہماری فاضل محیی علم و فہم پر آفرین ہے کہ اس عبارت کو شرط فضیلت  
 کی دلیل سمجھ کر پیش کیا ہے اور اپنی کمال دلچسپی اور دھڑلے سے یہ سمجھ کر دیکھ کر  
 میں روانہ کی صنمیر شرف یا فضل کی طرف راجع ہے حالانکہ اطفال کا فہم خوان بھی سمجھ سکتی ہیں  
 کہ یہ غلط ہے پہلے وہ سپر طرہ یہ ہے کہ اس سے لگی فرمائی میں کہ دیکھی آپ کے قاضی صاحب  
 اس کو شرط خلافت بل لعمدہ فرمائی میں آجکلہ ہی لفظ (اسکو) پر اکتفا فرمایا اور یہ فرمایا  
 کہ قاضی صاحب اس کو شرط خلافت فرمائی میں سنا آپ کی سیاق عبارت کی خلافت جمع  
 صنمیر (وائے) کا علم ہے اور لفظ اسکو ہی علم ہی کی طرف راجع ہے لیکن تاہم مدعا سی  
 عجیب ہے کیونکہ یہ جب ثابت ہو کہ جب اعلیٰ فضیلت کو مستلزم ہو حالانکہ یہ مستلزم  
 آپ کے اعتراف سے باطل ہے تو بچے فضیلت کے تعریف میں اسکا وار و مدار اخلاق حمیدہ اور  
 صفات پسندیدہ پر رکھا ہوتا اور شروع دلائل میں علم و ادب و اتقی و اعقل ہونے پر  
 رکھا ہوتا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ مستلزم فضیلت کو نہیں بلکہ اسکی

لیو اور صفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علی الخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہی  
 پس حکیم علیہ السلام نے فضیلت کو نہیں ہی تو یہ استدلال ہی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے  
 جب ہم نفس اس عبارت میں تامل کی نظر سے دیکھتی ہیں تو بدایتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت  
 ہرگز منشت مدعا نہیں کیونکہ قاضی رحمہ فرماتے ہیں و انہ شرط فی الخلائق بل العدم فیہا او ظاہر ہے  
 کہ لفظ بل اسجگہ ترقی کے واسطے نہیں ہے کیونکہ شرط بہ نسبت عمدہ ہونی کے اعلیٰ و اوقیٰ ہی تو ترقی  
 ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیجاو می تو اعلیٰ سے جو شرط ہر ادنیٰ کے  
 طرف جو عمدگی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہے اور عمدگی انہو بہ ہے نہ موقوف علیہ  
 تو لا یفطر بل اسجگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور اتیان بلفظ شرط محض فرض مزید تاکید ہوگا تو گویا  
 قاضی رحمہ نے لفظ بل عمدہ فیہا کہہ کر یہ ثابت کر دیا۔ و انہ شرط فی الخلائق ہیہ مراد نہیں  
 کہ وہ موقوف علیہ خلافت کا ہے اور اگر یہ معنی ہونگی تو لفظ بل عمدہ نہیں محض لغو و لا فای  
 محل مقصود ہوگا پس قاضی صاحب کا یہ قول آگاہ کچھ مفید نہیں بلکہ مضری کیونکہ عمدہ شرط  
 پر دلالت کرتا ہے نہ شرط پر **قولہ حدیث سنن ابی اکی علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ جامع**  
**جامع ضمیرین روایت کی ہے۔** ابارجل استعمل جلال علی عشرة النفس وعلم ان فی العشرة  
 افضل ممن استعمل فقد غش الله مرسلہ وغش جماعہ المؤمنین ع۔ عن حفصہ بنتہ  
 اب ذوالنصف فرمائی کہ جب مفضل حج کا وقت دس آدسویں پر جائزہ ہوا اور اس میں خلا و  
 رسول و جماعت مومنین سے دعا لازم آدی پس تمام مومنین پر مفضل کی حکومت مین کہہ کر  
 و النفس وغیرہ کا مثل نبی اولیٰ تعجب ہو کہ قدر قیامت و شاعت لازم نیگی اقول اس  
 حدیث کو معنی آئے جو کچھ سمجھ کر غلط بین یہاں افضلیت سے افضلیت متنازعہ نہیں  
 ہرگز مراد نہیں کہ من حیث مرتبہ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اسجگہ افضلیت سے  
 مراد بالفضل انجبتی ہے کہ جو متعلق بجا آوری مقاصد ریاست و شرائط سرداری کی ہو مثلاً اگر کسی  
 سریر یا حبش پر حاکم مقرر کیا جاوے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا چنانچہ فن حرب و معان

و ضرب میں زیادہ مہر و خمیر ہو اور شجاع ہو اور خلع و حروب اور اوہ کی چال و نشی و واقف ہو  
اور اگر کسی کو کسی ملک پر حاکم کیا جاویں تو دصف تا لیف قلوب بغیر دین اور سیاست  
بدون ظلم و ستمین اعلیٰ درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کمی کے کسی خاص مصلحت کو ترجیح  
مقدم کیا جاویں۔ مثلاً کسی خاص نفع کو ترجیح دے اور کسی سعی و کوشش اور سہمن زیادہ مؤثر  
مستور ہو آپ کو معلوم ہو گا کہ حالات سے حضرت شمول علیہ السلام و اود علیہ السلام افضل تھے باوجود  
اسکی حق تعالیٰ مفضل کو انعام مقرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس شخص کو  
زیادتی استحقاق ثواب حاصل ہو اور ولی کامل ہو وہ ہمہ تعلقہ کو بھی سب سے عمدہ طور پر  
انجام دیوی علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ مراعات افضلیت نہیں چاہی ہی ہم اگر انکار کرتے  
ہیں تو اشتراط کا انکار کرتے ہیں۔ اس حدیث سے صرف استفادہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی  
عالم بنایا جاویں تو محاذ افضلیت ضرور ہے ہم یہی کہتے ہیں کہ جب کسی کو اسیر یا مانع  
تو افضلیت ملحوظ رکھنا چاہی لیکن اس سے یہ کہیونکہ ثابت ہو کہ اگر افضلیت فوت ہو گئی  
تو امارت غیر منعقد ہوگی اور اسکی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر کامل کی نظر سے دیکھا جاویں  
تو اسی ادایت سے انقطاع و غیوم ہوتا ہے کیونکہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ غش تو اسی  
وقت ہے جبکہ اسکی امارت منعقد ہوگی اور وہ واجب اطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب اطاعت  
ہی نہیں ہوا اور اسکی امارت ہی منعقد نہیں ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا غش ہوا وہ تا میر  
ہی نحو ہوگی غرضکہ افضلیت کے مراعات سے انکار نہیں اشتراط سے انکار ہی تحفہ اثنا عشر  
کی بحث افضلیت میں نہ کوئی آئے دیکھا ہوگا آدمی اگر غضب ریس بہ بیت اہل حل  
و عقد باشند می بایند کہ غضب افضل کنند در یا ست و شرط سرداری نہ در امور دیگر آری  
بہا ولی کامل عالم متوجہ یہ حیل الظرفین کہ از وی امور سرداری یک خانہ سرانجام نمی توانند  
دریچہ افضلیت دیگر می یابند۔ اس سے قطع نظر آپ کو بحث میں عنقریب معلوم ہو چکا ہے  
کہ جناب امیر نے اس شرط کا محاذ نہیں فرمایا کیونکہ جب زیادتی حبشی شخص کو ایک ملک

حکم بنادیا تو بس اس سے بڑھ کر اور کیا عدم رجائیت اس شرط کی ہوگی پس اس سے معلوم ہوا  
 کہ یہ شرط جناب امیر غفر کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول بہ نہیں یا آپ معصوم نہیں ہو سکتے  
 خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ عیش کیا۔ معاذ اللہ قولہ ایک دو اور حدیث  
 ولی اللہ صاحب عری نقل کلام میں آئیگی اس مقام میں عترت کی شہادت سن عجیبی الکی عالم  
 جلیل و فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود شہور مجید پارسانی بادی جو سخت تعصب کے  
 کتاب فضل الخطاب کے آخرین بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر مرقی علیہ الرحمتہ سے علامات  
 امام میں جناب امام رضا سے ایک طویل روایت لکھے ہیں چونکہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے  
 یہی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اطہار میں جبکا ذکر فاضل رشید نے ہی ایضاح  
 میں کیا ہے نقل کی ہے لہذا بخوف طوالت شیخ صاحب دہلوی کی یہ فارسی روایت پر  
 اکتفا کرتے ہیں وہ اس سبب کہ کی اخیر میں بعد ذکر ائمہ فرماتی ہیں عبارتہ کہذا و این ابو جعفر  
 مرقی مذکور در علامات امام و فضل دمی از امام علی رضا آورده است کہ فرمود امام را علامات نہایت  
 کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر از دیگران باشد و ولادت کردہ شود  
 محتون دوی پاک باشد و از پیش پس کیسان میند و چون از شکم مادر بر زمین آید مرد و کف و  
 افتد و از شہادتین بر آورد و محتلم نشود و چشم او بخواب رود و دلش بیدار بود و محدث باشد  
 و در ہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروی راست آید و نزد دوی سلاح آنحضرت ص باشد و شمشیر  
 ذوالفقار و نزد دوی مصحف فاطمہ رض بود و نزد دمی صحیفہ بود کہ در دوی نامہای مخالفان او تا روز  
 قیامت باشد ثبت بود و بول غائط اور کسی نمیند و زمین سو گل بود و فرو بردن آنچہ سیر  
 آید از دوی و بوی دی خوشتر از بوی مشک بود و بر مردم از فہمائی ایشان نزدیکتر بود  
 و ہر بان تر از مادر پدر و متواضع ترین مردم بود و مرحق را عذر و علامت معجز و کفندہ  
 و نہی از منکر کنندہ تر بود و از ہمہ خلق دعا می آو مستجاب بود کہ اگر پر سنگ دعا کند  
 و بارہ شود و موید بر و اح قدس بود و میان او و خدا عمووی بود از نور کہ میند در دوی

اعمال نیکو کار و بر چه به آن محتاج بود گاهی بسط کرده شود و برای او پس بیاند و گاهی قسطن  
کرده شود از وی پس نهاند و امام رسیده شود و بزرگتر است بود و برین بسط و بخورد و بنوشد  
و جام کند و بپوشد و شادمان شود و نغمین نشود و بخندد و دیگر میزید و بمیرد و در قبر نهاده شود  
و زیارت کرده شود و حشر کرده شود و پیمانده کرده شود و در موقف عرصات و عرض کرده شود  
برای اعمال پسیده شود از آنها و اگر ام کرده شود و شفا عتس قبول کرده شود و دلیل در  
و خصالت است یکی علم و دیگر استجابت و دعوات و ائمه بعد از پیغمبر صلی الله علیه و سلم  
کشته شده اند بششیر و زهر و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است نه چنانکه  
غلات گویند علیهم السلام که ایشان کشته شده اند و در حقیقت بر مردم شبه ایشان انداخته  
و این سخن دروغ است چه این مخصوص از انبیا و اولیا بعسی بن مریم است چه ویران  
از مین زننده برشته در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند چون بر آسمان رفتند  
روح او را در بدنش باز آوردند و امامت بزرگتر و عظیم تر است از آنکه مردم بعقل بکنند آن برسد  
و او را کسب حاصل کنند امام مخصوص است بنام فضل و طلب کسب بلکه محض اختصاص است  
از مفضل و باب حکمت و عطا قاصد و او با عاجز و ملقا محصور از وصف نشانی از نشانهاست او  
و فضل از فضائل او میدهد و او را حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود آنچه مخفی دهد غیر او را - انتهى  
اگر چه اس روایت سی جو خرابی که مذہب اهل سنت و خلافت و امامت خلفا رفته و دیگر خلفا  
متغلب بر که ان اوصاف سی موصوف نه تهی آئی سی بسبب کی بلکه اولی صاحب فهم بر پیشه  
اینهمه گریبان ندهد صرف شرط افضلیت امام کا ثابت گونا گوی اورده اس روایت سی  
اظهر من الشمس هر قطع نظر از اوصاف سندر چه روایت ندا که شروع علامات امامین  
بهمه الفاظین عالم ترو حاکم ترو سلیم ترو پر پیروزگار و شجاع ترو عابد از دیگران باشد او سی  
افضلیت بر دال مین که اهل حق خلافت و امامت که شرط جانتی مین حضرت مجتبی از کلمه  
کسی هم مذہب کو بهر دهم نهو که چونکه بهر روایت ابو جعفر حتی علیه الرحمة سے منقول هر سلیبی



اہل سنت پر حجت نہیں کیونکہ یہ وہم فاسد چند وجوہ سے مردود ہی اول یہ کہ خواجہ پارسا اور  
 شیخ عبدالحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہے اور ہرگز انکار یا رد کا اشارہ  
 تک نہیں کیا اور اگر خاتم المحدثین کے نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہے تو ہم دیکھتے  
 شیخ ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کی نزدیک مقبول شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج و روایت  
 کو ہیں چنانچہ اس سے پہلی چند روایتیں نقل کر کے کہتی ہیں۔ اخرج هذه الاحادیث  
 الخمسة ابو جعفر محمد بن علی بن الحسين بن بابويه القمي وكان من شيوخ  
 وشهودهم استشهد به البخاري في كتاب الطب الخ اور شیخ عبدالحق صاحب  
 اس الدین فرماتی ہیں۔ واین پنج حدیث ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ  
 القمی اخراج کرده و ابن بابویہ و شیوخ شیعیہ شہود ان ایشان است بخاری در کتاب خود و کتاب  
 الطب بوی شہاد کرده و در حدیثیکہ مضمونش انیت کہ شفا در ستہ چیز است حجت کردن غل  
 خوردن و داغ نہادن گفتہ سواد القمی عن الیث عن مجاہد عن ابن عباس ایچنین آورده است  
 در کتاب الانساب امام ابو سعید عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل انتہی۔ اقول ہماری نقل  
 محیب اس روایت کو نقل کر کے خوشی سے بیوی نہیں ساتی جا رہے ہیں ہر بیوی جاتی ہیں  
 اشد سہم کیا کچھ ترالی میں اور کیا کچھ نازش و افتخار ہے گویا میدان مناظرہ آج آپ ہی کے  
 ہاتھ ہے اور بزرگ خود مذہب اہل سنت پر کیسی کچھ خرابی ڈالی مگر یہ خبر نہیں کہ اس روایت  
 بہت بطور فح کے بدنامی حزن و غمگینی اور نازش و افتخار سے عوض دولت و شرف منہ کی نصیب ہو  
 ہم تو کیا عرض کریں اہل انصاف خود دیکھ لیں گے اور انصاف سے بول اور ہینگے کہ یہ بچکانہ و  
 افتخار بجاسے یا بیجا او تعلق و ترفع روا ہے یا ناروا انکو سخت افسوس ہے کہ آپ نے فصل الخطاب  
 کو ماقبل و بعد سے ڈرا ہے نہ دیکھا کہ آپ کو معلوم ہو جانا کہ یہ روایت کس موقع کی ہے اور کس  
 عبارت سے اسکا ربط ہے اور کس دعا کی اس پر نقل کے لکھی ہے اگر آپ نہ بل کتاب کو ملاحظہ فرماتے  
 تو میں یقین کرتا ہوں آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ میں نقل تک بھی نفراتی

اس روایت کی تحقیق و تہہ و ثل

چہ جائیکہ آپ ناز و افتخار اور سپر فرامین اگرچہ آپ نے اس روایت کو رسالہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کے ہے اور سالہ مناقب میں بھی اوسے ہی ترجمہ لیا گیا ہے۔ اسی ہی ہم اصل فصل الخطاب کے ہیں کہ پیش نظر رکھ کر تصحیح جواب ہوتی ہیں کہ یہ ترجمہ کے جواب سے بھی معنی ہوگا۔ ہرگز ضرورت نہ تھی کہ جواب اس روایت کو ہم اوجہ فرادی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کو تقلید و تزییف کی طرف متوجہ ہوتی کیونکہ بول اللہ و قوتہ ہماری پاس اسکا جواب ہا دم میان استدلال اور قاطع عوق شبہ موجود ہے جسکو ہم آئینہ گذارش پیشکش کر رہے ہیں لیکن جبکہ ہماری محیب صاحب نے بطور دفع دخل مقدر کے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کر دیا کہ نہ روایت کے مکتب ممکن ہے اور نہ روایت کو تقلید ہو سکتی ہے تو ضرور ہوا کہ ہم اپنی محیب سب کو اونکی غلطی پر متنبہ کر دین مناسب ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت باتفاق فریقین عدالت و عدم عدالت اور صدق و کذب روایت پر منحصر ہے۔ آپ کے شہید ثانی صاحب معالم الاصول میں تحریر فرماتے ہیں مخصوصاً عرض کرتا ہوں۔ وللعلم خبر الواحد شرائط کلمات متعلق بالاداء

الاول الکلیف الثانی الاسلام الثالث الایمان الرابع العدالت وھی ملکہ فی المقصود

یمتہا عن فعل الکبار و الاصرار علی الصغائر و منافیۃ المردۃ الخاصۃ الضبط۔

علی ہذا القیاس آپ کو معلوم ہوگا کہ السنۃ کے نزدیک بھی روایت کا اعتبار ایسی اعتبار پر ہوا کرتا ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کوئی رسالہ متعلق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا

ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتی ہیں اور طریق معرفت عدالت پر

چند امور پر موقوف ہے معالم الاصول ہی میں دیکھ لیجیے لکھا ہے

لے خبر واحد پسئل کہ کہی شرائط ہیں۔ شیعہ سنن روایت کے ہیں پہلی شرط مکلف ہونا ہے دوسری اسلام نسری

ایمان چوتھی عدالت اور وہ نفس میں ایک ملکہ ہے جو اسکو کسیرہ گناہوں کو کرنے اور مغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے سے

روکتا ہے اور معرفت کے مخالف باتو نسری یا بخیرین منبط ہے۔ ۱۲۔

تعرّف علالت الراوی بالاختصار بالصحة المتأکدة وملازمته بحيث تظهر احواله وحصل العلم  
 على سرية بحيث يكون ذلك ممکنا وهو واضح ومع عدم مباشرة ارباب العلم والاول  
 الحديث والقرائن المتکثرة المتعاضدة وبالتزکیة من المعاصر بما انتهى بقدر الحاجة -  
 پس جب ہم ہوا بیت مذکور کی راوی ابو جعفر قمی کی حالات کو طرف تفحص کے نظر سے متوجہ ہو کر  
 ہو کر دیکھتی ہیں تو اہل حق کے اسامہ الرجال میں اسکا کہیں نام و نشان ہی نہیں پائی عدول  
 و حفاظ میں لو کہان خدعا و مجاہیل میں ہی حضرت کا کہیں پتا و نشان نہیں تقریب  
 التہذیب بغنی میزان الاعتدال نہیں کسی میں آپکا ذکر نہیں ان مشکلمین نے مناظرہ  
 کی کتابوں میں آپکا ذکر کیا ہی بسلا او صاف ہی غلط ہے کسی میں مولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ اللہ  
 فر صواعق میں اور حضرت خاتم المحدثین علامہ دہلوی نے تحفہ میں ذکر فرمایا ہے مولانا خواجہ  
 نصر اللہ رحمہ اللہ تو اسناد کلمہ زائد الذب سے یاد فرماتے ہیں اور تحفہ میں آپ کے خود ہی  
 ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ جس درجہ کی تکذیب فرمائی بخاری کی طرف نسبت کرنا کہ اسنی اپنی  
 صحیح میں ابو جعفر قمی کو تہنبا و کیا ہی سراسر غلط ہے بخاری اور اسکی شروح بفضلہ تعالیٰ ناورد  
 نہیں جبکہ دل عاجی دیکھ لیں وہی اوسمیں مرکز ابو جعفر قمی کو تہنبا نہیں بلکہ وہ قمتی جس سے انام بخاری  
 فرستہ فرمایا ہی اور شخص سے اس قمتی کے نسخہ سے قطلانی میں ہی رواہ القمی بضم القاف  
 وتشدید الهمیم المکسورة یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن عطاء بن عامر بن اے  
 الغاصر الأشعری من اهل قمر مدینة عظيمة حصينة واهلها شيعية ما وصله الزار

۱ راوی کے حالات اس قدر پختہ سمیت اور ملازمت کو ساتھ آرائش میں معلوم ہوا جاتی ہی کہ اسکی احوال خاصہ ہر جہاں  
 اور اسکی چھپی ہوئی حالات پر اطلاع ہو جاوے گی جیسا کہ ممکن ہو اور یہ امر واضح ہے اور جب یہ نہ ہو سکی تو عدالت علماء اور اولیاء  
 میں شہرت سے معلوم ہوتی ہے - اور قرائن سے جو بہت سی ہوں اور یہ ہم ایک دوسری کی تقویت کری - اور نیز کسی باطنی  
 کو تزکیہ سے بھی معلوم ہوا ہے - ۱۳ قمتی بنمرفا و تشدید ہم کہ سورہ سے یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک  
 بن عطاء بن عامر بن اے الطاهر الطبری قم کے لوگوں سے اور قم ایک بڑا حکم شہر ہے - اور اسکی چھپی ہوئی  
 شہرت میں - ۱۲ -

خاموش رہا کہ اسکی بیانی سے اسکی سزا جانی ہو گی  
 ۱۲ -

اور اس طرح دوسری شرح میں بھی اسکی تشریح ہو تو اس سے ثابت ہوگا کہ یہ جو غفر ضغفا و مجاہل  
 ہی میں نہیں بلکہ اہل حق اسکو وضاعین و کذا میں سے سمجھتی ہیں خواجہ پارسا اور شیخ محمد  
 علیہما کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہوا ہے کہ بخاری نے اس سے استہاد کیا اسکو تو شیخ سمجھنا بالکل غلط اور غش  
 برآب یا محال ہے اب یہ کیونکہ یہ تو شیخ نہیں بلکہ حکایت مازوم تو شیخ سے بلکہ حکایت  
 حکایت کیونکہ خواجہ صاحب سمعی سے حکایت کرتے ہیں اور صاحب انساب بخاری سے  
 اور یہی ہے کہ صحت حکایت محکی غنہ کی موافقت پر موقوف ہے اگر حکایت محکی غنہ کی مطابقت ہے  
 تو حکایت طبعی اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکی غنہ کی مطابقت نہیں ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں اور  
 اسلئے حکایت مازوم محکی غنہ کی مطابقت نہیں بخاری کے استہاد کا حال تو واضح خدمت ہو ہی  
 چکا ہے اور دوسری حکایت انساب کے نسبت غرق و واضح خدمت کیا جائیگا۔ باقی رہا خواجہ صاحب  
 رحمہ اللہ کا خلاف واقع حکایت کرنا اگر نہ الواقع صحیح ہو اور یہ جملہ احادیث نہ چنانچہ قرآن و کبر  
 الحاق پر مال میں اور ہم عرض خدمت کریں گے باعث کسی حرج یا خوف کا نہیں ہے کیونکہ  
 ہمیں کب دعویٰ کیا ہے کہ خواجہ صاحب سے سو خط سے معصوم ہیں اگر انہوں نے ایسا لکھا  
 اونی خط ہونی بحمد اللہ مذہب السنت ایسا محجہ بیضار ہی کہ او میں نہ کیسی غلطی سے جو قابل  
 نقصان ہو اور نہ غلط کی اتباع کیا جاسکتا ہے کیونکہ اصل امام کتاب و سنت کو قرار دی  
 رہا ہے نہ اپنی اسکا کو اسعد اللہ علی ذلک لیکن جب ہم قرآن میں غور کرتے ہیں تو  
 غن قریب یقین کے ہوتا ہے کہ خواجہ محمد پارسا کی کتاب فطس الخطاب میں یہ عبارت  
 استشهد بہ البخاری فی کتابہ فی کتاب الطیب فقال فی حدیث الشفاء فی ثلثہ شرطہ حجج و شہادہ  
 غسل و کتبہ بنار و ہاء الفی عزلیت عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ فی کتاب  
 الانساب امام ابوعبد اللہ الکری عن محمد بن یحییٰ عن اہل قافی سے کیونکہ اولاً جو جملہ کہ اہل حدیث سے

اس بخاری اپنی کتاب کے کتاب الطیب میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں جو حال ہے وہ غن عن محمد بن یحییٰ عن اہل قافی  
 کہ اہل حدیث کو فنی غلیت کہ او ہی مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ فی حدیث الشفاء فی ثلثہ شرطہ حجج و شہادہ

پہلے متصل کو ہی وہاں من شیعہ الخ التبعۃ مشہور ہے اس کی بالکل مخالفت منافی ہے کیونکہ وہ جملہ  
 پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ شخص شیوخ شیعہ اور شہورین اور ان کی سی ہی تو قابلِ دو انکار ہے غالباً اہل  
 کو اصول حدیث کے مسائل میں علی الخصوص شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کی تحریرات  
 میں جنہیں مطالعہ فرمایا ہوگا کہ جو شخص متہم بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے اور ان  
 بدعت شیخ میں ملوث ہونا جسکو اہل حق رفض سے تعبیر فرماتے ہیں اسکا ادنیٰ شائبہ قطع  
 اعتبار سے اور وہ اسکی یہ ہے کہ روایت کی صحت کا مدار صدقِ راوی پر ہی اور ان حضرات  
 نزدیکِ کذب لقیۃ جائز بلکہ فرض قطعی ہے جسکی تاثر کہ کو دین سے خارج فرماتے ہیں تو انکو  
 صدق و کذب کی حالت ایسی نہیں شائبہ ہو گئی کہ تبیینِ امتیاز احمد ہما عن الاثر محال  
 و متمنع ہو گیا تو جس شخص کے نسبت یہ کہا گیا کہ یہ متہم بدعت رفض ہے تو گویا اس سے  
 یہ ملو ہوئی کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے تو جس شخص کے یہی اذعانِ یقین کے ساتھ یہ  
 گیا ہو کہ یہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور امام ہے اور از سر تا پا شیخ مصطلح میں غرق ہے  
 تو اس پر قیاس کر لینا چاہی کہ اسکا سقوط اعتبار سے درجہ میں ہوگا اور جب اسکا  
 سقوط و عدم اعتبار اس درجہ پر پونہچا یا گیا تو اب یہ جملہ استدلال بخاری الخ جو فی الجملہ  
 وثوق و اعتبار پر دال ہے گویا جواز اجتماع تفتیضین کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں بخاری اور  
 اسکی شرح و خزیر الوجود دہنیں اور ہر زمانہ میں اسکی یہی تداول و کثرت رہی ہے چنانچہ خود  
 امام اسکی روایت آٹھ لاکھ کو پونہچتی تھی اور نیز خواجہ ہارسا اپنی کتاب میں بخاری  
 سے روایات نقل فرماتے ہیں اور اسکی بعض شروع سے ہی نقل کرتے ہیں تو اسی  
 حالت میں عقل سلیم سرگز تسلیم نہیں کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ  
 سے ہی بلا مہجت اصل کتاب کے محض سمعانے نقل پر اسکو اس درجہ معتبر اور صحیح سمجھیں  
 کہ اسکو اپنی کتاب میں ہی داخل کر دین غرض یہ کہ یہ سیاق و سباق کو دیکھ کر اس  
 جملہ کے اجماعی ہونیکا قوی شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ معذرت یہ کہنا کہ اس روایت کی نقل کے

بعد سکوت کیا اور ہرگز رویا انکار نہیں کیا سرسیر غلط ہی کیونکہ جب مابقی میں بیان ہو چکا تھا  
 کہ اس روایت کا رادی شیوخ شیعہ اکثر یہودین میں سے ہی تو اب حاجت اس کے رد و انکار کے  
 باقی نہیں رہی کیونکہ اس سے معلوم ہو چکا تھا کہ جعفر در روایات بواسطہ اس رادی کے جن میں  
 یہ متفرد ہو گا مردی ہو گا وہ قابل اعتبار نہ ہو گی سو فی الحقیقت کلام سابق میں اس روایت  
 پر بھی رد و انکار ہو چکا تھا اور نیز جعفر ختم روایات اہلبیت سے نقل کیا کہ وہ اپنی دعائیں کہا  
 کرتے تھے اللّٰهُمَّ العن الرفضة فانهم يتهمونا۔ تو اب یہ جعفر مرد و انکار نہیں تو کیا ہی  
 پر تعجب ہے کہ آپ یہ فرمایا کہ مرد و انکار کا اشارہ تک نہیں کیا اور جعفر میں محال اگر یہ شیعہ  
 صحیح ہوتا ہم ہماری عجیب کا استدلال بالکل فاسد ہی کیونکہ جب یہ بات محقق ہو چکی کہ ابو جعفر  
 رادی شیوخ شیعہ سے ہی تو ہے اگر کسی روایت میں استہاد کیا تو اس سے جمیع روایات کے  
 نسبت اعتبار اور وثوق سمجھا سیر غلط اور ناقض ہے کیونکہ قاعدہ یہی کہ اگر کسی ہتھیار میں  
 وثوق و اعتبار ہے ہو تو اس کی روایات کا اعتبار مقصود ان ہی روایات تک ہے کہ جن روایات  
 میں اپنی مذہب کی طرف دعوت نہیں کی اور جن روایات میں مذہب کی طرف دعوت پائی  
 جاوے گی وہ قطعاً واجب الرد و انکار ہو گا سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت میں استہاد  
 ہی کیا ہے تو یہ روایت وہ روایت ہے جس میں دعوت اپنی مذہب کی طرف نہیں پائی جاوے اس  
 روایت سے استہاد مطلق اس کے وثوق پر دل نہیں اور اس سے اس روایت کی تصحیح و تقویت  
 نہیں ہو سکتی جبکہ ہماری عجیب اپنے استدلال قرار دی کہ کہا ہی کیونکہ اس روایت میں صحت  
 اور صحیحہ اپنی مذہب کی طرف دعوت ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری عجیب  
 استدلال فرمایا ہے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن مجاہد اللہ تعالیٰ و بجلالہ و تہمکو اس کے  
 کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ابو جعفر کے مذہب کریں یا روایت کے عدم اعتبار کو اس بناء پر ثابت  
 کریں۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اس کی باقیل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے

کو خواجہ پارسا نے کچھ مابقی سے مذہب شیعہ ائمہ کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ  
اس مدعا کی یہی ضرورت تھی کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لامحالہ انکی روایات کو نقل فرمایا  
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جملہ استشہد بہ النجاری الہم اپنی مابقی سے بے جوڑ اور بی ربط  
ہے اور اسی فی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن نقل روایات کے اثناء میں بعض روایات شیعہ کے  
جو موافق روایات اہل سنت کو واقع ہو گئی تو اسیسے اونکو بعد ہی چند روایات اہل سنت کو بھی  
ذکر کر کے پھر اصل بیان کی طرف عود کیا جو کہ مقصود تھا یعنی بیان مذہب شیعہ ائمہ کی نسبت شوم  
کر دیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ خواجہ نے روایت مذکورہ اپنی مقبولہ بیان کے تہی سر اسر غلط ہے منشا  
اس غلطی کا یہ ہے کہ اول تو یہ نہیں سمجھ کر کہ یہ مذہب شیعہ کا اونکو روایات سے بیان ہو رہا  
دوسری غلطی یہ تھی کہ جو روایات اثناء میں تبعا اہل سنت کی مذکور ہوئی تھی انکی نسبت یہ  
نہیں خیال کیا کہ یہ محض بطور جملہ معترضہ کہ میں اسکی بعد یہ خطا ہوئی کہ جب روایات اہل  
کوشتم کر کے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اسکو یہ نہیں سمجھا کہ رجوع الی المقصود ہے بلکہ اپنی  
دشمنی سے یہ سمجھ گئی کہ خواجہ صاحب سے یہ اپنا مذہب اور اپنا معتق علیہا کر رہی ہے  
حالانکہ یہ گمان بالکل غلط تھا اب میں تمام عبارت متعلقہ من اولہا اے آخرہ فصل خطا  
کی نقل کرتا ہوں اور تاخر میں جو اسکے عنایت میں جموا اور اپنی عجیب کی خدمت میں خصوصاً  
گذارش کرتا ہوں کہ ذرا غلط فرما دیں اگرچہ نقل تمام عبارت خالصہ و تہویل نہیں  
لیکن چونکہ ہمارے نقل عبارت پر ہی اسکی آپ محکو معاف فرمائیں گی۔ وقال الامام فخر الملة  
والدين الرازي البصائر حجة الله في كتابه المحصل اما الامامية فالذي امتقر عليه رايهم ان  
الامام بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ وولده الحسن ثم اخوه الحسين

اور نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ لیکن جسپر اسمیک ای ہری ہی ہے  
کہ امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بن پیر اونکو فودہ حسن خوانندہ  
پیر اونکو ہجائی حسین رضی اللہ عنہ۔









اولہ خیرہا آخرہ و کیف بعثک انا اولہا وانا آخر خلیفہ منک **ع** و المسیح عیسیٰ بن  
 مریم آخرہا و فی کتاب نوادر الاصول فی صفة اخبار الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تألیف  
 الشیخ الامام العارف الولی ابی عبد اللہ محمد بن علی کبیر الترمذی قدس اللہ تعالیٰ  
 روحہ و یوزن فی الاصل الرابع والعشرین والمائة حدثنا الحسین بن عمر بن شقیق البصری  
 قال حدثنا سلیمان بن طریف عن معکول عن ابی الدہاء رضی اللہ عنہما قال قال رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی اولہا و آخرہا و فی وسطہا الکذب حدثنا صالح بن عبد اللہ  
 قال حدثنا عیسیٰ بن مجنون البصری عن ابی عبد اللہ المرزئی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہما  
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر لا یدرأ اولہ خیرہا و آخرہا خیرہا صالح بن حماد  
 الا بجمع عن ثابت الہنالی عن انس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہما حدثنا الفضل  
 بن محمد حدثنا ابراہیم بن الولید بن سہل الدمشقی ثنا ابی ناعبہ الملک بن عقیبہ  
 الافرقی الواسطی عن ابی یونس عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن عبد الرحمن بن سمرہ قال  
 لعننی خالد بن الولید بشیر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم صوفۃ فلما دخلت  
 علیہ قلت یا رسول اللہ فقال علی رسلک یا عبد الرحمن اخذ اللواء زید بن حارثہ  
 فقاتل زید حتى قتل رحمہ اللہ زید انما اخذ اللواء جعفر فقال جعفر حتى قتل رحمہ اللہ جعفر

۱۱۱ او کا مول بہتر ہی یا آخر اور وہ امت کبیرہ بزرگ ہوگی کہ جسکی اول میں اور بارہ خلیفہ میری پہچانی اور بیچ میں ہوں اور کئی آخر  
 میں ہوں اور کتاب نوادر الاصول فی صفة اخبار الرسول تألیف الشیخ الامام العارف الولی ابی عبد اللہ محمد بن علی کبیر الترمذی قدس اللہ تعالیٰ  
 روحہ کہ ایک جو بیہوش میں اس میں ہوا اور واری سجدہ نہ کردہ روایت ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بہتر امت  
 اول اور آخر اسکا ہوا اور کئی میں ہیں بیہوش ہو۔ اور میں بیہوش ہے سجدہ نہ کردہ روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری  
 امت کی مثال مثل طوفان کی ہو کہ یہ نہیں جانتا جاتا کہ اسکا اول بہتر ہو یا آخر۔ اور بواسطہ النسب میں سجدہ نہ کردہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم سطل ہوگی ہوی ہو۔ اور عبد الرحمن بن سہل سجدہ نہ کردہ روایت ہو کہ کئی جگہ کہ جگہ جگہ سونہ کے روز خالد بن ولید  
 نے فتح کی تو سبھی سنی کی یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیجا جب میں حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ تو  
 فرمایا ایسا عبد الرحمن نے زید کو زید بن حارثہ نے جھٹلایا اور قتال کیا یہاں تک کہ مقتول ہوا اللہ تعالیٰ زید پر رحمت کرے کہ  
 بہتر ہے جھٹلایا اور یہاں تک کہ مقتول ہوا اللہ تعالیٰ جعفر پر رحمت کرے۔ ۱۱۱۔













الشهادتين وانت على غسل واذا دخلت ورايت القبر فقف وقل الله اكبر الله اكبر  
 ثلاثين مرة ثم امش قليلا وعليك السكينة والوقار وقارب بين خطاك ثم قف و  
 كبر الله عز وجل ثلاثين مرة ثم اذن من القبر وكبر الله عز وجل اربعين مرة تمام مائة مرة  
 ثم قل السلام عليكم يا اهل بيت الوصاله وتختلف الملائكة ومصبط الوحي وخزان العلم  
 ومنتهى الحلم ومعدن الرحمة واصول الكرم وقادة الاحم وعناصر الابرار ودعائم  
 الاخيار وابواب الايمان وامنا الرحمن وسلالة النبیین وعرة صفوة المرسلین صلے الله  
 وسلم ورحمة الله وبرکاته السلام علی ائمة الهدی ومصابیح الدجی واعلام البقیة وذو  
 الحجی والنبی ورحمة الله وبرکاته السلام علی محال معرفته الله تعالی السلام علی ما کن ذکر الله  
 تعالی وما کن بركة الله تعالی ومعادن حکمة الله تعالی سر الله عز وجل وحلمه کتاب الله عز وجل  
 وورثته رسول الله صلی الله علیه وسلم ورحمة الله وبرکاته السلام علی الدعاة الی الله عز وجل  
 والادلاء علی مولات الله عز وجل والمظهرین لامر الله عز وجل وبنیه والمخلصین فی  
 الله سبحانه ورحمة الله وبرکاته انی مستشفع الی الله تعالی بکم ومقدمکم امام طلبة وارادکم وصالی  
 وحاجتی اشهد الله سبحانه انی مؤمن بکم وعلانیة بکم والی ابوا الی الله عز وجل من عدو

اور تو نہایا ہوا درجہ اندجائی اور قبر کی توشہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھ پھر تھوڑا سا تسکین اور دعا کے ساتھ چل اور چوٹی  
 قدم کہہ پھر پڑھ اور تین مرتبہ تکبیر پڑھ پھر قبر کے قریب ہو اور چالیس مرتبہ تکبیر پڑھ یہ پوری سو مرتبہ ہو گئی پھر کہہ نیم پر سلام ہو  
 اسی پر میت رات اور دن کی آمد رفت کی جگہ اور دھکی کے نزول کی جگہ اور علم کے خزانہ کی اور علم کے ختم حوائی کی جگہ اور رحمت کی  
 کان اور کرم کے اصل اور ستون کے سر دار اور نیکون کے مشور اور بہتر و نیک ستون اور ایمان کے دروازہ اسی اور خدا کی امانت اور انبیاء کے  
 خلاصہ اور رسولان کے برگزیدہ اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں سلام اور برکت ہر مہی اور اندر میر و نیک چراغ اور تقویٰ کی  
 جہنم ہی عقل و دانش دے اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی محبت پر سلام اللہ تعالیٰ کے ذکر اور برکت  
 کہ ساکن پر سلام اور اللہ کے حکمت اور ہدایت کی کا توشہ اور اللہ تعالیٰ کے اوٹھانی والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار و توشہ پر سلام اور  
 اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں خدا کی طرف بلانی والوں اور اللہ کی رحمت کی طرف راہ بتانی والوں پر اور اللہ کی اور نبی کے خاص کر کہ  
 والوں پر اور اللہ کے توحید میں اخلاص والوں پر سلام اور اللہ کے رحمت اور برکات ہوں اللہ کی بیان تہارہی شفاعت چاہتا ہوں  
 اور اپنی مجلس افسوس والی اور ارادہ اور حاجت ساری کی کھوپڑی میں اللہ کو کہہ کر کہ ہوں کہ مجھ کو تہارہی ہی ہر دامن







اب اہل علم والصفاء اس عبارت میں منظرِ قاتل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اول خواجہ پارس  
 فی مذہب یہ ائمہ اثنا عشر کے نسبت امام رازی سے نقل فرمایا اور اس کے بعد افکار روایات خمسہ نقل فرمائی کہ تین  
 سے ائمہ اثنا عشر کی امت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ان روایات کی منہج کی مذہب کو بیان کر دیا تا  
 لوگ اس کی ادنیٰ روایات سے دھوکا نہ کھاویں جو متضمن بیان مذہب کو ہوں۔ اور اگر محقق نہیں ہو  
 تو غلطی سے استہادہ بخاری نقلاً عن الالبانی نقل کر دیا بعد اس کی اسی قسمی راوی سے چھٹی روایت  
 جو کتاب الحفصال میں مروی ہے۔ اور مطابق روایات اہل حق ہی نقل کی اور اس کی تحذیم اہل سنت کی  
 روایات سے کر کے اس کی تاویلات سابقہ کی طرف اشارہ کیا اور انکو یاد دلایا اور اس روایت کی  
 نقل سے اہل امر کی طرف ایسا کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مختصرہ میں  
 اور صحیح بہرہ ہی ہے جو موید روایات اہل حق سے ہے بعد اس کی ساتویں روایت اسی سے نقل کی جو  
 کتاب الحفصال میں مذکور ہے اور اس میں بطور ثبوت کر دیا امر اشاہوتی میں ایک یہ کہ ائمہ کے  
 مثل باران حبیبی سے جس کی اول آخر کی تین (غیرت و دفع رسانی میں) دشوار ہے دوسری ہے  
 کہ جس امت کے اول تین میں اور ائمہ اثنا عشر ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں وہ کیونکہ  
 ہلاک ہو سکتی ہے چونکہ فی بحمدہ یہ روایت بھی روایات اہل حق کے مطابق تھی جزو  
 اول بودا مطابق ہی خود ہم نے کہ خلفا اثنا عشر حضرت عیسیٰ نے اپنی طرف سے تراش کر بڑا دیا حالانکہ  
 اپنی مذہب کے بھی خلاف تھا کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اہل امت میں شمار کرنا غلط ہے امام نام  
 بالامداد آخر امت میں متصل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں نہ اوائل امت میں پس حضرت  
 صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا حیال نہ دے ورنہ یوں فرماتے انا واحد عشر خلیفہ من بعدہ ہی ہوا  
 والامام القائم بالامور عیسیٰ بن مریم آخرت۔ اور اگر ترکیب عبارت اس طرح ہے انا اولہا وانا  
 خلیفۃ من بعدہ والمسیح بن ماریہ کا عطف اثنا عشر سے ہی تو اول سے ہی زیادہ غلط  
 چنانچہ خود بد یہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے یکساں آخر تک جناب آخر امت میں کہتے  
 بد یہی البطلان و خلاف واقع ہے تو اس لیے خواجہ پارس علیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی مجملہ اس روایت کو مطابق ہستی ذکر دشارہ کر دیا کہ اس روایت میں لفظ دنا عشر ضیق  
 بعد ہی حضرت قتی کا افترا و اختراع ہے پھر یہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کی طرف جوائے  
 کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا بہت رجوع کیا اور اسی ابو جعفر قتی کے روایت علامات امام  
 میں نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل مجیب نے اپنی استدلال میں پیش کیا اور اپنی کمال اہمیت ہی سے  
 یہ سمجھ گئی کہ یہ روایت خواجہ پارسا کی مقبولہ ہے اور کوسپریہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل  
 روایت سکوت کیا تو یہ سکوت یقیناً قبل قدیم روایت ہے اور یہ نہ سمجھی کہ مقصود اس روایت کو  
 نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہے اسکو قبول عدم قبول روایت سے کچھ تعلق نہیں اور کسی بعد  
 اور ردائیں شیعہ کے متعلق منضائل کہہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام روایات شیعہ کو جوائے کی  
 حق میں سب آئے زراعتیں کرتی ہیں اور انکی مناقب و مناقج میں غلو و لغو فرمائی ہیں یہاں تک  
 کہ انبیاء کے مرتبہ سے بھی بڑا دیتی ہیں جسپر حجاب امیر کی چین گوئی خوب صادق آتی ہے یہ ملک  
 فی صنفان محب مطلق الخ روایات اہلبیت سے کذب فراموشی اور کبار اہل بیت سے نقل فرمایا  
 کہ وہ اپنی ادعا میں حجاب باری خوشانہ عرض کیا کرتے ہستی اللہم العن المرافضة فانہم یتھوننا  
 افسوس کہ اسپر ہی آپ یہ ہی فرمائی ہیں کہ خواجہ پارسا نے بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسپکو  
 آپ تسلیم کیے دلیل قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بحث کس قدر طویل ہو گئی ہے لیکن ایک گذرش باقی ہو گئی  
 ذرا گوش انصاف و ہوش اس طرف متوجہ فرما کر سن لیں وہ یہ کہ کمال تعجب اور نہایت افسوس ہے  
 کہ آٹھ باوجودیکہ میں تخریسی ہے آپکو مناظرہ میں تو غل و انہماک رہا اور بہت کچھ کتابیں دیکھ ڈالی  
 اور بہت لوگوں سے سباحہ کیا گیا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اس میں صرف کیا اور مسائل خلقیہ  
 وغیرہ میں جن لمبھین کا مرتبہ ہی زعم خود حاصل کر لیا اور گویا اپنی مجتہدین سے بھی گوی سبقت  
 لیگئی با اینہم ادعائی ہمہ دانی تحفہ کو بھی ملاحظہ فرمایا جو اس وقتان کے اطفال کا پیدائشی ہے  
 کہ اسکی مصنف خاتم المحدثین حمادہ قد علیہ نے اس شب کا کیسا استیصال کیا ہے مجھی امید ہے کہ اگر  
 آپ اسکو ملاحظہ فرمائی تو اس دلیل کا نام ہی نہ لیتی یہی اب میں تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہوں

خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تحفہ کے باب سیوم در ذکر احوال اسلام شیعہ فرماتی ہیں۔ محمد بن  
علی بن بابویہ القمی دہلوی غیر آن مسمی است کہ بخاری بوی استشهدا کردہ است در روایت  
الشفاء فی ثلث شرط مجسم و شربة عسل و کتہ بنار در کتاب الطب با صحیح خود گفته است  
ورواه القمی عن لیث عن مجاهد زیر الکلاہین بابویہ مسمی از قون رابع است لیث ابو قون  
ثانی لکنان نیست کہ لیث روید باشد از قوی و لیث کردہ و اگر دیت عن لیث را بر اسان رویت بابویہ محل کنیم حالہ خلاف  
شعار بخاری در اشال این مقامات نیز نیست شذیر کہ انبوت بخاری شرط بیائے است پس ابن بابویہ از قوی  
متاخر است بزبان بسیار بوی چہ قسم استشهدا تواند کرد و لکنم ما قبل فی میلاد البخاری فائدہ  
وسنی عمرہ و ولد فی صدق و عاش حمید اومات فی و زود را بن مسلم یعنی از بزرگان سافرا  
در فہم عبارت سمعنا فی غلط افنادہ چنان گمان بردہ اند کہ ابن مسمی ہاں مسمی است کہ بخاری بوی  
استشهدا نمودہ در اینجا نقل عبارت سمعنا کردہ شود و منشا غلط بیان کردہ و کہ قال السمعا فی  
المستوبین لقم و ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی بن ابی ہریرہ حدث  
بہما عن ابیہ و کان من شیوخ الثقیۃ و مشہور الرافضہ و عنہ محمد بن علی الحدادی  
و یعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی استشهد بہما بخاری فی صحیحہ فی کتاب الطب  
فقال فی حدیث الشفاء فی ثلثہ شرط مجسم و شربة عسل و کتہ بنار و راہ القمی عن لیث  
عن مجاہد عن ابن عباس و الالبناد العمد الموطا ہر سعد بن علی بن عیسی القمی  
صادر وزیر السلطان منجرب ملکشاہ الی اخر ما قال عبادت الانساب و صحیح شرح  
البخاری باب القمی الذی استشهد بہما بخاری ہو یعقوب بن عبد اللہ بن سعد

ابن بابویہ والضابطہ فی کتاب الانساب ان یعطف احد النسوبین بنسبہ واحدہ  
 آخرہ او عطف مکتوبہ بالحرۃ فعل ناسخ نسخہ ذلک البعض سہا تکتب تلک الواو  
 بالسوا حتی ظن من رواۃ ابن بابویہ وان ما بعدہ وهو قولہ مستشهد بہ بالتجار  
 مما یعلق بحال ابن بابویہ والواقع لیس كذلك بل تمت ترجیحة ابن بابویہ الی قولہ  
 روى عنه محمد بن طلحۃ النخعی وابنداء بقولہ ویعقوب بن عبد اللہ بن سعد  
 استشهد بہ بالتجار فی ترجیحة اخرى وكل هذا من غلط الناسخ وتصرف النسخ  
 اشد تغلیطاً من هذا القدر والله العاصم عن کل زلل - انتهى  
 بلفظہ الشریف اب اس تقریر سر صاف واضح ہو گیا کہ ابو جعفر قمی نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے  
 استہدایا کیا اور نہ انساب میں بخاری کا دسویں شہادہ منقول ہے صرف بعض متاخرین کو کتاب  
 کی غلطی سے غلطی واقع ہو گئی ہے اور نسخہ ہو کہ بالفرض اگر بعض سرور عدلہ دیہی عمر کی خواجہ پارس  
 ہی تاہم اس تقریر کا مدار اسی سر پر ہی کہ اس عبارت کو خواجہ عمر کی تسلیم کر لیا دی اور اس میں ایک ایسی  
 نسبت چون چٹا کی جادی - چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قریب خارجیہ ہی پر ہی جمین گشت گوئی  
 گنجائش ہے اور جواب بدون اکی ہی حاصل تھا تو ایسی حضرت خاتم المحدثین صاحب تحفہ نے او علی بن ابی  
 خواجہ پارس کی ہی تسلیم فرض کر کے جواب تحریر فرمایا جواب بعد اکی اس تقریر میں اور تقریر بعد  
 میں جو سبب الحاق بیان ہو چکا ہے تاہم کچھ تعارض و تناقض نہیں ہے اب اس قدر گذارش کرنا اور اس  
 پر کیا ہے کہ بعد ازاں ایسی کسی راہیہ و موصوعات و مختصرات سے اہل سنت کی مذہب پر خراج  
 واقع ہوا محالات ہے۔ لیکن یہ ہر روایت کی جسکی ناصیہ کا ذکر یہی امارات وضع و افترا ظاہر

۱۰۰ ثابن بابویہ و انساب الاشراف کا مدہ یہ ہے کہ جو لوگ ایک نسبت کو ساتھ منسوب ہیں ان میں سے ایک کے دوسری پر بھی  
 ماوراء و ان میں کہیں کہیں کرنا ہو تا یہاں نسخہ کی کا جیسے پیدا ہو سکتا ہے یا نہ ہو سکتا ہے کہ بعض بن مہدائے ابن  
 بابویہ کی روایت سے لگایا گیا اور یہ کہ بعد اسکا اور وہ خود استشهد بہ بخاری میں بابویہ کے حوالے سے ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے  
 بلکہ ابن بابویہ کا حال قریبی عہد محمد بن طلحہ النخعی تک نہ ہو گیا تھا اور ان یعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشهد بہ  
 بخاری سے دور حال شرم کیا اور یہ سب کا بیرون کی غلطی سے ایسی ہوا کہ تاہم کی غلطی اس سے یہی زیادہ سخت ہوئی ہے  
 اور ائمہ تک یہی بخاری ہی پر ایک غرض ہے - ۱۱ -

و باہرین حضرات شیعوہ کی مذہب پر خرابی ڈالنے کے واسطے کافی سی شیح اس اجمال کے مختصر ہے  
 کہ اس روایت میں بعضی جہل میں جو دوسری روایات کی معدن منافع میں اور نیز باہم متعارض  
 ہیں (۱) اس روایت میں مذکور ہے کہ شجاع تر ہو اور جب ہم متبع روایات و حالات ائمہ کرتے ہیں  
 تو نفیض شجاعت ثابت ہوتی ہے روضی الاحبار یون کلہم من الامامیۃ عن ابی حمزہ  
 الثمالی عن علی بن الحسین قال ابو حمزہ قال علی بن الحسین کنت صکما علی  
 الحائط وانا حزین متفکرا و دخل علی رجل حسن الثیاب طیب الرائحة فنفط فی و  
 ثم قال ما سبب حزینک قلت اتخوف من فتنہ ابن الزبیر قال فضحک ثم قال یا علی ہل مات  
 احد اخاف الله ولم ینجہ قلت لا قال یا علی ہل رایت احدا سال الله فلم یعطہ قلت لا  
 ثم نفطرت فلم ادر قد احمی احدا فنجبت من ذلك فاذا بقائل اسمع صوته ولا اری  
 شخصه یقول یا علی ہذا الخضر عن تھذ قطع نظر اس میں اس روایت میں قرآن اور حالات  
 کو حسب تصریح علماء شیعوہ یہ کہا جاتا ہے تو کچھ نفی شجاعت ہی نہیں پائی جاتے بلکہ عاؤ اللہ ثوبہ  
 قطع نظر عدم شجاعت ہی بغیر تہ و بیجا فتنی حضرات کو دشمنوں کی طرف منسوب ہوتی ہے جناب امیر اور جناب  
 حسین رضی اللہ عنہم کی نسبت غلط فہم کنی رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت میں ان کی نظمی موسمی کے  
 کیفیت بیان کرنے پر آتے ہیں تو نہ شجاعت ہی جوڑ لی ہیں اور نہ غیرت جمیت ہی باقی رہی تو  
 ہیں بلکہ میں ایمان تک حمیر یاد کہہ دیتی ہیں (۲) و محدث باشند یہ بالکل خلاف کتاب اللہ  
 کیونکہ قرآن مجید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت بصر اہل تمام مذکور ہے و لکن رسول اللہ  
 و خاتم النبیین نبوت آپ ختم ہو چکی اب ائمہ کو محدث کہنا حضرت کچھ ختم نبوت کو بالکل باطل ہے  
 امامیہ کے تمام احبار یون نے بواسطہ ابو حمزہ ثمالی کے امام علی بن الحسین سے روایت کی ہے ابو حمزہ نے کہا ہمیں امام حسین  
 فی زمانہ میں اللہ کے ان کے حالات میں دیوار سے سہارا لگائی ہوئی تھ ناگاہ ایک شخص عہدہ لباس اچھی خوشبودار آوازیں  
 چری کی طرف دیکھ کر کہا کہ تیری اندوہ کا کیا سبب ہے میں نے کہا کہ میں ابن زبیر کے فتنے سے ڈرتا ہوں ڈرنا یہ وہ ہمیشہ پشیمان  
 ای علی کی تونی کیونکہ وہ جب کہ خدا سے دیوار ہوا و سنا و سکونت نہ دی ہو۔ میں نے کہا کہ میں ای علی کی تونی کیونکہ وہ جب کہ  
 کہ خدا کو سوال کیا اور کوئی نہ دیا پس میں نے کہا کہ میں نے کوئی نوایں پس میں نے کہا کہ میں نے کوئی نوایں پس میں نے کہا کہ میں نے کوئی نوایں  
 آواز کو سنہ جسکی صورت کو نہ پہچانتا تھا کہنا تھا ای علی یہ مقرر ہے ۱۱۔

۱۔ ای علی بن الحسین نے کہا کہ میں نے کوئی نوایں پس میں نے کہا کہ میں نے کوئی نوایں پس میں نے کہا کہ میں نے کوئی نوایں



کیونکہ جہانیت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہو لیکن اسطرح پر کہ فرشتہ کی طرف  
 آواز سموع ہوا اور اسکا شاہدہ بنو خواہ اور اسکا نام وحی رکھا جادی یا نہ رکھا جادی یہی اہم  
 اختیار ہے اگر آپکی حضرت کلینی نے امام سجاد علیہ السلام کی روایت کی ہے وان علی بن ابی طالب کان محمداً  
 وهو الذي يرسل الله اليه الملك فيكلمه وليسمع القنود ولا يرى الصورة (۳) دوز وحی صحف  
 فاطمہ مع بود۔ کیا جناب امیر کا صفحہ شجرہ تھا جو صحیفہ جناب فاطمی کے ضرورت پڑی (۴)  
 و امر معروف کمنندہ و نہی از سر ککنندہ تر بود کیا اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ  
 غلط سائل خلق کو متبا کر گمراہ کرین استبصار کو دیکھ لیجی حال تکشف ہو جائیگا اور تم کہا کہ امر اور جو  
 کی چوٹی تو رفیقین اور خوشامد کرین خطبہ شد بلا فغان وغیرہ کسی کی کیفیت تکشف ہو سکتی ہے اور  
 کیا امر بمعروف و نہی از سر اسکا نام ہے جو جناب امام حسن نے خلع خلافت کر کے کیا (۵) دعای  
 ابوتجانب بود کہ بر سنگ و عاکنہ دو پارہ شود۔ افسوس کہ حکام ظالمین کے علم دنیا دیتیاں نفسین  
 ذلیل و خراب ہوئی دین و دنیا ایک عالم کے درہم برہم ہوئی ائمہ اسکا دفع کر سکتی تھی اور نہ کیا اگر  
 ظاہر سے فحج و سپاہ ذودعد و وعدہ نہیں تھی تو کاش کوئی دعای سحری ہو کہ کام کرتے جس سے  
 سعادت دین کا کام تمام ہوتا است کی اصلاح تھو حق حق دار کو پہنچتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے  
 کہ جعفر راکم کی زمانہ میں حکام دمار تھی جاہل و ظالم دشمن دین نہ تھی و نہ پھر استجابت کس کے کیونکہ  
 چھوڑی تھی (۶) در میان او و خدا نمودی بود از نور کہ بہ عبید و روی اعمال بندگان و ہر چه  
 بدان محتاج بود یہی جملہ اوردہ چلا جو سبک بعد متصل مذکور ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جملہ یہی کہ  
 و گاہی بطور کردہ شود برائی اریں بدانہ و گاہی قبض کردہ شود از روی پس اند جملہ اول دلالت کرتا ہے  
 کہ رشی کو بروقت معلوم کر سکتی ہیں تو بروقت بدون تخصیص شی و زمان دون دون  
 ہر ایک شی جکی حاجت معلوم کر سکتی ہیں اور جملہ دوسرا اسکا مدعا یہ ہے کہ ائمہ پر دو لہجہ

۱۔ ادر علی بن ابی طالب علم محدث تھی اور محدث وہ ہے جسکی طرف اللہ فرشتہ بھیجی وہ اس سے کلام کری  
 اور دوسری اور اسکی صورت نہ کیجی سلا۔



طاری ہوئی ہیں ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بطل کی حالت تیسری میں غیبت کے  
جانتی ہیں اور حالت قبض میں غیبت کے ساتھ عالم متعلق نہیں ہوتا اور نیز جسم میں غیبت کی  
بھی منافی جو آپ کی علماء محدثین نے لایا ہے میرے واسطے عالم کا ان کا ہونا اس پر  
روایات سے ثابت کیا ہے کہ شاید بعض پرست میں درجہ تواضع کو پہنچتی ہوں چنانچہ آپ کی اہم  
کلیشہ کافی میں اور ابن بابویہ نے فضائل وغیرہ میں ثابت کیا ہے بظہر اختصار اس عجیب و غریب ایک  
روایت فضائل پر ایک فقرہ فراموش نہ ہوں۔ حدیثنا ابی محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال حدثنا

ابن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن عیسیٰ بن عیسیٰ و ابی ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم عن  
عبد اللہ بن جعفر الانصاری عن صباح المزین عن الحارث بن خضر عن الاخضر بن سنان  
عن امیر المؤمنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنی الف  
باب من الحلال والحرام وما کان وما یمکن الی یم القیمہ کل باب منها فی الف باب فی کل  
الف باب حتی علمت علم المتایا والبلا یا وفصل الخصوصا۔ اب اس روایت کو  
ملاحظہ فرمائیے اور اس سبب سے مطابقت کیجیے بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ  
جناب امیر کو جب تک علم ما کان وما یمکن تھا وہ اس سلیم کے طفیل تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
مرض کے حالت میں سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا بہت تو معلوم ہوتا ہے کہ عموماً نوزی محض  
حضرات کا اختراع ہی اور یہ ظاہر ہے کہ تعلیم ائمہ باقیہ تک انہیں پونہچی تو چاہیے کہ ان کو  
علم ما کان وما یمکن نہ ہو علاوہ ازیں کتاب اللہ کی ہی مخالف ہے حق تعالیٰ کے شانہ فرمایا ہے  
وَمَا تَذَكَّرْهُیْ نَفْسٌ مَّا ذَاكَ تُكْسِبُ غَدًا الْقَمْرُ عَنِ الصَّادِقِ هَذِهِ الْخَمْسَةُ شِیْءٌ لَمْ يُطْلَعْ عَلَیْهَا  
مَلَكٌ مَّقْرَبٌ وَلَا بَنیُّ مَرْسَلٌ وَهَیْ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى اَوْ فَرَا یَا ہِیْ عَالِمُ الْغِیْبِ فَلَا یُظْهِرُ

۱۷۱ منع بن نیاز جناب امیر سے روایت کرتا ہے کہتا ہے میں جناب امیر سے سنا کرتا ہوں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حلال کر اور حرام ہی جو کچھ اسے ہو گا عزرا اب تک لکھ لیا ہے کہ اب و منن کا نذر اب کوئی ہی تو بہرہ دس لاکھ باب ہوئی یہاں تک کہ میرے ذوق و اشتیاق میں نہ ہو کہ فیصلہ کا حکم دے لیا گیا ۔ ۱۷۲ کہ درختیں نہیں بنایا ہوا کل کو لیا گیا ۔ ۱۷۳ ام صادق سے روایت ہے ان پانچ چیزوں پر مغرب دوشنبہ اور جمعہ برکت ہے اور یہ اللہ کی صفات سے ہیں ۔ ۱۷۴

علی غلبہ احدا الا من رضی من رسول اللہ (۶) ابن بابویہ می جو روایت حاصل میں  
 علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کو نقل کے بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔ عشر خصال من علامۃ الامام علیہ السلام  
 عزایہ عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام قال عشر خصال من صفات الامام العصۃ و  
 النص و ان یکون اعلم الناس واقہم للہ واعلمہم بکتاب اللہ وان یکون صاحب  
 الوصیۃ الظاہرۃ و یکون لہ المعجزۃ والدلیل و ینام عینہ و لا ینام قلبہ و لا یموت فی قبر  
 من خلف کما یری من بین یدیه قال مصنف ہذا الکتاب رحمہ اللہ معجز الامام و دلیلہ فی  
 العلم و استجابتہ للدعویۃ فاما اخبارہ بالحوادث التي تحدث قبل حدوثہا فذلک بعد  
 معہود الیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اتقا لا یموت لہ قبری لانہ مخلوق من نور اللہ  
 عزوجل و اما روایتہ من خلف کما یری من بین یدیه فذلک لما اولی من التوسم و التقریب  
 فی الامشیاء قال اللہ عزوجل ان فی ذلک لآیات لکم متوسمین۔ انتہی اب براہ مہر باش  
 روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور یہ بھی کہ آپ کے صدوق صاحب نے اس روایت میں جو روایت سابقہ  
 کی ہے مخالف ہے ائمہ کی یہی معجزہ ہے آپ کریم علیہ السلام کی آپ اپنی صدوق صاحب کی  
 تاویل بلکہ تحریف کا یہی معانہ فرمائیے کہ ادھون نے معجزہ کو علم کے ساتھ مخصوص نہ پایا اور  
 بالحوادث کو معجزہ ہونے سے خارج کیا اور اسکی نسبت فرمایا کہ اخبار بالحوادث بعد  
 معہود من الرسول ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہونا چاہیے جو انپا خانہ زاد ہوا و کسی  
 ماخوذ نہ ہو تو آپ کے حضرت صدوق نے علم کو حضرت امیر کا خانہ زاد سمجھا اور یہ خیال کیا کہ یہ  
 بعد معہود الیہ من الرسول نہیں ہے حالانکہ اسکی اپنی کتاب بحضال کی وہ روایت جو ابھی

سے بید کا چانتی والا نہیں ظاہر کرتا اچھی بید کو کسی پر گر چاہیے کہ کیا سو گیا۔ امام کی صفات میں زشتی صفتیں بیعت  
 اویس اور یہ کہ زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار اور زیادہ کتاب اللہ کا متنی والا اور غار صفت والا ہوا اور اسکی یہی  
 معجزہ اور دلیل حاصل ہوا اور اسکی آنکھ سوتے اور دل بیدار ہوا اور اسکی سایہ چھو اور جیسا سامنے سے دیکھی دیکھا ہی  
 چھپی سے دیکھی سامنے کتاب کا صنف کہتا ہی امام کا معجزہ اور دلیل علم اور قبولیت و عا میں ہے اور امام کے پیروں  
 گریبان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوا حسن میں اور سارے سنیوں میں ہوتا کہ وہ خدا کے نور میں ہے اور  
 چھپی کے پیروں پر کہی کہ اگر کوئی دست عطا ہوئی جو اللہ تعالیٰ فرماتا جو زمین نشان میں فراست والوں کی یہی ۱۱۔

حصال سے نقل کی گئی طبعی الف باب خود بطریق مشورہ روایت فرمائی ہی حضرت کو وہ یاد  
 نہ رہی علاوہ اسکی جب اخبار یا کحوادث بعد معبود الید ہی تو وہ مسودہ تیری جو روایت  
 سابقہ میں بنایا گیا ہی وہ محض صنع و اختلاق ہی اور نیز قصہ قبض و بطن کا سب سے غلط ہوا  
 قولہ سیوم یہ کہ فاضل رشید نے شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی توصیف میں کتاب  
 ایضاح لطائف المقال میں لکھا ہے کہ تصانیف مشہور علوم دینیہ سلم الثبوت نزد علماء اہل سنت  
 و جماعت و کلام میں بخت انصاف یحیوت و انصاف کتھا صاحب بے یانت و براعت است  
 انتہی بقدر الحاجۃ۔ اور یہ روایت ہی شیخ عبدالحق صاحب تصنیف دینی میں بار و انکار منقول ہے  
 چاہی کہ یہ بھی سلم الثبوت علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہو۔ **اقول** فاضل رشید  
 رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم و مسودہ و غلط نہی نیز منحال  
 اگر یہ باب ثابت ہی ہو جاوی کہ یہ روایت بار و انکار علی سبیل تسلیم نقل کی ہی تو بی و کر  
 صحت کو مقتضی نہیں کیونکہ جب بدلتہ نقل مطابق منقول عنہ کے نہیں تو کیونکر واجب تسلیم  
 ہوگی۔ معذرا اگر یہ قاعدہ آپکا سلمہ ہی تو ابن بابویہ کی تمام روایات اور اس طرح اپنی طوسی  
 صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہوں گے علاوہ ان سب کے کافی کلینی جو کتاب اللہ سے ہی  
 اصح سمجھے جاتے ہی اسکی روایات تو ضرور ہی واجب القبول ہوں گے۔ اور مقدمین میں سے  
 جو البقی صاحب الطاق وغیرہ بھی سلم الثبوت ہیں انکی روایات ہی بلا دلیل بہرہ و پامانہ  
 لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور غیر معمول ہے ہر شے میں کم نے جو البقی اور صاحب الطاق  
 پر د لکھا ہی مع اسماء محمد بن علی بن شہر آشوب میں دیکھیں یہی ہر شے میں کم کے ترجمہ میں لکھا  
 جس جگہ اسکی مصنفات بیان کی ہیں۔ المد علی ہشام الجوالیقی اور پر لکھا ہی کتا علی  
 سید طاق الطاق اور مذکور ہو کہ یہ مبارک لقب ہے ابن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہے بندہ کے  
 طرف سے نہ خیال فرماؤں کہ بندہ نے یہ ایک تاضی نہیں کی۔ آپکی تمام کلینی جو سلم الثبوت اور  
 کتاب کافی جو صحاح اربعہ میں اعلیٰ مرتبہ اور امام پر چڑھی گئی ہی آپکو علوم کے اوسمیں تحریف

واسقاط آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہیں حالانکہ ابن بابویہ نے اون روایات  
 کو موضوع و مفتری اور اذکر فی قائل کہ کا ذب فرمایا ہے۔ وقال شیخنا الصدوق رئیس المحدثین  
 محمد بن علی بن ابیہم القمی طیب اللہ فرماہ فی اعتقادہ اعتقادنا ان القرآن الذی  
 انزلہ اللہ علی نبیہ ہو سابقین و سابقی ابیدی الناس لیس اکثر من ذلک  
 قال من نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فهو کاذب نقلاً عن التبعیہ ص ۳۶ نمبر ۱  
 امیر طرہ ابن طرہ علی سے حدیث شریفہ تھریس اور حدیث ذریعہ یسین کو موضوع کہا ہے حالانکہ کلینی  
 میں ہستنا و صحیح بروقی ہستنا و غیر شریف تھریس نے اپنی ہستنا و الاستاد شیخ ابن بابویہ کی حدیث  
 جویشان کتابت روایت کی ہے کہ ذب کی ہے اور ہستنا و کہا ہے باوجودیکہ اسکی سند بھی صحیح ہے  
 لیکن اتنا فوق ہو کہ ہمسی اس روایت کی ہے جبکہ سند حسب ذیل بالانفاق مجروح ہے کہ ذب  
 کی ہے اور حضرات نے اون روایات کو موضوع و مفتری کہا ہے جبکہ سند کی صحت مسلم الثبوت  
 فرقہ ہے پھر جو جواب ذریعہ صحیحہ میں روایات کی طرف سے بخیر فرما دیں وہی ہماری طرف سے  
 براہ مہربانی قبول فرما دیں باقی رہا رد و انکار کے سلسلہ پہلے گذارش مفصلہ ہو چکا ہے بقولہ  
 چہا ہم بہرہ اگر میرہ روایت جو خواجہ ہارث و شیخ عبد الحق نے علامات امام میں نقل کی ہے موضوع  
 و مفتری ہے اور ہم جانتی ہیں کہ حضرات اہل سنت کو شاید مجبوراً یہ بھی کہنا پڑی ہو لازماً آئنگا  
 کہ حضرت خواجہ ہارث و شیخ عبد الحق صاحب ہدایت ہے صاحب حیا و غیرت ہیں کہ خود ہی شیخ  
 میں ان حق پر اس گمان دو ہم سے کہ وہ تین موضوعہ نقل کر کے جناب امیر علی الفضیلت ثابت کرتے  
 ہیں نہایت ہی تشبیحات شنیعہ و تعرضات قبیحہ وارد کی ہیں یہ کیا اندھیر ہے کہ بغضی انا کہتے  
 الناس یا لیر و تنسوز انفسکم تمام اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر اسی امر کی توثیق ہو

۱۔ ہماری شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی طیب اللہ فرماہ نے اپنی اعتقادات میں کہا ہے ہمارا  
 اعتقاد یہ ہے جو قرآن و احادیث کے لیے اپنی ہی پر نادل فرمایا ہے وہ وہ جو خود چھوٹی دیران ہے اور جو لوگوں کو  
 پاس بخود اس کے زیادہ نہیں ہے اور ہم ہماری طرف نسبت کرے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ زیادہ ہے۔

کہ جبکہ طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی یہی حدیث موضوع دروایت مجہول کہ اذکر عن محمد بن محض  
 کذب وافرادی حضرت امام رضاؑ کی نام لگا کر روایت کی اور اسکو دینی کتاب میں جو حدیث  
 خلق سے اہل سنت کو لپی لٹیف کر ہی لکھی اور کچھ یہی اسکا رد و انکار نہ کیا بلکہ برعکس اسکا رد و  
 کی توثیق و بخاری کا اعتقاد نقل کیا اور سنی مسلمانوں کو جو فضیلتوں کی ایسی خرافات سے پاک میں گمراہ  
 کیا کیونکہ جب وہ دیکھیں کہ ایسی عالم ثقہ و جلیل معتقد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب میں لکھا ہے  
 اور بخاری روو انکار کے اسکی راوی کی توثیق کی ہے تو بیشک اسکو حق سمجھیں اور قصد میں کریں کہ  
**اقول** یہ جوش و خروش بدی حبیب کا محض اپنی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب  
 ہے کہ عبارت فضل ~~و غیر~~ حبیب حسین ترجمہ فضل اخطاب نہ کہ یہی نہیں سمجھتے یعنی حقیقت  
 نہ اس روایت کو انہیں توثیق ہے بلکہ روو انکار ثابت ہے اور نہ یکو گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتاہ  
 فہمی سے گمراہ ہوا اسکا الزام انکی ذمہ نہیں ہو سکتا نہ راوی آدمی معانی قرآن کے نہ سمجھنے کی  
 وجہ سے گمراہ ہو گئی معاذا اللہ خدا تعالیٰ پر اسکا الزام آپ کے نزدیک نہیں حالانکہ جو بظہر  
 کی ہے آپ قائل میں پس بسمد اللہ بقول سامی سنی مسلمان اب یہی ایسی خرافات سے پاک نہ ضررہ  
 میں اور اہل سنت کو تشبیحات و تعریضات کچھ مضائل اسے کہی بابت نہیں ہیں بلکہ تمام آئیت  
 و نبوت و اعتقادات و عملیات کو نسبت ہیں اگر آپ ہنوز ہی کسی بھی تحقیقات اپنی روایت  
 و ہدایت کو فوائین تو آپ پر یہی واضح ہو سکتا ہے اور مشرح جواب اس دلیل کا ابحاث سابقہ  
 کو ضمن میں گذر چکا ہے اس سے آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ ہر کچھ مجبوری نہیں کہ ہم اس  
 روایت کو موضوع و منقہ ہی ہی کہیں گئے اس حقیقت موضوع و منقہ ہی ہے پس  
 آپ کا یہ فرمانا صرف آپکی کمالی فہم و نہایت دانشمندی کی دلیل ہے۔ باقی کلمات  
 نا طاعم کا جواب ہم دانتہ قلم انداز کرتے ہیں **قولہ** اب فضیلت کے باب میں حضرت  
 صدیقہ اول کی شہادت لہجی۔ کنز العمال کے فرع اول خلافت ابو بکر باب ثانی کے  
 فصل ثانی نے کتاب الامارت حرف ہمزہ میں لکھا ہے عن ابی بکر قال لما ابطلت اللیل

عن ہجۃ ابی بکر قال من احدث بعد الامۃ من الیہ الست من الیہ الست فذلک خلاصہ  
 خلیفہ اول کے یہ کلام میرے سپرد ال ہو کہ سبقت اسلام میں حضرات شریفہ وغیرہ اپنی کو اپنی خلافت  
 کی فضیلت پر دلیل لائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی حق خلافت وہی ہی  
 جو اصل ہو۔ **اقول** اجماع میرے صاحب یعنی یہ کہ کہا جی افضل حق باختلاف نہیں  
 ہو مدعا کچھ ہوتا ہے کچھ فرماتے مگر اصل عاجل اثبات کا اپنے بیڑا اوہٹا یا ہو وہی  
 آجکی حافظ شریف سے نکل کیا ہے پہلی اس کو سوچ کر یاد کر لیجی یہ اس روایت سے اس مدعا پر  
 استدلال کجی۔ افسوس کہ جناب نے یہ خیال فرمایا کہ ثبوت احقیقہ مثبت استمراط فضیلت  
 نہیں ہے بلکہ اگر آپ نظر تامل ملاحظہ اس دلیل کا کریں تو اس کے ہی دلیل سے اثبات  
 عدم استمراط فضیلت ہونا ہے کیونکہ جو وقت ایک فرد کے لیے فضیلت اور احقیقہ ثابت  
 ہوئی اور طریق ہرگز کہ افضل التفضیل میں زیادتی نسبی ہوتے ہیں جو اسکی وضع مقتضی ہے  
 تو افراد باقیہ کے لیے ہی نہ اسبند فضل احقیقہ باختلاف ہونا ثابت ہوا ہے اگر خلافت حق  
 کو کسی جہ سے نہ پونجی اور حقیقہ کو پونج جاوی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ منعقد ہو کیونکہ جب  
 حقیقہ باختلاف ہونا اسکی یہ پایا گیا تو وہ خود بالمدائمتہ مستلزم انفاذ کو ہی ورنہ حقیقہ  
 ہونا باطل ہو گا و ذلک خلاف تو اس سے ثابت ہوا کہ فضیلت شرط انفاذ و خلافت نہیں  
 و نہ اہم و سبب۔ **قولہ** چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالہ الحقائق میں اعتراف  
 کرتے ہیں کہ اثبات خلافت خاصہ میں فضیلت کو دخل ہے سند ابی بکر افضل رابع مقتضی  
 واقع صفوہ غیرہ میں یہ عبارت لکھی ہے اما اثبات صدیق بنو خلافت حضرت فاروق را  
 بافضلیت او۔ فقہا خرج الترمذی عن جابر بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس  
 بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر و لخرج ابوبکر  
 بن ابی شیبہ عن یزید بن حارث ان ابابکر حین حضر الموت ارسل الخیر یختلفہ فقال

استمراط فضیلت پر استدلال کا ابطال

الناس تختلف علينا فظا غليظا ولو قد ولينا كان افظ واغلظ فما تقول  
 لربك اذا القيت واستخلفت علينا هم قال ابو بكر ابرئ تخوفني اقول اللهم  
 استخلفت عليهم خير خلقك الحديث واخرج ابو بكر بن ابي شيبة عن محمد بن  
 رجل من بني زريق في قصة طويلة قال ابو بكر لعمرانت اقول مني فقال عمرانت افضل مني  
 ناظر ونصف درين آثار مضطرب میشود وراکه این اوصاف را داخل هست وراثت خلافت خاصه  
 که در طبقه اولی بعد والا ذکر این کلمات و در بحث اثبات خلافت خارج از قانون محاطات باشد  
 انتہی۔ دیکھی حضرت خلیفہ اول کے نزدیک افضلیت خلافت کو یہی اسی ضروری تھی کہ باوجود  
 حکماء کے خلیفہ ثانی کو غلط فہمی ہوئی انکی خلیفہ کرنے سے خداوند تعالیٰ سے ڈرتے رہی مگر چونکہ خلیفہ اول  
 کو نزدیک وہ افضل تھے کچھ بھی مانا گیا اور خلیفہ کر ہی دیا۔ **اقول** یہ دلیل بھی شریعت  
 کو موافق مدعا نہیں اور اس سے ہی اشتراط افضلیت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حسب اعتراف قائل  
 محیب اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو اثبات خلافت خاصہ میں داخل کر  
 اور اسکا ہمنی انکار نہیں کیا۔ انکا صرف اشتراط کا ہے اور مطلق داخل ہونا بدائتہ مستلزم اشتراط  
 کو نہیں پس اثبات اشتراط کی یہی سکویا کرنا بجا ہے خود نہیں اور جبکہ افضلیت کو داخل ہے تو  
 نظام اشتخاف ضرور اسکو ملحوظ رکھا جائیگا اور افضل الحق باختلاف ہوگا لیکن اس سے اشتراط  
 افضلیت سمجھا اور عدم انعقاد کا قائل ہونا خطا ہے اور خلیفہ ہونا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر  
 فاروق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگوں کی وثرانی کے ایسا شمر خیرات و متعج حسانت ہوا کہ ایک  
 عالم میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ڈھکا بجگیا  
 حسب ارشاد جناب امیر اللہ مجروحہ خداوند تعالیٰ کا وعدہ اشتخاف ظاہر ہوا اس  
 سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ فرستہ صدیقی اس سالہ میں رضائی خداوند تعالیٰ کے موافق  
 ہوئی اور جو لوگ اس باب میں مخالفت تھی انکو فرستہ خطا پر تھی۔ باقی رہا غلط و غلط ہونا  
 یہ وہ صفت ہے جو قبول پسندیدہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چکر اور اس کے برتری



قصہ میں اسی وصف میں حضرت نوح علی نبینا علیہ السلام سے شیعہ عطا ہوئی اُسے اُعلیٰ  
 الکلمہ کہ ہم بنینکم اور انکی شایعہ اور نہ پر اعتراض بغیر ہم الکفار کا مصداق ہے۔ **قول** اب  
 حضرت خلیفہ ثانی باقی مہربانی خلافت خلیفہ اول کی شہادت لیجی۔ بخاری کی کتاب النبی  
 باب الرجح الجبل من الزنا اذا احصت میں حدیث فلتہ مسطور ہے وہ بہت بڑی  
 روایت ہے اتفاقاً و بیعت خلیفہ اول کے کل کیفیت لکھی ہے اس کے شروع سے مطلب کا فقرہ  
 لکھتے ہیں آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے۔ و لیس فیکم من یقتطع الاعناق الیہ  
 مثل ابی بکر الخ اب انور فرمائی کہ باوجود اس بیعت کی فلتہ یعنی کاربہ اندیشہ ہونا مشورہ ہونے  
 کی چونکہ آپ کی خلیفہ ثانی کے زعم میں خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ و اجماع و تامل یہ بیعت صحیح  
 ہو گئی چنانچہ آپ کی خاتم المحدثین مطاعن ابوبکر طعن نہیں میں یہ عبارت لکھتے ہیں کہ در آخر ان  
 کلام کا شیعہ اور ابراہی ترویج شیعہ خود نقل کردہ اند میں لفظ ہم واقع است دیکھ مثل ابی بکر  
 یعنی کیست در شما مثل ابوبکر در فضیلت و خیریت و عدم احتیاج بمشورہ و تامل و رجحان۔ انتہی  
 بقدر اجماع ہے۔ **اقول** انوس ہماری فاضل محبت کے اس استدلال میں یہ پردہ ہی غلط کہا کی  
 جو دلائل سابقہ میں کہا چکے تھے اور یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھ مربوط نہیں ہے کیونکہ  
 اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ انصافیت کو خلافت میں مدخل ہے اور ہم یہ کہتے ہیں  
 کہ انصافیت کو خلافت میں مدخل ہے افضل حق باختلاف ہے لیکن اس کے اثبات کے لئے  
 انصافیت خیال محال ہے باقی رہا فلتہ کے معنی کاربہ اندیشہ دیدن مشورہ کے خواہ کر فاضل  
 اجماع کو فرمانا ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتی گستاخی میں شمار ہوگا۔ لیکن جناب ہی فرمائیں  
 کہ یہ کہا انکی دیانت ہے کہ جو مفہوم لفظ کا نہیں ہے اس کو اس پر چکا پتی میں۔ ذرا دیکھو  
 تو سمجھو کہ اجماع فلتہ سے کیا تعلق ہے آپ اگر نظر انصاف سے ذرا ہی تامل فرمائیں تو وہ ہم  
 ہو جائیگا کہ پہلی سے کام میں تامل مشورہ نہ کرنا وہ دوسرا ہے اور بے تامل مشورہ ایک امر کو  
 باجماع قبول کرنا دوسرا ہے اور اول کے نفی سے دوسرے کے نفی سمجھنا حضرت کی خوش

استدلال فقیرانہ کی طرف اشارہ



نہیں کہ دلیل ہے **قولہ تعجب حیرت** کہ آپ کی خاتم المحدثین بفضلیت کو شرط خلافت نہیں  
 مانتی بلکہ اس کو ملحدی مقابلہ میں خلافت عقل و نقل فرماتے ہیں اور خود ہی اس مقام میں تحریر فرماتے  
 ہیں کہ بسبب افضل و خیر سے غلطی اور اس کے مشورہ و تامل کے یہی احتیاج نہیں۔ **اقول**  
 یہ آپ کی حیرت و تعجب قابل حیرت و تعجب ہے کیونکہ اس قول سے اگر بسبب افضل و خیر سے  
 ضابطہ اول کے مشورہ و تامل کے بھی احتیاج نہیں ہے۔ ہرگز اشتراط افضلیت پر دلالت نہیں  
 بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ افضل الحق بالخلافت ہے۔ پس اس سے اشتراط بھی نہیں  
 آپ صریحاً منصف و ناظرہ دان و فاضل و دین سے البتہ لائق تخت حیرت و تعجب کی ہو گا پھر اگر  
 انہماک حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب انصاف مضاعف ہے۔ آپ کی دلیل بفضلیت  
 کیلئے کسی سماجی حق آپ کی عادت ہو گئی ہے جس جگہ آپ نے لفظ افضلیت دیکھا ہے جہاں  
 اشتراط افضلیت کی دلیل ہے اور حیرت پیش کر دیا ہے۔ ہیکہ در جان و کار و چشم  
 بیدارم توئی + ہر کہ پیدایہ شود از در بندارم توئی + اور یہ نہیں خیال فرماتی کہ مضابطہ خصم  
 ایسی دلائل پیش کرنے سے بجز مذمت و شرمندگی کچھ حاصل نہیں ہے۔ **قولہ اصل اجماع**  
 جو حضرات سینہ نے محض اس خلافت کے لیے وضع کی تھی اور اب پر چنانہ رہی اس کا بھی کچھ  
 خیال فرمایا **اقول** اسی اہل دانش و انصاف خدا کے لیے دلائل حیرت کے مصداق کو فرمایا  
 اور اس معارض و تمثال کو جو دنیا میں فائز اور اجماع کے ہماری فاضل سمجھنے واقع کیا ہے  
 دیکھنا اور ہماری محبت حبیب کے فہم کے داد دینا کیا لا حول و اعتراف منسجم و قاعدہ سے ایجا و فرمایا  
 سبحان اولئکہ۔ اس حضرت مشورہ و تامل کو اجماع کے ساتھ تبادلی و اتحاد نہیں ہے کہ اگر مشورہ  
 قابل فہم ہو اجماع ہی سے ہو گا جتنا کہ مشورہ و تامل ہو اور اجماع ہو یا مشورہ و تامل ہو اور اجماع ہو گا  
 اس میں کوئی استحالہ نہیں ذرا تامل فرمائیے اور سوچئیے۔ **قولہ افسوس** کہ آپ کی خاتم المحدثین  
 اپنا قول بھی یاد نہیں رکھتی اور یہ بھول کچھ ہی مقام میں منحصر نہیں بلکہ تحفہ میں اکثر جابجا  
 ہوا ہے اور سبب اس کا آپ جانتی ہی ہیں ہم کیا عرض کریں **اقول** جہاں تک حکم عالم سے

اور اگرچہ یہ بھی ہم پر مشتمل ہے مگر کیا تو آپ کو اور آپ کی ان بزرگوں کو جو تحفہ پر اعتراض کرتے ہیں خوش  
 فہمی ہو بعض عداوت و عناد ہے جسکی بدولت ع عیب نماید نہرش و نظر کا مصداق  
 ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی اعتراض کا حال دیکھ لیا ہے اور حضرات کا حال بھی وہی پر قیاس فرما لیجیگا  
 پس آپ کا یہ افسوس لائق افسوس ہے ہر کہ مطلب خود سمجھیں اور الزام قائل کے ذمہ لگائیں  
 علاوہ ان میں آپ کو معلوم ہے کہ زبان عناد و سر خدا تعالیٰ کے اور اسکی کتاب پاک اور رسول بھی نہیں  
 بھی تو بقابلہ اذکر تحفہ و صاحب تحفہ کے کیا حقیقت ہے یا اینہم ہم صاحب تحفہ کو کہہ  
 بیان ہو معصوم ہی نہیں سمجھتے قولہ علاوہ اسکی اور بہت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط  
 افضلیت پر دلالت کرتے ہیں خوف طوالت اذکر ترک کیا جاتا ہے اقول جبکہ آپ نے ان  
 اقوال سے تعرض نہیں فرمایا تو ہم بھی اونی اغراض کرتے ہیں اگر آپ ان اقوال کو ذکر فرماتے  
 ہم بھی انشاء اللہ آپ کی استیصال سے لال کی ہوتی قولہ مگر اسقدر گزارش  
 کرنا ضرور ہے کہ خلیفہ ثانی کا افضلیت کو شرط خلاف جانتا ایسا صریح امر ہے کہ محققین اس سنت  
 نو اسکا اقرار کیا ہے چنانچہ صدہ المحققین ابن حجر مکی شریح صحیح بخاری میں کتاب  
 الاحکام نے اور آخر الکتاب باب کیف یباع الامم میں حدیث شوری کی شرح میں  
 ابن بطال سے نقل کرتے ہیں فان قيل بعض هؤلاء المسته افضل من بعض وكان  
 عمران الاحق بالخلافة ارضاهم دنيا وانه لا يصح ولاية المفضول مع وجود  
 فالجواب انه لو صح بالا فضل منهم كان قد نص على استخلافه وهو قصد التام  
 العمدۃ فذلك فجعلها في ستة متقاربين في الفضل لانه تحقق انهم لا يجتمعون  
 على تولية المفضول ولا يولون المسلمين نصحا في النظم والشعر وان المفضول منهم  
 لا يتقدم على الفاضل ولا يتكلم في منزلته وغیرہ احق بعامتہ و علمہ رضی اللہ عنہ  
 یہ المستہ۔ انتہی اس سے صاف ثابت ہے کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک  
 افضلیت خلافت کے ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کے خلافت صحیح نہ جانتی تھی اقول

یہ استدلال ہے ہمارا فیاض محبت کے لیے مثبت مدعا نہیں کیونکہ جملہ (و کات اس آعمران کالحق  
 بالخللا فتراضا ہم دنیا) بھرا ہے اس امر کو بیان کر رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ  
 یہ تھا کہ احق باختلاف وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور اس کی بالبدلتہ یہ ثابت ہوتا  
 ہے کہ ہمتہ اور افضلیت باطل ہے کیونکہ اسم تفضیل جسکی صفت واقع ہے اسکی یہی ثبوت  
 فعل مع زیادت پایا جاتا ہے تو یہ یہ سرگز اسکو مانع نہیں ہے کہ نفس فعل بدون زیادت کی  
 واسطی ثابت ہو بلکہ باعتبار اقتضا و اصل وضع تفضیل کے دو ہی فرق ہو گا ہونا چاہیے جسکی نسبت  
 زیادتی ثابت ہو ورنہ سبباً اور تفضیل میں کچھ فرق باعتبار معنی کے نہ ہو گا جبکہ اس جملہ کا  
 مطلب ذہن نشین ہو چکا تو دوسرا جملہ جو اس جملہ سے مستند اور استخراج صریح کیا مطابق ہونا  
 چاہیے اور اسکا یہی مطلب واضح ہے کہ دلالت کر معنی تو لہیہ کے میں اور لا یصح کر معنی  
 لا یجوز کے حاصل مدعا عبارت یہ ہو گا۔ و ان لا یجوز تو لہیہ المفضل مع وجود الفاضل یعنی  
 قابل کے مفضل کو متولی امور بنانا جائز نہیں۔ پس اس صورت میں یہ جملہ اور جملہ سابقہ ہم  
 معنی ہو گئی کہ دونوں کا حاصل حقیقہ باختلاف تفضیل کے یہ ہے اور اگر اس جملہ کو باوجودیکہ جملہ اولی کے  
 فرع ہو اسکی طرف راجع کیا جاوے گا تو ہاں ہم اصل فرع متعارض رہیں گے۔ اسکی بعد سنی کہ خاتمہ جواب کے  
 عبارت سے جو لاہ تحقق سے آخر تک مذکور ہوئی یہ سمجھنا کہ کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت  
 کی ایسی شرط تھی کہ وہ مفضل کے خلاف صحیح بنانے ہی سے غلط ہو کیونکہ اول تو حضرت عمر  
 رضی اللہ عنہ نے خلافت کو تمام صحابہ میں دائر نہیں کیا تھا بلکہ صرف چھ شخصوں میں منحصر  
 کر دیا تھا جبکہ عبارت اقرض من بن صراحتہ ذکر ہے توجہ ضمائر جمع کو اس عبارت میں  
 مذکور ہیں وہ سب راجع بطرف ستہ متقاربین نے الفضل میں تو اس کی ہماری قابل  
 محبت کل صحابہ کو سمجھنا کہل خوش فہمی کا شاہد ہے اور دوسری یہ کہ بعراحت اور عنایت  
 سے یہی فاضل کا حق باختلاف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جو نہ ہماری فاضل محبت کو کچھ  
 مفید ہے اور نہ کچھ ضرر ہے۔ لیکن اس کی ہمتہ سمجھنا اللہ تعجب انگیز ہے۔ مثلاً اسکا

مدعا کا بیان یا تا سہی۔ معہذا اگر بغرض محال یہ دلیل مثبت اشتراط ہو تا ہم ہمارے محکمے  
 مذہب کو مفید نہیں کیونکہ مسئلہ امامت جبکہ اصول مذہب سے ہے تو اسکا اور اسکی شرائط کا اثبات  
 ایسی اول سے ہو نا چاہی جو اپنی مدلول کو قطعی طور پر ثابت کرین غنیات اس میں ہرگز کار آمد نہیں  
 اور بالغرض اہل سنت کو نزدیک اگر افراد امامت کی کسی فرد میں اشتراط فضیلت ثابت ہوگا  
 تو یہ مسئلہ چونکہ ادنیٰ نزدیک فردعات میں سے ہی ایسی ایک ثبوت کی ایسی اول غنیہ کافی ہوگی  
 اور قطعہ کی ضرورت نہوگی۔ لیکن ان اول کو علماء شیعہ کا بمقابلہ اہل حق پیش کرنا ثبوت  
 اشتراط فضیلت میں جو ان کے زعم میں اصول اعتقادات سے ہی باطل ہوگا پس ہمارے محکمے  
 بسبب ان دلائل کو چونکہ زعم خود مثبت اشتراط سمجھ رکھا ہے ہمارے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں  
 اور بغیر سبب کچھ ناز و انتہا فرما کر جامہ سے باہر ہوئی جاتی ہیں کوئی الواقع مثبت اشتراط نہیں  
 لیکن اگر واقع کی موسیٰ اشتراط فضیلت ثابت ہو بھی تا ہم اپنی مدعا کی ثبوت میں اسکو پیش  
 کرنا ہر غلط اور خلاف قاعدہ ہے علیٰ ہذا القیاس جبکہ شرائط ثبوت کی اثبات کے دلائل فراموشی  
 سب کی یہ ہے حالت ہے کیونکہ حضرت مجیب کا گمان یہ ہے کہ الزامی جوابات دستہ حالات  
 کافی ہوگی چنانچہ فرد مباحثات سے ابتداء بحث میں ایک رباعی ہے ربیب جواب فرمائی تھی  
 جسکا اول مصرعہ یہ ہے ساع خواہی کہ شود خصم تو عاجز ز سخن و حالانکہ یہ غایت درجہ  
 بدہی غلط ہے اگر بغرض محال ان دلائل سے یہ مدعا ثابت ہوتا ہم مذہب شیعہ  
 نہیں ہو سکتا اور خصم کو گنجائش ہے کہ اسکو صرف اس وجہ سے روکری کہ چونکہ ہر دو  
 اہل سنت و شیعہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے او کی نزدیک مسئلہ متنازعہ میں ہمارے فرد علیٰ او کی  
 نزدیک اصل ہے تو کیا ضرور ہے اگر دلائل غنیہ سے شرائط کا ثبوت اہل سنت کے نزدیک ہو نا ہو تو  
 قطعہ طور پر ہی ثبوت ہو کر مفید مدعا اہل شیعہ ہو بلکہ جب دلائل غنیہ میں تو مثبت مدعا  
 قطعہ نہیں ہو سکتی۔ پیر باد جو ایسی موٹی موٹی اور فاحش غلطیوں کو جو ہر فیاض  
 مجیب سے سرزد ہوتی ہیں یہ دعویٰ کیونکہ صحیح ہوگا کہ ہم نے تمام مسائل متنازعہ میں ہمارے

مرید حق یقین کا محسوس کر لیا ہے۔ افسوس کہ تمنا بڑا دعویٰ کیا اور اس کا ثبوت کہیں نہیں دیا  
 پس بجز اس کے کہ اسکو سہو و سہیان پر محسوس کر کے ٹال دیا جادوی میں تو اور کچھ عرض نہیں  
 کر سکتا کاش خود ہی چشم البصاف کہو مگر ملاحظہ فرماوین۔ علامہ ازین ترجمہ عبارت میں جو کچھ  
 غلط بیان واقع ہوئی اور انکو ہم خوف تھوہل ترک کرتے ہیں قولہ تجب حیرت ہے کہ آپکی  
 خاتم المحدثین نے با اہمہ ترجمہ فتح الباری کو بھی ملاحظہ فرمایا کہ باوجود خلیفہ ثانی بلکہ کل صحابہ  
 کی انصافیت کو شرط خلافت جانتی تھی اس شرط کو لازم نہیں مانتی اور نہیں تو خلیفہ ثانی کے  
 تقلید تو اذکو لازم تھی اقول یہ تجب حیرت سامی اس سے ناشی ہے کہ با اہمہ ادعائی  
 بہہ دلتی آپ نے فتح الباری کے عبارت کا مطلب نہیں سمجھا۔ لیکن طرفہ یہ ہے کہ اس  
 بی سمجھ پر اہمہ ترجمہ پر یہ کچھ لازم ہے کہ خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے مذکورہ  
 الزام لگائی ہیں حالانکہ خود ہی سلام کنوری کے شرح ابن بیثم مذکور ہے کہ الزام کے جواب میں  
 یہہ فرماتے ہیں (کچھ ضرور ہے کہ علامہ نے شرح دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو اور اس کا مطلب مختصر ہے)  
 افسوس کہ یہ بیان اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا ہوتا تو کیا وہ عذر بھی جو خاطر سامی ہو گیا ہوتا  
 قولہ آپ نے جو تقلید اپنی خاتم المحدثین کے ان شرط کو دلائل شرعیہ کی خلاف ورزیاں ہے  
 ظن غالب ہے کہ آپ بھی اس شرط کو مان لیں کہ ذکر اقتداء ہی ہے خصوصاً خلیفہ ثانی آپکو  
 لازم ہے۔ اقول جو کچھ میں نے ان دلائل کی نسبت گزارش خدمت کیا ہے وہ بعض تقلید  
 ہی نہیں ہے چنانچہ اجاث سابقہ سے جناب کو معلوم ہو ہی گیا ہو گا یہی کہ اس میں  
 کہ جناب میری معروضات کو نظر انصاف و تامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ  
 آپ خود ان شرطیں سے دست بردار ہو جائیں گے و اللہ بہدی میں یشاء الی صراط مستقیم قولہ  
 اور نیز خلیفہ ثانی اور صحابہ کی یہہ رائی کہ انصافیت کو شرط خلافت جانتی تھی اگرچہ اس روایت  
 سے بخوبی واضح ہے مگر تو صیحا اس قدر اذکارش ہے کہ بخاری کی کتاب انصاف  
 میں حدیث سفیدہ ملاحظہ فرمائی کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب میں فرمایا۔

بل نبایک انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور خلیفہ ثانی کی یہی کلام مرید دلیل اس کے ہے کہ جو شخص بہتر نفس ہو وہ خلافت کا حق ہو  
 اقول ہم ہی کہتی ہیں کہ بیشک وہ شخص جو افضل جو احق بالخلافت ہو لیکن اس سے  
 آپ کا طے کیا تھا مسل ہو بلکہ وہ سی غلط ہے جو اکثر مستدلالات میں آپ کو واقع ہوئی ہے  
 پس اسکا ہی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہی انیسویں فہم کا یہ حال ہے اور  
 نیز ان کو وہ حال **قولہ** اور یہ بھی ثابت ہے احب الی الرسول ہی احق بالخلافت ہو اسکو  
 یا اور کہیکہ اگر آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کسی کام آئیگا۔ **اقول** تسلیم کرنا کہ  
 گو بندہ کو پہلی سے ہی یاد ہے لیکن تعجب کی کم یاد کر لیا ہے اور اسوقت کا ہی منتظر ہوں  
 جسوقت یہ لفظ کام آئیگا۔ **قولہ** غرضیکہ اسوقت صحابہ نے خلیفہ ثانی کے اس قول کو  
 تسلیم کر لیا اور یہ نہیں کہا کہ افضلیت کو خلافت میں کیا دخل ہے شرط خلافت  
 افضلیت نہیں تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط تھی **اقول** اچھا  
 اہل الصاف ہماری فاضل محمد کے اس دلیل کی خوبی و مناسبت و جریتم کو دیکھتے تو کو ذرا  
 ملاحظہ فرمائیں کہ سطح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک مشترک افضلیت ثابت فرمایا ہی  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت میں دخل ہے  
 اچھا مسلم لیکن دخل ہونی سے یہہ کیونکر لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت ہی ہو گئی علاوہ ازیں  
 بحواب اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکر مشترک اور واسطے حجت ہو گیا ممکن ہے کہ یہ  
 سکوت اسوجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کہنی اسکی  
 حقیقت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہوا کہ کہنی کسی دلیل سے مثلاً بعض نص قرآنی سے  
 اسکی حقیقت سمجھو اور بعض نے احادیث سے اور بعض نے ان کے ساتھ دلائل قیاسیہ ہی منضم  
 کی ہوں۔ تو چونکہ مدعا اور مطلوب ہر ایک کا متحد تھا تو کیا ضرورت تھی کہ ان دلائل میں  
 اور کجتر جو اپنی ہی مذہب کو موید تھی اور نیز باعتبار نفس الامر کی صحیح تھی اور مطابق واقعہ تھی

استدلال حضرت کی احب الی الرسول

پس اس سکوت کو حجت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہے۔ معہذا اس سکوت کو تو آپ دلیل  
تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہے کہ جناب امیر کی سکوت کو جو زبان خلفا رٹتے فرمایا  
بلکہ سائل ہی کو ان ہی کے موافق بتلاتے رہے اور سامنی ہو کر یہ کہہ بھی فرمایا کہ اہل بیت کے  
سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا جو تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علیٰ القیاس جناب  
امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت سے کہ تسلیم ہی تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی تسلیم سے جھوٹ  
سکوت فرمایا اور یہ کہہ دیتے کہ یہ تسلیم ہی تسلیم نہیں کرتے تو اس کے تسلیم ہی تسلیم کیجیے۔ راجح  
وہ جسے تقبہ کا جھگڑا۔ خود ایک بار فریب بات ہے کہ اصول شیعہ کے موافق ہی کوئی اس کو  
تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ حرف پہلی عرض کیا ہے کہ اس سکوت کی حجت کو تسلیم کر کے  
اسے لال فرمایا در نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول فانت مسید ما دخیہ یا واجتہا الی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کہ اس اعتبار سے یہ تسلیم تھا کہ بعد  
واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصیات حاصل ہے اور اس اعتبار سے یہ تسلیم تھا کہ ان  
اوصاف کو خلافت میں دخل ہے **قوله** اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل بن عباس و ابن  
عمر و غیرہ کے یہ رائے کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازہر، انحاء وغیرہ میں مفصل درج ہو کر آ رہا تھا  
کہ گذارش ہو کر بخوف اطنا ب باز رہا اگر حضرت مجیب چاہیں اذاتہ انحاء ملاحظہ فرما دیں اکثر  
علمائے اہل سنت کا یہ ہے کہ سب اس کو افضل امام ہوتا ہے چنانچہ شرح مفاد کے بحث ساویج  
خاتمہ میں تحریر ہے۔ ذہب معظم اہل السنۃ و کثیر من الفرق الی انہ یصلون للامامۃ  
اہل العصر **اقول** ظاہر ہے کہ جن دلائل سے جناب شتمہ اہل فضیلت پر مدلل  
فرمایا ہے تو وہ دلائل بہ نسبت ادن دلائل کے جو ترک فرمائی اوضح و اقویٰ ہوں گے جو جب  
میں دلائل مذکورہ کو جو اوضح و اقویٰ تھی دیکھ چکا اور ان کو باطل کر چکا تو مفسر وہ دلائل کے  
دیکھنے کے کیا حاجت باقی رہی بہ کیف جن کو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ کی کچھ کم  
درجہ کے ہی ہوں گے تو جو ان کا جواب ہے وہی جواب تقریباً ان کا ہی ہے چنانچہ یہی شرح مفاد



عبارت آپکی مثبت مدعا نہیں اور اسکی مطلب کو آپنی نہیں سمجھا افضل اہل العصر کی اہم  
 کو یہی متعین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اہل صل عقد بیعت خلافت کے یہی امام کو منتخب کریں  
 تو چونکہ افضل اہل حق ہوا اسکی تجاویز کے کسی دوسری کو امام بنادین۔ افضل کے ہوتے  
 فاضل یا مفضل امام بنا نا نہیں چاہی اور آپکی یہ معنی نہیں ہیں کہ افضل بدون بیعت  
 اہل صل عقد کے امام ہو جائیگا اور اسکی انعقاد خلافت کے یہی بیعت اہل صل عقد کے  
 حاجت نہوگی اور اگر افضل کے ہوتی فاضل یا مفضل امام ہو گیا تو اسکا انعقاد نہوگا اور  
 اسکی اطاعت لازم نہوگی پس اس سے یہی اشتراط کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ قولہ  
 تعجب ہے و عبرت کا مقام ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین بالانہجۃ والی انہی کہتا ہوں میں احادیث  
 و اقوال صحابہ و علمائے اہل بیت کے اس شرط کو مخصوص اور افضل سے فرماتے ہیں اور اسکی لغت  
 کتاب اللہ سے اپنی نظم میں ثابت کرتے ہیں۔ اقول یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عباد  
 مطالب تک ذہن رسالت کی نہیں مانی دینے اگر نظر انصاف سے اہل دلایل کو ملاحظہ فرمائیں  
 اور مصداق فقیر کو نظر انصاف دیکھیں گے تو خود اپنی فہم پر تعجب فرمائیں گے اور اسکی  
 عبرت کا مقام سمجھیں کہ چنانچہ پیشتر ہی عرض کیا جا چکا ہے۔ قولہ اگرچہ اور بہت سے  
 دلائل اسکی ثبوت میں ہیں مگر خوف طوالت ان سب سے قطع نظر کر کے اب کچھ شہادتیں  
 آپکی خاتم المحدثین کے والدین کے پیش کرتے ہیں وہ کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں  
 کہ۔ این سخن حق است کہ تا اعتقاد افضلیت سبیل قرآن و سنت و حسین معارف و فہم  
 خاطر پراختہ شرائع جمع نگردد و در یہ ہر دو میں لکھا ہے شیعہ قائل شدہ اند با کمال امام جمعی با بکمال  
 است باشد و محصور و مفتقر من الطاعت و منصوب من عند اللہ و رسولہ و این قول دشمنان  
 حق باطل ہر دو شدہ است قول محقق است کہ افضلیت از امت بر نسبت اہل خلافت  
 و نبوت کہ حقن قوانین و سبیل شرائع و مروج دین ایشانند لازم است در لایعنا و کلی حاصل  
 نشود و بجا عصمت حفظ الہی و تائید ربانی بحسب دلت می باید انہا کہ کرد و بجا حقان



طاعت و نضوب من عند الله و رسولہ استخلاف نبض اشارت می باید ذکر کرد تا سخن درست گردد  
 از تهر - اگر چه اس عبارت صحافت ظاهر می که محض خلافت خلفاء ثلاثه بجانی کے یہی شایع  
 یہ تامل علیہ دون دلیل فرمائی ہے اور خود انکی اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا خود  
 ثابت ہے مگر چونکہ یہ محل صرف افضلیت کی ثبوت کا ہے ایسی ہم اس سے تو من نہیں  
 کرتے اور افضلیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ افضلیت از امت کو لازم کہتی ہے  
**قول** چونکہ ہماری محیب ہدیئے اسکا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سے  
 استدلال فرمایا ہے ایسی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدر ربط و تفصیل کے ساتھ جواب گذارش  
 کریں تاکہ وہ شبہات جو ہماری فاضل محیب کو عبارت از امت انحضرت وغیرہ سے واقع ہوئی  
 عین رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں تشریح و تفسیر سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں لیکن  
 ہم صرف دوسری عبارت کو جبکہ ہماری محیب صاحبے مثبت مدعا زیادہ سمجھ کر کہا ہے  
 بتماثل نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں  
 شاید سہو و غلط واقع ہوئی ہے نیز اس میں بیان مانند کر شیعیہ قائل شدہ اند بائیکہ امام مثنوی  
 کہ افضل است باشد و معصوم و مستتر من الطاعت و نضوب من عند الله و رسولہ و اس قول  
 مستقمن حق و باطل مردود شدہ است قول محقق نسبت کہ افضلیت از امت نسبت اہل خلافت  
 نبوت کہ مقتضی قوانین و سبل شرائع و مروج دین البانندہ لازم است و الا عتقاد کلی محل  
 نشود و بجائی عصمت حفظ الہی و تائید رحمانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمود و یکای  
 انقضاض طاعت و نضوب من عند الله و رسولہ استخلاف نبض اشارت می باید ذکر کرد  
 اہل سنت و جماعت ہمیں قول محقق و منفع و شیعین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودن تفصیل میں  
 اجمال لکہ افضلیت کہ سیکونید در طبقہ اولی می باید کہ سنگام احکام دین و ترویج شریعت  
 و تقنین قوانین آن بودند در ملک عضو من زیر اگر در ملک عضو من حامل علم و دیگر شدہ و حساب  
 دولت و دیگر چنانکہ فتویٰ موقوف بود بر علم کثیر بحال اینہیہ فتوہاں را منفع کردہ نوشتہ اند

احال عبارت دانی می باید و پس انتہی۔ اس عبارت میں لفظ اہل خلافت نبوت تبرکب  
اضافی واقع ہوا اور ہماری عجیب بسیب کی عبارت منقولہ میں داد عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت  
نبوت منقول ہو اس فرق باہمی صرف اطلاق تعقید ہے اور عجیب نہیں کہ اصل نسخہ منقول  
عنه میں یہ غلطی کا تب سی ہوئی ہو غرض کہ ہم کو اس سے چند ان تعرض نہیں ہے اسکی  
بعد گذارش ہے کہ جو کچھ افضلیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر  
فرمایا ہے نہ وہ آپکی مدعا کو مثبت ہے اور نہ اسکی معارض و مخالف ہے جو حضرت خاتم النبیین  
رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں شرم طرافضلیت کی نسبت تحریر فرمایا ہے وہی وہی  
یہ ہم کو خلاصہ طلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی میں بیان  
فرمائی ہیں یہی کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی نیچی اذاعت لفظ میں اور اذکم عوارض جداگانہ  
اور اس کلمہ کا اپنی افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہے پس حاصل یہ عاہدہ ہے کہ خلافت جو طبقہ  
اولیٰ میں پائی جاتے ہے وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک امت  
متعین تک ہے اور نہ تصنف بصفت خلافت نبوت ہے اور افراد خلافت میں اکمل ہے اسکی سی دیگر  
خاص میں ہے چند امور میں۔ مثلاً اول لازم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضران حدیبیہ اور  
حاضران نزول سورہ نور اور حاضران مشاہدہ عظیمہ مثل بدر و بنوک میں سے ہو۔ دوسری یہ کہ بیشتر  
بانتجہ ہو تبصری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ساتھ ایسا معاملہ فرمایا ہو جیسا کہ ہم  
منتظر الامارت کے ساتھ ہم ملکہ کیا کرتا ہے۔ چوتھی یہ کہ جن امور کو ظہور کا وعدہ حق تعالیٰ  
شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض امتین سے اسکی باتہ پر ہی ظاہر  
ہوں۔ پانچویں یہ کہ اسکا قول دین میں محبت ہو بسبب ترویج و تنبیہ حضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کی۔ ساتویں یہ کہ افضل امت ہو اس سے صاف ظاہر ہے کہ افضلیت کو یا نتیجہ  
اوصاف و لوازمات سابقہ کا ہے اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتے ہے  
وہ منحصر خلفاء ارجمہ پر ہے اور مخصوص امتین کے ذوات مفردہ کے ساتھ ہے اسکی

بعد سنی کر جو لو ازم خلافت خاصہ کند کور ہوئی اگر ادین سے کسی کا تحقق حلیف میں ناپاچہ  
 مثلاً افضلیت ہی مفقود ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 فرماتے ہیں کہ وہ خلافت منعقد ہو جائیگی لیکن رتبہ اکمل سوار کا انحطاط ہوگا اور  
 رتبہ عزیمت سے نکل کر درجہ خضعت میں مستقر ہوگی لیکن اس کی خلیفہ کی اطاعت واجب  
 ہوگی اس کی تحت حکم جہاد و کھلائیگا اور اس کا نصب عمال و مقننات و اخذ کوۃ و صدقات  
 صحیح ہوگا حضرت شیعہ فرماتے ہیں کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو  
 مطلق خلافت باطل ہو جائیگی اور اس کی اطاعت امانت اور اس کی سہتہ ہو کر جہاد و عصیت ہوگا پس  
 انشاء اللہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے افضلیت وغیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہی  
 جہاد و غیرہ سے نفس خلافت فوت نہیں ہو سکتی اور حضرات شیعہ نے اس کو شرط نفس خلافت  
 قرار دیا ہے جس کی فوت ہوئی سے اولیٰ نزدیک اصل خلافت فوت ہو جائیگی پھر لگ کر حضرت شاہ  
 عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے تحفہ میں بمقابلہ شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہے تو وہ ہرگز  
 معارض اولیٰ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کے نہیں ہے کیونکہ حضرت صاحب تحفہ  
 نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہی جس کی شیعہ قائل ہوئی ہیں وہ یہ کہ  
 افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے نہ وہ اشتراط ہے کہ جس کی شیعہ مثبت ہیں اور صاحب  
 تحفہ نامی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہے نہ نفس خلافت  
 کی طرف پس نفی اثبات امین مختلفین کی طرف راجع ہیں اور ایکو شاید معلوم ہوگا  
 کہ تناقض میں آئندہ حدتین مانخوذ و معتبر میں جہاد میں ہو کوئی فوت ہو جائے مگر تناقض رفع  
 ہو جائے گا اور اجتماع جائز ہوگا اب اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جہاد و رعایتین از اللہ تعالیٰ قوۃ العینین  
 میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثبت اشتراط تحریر میں ہماری محیب لبیب کا ادنیٰ  
 استہداد صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اولیٰ مدعا کی موافق نہیں اور ثانی مدعا اثبات اشتراط

افضلیت کا ہی نفس خلافت کو واسطی اور اون عبارتوں کا مدعا ثبوت استرطافضلیت کا ذکر  
نفس خلافت کو نہیں ہے بلکہ کلیت خلافت کو واسطی ہے پس اگر یہ ہر ایک شوق اگر یہ عبارت  
میں تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر ہماری محیب لبیب پر پوشیدہ رہا تو ہم خود سمجھتے ہیں  
علامہ ازہرین ہم پہلی گلاس کر آئی ہیں کہ آپ کا مدعا جو اصول دین میں ثبوت قطعی کو مقتضی  
ہے اور ہماری واسطی اسکی ثبوت کے لیے دلائل قطعیہ کے اسلی ضرورت نہیں کہ اسکو اصول  
میں سے نہیں سمجھتے تو ہمکو دلائل غنیہ کافی ہوگی۔ لیکن آپ انکو ہماری مقابلہ میں اپنی  
مدعا کو ثبوت میں کیونکر پیش کر سکتی ہیں اور وہ آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت کر سکتی ہیں  
پس ان دلائل کا اپنی دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرنا صحیح غلطی ہے جکا منشا یہ ہے  
کہ آپ ہمیشہ اپنی دعویٰ کو بھول جاتے ہیں اور یا یہ ہے کہ وہو کہہ دہی مد نظر عالی ہے  
**قولہ** اب ذرا الزام اخفا کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمائی مقصد اول کے فصل دوم  
واقفہ صفحہ ۶ کو دیکھی یہ عبارت تحریر ہے وذلوازم خلافت خاصہ انت کو خطہ متصل  
امت باشد در زبان خلافت خود عقلاً و نقلاً از انجبت کہ در مذمت اولی تقریر کردیم کہ چون  
خلافت ظاہرہ ہمدوش خلافت حقیقیہ است وضع شی در محل خود ثابت گردو لیکن اینجا این  
باید شناخت کہ غیر احضار اصل ریاست خواص لائق نیست پس خلافت او مطلق نہ باشد  
لنصب غیر افضل حکم خصیت دارد بہ نسبت غریبہ و خصیت خالی از ضعفی نیست مورد  
رج مطلق تواند شد و از آن حیث کہ در خلافت خاصہ تکلیف دین مرنی من کل وجہ مطلقیت  
و ان غیر استخلاف افضل صورت نہ بند و چنانکہ حضرت رضی نزدیک استخلاف امام حسن فرمود  
ان برد الله بالناس خیرا فیجمعهم بعدک علی خیرهم۔ رواہ المالک۔  
خلافت عامہ کہ آجا تکلیف دین مرنی من وجہ دون وجہ مطلقیت لائن کل الوجہ از انجبت کہ  
خلافت خاصہ نیست بربوت زیرا کہ در حدیث آمد خلافت علی منہاج النبوة و نیز آمدہ  
تکون نبوة و حجة فخر خلافت و حجة جماع مرد و ریاست عامہ است درین مودینا ظاہر و باطناً

پس چنانکہ استیذان شخصی دلالت میکند بر فضیلت وی بر استیذان جمعی از مستقبی جل ذکرہ مرفوع  
 گردم چنان استیذان شخصی بر استیذان دلالت مینماید بر فضیلت وی بر استیذان جمعی  
 کہ عامل استحقاق مفضول حیات است عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم من استعمل رجلاً من عصابة فهو في تلك العصابة من هو ارضى الله منه  
 فقد خاف الله وخاف رسوله وخاف المؤمنين وعنه ابی بکر الصديق قال قال رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم من كان من المسلمين شيئاً فامر عليهم احداً بمحاربة فعليه  
 لعنة الله لا يقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً حتى يدخله جهنم اخرجهما الحاكم  
 اور نجی متیواند است کہ اختلاف کبریٰ چو خواهد بود آری نزدیک تر از محمول و اختلاف غیر در شریعت و عدم نظام  
 امر علی ما هو حق متیواند برادر تخصص پیش گرفت و از انجبت کہ در وقت مشاورت صحابہ  
 اختلاف فضیلت را نهادند لفظ حق بنیداً گفتند و هیچکدام نداشتند داشتند در استیذان  
 صدیق اکبر چون خط را می نمود بر ایشان ظاهر شد قائل شدند با فضیلت او این مقبوس است  
 بر آنکہ اختلاف فضیلت صادق باشد و فضیلت خلق را بر او ثابت است بترتیب خلافت یا اول  
 بسیار اینجا بر سه مسک الکفایسم مسک اول آنکہ اختلاف این بزرگواران حقن اجماع ثابت  
 و اختلاف کذا لازم است فضیلت را کما تقریر شد یعنی بقدر الحاح - اس عبارت کو بطرغ و انصاف  
 ملاحظه فرمائی کہ عقلاً و نقلاً فضیلت کو قائلین اور جس حدیث کا ہم وعدہ کر آکر تھے  
 وہ یہی ہمیں مذکور ہے **اقول** قول سابق کے جواب میں جو تقریر مطلب حضرت  
 شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کی گریا ہوں بصر احسن بیان جاری ہے انھوں  
 کو آپنی باوجود اس وضوع مراعہ اور ظہور مطلب کی عبارت کو نہ سمجھا اور مثل لا تقریر بوضو  
 کو اسطرح فرمایا پس مختصراً گذارش ہے متوجہ ہو کر سن بھی وہی مدعا یہاں حضرت شاہ صاحب  
 فرماتے ہیں کہ جو خلافت بنو تہ کہ مرتبہ کمال میں واقع ہے اور عالی مرتبہ ہر ادسکی یہی  
 فضیلت خلیفہ لازم ہے جس جگہ یہ خلافت پائی جائیگی کہ فضیلت ہی ضرور ہو کر جائیگی

اور جبکہ افضلیت فوت ہوگی یہ خلافت باعتبار اپنی اس مرتبہ کے فوت ہو جائیگا۔ دلیل اس کے خود  
 شاہ صاحب کے اسی عبارت سے ظاہر ہی فرماتے ہیں نہ نصب غیر افضل حکم خصیت دارد نسبت  
 نسبت و خصیت خالی از صفی نیست و مورد مطلق توافق شد اس سے صاف ظاہر ہے کہ افضل  
 کو امامت و خلافت منع ہو جاتے ہے۔ لیکن مرتبہ تخت میں نہیں بیٹھو اور مطلق مورد مریح  
 نہیں رہے تو افضلیت شرط کھیت خلافت ہوئی نہ شرط نفس خلافت۔ اور اس سے یہ کہی  
 فرماتے ہیں۔ آری نزدیک تر از ہم مورد احتمالات غیر و شر و عدم منظم علی ما ہو حقہ بیوان را  
 ترخص پیش گرفت بختج ہی کر آپ نے اس عبارت کو نقل کیا۔ اور اس سے یہ لال  
 فرمایا اور ان جملوں کو نہ کیجا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا۔ اسی کا سن کچھ ہی فہم انصاف  
 سے کام لیتی اب ملاحظہ فرمائی کہ آپ کا استدلال ان عبارتوں سے اور جو انکی جمائل میں  
 کیونکہ صحیح ہوگا اور حدیث موجود کیا کار آمد ہوگی **قول** حیرت ہے کہ حضرت شاہ  
 صاحب تو اس شرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہیں اور انکی خلف رشید یعنی اکبر خاتم المحدثین  
 اس عقیدہ کو مخصوص بن و فیض جابنیں اور کتاب اللہ سے اسکی مخالفت بزعیم خود ثابت  
 کریں اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر۔ کاش یہ کتاب اپنی پور بزرگواری ہی جکا جا  
 خود فرماتے ہیں مطالعہ کرتے **قول** اس انوس کا مورد ہماری حضرت فاضل مجیب کے  
 فہم تشریف ہی ہے اور یہ ہم عبارت از الہ الحفار وغیرہ کو دیکھ کر اور بندہ کی گذارش شکر عرض  
 سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقلاً و نقلاً قائل ہیں حضرت خاتم المحدثین  
 رحمۃ اللہ علیہ اسکی مرکز منکر و مخالف نہیں یہ معارضہ محض فاضل مجیب کے حسن فہمی سے  
 ناشی ہے حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا نہ سرتا یا صحیح ہے یہ عقیدہ محض  
 شیعہ کے ساتھ ہی اور مخالف عقل و نقل کے ہے نہ اسکو کتاب اللہ سے مدد سے اور نہ احادیث سے مدد  
 صل اللہ علیہ وسلم اسکی بویہ لہ اجمع البصر کرتین **قول** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس عقیدہ صحیح  
 کی تقریر اسکی صحت میں نہیں فرمائی۔ بلکہ ملائمت افضلیت خود شیعہ ہیں

ایک طواریطویل الذیل لکھا ہے اور کتاب دست و اقوال صحابہ سے دلائل و براہین لائی ہیں چونکہ  
وہ عبارت طویل ہے اور اس تحریر میں طوالت نہ ہا چاہی لہذا ہم نہیں لکھتے اگر حضرت  
محمد صلیب چاہیں تو از انہ استخفاف کا ملاحظہ فرمادیں ہم نے ان عقیدہ فصل و مقصد و صفحہ گذارش کرتے  
ہیں کہ اس کا سبب و ارتباط فضیلت شخصین کے مقدمہ اولی و اولیہ صفحہ ۲۴ کو بطور غور ملاحظہ فرمائیں  
تشریح انکامیان ملازمت و بیان خلافت خاصہ و فضیلت شخصی کہ باین خلافت مکرر  
ساختہ اندہ اور ختم ہے اس فضیلت لازم خلافت خاصہ گشت دانندہ اعلم ہے **اقول**  
ہم نے از انہ استخفاف میں یہی مفہوم سمجھا علاوہ اسکی نہایت واضح میں فضیلت کے  
بجاء میں تامل کیا ہماری فاضل محمد صلیب کے مفہوم عا نہیں اور اس سے شہرہ فضیلت  
طوالت خلافت کہ ایسی ثابت نہیں ہوتا جسکرا ثبات کی ہماری فاضل محمد صلیب نے اپنی اصل  
و نام و معنی سے جو پیشہ گذارش ہو چکا حاجت مکرر نہیں قولہ اگرچہ فضیلت کی ثبوت میں حجتہ  
گذارش ہو انصاف کو یہی کافی و کافی ہو اگر مقدمہ طول ہی ہو گیا مگر اس شرط کا ثبوت مختصراً اپنی خانہ محمدین  
کی تقریر سے ہی پیش کرتے ہیں وہ اورین بھی ہم پر اپنی اقوال باقیہ کا جواب گوش تو جہنی اور وہ  
یہ کہ آپکی خاتم محمدین باب نبوت عقیدہ دوم میں بہ تحریر فرماتے ہیں عقل نیز صریح دلالت  
میکند کہ نبی راجب الطاعت کردن و وحی لبوی اور فتاد و اور آدم و ناسی و حاکم علی الاطلاق  
ساختن و امام زمانہ و تابع اور گروائیدن بدون فضیلت نبی بر دھمی تصور نیست و چون  
ہم نے معانی و معنی موجود اندہ و در حق امام مفقود و بیچ امام کہ اس سے نبی فضل نمیتواند بود  
انہی بعد از حاجت بہ کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ نبی کا آدم و ناسی و حاکم علی الاطلاق ہونا  
افضلیت کا سبب ہے اور امام کا جہتو ع ہونا اسکی مفضولیت کا موجب ہے اور یہی  
خاتم محمدین کی نزاکت ہی ہے عقل صریح دلالت کرتے ہیں کہ پس خداوندہ کہ آپکی خاتم محمدین کے اسلاف سے امام کا  
فضل میں ناسی و ناسی ثابت ہو گیا کیونکہ امام ہی آدم و ناسی حاکم علی الاطلاق ہے اور تمام عایا و سلی تا برین اقوال  
مستثنی عن انصاف سے بلکہ انصاف سے فہم انصاف مسلمی کو یہاں تک مکرر دیا ہے کہ سلیس سہل الفاظ عبارتوں کو



آپ نہیں سمجھتے اور اس کی فہم مطالب میں ہرگز خط کی طرح چلتی ہیں افسوس آپ جیسا ذکی  
 الطبع مناظرہ دان جسنی تمام مسائل خلاف میں یہاں تک تحقیقات کی ہو کہ مرتبہ حق یقین کا  
 حاصل کر لیا ہو ایسی عبارت تو نہیں ایسی فحش غلط کہادی فی العجب ولفیض کلام اپنے اصحاب  
 سے استدلال نہیں کیا بلکہ اوسکو مسخ و تحریف کر ڈالا آپ سنی مختصر اگزارش ہو شاہ صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی کا واجب الاطاعت ہونا اور وحی کا اوسکی طرف نازل ہونا  
 اور امر و نہی و حاکم علی الاطلاق ہونا اور امام کا اوسکو تابع ہونا یہ محض ہوا و صاف جو خدا  
 تعالیٰ نے بنی میں نبوت رکھی ہیں اس امر کو مستلزم ہیں کہ بنی امام سے افضل ہو اور  
 وہ ان فضیلت بنی کے امام سے یہ امور مستصور نہیں اور نہ یہ تمام اوصاف مراکب بنی میں  
 پائی جاتے ہیں اور امام میں مفقود ہیں تو کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے  
 آپ اس سے استدلال اس طرح فرمایا کہ اگر وہاں ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا فضیلت کا  
 سبب ہے اور یہ امر یعنی امر و نہی و حاکم علی الاطلاق ہونا امام میں ہی پایا جاتا ہے تو وہ  
 ہی افضل ہوگا اس استدلال میں چند وجہ سے بحث و تامل ہی اول یہ کہ شاہ صاحب نے  
 علیہ نے بصر احوال امور کے امام میں نہ پائی جاتے کو بیان فرمایا ہے آپ اپنی مثال  
 میں اوسکو خلاف اوسکو تحریف کیا اور یہ کہا کہ امام میں امر و نہی و حاکم علی الاطلاق ہونا  
 پایا جاتا ہے اور وجود اسکی اس مخالف دعویٰ کو کسی دلیل سے ثابت نہیں فرمایا پس  
 شاہ صاحب کی عبارتیں یہ کونسا استدلال ہے آپ کو شاید یہ خیال نہیں رہا کہ اس تحریر  
 تمام دلیل ہی درجہ برہم ہو جائے اور اصل معاسی اوسکو کچھ تعلقی نہیں رہے گا کیونکہ مدعا  
 یہ تھا کہ کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ جن  
 پر بنی کی فضیلت کا امام پر مدار تھا امام میں ہی پائی جانے تسلیم کر لیں تو تمام  
 مدعا کو مسخ کر دیا پس اے حقیقت یہ استدلال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے نہیں  
 بلکہ اپنی مقدمہ مطویہ فی الذہن سے استدلال ہوا جسکا ثبوت بظاہر ہو سکتا اور نہ نقلاً



ہاں ہم کہتی ہیں کہ سبب افضلیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہر ہر واحد کیونکہ واجب الاعت  
 ہونا علی العموم علت افضلیت نہیں محال نقصات بلکہ والدین واجب الالطاعت میں اور افضلیت  
 شرط نہیں تو یہ حضرت مجیب کی کمال مناظرہ والے اور نہایت فہم و انصاف ہی کہ  
 اس مجموعہ میں سے بعض اوصاف لیا اور ہر حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہ سمجھا کہ مجموعہ کا  
 حکم اخیر کو حکم سے جدا گانہ ہوتا ہے اس میں نزول وحی کو بھی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسطے  
 ثابت ہے چنانچہ اکی حضرت کلینی نے محدث کو سنی میں ایک قسم کے نزول وحی کو رد  
 کیا ہے اور جب نزول وحی اور آمرونا ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو اچھا استدلال  
 شاید صحیح ہو جانا گو خصم کے نزدیک صحیح ہوتا یا نہیں۔ مثالاً سنا کہ آمرونا ہی و حاکم  
 علی الاطلاق ہونا مستلزم افضلیت ہے۔ لیکن ہم کہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام آمرونا ہی و حاکم علی الاطلاق  
 و حاکم علی الاطلاق ہے یہ تو صرف حضرات شیعہ ہی نے خلاف عقل و نقل تسلیم  
 فرما رکھا ہے پس اپنے سمت سے خصم کو الزام دیتا ہماری مجیب لیب کی کمال  
 دشمنی اور مناظرہ والی ہے۔ ہم امام کو آمرونا ہی و حاکم علی الاطلاق نہیں کہتے بلکہ  
 علی التقیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف بنی کے کہ اسکی ادا و نواہی شرع  
 تشریع میں جو کچھ وہ فراوی وہ قطعاً حکم خداوند تعالیٰ ہے اور میں دوسرا احتمال نہیں اور نہ  
 کوئی دوسرا قانون اسکی لپی ہے کہ جسکی جھل بقت و عدم مطابقت سے اسکی سخت  
 غلطی مطلب ہو سکتی ہے دوسرے کو آمرونا ہی کے لپی میزان و قانون ہے۔ راجح  
 اس جگہ کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا معلوم نہیں یہ کیا حیثیتان و پہیلی ہے اور  
 امام کا مستوع ہونا اسکی مفضولیت کا موجب ہے (ہماری مجیب فرمایا میں تو سمجھتا ہوں کہ  
 حضرت از اس جگہ میں مطلب رکھا ہے یا نہیں ہماری خیال میں تو یہ آتا ہے کہ ہتھیار ہم  
 مفعول کا صیغہ تھا تو خیال کیا ہو گا کہ اسکی لپی مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا افضل)  
 تو مناسب نہیں اور اعتبار سنی کے صحیح ہو گا اسکی لپی اگر صحیح ہو گا تو مجتہد مفضل کے واسطے

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیٰ مفضولیت کا اطلاق کر دیا سبحان اللہ عربین علم و دانش  
 بیا بیا گریست بلکہ بیا بیا غمخیزید۔ پھر اس فہم و لیاقت پر یہ دعویٰ یہ کہ یہ ہندی کی مثل شکر  
 اس برقی پرتا پانی **قول** اب اسید ہی کہ کوئی غبی ہی چہ جائیکہ ہمارے حبیب سحر ذکی  
 دوزی ہوش اس شرط کا انکار نہ کرے گا کیونکہ ہمیں عقل و نقل کتاب و سنت حتیٰ کہ اقوال شیخین  
 و صحابہ و عترت و علماء اہل سنت و دالہ ماجد آپ کی خاتم المحدثین کے قول سے اس شرط کو بخوبی  
 ثابت کر دیا دیکھو علیٰ ذاک **اقول** جعفر آپ نے افضلیت بلکہ شریفیت کی ثبوت میں  
 دلائل پیش فرمائی اور یہ خود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال شیخین و صحابہ و عترت و علماء  
 اہل سنت سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت نقش ہر آب بلکہ لعان ہر آب بتا بول اللہ و قوتہ تعالیٰ  
 ہماری موصوفات سے جو اوپر متعلق حرج و قدح کے کبھی گئی ایک سخت تہمتہ کرنا و شدت الہیہ  
 فی یوم عاصف ہمارا مشہور ہو گیا اور مثل نادر بود و عنایت کی ہمنی اوسکو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اور  
 آفتاب غمخیز کو واضح کر دیا کہ یہ ہست لالات محض حضرت حبیب کی اور ان کے بزرگوں کی خوش  
 فہمی سے ناشی ہیں اب بعد اس کے یقین سے کہ کوئی اجہل و غبی ہی چہ جائیکہ ہمارے فاضل  
 حبیب حبیبی ذکی طبع و ذی ہوش ان شرائط کو تسلیم نہ کرے گا کیونکہ جو عقل و نقل کے خلاف  
 ہوا اوسکو کوئی عاقل و نیا تسلیم نہیں کر سکتا واللہ الموفق للرشاد قال الفاضل المحجب  
 قولہ۔ اور بیان کرنا چاہیے کہ مدار وجوب نفس کا اس اصل پر ہے کہ کسٹ علی اللہ واجب ہے یا نہیں  
 اگر ہی تو اسکا اثبات بھی ضروری ہے۔ **اقول** ہم آپ کی عمار و صحابہ مقبولہ کے اقوال سے وجوب  
 نفس ثابت کر چکے آپ اپنی عمار سے دریافت کیجیے کہ وجوب نفس کا مدار اس اصل پر ہے یا کس اصل پر  
**یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی** ہماری فاضل محجب عمار و صحابہ کے اقوال سے جیسا  
 کہ ہم وجوب نفس ثابت فرما کر آئی وہ اعلیٰ علم و انصاف پر بخوبی واضح ہو چکا اب اس سے  
 صحت ظاہر ہے کہ یہ محض نقل اور دفع الوقتی بلکہ گریز ہے جب ان حضرات کو دار دیگر اجاث کے  
 شکنجہ میں پھنسی کا خوف ہوتا ہے تو اس طرح ماہ فرار ہوتا ہے ہنر میں علاوہ ازین

یہ کیا ضروری کہ جو چیز وجوب نفس کے لیے آپ کی نزدیکی سے مل رہی ہو وہ ہی ہماری نزدیک  
 ہی ہو۔ ہماری نزدیک سہی وجوب علی اللہ ہی غلط اور لغو ہی لیکن آپ کی نزدیک  
 برومی آپ کا عقل کے خداوند تعالیٰ عما یقولون علواً لکبریا کی ذات پاک پر لطف چاہیے  
 اور وجوب علی اللہ ثابت ہی اور وجوب نفس کا مدار یہی اسی پر ہے۔ لیکن چونکہ  
 وجوب نفس کے دلائل ہی میں بہت غلطان و پیچان ہوئے اور بہر وقت وہ ہی  
 غلط سطر دلائل نقل کیے تو اب اگر اس کے دلائل کو چھیڑا جاتا تو دلائل ہم ہونچنی تو  
 تو معلوم لیکن بحکم المبنی علی الفاسد فاسد جس قدر دلائل ثبوت وجوب نفس میں ذکر فرمائی  
 ہتی وہ ہی لغو اور لاطائل ہوجاتے اس درمیان پر فریق ہی قولہ اگرچہ یہ قدر وجوب  
 کافی تھا اور جو عباد کہ ازالہ الحنفی کی نقل ہوئی ہیں انہیں اس وجوب کا مدار ہی یہ قدر  
 لکھا صحیح مگر حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں اور مدار ہی اس وجوب کا عرض کرتے  
 ہیں چونکہ امامت کے لیے عصمت ضروری ہی چنانچہ ثبوت اس کا گذر چکا اور عصمت  
 سوائی اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں جانتا اس لیے ضروری کہ امام مخصوص من اللہ اور  
 ہو۔ عباد ازالہ الحنفی ہی یہ بات ثابت ہی گوشہ صاحب نے لفظ عصمت صریح نہیں لکھا  
 اور وہ پاس خلافت خلفائے ثلاثہ یہ لفظ کیونکہ لکھ سکتی تھی۔ اقول کتب عقائد  
 شرح تجرید و شرح باب حاکم عشر المسبح بالنافع لولم شر کے دیکھنی تھی لوم ہوا معہ اس  
 امامت کا ہی مدار اس میں ہے کہ لطف علی اللہ واجب ہے اس کی یہ شرط ہی خواہ باوجود  
 خواہ بالواسطہ اسی اصل کی طرف راجع ہوگی۔ لیکن وجوب لطف کا نام کیونکر لیں اس لیے  
 نہ اس کی اصالت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ اس سے انکار ہی فرماتے ہیں اگر اقرار کریں  
 تو اس کا ثبوت کہاں سے لادیں اور انکار کریں تو یہ بڑی ہی کہ کل کو ختم دست گم بیان ہوگا  
 اس لیے آپ نے وجوب نفس کا مدار وجوب عصمت کو ٹھہرایا اور اس سوال (کہ وجوب نفس کا مدار  
 اس میں ہے کہ لطف علی اللہ واجب ہی یا نہیں) کی جواب میں لاؤ نعم کچھ نظر آیا یہ منظر

و اگر کہ خضم سے چینی کے پکھنڈی نہیں تو کیا ہیں۔ لیکن آپکی خضم کچھ کب پہنچا جوڑتی دالہا ہے  
 اور خیر و جوب لطف کو ابھار رہی دیا اگر جوب عصمت پر ہی کچھ ناز ہی تو ہمیں اوسکی دلائل  
 پر ہی مختصر اور کچھ جرح و قدح کی ہی جو آپ جانیکر اور حضرت شاہ صاحب سے نے اگر عصمت  
 نہیں لکھا تو بیاس خلافت خلفا و نہیں بلکہ بیاس کتاب سنت نہیں لکھا کہ خلاف کتاب  
 و سنت کیونکر لکھ سکتی تھی **قولہ** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہے اور اسکا ثبوت  
 چاہا ہے اگرچہ یہ اصل بھی اپنی محل پر ثابت کی گئی ہے مگر چونکہ یہ بحث الہیات سے  
 متعلق ہے لہذا اوسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں **اقول** جناب میرے صاحب  
 یون تو آپ جو دل چاہیے فرما میں نہ آپکو ثبوت الہیات کی ضرورت نہ بنوائے صرف ایک  
 امامت سے امامت کافی ہے لیکن پہلے آپ اپنی خضم کے گذارش سنیں اوسکی بعد فرمائیے کہ آپکو  
 وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں وہ یہ گذارش حضرت والا کرتا ہے کہ وجوب  
 عصمت نفس وغیرہ بلکہ تمام محبت امامت کے لیے وجوب لطف علی اللہ اصل ہے یا نہیں  
 اگر ہی اور نے واقعہ آپکو نزدیک اوسکی اصالت مسلم ہے تو یہ اصل فاسد ہے کیونکہ مسلم  
 محال ہے تو وہ فرع جو اس اصل پر مستقر ہوگی وہ بھی فاسد و باطل ہو گئے تو گویا آپکی خضم نے  
 اس صورت میں آپ کے تسلیم امامت کو معاذ اللہ لواحق کے سہا و بحث ہے میں باطل کرنا چاہا  
 اور خیال کیا کہ ابطال دلائل میں زیادہ دشمن استدلال کی ضرورت نہ پڑے گی سپر جناب والا کا  
 یہ فرمایا کہ چونکہ یہ بحث الہیات سے متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں  
 آپ ہی انصاف سے فرمادیں کہ بدوسی و اب مناظرہ کے صحیح ہے یا غلط ہے اور آپکو  
 بحث امامت ہے میں اوسکی ثبوت و اثبات کے ضرورت ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس  
 بحث کے الہیات سے متعلق ہونے سے اگر یہ عرض ہے کہ اسکا امامت سے کچھ متعلق نہیں  
 تو غلط ہے چنانچہ ابھی صریح ہو چکا ہے اور اگر نفی علاوہ کی امامت سے مقصود نہیں تو پھر یہ  
 ارشاد فرمایا کہ اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں سیدان مناظرہ سے مرعہ گریز ہے۔ بیت

حرف مطلب کو میری سنکر بصد ناد کہا + ہم سمجھتے نہیں کہتا ہی یہ سودا کی کیا شے  
لفظ چندان پہنچو بڑے لوگوں کی جگہ ضرورت تو ہی لیکن بمقابلہ شکست کجوا نظر کرنا کلام میں  
سمجھ گئی قال الفاضل المجیب قوله۔ اور اختلاف نص کے صورت میں کس کو امام  
سمجھا جائیگا۔ اقول۔ اسکا مطلب مجھ میں نہیں آتا جبکہ نص کی شرط ہمیں ثابت  
کردی اختلاف نص کے کیسے اگر نص میں اختلاف ہے تو نص ہی کہاں ثابت ہوئی  
یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ حضرت میر صاحب واقعی اسکا مطلب  
جناب کے فہم شریف میں نہ آیا ہوگا کیونکہ باوجود اینہمہ ادعا کے شجر ایکو اپنی زندگی کے  
روایات و مصوص کے خبر نہیں ہے۔ لیکن ہم ہی خدمت سامی میں گذارش کرتے ہیں کہ حضرت  
امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تھے ایک اسمعیل دوسری حضرت موسی کاظم امین  
آپ کی فرزند کلان اسمعیل تھے جبکہ آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الامم سے زیادہ محبوب اکہتر  
ہے اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت میں تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و ممتاز سمجھتے  
ہے اول حضرت نے امامت کو انکو نامزد فرمایا اور انکی یہی امامت کی نص فرمائی یہہ ہر وجہ  
ہوئی کہ ایک جم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہیں فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے  
بعد اسکی حسب آیات حضرت شیخ (دروغ برکردن راوی) جب اسمعیل مصداق غالی و مبدع و حرکات  
قبیحہ کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسی کاظم کے مخصوص  
فرمایا اور اپنی اسی جگہ جواب میں جو بابت اختلاف نص صادر ہوا بلا کلام عذر فرمایا آپ کے  
رئیس المتکلمین نے نقد محصل میں اپنی پیشویاں دین سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام صادق رضی اللہ  
عنہ اسمعیل سے خود قائم مقام خویش فرمود کہ امامت نص نمودند چون امور ناشائستہ از دست  
یافت امامت را بنام موسی کاظم قرار دادند و جواب صحاب عذر بدار آواز نہادند۔ نقل عن  
امام ترمذی و دیگر ائمہ و نقویت کلینی کی روایت سے ہوتے ہے جبکہ خاتم المتکلمین رحمہ اللہ  
انہ انہ میں نقل کیا ہے۔ بداء اللہ الی علی محمد الی جعفر و اہل بکین و اہل کما بداء

بعد مضمی اسمعیل بلکہ روایت کلینی سے اس اختلاف کے علاوہ دوسرے اختلاف کچھ اور  
 ابے جعفر میں بھی معلوم ہوتا ہے پس ان روایات کو ملاحظہ فرمائیے اور ان کا مطلب سمجھیں اور  
 اور اختلاف بعض کو دیکھیں کہ وہ کی گزاریں ہی سمجھ میں آجائیں گے بعد اسی جواب کا فکر کیجیے اور اگر  
 پہر بھی سمجھ میں نہ آوی تو بندہ کا تصور نہیں ہے **فوق** کیا باز گاہ خداوندی میں ہر شے  
 تخالف و تشابہ اختلاف واقع ہوتا ہے **اقول** جواب کیا آپ کو معلوم نہیں ہر حسب ایت  
 حضرات شیعہ کے باز گاہ خداوندی میں (معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نہایت) مثل تخالف و تشابہ  
 صحت بلکہ مثل علوم اختلاف ہوتا ہے اور مقتضی ادوں روایات کے جائز ہے کہ (نعوذ باللہ) خداوند  
 تعالیٰ نہ عتاقی قول الظالمون علواً کبیراً اور اختلاف مصلحت ناوہتنگ سے کوئی ارادہ  
 یا امر فرمادی اور بعد اسی امر قرین مصلحت اور پیرا ہو اور اس کا حکم فرمادی اور اس کو لفظ بہ اس پر تعمیر  
 فرمائے میں جیسا کہ روایات سابقہ میں پہلے ناوہتنگی سے اسمعیل کے نام خلاف مصلحت  
 ثابت کر لیا ہوئی اور جب اس سے استعمال ناوہتنگی سے سرزد ہوئی اور معلوم ہوا کہ پہلی ضرر  
 جو او کی نام تھی خلاف مصلحت تھی تو پھر دوسری دفعہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے نام پر ثابت  
 نفس فرمائی اور بعد ازاں دیا گیا کہ پہلی نفس میں خداوند کے کو (معاذ اللہ) ہر بار واقع ہو گیا تھا۔  
 علی بن القیاس اور بہت روایتیں ہیں جو اس کو ثابت کرتی ہیں تفسیر صافی سورہ رعد تحت قولہ  
**لَعَنَ اللَّهُ الْفَاسِقِينَ** روایت مذکور ہے **وَالْعِیَاشِ عَنِ الْبَشَرِ** لَعَنَ قَالَ كُنْ عَلِ بْنِ الْحُسَيْنِ  
 یقول ان لا آية فی کتاب الله لحدنکم ما یکون فی یوم القیامة فقلت له ینہ آية قال  
**قوله لا یخو الله ما لیشاء وینتہ و عندہ ام الکتاب** اس روایت کے صاف خلاف ہے

ابو جعفر کے بھی ہر قسم میں اللہ کو باجوہ کی یہی نہیں چھان جاتا تھا واقع ہو گیا جیسا اسمعیل کے لئے کہ بعد ازیں کسی  
 میں ہوا تھا۔ ۱۳۔ مفسر عباسی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین فرمایا کرتے تھے مجھے اگر کس اللہ  
 میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں نہ کو قیامت تک ہر نسل والی باتوں کی خبر دیتا۔ میں نہ پرچہ کرتا نہ کسی آیت سے فرمایا یا  
 قرآن جس کا ترجمہ یہ ہے سنا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور نہایت رکھتا ہے اور اس کی پاس ہے اسم کرتا ہے ۱۴

حکایت تیسرے صاحب زادہ خداوندی کے واسطے ہر نام پر

کہ شرف امام کو اگر حالات آئندہ کے بیان کرنے میں خوف ہوتا تو یہ بھی بہت کہ شاید بطور وار کے بدل بدل ہو جاوے اور ہم جو لے ہوئے اور نہیں بیان فرماتے تھے تو اسی وجہ سے نہیں بیان فرماتے تھے اور علاوہ اسکی تفسیر صافی کے مواضع مختلفہ سے بدالالت النص بار ثابت ہے اور نیز خاتم المحدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں جو اسکی نسبت بہت روایات نقل فرمائے ہیں اور میں بھی تبرکاً چند روایات نقل کرتا ہوں۔ و ما رواه ايضا صاحب الکافی فی کتاب النکاح فی باب اللواط فی نصاعیف حدیث رواہ بالاسناد عن ابی جعفر و ہذا موضع الحاجة من قال لہم لوط یارمل رہے نما اس کو کہ بے قالوا امرنا ان ناخذ بالحق قال قلی الیکم حاجتہ قالوا وما حاجتک قال آخذوہم الساعة فانی اخاف ان یدرو فیہم لربی و ما رواہ صاحب الکافی فی باب بداء خلق الانسان من کتاب الخقیقۃ ان اللہ مقول للمملکین المتدلقین اکتابا علیہ قضائی و قد رعی و نافذ لہی واشتراطی البداء فیما تکتبان اور تفسیر صافی میں بھی <sup>۵۷</sup> وعن الصادق اند سئل عن قول اللہ تعالیٰ ادخلوا الارض المقدسة الی الی کتب اللہ لکم قال کتبنا لہم ثم کتبنا و انما کتبنا لابنائکم قد خلوا و اللہ یعی ما یشاء و ثبت و عندہ اما الکتاب لیسکین کذا ریش اور بھی کہ اس بار نہ کوہ کو نسخہ کبرئیل بھی لکھا یا کر کو آپ کے علماء محققین نے اس طرح بیان فرمایا ہے

یقال بدالماذا اظہر لہ رای مخالف للذی الاول و ظہر لہ من الامر ما لم یکن ظاہرا -

۱۔ اور نیز جو صاحب کافی نے کتاب نکاح کے باب لواط میں ایک حدیث کو ضمن میں پڑھا اپنی ہمساز کو ابو جعفر سے روایت کیا ہے اور میں بھی بعد حاجت یہی فرماتا ہوں کہ لوط سے کہا اے میری بیٹی پیغام نبیؐ بنواؤ تو کو میری پروردگار نے کیا حکم کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ کو حکم کیا ہے کہ ہم تو کو وقت تحریر کے لین کہا تو چکو تمہارے طرف حاجت ہے اور وہ ان کا پوچھا کیا حاجت ہے کہا کہ یہ تیرے کچھ بھائیوں کے ساتھ کہ کہیں انہیں یہ سب پروردگار کو بد اہوا جائے اور وہ بھی جو صاحب کافی نے لکھا کہ عقیقہ کے بعد بداء اخذ کرنا روایت کی ہے اللہ تعالیٰ کے کرنے والی دونوں فرشتوں کو فرماتا ہے کہ میرے قضا اور میرے حکم جاری کہو اور میرے یہی بداء کی مشہور ہے کہ کہو نہیں کر لیں گے۔ امام صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور سنی کی سنی اس آیت سے پوچھا اور خدا مالارض المقدسہ الی الی کتب اللہ لکم فرمایا انکی یہی اس کے کہہا تھا کہ میرے پڑا پھر انکی دلاو کے یہی کہا اور وہ داخل ہو اللہ تعالیٰ اور ثبت و عندہ ام الکتاب ۱۲۔



اور برائے نادانوں کو اور خلاف مصلحت ہوتی ہے بخلاف نسخ کے کہ نسخ میں بیان اتمام مژدہ  
 دس غرض کہ بد نسخ ہر مژدہ و متبادل میں نہیں اتحاد نہیں قولہ اسکو مفصل تحریر فرما سجد  
 تاکہ جواب گذارش ہو اقول ہم مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجھا دیا ہے جواب عنایت  
 ہو۔ قال الفصل الحبيب قولہ اور زمان قدرت میں کیا حکم ہوگا۔ اقول  
 وہی جو زمان قدرت نبوت میں ہوتا ہے یہ قول العبد الفقیر الی مولائہ  
 یہہ جواب محل بحث و تامل ہے کیونکہ قرۃ السبل کے معنی حسب تفریح صاحب تفسیر صانع  
 فتوہ الارسل اور انقطاع الوحی کے ہیں جس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں رسالت بند ہو جاوے  
 اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہماری فاضل نے جو قرۃ السبل کے لئے قرۃ السبل پر قیاس کیا ہے  
 قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالیٰ نہ کیطریق  
 حفظ اور بقا کا وعدہ نہیں تھا یہی وجہ ہوتی ہے کہ لوگ اس میں متغیر کرتی تھی  
 اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتی تھی بعد اسکی جب کوئی نبی ہوٹا ہوتا تو اسکی تجدید  
 کرتا تھا اور جو کچھ اس میں خرابیاں ہوتی تھیں رفع فرماتا تھا کوئی مستقل شریعت جدا گانہ دیکر  
 بھیجا جاتا تھا۔ جب ہماری نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کا قدوم ہوا تو انہی سب  
 ہوئی اور خداوند تعالیٰ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اسکی حفظ و ضبط  
 کا وعدہ فرمایا اور تمام اویان پر دین اسلام کی غلبہ کا مژدہ سنایا تو اس سے صاف معلوم  
 ہوتا ہے کہ اس شریعت میں بغیر و اتع ہوگا اور اسکی کتاب محفوظ ہوگی تو اگر ایسی شریعت میں  
 توفیق واقع ہو چکا تو واقع ہونا کچھ ضرر رسان نہیں ہے تو اسکو ایسی شرائع کی قدرت رسالت پر قیاس  
 کرنا جو سندرس ہو چکا ہو اور نہ اسکی کتاب باقی ہو اور نہ اسکی احکام اپنی حال پر ثابت  
 رہے ہوں سخت بدیہی غلطی ہے قطع نظر اس سے قرۃ کا واقع ہونا ہی خود وجوب  
 لطف کے خلاف ہے گویا اگر نبی مبعوث تقرادی یا آمد مخصوص تقرادی تو معاذ اللہ  
 اگر نزدیک خدا تعالیٰ سے خود تبارک واجب اعلام ہوگا تو کس شانہ عظام یصفون اور ظاہر ہے





بن ابی سفیان از عہد ابی احد من بعدہ عہد اہل بکوز الامہ من بعدہ  
 شوری میر المسلمین و علی ان الناس امنون حیث کا فوا من ارض اللہ فی شام  
 و عراقہم و حجازہم و یمنہم و علی اصحاب علی و شیعتہ امنون علی انفسہم  
 و اموالہم و لسانہم و اولادہم و علی معویۃ بن ابی سفیان بذلک عہد اللہ  
 و میثاقہ و ما اخذ اللہ علی احد من خلقہ بالوفاء بما اعطی اللہ من لفظہ و  
 و علی ان لا ینبغی للحسن بن علی بن ابی طالب و لا لاختہ الحسین و لا لاحد من  
 اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم غایۃ سب و لا جہر و لا یحیف احدہم  
 فی الافاق شہد علیہ بذلک و کفی باللہ شہیدا فلان و فلان و السلام اس  
 صبح نامہ کی کلمات کہ عورتاں سے ملاحظہ فرمائی کہ حضرت امام نے امیر معویہ کو کیا پیر  
 تسلیم فرمائی وہ تولیت اور ولایت اس میں سچ جو تعبیر است ہی یا گوئی اور خیر ہے  
 اگر ولایت اس میں ہے سپرد فرمائی ہے تو پھر آپ ہی فرمائی کہ امامت کو اپنی شعل  
 کیا یا نہیں کیا اب فرمائی آپ کو وہ شخص کہاں گئی جسکو آپ ثابت فرما کر آئی تھی ۔ اور  
 علاوہ اسکی وہ جملہ علی ان حسین فہم کتب اب اللہ بنت سولہ و سیرۃ الخلفاء و اصحابہ  
 اور بل کیوں الام من بعدہ شوری میں اس میں نہ شیعہ پر کیسی کچھ خرابی و آفت ڈھار  
 بہن اور جرئت شیعہ کی نکالیں چونکہ مقصود اختصار ہی اسلی اشارہ کیسی دینی میں انہیں

سے بن ابی سفیان کو اختیار نہیں کر اپنی بعد کی کہ انہوں نے عہد بنادی بلکہ اسکی بعد اس میں نہ تو میں بھڑک شوری کی ہو گا  
 اور سپر کو لگ اللہ شہد و میں جس جگہ ہوئی خواہ میں اور عراق میں اور حجاز میں اور یمن میں ماسون ہو گئی اور سپر  
 کو علی کے اصحاب اور اسکی شیعہ اپنی جان اور مالوں اور عورتوں اور بچوں پر ماسون ہو گئی ۔ اور اس عہد  
 میں معویہ بن ابی سفیان پر خدا کا عہد اور میثاق ہے کہ وہ جو کچھ اللہ نے عہد لیا ہے کسی سے اپنی مخلوق میں  
 وفاق کرنے اور عہد پر جو آدمی اپنی طاعت سے خدا کے ساتھ کیا ہے اور اس شرط پر کہ حسن بن علی بن ابی طالب کے  
 اور نہ اسکی بہن حسین کو اور نہ علیہت سے کسی کو کوئی فریب ہو گا نہ پر شیعہ اور نہ ظاہر اور نہ کوئی ازمنہ کسی کسی پر  
 ظلم کر لگا اس پر فلان فلان گواہ ہو سکے اور اللہ گواہ کافی ہے ۔ دوسرے



و ازین عبارت چنان مستفاد میشود که امام حسن با معویہ بیعت نموده و از کتب اہل سنت  
 نیز انہی معنی فہم میشود اما باتفاق علماء امامیہ امام حسن علیہ السلام دست بیعت بمعاونیہ نداد  
 و العلم عند اللہ الملمہم الرشا - اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جناب امام غفر نے امیر  
 معویہ کے ساتھ بیعت بھی فرمائی اور جب کشف الغمہ کی روایت میں بیعت کا واقع  
 ہونا منصوص صریح موجود ہے اور امام قدس بالیعنہ فرماتے ہیں تو پھر یہ کہہتے کہ علماء امامیہ کا اتفاق  
 ہے جناب امام نے امیر معویہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی سر پر پوچھ اور لغوی قول  
 یہ بعینہ ایسا سوال ہے کہ کوئی کہے کہ بعد تحقیق نبوت نزع و خلع جائز ہے یا نہیں جو جواب  
 اسکا حضرت مجتہدین دہی ہماری طرف سے قبول فرماویں **اقول** یہ بعینہ ایسا  
 سوال جب ہو کہ جب کسی بنی نے خلعت نبوت کسی کا فرد فاسق کو بخشا ہو اور کسی کا فرقہ  
 ہاتھ پر بیعت کی ہو اور اسکا ربقہ اطاعت اپنی گردن میں ڈالا ہو اور اگر ایسا نہیں ہو  
 تو یہ سوال بھی نہ ایسا سوال نہیں ہو سکتا لیکن اگر ہماری محبت پیہ کے نزدیک کسی بنی  
 سے بھی ایسا واقع ہوا ہو جیسا کہ انکار امام دہی نے فرمایا ہے تو اسکی جواب یہ ہے کہ ہم  
 بخلاف ما نحن فیہ کے کراول حضرات خلیفہ کی حضرت خلیفہ اولؑ کے زمانہ خلافت خلافت  
 شمش میں خلع کیا اور ہر تہ خلافت رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور یہ بیعت کرنا  
 صحیح ہو علیٰ ہذا ہر سپہ دار و درجہ دار بھی اپنی سرانامہ سے کاخلع اور ہر ایک  
 امامت کی تسلیم ہے اگرچہ پیہ سے قبل از وقوع بیعت اہل حل و عقد ہوا لیکن آپ کی  
 نزدیک بیعت کو وقوع اور عدم وقوع کو انعقاد و خلافت میں کچھ دخل نہیں ہے بعد  
 اسکی حضرت امام ثانی رضی اللہ عنہ نے بیعت اہل حل و عقد کے بعد اور باعتبار ظاہر ہر ہر تہ  
 کہ بعد امیر معویہ کے ساتھ اس طور مصاحت کی کہ ولایت امور سلاطین کے جو خدا  
 اور رسول سے آپ کو مفوض و مفوض کی اپنی سرحد کی اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم  
 فرمائی اور خلافت کے کو اس پر گواہ کیا اور اسکی ہاتھ پر بیعت کر لی پس جب امام میں نزع

اور صلح کا وجود پایا جاتا ہی اور انبیاء میں کہیں نہیں پایا گیا تو پھر اس قسم کے جواب  
 دینا اپنی لیاقت اور مادہ قابلیت کو ظاہر کرنا ہے اور دارو گیر بجا ث سہ جان  
 چوڑا نا جیسا کہ اس بحث میں جو کچھ جواب بعد اختتام شرائط ارشاد ہوئی میں سب کے  
 کیفیت لپی ہو کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ ہماری فاضل محیب کو ان جوابات میں ہا  
 فراتنگ نظر آ رہا ہی اور رٹائی نہ نظر ہے ولس۔ دلات حین مناص قال الفاضل  
 المحجب قولہ اور در صورت تخطیہ احد سما آناخر کسکو جواب بر سمجھا جائیگا اور کسکو  
 حفا پر۔ اقول۔ یہ سوال ہی حیرت انگیز ہو چکا ہے جسے ثابت ہو جائے اور دو یا زیادہ شخا  
 معصوم ثابت ہوں انکو آپس میں تخطیہ کی کیسی عصمت اور خطا یعنی چہ بر گز آپس میں تخطیہ  
 ممکن نہیں **مقول الغیب الفقیر** کے مولانا غنی لاریب آپکو یہ سوال  
 حیرت انگیز معلوم ہونا ہو گا کیونکہ اول اپنے خلاف عقلی تسلیم کہ عصمت شریعہ  
 بعد اوسکو آپکو اس تخطیہ کی خبر ہوئی جو ایک امام نے دوسری امام کی نسبت فرمایا تو آپکو  
 کتب معتبرہ میں موجود ہو پس آپکو یہ سوال حیرت انگیز نہ معلوم ہو تو تعجب ہو چکا کہ آپکو یہ  
 ادعای تخر و وقوع تخطیہ کے اطلاع نہیں ہے تو یہ بھی ہم ہی گذارش کرنے میں کہ جب  
 کشف الغمہ وغیرہ امید نے نقل کیا ہے کہ جب اہل صاحت کو خبر جو دنیا میں حضرت امام حسن  
 رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تھی امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو  
 آپ نے خبر خوشی سے نہ سیکر کہ یہ مذہبان مبارک سے کمالا فرمایا تو جن انبی لکان حب الیہ ما خدا  
 اب عاقل اس عبارت کے معنی میں تامل فرما ہو اور سوچی کہ یہ عبارت کس درجہ شاعت و جہا فعل امام حسن  
 عنہ پر دلالت کرتی ہی لفظ جزا نف کے معنی خواہ حقیقی لہو جائیں یا مجازی بطور اس پر  
 دلالت کرتی ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ فعل جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک  
 اس درجہ قیم و شنیع تھا کہ جزا نف کو اس سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ سمجھتے ہیں اور امام حسن  
 رضی اللہ عنہ اس ہی فعل کو صراحہ سے تعبیر فرمادین تو ظاہر ہی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا

امام حسین رضی اللہ عنہ کی محکمہ ثبوت

او کو تسبیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ صریح ہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ عصمت اور خطا  
 یعنی چہ۔ علاوہ ازیں اوائل سالہ ہمارے گزرجکا تھی کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیت  
 کی غسل سے ایک ضعیف بچہ بقتل ایک رطل کے غسل لیا بہت اوسپر جناب امیر نے ہتھ  
 غیظ و غضب فرمایا کہ مارنے کا قصد کیا اور عداوت و تحقیق بیت المال کا پذیرا فرمایا بلکہ تعزیر  
 قبل اقصمت کو ناچا پڑ فرمایا اور حضرت امام نے جب قدر غسل بیت المال سے لیا تھا نے غور  
 جناب امیر نے قسم اول باز دوسری خرید کر لئے اوسہ قدر لو سہیں داخل فرمایا اور طاس سے کہیں  
 تخطیہ سے پس اب فرمائی کہ عصمت اور خطا یعنی چہ۔ لیجی آپ امکان تخطیہ کے بھی نہ  
 ہتی تھی آپکو اوسکا وقوع ثابت کر دیا۔ اور نیز شروع اس سالہ میں ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ  
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمات مستحقین مثل جنین پردہ  
 نہیں ہم شدہ الخ فرمانہ بیان کر آئی ہیں آپکو یاد ہوگا محب کو نظر آتا ہے کہ آپ حصا اجا  
 میں حضور کو کہ مجا دامن قصہ حضرت موسیٰ و ہرون علیہما السلام کو سمجھنے اور الزام اسکو  
 پیش فرمائیگی لیکن اتنا خیال رہے کہ اول اوسکا تخطیہ ہونا باطل ہے علاوہ اسکا ایسی خطا ہونا  
 جس سے ابتدا معصومین غیر مسلم ہے اور بغرض محال اگر ابتداء میں تخطیہ واقع ہو بھی تو چونکہ  
 ابتداء با تفاوت فریقین معصومین اور انکم عصمت و لامل قطعیت سے ثابت ہے تو پہلی اذکر  
 تاویل ضرور ہوگی بخلاف اللہ کی کہ اولیٰ عصمت مسلم اودنہ اوسپر کوئی دلیل مثبت قائم ہے  
 تو اوسکو ابتداء کہ تخطیہ پر قہاس کرنا کیونکہ صحیح ہوگا **قول** مگر ہم حسب مذاق حضرت  
 محیب عرض کرتے ہیں کہ بغرض محال اگر یہ ثابت ہی ہو تو اسی طرح سمجھا جائیگا جطرح  
 ابتداء ایک دوسری کا تخطیہ فرماؤں جو جواب حضرت محیب مٹان دینگر وہی یہاں ہی  
 تصور فرمادیں۔ **قول** ہماری فاضل محیب کو فرض محال کے تکلیف اودھانی کی کچھ  
 ضرورت نہیں کہ ہر ایک ہی روایات سے وقوع تخطیہ ثابت کر دیا اب فرمائیں کہ ابتداء میں  
 کو اتنا تخطیہ واقع ہوا ہے جو اس تخطیہ کے برابر ہو جسکو مشترک جواب تصور فرما کہ ہاں ہی

علامہ ازہرین اسکا دارد مدار ثبوت عصمت ائمہ پر ہی اور اسکو ہم سابق میں باطل کہ ائمہ میں تو ہیں یہ  
محض بنا فاسد علی الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سے اگر اسکو ناسی سے دیکھا جائے تو یہ مستحکم  
الانوار ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ جو تحفہ ائمہ میں واقع ہو اسی وہ اسطرح ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے  
امام باقرہ علیہ السلام کا تحفہ فرمایا ہے اور اگر یہ ہی صورت تحفہ کے ابتداء میں فرض کیا جائے تو چونکہ  
عصمت ابتداء قبل البعثہ علی خصوص سفایر شخصہ فیہ میں اہل نسبت ہے اسی کی کہا جاتا ہے کہ  
کہ بتی بفعل کا تحفہ کرنا بتی بالفقہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپ کی حکم کے موجب ہستی ہو  
جواب کو آپ کی طرف سے ائمہ میں ہی تصور فرمایا تو یہ ثابت ہوگا کہ جو تحفہ ائمہ میں واقع ہوگا  
اوس میں امام باقر صواب پر ہوگا اور امام باقرہ خطا پر تو غسل کے قصہ میں جناب امیر مومنان علیہ السلام  
صواب پر ہوں اور معاہدہ صلح میں جناب امام حسن رضی اللہ عنہ صواب پر ہی۔ لیجی بطمان  
عصمت کو بیان تو خود سلیم فرمایا قال الفاضل المحجب۔ قولہ اور نیز عصمت کا  
محقق جمیع عمر میں ہی بعض میں۔ اقول۔ مذہب اہل حق یہ ہی کہ ازہرین تا عصمت  
محقق ہے قول العبد الفقیر کے مولانا چونکہ عصمت کی نسبت سابقین  
سے کچھ بحث ہو چکی جو کافی سی اسی اسکی اعادہ کی قدرت نہیں ہمارے فقیر سفید گداز  
ہے کہ قطع نظر اس سے کہ ابتدا ازہرین صحیح ہی یا نہیں کیونکہ شاید آپ کو معلوم نہیں ہوگا  
کہ امین ہی باہم اختلاف ہے اسی کی مذہب اہل حق فرماتے ہیں۔ بحث انبیا عصمت  
میں چھ دلائل ذکر فرمائی ہیں اومیں سے کوئی دلیل ہی عصمت ازہرین پر دلالت نہیں کرتی  
کاش اثبات کے وقت ہی یہ ہی دعویٰ محفوظ خاطر سامی ہو قال الفاضل المحجب  
قولہ چرب چربا طلب اپنی شرائط کو دلائل کے ساتھ بیان فرمائیگا تو اس پر مدوح او مدح  
ہوگی۔ اقول۔ ہنسی آپ کی ہی کتب سے یہ شرائط مل بیان کر دینی اگر آپ مدوح اپنی  
علماء کی کلام صحابہ کے اقوال پر کر سکتی ہیں تو بسم اللہ کیسی ہمارے مدح فائدہ ہے۔ یقول  
العبد الفقیر کے مولانا۔ سبحان اللہ یہ ہمارے فاضل محجب کے

فہم وانش اور مناظرہ دانی ہے کہ اپنی استدلالات کو ابطال کر کے کلام علما و اقوال صحابہ پر دوقح  
سمجھتی ہیں۔ کیونکہ حضرت اگر آپے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یا ارشادات ائمہ یا اقوال صحابہ یا تحقیقات علما سے غلط استدلال کیا اور اپنی فاسد مدعا پر  
استنباد کے طور پر غلط ارشاد پیش کیا اور آپ کے خصم نے آپ کو غلطی پر متنبہ کیا اور آپ کو جہنما  
کہ آپ کا استدلال ان دلائل سے غلط ہی اور مذکور آپ کے ثبوت مدعا سے کچھ ساس نہیں اور اگر  
دلائل سے ثابت کر دیا تو کیا اس صورت میں آپ یہ بھی فرمائیں گے کہ آپ کے خصم نے کتاب اللہ  
و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنت ائمہ پر دوقح کے اور آپ اسی ادھکی سے ڈرا کر  
اپنی استدلالات کو ابطال کر دوقح سے باز رکھیں گے۔ قطع نظر اس سے کہ ایسی غلط اور دھبہ فتن  
آپ کو یہی ثبوت بفضل کمال میں مضرو قاض میں آپ کے خصم کو ہرگز دوقح سے باز رکھیں گے  
نہیں اور آپ کا خصم آپ کو اسی باتوں پر کان رکھیں گے۔ پس آپ کا آئین کی طرح کچھ فائدہ نہیں  
بلکہ نقصان ہے۔ چنانچہ جب ہماری دوقح سے آپ کو روز سیاہ نظر آئیگا تو معلوم ہوگا کہ آپ  
کس قدر زربان ہو قال الفاضل المحجیب۔ قولہ۔ سر دست جناب نے دعویٰ کیا کہ  
یہ مدعا بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہے اور کوئی دلیل نہیں فرمائی تو دعویٰ بلا دلیل کے واسطے  
لائم ہے جواب ہی بلکہ لائم کے ہی حاجت نہیں کیونکہ دعویٰ بلا دلیل خود ہی غیر مقبول ہے  
ان مدلل جواب کے واسطے آئندہ اپنی دلائل کے ساتھ منظر میں۔ اقول۔ اگرچہ اسکی جواب  
میں یہی کچھ گذارش ہوتا اور یہ قدر شروع میں عرض کیا گیا ہے مگر چونکہ کوئی مطالبے یا متنبہ  
اسی طرح حقیقت گذارش ہے کہ ہم نے آپ کی تمہیل کر دی اب ہم حسب وعدہ منتظر ہیں  
میں قول العبد الفقیر الی مولانا ہم یہی سبکہ صرف اس قدر گذارش کافی سمجھتی  
ہیں کہ ہم نے اپنا وعدہ وفا کیا اور آپ کے استدلال کا مدلل جواب آپ کو دلائل کے ساتھ گذارش  
کر کے آپ کا انتظار رفع کر دیا اب ہم حسب وعدہ انصاف کے منتظر ہیں۔ قال الفاضل  
المحجیب۔ قولہ۔ ہم نہ املاً و خفراً اس قدر گذارش ہے کہ جن شرط کی نسبت



و دعوی فرمایا ہے کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اذکر مذہب خود کلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہی جسکو شریف رضی نے بیج البلاغۃ میں ذکر کیا ہے۔ وانما الشوری للمہاجرین والاضار فان جمعوا علی رجل وسموا ما کان ذلک اللہ فیہ بلخصاً بقدر الحاجۃ۔ اقول۔ الحمد للہ کہ شرائط ثلثہ اذن و دلائل عقلیہ و نقلیہ سے جو آپ کی ہستی علمائے اپنی کتب معتبرہ دینیہ میں لکھی ہیں ثابت کی گئی ہے۔ **قول** العبد الفقیر الی مولائہ بحول اللہ و قوتہ شرائط ثلثہ کی ثبوت کو اذن و دلائل عقلیہ و نقلیہ سے جو ہماری علمائے اپنی کتب معتبرہ دینیہ میں لکھی ہیں بالکل زبردست و ہرگز قابل تردید نہ کر سکتے ہیں اس سے بخوبی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرائط خلاف عقل و نقل تسلیم کر رکھی ہیں نہ اذکر عقل ساعدہ سے اور نہ نقل مؤید ہے **قول** آپ نے جو یہ تقلید اپنی خاتم الحجۃ میں کی کہ حضرت اپنی خوش فہمی سے اس قول جناب امیر المومنین علیہ السلام کو مذہب ان شرائط کا سمجھتے ہیں یہ قول نقل کیا ہے اسکا یہی جواب سنائی **قول** شاید ہماری محیب سبب کچھ ملہم یا محدث ہونے کی یہی مدعی ہیں۔ اگرچہ خاتم الحجۃ بن رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید ہمارا فخر ہے لیکن علوم نہیں اسجگہ ہماری محیب کس میں سے تقلید صحیحہ کی عادت ہو گئی ہے کہ ہر گاہ کہیں کوئی دلیل پیش کی خیال کر لیا کہ تحفہ سے نقل کی ہوئی گو آپ کی کتاب میں بدقت میسر آتی ہیں لیکن خداوند تعالیٰ کو فضل ہے بعض کتاب میں اس عاجز کو میسر آگئی ہیں مجتہد اذکر بیج البلاغۃ اور اسکی شرح میں ہیں ہنر جو کچھ عرض کیا تھا تحفہ و نقل نہیں کیا تھا بلکہ بیج البلاغۃ سے مخصوص عرض کیا تھا باقی باتوں میں فہم سوا اس بحث میں انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی واضح ہو جائیگا کہ آپ کی اذن و کابر کی خوش فہمی ہے جنہوں نے اس کلام کو دلیل الزامی قرار دیا ہے یا خاتم الحجۃ کی خوش فہمی ہے کہ انہوں نے اسکو دلیل تحقیقی ٹھہرایا ہے **قول** اول ہم اس روایت کو جسکو مخلص آپ نے فرمائی ہے تحفہ سے نقل کرتے ہیں اگرچہ خاتم الحجۃ

تحفہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں - منہما ما اوردہ الرضی فیہم البلاغۃ عن امیر المؤمنین  
 فی کتاب کتبہ الی معاویۃ وهو ما بعد فان بیعتی یا معاویۃ لزمک  
 وانت بالشام فانه بایعہ القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی  
 ما بایعوہم علیہ فلم یکن للشاہد الاختلاف ولا للعائب ان یرد والنما  
 الشوری للمعاویۃ والاضار فان اجتمعوا علی رجل وسمی اماما کان للہ  
 رضی فان خرج منہم خارج بطعن او بدعتی دہ الی ما خرج منہ فان ابی قالوہ علی  
 اشیاعہ غیر سبیل المؤمنین ولا لہ اللہ ما تولى واصلاہ جہنم وسأوت مصیرا اثنی  
 اب اسکا جواب سنی یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کے بیعت  
 بغور اتفاق خلافت نہیں کی بلکہ اسکی برہم کرنے کی تدبیریں فرماتے دہی چنانچہ اتر کھڑا  
 کی عبارت جو قصداً اوراق بیت جناب سیدہ علیہا السلام میں نقل ہوئی ہے اس پر شہید  
 اور احمدین جو بیعت فرمائی وہ یہی بخوشی نہیں کی چنانچہ بروایت بخاری بلکہ صحیحین شہید  
 وحیات جناب سیدہ بیعت نہیں کی اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں وکان یحلی  
 من الناس وجہ حیات فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجہ الناس فانفس  
 مصالحتہ الی بکو وصالیقہیں اگر اس خط سے جو جناب امیر نے معاویہ کی طرف تحریر فرمایا اسی  
 خلیفہ اول کے صحت خلافت ثابت ہوا اور جناب امیر علیہ السلام اسکی معتقد ہوں تو لازم آئی  
 کہ معاویہ اللہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و امام مطلق سے تائید و شہادہ بخوف رہی  
 ہوں اور یہی برحق خلیفہ کے خلافت و امامت برہم کرنے کی یہی مشورہ کرتے رہے ہوں  
 حالانکہ کتاب اللہ میں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ  
 مِنْكُمْ و حدیث رسول اللہ میں مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً  
 موجود ہے اور جناب امیر علیہ السلام کے شان اس کی راضی ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ  
 خط معاویہ کو تحریر فرمایا ہے - چونکہ معاویہ خلفا زہابین کو برحق خلیفہ جانتا تھا

اور انکا ہی حاکم کردہ تھا اسلیٰ جناب امیر نے اس پر محبت ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے  
 یہ الفاظ انہ با یغنی القوم الذین با یعوا ابابکر و عمر و عثمان علیہ ما بالیعوہم امیر صحت  
 دلالت کرتے ہیں اگر یہ یہ لم تحقیقی ہوگا تو اسکو لکھنی کی کیا ضرورت تھی اور خصوصاً وہ  
 فقرہ جو ایک خاتم المحدثین اپنی تحریر میں صریحاً سمجھ گئی یعنی لزمتک وانت بالشام  
 الزامی تحریر پر دل ہے کیونکہ یہ وہ اب تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے  
 خصم پر کوئی بات لازم کریں۔ **اقول** ہم نے تہراً اجمالی طور پر جناب امیر کا  
 دالامہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا انحصاراً بصرائے مذہب شیعہ لکھنے کے لیے اور فی الحقیقت  
 اہل اصول و فروع مذہب شیعہ کے غرض سے گذارش خدمت کیا تھا جو اب اسکو جناب  
 اسکو تحقیقی ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اسکا تسلیم فرمایا گیا اسکو تسلیم کر لیا  
 کہ اگر یہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو بشرط تائید بلکہ  
 تمام اصول و فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کما در شمت بالیوح ہوا نہ ہوگا اور  
 بس ایک نگاہ یہ ظہر ہے فیصلہ دیکھا اب ہم پر لازم ہے کہ اس خطبہ کی الزامی ہونیکا  
 اعلان ناظرین شمس دہن میں انکس کر کے دکھلا دیں اور ثابت کر دیں کہ یہ خطبہ الزامی  
 طور پر تحریر نہیں ہوا بلکہ واقعی تحقیقی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ پس انھم ہو کہ جب ہم اس  
 خطبہ کو جلو میں اور انکی رضا میں غور و تامل کی نظر سے دیکھتی ہیں تو عام خطبہ میں ازل  
 سے آخر تک کوئی حرت ایسا نہیں پاتی ہیں جو اسکو الزامی ہونے پر دلالت کرنا ہو اور  
 مناسب دوم ہونا ہو کہ اول عام خطبہ کی نقل شرح ابن بیثم جرائی سے کیا دی اور بعد اسکو اسکی  
 جملہ ثوابت کیا جا دی کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے اس خطبہ کی شرح میں جسکا  
 شروع یہ ہے۔ ومن کلامہ علیہ السلام وقد اشار الیہ اصحابہ بالاستعداد بحرب  
 اهل الشام بعد ارسالہ الی معاویۃ جویہ بن عبد اللہ۔ شرح ابن بیثم تحریر فرمایا ہے

یہ ایک کلام میں ہے جسکی ایک اصحاب نے ہنٹ کر کی رائی کی یہی سب سے پہلے ہو گیا مشورہ میری ہے کہ اسکو یہ کہہ دیجئے کہ یہ

جس خطبہ کا تذکرہ ہے وہ خطبہ ہے جسکا ذکر ہے در کتابہ



عاقل منصف اول اس تمام خط کی عبارت کو اجمالی طور سے دیکھی کوئی جسد یا کوئی حرف نہیں  
 اس خط کو الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہے مگر نہیں تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ خط  
 الزامی نہیں اور وہ اس کے یہ بھی کہ خبر فی حقیقت حکایت ہوتے ہی اور اس کا حکم غنہ یا تو  
 حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد و متکلم بلکہ اعتقاد و متکلم کا حکم غنہ ہوتا ہے اسی وجہ سے بہتر ہی کہ متکلم  
 اپنی اعتقاد کو مطابق واقع کر سکتا ہے یہ بھی وجہ ہے کہ صدق و کذب کا مدار جوہر کے  
 نزدیکی پر اور قطعی واقع پر نہیں ہے جس کوئی متکلم کسی خبر کے ساتھ حکم کرے گا تو اسے جوہر کے  
 خبر سے یہ سمجھ کر متکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور ہر قدر سمجھ کر  
 میں کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا محتاج نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ تبادلی الفہم و لیس حقیقت کی ہر  
 لفظ و معنی کی اطلاق کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ منافی الی الفہم ہوگی اس کو حقیقی  
 سمجھا جائیگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھ جاوے گا دین گے اور محتاج سمجھ میں قرینہ کی طرف  
 ہوگا اس کو حقیقت نہیں کہا جائیگا بلکہ اس کو محاذ کشہر تو اب اگر اس خط کی مصنون  
 کو تحقیقی سمجھا جائیگا تو تمام عبارت اپنی حسی حقیقی پر محمول ہوگی اور سبب تبادلی الفہم  
 ہونے کو کسی قرینہ کی محتاج نہ ہوگی اور سمجھا جائیگا کہ جہاں سبب رضی اللہ عنہ حال واقع کی  
 حکایت فرما رہی ہیں۔ اور اگر اس کو الزامی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور  
 الزام کے حکایت حال اعتقاد جنی طبع کے فرما رہی ہیں تو یہ عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول  
 ہوگی اور سبب عدم تبادلی الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاوے گا  
 تو اپنی حقیقت سے تباہ ہو کر اس سے محمول ہوگا ورنہ نہیں۔ اب تقضیاً نظر سے اہل فہم  
 والصفات ہر ایک جسد کی مصنون کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی  
 قرینہ پایا جاتا ہے جس کا الزامی ہونا سمجھا جاوے یا نہیں اور واضح رہے کہ قرینہ خارجیہ جو  
 کلام کو معنی حقیقی پر محمول ہونے سے مانع ہو وہ ہوتا ہے جو عام طور پر تبادلی الفہم سے  
 اور شخص اس سے سمجھ سکی کہ یہ کلام مصروف عن الفہم ہے اور اعلیٰ فیہ میں کیا قرینہ

منفقو ہر ایک کی نسبت اور عاہر وہ بلا دلیل ہر اور غیر مسلم اول جملہ لاندہ با بعض القوم الذین  
 بايعوا ابا بکر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه ہر اور ظاہر ہے کہ یہ جب حملہ حال  
 واقع کی حکایت ہے اور اپنی محکمہ کے مطابق ہے اور یہ اخبار یا اعتبار واقع کے صحیح ہے  
 کیونکہ جن لوگوں نے خلفاء ثلاثہ سے بیعت کی تھی اور اہل حل عقد تھی انہوں میں نے  
 حضرت سے ہی بیعت کی۔ دوسرے حملہ فلم یکن للشاہدان یتخاروا ولا للعائیان ید  
 ہر اس حملہ میں کوئی قرینہ دلالت نہیں کرتا کہ برخلاف واقع کے صرف مخاطب کے  
 اعتقاد پر مدار کلام ہے اور اس کی معنی فاذا عندک لبس للشاہدان یتخارون من اور جب  
 کوئی قرینہ موجود نہیں تو یہ حملہ اس ضمنی خلاف متبادر ظاہر محمول ہوگا بلکہ اپنی معنی حقیقی  
 پر جو متبادر اسے القہم عند عدم القرینہ ہوتا ہی محمول ہوگا اور وہ یہ کہ بیعت اہل حل عقد کی  
 صورت میں باعتبار واقع و نفس الامر کے نہ ثابت کیا جاسکتا ہے نہ غائب ہو کر سکتا ہے جو جب  
 بیعت اہل عقد کی واقع ہو گئی تو یہ کیونچوں چہر کی گنجائش نہ رہی تیسرے حملہ وانما الشہد  
 للہ عاجز ہیں لہذا ہر اس حملہ میں ہی کوئی قرینہ نہیں جو اس کے الزامی ہونے پر دلالت  
 کرے بلکہ اگر اس عبارت میں تامل کیا جاوے تو ملاحظہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد  
 تحقیق ہے اور الزام نہیں کیونکہ لفظ انما سفیدہ صحر کو ہر جسکی سنی یہ ہوئی کہ شور میں ہر  
 بہا جہرین و انصار میں منحصر ہے اور کسی دوسری کو اہلین و اہل نہیں تو گویا ضمت اس جگہ  
 یہ ثابت کیا کہ مخاطب کے جو طلقا میں سے ہے شور میں عین یہی کچھ داخل نہیں تو خلاف  
 مستحق کیونکہ ہو سکتا ہے اور اس صحر کے بوجہ یہ تقریر اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ اسکو  
 تحقیق محمول کیا جائے اور اگر اسکو الزام پر حمل کیا جاوے تو باطل ہو کیونکہ امیر معویہ اس  
 امر کے قائل نہیں کہ شور میں منحصر بہا جہرین و انصار میں ہے۔ بلکہ انکی نزدیک شور میں  
 تمام مسلمان داخل ہو چاہے اس خط کے جواب میں جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت میں  
 بھیجا ہے اور اس سے ظاہر ہے اور اس خط کو ہم آئینہ نقل کریں گے اس خط کچھ بے موقع

نہیں ہر اگر ہم اپنی دعویٰ کے ثبوت میں تاج ابن شیم کے عبارت جابر جسد کی شرح  
 میں لکھی ہے نقل کریں اہل اصناف وفہم اوس عبارت سے بخوبی سمجھیں کہ یہ عبارت  
 بلکہ تمام خط تحقیق سے یا الزامی و عذر عبادت و حصر الشریعہ والاجماع فی المہاجرین و  
 الانصار لانہم اهل الحد العقد من امت محمد فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام  
 کا اجتماع علی بیعتہ و تسمیۃ اعماماً کان ذلک اجماعاً حقاً انہی بقدر الحاجۃ  
 چوتھا جملہ فان اجماعہا علی اجل و سموہ اماماً کان ذلک للدری فی موبہین ہی کوئی  
 قرینہ نہیں جس سے سمجھا جاوے کہ مراد فی الواقع نہیں بلکہ غرض الخاطیہ ہی اور صاف عن تحقیق  
 تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب محسوس کرنا بلا قرینہ کیونکہ جابر سے سمجھا جائیگا کیونکہ  
 بلا ضرورت تصحیح الجواز نہیں تو اس سے عبارت محمول اپنی معنی حقیقی پر ہوگی اور محمل  
 معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل و عقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنادین تو وہ شخص  
 فی الواقع عند اللہ امام ہو جائیگا اور اوسکی امانت خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی  
 پانچواں جسد فان خرج منہم خارج بطعن او بدعت مردودہ الی ما خرج منہ ہر  
 جس جسد میں ہی کوئی حرف نہیں جو صاف عن تحقیق مواد الزام ہونے پر دلالت کرے  
 تو اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور تبہ طابق واقع نفس الامر کے متصور ہوگا چہاں جسد  
 فان ابی فالتوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین و ولاہ اللہ ما تولى و لاہ جہم و  
 ستاد مصیر ہو۔ اس عبارت میں ہی کوئی لفظ نہیں جو اس الزام ہونے پر دلالت کریں  
 بلکہ یہ عبارت بقرآنہ اس امر پر دلالت ہے کہ مراد تحقیق سے نہ الزام کیونکہ یہ عبارت بقرآنہ  
 کلام اللہ سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرف شیعہ ہر جو سورہ ناریں ہی  
 و من یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الهدی و یشیع غیر سبیل المومنین تو لا ھا ق  
 و لا فصل جہنم و ساءت مصیرا۔ اور اس آیت سے استدلال فرما کر اس پر سورہ ناریں  
 کو متنبہ کیا کہ یہ استدلال گویا نص قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور اس میں گنجائش نہ ہے

۵  
 ہر اگر ہم اپنی دعویٰ کے ثبوت میں تاج ابن شیم کے عبارت جابر جسد کی شرح  
 میں لکھی ہے نقل کریں اہل اصناف وفہم اوس عبارت سے بخوبی سمجھیں کہ یہ عبارت  
 بلکہ تمام خط تحقیق سے یا الزامی و عذر عبادت و حصر الشریعہ والاجماع فی المہاجرین و  
 الانصار لانہم اهل الحد العقد من امت محمد فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام  
 کا اجتماع علی بیعتہ و تسمیۃ اعماماً کان ذلک اجماعاً حقاً انہی بقدر الحاجۃ  
 چوتھا جملہ فان اجماعہا علی اجل و سموہ اماماً کان ذلک للدری فی موبہین ہی کوئی  
 قرینہ نہیں جس سے سمجھا جاوے کہ مراد فی الواقع نہیں بلکہ غرض الخاطیہ ہی اور صاف عن تحقیق  
 تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب محسوس کرنا بلا قرینہ کیونکہ جابر سے سمجھا جائیگا کیونکہ  
 بلا ضرورت تصحیح الجواز نہیں تو اس سے عبارت محمول اپنی معنی حقیقی پر ہوگی اور محمل  
 معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل و عقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنادین تو وہ شخص  
 فی الواقع عند اللہ امام ہو جائیگا اور اوسکی امانت خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی  
 پانچواں جسد فان خرج منہم خارج بطعن او بدعت مردودہ الی ما خرج منہ ہر  
 جس جسد میں ہی کوئی حرف نہیں جو صاف عن تحقیق مواد الزام ہونے پر دلالت کرے  
 تو اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور تبہ طابق واقع نفس الامر کے متصور ہوگا چہاں جسد  
 فان ابی فالتوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین و ولاہ اللہ ما تولى و لاہ جہم و  
 ستاد مصیر ہو۔ اس عبارت میں ہی کوئی لفظ نہیں جو اس الزام ہونے پر دلالت کریں  
 بلکہ یہ عبارت بقرآنہ اس امر پر دلالت ہے کہ مراد تحقیق سے نہ الزام کیونکہ یہ عبارت بقرآنہ  
 کلام اللہ سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرف شیعہ ہر جو سورہ ناریں ہی  
 و من یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الهدی و یشیع غیر سبیل المومنین تو لا ھا ق  
 و لا فصل جہنم و ساءت مصیرا۔ اور اس آیت سے استدلال فرما کر اس پر سورہ ناریں  
 کو متنبہ کیا کہ یہ استدلال گویا نص قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور اس میں گنجائش نہ ہے



نہیں ہو سکتا جس لیل کا سنی علاوہ اجماع کے نقل قطعی پر ہوا دسین شک و شبہ کو دخل  
 نہیں ہو سکتا اور کیا ہر سی کہ اشاع غیر سبیل کے مذمت حق نقالے شائد نے بطور الزام  
 ہمیں فرمائی بلکہ سبیل تحقیق فرمائی ہے اور اس آیت شریفہ سی کیو الزام نہیں دیا بلکہ  
 واقع اور نفس الامر کے اعتبار سے فرمایا ہے پس جناب امیر اس آیت شریفہ کو اوستی کم  
 اپنی مدعا کو ثبوت میں پیش فرمایا تو کیونکر ممکن ہو کہ اس کو الزام محمول کیا جائے کیونکہ اگر  
 اس کو الزام محمول کیا جاوے تو یہ ثابت ہو گا کہ جناب امیر اس آیت شریفہ کے مضمون  
 منکر ہو گا کہ یہ بائیس غلط ہے۔ پس اس جملہ سے مثل پر ہی اولی کے دھم ہو گیا کہ یہ نام  
 نامہ تحقیق واقع پر سنی ہی اور حضرت علامہ ایشیہ کو خوش فہم ہے کہ اس کلام کو الزام محمول  
 کر کے اس کو منسوی تحریف فرمائے ہیں اور کریں تو کیا کریں صیح دیکھتی ہیں کہ مذہب  
 تشیع کی بیخ و بنیا د اکتھر جاتے ہیں اسلیئے لائقہ پانوار سے ہیں تو اس تمام عبارت میں  
 باوجود اس قدر ربط و تظویل کے با اینہر عقل و فراست و دانش دیکھا ست ایک حرف ہی  
 ایسا اختیار فرمایا جو اس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرنا حالانکہ بدو ن قرینہ کے  
 ہر کو الزام پر حمل نہیں کیا سکتی بلکہ جقد ربط کیا اور جقد ربط جملہ ثانی اولی اس امر کا ثبوت  
 قوی ہوا گیا کہ اس عبارت کو یہ تحقیق پر ہی الزام ہو کر ممکن نہیں پس اگر اب ہی اس کو  
 الزام ہی محمول کیا جاوے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت  
 نویسی کا کچھ ہی سلیقہ نہیں تھا اور یہ کچھ یہ ہی خبر نہیں تھی کہ کس مضمون کا لیر قرینہ کو حجاب  
 ہی اور کوئی معنی قرینہ سکی تشخیص علاوہ اسکی جو عبارت کہ اسکی بعد اس خط کو شائع نے بڑا  
 جسکو حضرت حنی صاحبان قطہ کر دی ہے جسکو ہم اد پر نقل کر آئیں وہ ہی دلالت کرتے ہی  
 کہ مقصود الزام نہیں وہ جملہ یہ ہیں۔ وای طلیحہ والذہیر بلعیا فی ثم نقضا بیعتہ فکان  
 نقضہما کہ د تھا فجا حد تقما جب خست خلافت دلیل اجماعی نصی ہی ثابت فرما چکو  
 اسکی کے بنا پر فرماتے ہیں کہ طلحہ اور زہیر نے سجت خلافت جو دلائل حقہ ہی ثابت تھی



توڑی اور یہ نقص مثل بدت کے ہی کیونکہ گویا انکار رض کا ہے ایسی ہی اوس جہاں کیا تو اس  
 معلوم ہوا کہ سابقین جو کچھ فرمایا تھا وہ تحقیق تھا الزام نہیں تھا اور کمال بعد فرمایا میں  
 فادخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الامور الی فیئک العافیتۃ  
 پھر کرا میر معویہ کو اتباع سبیل المؤمنین کی تاکید فرماتے ہیں کہ جہاں میں مسلمان داخل ہوئی  
 تو وہی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہے اور اوس میں عافیت ہے اور جبکہ پسندیدہ وہی امر ہے کہ جہاں میں  
 عافیت ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جبکہ مسلمان اختیار کریں وہ حق ہوگا اور اوس میں  
 عافیت دارین مشہور ہوگی تو وہ امر جبکہ کبر اور اہل اسلام نے کیا اور اہل حل عقد نے منع  
 کیا وہ کیونکہ حق نہ ہوگا۔ پس اس عبارت نے بالبدلت ثابت کر دیا کہ تمام دلیل سابق  
 تحقیق ہی الزامی نہیں ہے کہ بعد آخر خط میں تحریر فرماتے ہیں واعلم انک من الملقا  
 الذین لا یجتلے لہم المخلافۃ ولا یتعرض لہم الشوریۃ اس عبارت کے  
 بالکل منسحب ہے کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے کہ اعتبار واقع و نفس الامر کے خلافت و شوری  
 میں مطلقاً کو کچھ دخل نہیں خلافت ہی سواً مطلقاً کے اور لوگوں میں ہے اور اہل شوری ہی  
 سواً مطلقاً و دوسری آدمی ہیں تو اس سے سمجھا گیا کہ شوری حق ہی پس اس میں شری شری کا  
 بطلان سمجھ لیں۔ اب اگر بعد گذارش ہے کہ جو اب اس خط کا امیر معویہ نے تحریر کیا  
 اور جو کچھ اس کا جو اب ابواب جناب امیر نے تحریر فرمایا ہم اس کو شرح سے نقل کرتے ہیں  
 آپ ان کو ملاحظہ فرما دیں اور دیکھیں کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ ان تحریرات  
 مدار الزام پر نہیں اور یہ دلائل اب مجازات انحضرت پر گزرتی ہیں بلکہ بیان واقعہ تحقیق نفس  
 فاجابہ معویۃ اما بعد فلعمری لو باطلت القوم الذین یصلون وانت ہی  
 من دم عثمان کنت کافی بکرو عمر و عثمان و لکنک اغرت بعثمان و خذ

اس میں معافیہ لے اس کا جواب لکھا۔ اما بعد جسے چنچون نے بیعت کی ہے اگر وہ جیسی بیعت کرتے اور عثمان کے خون سے  
 تو تو ہی مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتا لیکن تو نے عثمان پر (فتنہ کی آگ کی طرح) اور اس سے مددگار دیکھ کر دیا۔ ۱۲۔

عنه الاضمار فاطاعك الجاهل رقوى بك الضعيف وقذلي اهل الشام  
 القتال حتى تدفع اليهم قتل عثمان فان فعلت كانت شورى بين المسلمين  
 واحكم ما جئتك على كجائك على طلبة والوزير لا منها بايعاك ولم ابايعاك وما  
 جئتك على اهل الشام كجئتك على اهل البصرة لا نعم اطاعوك ولم يطعك اهل الشام  
 فاما شريك في الاسلام وقرابتك من النبي صلى الله عليه وسلم وموضعك من  
 قرابتك فليست ادفعه وكتب في اخر الكتاب قصيدة كعب بن جعيل اور بعض روایات میں  
 اس خط کے الفاظ اس طرح معلوم ہوئے ہیں من معوية بنی بک سفیان الی علی بن ابی طالب  
 ابعد فلوکنت علی ما کان علیہ الوباء و عمر و عثمان ما قاتلتک ولا استخاکت  
 ذلک ولکنہ العاصم علیک حتی خطیتک فی عثمان وانما کان اهل الحجاز  
 الحکام علی العالمین کان الحق فیہم فلما ترکوه صار اهل الشام الحکام علی  
 اهل الحجاز وغیرہم من الناس ولعمری ما جئتک علی اهل الشام الخ ابی بن خط کر مضمون  
 اہل الضفاف و دانش تامل فرماوین اگر حباب امیر کا خط الزام ہو تو بالکل نہیں اور پھر یہی  
 ہوا جانا ہی کیونکہ امیر معویہ کے خط میں صاف ثابت ہوتا ہی کہ جب خلیفہ خلافت

۱۱۲ تو جاہل نے تیری اطاعت کی اور ضعیف بسبب تیری قوی ہو گیا اور میں شام سے سوی تیری قتال کی انکار کیا  
 یہاں تک کہ عثمان کو قاتل نہ کر دے اگر کر دی پھر اگر وہ ایسا کیا تو خدا فت بطور مشورہ کے مسلمانوں میں ہوگی اور میری زندگی کی قسم  
 جدید تیری محبت ملو اور میری برائی نہیں کیونکہ اوہوں نے مجھ سے بیعت کی تھی اور میں نے بیعت انہیں کی تھی اور میری محبت پر  
 دانون پر ہی اس بات پر نہیں کیونکہ اوہوں نے تیری اطاعت کی ہی۔ اور اہل شام نے تیری اطاعت نہیں کی اور لیکن  
 تیری ہنس کی اسلامی اور تیری قربت بنی علی اللہ علیہ وسلم سے اور تیرا مرتبہ قریش میں ہے اور انہیں اور چنانہ اور  
 آخر میں کعب بن جعیل کا قصیدہ لکھا ۱۱۲ معویہ کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف۔ ابابعدہ اگر تو اوس طریق پر نہ  
 جس پر ابوبکر و عمر و عثمان تھے تو میں تجھ سے لڑنا اور نہ تیرا قتال حلال ہوتا لیکن صرف عثمان کے معاد میں تیری خطا۔ اس  
 میری بیعت کو تیری ساتھ بگاڑ دیا اور مجھ کو دالے لوگوں پر حاکم اور فت تک بھی جب تک انہیں حق رہا اور جب اوہوں نے  
 حق چھوڑ دیا تو اہل شام مجھ کو دانون اور دوسری لوگوں پر حاکم میں اور میری جہالت کی قسم تیری محبت اہل شام پر ہی نہیں  
 جیسی اہل بحر پر ہے۔ الخ۔ ۱۱۳۔

لائی نہوار جماعت خلافت کو سرانجام نہ کر سکی تو بیعت اہل حل و عقد سی و شخص خلیفہ  
 نہیں ہو سکتے تھے تو جب اوسکا بیہ مذہب ہی تو اوسکو بیہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت  
 ہو چکی ہے ہم سی اہل حل و عقد نے بیعت کی سی اور جس سی اہل حل و عقد نے بیعت کی  
 وہ خلیفہ ہی بالکل پوج اور نوا ہو گا اسلی کی معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل و عقد کو  
 بدون وجود صلاحیت کے بالکل نفاذ و مفول سمجھتا ہی بلکہ اس پر حج الزام پر  
 کلامی اور تطویل اور بی زیادہ بیہودہ ہی چنانچہ اہل ذوق صحیح اسکو بخوبی سمجھ سکتے ہیں  
 اور صاحب تحفہ علیہ الرحمۃ نے ایک حرف اشارہ فرمایا ہی اسکو بعد اس خط کا جو کچھ جواب  
 جناب امیر نے تحریر فرمایا اور اسکو آپکی حضرت رضی نے بیج البلاغۃ میں نقل کیا ہی  
 لیکن انہی عادت شریفہ کے موافق حضرت رضی نے اوسمیں کمی و بیشی فرمائی اور سبب  
 اسکا آپ جانتی ہی ہیں کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط میں ایسا تصرف  
 کیوں فرماتے ہیں اور کس واسطی انکی تحریف کرتے ہیں اسلی ہم اصل خط شرح ابن ہشیم  
 سے نقل کرتے ہیں اور بعد اسکی شارح نے جو کچھ تحریف کی نسبت لکھا ہی نقل کریں گے  
 فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المومنین الی معویہ بن صفحہ اما بعد فانه  
 انانی کتاب امرئ لیس له بصیرہ یدیه ولا قاید برشدہ قد دعی الہوی  
 فاحاہ وقادہ الضلال فاتبعہ ففعل لا عطا و ضل خابطا ان قال زعمت انما اشد  
 علی بیعتک و کنت امرئ من المهاجرین اور دت کما اور دوا و اصد دت کما اصد دت

۱۰ جناب امیر نے اسکا جواب لکھا اللہ کے بندہ امیر المومنین علی کھڑت سی۔ معویہ بن صفحہ کھڑت اما بعد  
 یا س ترا خط آیا ایسی شخص کی خدمت کو گزارش کی میان ہی جو راہ دکھا دی اور کہ کچھ والا تہ جوسہ ہارستہ جلا  
 خواہش نفس کے اور کو بلایا ارستی اسکی اجابت کی اور گرا ہی ہے اور کو کہینچا تو ارستی اسکا اتباع کیا پس  
 بیہودہ بکو پس کی اور ضیہ میں گرا ہوا یہاں تک کہ فرمایا تو نے کہاں کیا کہ تیری بیعت کو میری بیعت  
 جگا دیا۔ میں ہی ایک شخص مہاجرین میں ہی ہوں دار و ہوا میں جس طرح وہ دار و ہوا سے اور ہوا  
 جس طرح وہ لوٹے ۱۱۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْعَلَ لَهُمْ ضَلَالًا وَلِيُضِلَّهُمْ لَعْنَةً وَأَمَّا مَا صَبَّحَتْ بِهِ أَهْلُ الْكَلَامِ وَأَهْلُ  
 الْبَصَرَةِ وَبَيْنَكَ وَسَبِيلُ طَلْحَةَ وَالزَّيْبِرِ فَلَعْنَةُ مَا الْأَمْرُ فِي ذَلِكَ إِلَّا وَاحِدًا لَمْ يَجْعَلْهُ  
 إِلَّا بَيْنَ فِيهَا الْفُطْرَ لَا يَسْتَأْذِنُ فِيهَا الْحَيَاةَ وَالْخَارِجَ مِنْهَا طَاعُونَ وَالْمَرْوَةَ فِيهَا مَا دُونَ

اس خط سے جیسی کچھ خرابی موصیبت نہ تھی شیخ پر واقع ہوئی ہے بے پایاں اور خارج از  
 بیان ہے اور جو کچھ فوائد و منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں ان کا حصہ و احاطہ خارج از  
 حیطہ امکان ہے لہذا بخوف اطنا ب حالہ اذمان صافیہ الوالابصار البصائر کے حرف  
 اس بحث کو ششلی اس قدر بیان کرتے ہیں کہ یہ خط صریح دلیل ہے کہ جو کچھ مضامین  
 پہلے خط میں مرقوم تھے جنکی نسبت الزامی ہو نہ کیا دعویٰ کیا گیا تھا وہ سب تحقیقی تھے  
 اور الزامی ہونا انکا بالکل باطل ہے پس صریح ہو کہ جناب امیر نے اپنی پہلی خط میں  
 جس میں بحث واقع ہو رہی ہے جو کچھ تحریر فرمایا تھا امیر معویہ نے اس کے جواب میں  
 اس کے مضامین میں سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو گناہیہ غیر مسلم رکھا اور بتے  
 امور کو تسلیم کیا جناب امیر نے دلیل اول یہ تحریر فرمائی تھی کہ میری خلافت اہل حل عقد  
 کی محبت سے کہ جنکی محبت سے ابو بکر و عمر و عثمان کی یہی خلافت ثابت ہوئی تھی  
 واقع ہوئی چونکہ اس خلافت کو حقیقت جو بیعت اہل حل عقد سے واقع ہو عند اللہ  
 وعند المؤمنین واقعی اور نفس الامری ہی اسلیں اوس میں نہ حاضر کو بدل بدل کا اختیار  
 نہ فائز کو رد کی گنجائش اور اہل شوریٰ صرف ہمارے جبرین و راضی رہیں جبکہ وہ امام

ہے اور اللہ نے ان کو گراہی پر اکھٹا نہیں کرے گا اور انکو اندہی پن میں مبتلا نہیں فرمایا  
 اور جو کہ قرنی اہل شام اور اہل ہند میں اور طلحہ و زبیر اور اپنے میں فرق کیا ہے۔ پس میری زندگانی کی  
 قسم اس میں صرف ایک حکم ہی کیونکہ ایک بیعت ہی نہ اس میں مکرر نظر ہو سکتی ہے تو ہستی سہری اختیار  
 ہو سکتی ہے اس میں سے نکلتی والا معن کرے والا ہی اور اس میں توقف کرنا ملاہاں ہے

بنائیں اور جب پردہ اکھٹا ہو جائیں وہی خدا کو نزدیک ہی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے  
اسکو جواب میں اس امر کو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سے اہل حل عقد کے بیعت کی ہو  
اور جوہر مہاجرین و انصار نے جنہوں نے خلفائے ثلاثہ سے بھی بیعت کی ادھون ہی نے  
آپ کو خلیفہ بنایا گویا امیر معاویہ نے قیاس کے شعری کو تسلیم کیا لیکن کبرے قیاس کو  
نہانا اور اسکی کلیت کو باطل کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار  
بیعت کر لیں وہ امام برحق ہی بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل عقد بیعت کرین صلاحیت نہ  
رکھتا ہو تو وہ بیعت اہل حل عقد سے خلیفہ نہیں ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہیں  
رکھتے کیونکہ آپ خلافت کا سرخجام نہیں کر سکتے اور قومی سے ضعیف کا حق نہیں دلا سکتے بلکہ  
بلکہ امام برحق کے خون میں شریک ہوئی کہ انکی مدد نہ کی یہاں تک کہ بھاننے انکو شہید  
کر ڈالا پس اگر تم میں صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صالح الخلافت ابو بکر و عمر و عثمان  
تھی ایسی ہی تم ہی ہوتے تو بیعت اہل حل عقد تمکو ہی خلیفہ اور باعث اتفاق و اتفاق  
ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صالح الخلافت نہیں تو تمکو بیعت اہل حل عقد  
کچھ نہیں اور نہ انکی بیعت سے تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کو منعقد  
ہو سکتی ہے اگر تم مثل ابو بکر و عمر و عثمان کے ہوتی تو میں تمہاری ساتھ ہرگز قتال نہ کرتا  
جب تم جو رہیشہ ہو گئی تو اب خلافت تم میں سے نکل گئی اسکو جواب میں جو کچھ جواب میں  
تخیر فرمایا وہ قابل دیکھنے کے ہے حضرات شیعہ خصوصاً ہماری محیب السبب بخور ملاحظہ فرمائیں  
حاصل جواب یہ ہے کہ تیری کتاب پونہچی ایسی شخص کے کتاب کہ اسکی اپنی عقل نادی نہ کوئی قائم  
رہتا ہے ہوا کا مطیع ضلال کا متبع ہو کر بیہودہ گوئی کی اور ضبط کے ساتھ ساتھ ہانوماری جو  
معاہدہ شہادت عثمان میں ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب  
سمجھا اور فاروق میری اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان حیا کیا سوا لکل بے عقلی اور ضلال اور بیہودہ  
گوئی اور ضبط ہے۔ کیونکہ میں نے مہاجرین میں سے ایک شخص سے وہ دار و دیوار میں

میں ہی دارد ہوا۔ اور جیسی وہ صادر ہوئی میں ہی صادر ہوا اور خدا تعالیٰ کے اذکو یعنی  
 مہاجرین کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ اور سبکو اندھی پن میں مبتلا نہیں فرمائے گا۔ اصل یہ  
 کہ بموجب اعتراض کے اگر میں صالح للخلافت ہوں اور بدون میری صلاحیت کی اس حل  
 و عقد نے میرے ساتھ معیت خلافت کی ہو تو سب اہل حل و عقد وجوہ مہاجرین و اعیان  
 انصار گمراہی پر ہوں کہ غیر صالح للخلافت کو خلیفہ بنا دیا اور مہاجرین و انصار کا گمراہی  
 پر مجتمع ہونا محال ہے کیونکہ خلافت کے ہرگز اذکو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا اور نہ اذکو حق  
 نامینا کرے گا تو اس سے ثابت ہو کہ جب وجوہ مہاجرین و انصار نے میری ساتھ بیعت کر  
 تو میں صالح للخلافت ہوں ورنہ لازم آدی کہ تمام مہاجرین و انصار گمراہی پر مجتمع ہوں اور  
 یہ محال ہے اور ثبوت اس سچا کہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ہے اب  
 اس خط کی عبارت میں بانضمام مطلب اس خط کے عاقل منصف مائل فرما ہوا اور سوچی رہا  
 اس کے معقود قطع نظر قرینہ اور عدم قرینہ کے الزام ہے بالتحقیق۔ اس خط کی عبارت  
 مثل روز روشن روشن کر دیا کہ پہلے خط میں جس قدر مضمون شوریٰ متعلق تھا وہ  
 سب تحقیقی ہے ہرگز الزامی نہیں تھا کیونکہ اگر اس کو الزامی تسلیم کیا جاوے گا تو یہ  
 جواب بالکل لغو اور بھل ہو جاوے گا۔ ایسی کہ جب امیر معویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت مہاجرین و انصار کو  
 بدون صلاحیت لغو سمجھتی ہیں تو پھر انہیں مہاجرین و انصار کے بیعت سے الزام  
 اپنی صلاحیت متحقق خلافت ثابت کرنا بالکل خلاف عقل ہو گا دوسرا معاملہ جناب میرے  
 طلحہ وزیر کا تحریر فرمایا ہے کہ ادھون نے بیعت توڑی اور عینی اوسنی جہاد کیا سو اگر  
 تو یہی مخالفت کرے گا تو مجھسی بھی جہاد کرونگا۔ امیر معویہ نے اس کا جواب لکھا کہ میری  
 اور طلحہ وزیر اور اہل شام اور اہل بصرہ کے معاملہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی  
 آپ کی حجت طلحہ وزیر اور اہل بصرہ پر قائم ہے مجھ پر قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ طلحہ وزیر نے  
 آپ کی بیعت کی تھی اور عینی آپ سے بیعت نہیں کی اور اہل بصرہ نے آپ کا رقبہ اطاعت

اپنی گردنوں میں ڈال لیا تھا اور اہل شام نے ہمیں قبول کیا تو آپ کو معیت میں لے گئے  
جنہوں نے قبول کیے اور ان ہی پر لازم ہے نہ ہمیں قبول کی ہی اور نہ ہمیں لازم ہو سکتی ہے  
جناب امیر نے اسکو جواب میں یہ مضمون لکھا اور قسم کہا کہ فرمایا کہ اس میں کچھ فرق نہیں  
حاضر و غائب سب برابر ہیں کیونکہ ایک بیعت ہے نہ اس میں مکرر سوچ کر کچھ ہو سکتا ہے  
اور نہ از سر نو کچھ اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہو گیا وہ ہو گیا اور میں نے بیعت  
چون و چرا کی کچھ نہیں ہے حاضر و غائب سب پر لازم ہو گیا جو شخص اس میں سے خارج ہو  
وہ گویا اس میں طعن ہے اسکو ساتھ جہاد کرنا واجب ہے کہ سبیل المومنین کا مخالف ہے  
اور جو اس میں متوقف ہو وہ مدافعت ہے اور یہ ہے ایک قسم کا نفاق ہی شام فرمایا  
قوله الخارج منها الحکم قسمہ من لم یدخل فی بیعتہ الے قسمین لانه اما خارج  
وهو الطاعن فی صحتها وحبب مجاہدتہ لمخالفتہ بسبیل المومنین واما مدافعتہ  
فذلك متوقف حکم انہ مدافعت وھو نوع من النفاق اذ انما یخرج من بیعتہ لانه  
کہ اہل حق کی بیعت کی ثبوت کو جناب الزام فرمایا ہے میں یا تحقیقاً اور قسم اسکو الزام  
ہونے پر کہار ہے میں یا تحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اوسنی کب کو تسلیم کیا ہے  
اور اگر تحقیق ہے تو فہو المردوغ من جواب بجواب کے انضمام سے مثل آفتاب نیروز روشن ہو گیا  
کہ پہلے خط میں حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر ہے  
اور جس امر کو کئی غیر مسلم کہتا ہے کہ حضرت نے شوری کو مہاجرین و انصار میں  
مخیر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ طفلہ کو اس میں کچھ دخل نہیں تو اسکو علامت یکم بھڑکنا یہ  
قوله الخارج منها الخ جو لوگ کہی بیعت میں داخل نہیں ہوئی انکو دوسرے قسم پر منقسم کیا کیونکہ یا تو بعد  
بیعت کے اس میں سے بھگتی والا ہے اور وہ اوسکی صحت میں ضمن کرنے والا ہے اور اس سے سوسن کے رستہ کی  
مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہے اور یا بیعت میں متوقف ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ وہ مدافعت ہے  
اور یہ ہے نفق کی ایک قسم ہے ۱۲۔

ایما کیا اور کیا کہ اگر تم قاتلین بنائے ہو تو خلافت شوریٰ میں نہیں ہوگی  
 گویا عموماً اہل اسلام جو خلیفہ بنادین دہی خلیفہ ہو جاوے گا کچھ تخصیص اہل علم عقد کی نہیں  
 اب اسکو بعد حسب وعدہ جناب امیر کے خطوں کی تحریف کی نسبت جو کچھ الزام حضرت منی  
 کی طرف تشریح نے قائم کیا ہے اسکو نقل کرتے ہیں تشریح اس جواب اب جواب کی شرح  
 میں جسکا شروع یہ ہے **ومن کتابہ الی معویۃ** اما بعد فقد اتقیتک مو  
 مصلۃ لکنتی من فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین **المعویۃ بن صفار**  
**اما بعد** فانہ انانی کتابک کتاب امر الی قولہ خا لبطا ثم یصل بہ ان قال **ثم**  
**انما افسد علی بیعتک وکنت امرًا من المهاجرین اور دت کما اور دوا واصلت**  
**کما اصدروا واما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال ویضربہم بعصا واما ما میرت**  
**بین اهل الشام واهل البصرة وبنک و بین طلحة والزبیر فلعنہم ما الاخر**  
**ذلک الا واحد ثم یصل بقولہ لا لافا بقرع عامۃ الخ آخر میں تشریح کہتا ہے**  
**وَمَا یُنْبِیْہِ عَلٰی هٰذَا اِنَّ هٰذَا الْفَصْلَ الْمَذکور لیس من کتاب الاول**  
**الاول لم یکن فیہ ذکر موعدة حتی یذکر ہا فی جوابہ غیر ان المسید**  
**اضافہ الی ہذا الکتاب کما ہو عادۃ فی عدم ملحات ذلک وامثال انتھے۔**  
**اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا کہ رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ میں عبارت جہاں**  
**نہیں تھی اضافہ کر دی اور تشریح ہو کہ یہ عبارت جو عیناً افسد سے شروع ہو کہ یضربہم**  
**بعضی پختہ ہوئی جو مخالف مذہب کے تھے یہ بھی حذف فرما دی ہوا کہ اسکی موقع مستند مال کا**  
**ماتہ نہ آدمی اسکی بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہے۔ جسکا شروع یہ ہے۔**

بہا بنی ہر دو خطبہ میں حضرت رضی کی تحریف

لے اور عبد اللہ ان امور کے جن پر متنبہ کرنا چاہیے یہ ہے کہ یہ فصل **ثم** پہلے خط میں ہے نہیں کہ یہ پہلے  
 خط میں موقوف کا ذکر نہ تھا یہاں تک کہ اسکی جواب میں اسکا ذکر نہ ہوا مگر یہ کہ سب سے اس خط میں اضافہ کر دیا۔  
 عیساکر انکی عادت ہے کہ اس میں عیساکر کا بیت نہیں کرتے۔ ۱۲۔



ومن کے کتالہ کے معویہ فاراد تو منا قتل نبینا شائع ہو کر شرح میں فرماتے ہیں  
 ثم یصل بہ قوله ولعسم الخ وهذا خط عجیب من السید مع مع وجود  
 کتبہ ۲۰ فی کثیر من التواریخ اب آپ کو کچھ بھی کہ شرح الکر کے نسبت وق ہو ہو کر کیا  
 کچھ فارسی میں خیر یہ ایک بطور جملہ مترضہ کی حضرت مخی طب کو جلا دیا ہو یا دوسرے  
 اور کچھ اسی جگہ خاص نہیں بلکہ یہ قطع و برید نسبت جگہ ہی اب پیریم اصل مقصود کی طرف  
 رجوع کرتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ جناب امیر کی کلام بلاغت نظام سے واضح  
 و عیان ہو گیا کہ خلفار راشدین کے بیعت اجماع اہل حل عقد سے منعقد ہوئی اور خداوند تعالیٰ  
 کو رضوان کے قورنی اور تپو روشنی ڈالا اور جس شخص نے اس سے اختلاف کیا بغاوت میں مبتلا  
 ہو کر توجب جہاد ہوا بلکہ جہنم کا مستحق ہوا اب فرمائی کہ جناب امیر خلفار راشدین  
 خلافت کو رفت اگر ہم راہ مہاجرین و انصار کے تھی جیسا کہ معتقد اہل حق کا ہے تو فہم الامداد  
 اور اگر مہاجرین و انصار سے خارج تھی حاشا ثم حاشا معاذ اللہ جو کچھ لازم آتا ہے ظاہر  
 و باہر ہی آپ کے ہی زبان اور کلام کی طاقت رکھتی ہے اگرچہ بعد اس وضوح و تبیان کے  
 حاجت نہیں رہی کہ ہم او خط کا تحقیقی ہونا اور یہی ثابت کریں۔ لیکن تبرکاً حضرت عیسیٰ  
 مزید اطمینان کے یہی تھوڑی سی اور یہی گزارش کرتے ہیں ذرا متوجہ ہو کر سنیں علاوہ اس  
 کہ جو کچھ خبیج البساختہ سے نقل کیا گیا اور جگہ ہی جگہ آیا ہو میں مذکور میں اس پر اول دلیل  
 ہیں کہ حضرات ائمہ اہل حل عقد کو تسلیم کرتے تھے اور راست کو اجماع سے منعقد اعتقاد کرتے  
 تھے بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجماع جمیع کا شرط نہیں سمجھتے تھے اول ہم اراۃ الغنیہ  
 نقل کرتے ہیں۔ ولعسم لکن کانت الامامة لا تنعقد حتی یخضرها عامة الناس  
 ما فی ذلک مبطل ولکن اھلہا یحکمون علی من غاب عنہا ثم لیس للشاہدان بیع لا للقاء

اس پر کچھ ساتھ نقل ہے قول دوسری الخ اور یہ سید ع کے عجیب قسم کا خط ہے بار جو کہ جناب

امیر کے خط اکثر تواریخ میں مذکور ہیں - ۱۰ -

انجستار الاولانی اقاتل رجلین رجلاً ادعی ما لیس له والخومع الذی علیہ  
 ترجمہ این عبارت بزبان زرداری امامیہ کہ علی بن حسن نام دست نیست و قسم نہ گمان  
 من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان یعنی باشند با اتفاق امامت راضی و  
 بیچ زمان و این جواب انکار معویہ است و اہل شام را بر جیت آن امام علیہ السلام بنا بر آنکہ  
 اجماع محتاج است در اتفاق جمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام کہ اجماع باین  
 امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اوراد غایت دشواری می شمارد بلکہ معتبر در اتفاق و اجماع  
 اتفاق اہل حل و عقد است از حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم برامری و امور چنانچہ اشارت فرمود  
 بدان ولیکن اہل امامت حکم میکنند بریکہ غائب است از آن پس از آن نیست مرعافر رضی  
 بچو طلحہ و زبیر کہ از جمیع رجوع نماید و نہ غائب را بچو معاویہ کہ ادا برامری خویش اختیار سازد و نہ  
 بلفظ این عبارت کہ تا مل کے نظر سے ملاحظہ فرمادین اور اسکی ترجمہ کو جو ایک زرداری نے کیا ہی  
 پر عین اور کچھ عین کہ کس صراحت کو ساتھ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اہل حل و عقد کے اجماع کو  
 ثابت فرمایا اور انکو اجماع سے اتفاق و امامت کو تسلیم فرمایا اور اتفاق و اجماع کے یہی حضور جمیع  
 نسبت عدم اشتراط ظاہر فرمایا اور حضور بعض کو کافی فرمایا اور بدیہی ہے کہ یہ عبارت  
 الزام نہیں تو وہ خطبہ جو باب النزع ہی اور ایک کجی بمعنی ہے وہ ہی الزامی نہیں ہو سکتا  
 محمد اللہ و ہستہ خود جناب امیر نے اہل حل و عقد کے اجماع کو حجیت اتفاق و خلافت  
 کو یہی ثابت فرما کر اور مہاجرین و انصار کے اتفاق پر تہ تب رضا را ہی بنا کر خود ہی  
 مذہب شیخ کو بیخ و بنیا د سے قلع و قمع کر ڈالا۔ دوسری نہج البیان نے میں ایک خطبہ ہی  
 جکا شروع یہی ہے۔ و منہا فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کمالہ اللہ المثلۃ تکریم بها  
 اما و کہ خطبہ میں یہ جملہ مذکور ہے و کانت امور اللہ علیکم وود و عنکہ تصدروا لیکم ترجمہ  
 شارح ابن میثم اپنی مختصر شرح میں اس جملہ کی شرح اس طرح فرمائی ہیں  
 لہ اور اللہ کے کام تم پر وارد ہوئے ہیں اور میں نے تم کو اسکی طرف لایا ہے۔

قولہ کا منت اصومہ اللہ الی قولہ ترجع الی انکم کنتم اهل الاسلام والخل والعقد  
 فیه وھم المهاجرون والا لضا سار اب ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں  
 کہ حضرت ابنی اصحاب کو اہل حل وعقد فرمایا ہی ہیں اور شارح کی تصریح سے صاف  
 معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل وعقد مہاجرین و انصار ہیں اور جب اہل حل وعقد ہونا ثابت ہو  
 تو آپ کو شرائط ثلاثہ باطل ہوئی تو اصل اصول دین آپ کا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہو جائے  
 تمام اصول و فروع بھی باطل ہو گئی اور ظاہر بھی کہ یہ خطبہ بظاہر ابنی خواص اصحاب  
 کی ہے تو اس میں نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجائش ہو سکتی  
 ہے۔ تیسری جگہ صلح نامہ میں حضرت امام حسن اور حضرت امیر مظلومؓ تحریر ہوا تھا  
 اور اسکی نقل ہم معقریب اوپر کر چکے ہیں اسکی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات  
 یسی کرتے ہیں ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائیں چنانچہ علیؑ علیہ السلام ولایۃ  
 المرسلین علیٰ ان یعمل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 وسیرۃ الخلفاء الصالحین وسیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین  
 واقع ہوا چنانچہ صاحب ازاتہ الغنی کے مخاطب نے اس طرح ضبط کیا ہے اور دوسرے جملہ کو  
 متصل نہ کر رہی و لیس ملحویۃ بنی سقیان ان یعمد الی احد من بعدہ  
 بل یوزل الامر من بعد شوریٰ بن المسلمین انتہی یہ سب روئے اس صلح نامہ کے حقیقت خلافت خلفاء  
 اور صحت و حقیقت اس بیعت کو جو بطور مشورہ کے بین المسلمین واقع ہونا ثابت کرنے میں اور جبکہ  
 یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام بیعتیں اصول و فروعاً باطل ہو گیا اور مذہب اہل حق ثابت ہو گیا  
 علیٰ ذلک بعد اسکو اس قدر گداز میں کرنا ضروری کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کو الزامی ہونے  
 پر جب انکار کوئی دلیل ہم نہ پہنچی تھی تاخر بیعت کو قرنیہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو  
 جو مشرکے کہنا ہے ہا یا م حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بیعت نہیں فرمائی اپنا استدلال  
 ٹھہرایا تو ضرور ہو کہ مختصر ہم سکا بھی جواب گذارش کریں پس منہم ہو کہ ہم کو بھلا کر

ترجمہ: اہل حل وعقد مہاجرین و انصار ہیں اور جب اہل حل وعقد ہونا ثابت ہو تو آپ کو شرائط ثلاثہ باطل ہوئی تو اصل اصول دین آپ کا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہو جائے تمام اصول و فروع بھی باطل ہو گئی اور ظاہر بھی کہ یہ خطبہ بظاہر ابنی خواص اصحاب کی ہے تو اس میں نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجائش ہو سکتی ہے۔ تیسری جگہ صلح نامہ میں حضرت امام حسن اور حضرت امیر مظلومؓ تحریر ہوا تھا اور اسکی نقل ہم معقریب اوپر کر چکے ہیں اسکی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات یسی کرتے ہیں ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائیں چنانچہ علیؑ علیہ السلام ولایۃ المرسلین علیٰ ان یعمل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الصالحین وسیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین واقع ہوا چنانچہ صاحب ازاتہ الغنی کے مخاطب نے اس طرح ضبط کیا ہے اور دوسرے جملہ کو متصل نہ کر رہی و لیس ملحویۃ بنی سقیان ان یعمد الی احد من بعدہ بل یوزل الامر من بعد شوریٰ بن المسلمین انتہی یہ سب روئے اس صلح نامہ کے حقیقت خلافت خلفاء اور صحت و حقیقت اس بیعت کو جو بطور مشورہ کے بین المسلمین واقع ہونا ثابت کرنے میں اور جبکہ یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام بیعتیں اصول و فروعاً باطل ہو گیا اور مذہب اہل حق ثابت ہو گیا علیٰ ذلک بعد اسکو اس قدر گداز میں کرنا ضروری کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کو الزامی ہونے پر جب انکار کوئی دلیل ہم نہ پہنچی تھی تاخر بیعت کو قرنیہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو جو مشرکے کہنا ہے ہا یا م حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بیعت نہیں فرمائی اپنا استدلال ٹھہرایا تو ضرور ہو کہ مختصر ہم سکا بھی جواب گذارش کریں پس منہم ہو کہ ہم کو بھلا کر

جواب میں یہ قدر کافی ہے کہ یہ فی الحقیقت قرینہ سی نہیں ہے کیونکہ اولاً تاخر غیر مسلم ہے  
چنانچہ ابھی عرض ہوتا ہے۔ ثانیاً اگر تاخر تھا تو قدح فی الاستحقاق غیر مسلم اور باطل ہے ثانی  
ممکن ہے کہ تاخر خطا اختیار ہادی کے وجہ سے ہو۔ رابعاً اس تاخر کی دلالت اس خط کے الزام  
ہونے پر تسلیم نہیں کیجا سکتی کیونکہ اگر بالفرض اس تاخر محبت سی آپ کی ناخوشی مفہوم  
ہوئے ہو بھی تو سالہا سال تک آپ کا خلفا کی ساتھ عام دنیاوی و دینی امور میں فریق  
و غمگسار رہنا صحیح اور اسکا بطلان ناخ ہے نہ اگر آپ رضی اللہ عنہ خلفاء کی محبت سے تمام  
عمر ناخوش رہتی اور ان کی کسی کام میں شریک نہ ہوتی اور ان کی اطاعت نہ کرتے اور نہ لسی  
مہاجر ت کر کے کہیں نکل جاتے اور عام سر خلفاء کی عداوت میں رہتی تو شاید یہ کلام  
اس قرینہ سے الزامی سمجھ کر جاتے۔ علاوہ ازیں یہ قدر واضح گذارش ہی کہ جناب امیر کا  
مذمتب دوم ہو چکا ہے کہ انشاء خلافت کو دیکھی جمیع کی محبت کو ضروری نہیں سمجھتی تو  
جب اکثر افراد اس حل عقد نے محبت کر لی خلافت منعقد ہو گئی تو جناب نے یہ خیال فرمایا  
کہ محبت تو منعقد ہو چکی ہے خواہ میں محبت کر دوں یا نہ کر دوں اور ان کی دلیین بطور شرک و رنج  
استہداد و عدم شوریہ کی وجہ سے ملال تھا ہی نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ کو استحقاق خلافت  
خلیفہ اول میں نال ہو سلیبی آپنی تاخر فرمایا اور یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اطاعت سے  
انحراف کیا ہو اور اگر کہی الفافا بالفرض میں ہو تو ہم کب آپ کو معصوم اعتقاد کرتے ہیں  
غرض جناب امیر کو استحقاق خلیفہ اول کی نسبت میں کہی تردید نہیں ہوا اور نہ کہی  
استحقاق خلافت کا انکار کیا باقی رہا نقض خلافت کی مشورگی بابت ہم شروع  
رسالہ میں عرض کر چکے کہ روایت سی صراحتہ یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ نقض خلافت کے مشورگی  
کیسی ہوں بلکہ چونکہ یہ اجتماع دشوری بخیر و فساد و لہی تو اسلیبی او کو نقض خلافت کے  
مشورگی کہا گیا بعد عذر و معذرت کے صفائی ہو گئی تو بخوشی و طیب نفس محبت  
کر لے۔ چنانچہ یہ ہی اس روایت میں مذکور ہے جسکی تلخیص بخاری سی ہمارے محبت

بیت فرامی سلامہ ازین ہم حسب مذاق اپنی عجیب لیسیت یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حسب روایات شیعوہ کے یہ بھی ممکن نہیں کہ جناب امیر المؤمنین و خلافت صدیقیہ بیت کریم اور مختلف فرادین بیکہ شش ماہ تک مشغول رہیں کیونکہ کہاں تک یہ تشدید آپ صریح و سکوت کا عہد لیا گیا تھا اور عدم منازعہ و مناقشہ کا قسمی وعدہ کرایا گیا کہ اب مخموم بخواتیم الذیہب اسی مدعا کو دہلی نازل ہوئی وصیت نامہ سیلیمی شہادت و خواتیم کے ساتھ مرتب ہوا تھا سابق میں ہم شرح الحج البلاء سے کہہ چکے ہیں دکان معمودا علیہ ان کا بیان ہے فی امر الخلاۃ الاور صد ما روایات اسپر وال میں قطع میں روایت نقل کے ہی ۵۲  
روای ابان بن عیاش عن سلیم بن قیس الہلالی وغیر عن عیونان عمر قال  
لعلی ان لم یتابع ابابکر لتقتلک قال لہ لو لا عہد عہدہ الی خلیفے لست اخذتہ  
لعلمت انہا اضعف ناصر اقل عدد القرآن کے تحریف پر اس پر سے نہ بولے نہات  
طبیعت کے معاذ اللہ توبہ توبہ غضب پر پہلی ہون و چراو کی صد ماہ احداثات اور تبدلات  
ہوئی اور چکر اسی باعث سے بیٹھی و یکس کی توبہ و وجود معصومیت کی کیونکہ ممکن ہو کہ حکم  
آپ کی خلافت فرادین اور وصیت رسالت بنا ہی پس پشت ڈال دین اور تسلیم خلافت میں  
چون و چرا فرادین مان یہ ممکن ہو کہ بعد انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غم مفارقت میں  
مشغول ہو ہوں اور بعد اس کی جمع مصحف میں مشغول ہو ہوں جس کی نسبت اقلیم کہاؤتی  
کہ جب تک جمع نہیں کروں گا چار و نہین پہنوں گا۔ تفسیر صافی میں ہے۔ ۵۳  
القمہ باسنادہ عن ابی عبد اللہ قال ان رسول اللہ قال لعلی

۵۴ جناب امیر سے عہد لیا گیا تھا کہ اس خلافت میں جب تک نہ کرنا ۵۵ سلیم بن قیس ثمالی وغیرہ کسی روایت سے  
کو جس نے علی کو کہا اگر تو ابوبکر سے بیعت نہیں کریگا تو بیک سو ہم چھوٹے کر ڈالیں گے حضرت علی نے جواب دیا کہ اگر چاہو  
جو چاہو خلیفہ مجھ سے لیا ہی کہ جس کو میں توڑ نہیں سکتا تو تو جانتا کہ ہم میں کون ضعیف تر ہو گا و گارون والا اور نہ پوری  
مت اور والا ۵۶ امام ابو عبد اللہ سے روای ہے کہ پیڑ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یا علیؑ ان القرآن خلف فراشی فی الصحف والحبر والقراطیس فحدوده  
 واجمعوه ولا تضیعوا کما ضیعت الیہود التوراة فانطلق علی فجمعه فی ثوب اصفر  
 ثم ختم علیہ فی بیتہ وقال لا ارید ان یتجدی حتی اجمعہ قال کان الرجل لایاتہ فیخرج الیہ بجمع  
 اور ظاہر ہے کہ اس جمع و تالیف کر لینی ایک متمدن زمانہ چاہیے۔ اس سے فارغ ہوئی کہ حضرت  
 فاطمہؑ کی زوجہ تھی اور تیمار داری مرض حال میں مشغول و مبتلا ہوئی ہو مگر تو ان خبیثوں کی وجہ سے  
 شایعیات فاطمہ رضی اللہ عنہا عقیدت میں تاخر رہا ہو گا ورنہ بطور منافستہ اور سازش  
 کہ ہر کر ممکن نہیں کہ اپنے بیعت سے تاخر فرمایا ہو ہر حال برخلاف روایات معتدہ اہل سنت کے  
 اگر اس تاخر کے وقوع کو جو روایت منقولہ سے مفہوم ہوتا ہے تسلیم کر لیا جاوے تو فریقین کے  
 نزدیک بردار بات خود واجب التاویل اور معروف عن الظاہر ہے اہل سنت کے نزدیک تو ظاہر ہے  
 کہ ابوبکر صدیقؓ خلفہ راجح تھی اور ادنیٰ انحراف کبیرہ تھا تو بغرض طہارت ذیل جناب امیر  
 تاویل واجب ہے اور شیعہ کے نزدیک اس سے بھی اظہر ہے کیونکہ امام معصوم کا خلاف حکم خدا و رسولؐ  
 کرنا محال ہے تو تاویل لازم ہوئی باقی رہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجاہت کا حال  
 سو شرح مخرج البیان اور تالیفات مجلس سے خوب روشن ہے کہ خلفہ و صحابہ کے نزدیک کیسی  
 وجاہت تھی کیا اسی کا نام وجاہت ہے کہ کوئی دقیقہ تدلیس و توہین و بے حرستی کا (معاذ اللہ)  
 خاک بدین دشمنان آن پاک نثراد۔) او ہٹا نہ کہا تفصیل کی قدر با بن میں نہ کر رہو چکی  
 تو جنہوں نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حقوق غصب کیے اور ضرب و توہین کے اور  
 گھر کو جلاوا لا تو وہ اولیٰ وجاہت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کریں گے

۱۔ اے علیؑ قرآن میرے فرس کے چھپی صحیفہ اور کیشم اور کاغذ و عین ہوا اسکو لیکر کہا کہ بھو اور مائع کیجیو  
 جس طرح ہو دیجو تو رات کو مائع کر دیا پس علیؑ نے اسکو جمع کیا نہ کہ کپڑی میں پیرا سپر بھر لگائی اپنے  
 گہرین اور فرمایا میں تاقت تک اسکو جمع نہ کروں چادر نہ پہنوں گا۔ کہ بعض شخص لکھے پس آتا ہوا تو بدلتا  
 چادر آپ اسکی بلی نکلتے تھے ہاتھ لگا کر آپ نے اسکو جمع کر لیا۔ ۱۲۔

ثانی اس قدر گزارش کرنا چاہتا ہے کہ یہ روایت بخاری کے جسکو ہماری عجیب سبب سے  
 اپنی استدلال میں پیش کیا ہے دوسری روایت صحیحہ سے معارضہ میں ہے جس میں صاف مذکور ہے  
 کہ حضرت علی زبیر نے ابتداء اتفاق و خلاف میں بیعت فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور  
 حاکم اور بیہقی نے ترجیح کی ہے اور الفاظ اور کتب مخصوصہ معنی سے نقل کرنا ہونے سے بالبعہ  
 المهاجرون والا نصار وصعد ابوبکر المنبر ونظر في وجوه القوم فلم  
 ير الزبير فد عابه فجا فقال قلت ابن عمه رسول الله صلى الله عليه وسلم وعائ  
 ان تشق عصا المسلمين فقال لا تثريب يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 فقام فبالعير نظر في وجوه القوم فلم ير علياً فد عابه فجا فقال قلت ابن عم رسول  
 صلى الله عليه وسلم فختنه علي بنته اذ ردت ان تشق عصا المسلمين فقال  
 لا تثريب يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فبالعير انزى اسكي قريب دوسری روایت  
 ابن حجر نے صواعق میں نقل کی ہے و اخرج موسى بن عقیبة في معازير و الحاکم  
 وصحیح عن عبد الرحمن بن عوف قال خلب ابوبکر فقال والله ما كنت شق عصا المسلمين  
 يوما ولا ليله قط ولا كنت راغباً فيها ولا شات الله في سر وعلانية ولكن  
 اشفقت من الفتنة وما لي في الامارة من راحة لقد تلذت امرأ عظيماً

۱۰۔ پہر آپ سہ ماہی میں انصاف سے بیعت کی۔ اور ابوبکر منبر پر چڑھ کر جوہ قوم میں نظر کی زبیر کو  
 نہ پایا اور اس کو بلا ڈاؤنی فرمایا میرے چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہر ہی کا بیٹا اور بچا جواری تو نے مسلمانوں کی جوفت کا  
 نظرون کرنا چاہا کہ اسی رسول اللہ کے ہاتھ میں نہایت سادہ اور بیعت کی پہر وہ قوم میں نظر کی اور علی کو نہ کیا بلایا نہ ہی فرمایا  
 یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا کہ بیٹا اور بچا واد تو نے مسلمانوں کی جوفت کا نظرون کرنا چاہا کہ اسی خلیفہ رسول اللہ کے ہاتھ میں  
 انہیں پہر بیعت کی ۱۱۔ ۱۲۔ سہی بن عقیبة نے اپنی موت کے میں اور حاکم نے غریج کے ہی اور تصحیح کے ہی و بیعت  
 بن عوف کو کہا خطیر بلکہ ابوبکر نے اور کہا کہ اللہ کی قسم میں اہل بیت کو کہی کسی دن اور کسی رات درمیان اور زمین  
 اور زمین راغب ہوا اور چشمہ و ظاہر ہوا اسی کے سوال کو پہلے لیکن میں فتنہ سہی ہوا اور مجھ کو اہل بیت میں کہ  
 راحت انہیں میں ایک اس عظیم گلی میں پہنایا گیا ہوں ۱۳۔ ۱۴۔

خاتم ہے جس میں یہ صحت میں نہایت مشہور ہے

مالی بہ منطاقۃ ولایۃ الایقویۃ اللہ تعالیٰ فقال علی والزبیر ما غضبنا الا  
 لانما اخرجنا عن المشورۃ وانا نری انت ابا بکر احق الناس بجاۃ لصاحب الغار وانا  
 لنعرف نفعہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ وهو حی اوجب ہم اہل  
 روایت میں جو ابو حبیہ سے مروی ہوئی اور اس روایت میں جو بخاری میں حضرت عائشہ  
 رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی اور بخاری مجیب لمبیب نے اسکو اپنا سند قرار دیا ہی  
 وجوہ تطبیق کو دیکھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کا اون مجامع میں شریک  
 ہونا ثابت نہیں بلکہ ظاہر نہایت مستعد ہی اور ابو سعید خدری راوی حدیث بحیث  
 ہذا دران مجامع میں شریک تھے تودہ جو کچھ بیان کر نیکی اپنی مٹ ہدہ محسوس اور اپنی معافیہ  
 روایت کر نیکی اور یہی ہی لیس الجملہ عائشہ تو اسلیبی روایت ابو سعید کے جو مثبت بحیث  
 ہی نسبت روایت ام المومنین کے جو تانی ہے ارجح ہو گی علاوہ ازین۔ حضرت  
 ام المومنین کے روایت متضمن نفی کو ہی اور حضرت ابو سعید کے روایت متضمن اثبات کو  
 اور قاعدہ ہی کہ عند الزجج اثبات نفی پر مقدم ہے اور مثبت تانی سے ارجح واقوی ہو علیٰ خصوص  
 جبکہ اسکی سابقہ اس آیت وحدیث کو بھی منضم کیا جاوی جسکو ہماری فاضل مجیب نے  
 منضم کیا ہی یا تھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ورضات  
 ولہدیرف امام زمانہ الخ اور اس ضمیمہ میں خیال کیا جاوی کہ حضرت امیر کے شان ارفع ہو کہ  
 خلیفہ برحق سے تاشش او منحرف دین۔ چنانچہ سابقہ روایت بجا مجلسی گذر چکا ہی کہ تفسیر  
 امر او جو رہی مثل خدا و رسول کے واجب الامارہ میں اور اولو الامر کے زمرہ میں عدو میں تو ان

یعنی  
 روایت  
 صحیحہ

۱۔ جسکی بکرا اللہ کے تقویت کے جملہ طاقت اور قوت نہیں تو اس پر علی اور زبیر نے کہا ہم غرض نہیں ہوئی کہ  
 اسکی ہم شہود سے چھپی مٹائی گئی۔ اور ہم جانتی ہیں کہ ابو بکر کو گون میں سب سے زیادہ اسکی سختی ہیں کیونکہ وہ بار بار  
 میں اور ان کے بزرگی اور بیلائی کو ہم پہنچاتی ہیں۔ اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبیرات  
 میں غار کے امت کا انکو حکم فرمایا تھا ۱۲۔ ۱۳۔ خبر معاندہ کی برابر نہیں ہوتے ۱۲۔



وجوہ مذکورہ سے ابو سعید کے روایت کو حسبِ عددہ رجحان و اعتبار ہوگا تو اب اس صورت میں مرجع لغوی معیت اول کا جو روایت بخاری میں ام المومنین سے ہے یا تو علم اور اطلاع کی طرف ہو کہ آپ کو معیت سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یا وہ معیت ہے جس کے بعد کچھ ممال و شکر بخجی نہ رہی ہو چونکہ معیت اول کے بعد یہی نئے کبسلہ طال رہتا تھا اور معاملہ فکر اور سکا ضمیمہ ہو کر اور باعث کشیدگی ہو گیا اور بخجی و تیمار داری حضرت زہرا اور بی بی شہناز اور عدم حاضری بی بی خلیفہ جنت کا سبب ہوا اور اس کے بعد جب آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی پاس ملا کر تفصیلاً معذرت فرمائی اور انضیلت کا اقرار کیا اور کبر معیت کو تو قلب شریف ملا کہ درت سے بالکل صاف ہو گیا اور عام طور پر سمجھا گیا کہ آپ نے معیت فرمائی بہر کیف جہاں تک روایات میں دیکھا جاتا ہے تو آپ کا طال یا تاخر عدم المیۃ و صلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تھی جو قاض یا مضر بنام ہو کہ میں روایت نے اس کو صراحتہ بیان کیا۔ ما غضبنا لانا الخنا عن المشورۃ اور میں کہنا نہ روایت کیا اور کہا واللہ کانوی ان لنا فی ہذا لامر نصیباً اور ظاہر ہے کہ یہ نہایت سیاق عبارت ہذا لامر نصیباً سے مراد مشورہ ہی کیونکہ ما قبل اس عبارت کا یہ ہی وحدت لہ محلہ علی الذی صنع نفاسۃ علی ابی بکر ولا انکار للذی فضلہ اللہ بر اور بعد میں مذکور ہے واستبد علینا تو اس عبارت کے ما قبل و ما بعد کے لحاظ سے ہرگز یہ معنی معلوم نہیں ہوتے کہ لنا فی ہذا لامر نصیباً سے مراد استحقاق خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہوں کہ ہم جانتی تھی کہ خلافت ہمارا حق ہے یہ حضرات شیعوں کی خوش فہمی ہے اور روایت مسلم کی ابو سعید سے جو تاخر معیت پر دال ہے اس کو شرح بخاری نے بسبب عدم لے اور لیکن ہم طاعتی ہے کہ ہم کو یہی اس امر میں حصہ ہے۔ ۱۱۔ اور بیان کیا کہ ابو بکر

پر برائی اور اس کو فضیلت کے انکار نے کچھ اس پر بغض نہ نہیں کیا جو کام کیا ہے۔ ۱۲۔

اسناد زہری کی ضعیف کہا ہے اور عدو اعن محرقہ میں لکھا ہے قال البیہقی واما ما وقع  
 فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخر بیعة هو وغیره من بنی ہاشم الی  
 موت فاطمہ فضیف فان الزہری لم یسندہ وایضاً فالروایۃ الاولی عن ابی  
 سعید ہی الموصولۃ فیکون اصح انتہے پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ تحقیق خلافت  
 خلیفہ اول سے جناب امیر کو کہی انکار نہیں ہوا اور روایت تاخیر بیعت کو رجحان ہی اور  
 اس سے استدلال ہماری فاضل مجیب کا صحیح نہیں ہے اور دواؤ کی سفید عاتق اس سبب کا  
 تحریر فرماتا - انه بالیعنی القوم الذین بالیعوا ابابکر وعمر وعثمان اسوہ ہے ہی  
 کردہ خلافت میں عند اللہ اور ہماری نزدیک اور تمہاری نزدیک حق نہیں اور بیعت اہل حل عقد  
 سے ثابت ہوئی بہتین اور جس سے وہ بیعت کریں اس کی خلافت حق ہی تو اس سبب سے ہوا اگر  
 استدلال فرمایا کہ اس کی حقیقت میں کیوں کی طرح کا نا مل نہ تھا اور ہمیشہ دشمنی کا قاعدہ ہے  
 کہ ایسی ہی دہاں سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ جنگی حقیقت مثل آفتاب نیم روز روشن ہو۔  
 پس یہ دلیل ہی ایسی قضیہ یا حقہ سے مرکب ہے کہ جنگی حقیقت عند اللہ وعند الفریقین  
 مسلم ہے اور فی تحقیق یہ دلیل اس وقت نام ہو سکتی ہے بعد لاجواب ہی جبکہ اس کو  
 تحقیقی التیہم کیا دی اور مقامات حقہ سے مرکب کلمہ جادی کیونکہ جب واقع اور نفس الامر میں  
 اور عند اللہ وعند الفریقین صحت حقیقت خلافت کے اجماع اہل حل عقد سے ثابت ہوئی  
 ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی یہی حقیقت خلافت اسی طرح اور اسی دلیل سے ہم ثابت  
 کرتے ہیں تو آپ ہی فرمائی کہ اس دلیل کا کیا جواب ہے اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کیونکہ نزدیک  
 کہہ سکتے ہیں اگر اس کی جواب میں یہ کہیں کہ صحت حقیقت خلافت بیعت اہل حل عقد سے

لے بیہقی نے کہا ہے کہ روایت ابوسیب سے مسلم میں واقع ہوئی ہی موت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک  
 بیعت جناب امیر دیگر بنی ہاشم کی بابت وہ ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس کو مسند نہیں کیا اور نیز پہلی روایت  
 ابوسیب سے موصول ہے خود اصح ہوئی۔

اور وقت مرتب ہوتی ہو جبکہ بیعت اہل حل و عقد صلاح للخلافت کرد اسطی واقع ہو چنانچہ خلفاء  
 ناشہ کو ایسی ہوئے ہوتی اور اگر غیر صلاح کے ایسی واقع ہوگی جیسا کہ جناب کے یہی ہوتی  
 تودہ بیعت مثبت نہوگی تو ظاہری کہ یہہ تردد بالکل مردود نہی اور اسکا جواب خود جناب امیر  
 فی اہل خطابین جو اسکی جواب میں لکھا تحریر فرمایا وہ یہہ کہ جب خداوند تعالیٰ نے صحت  
 خلافت بیعت اہل حل و عقد پر رکھ دی ہے تو جسکو وہ خلیفہ بناوینگی اور باختیار خود جسکو چاہے  
 بیعت کریںگی وہ صلاح للخلافت ہوگا ایسی اسکی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالیٰ  
 انکو ہرگز نکرہی پر مجتمع نہیں فرمادینگا اور اگر انکی بیعت خلافت باختیار خود کسی غیر صلاح  
 للخلافت کے مانہہ مردود واقع ہو جائی تو سب گمراہ اور ضال ہو گئی اور تمام مصلحت پرست  
 ہو گئی اور یہہ حال سہو اہل حل و عقد کا کسی شخص کے بیعت پر تفرق ہونا خود اسکی صلاحیت  
 اور اہمیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچھہ جواب نہیں ہو سکتا نہ امیر معویہ اسکا کچھہ  
 جواب دیکھتی ہیں اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی انکو طرف سے اسکی تردید کہجی اور اگر اس دلیل  
 و دلیل لازمی کہا جاوی تو ناقض نہ نام ہے اور ہرگز مثبت مدعا نہوگی اور اسکی جواب میں  
 جناب امیر ملزم و مجبور ہو جائیگا کیونکہ جب امیر معویہ نے جو اسکی اہل حل و عقد کے  
 بیعت پر ترتب حقیقت کر لی صلاحیت و عدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب  
 فرمائی الزام تو باطل ہو گیا اب جناب امیر کو مدعی ثبوت صلاحیت و اہلیہ کا پیش آیا تو  
 اسکو خود اس بیعت اہل حل و عقد سے ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ واقعی اہل نفس الامری نہیں  
 تودہ سری کسی دلیل کی طرف مثل بعض عصمت کو رجوع فرمادینگے اور یہہ دلائل ایسی ہیں کہ صحت  
 مواقع و مرعی پیش آئی لیکن کسی ظاہر نہیں کی گئیں پس انکو نسبت امیر معویہ کو انکو  
 ابھال میں آنا ہو کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہہ دلائل خلفاء ناشہ کے زمانہ میں پہنچی  
 پیش ہو ہیں جو آج میرے مقابلہ پیش کیجاتے ہیں اور جب انہوں نے تسلیم  
 نہیں کی تو میں کیونکہ تسلیم کروں تو آپ ہی فرمائی کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا

جواب ہے اور اس مرحلے کیونکہ خلاصی ممکن ہے بجز اسکی کہ آپ لازم و مجتوج ہوں اور  
 اگر جواب کوئی امر اسوقت تراشا ہے ہو تو اس جواب کا ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہوگا جو  
 اسکی جواب میں خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا۔ اور اس قول میں جواب ہے  
 یہ جہلہ تحریر فرمایا (اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپ کے خاتم الحمدین اپنی تبحر علمی سے اصل  
 سمجھ گئی ہیں یعنی نفعی نفعی انت بالثام الزامی تحریر پر دل ہے کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے  
 کہ اپنی صلات کو بیان کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں) معلوم نہیں آئے کس  
 حالت میں یہ جہلہ تحریر فرمایا اندر عاصیج کی نہ دلیل دعویٰ کے مطابق اور کسی مثبت  
 اب سنی کہ حضرت خاتم الحمدین کی نسبت الزام تحریر فرمایا کہ وہ جہلہ نفعی و  
 انت بالثام کو اپنی تبحر علمی سے اصل سمجھ گئی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہے اور  
 بیان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور میں خطاب  
 امیر نے اول اپنا دعویٰ ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے جہلہ ہی یعنی نفعی نفعی انت بالثام  
 اور اسکی دلیل بیان فرمائی پس جہلہ مذکور اس اعتبار سے کہ مکتوب میں دخل  
 اصل ہے اور اس اعتبار سے ہی اصل ہے کہ دعویٰ مقصودہ ہے جسکا اثبات مد نظر ہی  
 ہے حضرت شاہ صاحب کو الزام دیا کہ وہ اپنی تبحر علمی سے اصل سمجھ گئی اور گویا حقیقت  
 اصل نہیں ہے سرسبز نہیں ہے قطع نظر اس سے جسجگہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط کو  
 نقل فرمایا ہے اور اس پر بحث کی ہے چنانچہ ہماری فاضل محیب ہی اسجگہ سے نقل کو نقل  
 فرمائے ہیں و بان اس جہلہ کا کچھ مذکور نہیں ہے اور نہ اسکی اصالت و عدم اصالت سے  
 قرض فرمایا ہے اور اس جہلہ سے قرض کرنے کے کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ محض دعویٰ  
 ہی دعویٰ ہے اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہے تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات  
 الزامیہ خصم سے مستلزم فرمایا ہے یا مقدمات حقہ ثابتہ نے نفس الامر سے اور اس  
 جہلہ کی اصالت و عدم اصالت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق ہے

تبحر علمی کا ثبوت اسکی الزامیہ جہلہ سے نہیں ہوتا

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی اہمیت سے غرض فرمایا اور اگر سو بھی تو اسکی اہمیت میں کچھ  
تر و نہیں مدعا حاصل ہوا ہی کرتا ہے۔ پس یہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار ہماری  
فاضل محیکے خوش فہمی پر ہی تحفہ کے جوابات میں کہیں کچھ مضمون دیکھا ہوگا بے سمجھوں کو  
کچھ سے کچھ نقل و ترجمہ کر دیا اسکو بعد یہ کہنا کہ جب سہ الزامی تحریر ہوتی ہے پر دال ہے سراسر  
بجوار و اہیات محض ہو مدعا کو دلیل کے الزامی تحقیقی ہونے پر دلالت کی کیا غلطی ہو سکتی ہے  
خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا سہم ہی اور خصم کا غیر سہم اگر اسکا ثبوت صحت  
و حقیقت نفس الامری و حتمی و محض مطلوب ہوگا تو دلیل تحقیقی ذکر کجا دیگی ورنہ اگر صرف  
اسکات و الزام خصم مقصود ہوگا تو دلیل الزامی ذکر کجا دیگی پس یہ کہنا کہ جب سہم تحریر  
الزامی ہونے پر دال ہے حضرت کے کمال تبحر علمی پر دال ہے ان حضرت کی تبحر علمی سے  
کچھ یہ نہیں کہ اس سہم میں جو لفظ شک کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا ہوتا تو اس سے  
جنا بنے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہو کہ یہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر  
دال ہے اسکی بعد اسکی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہ دال ہے تحریر نہیں ہے کہ اپنی سہم کو پان  
کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں سبحان اللہ یہ دلیل اور یہی حضرت کے تبحر علمی خصوصاً  
منظرہ دانی پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت یہ دلیل جب سہم لزمہ و انت بالاثام کے  
الزام ہونے پر وارد فرماتے ہیں اسکو کیونکہ مثبت ہے ذرا سمجھا ہی تو سہی کا ش  
آپ کے ان افادات تازہ گو کو فی مصنف لبیب و پیر اور کوا کی علم اور فہم اور منظرہ دانی کی داد دی  
اس عبارت سے صاف متفاوہ ہوا ہی کہ جب سہم لزمہ و انت بالاثام کو ہی آپ سہم  
خصم سے سمجھی ہوئی میں حالانکہ یہ مدعا ہی یہ کہ اگر سہم خصم ہو تو وہ خصم ہی کیونکہ بنی اور  
دلیل کے اسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ہی حضرت یہ دعویٰ ہی جو صرف اپنا ہی  
سہم ہی اور خصم اسکا منکر ہے اب اس دعویٰ کا دلیل ہے ثابت کرنا مطلوب ہو قطع نظر  
اس سے کہ ہم پوچھتی ہیں اس قول سے کہ یہ کتاب یہ نہیں کہ اپنی سہمات سے خصم پر کوئی

بات لازم کریں ) کیا مراد ہی اگر یہ ملد ہی کہ ایسی اقوال سوجھ بوجھ اپنی ہی سلامت  
 میں اور خصم کو تسلیم نہیں کرتا اور واقعہ اور نفس الامر کی اعتبار سے مسلمین خصم پر کوئی  
 بات لازم کرنا دایہ تحریر نہیں تو صحیح مسلم لیکن یہ کو مفید نہیں کیونکہ اس دلیل کی  
 نسبت ہم کلب کہتی ہیں کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہی اور باعتبار واقعہ کے غیر  
 مسلم ہی اور اگر یہ مراد ہی کہ اپنی سلامت سے گودہ حقہ واقعہ اور مسلم خصم ہی کیون  
 ہنوں انکو خصم پر کسی امر کا لازم کرنا ظاہر از ادب تحریر سے تو غلط ہے اور اس کی نظر  
 ایسی بدیہی ہی کہ اوس پر حاجت کو دلیل پیش کر نیکی ہی نہیں اور ہم اس دلیل کو  
 ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً گوئی شخص اہل اسلام میں سے کسی سمان پر قرآن کے آیت  
 پیش کر یا حدیث پیش کرے یا اجتماع پیش کرے تو اوسکو کوئی الزامی دلیل نہیں  
 کیگا حالانکہ اوسنی اپنی سلامت سے خصم کو الزام دینا چاہے ہی غرضیکہ یہ جب حدیث عجیب  
 و غریب ہے جو حضرت کی مستخرج مسلم کی آشکارا طور پر بیان کرتا ہی اور علم و فہم و مناظرہ  
 دانے کا اور پورا اندازہ بتاتا ہے **قول** جناب امیر علیہ السلام جو تکلیف خدا تھی  
 خصم پر ایسی حجت ختم فرماتی تھے کہ پھر جواب کا موقع نہ رہی۔ **اقول** میں دلیل کا  
 ایسی حجت ہونا جسکو پھر جواب کا موقع نہ رہی اوس وقت ممکن ہے جبکہ اسکو با اتباع  
 اہل سنت دلیل تحقیقی قرار دیا جادی اور اوسیکو بموجب حضرت امیر کا حجت خدا ہونا  
 ہی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء شیعہ دلیل الزامی  
 کہتے جاوے تو پھر یہ دلیل ہی تمام نہیں ہے چاہے کیا عسیر جواب ہو اور حضرت کا حجت  
 خدا ثابت ہونا تو دلائل مانع ملزم منہم ہونا لازم آئیگا چنانچہ مفصلاً ہم ہی گذارش کر آ رہے ہیں  
**قول** جیسا کہ بعد النفاذ وبعثت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو بعثت کر دئی گئی  
 تو اسنے فرمایا کہ تم میری امت رسول کے ذریعہ سے ہمارے خلاف لی ہو اب تم ہی انہیں  
 کہو کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کون افریب ہے جو مکہ تہنی حق پایا ہو حق دایہ





اور خلفاء کے ساتھ معاملہ خلافت میں چون و چرا کرنا سرسہ خلاف حکم الہی و حدیث  
رسالت پناہی نا جائز اور حرام تھا تو کیونکر ممکن ہے کہ آپ باوجود عصمت کے شریک  
محضیت کر بیولی چنانچہ اسکی ایک خطبہ میں جسکا شروع یہ ہے و منکم لادم کہ  
بیعت عثمان و یثین و اعدا سلین یا ملت امیر المسلمین و لہر لیکن فیما حوالہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت  
بالکل غلط اور موضوع و مفتری ہے۔ رابعاً جب ہم نفس میں الزام میں نامل کرتے  
ہیں تو اسکو غلط اور بوج پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس دلیل سے ہرگز احتجاج  
صحیح نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی عاقل اس دلیل کو لائق احتجاج سمجھ سکتا ہے کیونکہ  
یہ دلیل حضرت نے اپنی حقیقت خلافت کے لیے جس حسب زعم اولیا سامی فرمائی ہے  
پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے اسکی حقیقت خلافت کی طرح ثابت نہیں ہوتے کیونکہ  
آپ کو اس قول سے کہ قریش نے شجرہ کو بکڑا اور شرہ کو صنائع کیا یا یہ مراد ہے کہ اجداد  
اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اس سے اسکی خلافت متنازعہ نہیں ہا یعنی بلافضل ہرگز ثابت  
نہیں ہوتے بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ حضرت عباس و عقیل احق بالخلاف ہیں  
کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرب البصبات ہیں اعمام کا درجہ نبی الاعظم  
سے مقدم ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ اصول کو لیا اور فروع کو چھوڑا تو اس سے بھی واضح ہے کہ  
جناب امیر الحجہ اپنی آپ کو فرع ہونے سے تعبیر فرماتے ہیں حالانکہ ابن العرم فروع  
میں داخل نہیں اور اگر حقیقت بخلاف فروع کے یہی ثابت ہوگی تو جناب حسین  
بنسبت جناب امیر احق بخلاف ہوں گے اور اگر فرعیہ مجازیہ مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ ایسی  
امور میں مجازیہ کو دخل نہیں اور لفظ شجرہ اور ثمر اس سے ابا کرتا ہے یہ لازم آتا ہے کہ تاج  
بن زید احق بخلاف ہوں غرض یہ دلیل کتنی پر ہشیک نہیں بیہوشی اور کسی کل سید  
نہیں ہوتے۔ ایسی وہی دلائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپکی حجت  
خدا ہونے میں قلع کرنا ہے کہ معاذ اللہ حضرت کو سلفہ سید لال کا کچھ بھی نہیں تھا



خاسا ظاہر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت سقیہ بنی ساعدہ میں انصاری  
 دعویٰ خلافت کے نزدیک میں جو دلیل پیش کی تھی جسکو سب تسلیم کیا اور کہنے میں چون چڑھا  
 نہیں کی اور جو متفق علیہ فریقین ہے وہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 الامۃ من قریش۔ صورت استدلال یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص سے  
 امت کا خاص قریش میں ہونا ثابت ہوا کہ جمیع انصار شریک نہیں ہو سکتے تو انصار کا  
 استحقاق باطل اور امام کا مطالبہ بے محل ہوا اور اس حدیث متفق علیہ شیعہ و اہل سنت سے  
 یہ بھی واضح ہو کہ جب امت قریش کا ہی حق ہے تو نفس اس حصہ میں تمام قریش متساوی  
 الاقدام میں کیونکہ الفاظ نص سے کیسی تخصیص و ترجیح مفہوم نہیں ہوتے اور ظاہر ہے  
 کہ خداوند کریم کے نزدیک اور سب عباد میں سے محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اور  
 ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک  
 پیارا وہی جو احکام الہی کا زیادہ مطیع ہو خواہ عرب ہو یا حبشہ عربی یا عجمی جہانچہ شرح  
 بیج البلاغ میں آپ سے نقل ہوا ہے ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحمد وان  
 عدو محمد من عصى اللہ وان قربت قرابت قرابتہ۔ اسوہ طیبہ خداوند کریم نے  
 حضرت نوح کے فرزند کی نسبت انہ لیس من اہلک فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ  
 مدار قرب کا قرب قرابت پر نہیں بلکہ اس کی بی دوسری اوصاف کی ضرورت ہے تو اس سے  
 واضح ہوا کہ اس حدیث میں حضرت نے خاص قریش سے اس فضل خاص کے ساتھ  
 مخصوص فرمایا کہ الامۃ من قریش یہ خصوصیت محض تقبی ہے عقل کو اس میں دخل نہیں  
 ہے اور قاعدہ ہے کہ جو لشارع علیہ صلوٰۃ سے خلاف قیاس ثابت ہوا اس کا تقدیر نہیں  
 ہو سکتا اور شیعہ کے نزدیک تو قیاس سموا یون ابی جائز نہیں ہے حضرت خلیفہ اول نے

۱۔ امام قریش میں سے ہو کر ۲۔ خدا کے نزدیک تم میں بزرگے والا وہی جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ ۱۲۔

۳۔ امام امت اس پر جو خدا کا اگر خدا کی قربت میں ہوا اور کلمہ شہدہ ہو جو خدا کا فرمان ہے کہ اگر وہی کی قربت میں ہو۔ ۱۳۔

اگر اس حدیث سے انصاف کی بات کو رد کیا تو آپ ہی نفس سرزد کیا جو خلاف قیاس محض تفسیر  
 ہوتی تو اگر جناب امیر نے اسکا شکریہ فرمایا ہو اجتہاد بالشجرۃ و انصاف بالشجرۃ جبکہ  
 شیعہ کا زعم ہے اور واقعہ میں ایسا اپنے ہمین فرمایا ہو گا تو گویا آپ کے خلاف قیاس نفس  
 میں قیاس کیا اور ہم اسی خطا سے کچھ بدین است سے ہی صادر نہیں ہو سکتی آپ کے شبہ  
 مانے معاملہ اصول میں تحریر فرمائے میں القیاس ہو الحکم علیہ معلوم بمثل الحکم  
 الثابت معلوم آخر لا شر الا حکم علی الحکم فموضوع الحکم الثابت سے اسعلا و  
 موضوع الاخر سے فرعا و المثل ترک جامعاً و علتہ و حی اما مستنبطہ و منصوصہ  
 وقد اطبق اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطہ الا من شد وجدة اجتماعہم فیہ  
 غیر واحد منهم و تو انرا الاخبار بالانکار عن اهل اہلبیت علیہم السلام و بالجمہ  
 فنعہم بعد من فیہ و ریات الدین و اما الشیخہ من فیہ العمل بھا خلاف سببہم  
 و ظاہر المراتب المتساویۃ ائمہ اوزیر اس متفق علیہ نفس سے یہ بات ہی ثابت ہوئی  
 کہ تخصیص ائمہ شیعہ کے غلط اور بلا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی فقید کی طرف  
 عمومًا نسبت کیا گیا ہے وہ اسکی تمام افراد کو شامل ہو گا اور فقید کی افراد میں سے جو جسکو  
 وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہو گا و نہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی  
 بابت نفس فرمائے کہ ائمہ کے ہی واسطی ہے تو لائے من قریش کی کیا ضرورت تھی میں  
 معلوم ہو کہ وہ نفس محض حضرات کے ترشی ہوئی تھی العرض بہ الزام ایہ دایہ الزم  
 کہ جو حکم کو بلا واسطی ہی عقل ہوگی وہ اس الزام کا جناب امیر کی طرف منسوب کرنا نہایت  
 مستطیع ہے جیسا کہ حضرات شیعہ کو اسی پر کیا کچھ سختی و دنازی اور اسکی وجہ اب  
 سمجھتے ہیں اور جسکی ایسی وقت میں تمام خصوص و صلیا حضرت کو فراموش ہو گئی اور یاد آیا  
 تو یہ ایک ناقص القوس لال مادی یا معتبر و یا ادنی الاکابر قولہ اسطرح اس خط میں  
 معہ کو الزام تحریر فرمائے ہیں کہ تو خلفا رسالہ کے خلاف کو حق جاننا ہے اور ہمارے

۲۱۶

و انصار کا شوری حجت سمجھتا ہے میری بیعت ہی تجھ پر لازم ہے کیونکہ یہ بیعت ہی ان  
 اشخاص کے لیے ہے کہ جنہوں نے مختلف سابقہ کی بیعت کی تھی **قول** حضرت  
 خط کے آخر جملہ کو مطلب کا خلاصہ یہی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ ہر جمع سامی الزام کو اور  
 زیادہ تقویت ہوئی۔ آخر کہیں مصیحت سے ان کی مضمون کو ترک کیا ہی ہم سابقین کے  
 ساتھ گذارش کر آئی ہیں کہ یہ دلیل دلیل الزامی نہیں ہو سکتی اور یہ جو ہماری فاضل  
 مجیب اپنی کمال شجرت اور تدبیر سے فرما رہی ہیں کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق  
 جانتا تھا اور مہاجرین و انصار کا شوری حجت سمجھتا تھا یہ ہرگز ان الفاظ سے  
 مفہوم نہیں ہوتا اگر اس عبارت کے یہ معنی ہوں تو مصداق مثل المعنی نے بطن اشارہ  
 ہو گا اور کیا ضرورت ہی جو بے ضرورت خلاف اصل اس کتاب حذف کا اختیار کیا جاوے  
 پر صاف اور سیدہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جناب نے تحریر فرمایا  
 میری بات پر سابقین خلفاء نے بیعت کی ہے اور میں کسی حاضر و غائب کو چون چرا  
 کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ شوری کا استحقاق صرف مہاجرین و انصار ہی کو ہی جب  
 کسی امر پر مجتمع ہو جاوے اور کسی کو امام نابین تو اس میں خدا کی ضمانت ہی ہے اور اگر  
 کوئی طعن یا بدعت کرے اس میں سے نکلی اس کو اس میں لوٹاؤ اور اگر انکار کرے تو  
 لڑو۔ اور خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ آپ اس مضمون کو بھی مطابق اصل عبارت کے بھیج  
 اور اپنی مدعا کو بھی مطابق بھیجی اور انصاف سے دیکھی کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت  
 کہ ہے پھر کہیں کہو کہ دیکھی کہ الزام ہے یا تحقیق واللہ ہوا موقوف **قول** آپ کو خاتم الخیر  
 یہ فرماتے ہیں کہ وہ بدیہی است کہ بیعت مہاجرین و انصار کا کہ ہرگز یہ دعویہ پرشیدہ  
 بنوہ اگر دعویٰ حق شریعت و حیات حضرت امیر در مجلس و کتابت خود فراموش  
 انتہی۔ بقدر کجبتہ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں کہ ہر آدمی اپنے ہر قول  
 و فعل میں ہمیشہ معصوب پر ہی ہو اور اس کو افعال و اقوال میں تناقص نہ ہو بلکہ اس

و صحابہ دینا کا یہی حال ہے کہ جس میں اپنا نفع و کچھ تو ہیں وہ اختیار کرتے ہیں جب خلفاء  
 ثلاثہ کی خلافت میں اپنا دینی و فائدہ دیکھا اور ان کی صحت و حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا  
 اور جب سمجھا کہ جناب امیر علیہ السلام کے صحت خلافت میں وہ فائدہ دینی و نہی گامزن  
 باعنی ہو گیا اور نہ آپ ہی فرما دیں کہ اگر معویہ خلفائے ثلاثہ کی صحت خلافت پر ہمارے جو ہیں  
 کہ معیت کا قائل تھا تو ان کی خلافت اور ان کے نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تھی کیا  
 معویہ جو رجال المؤمنین اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اجماع اہل حل و عقد کو حجت بناتا تھا  
 اور وہی مثل رد افضل رض و عصمت و فضیلت کا قائل تھا یا اس کے نزدیک خلافت کے  
 اور شرطیں تھیں اگر یہ بات ہے تب بھی اجماع حجت نہ تھا اور خلیفہ اول کے خلافت  
 جو اجماع صحیح ثابت ہے اور اہل سنت کا اس پر ہی ناز ہے درست نہ ہی **اقول** اگرچہ اس کا جواب  
 ہماری کلام سابق سے واضح ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم میں  
 خطا ہوئی اور اب یہ مضمون اس پر بطور اعتراض بیان فرمایا ہے اس کے خوش فہمی کا اظہار  
 ہی واجب بات ہے ہی پس نسخ ہو کہ اسی حضرت میر صاحب سخن فہم جناب پر ختم ہے  
 جواب تو آپ نے تحریر فرمایا لیکن یہاں تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھا ہوتا ہے سوچی  
 سمجھ کر آپ نے شہادت پر نہیں لکھ دینا کو نسی عقل کا کام ہے چونکہ تحفہ عام طور پر جب تک  
 دستیاب ہوتا ہی نقل عبارت کے کچھ ضرورت نہیں صرف بیان مضمون پر اکتفا  
 کرنا ہوتا اور اس کے بعد آپ کی جواب کے خوبیان ظاہر ہو جائیں گے حضرت خاتم محمد ثانی رحمۃ اللہ علیہ  
 اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی ہو تو الزامی  
 دلیل کے واسطی لازم ہے کہ اس کے مقدمات مسلم عنہ تخص ہوں۔ لہذا میر معویہ کے نزدیک  
 یہ مقدمات کس پر مبنی ہو سکتا ہے جو اس کے خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی  
 جو یونین پیچہ اور اس پر مذہب کی کہنا یونین مذکور میں ظاہر ہوتا ہے وہ یہی کہ جو مسلمان  
 قریشی کہ جمہات الامت کو میر بخیر ہم کر کے اور تنفیذ احکام و جہاد کفار و سیاست رعایا

میر معویہ رضی اللہ عنہ کی صحت خلافت کا یہی ناز ہے کہ اس پر ہی ناز ہے درست نہ ہی  
 اگرچہ اس کا جواب ہماری کلام سابق سے واضح ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم میں  
 خطا ہوئی اور اب یہ مضمون اس پر بطور اعتراض بیان فرمایا ہے اس کے خوش فہمی کا اظہار  
 ہی واجب بات ہے ہی پس نسخ ہو کہ اسی حضرت میر صاحب سخن فہم جناب پر ختم ہے  
 جواب تو آپ نے تحریر فرمایا لیکن یہاں تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھا ہوتا ہے سوچی  
 سمجھ کر آپ نے شہادت پر نہیں لکھ دینا کو نسی عقل کا کام ہے چونکہ تحفہ عام طور پر جب تک  
 دستیاب ہوتا ہی نقل عبارت کے کچھ ضرورت نہیں صرف بیان مضمون پر اکتفا  
 کرنا ہوتا اور اس کے بعد آپ کی جواب کے خوبیان ظاہر ہو جائیں گے حضرت خاتم محمد ثانی رحمۃ اللہ علیہ  
 اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی ہو تو الزامی  
 دلیل کے واسطی لازم ہے کہ اس کے مقدمات مسلم عنہ تخص ہوں۔ لہذا میر معویہ کے نزدیک  
 یہ مقدمات کس پر مبنی ہو سکتا ہے جو اس کے خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی  
 جو یونین پیچہ اور اس پر مذہب کی کہنا یونین مذکور میں ظاہر ہوتا ہے وہ یہی کہ جو مسلمان  
 قریشی کہ جمہات الامت کو میر بخیر ہم کر کے اور تنفیذ احکام و جہاد کفار و سیاست رعایا

اور تجنیہ جیوش اور سد ثغور پر قادر ہوا اور مسلمانوں میں ہر ایک جماعت اور سکون ہتھ بیعت کر لین  
 خواہ وہ جماعت اہل منیہ اور مکہ ہوں یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جبکہ اندر یہ صفات  
 مذکورہ پائی جائیں اور ان پر قادر ہوا اور درمیان میں سکون گودہ مہاجرین اولین سے ہر  
 اور اگرچہ اسکی ہاتھ پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صحابہ اور اہل الامامہ نہیں اور  
 بیعت اہل حل و عقد سے امام نہیں ہو سکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر موعود  
 کے نزدیک ایسا طبع صحیح نہیں ہے کہ اسکو زعم میں جناب میں بہ اوصاف مفقود تھی  
 بلکہ علاوہ فقہان اوصاف کی کہ جو خلافت کو کسی شرائط میں بوجہ اہتمام قتل عثمان رضی اللہ  
 اور اذکم فائزین کے حمایت کے حضرت کو غیر مسلح اور سامعی فی الارض بانصاف گمان  
 تھا چنانچہ بارہ مجالس و مکاتیب میں اسکا ذکر کیا اور طنز و تعریف کے طور پر خطبہ کیا تو اس  
 حالت میں جبکہ اسکی نزدیک معاذا اللہ جناب امیر میں شرائط صحت خلافت ہی مفقود  
 میں اور آپ اہل اور صحابہ النخلاف ہی نہیں میں تو بیعت مہاجرین و انصار اسکی نزدیک  
 کیا حقیقت و وقت رکھ سکتے ہے اور یہ بیعت اسکو نزدیک کیونکہ صحیح ہے کہ اسکو  
 ہی اور اس بیعت سے اسکو سپر کنوکیا الزام دیا جاسکتا ہی بخلاف خلفائے راشدہ رضی اللہ عنہم کی کہ جو ان  
 و قوتہ ان سب صفات کے ساتھ متصف تھے مرتدین کی قوت و شوکت کو ان ہی کی ہمت  
 عالمی نے خاک میں ملایا کبیری و قیصر کے بڑی بڑی سلطنتیں ان ہی کی حسن تدبیر سے  
 یا پھال ہو کر اہل اسلام کے قبضہ میں آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع ان  
 ہی کی قوت ایمانی اور نیک نیتی کا ثمرہ ہے اور ان ہی کے نامہ اعمال میں ثبت ہے  
 جناب امیر اسکو طبع ہمیشہ حسرت سے فراموش ہی ابتلیت بقتال اہل القبلة  
 اور اس سے زیادہ انکی قوت و شوکت و بیعت و شجاعت و حسن تدبیر کی کیا دلیل  
 ہو سکتی ہے کہ انہوں نے امت کو بزور و زبردستی ایسی شخص کے ہاتھ سے محض  
 کیا جو شجاعت میں کمینا اور تدبیر میں لامافی اور جرأت میں بے مثل تمام قوم عادیوں میں تھا

ایک لمحہ میں دارالفنا کو پہنچا دیا اور مخصوص من اللہ ابرہ صوب من الرسول تھا موت و حیات  
 ہی اوسکو علم تھا بلکہ اختیار ہی تھی اگر تمام بروی زمین آدمی ہی اوسکو مقت بل میں ہوں  
 تو کچھ پرواہ کرنے والا نہ تھا فی الواقع ایسی شخص سے زبردستی غضب کرنا بی شجاعت اور  
 عقل کی دلیل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہ بھی کہ معاذا اللہ تو یہ تو یہ خدا و رسول ہی پر ہر کمال تاکید  
 و تشدید شجاع انسان سے عقل انسان کو فرمایا کہ تو اؤ کہی مقت بل میں چون و چرا کچھ نہ کیجیو اور  
 بھولی سے ہی کہی اپنی حق کا نام نہ لیجو اور اوسنی سمجیت ہی کر لینا اور جسطرح گزری تفسیر کے  
 پردہ میں اطاعت و آشتی سے گزرنا پس جب انکی اندر یہ کمالات و جوہر تھے تو جب  
 اہل حق نے انکو غائبہ پر سمجیت کر لی تو معویہ کو اسین کیا چون و چرا کی گنجائش تھی اور کسی  
 مستدین عاقل کو اسین چون و چرا نہیں ہو سکتی اب سپر آچا نہ فرمایا کہ اگر معویہ  
 صحت خلافت خلفا پر سمجیت تھا جو میں انصار کا قائل نہ تھا تو انکو خلافت اوسکو  
 نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تھی ( بالکل لغو اور پوچ ہو گیا منشا و اوسکا یہ تھا  
 کہ طلب عبارت کا نہیں سمجھو اور بعد اوسکہ یہ فرمایا کہ کہی عصمت بعض فضیلت کا  
 قائل نہ تھا یا اوسکو نزدیک اور شرطین تھی تب ہی ثبوت خلافت باجماع نہ تھا ( اوسکو  
 زیادہ لغو اور بیہودہ ہی عبارت تحفہ کو سمجھیں اوس سے بخوبی واضح ہو کہ اوسکو کون اوسلیم  
 خلافت جناب امیر سے مانع تھا اور وہ خلفائے ثلاثہ میں موجود ہی یا مفقود نہ اوسکی  
 نزدیک شرط ثلاثہ شرط خلافت تھی نہ کوئی اور شرط تھی بلکہ سمجیت اہل اسلام کو مع وجود الہی  
 و ہما بحیثہ شرط خلافت کہتا تھا جو اوسکی زعم میں جناب امیر میں مفقود تھی اور خلفا  
 ثلاثہ میں موجود۔ پس بروی اوسکو مذہب کے خلفا ثلاثہ رضی کی صحت خلافت میں قائل تو نہ  
 نہیں ہو سکتا رہا یہ الزام کہ امیر معویہ نے جب تک خلفا ثلاثہ کی خلافت میں اپنا دینی  
 فائزہ دیکھ کر انکو حقیقت خلافت کا قائل رہا اور جب سمجھا کہ جناب امیر کی خلافت میں  
 وہ فائزہ نہ رہی گا منکر و باغی ہو گیا عجیب و غریب ہو گیا آہ کی نزدیک امیر معویہ ہی شل





اور جو اب جواب نقل کیا ہے کما حقہ ہوتی ہے اور ابن ابی کحید باد جو معتزلی ہونی کے اگرچہ  
 علماء شیعہ کے نزدیک فی الجملہ معتبر ہیں لیکن بہت بد ابن مہتیم کا قول ہرگز قابل حجاج  
 نہیں ہو سکتا ہے اور اسنت پر اگر قول روایت سے حجت لانا ہماری فاضل نجیب جیسی سادہ  
 دان کا ہی کام ہے غرض آپ شرح ابن مہتیم دیکھ لیتے ہیں آپ کو ابن ابی کحید کی روایت کو غلطی  
 معلوم ہو جائیگا اور ثابت ہو جائیگا کہ امیر معاویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہ ہو تو ہر لازم ہو  
 تو آپ اپنے منہ پر ہونے اور اگر بالفرض سادہ کاغذ پر بھیج دے کر کے یہی دیا تو اس سے ہمارے بھیج  
 سبب کا یہ مطلب سمجھنا کہ چونکہ جواب کچھ مذہبی کا اسلہی سادہ کاغذ لپیٹ کر بھیج دیا  
 بالکل غلط ہے بلکہ ممکن ہے کہ ابن جبر سی سادہ کاغذ بھیج ہو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو جاوے  
 کہ آج کا بیان حاصل شدنی نہیں۔ چونکہ آپ نے جویر کے ہاتھ جو خط بھیج بہت اور میں  
 بعیت کو دیکھی لکھا تھا تو یہ سادہ کاغذ اس سے انکار کے طور پر بھیجی تاکہ اور میں ناگہانی  
 پر دلیل ہو جائی۔ یا ممکن ہے کہ سادہ بھیجتی سے ایسا اس طرف ہی کہ یہ تحریر قابل جواب  
 ہی نہیں کیونکہ پہلو آپ اپنے آپ کو اہل از صالح للختلفت تو ثابت کریں۔ باقی رہا  
 یہ فرمانا کہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے۔ روزہ اور قسم کا جواب  
 تو ہر شخص اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے حضرت کی کمال مشاعرہ دانی پر وال ہے  
 حضرت کو یہ بھی اب تک معلوم نہیں کہ اقامت اولہ میں سے کونسی دلیل زیادہ قوی اور معتبر  
 ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے دیکھو یہ لازم نہیں ہے کہ باعتبار واقع  
 اور نفس الامر کے ہی صحیح ہو یا نہ ہو پس اگر اس کی صحت ہو تو صرف یہ نعم مستدل محض  
 ہونے سے خواہ واقع میں اور عند محض غلط ہو کیونکہ ہوا در ہم اس تحریر کو جو دلیل قطعی  
 اور قدمات حقہ سے مرکب کشتی میں اس سے یہ مراد ہی کہ یہ دلیل عند اللہ حق ہے  
 اور باعتبار واقع کے صحیح تو ہر ایک مسلمان کو اس کا اتباع واجب ہے کیونکہ اس کی حقیقت  
 اصول شرع سے ثابت ہووے تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور استدلال اور خصم کے



نزدیک مسلم ہوگی اب حیل فرمائی یہ تحقیق قوی ہو جو سب کے مسلم ہو یا وہ الزام قوی ہے  
جو صرف ختم کا ہو بزم ستم ستم اسلم ہو۔ اگر بالفرض اس پر ہی امیر معویہ کی طرف سے کوئی سی  
اعتراف فرما دین جو انہوں نے کہا ہی سوا اس کا جواب دہی ہی جو جناب امیر نے تحریر  
فرمایا کہ جب خدا کے نے اتباع سبیل المؤمنین کا حکم فرمایا اور اس کی مخالفت سے ڈرایا  
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت اگر ایسی پر مجتمع ہوگی تو اب یہ کہنا  
کہ سبب اہل حل و عقد کی غیر صالح للامت کے واسطی ہوئی گویا سب کے تضلیل ہے جو ختم  
تکذیب خداوند کے شانہ پر چاہئے اس کا جواب امیر معویہ کی طرف سے ہماری نظر سے نہیں  
گذرا اور اگر کوئی اس کا جواب ہو گا یہی تو غالباً اسی قسم کا جیسا پہلی جواب دیا تھا جس کے  
تردید ایک جلسہ میں کر دی گئی تو اب آپ حیل فرمائیں کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجھا جائے تو  
امیر معویہ کے اعتراف کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور جب تک اس کو تحقیقی تسلیم فرما دین  
اور وقت تک یہ خط لا جواب نہیں ہو سکتا لیکن اس کو تحقیقی ہوئے میں بہ نسبت شیعہ  
دوست بردار ہونا پڑ گیا کیونکہ یہ خط قلع اساس شیعہ بالبدلتہ کر رہا ہے۔ **قول**  
جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ خط اس کو الزام لکھا گیا ہی تو یہ فقرہ انما الشوری الخ ہی الزام  
اسی ہی ایک خاتم المحمّدین یہ جو فرماتے ہیں کہ باز چشم پوشی نمودن از اطراف وجوہ  
کلام کہ زاید بر الزام است الخ انکس اس تحریر سے سخت تعجب ہو کہونکہ دلائل الزام  
اس طرح بیان کرنے چاہیں کہ مخالف کے نزدیک اونکو قدر و منزلت ہو اور یہ بدون ربط کلام  
تو کہ روٹا طرہ نہیں سکتا۔ **اقول** جو کچھ آپ نے بزم خود ثابت سمجھا تھا کہ یہ خط  
الزام لکھا گیا ہے وہ محض کسب جھکوت تھا اس پر نہ کہ نے جو کچھ گذارش کیا  
اوس سے مشورہ روشن و صریح ہو گیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہے بلکہ تحقیقی  
ثابت ہے خاتم المحمّدین کی تحریر سے اگر آپ کو سخت تعجب لاحق حال ہو تو تعجب تعجب  
نہیں جس سوا آپ کا فہم عبارت میں یہ ہے کہ سبیل ہمارے تو نہیں بلکہ سلطان و پادشاہ

ہوئی ہیں اور نہیں سمجھتے اگر اس عبارت کو بھی نہ سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں اس کلام میں  
 قدر الزام ہے جعفر زیادہ بسط کیا ہے وہ صاف طور پر اسکی محقق ہونے پر دال ہے  
 تو جب یہ پہلی بڑھائی جائیگی جو الزامی ہوئے کو باطل کریگی تو کیونکہ مخالف کے نزدیک  
 باعث قدر و منزلت دلیل کے ہونگی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں پھر چشم پر  
 کرنا اطراف و جانب کلام سے جو زیادہ قدر الزام سے ہے الزام صرف یہ قدر ہی حاصل  
 ہو سکتا ہے کہ ذکر بیعت فرمادیتی اور باقی عبارت کو قاذم اجتماع علیٰ اجل سے آخر  
 کمال الزام میں کچھ دخل نہیں ہے ترک کر لے امام معصوم بیان دے کیونکہ جوت بولی اور وہ ہی  
 خدا تعالیٰ کے برگزگان اللہ رحمنی و صلہ جہنم و سائر مصلیٰ کمال شایہ و تحسین و تاکید  
 و تکریر کے ساتھ حافظہ غرض کلام کی اطراف و جانب جو زیادہ قدر الزام سے ہیں وہ  
 میں جنکو الزام میں کچھ دخل نہیں بلکہ کذب بھی حاصل و الزام کے مخالف میں ہیں  
 بسط و نشاط کرنا سراسر بجا اور ناجائز ہے۔ افسوس کہ کلام میں اس قدر بسط و نشاط ہو  
 اور ایک لفظ بھی ایسا نہ فرمادین جو اسکو الزام ہونے پر دال ہو بلکہ جعفر بسط کریں وہ  
 اولیٰ اسکو تحقیقی ہونے پر زیادہ دلیل ہوتا جائیگی آپ ہی کہ اعتقاد کے بموجب حجت  
 کی یہی کلام ہو سکتی ہے کہ ارادہ کچھ کریں اور زبان سے اسکی خلاف کچھ ظاہر ہو عباد اللہ  
 سن سورنشین **قول** مسجد اہلبیت کلام کو بطور الزام فرمائے مگر واقع میں عین صدق  
 محض حق ہے اور اسی سے بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت  
 پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہیں ہوا کیونکہ جناب امیر مدنی ہاشم و غیرہ و  
 بن عبادہ نے بیعت نہیں کی چونکہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر ہی  
 داخل ہے کیونکہ آنحضرت ہی بعد مہاجرین بلکہ بعد انبیا ہیں نہی فی نفسہ  
 ہماری ہو یہی اس تقریر پر چاہیے کہ شش ماہ تک خلیفہ اول خلیفہ امام ہونے  
 الحسنة ثم الحمد الحمد کہ اسوقت ہماری فاضل محبت کے اس دلیل کا تحقیقی ہونا

قبول فرمایا شہر اسی بحکم میرے پیام پہلے آئیکر جب + بن بلانی میرے گھر آپ  
چلی آئیکر + ہماری فاضل محیب فرماتے ہیں کہ یہ کلام بطور الزام کے ہے لیکن واقع  
میں عین صدق و محض حق ہے اور ہم تحقیقی اوسیکو کہتے ہیں کہ جو باعتبار واقع اور  
نفس الامر کے عین صدق و محض حق ہو تو جب یہ کلام باعتبار واقع کے عین  
صدق و محض حق ہے تو ہر ایک جملہ اوسکا مطابق واقع کے ہے اور صفیری و کبری  
قیاس کے عند اللہ حق ہیں تو صفیری قیاس اقرارانی کا جو اس دلیل مستحکم و متعارف  
یہ ہے کہ لانه بالبعث القوم الذین بايعوا ابا بكر وعمر و عثمان علیہما السلام و ابا عیوبہم علیہ  
اور اسکا کبری یہ ہوگا وکل من بايع هو لامر القوم فليس لمن شهد بيعتهم ازيج الت  
غیر من بايع ولا للغائب عنها ان يردھا اور یہ ہر دو صفیری و کبری حسب عرفان قابل  
محیب عین صدق و محض حق ہیں تو نتیجہ اسکا یہی حق ہوگا کہ یہ کہ انہ لیس لاحد من  
حضر اوفا بان يرد بيعتهم لی اد یہ اس کو مستلزم ہی کہ حاضر و غائب سب پر بیعت لازم  
ہوگئی کیونکہ جب نہ اللہ حق ہوئی تو کسیکو حاضرین و غائبین میں سے چون بچا کی  
گنجائش نہیں ہو سکتی عبارت شرح ابن تیمیہ کی اگر مودع عرض کرتا ہوں فقوله انما  
الی قوله الشام صورة الدعوى وقوله لانه بالبعث الی قوله علیہ صورة صفیری القیاس  
ضد من الشك الالاول لیتبع منه ملزوم تلك الدعوى لغایتہ صدقہا بصدق و  
و تقدیر الکبری وکل من بايع هو لامر القوم فليس لمن شهد بيعتهم ازيج الت  
بالعوم ولا للغائب عنها ان يردھا نتیجہ انہ لیس لاحد من حضر اوفا بان يرد بيعتهم  
وذلك يستلزم كونها لازمة لمن حضر اوفا ب وهذه النتيجة هي قوله فلم يكن الی قوله

سہ قول۔ اما بعد سی قولہ الشارح دعویٰ کے تفسیر یہی اور قولہ یعنی سے کو چھ علیہ کہ شکل اول میں قیاس صنفی یہی تاکہ اس ہی اس دعویٰ کے لزوم کا نتیجہ حاصل ہو جائی کہ نہ کہ اسکی لازمہ کے صدق کو منہج ہے اور کبریٰ کو تفسیر یہ یہی۔ شکل میں با بعد مولانا فیس میں شہد عتیقہم ان شیخ زید بن یحیٰ و والدنا فیک عثمان ابیروا۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کیس لاء معنی صخر ادغاب ان برید عتیقہم۔ اور یہ تفسیر کہ کسی کر جیت وافر و غائب کو لازم ہو جائے۔

یہ قولہ وانما الی قولہ تولى تقریر لکبری القیاس وحرر الشوری والاجماع فی  
 المهاجرین والانصار لانهم اهل الحل والعقد من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 فاذا اتفقت کلماتهم علی حکم من الاحکام کاجتماعهم علی بیعته وتسميته اماما کان  
 ذلک اجماعا ورضی اللہ ای حضارہ و سبیل المؤمنین الذی یجب اتباعه فان خالف  
 امرهم وخرج عند طعن فہم او من اجمعوا علی خلاف معویہ وطفہ فیہ یقبل عتقا  
 ونحوہ او یبدع بخلاف معاب الحل ویدغمہ فی نکتہ بیعتہ مردوہ الی ماخرج عندہ فان  
 الی قائلہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین حتی یرجع الیہ وولاء اللہ ما تولى واصلاہ  
 جہنم وساوت مصیدا اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کا تحقیقی ہونا صاف واضح  
 مفہوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اسکی تحقیقی ہونے  
 پر کسی شاہد و برہان کی ضرورت نہیں تو یہ عبارت صرف بطور تنبیہ و تشریح اخبار اقلیاء  
 عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اثرات فاضل محیب عین صدق اور  
 محض حق ہونا ثابت ہو تو اس کلام میں ابوبکر و عمر و عثمان کے حقیقت خلافت کو شاہد  
 اپنی خلافت کے حقیقت پر استدلال کیا ہے اگر انکی خلافت کے صحت حقیقت کسی دلیل  
 سے باطل ہو تو آپ کے خلافت بھی ثابت نہوگی اور اگر انکی خلافتیں حق ہوگی تو چونکہ یہ خلافت  
 ہی ان ہی پر منتزع اور ان ہی کی قدم بھد م ہے یہ ہی حق ہوگی تو اس کلام کے  
 عین صدق محض حق ہونے کی صورت میں ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کا

۱۔ اور نیز تنبیہ قوالہ کہ میں سے قولہ یہ رنگ ہے اور قولہ انا ہی قولہ تولى تکبری قیاس تقریر ہی اور شوری اور اجماع کو بہا برہین  
 اور انصار میں جہر کیا کیونکہ است محسنہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ہر اہل حل عقد میں جب وہ توفیق الہی حکم پر احکام میں سے  
 ہو جائیں جیسا انکی بیعت اور انکی امام بنانے پر تو یہ اجماع صحیح اور اللہ کا پسندیدہ اور یقین کرستہ جسکا اتباع واجب ہی ہوگا پس  
 اگر کوئی انکی امر کی مخالفت کری اور ان میں سے ازبہ طعن کر کے نکلی جیسا کہ معویہ نے خلاف کیا اور جناب عین تزل جہنم  
 کا طعن کیا یا مثل اسکا کوئی شخص بعت کر کے نکلی جیسا اصحاب جس نے خلاف کیا اور امت شکانی قوالہ کہ تو ان میں جگہ سے  
 انکے میں اور اگر انکا کر کے تو انہو سلمانوں کے سوا دوسرے کسی پر ہدی کرنے پر جہاننگ کا اس طرف لوتے اور نہ تو یہ کر گیا کہ انکو اللہ  
 چہ ہر وہ پہلے ہی اور جنہ میں ان کو داخل کر گیا اور وہ ہر جگہ ہے۔ ۱۲ -

اولاً ہی اور ثبوت حقیقت خلافت جناب امیر ثانی کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اہل حل و عقد کے  
 صحت حجیت ثابت ہوئی بعد اذکر صحت و حقیقت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اذکر بعد  
 حضرت کی خلافت کو حقیقت ثابت ہوئی اس پر ہمارے فاضل مجیب کا یہ ارشاد کہ اسی سے  
 بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہی کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا  
 اجتماع نہیں ہوا الخ قابل تامل ہے مصنفان روزگار والو البصار والابصار ہی کیونکہ اس  
 قول میں کہاں ہے کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے  
 اور اس کلام میں کس جگہ شرط اجتماع و بیعت اہل حل و عقد حقیقت خلافت کو یہی لکھا ہے  
 اس میں تو مصنف و مخرج شل آفتاب روشن ہے کہ میری نااہلہ پر بیعت اہل لوگوں نے  
 کی۔ جنہوں نے ابو بکر و عمر و عثمان کی نااہلہ پر کی تھی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تھے  
 اور خواہ وہ بعض تھے اور خواہ وہ دس تھے یا پانچ تھے یا نہر اتھے یا دس ہزار تھے  
 جس قدر تھے اذکر بیعت کرنے سے انعقاد خلافت ثابت ہوا اور حقیقت خلافت مستحق ہو کر  
 خواہ جناب امیر دینی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تھے یا نہیں تھے حضرت امیر نے اس  
 قول میں صدق و محض حق میں یہ تسلیم فرمایا کہ جنہوں نے خلفاء سے بیعت کی وہ  
 کوئی تھی اور اگر چاہے بعض وہ مہاجرین بھی نہیں تھے کیونکہ معرفت حجۃ جو شرط ہجرت  
 علیٰ موعود الامیہ ہی مفقود تھی تاہم اذکر بیعت کرنا موجب حقیقت خلافت تھا اس  
 پر دعویٰ علم ثبوت خلافت خلفاء کو دکر اسوچی اور ولیمین شریعی حفظت شدیاء و  
 غایت حدک انشیاء خود اس خط کا یہ جملہ فلم یکن للشاہدان ینتار ولا للغائب  
 اور شارح کا یہ قول فلیس لمن شہد بیعتہم ازینتار غیر من یا یعوم ولا للغائب  
 عنہما ان یردھا اور یہ فرمانا وذلک یستلزم کو فیہا لازمة لمن حضر او غائب  
 اور شخص کو اذکر بیعت میں حاضر ہو اذکر یہ امر حاصل نہیں ہے کہ اس کی سوا کسی کو اختیار کری  
 جس کو نااہلہ اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے اور نہ غائب کو حاصل ہے کہ اس کو رد کرے ۱۲  
 اور یہ حاضر و غائب پر لازم ہوئی کہ مستلزم ہو ۱۳۔

بدالالت مطابقی اس امر کو مثبت ہے کہ بعد ازاں لوگوں کے جہنوں نے خلف و ثلثہ سے بیعت  
 کئی کسی غائب کے غیبت اور کسی تخلف کا تخلف اس کو قاضی نہیں ہو اور نہ اس کی نفی  
 کو مانع ہے بلکہ جب وہ جہنوں نے بیعت کر لے چونکہ ان کا ضلالت پر اکھٹا ہونا محال ہے  
 اور سب کا حق ہے ان کا ہونا ناممکن ہے یہی وہ خلافت راشدہ ہوتی ہے اور سب حاضرین میں  
 پر لازم ہو چکا ہے تو جیسا ظہیر و زبیر و امیر مہدیہ و جمیع اہل شام پر باوجود ان کی تخلف کی لازم  
 ہو گئی ہے اس طرح جابا امیر و زبیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ پر لازم ہو گئی ہے جس  
 جبکہ حسب اعتراف سامی یہ کلام عین صدق و محض حق ہوتی اور فی الواقع یہی ہے  
 اور اس سے چار آپ نے اپنی خوش فہمی سے بظلم خلافت خلف و سمجھا ہوا وہ بالبدلتہ اہل  
 ہو اور اس سے ملاحظہ فرمائی کہ آپ کے شرائط ثلثہ کا تمام الامت بلکہ تمام اصول و فروع کا  
 کیا حال ہو اس پر مقتضی پائی یہ کیا اور مٹی جیت گئی اور اگر کو جبکہ جناب امیر کی اعتراف  
 سے صحت و حقیقت نہ سب اہل حق ثابت ہوئی کہ محمد اللہ علی ذلک مضمون آیت -  
 هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظهر علی الدین کلمۃ صادق آیا  
 باقی رہا نفس تخلف کی نسبت گذارش ہے کہ جناب امیر حضرت زبیر کے تخلف کے نسبت  
 پہلی مقصود تا عرض ہو چکا ہے - سعد بن عبادہ کا بیعت سے تخلف کرنا  
 مرجوح اور ضعیف و چنانچہ صواعق اور صواعق اذنتہم بکلام وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اور ان میں  
 بجز ان کے یہی اپنی کبیر شرح انجیل البیانہ میں اکی طرف لفظ قیل سے اشارہ کیا ہے و جو  
 سعد بن عبادہ و هو راغب فادخل منزله و قیل انہ بقی منتعنا من البیعة حتی مات  
 بخورائے طریق التمام - علاوہ از میں حسب اقرار سامی اگر بغیر من محال  
 خلیفہ اول چہ ماہ تک امام نہ ہوں اور بعد چہ ماہ کے اہل من اور خلیفہ برحق  
 سید اور سعد بن عبادہ کو عرض کی حالت میں تھا اگر کہیں نیکی اور کب کیا ہی کہ وہ بیعت سے باز رہا چکا

ہو جاوین تو آپ خیال کر لیں کہ مذہب شیعہ کی ہستیال کے واسطے تو یہی بہت کمزور  
 پہر آپکا بعد چھ ماہ کے خلافت کو حق تسلیم کرنا خود آپکی حق میں باعتبار آپکی مذہب کے  
 سم ہو گیا۔ اچھا اگر آپکی دین و ایمان و عقل و انصاف کے موافق غلط اول چھ ماہ تک  
 خلیفہ بنوں اور بعد شش ماہ اوپر خلافت ثابت ہوتی ہو تو آپ اسی وقت سے آپکی  
 حقیقت خلافت کے قائل و متفقہ ہو جیسی شش ماہ کے لیے یہی ہم آپ سے سمجھ سینگے  
 مان خوب یاد آیا اسکو تو ہم کئی بنیاد شکر گزار ہیں کہ آپ نے اس کلام کو باعتبار واقعہ الفرض  
 الامر کے عین صدق و محض حق تسلیم فرمایا۔ لیکن آپ نے اسکو ساتھ یہ کہ فرمایا  
 کہ (یہ کلام اگر بطور الزام فرمائی) اگر اس سے یہ مراد ہی کہ یہ کلام دلیل الزامی ہے  
 لیکن باوجود اس پر واقعہ میں عین صدق اور محض حق ہے تو غابر العطلان ہے  
 کیونکہ دلیل الزامی صرف اسکو کہتی ہیں جو صرف سبب ختم ہو اور بطور محاذات  
 مع الخصم ذکر کیا وی اور اگر یہ مراد نہیں ہے تو اسکی ذکر کے کیا ضرورت تھی اور کیا  
 اس میں فائدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے ہی مقصود یہی ہوتا ہے کہ خصم پر  
 مدعا کو لازم کریں اور آپکا تسلیم کرنا واجب ہو۔ غرض الزام تحقیق کا اجتماع اسجگہ ذکر فرمانا  
 صرف حضرت عجیب کے مناظرہ دانوں کے اوضح دلیل ہے۔ کہم نے جب مدعا صرف آپکی  
 دعویٰ مناظرہ دانوں کی ہی وجہ سے ذکر کر دیا ہے وہیں۔ **قولہ** اور نیز یہ کہ  
 میں اس خط سے چند ورق پہلے ایک خطبہ موجود ہے جس میں یہ عبارت ہی لایقہ ہم  
 المهاجر علی احد الامم معرفۃ الحق فی الارض و قال فمعرفة الامام و اقربا  
 لی انک شرح میں لکھا ہے لا یصح ان یصل الانسان من المهاجرين الا بمعرفۃ امام  
 زمانہ و هو معنی الامم معرفۃ الحق فی الارض و قال فمعرفة الامام و اقربا  
 فهو مهاجر۔ انتھ۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمان کے بموجب خلیفہ اول کی  
 بیعت کرنے والی ہمارے ہیں نہ۔ جسے کیونکہ اسوقت حجۃ اللہ و امام وقت جناب



امیر علیہ السلام تھی کہ ادھنون نے نہ پہچانا اور اگر موافق اس سنت کی اسکی معنی لہر جان  
 تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام دینی ہاشم وغیرہ مہاجرین نہیں ہستی **اقول**  
 اس قول میں بوجہ چند بحث ہے۔ اولاً افسوس کہ ہماری فاضل محیی نے شرم دیا کہ  
 بالاحی طاق کہ بکر رضی شیعہ اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعہ کے اقوال سے ہمہ تن کمال  
 فرمایا ہم نے کتب تسلیم کیا ہے کہ یہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے ہم ای بوجہ کچھ  
 اقوال کو جو باعتبار لغت در اصطلاح کے ہرگز صحیح نہیں کب جناب امیر کی طرف منسوب  
 کرتے ہیں ثانیاً ہمہنی کب کہا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایہ  
 حجۃ اللہ اور امام مطلق تھی جنگی نہ پہچاننی سے آدمی مہاجر نہیں رہتا۔ ثالثاً ہمہنی ہرگز  
 نہیں کہا ہے کہ ثبوت ہجرت کے واسطی معرفت خلیفہ وقت شرط ہے۔ رابعاً ہم ہرگز  
 نہیں کہتے کہ جناب امیر دینی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہیں تھی خاصاً  
 ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں امام سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ رسول ہی اور اسکی معرفت سے  
 مراد اسپیہ ایمان لانا ہے یعنی مہاجر انسان اسوقت ہوتا ہے جبکہ رسول پر ایمان لا کر  
 ہجرت کرے ورنہ مہاجر نہیں ہوتا۔ سادساً اگر مہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی متوقف  
 ہو تو ہم کہتے ہیں کہ حسب مذاق شیعہ خلفائے ثلاثہ اور اونسی بعیت کرنے والی سب مہاجرین  
 تھی کیونکہ اذلو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل تھی سبھی کہ ادھنون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم کی علی ترغوم الامامیہ جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزار ہا نصوص سے  
 تھی صد ہا ارب تاکیدات و تشدیقات قارع سماخ ہوئی اور یہی نہیں تو خم غدیر کا  
 خطبہ تو ضرور یاد تھا جواب تک ایست کہ یہی کتا بوین مروی ہے علاوہ ازین کہ  
 روایتیں شیعہ کی سپردال میں کہ صحابہ نے نکست عہد کیا اور مہایا کو پس پشت  
 ڈال دیا خلاصہ یہ کہ اس میں کسی شیعہ کو چون دچہ انہیں ہے کہ صحابہ حضرت امیر کو  
 امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے تھے لیکن باوجود امام برحق جانشی کے بطمع نفست

مہاجر ہونے اور امامی معرفت کی شرط نہیں



مستصدی خلافت ہوئی اور جن جناب امیر کا غضب کیا غرض اس ساری گفت گو  
 یہ ثابت ہوا کہ علی زعمہم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ بحق پہنچتی تھی۔ لیکن  
 معاذا اللہ طمع نفسا کے ماتھے سے لاجا سو کثافت اختیار کر رکھی تھی پس اس سے ثابت  
 ہوا کہ وہ مہاجرین ہوئی کیونکہ مہاجر ہونے کے جو شرط معرفت امام کی ہی وہ اولین ہائی  
 گئی اور چونکہ مہاجر ہونے کے واسطی صرف معرفت شرط ہے تسلیم و القیاد کا ہونا اس سے  
 مفہوم نہیں ہوتا اسلیئے دم القیاد تسلیم اور مہاجر ہونے کو مضر اور قاذب نہ ہوئی  
 چنانچہ خداوند تعالیٰ شانہ نے اس معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کہ حاصل ہے جسکوان الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے یَعْرِضُونَ لَهَا لَعَلَّ یَعْرِضُونَ اَبْنَاءَهُمْ  
 وَ اَحْزَابَهُمْ اَوْ اَشْیَاقَهُمْ اَوْ اَمْوَالَهُمْ اَوْ اَنْفُسَهُمْ اَوْ اَزْوَاجَهُمْ اَوْ اَنْفُسَهُمْ اَوْ اَزْوَاجَهُمْ اَوْ اَنْفُسَهُمْ  
 کافی نہیں فرمایا اور ان میں صرف معرفت ہی ضروری ہے اور یہ تحقق ہے تو مہاجر  
 ہونا صحابہ کا تحقق ہوا۔ سابعاً اُن کی صحابہ مقبولین ہی جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کی  
 بیعت کی اور ان کی حکم کے موافق خدات بجا لائی کوئی عامل ہوا اور کوئی حاکم ہوا نہ ہی جنہوں  
 نے بیعت کی جو جواب ان کو طرف سے دیکھا وہی ہماری طرف سے قبول کر لیا گیا ماسوائے اعتبار  
 لغت کو مہاجرہ ہی جو ایک جگہ سے چوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شرع  
 میں وہ ہے جو مومن دار الکفر سے قطع تعلق کر کے اور جدا ہو کر دار الایمان میں آ کر  
 ستوطن ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لیے نہ لوثہ ہی نہ اصطلاحاً تا سحاً اگر اُقت  
 کوئی شخص دار الکفر میں ایمان لاوی اور اس کو چھوڑ کر دار الاسلام میں توطن اختیار کری  
 تو ہی ہجرت کہ اس وقت بعد غیبت کبریٰ کے امام کی معرفت شیعاں اخصل مخصوص کو  
 ہی اصل نہیں ہے چہ جائیکہ ایک بیچارہ نو مسلم کو حاصل ہو تو ایسی حالت میں شیعیان

۱۰ اس کو پہنچانی میں جیسا اپنی بیٹوں کو پہنچاتی ہیں ۱۱ اور انہوں نے اسکا انکار کیا براہ قسم

اور برائی کے اور انکے دلوں نے اسکا یقین کر لیا تھا ۱۲۔



متحقق اور ظاہر ہو کر رسول کے زمانہ میں جن لوگوں نے بعد ایمان لانے کے دار الکفر کو  
 چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو انکو حضرت محمد  
 علیہ السلام کی معرفت اور تسلیم و انقیاد حاصل آتی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین ہی  
 سیلیبی خداوند تعالیٰ نے جا بجا انکو مہاجرین کے نام سے ذکر کر کے شرف فرمایا  
 تو جب انکا مہاجر ہونا مستحسن ہو گیا تو پیرا دہلی کی کسی حالت منظرہ کی ضرورت نہ رہی  
 نہیں ہی اور نہ اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے  
 زمانہ میں ہجرت کریں گے انکو ایسی مہاجرین اس قول کے اس امام کے معرفت ضرور  
 ہوگی پس لیکن اگر نظر دقیق سے دیکھا جاوے تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام مہاجر  
 شرط ہجرت ہے بالکل غلط ہے کیونکہ مشاہدہ تو شرط نہیں اخبار بکشفی پر تو جس گزشتہ  
 آئمہ میں سے ہی کیونچان کہ بلکہ بنی ہی کو پہچان کر ہجرت کی چاہی کہ وہ مہاجر ہو  
 اور جملہ ولا یدخل لاحدھذین الوصفین فی تخصیص مسی الحجۃ المہاجرین  
 دلالت کرتا ہی کہ معرفت لاعلی سبیل التہدیین کی پہچانی چاہی علاوہ ازیں کیا ضرورت  
 کہ حجت سے مراد تقلید ابن ابی جحید خلیفہ ہو بلکہ حجت سے مراد حکم خداوندی ہی جو نبی  
 اور خلیفہ نے پہنچایا اور ایمان کی طرف دعوت کی جو شخص اس حکم خداوندی کو جو انبیاء  
 کو دیا ہے پہنچی پہنچانی اور ایمان لا کر دار الکفر سے قطع تعلق کر کے دار الاسلام میں آباد ہو  
 وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ لا یقع مسلم الاستغاث  
 علی من بلغۃ الحجۃ پس اس جگہ حجت سے خلیفہ مراد لینا خود غلط ہے۔ ہن حسب  
 فاضل محیب خط انہ یا یعنی القوم الذین الخ میں صدق محض حق ہی جو مثبت حقیقت  
 خلافت خلفائے ثلاثہ سے اور یکجائی خود امام کو حجت عطا کر ہی کہا ہی جسکی پہچانی سے  
 مہاجر ہونا باطل ہوتا ہی اور یہ ہی اعتراف ہی کہ جناب امیر نے خلفائے ثلاثہ کو خلفاء  
 سے استغاث کا نام دے پر واقع نہیں ہونا جسکو حجت پہنچی چکی ہو ۱۲۔

نہیں مانا تو لازم آیا کہ حضرت امیر مہدی ہشتم و زبیر وغیرہ مہاجر نہ ہی اور میں علم بعرف  
 امام زمانہ کی دعوت میں زیادہ نہیں تو شش ماہ تک حسب اعراف فاضل مجیب و ظہر  
 ہوئی۔ تعجب یہ ہے کہ مہاجرین ہوئے نہیں تو یہ نہ صرف کیا لیکن انصار ہونے  
 میں کچھ کیوں نہ تراش گیا۔ شارح ابن ہشیم کی کلام سے جو اس خطبہ کے مستحق ہر  
 مسموم ہوتا ہے کہ اس جملہ میں ہی آپ کا حضرت رسی نے قطع و برید فرمائی ہی ہر مسموم  
 لکھنوی و الکلمہ و ما قبلہا و ما بعدہا و هو قولہ یقع اسم الهجرة الى قولہ قبلہا  
 ملقطہ منقطعہ اب آپ لکھنوی ملا خطہ فرمایا پھر اور اپنی ہند لکات ہی پھر **قولہ جناب**  
 امیر عالیہ سلام حجت خدا ہستی ہی کلام جامع مانع فرماتے ہستی کہ مخالف کو چون و چرا  
 کی گنجائش ہی نہ ہی **اقول** یہ تو حضرات کا محض زبانی دعویٰ ہے دعویٰ ہے  
 جس قدر اس ثبوت میں تحریر فرمایا وہ فی تحقیق اس دعویٰ کو تو مثبت نہیں ان اس کی  
 نفیض کو مثبت ہی چنانچہ جو کچھ جسلاً و مفصلاً گذارش ہو چکا منصف لبیب کے یہی وہ  
 ہی کافی دوائی ہے۔ **قولہ** انا الشوری الخ اصل میں دو قسم میں قانع بیان خلافت  
 خلفاء سابقہ ہی اور ظاہر میں اوخر مذہب کے موافق ہی سو اسی حجت الہی یہ کہ کیا کام  
 نہیں **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول شیعہ میں حجت الہی اور سکا نام ہی جو ظاہر  
 میں کچھ اور باطن میں کچھ اور اس کا قول خود جہین ہو یہی حضرت امیر کی کلام میں یہ  
 اعجاز ہی جیسا آپ کا ظاہر و باطن کیسا نہ تھا ظاہر میں خلفاء سابقہ کے ساتھ خلا و ملا  
 و محبت و الفت رکھتی تھی اور باطن میں خلا و عداوت اوس کا اثر گویا حسب نعم  
 مجیب لبیب آپ کا کلام میں ہی کہ اس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہی ہے لیکن سو اسی مخلصین کے  
 کہ دوسرے لوگوں اس کا سمجھا محال ہے اہل ہم اس تقریر سے اس قول کے لغو اور واپس ہونے  
 کو علاوہ یہ ہی سمجھ ہی ہو گئی کہ اصول شیعہ پر جناب امیر معاذ اللہ و حاشا عن ذلک  
 اور یہ کلام اور اس کا قبل اور بعد اردو قول لا یقع اسم الهجرة و قولہ قبلہا ملقطہ اور منقطعہ میں ۱۲۔

سبکداری مجیب جناب زبیر کا کلام میں میں خلا و عداوت کا نام نہ لیا۔

صفت نفاق میں تمام منافقین سے بڑیکہ تر کئی اذکار از تو فاش ہی ہو گیا ہوتا لیکن یہ  
 عقدہ کھل ہی نہیں سکتا نعوذ باللہ من ذلک۔ ان حضرات دشمن دوست نامہدیت  
 سے کوئی پوچھی کہ اپنی مہیات باتوں سے جو عداوت میں المہیت کی خود اپنی عقل و فہم پر  
 دہشہ لگ اور الزام آدمی کیا حاصل ہے اسیکہ دولت ہماری فاضل مجیب اپنی اون ہوا  
 کی صحت سے نہ تہہ وہو ہیشین جنین تودہ تودہ منافق شجاعت و شوکت بمقابلہ خلفاء  
 روایت کی جاتے ہیں کیونکہ جب جناب امیر کو یہاں تک اخفا منظور تھا اور یہاں تک  
 رعایت فرماتی تھی کہ محض انکو خوشنودی کے واسطی ایسی کلام فرمائی تھی جو بیجا  
 انکو موید ہو اور نے حقیقت انکو خلافت کی قانع بنیان ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ اسکو  
 امور جو باعث اثارہ و بیجان فتن ہوں بر ملا عمل میں لاوین بہت ہماری فاضل  
 مجیب نے اپنی زبان شریف سے بیان ہی اسقدر اعتراف فرمایا کہ یہ کلام بظاہر خلف  
 کو مذہب کے موافق ہے اور اس میں ہمارا مدعا ہے کیونکہ جب پہلو خیر کا ہی نامور اور پابند فرمایا  
 اور یہ کہ ہم نہیں کیا کہ لوگوں کی دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسب اعتدال  
 سامی ہماری موید ہے تو ہماری استدلال کے حقیقت کے لیے بس ہی خداوند تعالیٰ کے بیان  
 ہی ہماری لیے یہی آپ کی حجت الہی کا قول سند کافی ہوگا اور اس طرح کہ ظاہر میں  
 اس خط کا خلفاء کو مذہب کے موید ہونا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اسکو دلیل تحقیقی  
 قرار دیا جاوے اور عدم وجدان اجماع سے بطلان خلافت پر حجت لایا جاوے اور اگر  
 اسکو دلیل الزامی قرار دین جیسا کہ علماء شیعہ نے تو ہم فرما کر کہا ہے تو یہ پہلے ہر موید  
 ہونا ہی غلط ہوگا تو اس صورت میں آپ نے اسکو تحقیقی ہونے کا اعتراف فرمایا  
 و کسمہ اللہ۔ باقی رہا اس قول کا نے حقیقت قانع بنیان خلافت خلفاء ہونا سو  
 بحول اللہ تعالیٰ و قوتہ بخوبی ہم اسکا قلع بنیان کر چکی ہیں ضرورت اعاذہن قال  
 الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور دوسری جگہ مذکور ہے۔ وانہ لا بد للناس من

اصطوباد فاجرا یصل فی امر قله المؤمن و یستمتع فیہا الکافر - اقول - حضرت  
 اہل سنت کے فہم و عقل پر تعجب ہے ہر مل مطلب کو نہیں سمجھتے فحوائی کلام کو نہیں  
 دیکھتے با قبل و بعد کا کچھ خیال نہیں کرتے جہاں لفظ امیر وغیرہ دیکھا اور فوراً سنا اڑا  
 نقل کر دیا اور اپنی زعم میں اہل حق کو جواب دیدیا آدمی کو کچھ تو عقل و علم سے ہی کلمہ پتا  
 چاہیے انصاف بالامائی طاعت شہور ہی قبول العیب الفقیر الی مولانا  
 اسکو جواب میں ہم اور کچھ نہیں صرف اسقدر باب گذارش کرتے ہیں کہ اہل علم و انصاف  
 فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فرداً عموماً اور ہماری اور ہماری فاسل  
 مجیکے تقریرات کا خصوصاً سوا نہ کر کے دیکھیں اور جو کچھ امر و اجبی انصاف سے دیکھ  
 سمجھیں آدمی فراوان۔ **قول** اب ذرا انصاف فراوان کہ اگر آپکا یہ تو ہم صحیح ہو  
 تو اس پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط  
 امامت نہ تھی کیونکہ آپکی عرض اس نفل کرنے سے یہ ہے کہ اگر انجناب نے فرمایا ہے کہ آدمیوں کو  
 امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہیں پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت  
 امامت کیوں صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر موصوم  
 نہیں اگر یہ بات درست ہے تو باوجود ادعائی تک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت  
 کو قید کو وقت نصب ہی کیوں ہو کیوں لگائی میں جہاں کہہ چکا کہ خاتم المحدثین محمد بن قریب  
 میں اگر وقت نصب باید کہ ترکیب کیا ہو مصریر صغیر نہا کہ کہ معنی عدالت ہے  
**اقول** مناظرہ دانان روزگار و ارباب قانون توجیہ دستہ لال کہاں ہیں جو ہماری  
 فاضل مجیب سکے ادعائی مناظرہ دانی کا تا شا دیکھیں کہ حضرت کو اپنی نصب کا یہی  
 ہوش نہیں رہا بندہ نے ابھال لیا لڑا است کے لیے الزام بیج البلاغہ کی ایک عبارت  
 ۱۰ اور یہ کہ فرمادہ ہے کہ لوگوں کے لیے امیر خواہ نیک ہو یا فاجر مومن اسکی امامت میں مسئلہ نہ  
 اور کافر و امین فائدہ اوہد - ۱۱

نقل کے تہی جس سے صاف متحقق ہوتا ہے کہ امامت کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف  
عدالت ہی شرط نہیں ہے کیونکہ فاسق و فاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزع شیعہ تصریح فرمائی  
نسیم فرمائی اور فرمائی کہ ولله لا بد للناس من امیر و فاجر اس کے جواب میں سہارن پور حضرت  
فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہیں (کہ اگر آپ کا یہ توہم صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ سعادۃ اللہ  
جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہ ہو) میں کہتا ہوں کہ یہ توہم  
نہیں بلکہ وہ تو مضمون ہی جو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ بزع شیعہ جناب امیر کی  
نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہیں پس اس کا لزوم آپ کی مخالفت و مضری نہ ہوگا اور  
آپ ہی اس کا جواب دہ ہیں نہ ہم تو اس لزوم سے آپ کا ہکوڑا یہ آپ کی مناظرہ دیکھنے اور کمال عقل  
دفعہ کی دلیل ہے۔ ہمیں خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا اہلسنت پر لازم  
دینا کہ جب تم یہی دعویٰ شک اہلسنت ہو تو یہ الزام درباب تعارض عدالت تمہاری  
ہی مخالف ہے اور زیادہ عقل و فہم سامی کا اندازہ تباہ کیونکہ جب یہ لزوم محض پنج اہل سنت  
کی عبارت سے ہے تو اس سے پہلے جن کو الزام دینا سر خلاف عقل ہے ہم کہہ سکتے ہیں  
کہ جو آپ کو رضی صاحب نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہے اقول اگر فرمایا کہ ہمیں الزام یہ روایت  
بیش کے ہے جو اعتراض سپر ہوگا اور جو ابده شیعہ میں نہ ہنسنت اقول یہ  
توصاف واضح تھا کہ یہ الزام عرض کیا گیا ہے یہ ساری ہیں اس شد و نظیر سے کیا فائدہ  
مان اس کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پہلے تو بزع خود جواب لکھا اور اس کے بعد منہ ہوا  
اور لکھا کہ پہلی تو کلام ہوا کہ یہ جواب تو مجھے ہی نہیں ہے کیونکہ ختم الزام دہی رہا ہے  
تو اس کو اس طرح پیرا سوا اس کی کیفیت ہی آئندہ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** اس کے جواب  
میں گذارش ہے کہ اول تو کتاب پنج اہل سنت و ثقافت اہلسنت مثل نوشی و تقاریر و بیقر  
لاہوری و گارڈینی کے اعتراف سے جناب امیر کی کلام سے ہے **اقل** سبحان  
ثقافت اہلسنت کے اعتراف سے پنج اہل سنت کا کلام جناب امیر ہونا اب غرض بات







کہ جناب امیر علیہ السلام و جناب سوا خد اعلیٰ اللہ علیہ والہ وسلم نے فجار کے امارت و فحشا  
جائز فرمائی اور تم عدالت کو قید گو وقت نصب ہی ہو کیونکہ لگائی ہو تو آپ کیا  
جواب فرمائیں گے کہ یہاں باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہے جبکہ جو جواب  
اب عدالت کے شرط قائم رکھنے کے واسطے فرمائیں وہی ہماری طرف سے عصمت  
میں قبول فرمائیں۔ **اقول** لہذا ہر بخیر کہ خاطر معجوت ہو کہ اندہ اخیر میں  
پردہ تقدیر بدیدہ یہاں تو ہماری فاضل محبت نے اپنی شہر عصمت کو خود اپنی ہاتھ  
جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ اس گجرا امارت برہ اور فاجرہ ہماری روایا  
سے ثابت کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جیسا عصمت کی ساقی ہے ویسا ہی عدالت کو  
مخالف ہے جو معتقد علیہ المسنت ہی پس جو جواب عدالت کی طرف سے المسنت دیوں  
وہی جواب شیعہ کی طرف سے عصمت کے بارہ میں قبول فرمادیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہی  
جواب ہماری فاضل محبت کو عصمت کے باہین تسلیم ہوگا خواہ اس جواب سے عصمت  
باقی رہی یا نہ ہو پس واضح ہو کہ جو مذہب اہل سنت کا اکثر احوال عدالت کی نسبت ہے۔  
اوسکو یہ روایات ہرگز مخالف نہیں ہیں اول روایات کے الفاظ میں شامل کرنا چاہیے اور  
پہر مذہب المسنت کو سمجھ کر اوسکو مطابق کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر  
ہے کہ امارت ضرور ہی خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور اس پر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور وقت  
ضرورت و احتیاج اگر امیر برہ ہو سکے تو فاجر ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنی غلبہ  
و استیلا کی وجہ سے امیر ہو گیا یا اہل حل و عقد نے کسی پر کو امیر بنایا ہے اور بعد امارت کے  
وہ فاجر ہو گیا اور جو پیشہ ہو گیا تو ایسی وقت میں اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاوے گا  
کیونکہ اس کو رخصت میں مارے قتل و قتل متضمن افتاد نفوس متغیر ہوگا جو نسبت اس  
امارت کے مفاسد کے اندر ہے۔ جبکہ اس وقت اس امارت کو لایہ میت جو لفظ لایہ ہی  
مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت میں اکثر احوال عدالت کی

سبب ان روایات جو جواب میں عدالت کی نسبت ہے  
قبول کرنا چاہیے جو اصل میں ہے۔

نسبت نال کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اشتراط عدالت اہل سنت کی نزدیک و دور  
 کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ اہل حل عقد باختیار خود دستہ کسی شخص کو امیر بخاورین اور اگر یہ صورت  
 نہ ہو تو انعقاد امارت کے لیے اشتراط عدالت نہیں ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہے منعقد  
 ہو جاوے گی اور انواع ترک و عجز و خراج و سکودا کرنے سے اس کو اجائیگا اور اسکی ساتھ  
 ہو کر جہاد و جہاد کھلایا گیا اسکی غنائم و اموال نے و سبایا وغیرہ سب حلال ہونگی غرض  
 اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مذہب اہل حق کے درباب اشتراط عدالت  
 متنافی نہیں ہیں اور نہ اہل حق کے نزدیک اشتراط عدالت بالعموم ہے بلکہ ضرورت اور رابطہ  
 وقت میں شرط عدالت ساقط ہو جائے گی اور امارت غیر عادلہ منعقد ہو جائے گی چنانچہ  
 اشتراط وراثت کے بارہ میں یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بھی  
 لکھا ہے۔ پس الحکم جناب محب جب ہم اس جواب کو جو ہمینی اشتراط عدالت کی بات  
 اہل سنت کی طرف سے دیا ہے حضرت محب کی طرف سے قبول کرتے ہیں تو اسکا حاصل  
 یہ نکلتا ہے کہ ہماری فاضل محب بلکہ تمام شیعہ عصمت کی مسئلہ میں اس امر کے متفقہ ہیں  
 کہ اشتراط عصمت علی العموم ثابت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص منصب خداوندی بلکہ پختیار  
 اہل حل عقد امام مودودہ معصوم ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون نص یا بعیت اختیار یا اہل  
 سلطنت مدعی ریاست ہو اور دارالاسلام پر اپنا تسلط و استیلا کرے تو اسکی امارت  
 باوجود عدم عصمت کے بھی منعقد ہو جائیگی اور باوجود عدم عصمت کے اسکی امارت منعقد  
 ہو سکے گی نصب عمال و نقائص و اخذ خزیہ و خراج و صدقات و قسمت غنائم وغیرہ حلال ہوگی  
 اور ظاہر ہے کہ عصمت کے لیے یہی نفس کی ضرورت ہے جب اشتراط عصمت مرتفع ہو گیا  
 تو نص بھی مرتفع ہوئی پس حسب ارشاد امینی فاضل محب کے اشتراط عصمت میں اس  
 جواب کو ہمینی اذنی لغوت سے نہایت شکر گزاری کے ساتھ قبول کر لیا اور اگر انہی اس  
 قول پر تقیم شکر اور اس سے نہیں پہنچ کر تو مذہب تشیع سے پہنچ کر اور اسکو داخل غلط

تسلیم کر چکے اور نے الواح وہ مذہب اسی لائق تھا قولہ یہ جواب تو الزامی تھا  
اب بطور حل گوش توجہ سے بیٹے یہ کلام بلاغت نظام خوارج نام کے مقابلہ میں  
لغو حکم کہ بارادہ باطل کہتے تھے لاحکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ مخج البلاغہ میں ہے  
عنوان اس طرح مسطور ہے ومن کلام لہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لا یمسح  
علیہ السلام قولہم لاحکم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بها الباطل نعم لاحکم  
الا للہ ولكن هو لا یمقولون لا امرأۃ وانه لا بد للناس  
من امیر بر او فاجرا الخ جناب امیرؑ نے جب اس کا یہ قول لاحکم الا للہ سنا  
تو فرمایا کہ یہ کلمۃ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اسکی اصل معنی ہی نہیں  
سمجھی اور باطل منسے سمجھ کر گمان کیا ہے کہ ہکو رئیس کی متابعت و رکارہن اس کے جواب میں  
فرمایا لا بد للناس غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور بدون مشارکت  
نوع اس کے کام تمام نہیں ہوتے اور مشارکت و اجتماع بدون سیاست منجر بفساد و فساد ہوتا ہے اور  
جانوں مالوں کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جلی یہ بات ہے کہ بدون رئیس امیرؑ  
نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہیں کر سکتا اور مطلق امارت انکا انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ  
ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبد العبدین وہبؑ اپنا امیر کر لیا اور بدون امیرؑ  
کام منتظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدیدؒ لکھا بھی انہم کانوا فبدوا امرہم ليقولون یدھبون  
الے ابنہ لاحاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امرہم  
عبد اللہ وھب الی السبیۃ انہم قول اب ہم اس حل کی بھی قلعی کہولی دیتے ہیں ذرا کو  
توجہ سے بیٹے کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی ہیں عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ  
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبیح ہے چونکہ آپ کو اسکا اعتراف ہو کہ شروع  
رسالہ میں اہل حق پر حسن و قبح بشرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے  
ماجت نقل روایات و تقریحات تلایف نہیں ہے اب ہم مطلق امارت کو بدھتے ہیں تو ہر عقل

الامام جناب امیرؑ نے اس میں امر بر او فرمایا ہے  
انکا انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ  
ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبد العبدین وہبؑ اپنا امیر کر لیا اور بدون امیرؑ  
کام منتظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدیدؒ لکھا بھی انہم کانوا فبدوا امرہم ليقولون یدھبون  
الے ابنہ لاحاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امرہم  
عبد اللہ وھب الی السبیۃ انہم قول اب ہم اس حل کی بھی قلعی کہولی دیتے ہیں ذرا کو  
توجہ سے بیٹے کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی ہیں عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ  
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبیح ہے چونکہ آپ کو اسکا اعتراف ہو کہ شروع  
رسالہ میں اہل حق پر حسن و قبح بشرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے  
ماجت نقل روایات و تقریحات تلایف نہیں ہے اب ہم مطلق امارت کو بدھتے ہیں تو ہر عقل

نہایت ضروری معلوم ہے اور چونکہ انسان مدنی طبع ہی اسکو امور کا تفہام  
 و اجتماع بدون شرکت نبی نوع کے ممکن نہیں اور شرکت و اجتماع بوجہ اختلاف طبائع  
 منجر بفساد ہے تو سیاست لابدی ہی جو بدون لاریت حاصل نہیں ہو سکتی تو لاریت  
 خواہ جائزہ ہو یا عادلہ انسان کے لیے لابد اور ضروری ہے اور واجب عقلاً اقسام حسن میں  
 داخل ہے بلکہ اقسام حسن میں ہی اعلیٰ قسم ہے کیونکہ اسکی اقسام میں سے مندوب و غیر  
 ہی میں پس جبکہ لاریت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہو لی اور حسن میں ہی اعلیٰ درجہ کے  
 یعنی واجب ہوئی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اور ناجائز اور حرام نہیں  
 ہو سکتی اور نہ حکم شرع بمقادیر حکم عقل کے جو بدیہی ہی حسب احوال قوم سموع ہو سکتا ہے  
 مان یہہ ہے چونکہ مرتبہ تشکیک کو بہت گنجائش ہے تو اسکی اعتبار سے یہ ممکن  
 ہے کہ فیما بین ہر دو قسم لاریت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور لاریت عادلہ لاریت  
 فاجرہ سے اولیٰ داعی ہو چنانچہ عقل اسکی استحسان کے یہی بالبدست شہادت دیتی ہے  
 جسکا کسی عاقل کو انکار نہیں اور اگر فاضل محیب یا ادنیٰ کسی ہم مذہب کو یہ شبہ ہو کہ امام  
 برحق کے ہونی امام جائزہ کے ضرورت اور اسکا لابدی ہونا غیر مسلم ہے اور جب ضروری  
 نہ ہونی تو قبیح ہونی تو اسکا جواب یہہ ہے کہ اول تو اس صورت میں یہ عبارت خطبہ کے  
 لغو اور بطل ہو جائیگی کیونکہ ہم پوچھتی ہیں لاریت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی  
 یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہی تو مدعا حاصل اور اسکی ضرورت سے انکار باطل اور اگر غیر ضروری  
 ہے تو خطبہ میں مطلق لاریت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور کذب ہوا اور نیز اسکی  
 ضرورت کا الہی اعتراف کہ چکر میں اسکو منقض ہو گا دوسری یہہ کہ امام کے غیبت میں  
 علی الخصوص جبکہ غیبت کبر کے حاصل ہو تو اسوقت بدانتہا عباد امام برحق کی سبقت  
 کرنے میں عاجز ہیں اور اسکو کسی تدبیر و حیلہ سے حاصل نہیں کر سکتی چنانچہ اس زمانہ  
 میں دہندہ میں بلکہ کسب امور میں سکناں والا ایمان ایران اسکو منظر میں اور لاریت ایسی

لابدی ہی کہ بدون اس کے مدت قلیل ہی گزارنا دشوار ہی تو اگر امارت فاجرہ کی ایسی وقت  
 میں ہی ضرورت ہوگی تو کم وقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق امارت وہی ہے جس کے کچھ  
 ضرورت نہیں عسلا وہ ازین اگر بالفرض نام ہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی حیلہ میں  
 سے لوگوں کو اپنی طرف راہ کر کے اور امیر بن جاوے۔ اور نہ امارت پر ایسا احکام پیدا کری  
 کہ اگر اس کی مخالفت کا نام ہی لیا جاوے تو یہی ان فتن اور شران حوادث میں سے ہے کہ ان میں  
 ہوں تو یہی وقت میں کوئی سلیم عقل اس کے ضروری ہونیکا انکار نہیں کر سکتا تو جب امارت  
 مطلقہ عقلاً لابدی اور حسن ہونی تو اجمالہ شرعاً ہی حسن ہونی کیونکہ برخلاف حکم عقل  
 شرعاً قبیح نہیں ہو سکتی اور تب عقلاً اور شرعاً لابدی اور حسن ہونی تو کم از کم اتنا ضروری ہوگا  
 کہ ضرورت کی وقت میں منعقد ہو جاوے اور شرعاً و عقلاً اس پر احکام ثابت کی جارہی  
 ہوں اور جہاد و فتنہ غنائم وغیرہ میں اس کا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اس کی اطاعت  
 واجب ہو اور عسلا اولی الامر میں شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا یہی امر ہے  
 میں یہ ہے کہ ایسی امارتیں ضرورۃً منعقد ہو جاتے ہیں اور شرعاً احکام امارت جاری  
 ہوتی ہیں اور ان کی اطاعت واجب ہوگی اور اگر خود ان ہی انفاذ میں جو اہمیر بنے  
 میں ہیں تامل کیا جاوے تو مفہوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے اس کلام میں کاہل للناس من  
 اہل یروا فاجرو فرمایا مسلمانوں کا نہیں بلکہ سب کو مایا حالانکہ انسانی ضرورت کہوتی میں امارت سلسلہ  
 اور کافروہ دونوں پر میں بے سیاست اس کے حاصل ہوتے ہیں کافروہ ہی بھی حاصل ہوتی ہے  
 اور انتقام و اہتمام و دفع فساد و افساد جیسی اس سے متصور ہوا اس کے ہی متصور ہی ہوا  
 اس کی حضرت امیر نے کافروہ نہیں فرمایا کیونکہ کافروہ کے نام کی طرح صحیح نہیں ہے  
 ولننجعل الله للمکافر علی المؤمنین سبیلہ ارشاد ہوا اور سلم کے نام کو فاجرو  
 ضرورۃً منعقد ہو جاتا ہے اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی جو موافق ارشاد جناب امیر  
 ہی بخلاف مذہب شیعہ کے کہ ان کی نزدیک کسی ہوس کے نام کیسا ہے متفق ہی ہر ہر گاہ کہ

اور اگر اس کے  
 کچھ لانا نہ ہو  
 ایسا دارالہ  
 ۱۰۵۱

قرشی فاطمی حسنی حسینی ہوا کی امامت علاوہ ائمہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہیں اور کیسے  
 ہی ضرورت کے وقت میں ہو منعقد نہیں ہو سکتی سوائے ائمہ اثنا عشر کے کوئی شخص  
 واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا اور نہ اُس کے ساتھ ہو کر جہاد جائز ہے اور جو سبایا و اموال  
 کفار کہ اُسکی جہاد سے حاصل ہوں نہ وہ حلال ہیں اسلئے حنفیہ وغیرہ وغیرہ کی  
 بابت علما شیعہ متبرائے تشویش ہیں بہر حال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہ مذہب  
 حضرت ع کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے  
 بطلان عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اُسکے جھپٹنے کے لئے بھی عقل بنایا چاہئے۔  
 وباللہ التوفیق قولہ بالجملہ اس قول سے جناب امیر کی غرض یہ ہے کہ انسان  
 کو باعتبار اس کے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہیں نیک ہو یا فاجر اس سے کچھ قیاس  
 نہیں کر سکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نایب رسول سے مراد ہے وہ بھی فاجر ہو سکتا ہے  
 یہ کلام بلاغت نظام جناب امیر لغیش انسان کے بیان میں ہے نہ حکم شریعت میں  
 اقول ہمارا مدعا یہی اسی غرض سے جو جناب امیر رضی کی اس کلام سے ہر حاصل  
 ہے کیونکہ جب کوئی فرد افراد امامت میں سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم عصمت  
 کے بھی منعقد ہوئی تو آپ کا دعویٰ عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا  
 خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہونا اس کے ہم ہی معتقد ہیں بیشک فاسق و فاجر خلیفہ  
 راشد نہوا لیکن یہ کہ مستلزم نہیں کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق و فجور کے درمیان میں  
 مراتب کثیرہ ہیں اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہونا اس کو مستلزم ہے کہ غیر راشد امام باامت عامہ  
 نہ ہو سکے ممکن ہے کہ علی سبیل التدرج ضرورت اُسکی امامت منعقد ہو جائے اور اُس سے منافع دینی  
 و دنیوی حاصل ہوں اور کچھ نہ ہو تو انتظام و سیاست و شوکت اسلام تو ضرور حاصل ہوگی غرض  
 انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد  
 اگر تعبد انسان کے بیان میں نہ ہو کہ تمام مستلزم حکم تشریع کو سب کا اور تشیع اس امر کی

جو بروئے عقل انسان کو لازم و متعمم ہے مخالف عقل نہ ہوگی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ  
 اشتریع اسکے خلاف واقع نہیں ہوئی بلکہ جا بجا روایات سے اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی  
 ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہوں ابن بابویہ قمی نے خصائل میں روایت  
 کی ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثة یدخلہم اللہ الجنة بغیر حساب  
 وثلثة یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنة بغیر حساب  
 فاما م عادل و تاجر صدوق و شیخ افنی عمرہ طاعة اللہ عزوجل و اما  
 الثلاثة الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فاما جابر  
 و تاجر کذب و شیخ نفاق اس روایت سے صاف واضح ہے کہ امین جزا و سزا کو عدل  
 و جور کے ساتھ جو عباد امانت کو فصل خصوصیات وغیرہ میں پیش آتے ہیں منوط و مربوط فرمایا گئے  
 اور اصل بنیاد و فیض انعتقاد امانت جائزہ کی نسبت کچھ نہیں فرمایا اول واجب تھا کہ اسکی  
 نسبت عدم انعتقاد بیان فرماتے اور لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اس سے شروع و خلع کرادیں اور امام  
 جائز پر خروج کریں جب یہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ امانت جائزہ جیسی کچھ تھی ضرورتاً منعقد  
 تو ہو گئی اب اس کے مفاسد سے جو آئندہ ممکن ہیں کہ امام جائز سے صادر ہوں او کو تنویف  
 و ترمیم ضروری ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہاں  
 کہیں لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اُس کے معنی لغوی لینے پر تیار ہوتے  
 اس حدیث سے وہ بھی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر ہے یا امانت عامہ نہ باامانہ  
 خاصہ راشد لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنی اصطلاحی شرعی  
 میں حقیقتہً شرعی ہے اور عدول حقیقتہً سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو جائز نہیں ہے کہ کسی  
 امام ابو عبد اللہ رضی سے مروی فرمایا تین شخص ہیں جنکو اللہ تعالیٰ بلا حساب جنت میں داخل کرے گا  
 تین ہیں جنکو دوزخ میں بلا حساب داخل کرے گا جنکو جنت میں بلا حساب داخل کرے گا وہ ایک امام عادل و دوسرا سچا و اگر



مخصوص اپنی ظواہر ہی مجسم ہوتے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل دو لفظ امام  
 عادل اور امام جائز واقع ہیں پس ان دو لفظوں میں یا ہر دو جبکہ معنی لغوی مراد ہیں اور یہ  
 باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صاف ہو علاوہ اذین جو سائلین  
 و خطا کر عادل گذری ہیں جنکا اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ نوشیروان و عمر  
 بن خطاب رضی اللہ عنہ و عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ علیہ وہ سب برخلاف مرعوم امامیہ  
 اس دعا کی سختی ہوگی اور اگر ایک جگہ معنی اصطلاحی اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد ہی جائیں  
 تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ جو دو قرینہ جو صاف عن بحقیقت ہو غیر مسلم ہو علاوہ اذین تقابل  
 صحیح نہیں ہو گا بلکہ خود تقابل قرینہ ہے اور اس امر پر دال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہوگی  
 وہی ثانی کے ہوگی اور تقابل کے بطلان سے کلام درجہ فصاحت سے ہی نہیں گر گیا بلکہ اصل  
 ہو جائیگا تو اب متعین ہو اگر وہ جبکہ معنی اصطلاحی ہی مراد ہیں۔ چونکہ اور کوئی محتمل ہے  
 نہیں اور یہیں ہر دو جبکہ معنی اصطلاحی ہونے پر بوجہ اتفاق و خلافت امر جو کہ جو کچھ محسب  
 و آفت مذہب شیخ پر واقع ہوئی ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس تحریر میں اظہار ہوتا جاتا ہے  
 ایسی ہم اس کو شرح و بسط کو کسی دوسری وقت پر منحصر کرتے ہیں۔ **قول** اور اگر  
 معاذ اللہ یہ بات جائز ہوتی تو فراموشی کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیزید کی بیعت  
 کیوں نہ کی اور کیوں شہید ہوئی بلکہ اصلی بات یہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چارہم ہیں  
 امام معصوم کو جب رعایا مبرا یا کی اسوہ میں نگلیں نہیں اور اس سے مناعت کر کے اس کو  
 اصلی مقام سے طاعت کریں تو اس صورت میں حفظ نوع انسان فی حصول انتظام امر ہو کر  
 لیگو وہ کیسا ہی ہو امیر و حاکم سے گزیر نہیں **اقول** کیونکہ حضرت اور اگر سعادۃ اللہ  
 یہ بات جائز ہوتی تو اول اللہ تعالیٰ ہی کیونکہ خلفائے ثلاثہ کے ماتہ پر بیعت فرمائی  
 اور کیوں ان سے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کر کے ہنگامہ کار نازا کر رہ نہ گئے  
 یہاں تک کہ کیا اپنی حق کو پہنچتی یا مثل جناب امام ثالث کے شریعت شہادت چکاہتی



اور نیز اگر معاذ اللہ یہ بات جائز نہ ہوتے تو کیوں جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ لمیرہ کو  
 خلافت تسلیم کر دیتی اور کیوں اس سے بیعت کر لیتی اور باوجود وعدہ و وعید کہ  
 جہاں قتال نہ کر گئے یا اپنی حق کو پا لے۔ یا درجہ شہادت پر پہنچنے اور بعد  
 اس شعر کے ہوتے بیت وراثت یہ بدست رہ بدون بشر و عفت و طلب و ن  
 ع حفظت شیئاً وغالب عنک اشیار۔ افسوس کہ آپ کو ایک امام ثالث کا یہی  
 قصہ یاد رہا اور امام اول ثانی کا فراموش ہو گیا یہی ہم سے آپ کو یاد دلایا کہ اینک  
 مثل خبیر علاوہ ازیں جبکہ دلائل و بیانات و فقرہ سی اس بات کا ضرورہ جائز ہونا  
 سہن کر حاصل امامیہ ثابت کر دیا تو اب اس کی ہی جواب دہ اہل شیعہ ہی ہو گئے  
 معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہماری فاضل نجیب نے عدم انعقاد بیعت امام جائز کی  
 نسبت بیان فرمائی ہے یہی کہ معاذ اللہ اگر امامت جائزہ منعقد ہوتے تو امام  
 حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہ ہوتے اور جب اوہوں نے بیعت  
 نفرمائی اور یہاں تک لڑے کہ شہید ہو گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید جو امامت  
 جائزہ تھی صحیح ہوئی تو کوئی امامت جائزہ منعقد نہ ہو گی لعدم انفصل نہا۔ نہیں  
 عرض کرتا یہی کہ خود اس دلیل سے بالبدلت یہ امر ثابت ہو کہ امامت میں حبس قشہ  
 کرنا امام محصوم کا دلیل اور قرینہ اس کے اعلان اور عدم انعقاد کا ہی اسطرح تسلیم  
 امامت اور منافقہ نکرنا دلیل اس کے صحت کی ہے علی الخصوص اسی حالت میں ترک  
 منافقہ کرنا کہ حالت عدم عجز اور خوف کی ہو۔ اب ہم ائمہ کی حالات کو درباب تسلیم  
 خلافت کو نظر تفصیل سے دیکھتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے زمانہ خلف راشد  
 میں ان کے خلاف فتوے نکالتے تھے اور یہ تسلیم و انقیاد بسبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہیں تھا  
 بلکہ اس وجہ سے تھا کہ یہاں فقہین و مطابق رضا و خداوند کثرت واقع تھیں چنانچہ ہمارے  
 آپ کے ان بعض خطبہ میں جو انہیں البلاغہ میں شریف رضی نے جمع کی ہیں براحۃ درج کر

وہ خطبہ یہ ہے ومنکلام لہ ما عرفوا علی سبغہ عثمان لقلہ حاتم لہ احق بہا  
من غیرہ واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی  
خاصۃ النماسا لاجہذاک وفضلہ وزہدا فیما تافستوہ من زہر خرفہ  
وزبر جہ۔ ا۔ نکتہ اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے  
کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے حقیقت بخلافہ کے جسکا مدار حسب نجوم امامیہ وجود  
نص و عصمت و افضلیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدائے پاک کی کھا  
فرمایا کہ میں جب تک مسلمانوں کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور و ظلم  
ہوگا اور سوقت تک خلافت کو تسلیم کرونگا اور اوسمیں چون و چرا نہ کرونگا تو اس سے صاف  
جو آپ کا منشا ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے اوپر اس خلافت میں جور ہوا اور انکی  
حق تلفی ہوئی تو اسوقت مناقشہ کرونگا اب دیکھا چاہیے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے  
مذہب شیخ پر کیسی کچھ آفت دہانا نزل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب میر فیختر زمانہ خلافت  
اوسمیں مناقشہ اور منافہ نہیں فرمایا اور کچھ چون و چرا نہیں کی اور پہلی دونوں خلافتوں  
میں خلوت کا بھی نام نہیں لیا اور ہمیشہ سے تسلیم خرم رکھا اور یہ تسلیم کچھ بجز اور بیچارگی اور حقیت  
کے وجود نہ تھی کیونکہ اگر بجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ماسلمت امور المسلمین  
ولم یکن الخ بالکل مہمل ہو جائیگا بلکہ یہ سکوت و تسلیم حقہ خلافت کی وجہ سے تھا اور اس وجہ  
تھا کہ خدا اور رسول کی طرف سے حکم سکوت و تسلیم تھا چنانچہ فاضل بجوانی نے اپنی شرح  
میں دوسرے جگہ لکھا ہی و انہ کان سعمودا علیہ ان لا ینازع فی امر الخلافۃ پھر اگر  
مجاہد آپ کی کلام کے جبکہ لوگوں نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ میں بابت  
دوسرے کسی شخص کے احق بالامامت ہوں ابد کی قسم میں تسلیم کرونگا جب مسلمانوں کے امور  
رہینگے اور اوسمیں بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم ہوگا اسکے اجرا و بزرگی کی طلب کے لیے اور  
جبکی زینت اور خوش آئندگی میں تمہنی رغبت کی ہے اوسمیں بے رغبتی کے سبب سے۔ ۱۲

ان خلافتوں میں کسی پرچور ہونا تو ضرور جناب امیرنا قشہ فرماتے کیونکہ آپؐ فرمایا کہ اوست  
تک خلافت تسلیم ہی جب تک کسی پرچور نہ ہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناقشہ کی وجہ  
سے ثابت ہوا کہ یہ خلافتیں منعقد نہیں بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا جو کچھ تودہ  
تودہ روایات متفقہ کمال ظلم و جور کے جو خلفاء رضی اللہ عنہم انہوں نے اہمیت نظر پر یا صحیح  
مقبولین پر ہوئے بشعادت جناب امیر کے کذب زور و اقترا و بیتان میں چنانچہ  
ہم شرح کبیر ابن میثم سے مخصلاً احداث عثمان رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں۔ واما الاحداث  
المنقولة عنده المشهورة منها عشرة الاولى تولية اصول المسلمين من امير اهل  
العراق مراعاة للقرابة دون حرمة الاسلام كالوليد بن عتبة وسعيد بن العاص  
وعبد الله بن السرح - الثانية رده للحكم بن ابي العاص - الثالثة انه كان  
يوثر اهلہ بالاموال العظيمة الرابعة حمى الحمة الخامسة انه  
اعطى من بيت مال الصدقة المقاتلة وغيرها السادسة انه ضرب عبد الله بن  
مسعود السابقة انه جمع الناس على قراءة زيد بن ثابت واحرق المصاحف الثامنة  
اقدام على عمار بن ياسر بالضرب التاسعة اقدامه على ابي ذر حتى تقاه الى الزينة  
العاشرة تعطيل الحد الواجب على عبيد الله بن عمر فانه قتل اهل زمان مسلمائهم اب  
ان احداث کو دیکھ کر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ احداث ظلم اور جور میں بعض انہیں  
سے عموماً حقوق اہل ہمام پرچور و قدسی ہے اور بعض خاص کر اہل صحابہ پر لیکن حضرت امیر  
کی ذات خاص کے متعلق انہیں سے کوئی نہیں ہی کرنے الواقع امکان وقوع صحیح ہوتا تو  
ضرورتاً کہ حضرت مناقشہ فرماتے اور جب آپؐ تسلیم میں آخر تک چون چلا  
اور عثمان بن عفان سے انہیں شہور دس میں اول لا ابقون فاستوفوا بسبب عاتک قرابت کی بدولت حرمت اسلام  
امیر مسلمین پر متولی کرنا جیسا ولید بن عقیل اور عبد اللہ بن السرح اور سہری حکم بن ابی العاص کو کوٹا لیسنا تیسرے  
ابن زکریا کو اہل مال کے متعلق کہ جو چاہیے انہیں شہور دس میں اول لا ابقون فاستوفوا بسبب عاتک قرابت کی بدولت حرمت اسلام  
قرابت پر کہتا ہے باقی مصداق کو جلد آیا آئیں عمار بن السرح کو دیکھو کہ یہ احداث ظلم اور جور میں بعض انہیں سے عموماً حقوق اہل ہمام پرچور و قدسی ہے اور بعض خاص کر اہل صحابہ پر لیکن حضرت امیر



بیان کیا پھر سکہ شرعی بجان اللہ فہم انصاف ہماری فاضل مجیب پر پس ختم ہو چکا ہوگا  
 امیر کے اس ارشاد نے ہر تہ شراذف نص و نصیحت و نصیحت کا ہی بیخ و بن سے استیصال  
 کر دیا اور پھر اسے ثابت کر دیا کہ اہل عدل و عقد جسکو امام بنادین وہی امام ہے اور واجب الاعتقاد  
 اور ظاہر ہے کہ حسب احوال امامیہ درمیان امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ  
 نہیں ہے بلکہ جو امامت کہ غیر منصوص و معصوم کے واسطے ثابت ہوگی کا ثامن کان وہ اس  
 فاجرہ ہو گئے کیونکہ امام معصوم کا حق اور عین غضب ہو اسہ اور جناب امیر نے اپنی ارشاد میں  
 امارت اور امیر و فکو صرف دو قسموں میں مجصور فرمایا ہے لایزال و لایزال اس میں امیر براہ فاجرہ اور ہر ایک  
 قسم کے بعد ہر امارت بارہ ارشادہ خلافت عادلہ ہوگی اور امارت فاجرہ امارت جابرہ ہوگی  
 اس طرح امیر یا خلیفہ راشد امام عادل ہوگا اور فاجر جابر ہوگا اس میں امام بن ہی ہم  
 فاضل بچانے کو یہی حکم مقرر کرتے ہیں وہ اس خطبہ یا سخن جہ کی شرح میں فرماتے ہیں  
 وما یوید ذلک ان اکثر الخلق متفقون علی ان امر ابن امیہ کا فاجر فاجر اعدا  
 ر حلیہ او نلند کہ عثمان و عمر بن عبد العزیز اور جب یہ فاجر نہیں تو بارہ اور ان کی امامت  
 امامت بارہ ہوئی جو امارت راشدہ کے برابر ہے پس عصمت غیرہ شراذف بالکل باطل ہوئی  
 اگرچہ اس میں جن میں کچھ بطول ہوگی مگر اس قدر اور گہرا ارشاد ہے کہ امامت بطول کے  
 خواہ عادلہ ہو یا جائزہ آپ ہی اسکو اس قدر رہی ہونے کے قائل ہیں کہ دنیا ہی مصالح  
 عباد کے اسکی ساتھ منوط و مربوط میں بدون اسکی منتقم ممکن نہیں ہے ہر اسکی حالت  
 یہ ہے کہ اگر اسکی نزاع و خلع کا نام ہی لیا جاد ہی تو اس میں ایسی ہی نواثر و فساد کا شعل  
 ہونا یقینی ہے کہ جس میں کثرت میں دنیا کے غررہ نقصان ہے اور دین کے حشیت کو  
 ہی جب ہم نظر کرتے ہیں تو اس میں ہر نسبت غرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان کو  
 اس میں اس میں سے جدا کرنا یہ کہ ہے یہ ہی کہ اکثر مفسرین ہر شفق میں کہ اس میں ابن امیر مجرور و بانی  
 شخصہ کو شرف و شان اور اس میں ہر عہد و عہد کے فاجر ہیں۔ ۱۱۔

تو خاص ایسی ذوات کو اسطی ہے اور جبکہ ائمہ اور مجتہدین و علما احیاء سرہم دین و اہل حق و  
 اسلام میں مٹول ہیں تو ان کی فسق و فجور سے اسلام میں غرر کا اندیشہ نہیں چنانچہ خود قاضی  
 بحرانے اپنی شرح میں اسکی یہی شہادت دیتی ہیں و مایوں مذک ان کے اثر الحلق  
 متفقون علی ان اسراء بنی امیہ کا وہ اخبار اعدا رحلین اولئکہ لکھمان و عمر بن  
 عبدالعزیز و کان الفی یجمع بہم والبلاد تفتح فی ایا مہم و الثغور الاسلامیہ  
 محروستہ و السبل امنہ و القوی ماخوذہا لضعیف و لم یضر جہلہم شیئاً فی ذلک  
 الا مہر پس جب مجاہد کے اہست میں یہ امور مثل ثغور و بنار قناطر جو تھیں جیوسن فتح  
 بلدان و قلاع و جمع فی دامن طرق و فضل مضامین علی الحق ہوتے ہیں تو ان کی فجور سے  
 اسلام میں کوئی اثر شدید نہ پونچا تو ان کی اہست کو وہ فاجر بھی سہی باعتبار دنیا کے  
 تو حسب اعتراف فاضل مجیب لا بد ہی ہے لیکن باعتبار دین کے بھی اسکی ممانعت  
 اسکی مضامین بہت زیادہ ہیں تو ایسی ضرورت کی تھامین جبکہ وہ لا بد ہی ہوا اور اس  
 گزیر نہ بروی عقل مگر نہ جانتے نہیں کہ اسکو غیر منعقد کہا جاوے اور اسکو ساتھ جہاد کو  
 نہ جانتے اور اسکو خفی کو حرام اور اسکی اطاعت کو جو امور موافق شرع میں ہو محصیت اور  
 نہ جانتے قرار دیا جاوے سبجناک نہ اہتیاں عظیم و جب بروی عقل اسکا واجب ہونا  
 ثابت ہوا تو حسب قاعدہ امامیہ اگر شرع سے اسکی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو  
 لازم آوی کہ معاذ خدا اٹھانے فیض کا حکم کیا اور ترک اسکی بطف و نایا کینکہ اسوقت صلح  
 و لطف یہ ہے کہ اگر اسکی جواز و خصیت انفاق و کافر و حکم دیا جاتا ہے شائد عن  
 ذلک علوا کبیرا پس اس تمام گفت گو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خطیبین کم تہنیتی

اسے اور جسے اسکی جو کہی تائید کرتا ہے یہ ہے کہ اگر متفق ہیں کہ اسرا بنی امیہ بجز و دین مستحق و گزیری  
 عثمان اور سر بن عبدالعزیز فاجر تھے اور انکی سبب اہل غنیمت جمع ہوئے تھے اور بلاد انکی ایا مہم میں فتح ہوتی تھی اور اسکا  
 کہاں تھا حضور نے ہی اور تو انہوں ہی ادر قوی ضعیف حق کہ عرصہ کبڑا آیا تھا انکا جو اسہیں کہہ نقصان نہیں پہنچا یا ہوتا تھا۔

نہیں فرمایا بلکہ حکم شرعی پر لیا فرمایا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عصمت امامت کو  
 شرط نہیں سمجھنا جب ہم ان ہی الفاظ میں تامل کرتے ہیں اور قطع نظر دوسری ذرائع  
 و عبارات سے جو اوپر بیان کر آئی ہیں دیکھتے ہیں تو مدعا ایسا ہے کہ امامت امامت کے  
 ایسی شرط نہیں کیونکہ جناب امیر نے منع فرمایا کہ لا احکم نیک ہو گا یا امام فاجہ ہو گا سنا  
 فاجہ کے امامت ناجائز اور غیر منعقد ہے لیکن امامت برزخ کے تو ضرور جائز و راجح ہے کیونکہ  
 خلوان و دونوں سے جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ نیک کے واسطے یہ بھی کچھ لازم نہیں ہے کہ وہ معصوم  
 ہو تو مطلق برکے امامت جائز و منعقد ہوئی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہے تو اگر بالفرض  
 فاجہ کے امامت صحیح ہو تا ہم ہمارا استدلال اس عبارت سے ہے غبار ہے اور اس عبارت سے  
 بطلان عصمت کا شکیں فی انصف الہما و کسبہ اللہ علی ذلک اس بحث کے تفصیل  
 میں ہو گا اور یہی گنجائش ہے اور معنا میں زمین میں ہیں لیکن خوف تقویٰ اجازت نہیں  
 دیتی اگر موقع ہو تو انشاء اللہ کہ کسی موقع پر عرض کریں گے یا باقی صحبت ہے  
**قولہ** جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کے مثال یہ ہے کہ لا بد للانس من قوت اور قوت  
 عام ہے حلال اور حرام کی اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہیں دیتی مگر انسان کو قوت ملے گی اگر وہ  
 حلال سے حاصل کرے شرع کی پابندی کے ہو اور اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اس طرح  
 امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرعاً واجبہ لائل شرعیہ و عقلیہ ثابت ہیں اگر اسی امام کی اطاعت  
 کریں اور اس کو امام مبین تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہیں کسی نہ  
 کی جو ضرور حاکم امیر کریں گے جیسا کہ خوارج لیام نے باوجود انکار زبانی آخر کو حاکم کہا  
**اقول** اس موقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو مختصر  
 علیہ قرار دیا یہ یعنی ہماری مدعا کی موید ہے اور فاضل مجیب اس کو نقل میں مصداق مثل مشہور  
 کا لباحث عن حقیقہ بظلفہ کے ہیں تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ امام مطلق کا لا بدی  
 ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ لوگوں کو

امامت امامت کے لئے شرط نہیں ہے  
 امامت امامت کے لئے شرط نہیں ہے



وہ علیہ السلام لایہی نیک ہو اگر نیک بیس نہ ہو سکو تو فاجر ہی ضرور ہی کیونکہ احد ہما سہ گزیر  
 اور جب اسکا لایہ ہو ثابت ہو الا جاری اور ضرورت گرفت میں اور اسکا انقضاء بطور  
 خصت بلکہ حسب وایات الماسیہ اسکے صحت اور اسکا جواز انقضاء بطور وجوب وغیرہ سے  
 ہو گا کیونکہ تفسیر علیہ اسکا قوت ہے کہ لایہ للناس من قوت من حلال کان و حرام پس اگر  
 انسان کو قوت حلال ہو بیس نہ ہو اور مضطر ہو قوت حرام کی طرف تو اس شہادت نفس پریم  
 قرآنی جو ہے بلکہ کلام مجید میں ارشاد ہے متناول حرام او سکی الہی خصوصاً چنانچہ ارشاد ہے **فَمِنْ اضْطُرَّ**  
**فَإِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ رَحِيمٌ**۔ **فَمِنْ اضْطُرَّ فِي تَخَصُّصَةٍ غَيْرِ مَتَجَانِفٍ لِأَنَّهُ**  
**قَاتِلٌ لِّدِينِهِ**۔ **فَمِنْ اضْطُرَّ فِي تَخَصُّصَةٍ غَيْرِ مَتَجَانِفٍ لِأَنَّهُ**  
 قوت بتاوی اور اگر اسی حرام سمجھ کر ترک کیا اور مگر کیا تو کافر کیونکہ حق ترک کرنے جرح کو  
 اسکی من حلال فرما دیا تب اسکو اسی حرام سمجھ تفسیر صافی میں تحت تفسیر قول **قَاتِلٌ**  
**لِّدِينِهِ** روایت کہی ہے اسی پر لکھا کرتا ہوں فی الفقہ عن الصادق فمن  
 اضطر الى الميتة والدم ولحم الخنزير فله بكل شيئا من ذلك حتى يموت فهو  
 کافر تا تب ہی حکم کو جو تفسیر علیہ میں موجود ہے تفسیر الامت میں جاری کرتے ہیں تو یہ صحت  
 وکذا من اضطر الى الامارة الفاسقة فله يقبلها ولم ينقد لها حتى مات  
 فهو کافر۔ یعنی اگر کوئی شخص ارب فاجرہ کی طرف مضطر ہو اور اسکو حرام سمجھ کر اسکا مطیع  
 وعتقاد ہو اور غائے یہاں تک کہ سچا کو وہ شخص کافر ہی کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے  
 اسکو حرام فرما دیا اسکو اپنی حرام سمجھا اور بقا بہ حکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا

پھر شخص مشرک نہ بے حکمی کرتا ہے نہ زنا فی اللہ سبک نہ بین ۱۲۔ پھر شخص لاپرواہ ہو کر میں دنگ ہو  
 وشمس و آفتاب بخشی و الہی ہرمان۔ ۱۳۔ فقہ میں امام صادق سے مروی ہے جو مرد اور عورت اپنے خنزیر کے گوشت کھاتے  
 مضطر ہو اور اسکی کچھ نہ کھا دی۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ ۱۴۔ اسطرح جو حالت فاجرہ کیلئے  
 مشرک ہوا اور اسکی قبول نہ کری اور مطیع نہ ہو یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ ۱۵۔



تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ضرورت و خطر کے وقت میں شرعیتنا دل خیرت حکم  
 رخصت و اجازت دیتی ہے بلکہ فرض فرماتی ہے اور اس کے تارک منکر کو کافر کہتی ہے تو دوسری  
 جب ایسی حالت میں فوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے ہتھیار  
 و تلاش میں رہا اور کوئی نہ کیا تو سرسختی و نفرت شرعیت کے اور کافر مراد ظاہر ہے کہ حکم  
 امامت بہ نسبت اہل کے اگد و اہم ہی تو امامت کی ضرورت کے صورت میں اس کا انکار بالکل  
 منکر کفر ہو گا ہر ہماری مجیب کا یہ ارشاد کہ اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہو نہ ہو  
 میں سرسخت ہو نہ تھا اس کا یہ ہے کہ آپ کو با اینہما اوعائی ہمہ دانے اپنی گہر کے ہی خبر  
 نہیں ہے۔ محمد اللہ کہ جو مثال آئے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کئے تھے وہ ہی  
 اس کے مذہب اور خود جناب پر منتقل ہو گئی کہ محمد اللہ اولاً و آخر اونی مراد باطناً -  
 قال الفاضل مجیب قولہ - اگر شک ہو تو رنج البدائع نکال کر دیکھو یہ بھی اور انصاف  
 سے فرمائی کہ آپ کا دعویٰ سچا ہے یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا ارشاد سچا ہے۔ اقول - یہ شک  
 یہہ نہج البیان میں ہے اور جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد سرسخت و عین صدق و محض  
 حق ہے مگر آپ اس کا مطلب نہیں سمجھتے کہ اس کی معاف کلمہ زیادہ بے الباطل و کلمہ حق  
 صادق ہے بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی جب یہہ ارشاد جناب  
 امیر جو نفع البدائع میں منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور سنی بدلائل و حجت ثابت  
 کر دیا کہ اس کا مطلب یہی وہی ہے جو ہم سمجھتے اور جو کچھ آپ نے سمجھا تھا وہ غلط اور کج  
 اصول کے برخلاف تھا تو انصاف سے فرمائی کہ کلمہ حق اور بے الباطل کس پر صادق آیا  
 اور اس کا مصداق کون ہو چاہا نہ اگر اس کے ارشاد کو برومی عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں گے  
 تو آپ کو یہی سبکی بخوبی نصیب ہو جائیگی۔ قولہ اور چونکہ ہمارا دعویٰ جناب امیر  
 رسول خدا و دیگر ائمہ علیہم السلام کے اقوال سے مقتبس ہے بیشک سچا ہے اقول  
 بیشک آپ کا دعویٰ آپ کے زعم میں اقوال جناب امیر و رسول خدا و ائمہ علیہم السلام سے مقتبس ہے

ہوگا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپ کا اقتباس صحیح ہو بلکہ نے محقیقت آپ کا  
 اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر اس طرح ہر ایک فرقہ کے دعویٰ  
 اقتباس کو مطابق واقع سمجھا جادے تو خواجہ جی ہی کہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ خدا و رسول خدا  
 کا ارشاد است سمیٰ مقبس ہے بلکہ یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تمام اہل ملل یہ کہتے ہیں کہ ہمارا  
 دعویٰ خدا و رسول کے کلام سمیٰ مقبس ہے یہ معلوم نہیں کہ جناب کو اذن کی تسلیم کرنے میں  
 کیوں انکار ہے پس جو جناب اپنی انکار کے دلائل دلیل قائم کریں وہی دلیل بیان  
 بھی سمجھ لیں۔ مان جناب میر صاحب آپ نے شروع جواب میں یاد آتا ہے کہ ہم ہر  
 اعتراض فرمایا تھا کہ ہم نے اپنی خطبہ میں جو تقدیم آل کے صلوة و سلام میں اصحاب پر کی تھی  
 تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ باعتبار مذہب اہل سنت کے  
 تقدیم اصحاب کے آل پر ہونی چاہیے اور جدا کر کے یہ ہی کہ آپ کے نزدیک تقدیم نے انکار  
 مستلزم تقدیم نے الرتبہ کو ہی پس سمجھا جو آپ نے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا  
 کیا آپ کے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے من حیث الرتبہ افضل میں جیسا کہ یہ مقدم  
 حسب زعم سامی مقتضی ہے اگرچہ آپ کی بہت سی روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ جناب  
 امیر جیسا تمام انبیاء سے حسب اعتقاد شیعہ افضل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے ہی افضل میں لیکن چونکہ ربانی طور پر خاص حضرت کی نسبت اسکا انکار کیا ہے  
 اور عبارت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تو اس لیے دریافت کر لیا گیا  
**قولہ** اور حاشا کہ ہمارا دعویٰ اور اس ارشاد میں کسی قسم کی مخالفت ہو مرد بخائی  
 خود درست ہیں **اقول** یہ صرف جناب کا زعم ہے اور نہ واقع میں جناب امیر کے  
 ارشاد اور آپ کے دعویٰ میں ہر تناقض و مخالفت ہے کیونکہ جناب امیر کا ارشاد  
 ضرورۃً مطلق لادرت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپ کا دعویٰ اسکی عدم صحت کو مقتضی  
 پس حاشا و کلام اگرچہ دعویٰ اور جناب امیر کے ارشاد میں باہم توافق نہیں فیضین کا

اجتماع باتفاق و وحدت ثنائیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد میں تو چہرہ دروہ نہیں  
 ہر دین آپکا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعویٰ صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا  
 پس مرد و بچائی خود درست کی طرح نہیں ہو سکتی **قولہ** آپ عقل سے علم نہ لیتے  
 سہی کام نہیں **اقول** بھول اللہ نصیب نہ سنی ہو آپ نے عقل و علم انصاف خدا داد سے  
 کام لیا تھا مگر انہوں نے آپ کے اس عمل پر غصہ کیا اور کتا مٹی جھانک کر آیت **اِنَّا مُرْسِلَاتٌ**  
**بِالْبَیِّنَاتِ وَتَنَزَّلُونَ الْفُتُوحَ** کا مضمون اس جگہ عداوت آیا اور ہم اب بھی ایسا کرتے ہیں  
 عامل میں اور جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اپنی علم عقل و انصاف سے کام لیکر عرض کرتے ہیں  
 اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جناب کو یہی توفیق عطا فرمادی آمین اللہ ہم میں ایسا فتح  
 بینہ دین قومنا بحق و انت خیر الفاتحین **قال** الفاضل الحریب - **قولہ** - آپ بعد فراموشی  
 کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا اگر اس  
 کلام کے موافق ہے تو مجرباً بالوفاق اور اگر مخالف ہے تو کسکو حق کہیگا اور کسکو باطل کہیگا  
 باب ماویلہ وہ ہے - **اقول** کلام بلاغت نظام جناب امیر علیہ السلام کے معنی  
 اور صلی مراد عرض ہوئی آپکا شبہ برقع کیا گیا اور اپنی دعویٰ شرطنہ کو انکی ہی علمنا  
 مستند کی کلام سے ثابت کر دیا **يقول** العبد الفقیر **لے مولانا الغنی**  
 جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اس سے اصلی غرض جو کچھ آپ نے سمجھی  
 وہ جناب کے موعوم پر ہی منحصر ہی صحت اور قیامت کو کچھ ساس نہیں اور اس  
 کلام سے معنی مذکور کو اصلی غرض سمجھنا قبیلہ توجیہ القول بالابریضی بہ قائمہ سے ہے اور اگر  
 ثلثہ کا بطلان تو ایسا جلی بدیہی ہے کہ کسی عاقل و محض نہیں رہ سکتا علی الخصوص  
 جناب کے جسد ربوت لکھا وہ تو نہایت ہی یوح تھا نہ ہونے جو کچھ اوپر گزرا  
 کیا ہے اگر اسکو بغیر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور انصاف بخود کہیں کہ تو خود ہی بھول گئے  
 اور اگر بعد ملاحظہ عرض بندہ پھر یہی دلیلیں شہادت خطور کریں تو ہم پھر یہی تحریر آتے ہیں

حاضرین واللہ بلو فوق **قولہ** آپ چاہتی ہیں کہ جو ہماری سوال میں دریافت کیا ہے  
 وہ ہماری ہی چھین اور اس سے غرض انکی یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ طرح بحث میں طوط  
 ہو اور آپ اعتراض شبہات کرتے ہیں اصل سوال کے جواب ہی سہی چاہتے ہیں  
**قول** جب ہم جناب امیرضا کی ارشادات سلمہ سامی سے آپکی شرائط اور مسئلہ کا  
 ابطال کر دیا تو وہ سوال جو آپ ہم سے کرتے تھے اب پر ہی منقلب ہوا اور آپکو ہی اسکا  
 جواب دینا لازم ہوا پھر اگر ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا  
 یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیوں گھبراتے ہیں اور اگر آپ اعتراضات  
 شبہات سے ڈرتے ہیں اور طوالت پسند نہیں فرماتے تو قصہ مختصر بھی اور زبانی بہت  
 گفتگو کر بھی جلد فیصلہ ہو جائیگا اور جب ہم نے آپکی شرائط کا ابطال مثل قباب نمبر در در  
 کر دیا اور مسئلہ امامت سلمہ سامی باطل ہو گیا تو ہمکو آپ کے سوال کے جواب ہی کی کیا ضرورت  
 رہی اور جواب دہی سے بچنی کی کیا حاجت اگرچہ ہمکو مناسب یہ تھا کہ ہم آپکی سوال کا جواب  
 اسوقت لکھتے کہ جب آپ اپنی سلمہ امامت کو اور اسکی شرائط مثلاً کو بدلائل ثابت فرماتے  
 حالانکہ اسوقت تک جعفر دلائل مثبت شرائط مثلاً تحریر فرمائے ہیں وہ دلائل اور شرائط کو آپکے  
 اصول پر ہی ثابت نہیں کرتے اور ضم کے اصول پر تو اسکا ثبوت از قبیل محالات ہی  
 لیکن ہم انشاء اللہ تعالیٰ حسب فرمائش آپاس خاطر سامی خلفائے رضی اللہ عنہم کی  
 خلافت کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے خدمت میں ابھی ابھی پیش کر چکے تاکہ آپکو بھی حسرت  
 اعتراضات باقی نہ رہ جاوے فاسطر وا ولا نکونوا من المستعجلین **قولہ** اگرچہ ہم  
 اس سوال کا جواب ابھی مفصل مدلل دے سکتے ہیں اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ آپکو  
 بخوبی معلوم ہو جائیگا اور اگر آپ کچھہ انصاف و غور کریں گے تو سمجھ جائیں گے کہ ہمارا یہ  
 دعویٰ زبانی ہی نہیں ہے بلکہ جواب جو لکھا گیا ہے نمونہ ہے مگر اسوقت صرف خیال  
 مذکورہ بالا سے اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہیں چاہتی **قول** جعفر جناب



واضح ہو کہ اس سال میں جس قدر ولایات کلمہ میں لکھے آئی ہیں اور میں بیت دلائل  
 ایسی ہیں جو خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہیں  
 چنانچہ بعض جگہ ہم نے اس طرف اشارہ ہی کر دیا ہے لیکن چونکہ ہماری فاضلہ مجیب کے فرائض  
 یہ ہے کہ وہ ہوتے ہی کہ مجتہد اثبات خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو سلیں ہم حسب  
 ارشاد سامعی اس بحث کو مستقل طور پر لکھنے کے لیے اودھوتے ہیں پس سنی کے تمام اول  
 معاملات فیما بین جناب امیر خلفائے ثلاثہ کو دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں تو اول مرحلہ آپ علی  
 باہمی محبت و عداوت کا ہے اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ حضرات باہم یکجہ و دل شیر و شکر  
 تھے یہاں تک محبت و الفت تھی کہ اور تو واضح تعظیم رکھتے تھے اور ہمیشہ مضامین  
 و محامد بیان فرماتے تھے ہر ایک دوسری کا خیر خواہ دلی تھا۔ اور اگر مقتضای بشریت  
 کہی کسی عالم میں دوستانہ شکر بخشی ہو جاتے تھے تو وہ زائل ہو جاتے تھے اور اسکو قدرت میں  
 ہرگز قرار نہ دیتا اور پھر خلاف محض ہو جو جس غایت تعلقاں پیدا ہو کر مٹا جاتا جو انکی مراتب عالیہ کو کم  
 لگاتا تھا حضرات شیعوں فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ اول کو کمال عداوت تھی بلکہ  
 تمام اہلبیت نبوت کے ساتھ یہی حال تھا آپ کا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی  
 دقیقہ تکلیف رسائی اور تفصیل کا ادھار نہیں رکھا یہاں تک کہ قتل کا ہی قصد کیا تو لامحالہ اجنبہ  
 کو ہی اور سنی ایسی ہی بغض و عداوت تھی لیکن جناب امیر مظلوم و مخدوم دلچسپ و ادا تھا تھی  
 اسلیں ہمیشہ نقیبہ کے پردہ میں اول کو ساتھ خلا و ملا رکھتے تھے تقیہ کے طور پر کہی کہی  
 انکی تعریفیں بھی فرماتے تھے اور خلفائے ثلاثہ یہی زمانہ ساری کے طور پر انکو اپنی مثال کہتے تھے  
 اور ظاہری مدارات و تواضع و تعظیم سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب ہم کتاب  
 کو دیکھتے ہیں اور روایات و واقعات میں ناک کے ہیں تو دعوی اہلسنت کا حق اور دعوی  
 شیعہ کا باطل پاتے ہیں۔ آتا آیات پس اولاً خداوند علام الغیوب صغیر کو خیر امت  
 ارشاد فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ اسکو مخاطب ہی ہو چکا نہیں ہیں جنکو حضرات شیعوں کو ام

جناب امیر و خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے باہمی محبت کا ثبوت

سمجھتی ہیں بیکار خطاب تمام صحابہ موجودین وقت فذل آیت کو عام ہی پس اگر یہ امور ماضی  
 اوستی فرشتا صادر ہوں جنکو صدور کا حضرت شیعہ دعویٰ فرماتی ہیں تو صحابہ خیر است نہ ہوں  
 بلکہ شریعت ہو کر باوجود صدور معجزی و کجی کے اور سالہا سال فیض محبت بنو ہاشم پر ہو  
 ترکیب الہی اعمال شیعہ کے ہوئی۔ ثنائی موقع طرح درمندان میں ارشاد فرمایا ہو کہ اللہ  
 اَيَّدَ لِيْ بَصْرَهُ وَيَا مُؤْمِنِيْنَ وَالْفَيِّتِيْنَ قُلُوْا بِهِمْ اَلَا نَفَقَتْ مَا فِيْ الْاَرْضِ جَمِيعًا اَمَّا  
 بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ اَلْفَ بَيْنَهُمْ اَلَمْ يَجْعَلْ لِّكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۱۰۰  
 قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب تمام صحابہ کو عام ہے اور کمال طرح و استنساخ  
 کو ہی زیادہ مناسب اور پیمان بہرہی ہے علاوہ ازیں عقل سلیم کب یقین کرتے ہی  
 کہ خداوند تعالیٰ انصار کے تو کئیہ ویرنہ کو رسول کے اعانت کے واسطی کمال ہی اور قریش میں  
 جو باہم اس قدر محارب نہ ہوتی وہی کس مخدول کرنے کے واسطی بغض و عداوت کے آگ بے کاؤ کر  
 سنا تک نہ رہا یہاں پیغمبر و حبیب خدا تعالیٰ نے باہم او کو و لو نہیں الفت دال ہی تو اب یہ کہنا  
 کثارات اور صفات جامعہ کے او کو و لو نہیں کا سن ہی جو وقت غضب خلافت  
 پر دوحی کار آئی مگر اس قدر اندھا لے کہ جوشلانا ہی اور سہم علامہ کمال الدین ابن مہم بحر  
 شرح نہج البلاغہ میں صحت سفید کی بارہ میں جو یہ لکھا ہی فقام بشر بن سعد الخزرجی  
 وکان یحسد سعد بن عبادۃ النضیل الیہ ہذا الامی البتہ قابل للاخطار ابن دین و دیا جو مالک  
 حق تعالیٰ شانہ سورہ حجرات میں فرماتا ہے اَوْجَعَلِ الْزَّبَنُ كَقُرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمْ  
 الْحَمِيَّةَ حَرِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَةً عَلٰٓى رُسُوْلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْاَوْرَامُ  
 كَلِمَةً النُّقُورِ وَكَانُوا اَحْزَنَ بَہَا وَاَهْطَا وَكَانَ اللّٰهُ يَكْلُ شَيْءًا عِلْمًا۔ اس آیت شریفہ

عام اور ہی محکمہ نور و یا اپنی مدد کا اور نور کج او کو و لو نہیں الفت دال ہی اگر تو خروج کر باوجود ماری دنیا میں ہی سبکدوشی ملتی سکتی او کو  
 دوزخ میں لے لے الفت دال ہی میں کج لفظ کو مکرر کہی مقابہ میں سبک فاس کج کج بے شریعت سداور ہا اور دہ صدور عداوت کا کہ کہ نہ تھا  
 کہ سداور کہیں او کو کج لفظ کو مکرر کہی مقابہ میں سبک فاس کج کج بے شریعت سداور ہا اور دہ صدور عداوت کا کہ کہ نہ تھا  
 اور سداور کہیں او کو کج لفظ کو مکرر کہی مقابہ میں سبک فاس کج کج بے شریعت سداور ہا اور دہ صدور عداوت کا کہ کہ نہ تھا



خداوند تعالیٰ کے لئے صریح صحابہ اس طرح فرمائی کہ جب کفار نے حمیت جاہلیہ اختیار کی تو اللہ نے  
 رسول پر اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور کلمہ تقویٰ ان کو لازم کر دیا اور وہ اس کے ساتھ اہق اور  
 اس کے اہل تہی اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے پس غیر ممکن ہے کہ جب وہ ایسی اوصاف کے ساتھ  
 محدود تہی تو ان میں حمیت جاہلیہ موجود ہو۔ غایتہ کہ شش حضرات شیعہ کی ان بظوص  
 میں یہ ہے کہ یہ کہیں کہ عموماً ان بظوص کے مخصوص نامہ میں یا بعض مقبولین صحابہ میں  
 چونکہ ایسی احتمالات جو ناشی عن غیر دلیل ہر ایک نفس میں پیدا ہو سکتے ہیں اور جو ارجحی  
 بالمقالبہ یہ ہے کہ احتمال پیدا کر سکتے ہیں اور خود بظوص کے عموماً ان کو رد کرتے ہیں  
 ہند اہلو انکار ابطال کھریف توجہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ امار وایات پس اولاً شیخ  
 ابن بابویہ قسماً لمقب بصدوق فخصال میں روایت کرتے ہیں حدیث ابنی و محمد بن الحسن  
 بن احمد بن الولید بن محمد بن یحییٰ العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدثننا سعد بن عبد  
 الرحمن بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقیق عن  
 الحارث بن المغيرة عن ابي عبد الله عليه السلام قال جاء ابو بكر وعمر رضي الله  
 عنہما عنہم الى امير المؤمنين عليه السلام حين دفن فاطمة عليها السلام حدث  
 طويل قال لهما فيه اما ما ذكرتما اني لم اشهد كما امر رسول الله صلى الله عليه وآله ولم  
 فانه قال لا يرى لي عورة غيرك الا ذهب يصر فسلم كن لا وذي كبا به انتهى بقوله المحجة  
 اس حدیث کو دیکھیں اور آخر جب مد کو ملاحظہ فرمائی اوس کے بعد محبت شیخین کے ساتھ شجر  
 ہونے ہی اور کیسی الفت شکستہ ہی جناب امیر کو یہ گوارا نہوا کہ ان کو بیانی جاتے ہی  
 ابن بابویہ نے بسند خود امام ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے فرمایا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم امیر المومنین رضی اللہ عنہ  
 جبکہ طرہ سے کہ فرمایا۔ مولیٰ حضرت امیر۔ اوسین فرمایا۔ ان دونوں نے فرمایا۔ تم نے یہ ذکر کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو کچھ شیخین میں نہ دیا سوا اس کے کہ یہی کہ حضرت فرمایا کہ میری ہر ہر ہر کوئی نہ دیکھی مگر یہ کہ اس کے ساتھ  
 جاتی ہیں مگر نہیں ہت کہ ان کو ہر کسی ایذا پہنچاؤن ۱۲۔



اگر ہا ہم عداوت ہوتے اور شیخین نے حق خلافت غضب کیا ہوتا تو اس سے بہتر کوئی موقع  
 عداوت نکالنی کا اور اپنی حق کے لیے کما نہیں تھا شیخین کو حضرت کے بھتیخ غسل میں اینٹوں  
 خواہش کے موافق شریک کر لیتی اور جب وہ نابینا ہو جاتے تو اس وقت اس کا حق  
 یہ صورت حاصل کر لیتی نہ شکر کشی کے نوبت آتی نہ جدال و قتال کا ہنگامہ ہوتا بلکہ  
 کسی حیلہ و تدبیر کے ہی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اہل بیت کے لیے  
 امامہ ہوئی تھی اب بھی وہی ہیعت کر لیتی اور وہ بارہ آدمی جنہوں نے فرمایا تھا کہ ابوبکر کو  
 منہ سزا دینا چاہیے اور خلافت سوای جناب امیر کے اور کیا حق نہیں چاہیے طاعت  
 روایت صدوق کے سب بروا جاکر خلافت میں ابوبکر سے جبکہ می اور پھر ابوبکر  
 اس وقت سب موجود تھے جب نراحم سیدان تھا دیکھتے ہر کیسو سوای جناب امیر  
 کیون مقدم ہوتے دیکھ کر چھ روایت طویل ہے تاہم اسکی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے  
 اس لیے ہم اصل روایت فضال سے نقل کرتے ہیں الذین انکروا علی ابی بکر  
 جلوسہ فی الخلافۃ اثنا عشر عن زید بن وہب قال کان انکروا علی ابی بکر  
 جلوسہ فی الخلافۃ و تقدمہ علی علی بن ابیطالب علیہ السلام اثنا عشر رجلاً من  
 المهاجرین و الانصار کان من المهاجرین خالد بن سعید بن العاص المقدر  
 ابن الاسود و ابی بن کعب و عمار بن یاسر و ابو ذر الغفاری و سلمان الغداری  
 و عبد اللہ بن مسعود و بريدة الاسلمی و کان من الانصار خزیمہ بن ثابت  
 ذوالشہادتین و سہل بن حنیف و ابو ایوب الانصاری و ابو العیثم

زید بن وہب سے روایت ہے کہ تین بن کعب و عمار بن یاسر و ابو ذر الغفاری و سلمان الغداری و عبد اللہ بن مسعود و بريدة الاسلمی و کان من الانصار خزیمہ بن ثابت  
 پر سبقت کر کے باہمین انکار کیا تھا بارہ آدمی مہاجرین و انصار سے تھے امہاجرین میں ہی خالد بن سعید بن العاص و مقدر  
 بن اسود۔ ابی بن کعب۔ عمار بن یاسر۔ ابو ذر الغفاری۔ سلمان الغداری۔ عبد اللہ بن مسعود و بريدة الاسلمی تھے اور انصار میں سے  
 خزیمہ بن ثابت۔ ذوالشہادتین۔ سہل بن حنیف۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو العیثم۔

ابن التيهان وغيرهم فلما صعد المنبر تشاوروا بينهم في امره فقال هلا ناسية  
فتنزل عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله قال اخرون ان فعلتم ذلك غنم  
على انفسكم فقال الله عز وجل ولا تقفوا بايديكم في التهلكة ولكن  
امضوا ما الى علي بن ابي طالب عليه السلام لتشيروا نستطيع امرهم فاقوا  
عليه السلام فقالوا يا امير المؤمنين ضعفت نفسك وتركنا حقك انت اولى  
وقد اردنا ان نأتي الرجل فننزل عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله فان الحق  
حقك وانت اولى بالامر منه فكرهنا ان ننزل دون مشاورة فقال لهم  
عليه السلام لو فعلتم ذلك ما كنتم الاحرار بهم ولا كنتم كالكل  
في العين وكالمخ في العين وكالمخ في الزاد وقد انفقت الامة التاكيد  
لقول نبيها والكاذبة على ربها عز وجل ولقد شاورت في ذلك اهل بيتي  
فابوا الا السكوت لما يعلمون من غرصد والقوم وبغضهم لله عز وجل  
ولا اهل بيت نبيه عليهم السلام يطلبون بشارات الجاهلية والله لو فعلتم  
ذلك لشهر واسيؤفهم مستعدين للحرب والقتال كما فعلوا ذلك حتى قهر

سے بن تہمان وغیرہ تھے۔ جب ابو بکر منبر پر چڑھی ادھون نے باجم اوس کے معاملہ میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا کہ ہم کیوں نہ آکر اوس کو حضرت کے منبر سے اُتار دیں۔ دوسروں نے کہا کہ اگر عزم ایسا کرو گے تو تم لوگوں کی اپنی جانوں پر اعانت کر دگی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی اپنی اہنوں کو ہلاکی میں نہ ڈالو لیکن جلد علی بن ابی طالبؓ سے مشورہ کریں اور اوس کا اور درجہ منت کریں علیؓ نے پاس آئی اور کہنے لگی اسی امیر المؤمنین تو نے اپنی نفس کو ضائع کر دیا اور تو نے اپنی اوس عن کو جکا تو زیادہ سختی بہت چوڑ دیا اور ہم چاہتی ہیں کہ اس شخص کے پاس جاکر اوس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اُتار دیں کیونکہ یہ عن شیر احمیٰ ہی اور اس کے زیادہ سختی ہے۔ نسبت اوس کی اور بہتی ناپسند سبھا کا اوس کو بدولت میری مشورہ سے اُتار دیا علیؓ نے سلام نہ فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو تم لوگوں کے لیے بجز لرزائی کے اور کچھ نہ ہوگی اور تم ایسی چیز ہوگی جیسا الکبہ میں سرور اور کعبہ میں نہاکہ تحقیق است اپنی بی بی کے نول کو چھو ڈھونڈالی اور اپنی پردہ گاہ پر چھوٹ پڑی اور میری طرف بھیجی اور اس نے یہیں بیٹھی اپنی آنکھ سے اشرو کیا اور بجز سکرمت کی کچھ نہ فرمایا کیونکہ تو کہہ کہ تو لوگوں کی کنیتوں اور اللہ تعالیٰ کے اور اہل بیتؑ بنی کے ساتھ دشمنی کو جانتی ہی ہے اچھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے نکالتی نکالتی خدا کی قسم اگر تم ایسا کرو گے تو وہ لرزائی ہے دوسری متحد ہو کر تو ماریں کہ نہ بچیں لیکن جو بچا دھونڈا ایسا کیا ہوا نہاکہ کہ مجھ کو قتل کر دے

و غلبونی علی نفسی ولبونی وقالوا لی بائع والاقتلتاک فلما جدد حیة الا ان  
ادفع القوم عن نفسي وذلک انی فکرت قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یا علی  
ان القوم نقضوا امرک واستبدوا بها دونک وغضبونی فیک فعلیک بالصبر  
حتی ینزل اللہ الامر الا وانهم سيعبدون بک لا بحالة فلا تجعل لهم  
سبیلا الی اذلالک وسفک دمک فان الامۃ ستغدر بک لعیدی  
کذلک اخبرنی جبریل علیہ السلام عن ربی تبارک وتعالیٰ ولكن استوا الرجل  
فاخبروه بما سمعتم من نبيکم علیہ السلام لا فی الشبهة فی امره لیکون  
ذلک اعظم الحجة علیه وابلغ فی عقوبته اذ انی ربه وقد عصی نبيه وخالف  
امرہ قال فانطلقوا حتّی حقوا عنکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یوم الجمعة فقال  
المهاجرون والانصار ان اللہ عز وجل بدأ بکم فی القرآن فقال لقد تآب  
اللہ علی النبی والمهاجرین وانه انصار فیکم بدأ کان اولین بدأ وقام  
خالد بن سعید بن العاص بادلا لنبی امیة فقال یا ابا بکر اتق اللہ فقد  
علمت ما تقدم لعل بنی طالب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لا تعلم ان

۱۔ غضب کیا میری نفس پر اور مجھ کو نرم کیا اور کہا کہ بیت کر لے ورنہ ہم تجھ کو مار دینگے پس میں نے پچھڑی کوئی جلدیں پیا کر قوم کو  
اپنی نفس سے دفع کر دیا اور وہ یہ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں فکر کیا کہ اسی جملہ قوم نے تیرا سر توڑ دیا اور تیرا  
تیری اور سپہ قتل پر بھی اور تیری باہرین تیری نافہ کے کی تو تجھ کو میرا لازم سی یہاں تک کہ اللہ انہما ذل کر ہی خبر دے وہ لوگ  
میری بعد خبر تیری ساتھ مذکر میں گئے تو انکی لپی کوئی راہ اپنی دلیل کرنے اور خون بہانی کی طرقت بھیج کر کہتے کہ امیر میری بعد  
خود کرینگے مجھ کو جس نے پروردگار تعالیٰ سے اس طرح خبر دی ہے لیکن اس شخص کے پاس جادو اور جہر کچھ اپنی بنی  
علیہ السلام سے سنا ہوا دسکو چھوڑ دینی طور پر اسکی زمین تاکہ یہ اس سپہر جیکہ وہ اپنی رب کی نافہ فرما دے اور اسکی مخالفت  
کر کے اسکی پس آئیگا بڑی محبت اور اجمع نے العقیبت یہ کہا پس وہ جلی یہاں تک کہ حضرت کی گھر کو جمع کے دن گھیر لیا  
انصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلی تم کو ذکر کیا سی اور فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمهاجریں والانصار تو تمہارا  
ہی ہوا ذکر کیا ہے پس سنی اول ابتداء کی اور نبی امیہ پر نادر کے ادھما خالد بن سعید بن العاص نے کہا ای ابو بکر خدا  
در تو جانتا ہے کہ جو چہ علی بن ابیہا کے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذر چکا ہے کیا تو نہیں جانتا ۔۔



اس طرح زبانے حضرت صدوق شیعہ کے ہر ایک اپنی اپنی بولیاں بولی۔ اس حدیث میں  
 جو کچھ خیال کیا ہو یا میں ہیں ان کو استخراج کو والد اذمان صافیہ اذکیا کر کے جبکہ ہم درجے  
 میں اس کو لکھتے ہیں روایت سابقہ صدوق سے بد لالت واصحہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کو  
 شیخین کے ساتھ کمال محبت الوقت تھی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہیں تھی نہ خلافت  
 اپنی ہی خاص حق سمجھتی تھی اور شیخین کو غاصب خلافت سمجھتی تھی ورنہ اس سے بہتر خلافت  
 لینے کا کوئی موقع نہ تھا کہ بدوین شہر سیونے اور ان فتن بہرست ماتہ آتی تھی۔ ثانیاً حضرت  
 شیعہ کے صدوق نے حضاں میں روایت فرمائی ہے حدیثنا احمد بن جعفر الحمد  
 رضی اللہ عنہ قال حدیثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ہشام  
 سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم  
 اثنا عشر الفا ثمانیۃ الاف من المدینۃ والفاق من غیر المدینۃ والفا من الظفا  
 لہم یدہم قدری ولا مرجی ولا حرجی ولا معتزلی ولا صاحب رای کا نوایہ کو  
 اللیل والہنا ویقولون اقض اروا حنا قبل ان ناکل الخبز الحمین  
 اس روایت میں معلوم ہوتا ہے کہ صاحب اکرم کبار ائمتہ مجاہدین میں بارہ ہزار تھے اب ہم دیکھتے ہیں  
 کہ جو قوت بیعت سقیفہ ائمہ کو اور خلافت غصب ہوئی اور وقت بیعت حضرت کہان تشریف  
 رکھتے تھے کیا بعد ازاں بیعت حضرت ابی اویس ہی میں ہوئی جو بعد وفات سرور کائنات سے  
 علیہ السلام کے مرتد ہو گئی تھی اور سواہی ابو ذر اور سلمان اور عمار اور مقداد کے روت سی کوئی نہیں سمجھتا  
 بلکہ سواہی مقداد کے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کو شک ہو یا ہو اور اس کے پسینہ کیچہ نہ ہو  
 پس اگر یہ مرتدین میں سے ہیں تو یہ طویل و عرض مناقب و محابداً بکل غور و بیجا ہو گا جبکہ انہوں  
 امام حق سے بخلاف کیا اور امام باطل کے اعانت و تائید کی تو ان کو تمام اعمال صالحہ جط و باطل  
 ہو گئی اور غصب خلافت کی اور ان کو ان کی ظہور و قباب پر رہی اگر یہ لوگ امام بحق کو مخدول  
 نہ کرتے اور اس کی اعانت و تائید کرتے تو حق اپنی مرکز سے کیوں سجاؤں ہوتا تو جب امام

معصوم کے زبانی جو مامور باظہار حق تھی انکو اس قدر مدح و ثنا ہوئی تو قطعاً معلوم ہوا کہ یہ  
 لوگ وہ ہیں جو کمل صحابہ ہیں یہ ہیں اوجو کا لیلینج الایمان ہیں تو یہی حضرات موصوفین محمد و حسین  
 کی نسبت محال ہے کہ وہ اہل بیت نبوت کو دشمن بن اور امام حق کو بخند و کفر بن یا غلامت خصم بن  
 یا خود غصب کریں یہ بعد اس کے اگر حضرت شیخین رضی اللہ عنہما ائمنین داخل ہیں جیسا کہ تعریف  
 و توصیف ائمہ سے جو موصوفین کے ساتھ فرمائی واضح ہونا ہی کہ کہیں انکو ولان عادلان فرمایا اور  
 کسی جگہ انکی عظمت اسلام میں بیان فرمائی اور یہی صدیق کے لقب سے منجنا نفیس کے کلمہ فرمائی  
 اگر وہ انہیں داخل ہیں تو ہمارا مدعا حاصل ہے اور اگر بفرصت محال شیخین ان بارہ نہ رہیں تو انہیں  
 میں تاہم ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ یہ شبہ یہ جماعت ہی انکو معاذین میں سے ہی اور جنگو  
 اثبات یہ جماعت محمد و محمد کی یہی لامحالہ مدوح ہونگے تو جو ایسی جماعت کے ساتھ موصوف ہوں انکی  
 نسبت بروی عقل سلیم خیال کر لینا چاہیے کہ انکو الہییت نبوت کے ساتھ ولاد و متکاسبقہ  
 ہوگا اور الہییت کو انکو کہ تہ نظر عنایت و محبت کہ جب ہوگی تا انکے جگہ حضرت فاروق  
 غزوہ روم میں خود بنفس نفیس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے یہ مشورہ دیا جو  
 نبی البلاء ائمہ امین موجود ہی - ومنزلک لام لاہ وقد شاورہ عمر الخطاب فی الخروج  
 الی غمر و الروم وقد توکل اللہ لاہل ہذا الدین باعزاز الحوزة و ستر العودۃ و الدل  
 نصرہم و ہم قلیل لا ینصرون و منہم و ہم قلیل لا یعتنون حی لا یوت انک  
 متی نرا فی ہذا العد و بنفسک قتلہم فتکلب لا یکن للمسلمین کافتدو  
 اقصى بلادہم و لیس عبدک مہم یجعون الیہ فالبث الیہم رجلاً یجربا و یجرب  
 معہا ہل البلاد و النصیحة فان اظہر اللہ فذاک ماتحب وان تکن الاخری  
 کنت رجلاً للناس و مثابة للمسلمین - انتہی اب اس شوری کے الفاظ میں غور  
 کرنا چاہیے اور اس سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ باہر کس درجہ اتحاد و نصیحت تھا اور جناب امیر جناب  
 فاروق کو کافقہ مسلمین اور دالیناس اور شایستہ مسلمین سمجھتی تھی اور آپ یہ بھی خیال

کہ انکو الہییت نبوت کے ساتھ ولاد و متکاسبقہ ہوگا اور الہییت کو انکو کہ تہ نظر عنایت و محبت کہ جب ہوگی تا انکے جگہ حضرت فاروق غزوہ روم میں خود بنفس نفیس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے یہ مشورہ دیا جو نبی البلاء ائمہ امین موجود ہی - ومنزلک لام لاہ وقد شاورہ عمر الخطاب فی الخروج الی غمر و الروم وقد توکل اللہ لاہل ہذا الدین باعزاز الحوزة و ستر العودۃ و الدل نصرہم و ہم قلیل لا ینصرون و منہم و ہم قلیل لا یعتنون حی لا یوت انک متی نرا فی ہذا العد و بنفسک قتلہم فتکلب لا یکن للمسلمین کافتدو اقصى بلادہم و لیس عبدک مہم یجعون الیہ فالبث الیہم رجلاً یجربا و یجرب معہا ہل البلاد و النصیحة فان اظہر اللہ فذاک ماتحب وان تکن الاخری کنت رجلاً للناس و مثابة للمسلمین - انتہی اب اس شوری کے الفاظ میں غور کرنا چاہیے اور اس سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ باہر کس درجہ اتحاد و نصیحت تھا اور جناب امیر جناب فاروق کو کافقہ مسلمین اور دالیناس اور شایستہ مسلمین سمجھتی تھی اور آپ یہ بھی خیال

کرتے ہیں کہ اگر حضرت فاروق شہید ہو گئی تو بعد آپ کے فوج اسلام کو کوئی مرجع رہی نہ ہوگا  
 اس طرح جب حضرت فاروق نے خود بنفس نفیس فارس پر فوج کشی کا قصد کیا اور جناب امیر  
 مشورہ فرمایا تو جناب امیر نے اس کو جواب میں جو کچھ فرمایا سوچو البتہ ستم تو نقل کرتا ہوں  
 وَمِنْكُمْ كَلَامُ لَهُ وَقَدْ اسْتَشَارَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشَّيْءِ لِقَالِ الْفَرَسِ  
 نَبْضُهُ اِنْ هَذَا الْاَمْرُ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بَلْ كُزَّةٌ وَلَا بَقْلَةٌ وَهُوَ دِينُ  
 اللّٰهِ الَّذِي اُظْهِرَهُ وَجَدَهُ الَّذِي اَعَدَّهُ وَاَمَدَّهُ حَتَّى يَبْلُغَ مَا يَبْلُغُ وَطَلَعَ مَا طَلَعَ  
 وَخَرَجَ عَلَى مَوْعِدٍ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَبْخُوعُهُ وَتَاصِرُ حَيْدُهُ وَمَكَانُ الْقِيَمِ بِالْاَمْرِ  
 مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرْجِ مَجْمَعُهُ وَنَبْضُهُ فَاِنْ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ وَذَهَبَ تَهْلُجُ  
 بِجَذَائِرِهِ اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ اِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهَمَّ كَثِيرُونَ بِالْاِسْلَامِ غَرَضُ  
 بِالْاجْتِمَاعِ فَكَانَ قَطْبًا وَاسْتَدْرَجَ الرِّجَى بِالْعَرَبِ وَاصْلَهُمْ دُونَكَ نَارُ الْحَرْبِ  
 فَانْتَظِرْ اِنْ شَخِصْتَ مِنْ هَذِهِ الْاَرْضِ اِنْقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ اطْرَافِهَا  
 وَاَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ مَا تَدْعُو رَاكٍ مِنَ الْعَوْرَةِ اَهْمُ إِلَيْكَ مَا بَيْنَ يَدَيْكَ  
 اِنْ الْاَعَا جِمَ اَنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَدًا يَقُولُوا هَذَا اَصْلُ الْعَرَبِ نَاذَا اِنْ قَطَعْتُمُوْ  
 اسْتَرْحِمْتُمْ فَيَكُوْ ذَلِكْ اَشَدُّ لِكُلِّبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعُهُمْ فِيْكَ فَاَمَّا مَا ذَكَرْتُمْ  
 مِنْ مَسِيرِ الْقَوْمِ اِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَيَجْعَلُهُ اَكْرَهَ لِمَسِيرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ  
 اَقْدَرُ عَلَى تَغْيِيرِ مَا يَكْرَهُ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتُمْ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَاِنَّ لَمْ تَكُنْ تَقْتَاتِلْ فَيَا مَضَى الْبُكْرَةِ



واما لکننا نقاتل بالضر والمعوذۃ۔ انتہی جناب امیر کس کلام سے جب قدر خوبان اس  
 جی حاصل ہوئی اور جب قدر دلائل ثبوت حقیقت خلافت خلفا رضی اللہ عنہ کے یہی پیدا ہوئے  
 انکو یہاں تفصیلی کے یہی تو ایک دفتر چاہی یہ یہ رسالہ اسکی گنجائش نہیں رکھتا یہاں  
 اس قدر گزارش کرنا ہی کہ اس کلام سے اندازہ کر لیا چاہی کہ فیما بین جناب امیر و جناب قاری  
 کس وجہ سے دو ربط و ربط تھا اور یہ بھی سمجھنا چاہی کہ جناب امیر نے اسوقت کے اسلام کو  
 بزعیم شیعہ خواہ وہ ارناو ہوتا یا طغیان اور خواہ ضوق ہوتا یا عصیان وہ دین فراتے ہیں کہ جسکو  
 غلبہ کا تمام ادیان پر خداوند کریم نے اپنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تھا اور  
 غایت ارسال نبی ہو اللہ الذی ارسل رسولہ بالہدایۃ دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ  
 وگو گمراہ انشرکت وارشاد ہوا تھا اور اس دین کو اس دین سے تعبیر فرماتے ہیں  
 جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اور اس دین کو جس پر خلفا رہی اور جسکی  
 تائید و تقویت کرتے تھے جناب امیر نے خدا کا دین قرار دیا اور جناب امیر نے اسوقت کو اس  
 کو خواہ محاذ اللہ مرتجع یا کافر اور خواہ ناکشیں یا رقیں اور خاص صبیح یا صبیح عداوت اہل بیت پر  
 یا فاجرین اللہ اور خدا کا کافر فرمایا اور فرمایا کہ ہم خداوند تعالیٰ کے وعدہ کی منتظر ہیں یعنی اسوقت  
 یہ بھی کہ جو خداوند تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ ہمارے یہی جسکی شرح ہے جبکہ  
 تشریح کی ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم الا ذر  
 کما استخلف الذین من قبلہم ولیکنر لہم دینہم الذی انزلنا علیہم ولینبئہم  
 من بعدہم انما لیبعدون فی شیانہم و من کفر بعد ذلک  
 فاولئک ہم الفاسقون اور جناب امیر نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اپنی وعدہ کو جو ہم سے کیا

لے وعدہ کیا اللہ نے جو لوگ تم میں سے ایمان لائی اور کسی نیک کام البتہ چھپی حاکم کر لیا انکو دین میں جیسا  
 حاکم کیا تھا ان ہی جگہ ان کو رہا دیا انکو یہی ایمان دین جو پسند کر دیا انکو ماضی اور دیکھا انکی دیکھنے میں میں میری بہت  
 کو غیر شرکاء نہ کرے گی میرا سیکو اور جتنا شکر ہو کر ہی اس سے چھپی سوردہ لوگ میں باقران ۱۲۔



ضرور پورا فرمایا گیا اور اپنی لشکر کو جو یہ موجود ہی ہے شک و ظفر منصور کر چکا چنانچہ جسطرح جناب  
 امیر نے فرمایا تھا اسکو مطابق واقع ہوا خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ماتحتوں  
 تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام ادیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء کے  
 دین پر ماضی کو نگینہ دی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو اس سے بدل دیا دو سلطنتیں عظیم  
 کسریٰ و قیصر کے جو پہلو میں تھی جنکا سخت خوف تھا اور ہر وقت کھٹکارتا تھا پامال  
 ہو گئی اور اہل اسلام کے قبضہ و تصرف میں آئی اسلام کے نور نے شرق و غرب میں اطراف کائنات  
 عالم کو منور کر دیا اور ظلمت کفر و بد ہو گئی پس یہ سب کچھ اگر خدا نے تھا ہی راشدہ کا شرہ  
 نہیں ہے تو کیا ہی اسکی بعد جناب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیام بالا فرمایا فرمایا کہ اگر تم شہید  
 ہو گئی تو یہہ اجتماع مرکز نہ ہو سکیگا اسکی بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنی حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے زمانہ میں کثرت فوج و سپاہ پر بنیں لڑاتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی امداد و اعانت  
 کفار سے لڑتے تھے اور اب یہی چونکہ وہی حالت ہی وہی اسلام کے سپاہ ہی جسکو خداوند  
 تعالیٰ نے ملائکہ سے امداد فرمائی ہے اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہے۔ وہی احلاک و کلمہ اللہ اور جناب  
 مقصود ہے۔ تو یہ اب کیون خدا تعالیٰ کی نصرت کے بہرہ پر قتال کیا جاویں پس جو  
 کچھ حضرت امیر نے انجام فرمایا عاقل منصف اس میں غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے  
 اور انکی خلافت کے کس قدر تعریف و توصیف میان فرمائی اور کس قدر انکی حقانیت  
 پر لائق ثابت فرمایا اور طرفہ یہ ہے کہ اسکو ناقول ہی حضرت شریف رضی جیسی غالی  
 شیعہ ہیں۔ بلکہ سبکدخوف اطناب و تطویل سے روزہ ہم انکی تصدیق کے لیے تمام کمال عبد  
 کمال الدین بچرانے کی شرح سے جو اسکو متعلق ہے نقل کرتے اب یہی جسکو تفصیل کا شوق  
 ہو وہ علامہ بچرانے کی شرح کبیر کو مطالعہ فرمادیں۔ (رابعاً) فصیح البلاغہ کی اس خط  
 کی شرح میں جسکا عنوان یہ ہے دمن کے کتاب المعنویہ فاراد قو مناضل  
 بنیما الخ علامہ ابن ہشیم بچرانے خط کی ذہ عبارت نقل کرتے ہیں جو آپکر شریف صاحب

نوح البلاغۃ من حذق فوائی - وہی نذرہ و ذکر ت ان اجتبه له من المسلمین اعوانا  
 ایدہم بد فکا نوافی مزار لہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام و کات  
 فضلہم فی الاسلام کازعمت والضمیم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ  
 الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکاتبا فی الاسلام اعظم وان المصاب  
 یھا لیرج فی الاسلام شد ید یرحمہما اللہ و جزاھا با حسن عملہا - انتہی  
 بسبب جناب امیر کی اس کلام کو بنام دیکھی اور سوچی کہ جناب شیخین کے فضائل و مناقب  
 کس وجہ تک یہ شدید کے ساتھ قسم کیا کرنا فوائی اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی عمر و زندگی کی قسم  
 تحقیق شیخین کا مرتبہ اسلام میں بہتہ عظمت والا ہی اب اس جملہ کو دیکھنا چاہیے کہ  
 حضرت رضی اللہ عنہ نے نذرہ کیا کہ یہ کے غرض سے تمام اقسام تکبیر کی اس جملہ میں ختم  
 فرمادی اور اس جملہ کو قسم کے ساتھ اور جملہ احمیہ کی ساتھ اور ان کے ساتھ اور لہم کے ساتھ  
 کہو کہ کیا نذرہ کرین کو گنجیش انکار کی کسی راہ سے باقی نذرہ جمیع جہات سے انکار کا راستہ  
 مسدود ہو جائے اور فرمایا کہ اونکا انتقال سلام میں سخت زخم ہی خدائون دونوں پر رحم  
 فرمادی اور انکو نیک کاموں کی اذکار و خیرا عطا فرمادی خیال کرنا چاہیے کہ جناب امیر شیخین کے  
 انتقال کو سلام میں سخت زخم فرماتے ہیں پس اگر معاذ اللہ شیخین موصوف اون اوصاف  
 کہ تھ ہوں جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں اور صدر اون اعمال کے ہوں جنکو حضرات شیعہ بھی  
 ہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد سراسر کذب ہوگا اور اونکا انتقال ہرگز سلام میں ختم نہ سمجھا جائیگا  
 بلکہ انکا وجود سلام میں زخم ہوگا۔ لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کہ اب ہونا تو محال ہی  
 توانیت ہوگا کہ جو کچھ حضرات شیعہ فرماتے ہیں وہ نقلیں کے مخالف ہو اور ضلالت اور  
 جو کچھ اہلسنت کہتے ہیں وہی حق اور موافق نقلیں کے ہے خاسا جناب امیر نے اپنی  
 صاحبزادی الم کلثوم (جو حضرت فاطمہؑ کے بطن مبارک سے تھیں) کا نکاح حضرت  
 عمرؓ کے ساتھ کر دیا جو کمال اتحا و محبت کو درجہ دلیل ہے اگر حضرت فاروقؓ میں

بحیث دین و داری کو تاسی ہوئی تو ممکن نہ رہا کہ جناب امیر سے جبر و ظلم جیسا کہ شیوہ کا  
 زعم ہی اس کلام کو گرا گستر اس عقد نکاح کی نسبت جو کچھ ہماری محبت نے تحریر نہ پایا  
 اور اس کا جواب مفصل ہم آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی موقع پر عرض کریں گے۔ سادہ سادہ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو بمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات بیست و چار  
 ہیں شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب بحالے الاخبار میں امام موسیٰ رضا سے روایت کی ہے  
 عن الحسن بن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان ابابکر بنی بمنزلہ  
 السمع و ان عمر بنی بمنزلہ البصر ان عثمان بنی بمنزلہ الفؤاد و فیسر امام حسن عسکری سے نقل  
 کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابوبکر صدیق سے کہا کہ جہان منی بمنزلہ السمع  
 و البصر و الاس من الجسد و بمنزلہ الروح من البدن حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ان کلمات پر آیت صحاف واضح ہی کہ شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تھا اور اسی سی قیاس کر لینا چاہی کہ خدا تعالیٰ کی جنابت میں  
 ان کو کبھی قدر بمنزلت ہوگی تو جب ان کا یہ مرتبہ ہی تو اہل بیت کو ان کے ساتھ کس قدر محبت ہوگی اور  
 ان کو طہیت کی ساتھ کیسی الفت ہوگی اور اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ فقہاء نے نہایت ایک دوسرے  
 کی نسبت فرمایا ہے وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہوگا نہ انرا تفسیق نہ بے در زور۔ شاہنا خاتم  
 مشکین بن لانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ثوالی الامالی ابن جہور وغیرہ سے نقل کیا ہے  
 ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر و فہم العباس عقیل  
 ابن عمہ فاستشار ابا بکر فہم فقال قومک و اہلک استقیہم لعل اللہ یتوب علیہم  
 و خذ اللہ یتقوی بہا اصحابک فقال عمر بن ذک و اخر جوک فخذ بہم  
 و اضرب اہناقہم فاتہم ائمة الکفر و لا تاخذ منہم اللہ لکن علیاً من عقیل  
 و حمۃ من العباس و مکنے من فلان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ  
 یلین قلوب رجال حتی یکون الین من اللین یقسی قلوب رجال حتی یکون اشد

۱۰۰  
 عن الحسن بن علی  
 قال قال رسول الله  
 صلى الله عليه وآله وسلم  
 ان ابابکر بنی بمنزلہ  
 السمع و ان عمر بنی  
 بمنزلہ البصر و ان  
 عثمان بنی بمنزلہ  
 الفؤاد و فیسر امام  
 حسن عسکری سے نقل  
 کرتے ہیں کہ پیغمبر  
 خدا نے ہجرت کی شب  
 میں ابوبکر صدیق سے  
 کہا کہ جہان منی  
 بمنزلہ السمع و البصر  
 و الاس من الجسد و  
 بمنزلہ الروح من  
 البدن حضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے  
 ان کلمات پر آیت  
 صحاف واضح ہی کہ  
 شیخین کا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے نزدیک کیا  
 مرتبہ تھا اور اسی  
 سی قیاس کر لینا  
 چاہی کہ خدا تعالیٰ  
 کی جنابت میں ان  
 کو کبھی قدر  
 بمنزلت ہوگی تو  
 جب ان کا یہ مرتبہ  
 ہی تو اہل بیت کو  
 ان کے ساتھ کس  
 قدر محبت ہوگی اور  
 ان کو طہیت کی  
 ساتھ کیسی الفت  
 ہوگی اور اس سے  
 ثابت ہوا کہ جو  
 کچھ فقہاء نے نہایت  
 ایک دوسرے کی  
 نسبت فرمایا ہے  
 وہ حق اور واقعی  
 اور نفس الامری  
 ہوگا نہ انرا  
 تفسیق نہ بے در  
 زور۔ شاہنا خاتم  
 مشکین بن لانا  
 مولوی حمید علی  
 رحمۃ اللہ علیہ  
 نے ثوالی الامالی  
 ابن جہور وغیرہ  
 سے نقل کیا ہے

۱۰۰  
 عن الحسن بن علی  
 قال قال رسول الله  
 صلى الله عليه وآله وسلم  
 ان ابابکر بنی بمنزلہ  
 السمع و ان عمر بنی  
 بمنزلہ البصر و ان  
 عثمان بنی بمنزلہ  
 الفؤاد و فیسر امام  
 حسن عسکری سے نقل  
 کرتے ہیں کہ پیغمبر  
 خدا نے ہجرت کی شب  
 میں ابوبکر صدیق سے  
 کہا کہ جہان منی  
 بمنزلہ السمع و البصر  
 و الاس من الجسد و  
 بمنزلہ الروح من  
 البدن حضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے  
 ان کلمات پر آیت  
 صحاف واضح ہی کہ  
 شیخین کا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے نزدیک کیا  
 مرتبہ تھا اور اسی  
 سی قیاس کر لینا  
 چاہی کہ خدا تعالیٰ  
 کی جنابت میں ان  
 کو کبھی قدر  
 بمنزلت ہوگی تو  
 جب ان کا یہ مرتبہ  
 ہی تو اہل بیت کو  
 ان کے ساتھ کس  
 قدر محبت ہوگی اور  
 ان کو طہیت کی  
 ساتھ کیسی الفت  
 ہوگی اور اس سے  
 ثابت ہوا کہ جو  
 کچھ فقہاء نے نہایت  
 ایک دوسرے کی  
 نسبت فرمایا ہے  
 وہ حق اور واقعی  
 اور نفس الامری  
 ہوگا نہ انرا  
 تفسیق نہ بے در  
 زور۔ شاہنا خاتم  
 مشکین بن لانا  
 مولوی حمید علی  
 رحمۃ اللہ علیہ  
 نے ثوالی الامالی  
 ابن جہور وغیرہ  
 سے نقل کیا ہے

من الحجارة مثلك يا اياكوم مثل ابراهيم اذ قال فمن تبعني فانه مني ومن عصاني  
 فانه غفور رحيم ومثلك يا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تدنر علي الارض من  
 الكافرين بيا انا انت ان تدنرهم يضلوا عبادك ولا يلدوا الا فاجرا كفار ثم  
 قال ان شئتم قتلتم وان شئتم فاذموا فاذموا فاذموا فاذموا فاذموا فاذموا فاذموا  
 الفدا فاستشهد بعد لقم بحد كما قال صلى الله عليه وسلم حضرت صلى الله عليه وسلم  
 کو اس ارشاد سے دیکھا چاہی کہ شیخین کا مرتبہ کس قدر عظیم و جلیل ثابت ہوتا ہے جس جہاں  
 سید الانبیاء والارسل علو مرتبہ شیخین کا یہ اتنا بڑھ چکا کہ اپنی ذاتی اوصاف میں اولوالعزم  
 رسل کے ساتھ تشبہ حاصل ہوا تو یہ اس کے بعد کو نفسی فضیلت ہے کہ شیخین کے اوصاف  
 و کمالات و کمالات نفسانی اس قدر رفیع المنزلت ہوئی اور ان کا اسلام میں یہ مرتبہ ہوا  
 تو اس سے قیاس کر لینا چاہی کہ ان کو الہییت نبوت کے ساتھ کیا تعلق ہوگا اور ان میں کون کون  
 کے ساتھ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل باور کر سکتا ہے کہ جن کی کمالات یہاں تک نبوت کے ساتھ  
 مشابہ ہوں وہ منافق و فاجر ہوں یا وہ غاصب خلافت ہوں یا وہ الہییت کے  
 تو حین و تدلیل کریں اگر وہ نئے الواقع ایسی ہوں تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 ارشاد خلاف واقع ہوگا اور آپ کے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے تو ان حضرات کا  
 یہی منافق و غاصب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جس میں شیخین کے تشبہ کا تمغہ  
 عطا فرمایا مطلق مشورہ و ما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اساری بدرجہا  
 اس پر برواضح دلیل ہے کہ حضرات خلفاء کو جناب سالکین کمال قرب حاصل تھا اور  
 بیشتر فریادیں کی تھیں کہ آپ ارشاد و شان ہم کو امر مہمات امور میں انی مشورہ لیتی تھی پس  
 جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرب منزلت حاصل ہوا ان کو بدرجہ  
 کمالات و کمالات الہییت نبوت عقائد و کائنات اسلامی طریقہ سے عیب و  
 لغو و باطل سے پاک تھانما تفہیم مجمع البیان میں سورہ الدلیل کے تفسیر میں

اور ان کے  
 مشورہ سے  
 ۱۸



کہ جناب امیر نے بارہا قسم شرعی کہا کہ فرمایا کہ میری پسین کوئی عداوت یا عناد و حال  
شیخین کے نسبت نہیں ہے تو جعفر راؤ کی مناقب و فضائل مزید ابائے ائمہ کو بیان کر  
وہ نفس الامری اور مطابق واقع کے ہیں نقیہ پر ہرگز معمول نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ثابت  
ہوا کہ جو کچھ قباہ و ذمائم سے حضرات شیعہ اولیہ دامنہا علی پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ  
سب رخصت اور سوانہ ائمہ کے نزدیک ہے اور دین اسلام سے خروج ہے پس جب خلفاء رضی اللہ  
عنہم کے فضائل و مناقب و علوم مرتبہ عند اللہ و الرسول و محبت و اہانت باہم المہبت کے  
ساتھ ثابت ہو چکے جو بظاہر اثبات خلافت کے لیے تمہید اور فہم تحقیق ثبوت  
خلافت کے لیے برآں موثقی اور مزید اقویت و تائید ملتی تو اب ہم ثبوت حقیقت خلافت  
خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب سنت و اقوال ائمہ سے محققاً بیان کرتے ہیں  
لیکن چونکہ ہماری فاضل مجیب کے نزدیک ان کی عقل سب پر قاضی و حاکم ہے ایسی ہم ادل  
دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہیں جس سے مثل یہی اولی کے ثبوت حقیقت خلافت ہو جاوے  
پس اس طرح ہو کہ امامت مثل ثبوت اصول دین میں سے ہے اور تالی ثبوت ہے جن اوصاف  
خاصہ اور خواص اہمہ کے ساتھ ثبوت مخصوص متصف ہے اور نہیں اوصاف و خواص  
کی ساتھ امامت ہی متصف ہی یہی وجہ ہے کہ عصمت و فضیلت نفس شری  
نبوت ہی تو شرط امامت ہی ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اس پر اتفاق ہے اور خصوصاً  
ہماری فاضل مجیب کے شروع جواب میں اسکا اعتراف فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان  
مرتبہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ ہر قدر ہی گذار سن کافی تھی کہ جب امامت تالی مرتبہ  
نبوت ہے اور نہایت نبی سے مراد ہے پس جو دلائل عصمت ائیماء پر دال ہیں وہی بعینہ  
یا کچھ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہوں گے) اور نیز اس پر اٹھ امام اور نبی میں کچھ فرق نہیں  
تمام احکام میں متحد ہیں اگر فرق ہے تو صرف اہم نبوت اور نزول وحی میں فرق ہے  
چنانچہ پاکر شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجلس المومنین میں تقریباً ذکر

وہیں اول اثبات خلافت خلفاء راؤ کی نقلی

محمد بن علی بن حسین بن موسی بن بابویہ قمی درق نمبر ۱۶۲ پر فرماتے ہیں زیر اگر امام  
 قائم مبنی است در جمیع امور - مگر در اسم نبوت دوزل رحی - اس سے بدالالت ربط قلمی  
 ثابت ہے کہ امام مبنی کے تمام اوصاف میں شریک ہی سوائی اہم نبوت اور زوال رحی <sup>مستحب</sup>  
 ہدایت است جیسا مبنی کے ساتھ منوط ہے ویسا ہی امام کے ساتھ منوط ہے اور خط نہایت  
 جسطرح مبنی پر موقوف ہے اسی طرح بعد مبنی کے امام پر بھی منحصر ہے اور جسطرح نبوت لنفس  
 خداوند ہی اور خدا تعالیٰ پر واجب ہے اسی طرح امامت بھی لطیف خدا تعالیٰ ہی اور اس پر  
 واجب ہے اور جیسی نبوت کسی شخص کے واسطے بدون نص خداوند تعالیٰ کی گویا ہے کہ  
 نہیں ہوتی اسی طرح امامت بھی بدون نص خداوند تعالیٰ لوگوں کو ان کے اجتماع سے نہیں ہوتی  
 اور جسطرح مبنی کے ساتھ معاوضہ اور تختی میں کوئی شخص اس پر غالب نہیں ہو سکتا  
 اسی طرح امام کے ساتھ معاوضہ و تختی کر کے کوئی اس پر چیرہ دست نہیں ہو سکتا  
 بلکہ قطع نظر ان اوصاف کے جبکہ بہت بڑا تعلق نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض  
 چوٹی چوٹی اور جیلہ اوصاف میں ہی تشرک و اتحاد ہی چنانچہ جیسا مبنی کا دل مبدار  
 اور انگہ خفہ ہوتی ہے اسی طرح امام ہی بیدار دل اور چشم و خواب ہوتا ہے جیسا مبنی کے  
 سایہ نہیں ہوتا امام کے ہی سایہ نہیں ہوتا جیسا مبنی کی گچی سے کیساں و کیتا ہے  
 اسی طرح امام ہی اگر چہ سے برابر و کیتا ہے جیسا حوزہ اور محبت اس حجاب بالہ غائبی  
 کو حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتے ہے جیسا مبنی محکم نہیں ہوتا امام ہی محکم  
 نہیں ہوتا - علی التالیق اس بہت سے ہی اوصاف و خواص میں کہ مبنی بنی و امام باہم  
 متشاکر ہیں اور وہ اوصاف کہ جبکہ تعلق بحسب بایست عامہ و دنیوی و دینی و خلق کے ساتھ  
 یا خلق کے تہہ و زمین کوئی حدت ایہ نہیں کہ جن میں باہم اتحاد و اشتراک نہوا الاطلاق  
 اسم نبوت سو بہر ایک لفظ امری کہ جو راجع الے الاصطلاح ہے ورنہ لغت یہاں اطلاق بھی صحیح ہے  
 اور لفظ امام تو قطعی عام ہے جبکہ اطلاق لسان شرع میں انبیاء پر ہی کیا گیا ہے



اور دوسری نزول وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثلث ابنیہ کے ساتھ مخصوص ہے اس میں  
 نہیں پایا جاتا ہے لیکن حضرت شہید ثلث کا یہ زعم بطل ہے کیونکہ ائمہ کو خصوصاً جناب امیر  
 المومنین توفیقی ہی میں اور حضرت سید مرتضیٰ محمد بن یعقوب اعلیٰ بنی کا نام ہے  
 کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اولیٰ آواز نہ لیکن اس کی وجہ کو نہ دیکھی پس اگر اس کا نام وحی  
 نہیں ہے تو یہ ہر ہی راجح کے لے لاصطلاح ہے اور نزاع لفظی مفسرین کے یہ فیض  
 بہرہ دو وصف ایسی ہیں کہ جن میں ابنیہ سوائی ائمہ کے مفسرین ہیں۔ اور حسب اتفاق و تواتر  
 فی الاوصاف ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ جس سلسلہ اوصاف بنی کے ایک یہ بھی وصف  
 ہے کہ ابنیہ کو ساتھ عادت اعتدالی ہے کہ بنی کے مقابلہ میں بنی نبوت کا چہرہ دعوئی  
 کہ نبی الا برز اپنی دعویٰ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہے یہ مقابلہ معجزات نبوی کے اس کے  
 سب استدراجات منقلب و منعکس ہو جاتے ہیں نبوت کا چہرہ دعوئی کہ نبی الا سمیت  
 انجام کا خدو دل اور قہور ہوتا ہے اور سرگز ذریعہ نہیں پا سکتا حضرت آدم علیہ السلام سے  
 آج تک کوئی نظیر ایسی نہیں ملے گا کہ کسی شخص نے مقابلہ کسی نبی کے نبوت کا چہرہ دعوئی  
 کیا ہو اور وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہو نہ ہو سید کذاب دارسو و غسنی اور سچا و دھرو کے  
 قصص حکایات تاریخ کے واقف و محقق نہیں اور کیونکر ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ مقابلہ  
 اپنی نبی رس کے چہرہ دعوئی کو غالب اور کامیاب کرے اگر ایسا ہو تو محض نہیں ہو خداوند  
 تعالیٰ شانہ سورہ مومنین ارشاد فرماتا ہے **وَإِنْ تِلْكَ كَذِبًا لَّعَلَّهُ لَدُّنَ الْبَاقِيَاتِ صَادِقًا**  
**يُصْبِحُ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ الْكَذِبُ كَذِبًا** **وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْمُغْضِبِينَ** **وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْمُغْضِبِينَ**  
 جس کا حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ چہرہ دعوئی کے دہنائی بنیات اور معجزات کی طرف  
 نہیں کرتا کہ نبوت کا چہرہ دعوئی کر کے کامیاب ہو جاوے تو اس پر معلوم ہوا کہ حضرت نبی کا

سلسلہ اور اگر وہ چہرہ دعوئی کا تو چہرہ دعوئی اور اگر وہ سچا ہو گا تو تمیز چہرہ دعوئی کے ایک اندیشہ  
 دکھانا اس کو جو حد سے گذرے والا ہو گا۔ ۱۰۲



دعویٰ کذب نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر یہ دعویٰ کذب ہوتا تو یہ معجزات اس کی سی اور نبات  
 ظاہر نہ ہوتے اور خدا تعالیٰ ان پر قدرت نہ دیتا۔ صاحب سیر صافی کی تفسیر میں لکھتے ہیں  
 قیل احتجاج ثالث ذو وجہین احدهما انہ لو کان مسرفا کذا یا ما ہداه  
 اللہ الی البیات ولما عضدہ بتلک المعجزات اوجیب نبوت اس وصف کو ساتھ  
 مستصف ہو اور اپنی کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ بتنی ہمیشہ بخند دل ہوتا ہے تو چونکہ  
 امامت بھی جمیع اوصاف ہمہ میں نبوت کے ساتھ متحد ہی اور قاصد میں اس کی شراکت ہی  
 تو امامت بھی لایحیالہ اس صفت کے ساتھ متصف ہوگی اور امام کے ساتھ ہی یہی عادت  
 اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نہایت رسول اور امامت کا جوڑا دعویٰ کرے وہ ہرگز اپنی  
 دعویٰ میں کامیاب نہ ہوگا اور بخند دل و مغرور ہوگا اگر ایسا نہ ہو تو قطع نظر ان مفاسد بشمار  
 اور قیاس غیر متناہی کے جو اس تمہیں سے لازم آتی ہیں ہرگز اس کے الاء صاف اور اتحاد  
 فی انکوص جو نبوت کے ساتھ ہی وہ فوت ہو جاوے گا تو ضرور ہوا کہ امامت کو ایسی ہی یہ  
 وصف لازم ہو اور امام میں ہی یہ خاصہ پایا جاوے بعد اس کے کہ جناب سالتماب جلوات اللہ  
 علیہ وسلم کے خلفا میں جو جب اس کا عہد کے نازل کی طر سے کہتی ہیں بعد اس امر کے کہ ہم  
 فرضاً حسب نزوم شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق  
 اور خلیفہ راشد جناب امیر مہدیؑ تو بدلتے ہیں بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب عہدہ اگر جناب امیر  
 بلا فصل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوں تو جو لوگ بالمقابل کذباً  
 و عدواناً مدعی خلافت ہوئے وہ بخند دل و مغرور ہوں اور ان کی خلافت ہرگز مسلم نہ ہی  
 بلکہ ان کا انجام خواری و ذرابی و تباہی و بربادی ہو لیکن جب ہم واقعات میں نظر کرتے  
 ہیں تو معلوم بالظن ہوتا ہے کہ ان وقتہ منقلب کہتے ہیں اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب سرور  
 عالم کہتے ہیں کہ یہ تیسرا سہ سال دو جہین ہو ایک تو یہ کہ اگر تیسری سہ سال ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نبات کفر  
 ہدایت نکرتا اور ان معجزات سے اس کو تعویث نہ دیتا۔ ۱۲۔

کائنات علیہ علیٰ آلہ افضل امتیازات و تسمیات جناب امیر کے سنی اور کچھ جوڑی میں بنی شخص  
 کی بعد دیگر مدعی خلافت ہوئی اور راست کا دعویٰ کیا اول دشمن سے ابو بکر صدیق  
 ہیں۔ دوسرے عمر بن خطاب۔ تیسری عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس دجال  
 سی خالی نہیں کیا یہ تینوں حضرات اپنی دعویٰ میں کاذب ہی یا صادق اگر کاذب  
 ہتی تو واجب تھا کہ وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے۔ بلکہ مخدول ہوتے۔ لیکن ہم  
 روز روشن دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی دعویٰ راست میں اس کامیاب ہوئی کہ امام برحق سر بھی  
 نبی صاحب سبطہ گئی اور ادھون نے اپنی اس دعویٰ کی تصدیق اسلام کے نمایان ترقی  
 کر کے اسی طرح دکھلائی کہ اپنی دعویٰ کو بیلہ دیر بان کر دیا اور خداوند تعالیٰ نے اذکار وہ  
 قدرت دی کہ دنیوی اور دنیاوی ترقیات اسلام میں اس پر سوال کا جارہ ہوئی تفصیل اس  
 یہ ہے کہ اسلام کے دو تفسیر اور دو جہتیں ہیں ایک جہت ترقیات اور دوسری جہت دنیاوی  
 ترقیات ترقیات جہت دین تو اس صورت سے ہے کہ مثلاً شریعت کا شیوع و رواج ہو حدود  
 و قصاص جاری ہوں۔ عالم میں کتاب و حکماء کا درس ہو کفر و کفران گونا گوار ہوں اور  
 کلمہ اللہ ہی علیٰ اصداق آدمی شعائر اسلام کا زور و شور ہو اور علم و الفیاس اور ترقیات  
 جہت دنیاویہ کے یہ صورت ہے کہ مثلاً مال و دولت کے اہل اسلام میں کثرت ہو اور نبات و ملک  
 فرائض و انانی اہل اسلام ہوں سلاطین و جاگیر اسلام ہوں قریٰ انصار و لایات اور قضاہ  
 و جاگیر اہل اسلام کے بکثرت قبض و تصرف میں ہوں وغیرہ لاک اب ہم دونوں اسلامی  
 حالتوں کی ترقی جو زمانہ خلفائے ثلاثہ میں ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے  
 کہ اہل اسلام کے دو حالاتوں کی ترقی زمانہ خلفائے ثلاثہ میں اوج کمال پہنچ گئی تھی پہلی  
 ہم دعویٰ خلافت کو ساتھ وجہ خلافت میں بخور کرتے ہیں تو تین طرح سے پانی میں  
 اول تو یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان خلفاء کو واسطیٰ ہی گویا تمام عالم میں شعائر اسلام کو  
 پہنچایا اور دین اسلام کو اول و ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار رنگ و شمار ہو کر کلمہ ہی علیہا کا صدق ان ہی خلافت و مکاشفہ اور ان ہی  
 سعی و نتیجہ ہی غرض جو صلی غرض اس سال اور نصب خلفا سی ہی کہ دین اسلام کو  
 شیوع و درواج ہو جو نبی خلافت و کلمہ کی خلافت و کلمہ حاصل ہوا۔ اور خداوند تعالیٰ نے  
 اذکھو ان جہات کے ٹکین عطا فرمائی اگر یہ حضرات اپنی دعویٰ خلافت میں کاذب  
 ہوتی تو ممکن نہ ہوتا کہ وہ بمقامہ خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے  
 اور حق تعالیٰ اذکھو مقاصد خلافت کے حصول تکمیل دیتا۔ دوسری یہ کہ اسلام  
 کو شق و دنیاوی کے ترقی ہی خلافت کے ذریعہ کمال کو پہنچ گئی اور خزانہ کسری  
 و قیصر جنگ و وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے پہلو  
 کو وقت و فوج و انبساط کے ساتھ فرمایا تھا ان ہی خلافت و کلمہ بدولت اہل اسلام کے  
 ہاتھ آئی بلکہ ہر چہا طر ف سے اس مال ٹوٹ پڑی اور خزانہ کے موہ نہ کہولی گئی اگرچہ صرف  
 دنیاوی ترقی حقیقت کی عموماً دلیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوند  
 کو متضمن ہے جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز بانضمام ترقی دنیوی البتہ قطعاً ثبوت حقیقت  
 خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اذکھو زمانہ خلافت میں اذکھو خلافتوں کو  
 تمام اقصیٰ و ادالی نے انا بغیر غیر اذکھو ذیل سب نے حق تسلیم کر لیا جس سے  
 ہمارا مدعا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اذکھو وہ قدرت و تکمیل ہی تمام حوزہ اسلام کو ملی مطہر  
 و سنجہ و نقاد ہو گیا اور یہ سنجہ و نقاد اور یہ سنجہ و نقاد و سنجہ و نقاد خلافت آخر تک  
 یکساں ہو گئے تھے تا کہ یہی بلکہ الی یوم القیمہ جماعت عامہ اسلام جنگ و شہین و شہین و شہین  
 میں ہو وان ید الله علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الساذجن الذین السلیطون  
 اور سوا عظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکی شہین ہی فالزوال و السواذ لا یحظم سوا  
 لہ بیک اللہ کا جہد جماعت پہی اور اپنی آپ کو تقریب یا ہی سے بچاؤ کیونکہ جدا ہونے والا وہ نہیں ہے

چند ہی متشعین کے حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کے معتقد اور قائل رہیں پس اس سے زیادہ  
خداوند تعالیٰ کی طرف سے اور کیا تمکین و عطا ہو قدرت ہو سکتی ہے تو اس سے مثل افتاب کے  
ظاہر و باہر ہو کہ یہ حضرات خلفائے اپنی دعویٰ خلافت میں ایسی صادق تھی کہ اس سے زیادہ کسی  
مجلس نہیں ہوا ان امام غائب کے ایسی دعویٰ کیا جاتا ہے اور مثل یہ بیات اولیہ کی ثابت ہوا  
کہ یہ دعویٰ جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
امام بافضل جناب امیر مہدی اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت  
ہے کہ جن جناب امیر کابریہ و غصب کر کے متعین خلافت ہو گئی کذاب اور باطل اور لغو اور  
لاطال ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بافضل جناب امیر مہدی  
اور خلفاء محض جائز و غاصب اور تہواری دعویٰ خلافت بمقابلہ خلیفہ برحق ہوتے تو ہرگز اپنی  
دعویٰ میں کامیاب نہ ہوتے اور وہی سنت اللہ جو دعویٰ نبوت میں جاری ہوئی  
ہو ان دعویٰ خلافت میں بھی جاری ہوئی تو اس سے مثل افتاب نیم روز ثابت ہوا  
کہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد تھے۔ اب مجھ کو یہ خیال ہوتا ہے  
کہ بعض کم فہم سوچے کہ انکو مقدمات دلیل کے پوری طور پر ذہن نشین نہ ہوئی شاید یہ  
اعتراض کریں کہ بہت سی لوگ سلام مثل امیر معویہ بن کے ایسی ہیں کہ جنکو خداوند تعالیٰ نے  
بشریت کے کامیاب فرمایا اور انکو تمکین دی اور صدائے قرنی و امصار انکی سعی و کوشش  
سے مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سے انکو بھی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہی  
جانے کہ وہ سلاطین یا تفاق و لقیین خلفاء راشدین میں سے نہیں ہیں۔ تو اس کا جواب  
اولاً یہ ہے کہ اس دلیل کے مفہومات کامیابی صرف مذہب و مصلحت پر ہے اگر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے  
تو اصول شیعہ پر ہی وارد ہوتا ہے اس کا جواب بھی وہی دلوں میں ہم کب کہتی ہیں کہ نبوت  
و امامت مشارک فی الارضات و انحصار میں ہم کب قائل ہیں کہ امام قائم مقتدر علی  
الہم۔ اور جب یہ مفہومات مسلمہ میں تو جو لوہے پر ایدہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم

ثانیاً سنا لیکن ہم کہتے ہیں کہ بعد خلفائے اربعہ اسلامی سر و وجہیت دنیوی اور دینی  
 میں کامل طور پر کسی کو تکمیل نہیں ہوئی اور اگر قدرت و تکمیل ہوئی ہے تو صرف دنیاوی  
 ترقی میں جو مقاصد سلطنت ہی ہوئی ہے اور دنیوی ترقی جو اہم مقاصد خلافت سی و  
 ہرگز حاصل نہیں ہوئی اسکو ہی ہم بحول اللہ تقالے وقوتہ آپکی کتب معتبرہ سی ثابت کر سکتے  
 ہیں علامہ کمال الدین ابن بیہم بحرانی بیج البلاغہ کی اپنی شرح کبیر سنہ ۱۰۱۰ بمصباح الکلیں  
 میں اوس خطبہ کو شرح میں جبکہ عنوان یہ ہے ومن کل الامم لہ فی بیعتہ عثمان لہذا  
 علامتہ انی احق بہا من غیرہ واللہ لا سلطنہ ما سلمت امور المسلمین ولم  
 لیکن فیما جورد الاعلیٰ خاصۃً الخ فماتے ہیں فان قلت السؤال من وجهین  
 الاول ما وجہ منافستہ فی هذا الامر الخ الثانی کیف سلمہما عند خوف  
 الفتنہ ولم یسلم لمعویۃ ولطلحہ والزبیر مع قیام الفتنہ فی حرہم قلت الجواب  
 عن الاول ان الخ وعن الثانی ان الفرق بین الخلفاء الثلثہ و بین معویۃ  
 اقامہ حدود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر انتہی ملخصاً۔ ثانیاً  
 ہم گمراہی کر رہے ہیں کہ دعویٰ امت کو کاسیابی کے لیے اپنی دعویٰ امامت میں جیسی ترقیات  
 اسلامیہ کے ہر وہ شق کے ضرورت ہی اسطرح یہ بھی ضرور ہی جماعت عامہ امت محمدیہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور کو خلیفہ راشد اعتقاد کرتے ہوں اور سوا او اعظم امت محمدیہ  
 او انکو حق تسلیم کر لیا ہو تاکہ اوس جماعت کا اتفاق چہرہ اللہ ہی اور خلیفہ  
 و ما کان اللہ لیجمعہم علی ضلالہ و یفریہم بعہ فرماتے ہیں اوس خلافت کے

۱۔ اگر تو اعتراض کری سوال دو وجہ سی ہی اول تو یہ کہ امامت میں آپکو رغبت کی کیا وجہ ہے۔ الخ۔  
 دوسری یہ کہ یہاں تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کر لیا اور بخیر و اطمینان و زبیر کے لیے باوجود قیام فتنہ کی تسلیم کیا  
 میں کہتے ہوں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہی الخ اور دوسری کا جواب یہ ہی کہ خلفائے ثلاثہ میں اور جو یہ میں اللہ کے حکم  
 قائم کر رہے ہیں اور اسکی اور دینی کے مقتضی کی موافق عمل کرنے میں فرق ظاہر ہے۔ ۱۲۔

حقیقت کی زائیں ہو جاویں پس حسب قدر سلاطین اسلام گذری ہیں انکو کسینی خلیفہ راشد بن  
 تسلیم کیا نہ انکو سوا و اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہی بلکہ وہ خود ہی مدعی خلافت  
 نہیں ہوئی اور اگر ہوئی تو اوائل امارت میں غلطی سی ہوئی بعد اوسکے آخر اپنی ملوک  
 اسلامی میں ہونے کا اعتراف کیا ہی تو اوسنی یہ دلیل منقوض نہیں ہو سکتی اب  
 دلائل نقلیہ میں لکھ چکر کمال تک حق سبحانہ و تعالیٰ سورہ نور میں اسوقت کے مومنین  
 خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہی - وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات  
 ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم ليمكّن لهم فيهم الله ان ترضوا به ولهم  
 من بعد خوفهم امنا بعد ذلك لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك  
 قالوا انك هم الفاسقون حاصل یہ ہر کس خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو ساتھ تم میں سی  
 جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالحہ کی ہیں وعدہ فرماتا ہی کہ انکو بیشک میں میں خلیفہ بنا دیا  
 جیسا اوسنی پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا یا اور البتہ پڑا دیا انکو یہی اوس میں کو چاہیہ ہوتے  
 انکو دہشتی در شبہ انکو خوف کو امن سی بدل گیا میری پرستش کریں گے اور سیکو میری ساتھ  
 شریک نہ کریں اور اسکی بعد جنہوں نے اس نعمت کو ناشکری کے پس ہی فاسق ہیں اس آیت  
 شریفہ سی چند فوائد حاصل ہوئی اول تو یہ کہ حق تعالیٰ نے بعض مومنین حاضرین عند نزول القرآن کو  
 ساتھ یہ وعدہ فرمایا من اگر تہضیہ ہو تو ہی ہری اور اگر بیانیہ ہی تو او لاسن بیانیہ صغیر  
 مخاطب مجرور و داخل نہیں ہوتا ہے اسلئے ہر دیکھا ہو گا کہ متن بیانیہ کی علامت صحت وضع  
 لفظ الذی کی اوسکی جگہ ہی اور ظاہر ہی کہ اسجگہ لفظ الذی نہیں داخل ہو سکتا اور اگر تکلف  
 بتا دیل بعید ہو گیا بیانیہ کہا جاویں تاہم مخاطبین کے اختلاف سے بعض کا اختلاف مراد ہو  
 اور چونکہ اسکا نفع تمام کرتا ہی ہوتا ہی سب پر اعلان کیا گیا عرف میں شائع ہو گیا  
 کسی قوم میں سلطنت ہوتے ہی تو بادجو دیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہی لیکن تمام قوم کے  
 سلطنت اہلانی ہو کیونکہ اسکا نفع ان سب کے طرف عاید و راجع ہوتا ہی اور فی الجملہ

خلافت خلیفہ راشد بن عباس کی دوسری کتاب میں سورہ نور

وہ بھی حاکم ہونی میں اب آپ کیا کچھ نہیں ادنیٰ کوئی گہری گہری حکومت کرنے میں  
اور اپنی حکومت و سلطنت سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر من بعضیہ کے آپ ابطال کے در پی ہوں  
اور قیام ثابت کریں تو حضرات شیعہ اس آیت سے امام مہدیؑ کا اختلاف مراد لیتی ہیں  
وہ باطل ہو گا جو اب اس کے حرف سے دیوین دہی ہماری طرف سے ہی قبول فرما دیں اور انہیں  
عند نزول الائمہ علیہ السلام خاصہ مکرر میں کہ مولیدین شیعہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جو کلام خطاب  
شافعیہ کے لیے موضوع ہے وہ حاضرین کے ساتھ ہی شخص ہوتی ہے اگر آپ کی علامہ شہید ثانی معلم  
الاصول میں صنف اول پر فرماتے ہیں۔ وما وضع الخطاب المشافہة نحو یا ایھا  
الناس و یا ایھا الذین امنوا لایم بصیغۃ من تاخر عن نص الخطاب وانما یثبت  
حکمہ لهم بذلیل اخر وهو قول اصحابنا و اکثر اهل الخلاف۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت  
موضوع ثالث نہ ہے تو حاضرین کے ساتھ مخصوص ہوگی دوسری یہ کہ خداوند تعالیٰ وعدہ فرمایا  
کہ تم میں سے بعض کو خلیفہ بناؤں گا اور اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ کی وعدہ میں بارہ اور خلف محال ہے  
لامی کہ یہ وعدہ واقع ہو گا ورنہ خلف وعدہ لازم آئیگا۔ جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو اور  
خود محال ہے اب وقوع اختلاف موعود کی دو مثال میں اول یہ کہ وعدہ اختلاف سے  
یہ مراد ہے کہ نص بالاختلاف کریں گے اور جب نص بالاختلاف فرمادی تو وعدہ پورا ہو گیا  
دوسری یہ کہ موعود یہ ہے کہ ہم خلیفہ بناؤں گے اور نفس اختلاف واقع کریں گے لیکن  
احتمال اول پر جوہ باطل ہے اور لا معنی اختلاف ایضاً فعل خلافت ہے اور بد یہی ہے  
کہ امر بالشیء میں شی نہیں اور نفس بالاختلاف میں اختلاف نہیں تو اس صورت میں  
لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھ فرمادی اور کری کچھ اور یہ بھی خلف وعدہ ہی۔ ان بعض جگہ  
سے اور جو الفاظ خطاب شافعیہ کے یہی موضوع میں مثل یا ایھا الناس اور یا ایھا الذین امنوا کے اپنی صیغہ تہ  
انکسرت انہیں ہوتے۔ جو زمانہ خطاب سے پیچھے میں ارادہ حکم اور لہی حرف دوسری دلیل سے ثابت  
ہوئی ہے اور ہماری اصحاب کا اور اکثر اہل خلاف کا یہی قول ہے۔

مجازاً بقرائن خارجیہ اختلاف ہی نفس بالاختلاف ہی مراد ہونا ہی اور یہ اصل کو کچھ معارض  
 نہیں۔ ثانیاً بعد اختلاف کی جو امور کہ حق تعالیٰ نے بنیٰ بنزلہ نتائج و ثمرات اختلاف  
 کی بیان فرمائی ہیں مثلاً عکین دین مرضی کے اور تبدیل خوف کے اسن سرودہ بدائتہ مستلزم  
 کہ وعدہ اختلاف ہی مراد نفس اختلاف ہی نہ نفس باختلاف کیونکہ وقوع ان امور کا متفرعاً  
 علی الاختلاف اور یوقت ضروری ہی جبکہ وعدہ نفس اختلاف ہو اور اگر نفس بالاختلاف  
 ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہیں کیونکہ جب نفس اختلاف وقوع نفس اختلاف کو ہی  
 مستلزم نہیں تو ان امور کو جو نفس اختلاف پر ترتیب میں کیونکہ مستلزم ہوگی کیونکہ اگر  
 حق تعالیٰ اختلاف پر نفس فرمادی تو یہ ضرور نہیں کہ وقوع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد  
 اور کوفانین اور اوسپر عمل کریں چنانچہ حسب موعوم شیعیہ ایسا واقع ہوا تو بہر ترتیب ان ثمرات  
 و نتائج کا کیونکہ ہو سکتا ہی اور ظاہر ہی کہ یہ ثمرات و نتائج ہی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ  
 ان میں لازم آیا اور یہ محال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہے۔ ثالثاً حق تعالیٰ  
 شانہ نے اس سورہ کو اس فعل کے ساتھ تشبیہی ہی جو گذشتہ لوگوں میں پہلے ہو چکا  
 اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگوں میں حرف نفس بالاختلاف نہیں تھا بلکہ نفس اختلاف تھا  
 تفسیر صافی میں ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعلوا الصلحۃ لیستخلفنہم  
 فی الارض لیجعلنہم خلفاء بعد نبیکم مکا استخلف الذین من قبلہم  
 یعنی وصاء الانبیاء بعدہم تو اس تشبیہی صاف ثابت ہوا کہ وقوع  
 نفس اختلاف مراد ہی۔ رابعاً حضرات شیعیہ ہی آیت کو امام مہدی کے اختلاف مجہول  
 فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس اختلاف اور اسکی

۱۔ وعدہ و اللہ نے تم میں سے جو ایمان لائی اور نیک کام کہی بہتہ خلیفہ بنایگا انکو ملک بنیٰ بنزلہ  
 بنایگا انکو خلیفہ تمہاری جی کے چھپی، جیسا تمہاری اگلی لوگوں کو خلیفہ بنایا دو یعنی لینا کہ  
 اور صیار کو ادھکا جائیں گی۔



نتائج کو نہیں تو یہ دلیل خود جناب امام مہدی کی امامت و غلبہ و شوکت و ثبوت میں ناقص و ناتمام ہوگی۔ خاکسار نے اس اختلاف ہی کو تو یہ لکھا کہ بعض سی وہی بعض مراد مراد کہ جس خصوصیت کو ساتھ اور پہچان لائے گی حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ بعض سے مراد بعض جلی ہو یا بعض کسی چیز کی ساتھ اور کسی فرقہ کی ساتھ ہو چنانچہ امامت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے یہی نفس کے قائل ہیں آئیے ان ائمہ انخفا کا مطالعہ فرمایا ہے اس پر جوابی یہ امر ثابت ہو سکتا ہے لیکن اس پر ہی وعدہ تکمیل دین رضی اور تبدیل امن بعد بحوث میں کوئی احتمال نہیں اور اس کو وقوع میں ہو خود وہم کے یہی کچھ شک و تردد نہیں چ تو ثابت ہوا کہ اگر وہ بعض سے تاہم مستحسن و عہد اختلاف کو ہی اور اس کے وقوع لازم و متعقبات ہے۔ تیسری یہ کہ اس اختلاف سے مراد وقوع سلطنت جاہلہ جلیسی مناق و فجار یا اسرار و کفار کرتے ہیں مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ خلافت دریاست راشدہ و امامت سلطنت حقہ ہے جو اجرائی شرائع دین و احیاء و تحاریر اسلام کے یہی ہوا جس سے عالم میں احیاء و سلام پایا جاویں اور اس پر جوہ چند دلالت کرتے ہیں اول یہ کہ جب حضرات متبعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام محمد کی اختلاف پر محمول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن رضی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ والقیہ نزول القانور من آل محمد والجمع المروی من اہل البیت انہا فی المہدی من آل محمد قال وروی العیاشی باسنادہ عن علی بن الحسین انہ قرأ الآية وقال هم والله سبطنا اہل البیت لفضل

۱۔ تفسیر سی میں ہی کہ یہ آیت فاکم آل محمد (امام مہدی) کے بارہ میں نازل ہوئی اور تفسیر مجمع میں ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے مہدی کے باب میں نازل کیا اور عیاشی نے اپنی ہناد کے ساتھ امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ آیت یہ پڑھا کہ فرمایا کہ خدائی قسم یہ ہم اہل بیت کی شیعہ ہیں۔ ۱۷۔

ذَٰلِكَ عَلَىٰ يَدَيْهِ جَلَّ مِنْهُ وَهُوَ عَمْدِي هَذِهِ الْأُمَّةُ وَهُوَ الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
لَوْلَمْ يَبْقَ مِنَ الدِّينِ إِلَّا يَوْمٌ لَيُطَوَّلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ الْيَوْمَ حَتَّىٰ يَلِيَّ رَجُلٌ مِنْ عَتَرَتِي بِهِ  
أَنْتَ يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا كَمَا مَلَأْتَ ظُلْمًا وَجَوْرًا قَالَ رَوَى مُثْلَ ذَٰلِكَ  
عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فِي الْأَكْمَالِ عَنْ الصَّادِقِ فِي قِصَّةِ نُوحٍ وَذَكَرَ  
اِنْتِظَارَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ قَوْمِهِ الْفَرَجِ حَتَّىٰ آتَاهُمْ الْأَسْتِخْلَافَ وَالْمَكِينُ قَالَ  
وَكَذَٰلِكَ الْقَائِمُ فَإِنَّهُ تَمْتَدُّ أَيَّامُ غَيْبَتِهِ لِيُصْرَحَ الْحَقُّ عَنْ مَحْضِهِ وَيُصْفَوَ الْإِيمَانُ مِنَ  
الْكَذِبِ بَارِدًا دَافِعًا مِنْ كَانَتْ طَبِئَةً خَيْشَتُمْ مِنَ الشَّيْءِ الَّذِينَ يَخْشَعُونَ عَلَيْهِمُ النِّقَاقَ  
إِذَا احْسَبُوا بِالْأَسْتِخْلَافِ وَالْمَكِينِ لَهُمْ وَالْأَمْرُ الْمُنْتَشِرُ فِي عَبْدِ الْقَائِمِ إِلَى  
غَيْرِ ذَٰلِكَ مِنَ الْوَرَايَاتِ تَوْطِئُ بِهَرَجٍ كَرَأْيِي خِلَافَتِ تَوْحَضَاتِ شَيْعَةٍ كَمَنْزُوكِ  
مُفْصُوصَةٍ رَاشِدَةٍ هِيَ تَوَافُرُ اسْمِ تَحْتِلَاتِ حَقٍّ مَرُودِي نَبِيِّنَ أَوْ خِلَافَتِ رَاشِدَةٍ  
بِرَبِّهِ آيَتِ دَالِ هِيَ نَبِيِّنَ تَوَافُرُ اسْمِ كَانَزُولِ أَمَامِ مَعْدِي كَلَيْسِي جَنْكَ خِلَافَتِ رَاشِدَةٍ هِيَ  
هِيَ كَسَنَاسِي أَوْ رِبِّهِ نَسَبِ رَايَاتِ جَنْبِينَ نَزُولِ آيَتِ كَالِ أَمَامِ غَائِبٍ عَنْ الْأَبْصَارِ الْحَقِّ الْهَادِي  
كَلَيْسِي مِيَانِ كَلَيْسِي هِيَ أَوْ دَعْوَى كَلَيْسِي هِيَ كَرَأْيِي تَحْتِلَاتِ مَوْعُودِي مَرَادِ اسْتِخْلَافِ

سید و عدہ ہم میں سے ایک شخص کا تہ پر پورا ہوگا اور وہ اس امت کا مہدی ہوگا اور وہ ہر جگہ لہی سوال اللہ  
نی فرمایا اگر دنیا سی بجز ایک دن کے باقی نہ ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کو طویل کرے گا یہاں تک کہ ایک شخص میری عمر سے  
حاکم ہوگا میرے ہم عمر ہوگا جیسے میں مسلم جو جی پر ہوگی اس طرح عدل و انصاف سے ہو کر دیکھا اور یہی  
روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہے۔ اور اکمال میں امام صادق سے نوح کے قصہ میں ہے مومنین کا  
اوہی قوم میں سے کسی کس نے نہ تھا کہ ذکر کیا یہاں تک کہ ان کو اس اختلاف و تمکین دکھایا فرمایا اور اس طرح قائم ہی  
کہ اوہی غیبت کا زمانہ و راز ہوگا تا کہ خالص حق حاضر ہو جاوی اور ایمان کدوت سی صاف ہو جاوی اور شیعوں  
سی جہنم نفاق کا خوف ہر ایک کے ارتداد کے ساتھ جسکی غیبت مٹی ہے جب اختلاف اور تمکین اور کفر لے  
دیکھیں گے اور امر پہلے ہوا قائم کے زمانہ میں ہوگا۔ ۱۱۔

امام مہدی ہی سب لغو و لا طائل ہو جائیگا تو ثابت ہوا کہ مراد اختلاف سی اختلاف حق و اختلاف  
وامامت حق ہی اور اس سے پہلے ہی ثابت ہو کر بعض آیات میں جو حضرات شیعہ ائمہ سی  
نقل کرتے ہیں کہ مراد اختلاف سی اختلاف و نمکین فی العلم سے مراد کذب و افتراء ہی نہیں  
صافی میں نقل کیا ہے و فی الکافی عن الصادق انا سئل عن هذه الآية فقال هم  
الائمة و عن الباقر و لقد قال الله في كتابه لولا الامم من بعد محمد لكانت الامم  
وعد الله الذين امنوا منكم الی قوله فادلک هم انفسکون يقول متخلفکم  
لعلم و دینی و عبادتی بعد نبیکم کا استخلف وصاة آدم من بعد حاتم  
یبعث النبی الذی یملیہ یبعث و ننی لا یشرکون لی شیئا یقول یبعث و فی بالا یحیا  
لا بنی بعد محمد فمن قال غیر ذلک فادلک هم الفاسقون فقہ مکن  
کلام الامام بعد محمد العلم و نحن هم فاسقون فان صدقنا کم فاقروا و ما  
انتم لبا علیہن اور دیکھا کہ یہی کہ اولی اختلاف جو مقیہ بقیہ فی الارض ہوا و کا احاطہ  
جب تک سلطنت اور تسلط ظاہری نے الارض حاصل نہ ہو نہیں ہو سکتا دوسری یہ کہ  
کلمات آئمہ خود حکومت ظاہری کو تسلیم ہو رہی ہیں کہ انکا حصول بدون سلطنت  
ظاہری کے صرف اختلاف فی علم ممکن نہیں ہے علاوہ ازیں مخالفان و ان روایات  
جو سابقہ گذارش ہو چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا نزول امام مہدی کے حق  
میں ہوا اور اس اختلاف سے اختلاف امام مہدی مراد ہی افسوس کہ یہ حضرات نہ خدا

سلطانی میں امام صادق سی مروی ہے اور کئی کہیں آیت سی پوچھا فرمایا وہ ائمہ میں اور امام باقر سی مروی ہے پوچھنا  
انہ نقول انہی کتابتہ بعد محمد علی اللہ علیہ السلام کہ خاص الامون کہ یہی فرمایا - و وعد اللہ الذین امنوا منکم ان یخرجکم  
قریباً کہ خلیفہ بناؤ گے مین انکو اپنی علم اور دین اور عبادت کو دے دیں ہونا ہی جی کے بعد جیسا طیفہ بنا یا آدم کے  
اور صبا کو اور کئی جہی رہا تاکہ ان کو اس سے پھیلانی مبعوث ہو - میری عبادت کریں گے اور سیکو میرا شریک  
نہ کریں گے فرمایا میری ایمان کے ساتھ پرستش کرو گی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو اپنی نعین جو جہاں کی جہاں  
وہ فاسق ہیں جنہیں تمکین ہی دلالت کرے کہ بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم علم میں اور وہ ہم میں ہیں جو کہ ہم سے کسی چیز میں نہیں ہیں

و رسول سر شرفی ہیں نہ انکے ہی حیا و شرف و فائزے ہیں اور جو دل چاہتا ہی جس میں اپنی مخلصی  
 و نجات کی حاجات علماء رسمی صورت پر پہنچتے ہیں خدا و رسول انہ پر قہراً باندھتی ہیں دوسری  
 یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس وعدہ کو مومنین علیہ صلیحیات کے ساتھ فرمایا ہے اور  
 قاعدہ ہے کہ حکم سے امتثال علیہ ماخذ و دلیل ہو تا ہے تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور نجات  
 حاصل کے لعل اس اختلاف ہو عود کے علت واقع ہو اور نہایت بد یہی ہے کہ جس عود  
 خداوندی کا موقوف علیہ اور جس کی علت ایمان اور اعمال صالحہ ہونگی وہ امر خیر اور حق اور شاہ  
 محض ہوگا اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب اختلاف کو  
 بھی حق تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ منوط و مربوط فرمایا ہے تو یہ اختلاف  
 اختلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل و علا شانہ ہوگا۔ تیسری یہ کہ حق تعالیٰ شانہ  
 فرمایا ہے کہ میں صرف اختلاف ہی کا تو وعدہ نہیں فرمایا کہ اس کو سلطنت کے  
 اور پہنچے رسول کریمؐ کی گنجین میں ہو بلکہ اس کی ساتھ یہ بھی وعدہ فرمایا کہ اس کی ساتھ میں  
 ہوں اور میں دین کی یہی تکلیفوں کو لے لی کہ نیکو جو دین کے ہماری نزدیک مرضی اور پسندیدہ  
 ہے اور یہ وعدہ فرمایا کہ ہم کو نیکو خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے امن  
 کے ساتھ ان نیکو اسباب ان وعدہ نیکو صفات ظاہری کے جو اختلاف کے ان فوائد کے شمر و نتیجہ ہوگا  
 و قطعاً خلافت جائزہ ہوگی اس کے بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب اختلاف پر وہ غیبی  
 سفید ظہور پر جلوہ گر ہوگا اور اس کی ثمرات و نتائج کمال تکمیل میں اور زوال خوف و حصول  
 امن نام عالم میں شیوع پذیر ہوگی تو لوگ میری عبادت میں مشغول ہوگی اور سیکو  
 میری شریک بنیں کہ نیکو تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جس میں شیعت  
 کامل طور پر مروج اور شائع ہوگی اور یہ بھی ہے کہ جو خلافت اس کو متضمن و مشتمل ہوگی  
 وہ راشدہ اور حقہ ہوگی۔ اس کی بعد ارشاد ہوا کہ ومن بعد ذلک فاولئک  
 هم الفاسقون یعنی بعد اس نعمت عظمیٰ کے جو شخص اس کا کفران کریں پس وہ ہی

فاسق بین ظاہر ہو کر حق تعالیٰ شانہ نے اوس سے انکار و کفران اور اسپر لویش  
 طغیان کو کمال فتن سے تعبیر فرمایا جس سے اوسکا بڑی نعمت اور کمال احسان  
 خداوندی ہونا مفہوم ہوتا ہی ایسی ہی موقع امتنان میں اوسکو میان فرمایا پس اگر یہ  
 خلافت محض سلطنت اور خلافت جاہرہ ہوتو اوسکا انکار تو بجائی خود عند شیعہ و جہت  
 اور اوسکی نفی کے تدابیر لازم و مستحکم ہیں چو چاہیکہ خداوند تعالیٰ اوسکو موقع امتنان میں  
 بیان فرمادی اور اوسکا انکار کو فسق سے تعبیر فرمادی تو اس سے واضح طور پر معلوم  
 کہ جب یہ اختلاف برسر قدر پدیدہ جناب باری ہی کہ اوسکو موقع احسان و امتنان  
 میں بیان فرمایا اور اوسکی انکار کو فسق کے ساتھ تعبیر فرمایا تو وہ اختلاف کمال حقیت و رشہ  
 کی ساتھ متصف ہوگا۔ چوتھی یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس اختلاف کو اپنی ذات  
 پاک کی طرف منسوب فرمایا ہو کہ ہم خلیفہ بناونیکہ اور ہم تمکین دینگو اور ہم بندہ خوف کی  
 اس کے ساتھ کریں گے اور جب اسکا منکسل خود خداوند کریم ہوا اور اسکا ذمہ دار ہوا  
 پیرا و سنی جب عہد پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جاہرہ ہی تو یہ فعل خداوند تعالیٰ  
 کا قبیح ہوا تعالیٰ عن ذلک علو اکبر پس علیٰ مذہب شیعہ صدوقیہ نسبت جناب  
 باری لازم آیا ہو محال تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف سلطنت و خلافت جاہرہ نہ ہوگی بلکہ ان  
 حقہ و خلافت راشدہ ہوگی۔ علامہ طوسی بخیرہ میں لکھتی ہیں واستغناء عن علمہ یدک  
 علی انتفاء القیم عن افعالہ اسکی بعد گذارش ہی کہ جب خداوند تعالیٰ نے خلیفہ بنا  
 و عہد فرمایا تو افعالہ یہ و عہد واقع ہو نیوالا ہی اسباب باقی رہا یہ کہ یہ و عہد کس زمانہ میں  
 واقع ہوا اور موعود لہم اس عہد کی کون ہیں اور یہ خطاب کسکو ہو سوا میں تعین نہ ہا  
 ہیں دلما رابع لب باتفاق الفرقین۔ احتمال اول یہ ہے کہ اس عہد کا وقوع زمانہ  
 اول اور اسکی جگہ پردائی اور اسکا علم اوسکی افعال سے جبرائی کے دور ہونے پر دلالت  
 کرتے ہیں۔ - ۱۳ -

حیات جناب ہر در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام تسبیح کہ میں ہوا اور اختلاف سے مراد  
 اختلاف مومنین کا ہی بجائے کفار کے اور موعود الہم اس کے مومنین ہیں جو اس وقت  
 موجود ہیں اور ان ہی کو خطاب ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کی موعود اہم حضرت امام جعفر  
 رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع ہیں اور یہ وعدہ ان ہی کے زمانہ خلافت میں پورا ہوا گا  
 تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الایۃ کو ہی اور اس کی موعود الہم  
 خلفاء اربعہ میں رضی اللہ عنہم اور یہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کے زمانہ خلافت میں پورا ہو گا  
 اور خداوند تعالیٰ نے بعد وفات جناب سالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی جگہ خلفاء  
 اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان پر یہ احتمال مومنین جہاں تک ہم غور کرتے ہیں اور اپنی ایمان نصرت  
 سے نال کرتے ہیں تو ہر دو احتمالوں کو غلط پاتے ہیں اور تیسری احتمال کو متعین دیکھتی  
 ہیں اگرچہ ابطال احتمال اول سمجھ کے کچھ چند ان تجسم استدلال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ  
 مفسرین محدثین شیعہ نے اس کو امام ہدیٰ پر محمول کر کے اور اس کے نزول کا سورہ متعین کر کے  
 خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شکنجہ انظار علمائے اہلسنت میں گرفتار  
 ہو کر میدان فرار تنگ دیکھتی ہیں تو ایسی بوج احتمال اور وہی تو ہمیں پیش کرنے لگتی  
 ہیں ایسی مناسب ہی کہ مختصراً اس احتمال کے ابطال کی طرف ہی اشارہ کیا جاویں اور مضمناً  
 و تبعاً اس کا ابطال ہی مومن اثبات میں لایا جاویں پس وہاں ہم ہو کر ہر دو احتمالات کا  
 ابطال ایسا آجہاد ہی ہو گا اگر آیت میں نال کیا جاویں تو انکا ابطالان بے تکلف فہم  
 میں آسکتا ہے احتمال اول کے ابطال کے لیے پس یہ ہی وجہ کافی ہیں کہ اولاً حق تعالیٰ  
 شانہ نے یہ وعدہ مومنین کے ساتھ فرمایا ہے۔ اگر مراد اس کے متبع کہ ہوتا تو یہ وعدہ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا تو جہاں مومنین ہی اوس میں داخل ہوتے مائتاً بہ کہ خداوند  
 تعالیٰ نے متبع کہ کو بصورت رویا کی دکھلا دیا ہوتا اور چونکہ انبیاء کے خواب ہی  
 دی ہوتی ہے تو ایسی اس کا وقوع قطعی تھا ہی چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوُيَا بِالْحَقِّ لَنَدْخُلَنَّ السَّجْدَ أَكْهَرَامٍ إِنَّ اللَّهَ  
 أَمِينٌ مُخْلِصِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخْأَفُونَ اور نیز اوسکو فتح کے ساتھ تعبیر فرمایا  
 وَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا۔ اور اذ احببنا نصر الله وافتتح۔ تو اس سے بشر  
 فوق سلیم صاف سمجھ میں آتا ہی کہ یہ واقعہ دوسرا ہی۔ تمنا ممکن جو کہ اس آیت کا  
 نزول چونکہ فتح کے ہو۔ رابعاً سمنا کہ نزول اس آیت کا قبل فتح کی ہی تاہم  
 عند شیعہ فتح کہ چھل کر نا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عدہ اختلاف کو الذین  
 امنوا و صلوٰۃ الصلحت کے ساتھ تنقید کرنا اور تنقیص ہو عودہم کے اہل ایمان و صلاح کو  
 ساتھ کرنا بالکل لغو ہوگا۔ اور قبہ الذین امنوا و صلوٰۃ الصلحت کی سرکہ فضول ہوگی کیونکہ  
 حسب تصریحات قوم یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ بعد کفار کہ کے اختلاف جیسا کہ کالین  
 فی الایمان اور عالمین صلحات کو نصیب ہوا اوس سے زیادہ اہل صحابہ کو نصیب ہوا  
 کہ برعہ شیعہ بدتر از کفار تھی لغو و بابتہ من ذلک اور اگر سب مومنین اور عالمین صلحت  
 تھی تو حجاباً موافق ہم ہی یہ ہے کہ تہی میں یہ خاص ممکن نہیں کہ اس آیت کا مورد  
 فتح کہ ہو سکی کیونکہ اس آیت میں بعد اختلاف کی جو دو صفتیں ذکر فرمائی ہیں انکا  
 مصدر ان پر کہ فتح کہ کا زمانہ نہیں ہو سکتا اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ اؤنکم لیس دین  
 پسندیدہ کو ممکن اور راسخ کر گیا اور دوسری فرمایا کہ اؤنکم مطلق خوف کو امن سے  
 بدل دیگا اور امن نام حاصل ہو جائیگا اور یہ دونوں فتح کہ کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوئی  
 کیونکہ جب دو عظیمین عظیمہ کسری و قیصر کی جو بالکل مخالف اسلام کے تھے پہلو پہلو  
 لگی تھیں جبکہ ہری قوت و شوکت اور عدو وعدہ کے مقابلہ میں اہل اسلام کو  
 کچھ نسبت نہ تھی تو ایسی دشمنوں کی محارہ میں جب تک وہ مغلوب نہ ہوں اور انکی شوکت  
 و عظمت نہ ٹوٹی کیونکہ کہا جاسکتا ہی کہ دین کو تمکین و استقرار حاصل ہو گیا اور خوف  
 امن سے بدل کر امن نام حاصل ہو گیا بلکہ تمام عرب میں ہی اسلام شائع نہیں ہوا



بلکہ علیٰ رحمہم حضرت کرامہ اب اکثر منافقین و کفار و فساق تھے تو اسی حالت میں کیونکر پکڑ  
 دین اور امن نام حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس آیت کا مورد فسخ  
 نہ نہیں ہو سکتا۔ شاید سجدہ ہمارے فاضل مخاطب کو یہ شبہ واقع ہو کہ حق تعالیٰ نے  
 فتح مکہ کے بیان میں ہی فرمایا ہے امنین مخلیقین ہو سکرو مقصر نہ لائے تو جس سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ ایضاً فتح مکہ میں امن حاصل ہو گیا اور خوف نازل ہو گیا تو اس صورت میں  
 مصداق ولقد انعم من بعد خوفہم امننا کا یہی واقعہ فتح مکہ ہو گا جو اب اس  
 شبہ کا یہی کہ یہ شبہ عدم تدبیر طراف و جواب کلام اور نظم کے ماقبل و مابعد میں بخور  
 نہ کرنے سے ناشی ہوا ہے ورنہ فی حقیقت امن اور امن فرق زمین و آسمان کا ہے  
 کیونکہ آیت سورہ فتح میں اس طرح واقع ہے لندخلن المسجد الحرام انشاء اللہ  
 امنین مخلیقین و سکرو مقصر نہ لائے تو جس سے صاف واضح ہے کہ سجدہ اس میں  
 خوف نہ خول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو خوف ہو گا وہ خول مسجد  
 کی وقت کفار کہ کسی سبب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہونا وہ خوف  
 ہو گا وہ خول مسجد حرام کے وقت ہو گا اور اس خوف سے تم امن ہو گی نہ یہ مراد ہے کہ تم کو  
 اس وقت امن نام اور عدم خوف کا مل حاصل ہو جائیگا یہ نہ تو سر سے واقع کے اور عقل کے  
 خلاف ہے جب تک وہ سلطنتیں مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہیں ہرگز خوف  
 نازل نہیں ہو سکتا اور امن نام حاصل نہیں ہو سکتا تو بقرہ سورہ سیاق نظم ماقبل میں آئے  
 قائل سے مفہوم ہو سکتا ہے کہ سجدہ امن عدم خوف سے دہی مراد ہے جو کفار کے سے حاصل  
 ہوا اور آیت سورہ نوین ارشاد فرمایا ہے۔ لیستخلفہم فی الارض ولما یکون  
 لہم ینعم الذی ارتضیٰ لہم ولیدخلہم بعد ذلک امننا نفسہم کے سیاق سے یہ ثابت واضح ہے  
 کہ حق تعالیٰ نے شانہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم و جانشین فرمایا جسکی سبب سے  
 تمہارا دین تمام اویان پر غالب ہو گا اور تمہاری دین کو مستقر و متمکن فرمایا اور حقیقت



کفر و کفار کی شوکت ہر سب ٹوٹ جا گیا اور نگہ خوف کے ہلی امن میں ملن ارزائی ہو گیا  
 جسکو تھوڑی سی ہی فہم ہو وہ اس قسم کے سیاق سے اور اطراف و جانب میں تدبر  
 کرنے کی سمجھ سکتا ہی کہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ شانہ نے حصول امن اور  
 نزول خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہی وہ امن تمام اور خوف کامل ہے جو بعد نزول سلطنت  
 کسری و قیصر کے ہو گا چنانچہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے یہی طرف اشارہ فرمایا  
 و سیبلغ ملک امتی ارواحی منہا یسکون مو اگر یہ حصول امن اور نزول خوف دوسرا ہی  
 اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اسکو اور یہ قبول نہیں کر سکتی تو اس معنی کو واضح کر کے  
 حمل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان ہی اس قسم کلام سے صاف واضح ہو گیا کہ  
 اولاً حق تعالیٰ شانہ نے یہ وعدہ الذین امنوا کو تنہا فرمایا ہی جو حقیقہ جمع علیہ او باعتبار معنی حقیقی جمع کہ  
 کلمہ اسکو جمع کے لیے تین فرد کا ہونا لابد تو اس معنی حقیقی جمع صاق میں صاحب کلام لا حصول کے لیے  
 فائدہ اقل مراتب صیغۃ الجمع المثلثۃ علی الاصح و قبل اقلھا اثبات  
 بہر کیف اقل مراتب صیغۃ جمع کے لیے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہیں پس اگر ایک فرد پر  
 محمول کیا جاویگا تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور حمل علی الجائز جب تک حمل علی حقیقہ  
 مستحکم ہو جائز نہیں ہے اور بیان کوئی قرینہ قائم نہیں ہے کہ جو معنی حقیقی سے صاف  
 ہو صیورت الراجحہ کو مقتضی ہو تو اسکا حمل نا نام مہدی رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد میں  
 جائز ہوا تا نیا یہ وعدہ حق تعالیٰ شانہ نے حاضرین عند نزول المائتہ کے ساتھ فرمایا  
 چنانچہ ارشاد۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم و حملوا الصلحۃ لیس تحتلفتم معنی خدا نے  
 وعدہ فرمایا ہے تم میں بعض اون لوگوں کو کہ لی جو مومنین اور عاملین صحاحات میں گذر گئے  
 اپنی رسول کا جانشین و خلیفہ بناویگا تو یہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابق میں مجاہد سے  
 گذارش ہو چکا ہی و ما وضع الخطاب المشافہۃ کا لبع بصیغۃ من تاخر عن الخطاب

اور یہی ہے کہ امام مہدی حاضر بن عند نزول السورۃ سورہ یحییٰ میں اور انکی خلافت کے محل کے  
 پر نہ کوئی دلیل دلائی کرتی ہے تو یہ آیت انکی خلافت پر جب قاعدہ محمول ضحیٰ ہوئی  
 ثانیاً خداوند کریم جل علاہ شانہ نے اس اختلاف کو اس اختلاف کے ساتھ تشبیہ دی ہے  
 جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے انکی خلافت انکی جانشین  
 ہوئی تھی اور انکی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقی ماندہ نبوت حق تعالیٰ کے  
 ہاتھوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین انکی بعد  
 خلیفہ ہوتے تھے اور جماعت خلافت کو سنبھالنے کے لیے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 کی بعد حضرت یوشع اور انکی خلیفہ اور جانشین ہوئی پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خلافت آپ کی بعد گذرئی دو ہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ سترہ نقصان مرتبہ  
 رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نسبت انبیاء سابقین کے تشبیہ ناقص نہ تمام ہوگی  
 کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت راشدہ ممکن نہ ہوئی اور آخر تک ان  
 دنیا کا علیہ السلام حال انبیاء سابقین کے خلفاء انکی بعد ہی ممکن نہ ہوئی تو اس سے بدتر  
 مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت پر نسبت انبیاء گذشتہ کے کم ہی اگر اس  
 پانچ سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور اسی رسول کا جو فضل اسل جو تمام زمانہ امتداد  
 نبوت میں محدودی چند سال کے واسطی ایک خلیفہ کو نمکین عطا ہوئی اور باقی تمام زمانہ تقاضا  
 و شقاق و کفر و فسق سے مملو رہا تو وہ استخلاف کیا وقت رکھ سکتا ہے اور ان انبیاء کے  
 کیونکہ ہم یہ ہو سکتا ہے کہ جبکہ خلفاء و اوصیاء انکی متتابع پیدا ہوئی اور وقت فوقتاً بحدیث  
 دین اور احیائی شریعت کرتے رہی اور یہ تشبیہ کیونکہ تشبیہ تمام ہو سکتی ہے اور باقی امت  
 جب انکی نمکین ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ خائف و محنتی رہی وہ خود میں سے قطع  
 ہو گئی کیونکہ انکا وجود و دھام برابر ہو گیا تو اس تشبیہ سے صاف بدلتہ ثابت ہوا کہ اس  
 استخلاف سے اختلاف مہدی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہی جو بعد رسول اللہ صلی

علیہ السلام کے متعلق امتنا بجا ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس کو ستارہ اور نگین غما فرمایا اور اس سے  
 عالمین دین شیوع پذیر ہوا اور وہ اختلاف بحر اختلاف خلفا رابعہ کے اور کوئی نہیں  
 اور اس کی افعال و قریب پر وہ روایت بھی دلالت کرتے ہیں جو صفائی میں بھی آیت کے  
 تفسیر میں مذکور ہے۔ و فی الجوامع عن النبی علیہ السلام قال نزولیت لی الارض  
 فاریت مشارقھا و مغاربھا و سبیلک ملک امتی لازوی لے منها اچھے نمونے  
 چھوٹے چھوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ سین استقبال قریب کا تادمہ دیتا ہی جس سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اسلام شائع ہونے والا ہے اور یہ تمام مشرق و مغرب  
 زمین کے جو حضرت کو دکھائی گئی ہیں وہ عنقریب مملکت اسلام کہیں داخل ہو گئی  
 اور دوسری روایت جو صفائی میں مروی ہے وہ یہی ہے کہ گویا مصداق ہے قال وروی  
 المقداد عنہ انه قال لا یبقی علی الارض بیت مدر ولا جدار الا ادخلہ اللہ  
 الاسلام یعنی یہ لو ذل ذلیل امان لیخرجہم اللہ فیجعلہم من ابلیہا و اما ان یدلہم فی  
 لعلو ضلک شیعہ ہی اس آیت کا امام مہدی کی نعمت جس سے کہنا صحیح ہوا۔ رابعاً حق تعالیٰ  
 شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کو ارشاد فرماتا ہے و من کفر بعد  
 ذلک فاولئک اللہم سقوہم بعد اتمام نعمت کے جو لوگ اسکی ناشکری کریں گے وہ قاتل  
 ہیں اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ بعد حصول اختلاف بعض اہل ایمان و صلاح میں بھی  
 ایسا فریب عند نزول الایۃ جنگی تعداد جمع ہو جائیگی اور نگین و استقرار دین اور  
 بعد تبیل خوف از اس نعمت کا کفران واقع ہو گا تو خداوند تعالیٰ شانہ نے

۱۔ تفسیر جامع بین ابی علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا سیئتی کسی میری ای زمین اور اسکی مشرق و مغرب  
 کہ وہ دکھلایا گیا اور مغرب میری امت کا ملک و ملک پہنچے گا جتنا کہ میری ای سیئتا گیا۔ ۲۔ مقداد  
 روایت کی ہے کہ فرمایا زمین پر کوئی گہر نہ رہے اور نہ رکاوٹ رہے۔ ۳۔ یہی ہے کہ اسلام کو داخل کیا کسی بزرگی عزت کی نشانی  
 یا کسی اہل خوار کی سادہ یا انکو خدا عزت دیکھا کہ انکو اسکی اہل میں ہی کر لیا اور انکو ذلیل کر دیا کہ وہ اسکی مطیع ہو جائیں گے۔

بطور تحریف اور بصورت تخریر کے ان لوگوں کی وصف کی خبر دی کہ جو مصدر اس کفر و کجی سے  
ہونگی اور چونکہ خلافت امام عہدی میں اس طرح نہیں پایا جائیگا۔ تو اس واسطیٰ اس آیت کو  
خلافت عہدی پر محمول نہیں کر سکتی اور ظاہر ہی کہ یہ کفرانِ مجتہدین کا نہ تھا ورنہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جس طرح جناب رب العزت غرض سے خبر دی تھی کہ اول اختلاف  
ہوگا۔ بہر تکمیل دین اور تبدیلِ خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کی طرف ایسا فرمایا تھا کہ اول  
واقع ہوا اول اختلاف ہوگا کہ تکمیل دین اور تبدیلِ خوف واقع ہوئی بعد اوس کے کفرانِ نعمت کا  
قائمن عثمان رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا تو اس سے بدایت ثابت ہوا کہ صدر  
اس آیت کا خلافت عہدیہ نہیں ہو سکتی بلکہ خلافت خلفا رضی اللہ عنہم پر خاصاً  
ہو سکتی ہے اس پر ان دلائل کے بیان کر چکی کہ ضرورت نہیں کہ یہ آیت سوائے خلافت کے  
بجہ کو کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب اسیر فرماتے خود اسکا فیصلہ فرمادیا اور اسکا  
تفسیر چکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس مع عدہ کا زمانہ وہی ہے جو خلافت خلفا کا زمانہ ہے اور  
اسکی بعد وہی حضرات خلفا رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہ عدہ ان تمام اوصاف سے  
فی آیت کے ہیں اور طریقہ یہ کہ اسکا شریف رضی اللہ عنہ علیہ السلام بنی نقل فرمایا ہے چنانچہ  
ہم وہ خطبہ شرح بیع البیضاء سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن ہشیم نے اپنی شرح میں  
اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اسکو نقل کریں گے خطبہ یہی ہے جس کا ذکر گذشتہ  
بقدرہ عمر بن الخطاب فی الشجر من قتال الفربین فی ہذا الامر لیکن نصہ  
ولا تخذلنا نہ بکثرة ولا بقلۃ وھو دین اللہ الذی اظہر وحبہ الذی اعدنا  
واملاہ حتی بلغ ما یبلغ وطلع حیث طلع ونحو علیہ صواعود من اللہ واللہ متعزذ  
واما مر حبندہ وکان القیم بالامر مکان النظام من الخیر ما یجیرہ وینصہ فان  
انقطعت النظام تفرق وذهب شرہم یجتمع یجد اذیک ابد او العرب الیوم فان  
کانوا قلیلاً فھم کثیرون بالاملا م عزیز و بالاجتماع فکان قطبا واستدراجی

خلافت عہدیہ پر محمول نہ ہو سکتی ہے کیونکہ یہ آیت سوائے خلافت کے کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب اسیر فرماتے خود اسکا فیصلہ فرمادیا اور اسکا تفسیر چکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس مع عدہ کا زمانہ وہی ہے جو خلافت خلفا کا زمانہ ہے اور اسکی بعد وہی حضرات خلفا رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہ عدہ ان تمام اوصاف سے فی آیت کے ہیں اور طریقہ یہ کہ اسکا شریف رضی اللہ عنہ علیہ السلام بنی نقل فرمایا ہے چنانچہ ہم وہ خطبہ شرح بیع البیضاء سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن ہشیم نے اپنی شرح میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اسکو نقل کریں گے خطبہ یہی ہے جس کا ذکر گذشتہ بقدرہ عمر بن الخطاب فی الشجر من قتال الفربین فی ہذا الامر لیکن نصہ ولا تخذلنا نہ بکثرة ولا بقلۃ وھو دین اللہ الذی اظہر وحبہ الذی اعدنا واملاہ حتی بلغ ما یبلغ وطلع حیث طلع ونحو علیہ صواعود من اللہ واللہ متعزذ

بالعرب واصلهم دونك نارا الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انقضت  
 عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون ما تدع ورالعمن العوثرام  
 اليك ما بين يدك ان الاما جم ان ينظر واليك فدا يقولوا هذا اصل العرب  
 فاذا قطعتموه استرحتم فيكون ذلك اشد نكبتهم عليك وطعمهم  
 فيك فاما ما ذكرت من سيرة القوم قتال المسلمين فان الله سبحانه هو  
 اكرم لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واماما ذكرت من عدد دم فانهم  
 تمكن فقاتل فيامض بالكثرة وانما كنا نقاتل بالنصر والمعونة انتقمه اگر چه اس را شاد  
 سی بکوبی شمار فواید حاصل ہوتے ہیں بیکرین سبب خوف تطویل انسی اعراض انھما میں کہے  
 اپنی مدعا کی طرف جسکی ہم درپے ہیں رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ  
 میں نہانہ حصول موعود ایت سراپا دیت کو زمانہ خلفاء کا قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ  
 دین فرمایا جسکا غلبہ موعود ہی اور اس شکر کو وہ شکر فرمایا جو اللہ کا شکر ہی اگرچہ اس  
 خطبہ میں ہی یہ مضمون واضح ہے لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہ مدعا آشکارا  
 طور پر ثابت ہوتا ہے۔ پہلی جہ جو چھہ شارح ابن میثم اس خطبہ کے شرح میں تحریر فرماتے  
 میں کہ تشرین وقولہ انھما الامرای قولہ للاجتماع صدرا الکلام یعنی علیہ  
 الراي فقرہ فیدہ اولاً ان هذا الامرای امر الاسلام ليس نصر وبكثرة ولا  
 تنكافئة وبه على صدق هذا الدعوى بانه دين الله الذي اظهره وجنوده  
 پس جندہ الذی عدہ وامدہ من الاملائیكہ والماسرحتے بلغ هذا المبلغ  
 لے قولہ بن علامہ سی قولہ للاجتماع تک کلام کا صدہی تاکہ سپہ راہی قائم کری۔ تو پہلی جہ ثابت کیا  
 کہ اس امر یعنی امر اسلام کی فتح نہ کچھ کثرت پر ہی اور نہ اسکی شکست کچھ قلت پر ہی اور اس دعوی کے صدق  
 پر اسلحہ متبکہ کیا کہ وہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اسکی شکر اللہ کا شکر ہے جسکو تبارک اور جسکی قوت  
 اور آدمیوں کی مدد کی یہاں تک کہ اس مرتبہ میں پہنچا اور شہرہ کی کنارہ زمین نکلا۔ ۱۲۔



وَقَدْ تَوَكَّلَ اللَّهُ لَا هَلْ هَذَا الَّذِينَ بَاغُوا الْكُونَةَ وَسْتَرِ الْعَوْرَةَ وَالَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ  
 قَلِيلٌ فَتَيْتَهُمْ وَمَنْعَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَمْتَنِعُونَ جِيءَ لَا يَمُوتُ أَنْتَ مَنِي شَرٌّ لِي هَذَا  
 الْعَدُوِّ وَبِنَفْسِكَ قَتَلْتَهُمْ قَتَلْتَكِ لَا يَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانْفَتَدُونَ أَقْبَىٰ بِلَادِهِمْ لَيْسَ  
 بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ قَالَتِ الْيَهُودُ رَجُلًا مَجْرِبًا وَاحْضَرْنَا هَاهُنَا أَهْلَ الْبِلَادِ وَالنَّصِيحَةَ  
 فَإِنْ أَظْهَرَ اللَّهُ قَدْ لَكَ مَا نَحْبُ وَأَنْتَ كُنْ الْآخِرَىٰ كُنْتَ رَدُّوهُ لِلنَّاسِ وَمَثَابَةٌ  
 لِلْمُسْلِمِينَ بِكَ شَرٌّ مِنْ شَرِّهِمْ فَمَا تَعْنِي مِنْ قَوْلِهِ وَقَدْ تَوَكَّلَ اللَّهُ إِلَىٰ قَوْلِهِ لَا يَمُوتُ  
 صَدَرَ لَهُ هَذِهِ النَّصِيحَةُ وَالرَّأْيُ نَبِيٌّ عَلَىٰ وَجْهِ التَّوَكُّلِ عَلَى اللَّهِ وَالْإِسْتِنَادِ إِلَيْهِ  
 هَذَا الْأَمْرُ فَخَلَّاصُهَا أَنْ ضَمِنَ قَامَةُ دِينِهِ وَأَعَزَّازُ حُزَّةِ أَهْلِهِ وَكُنِيَ بِالْعَوْرَةِ عَنْ  
 هَذَا السِّرِّ فِي النِّسَاءِ وَلِيَحْتَلِ أَنْ يَكُونَ اسْتِعَاذَةً لِمَا يَطْعَمُهُمْ مِنَ الدَّلِّ وَالْقَهْرِ  
 لَوْ أَصَابُوا فَمِنْ ذَلِكَ سَجَانُهُ سَتَرُ ذَلِكَ بِأَوَاقِئِهِ عَلَيْهِمْ وَهَذَا الْحَكْمُ مِنْ قَوْلِهِ  
 لَعَنَّا وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ اسْتَوَامَنُوا مِنْكُمْ وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ  
 الَّذِينَ تَرَبَّعَ لَهُمْ وَلِيَمَكِّنَ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَدْوٍ نَقِمْ  
 أَمْثَلًا أَنْتَهَىٰ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ إِلَىٰ صَافِيَّةٍ تَامِهِمْ كَرِهَ قَوْلُ اسْرَافِيتَ كَا زَانَهُ خَلْفًا وَفَرَسًا  
 عَسَىٰ هُمْ يَكُونُوا مِنْكُمْ كَمَا يَكُونُ خَلْفًا بِغَضَائِهِمْ أَوْ يُجَاوِزُوا مِنْكُمْ كَمَا زَانَهُ خَلْفًا رَارِعِيهِمْ  
 أَوْ يُرْسِلُوا أَفْئِدَتَهُمْ يَمُرُّونَ رُشْنًا بِسَبْعَةِ رَجُلًا كَيْفَ يَمُرُّونَ خَلْفًا كَوَحْقِ اعْتِقَادِهِ فَمَا تَعْنِي  
 كَيْفَ قَوْلُهُ تَوَكَّلَ اللَّهُ مِنْ قَوْلِهِ تَكُنْ اسْرَافِيتَ كَا صَدْرِهِ حَسْبُكَ اسْرَافِيتَ كَا صَدْرِهِ تَوَكَّلَ اللَّهُ كَرِهَ أَوْ يَكُونُ  
 حَرْفُ سَهَابٍ لَكَ أَنْ يَكُونَ بِمَنْزِلَةِ نَبِيٍّ أَوْ يَكُونَ صَدْرًا كَمَا يَكُونُ كَرِهَ اللَّهُ تَعَالَىٰ اسْرَافِيتَ كَا صَدْرِهِ تَوَكَّلَ اللَّهُ كَرِهَ أَوْ يَكُونُ  
 دِينُهُمْ كَرِهَ اسْرَافِيتَ كَا صَدْرِهِ تَوَكَّلَ اللَّهُ كَرِهَ أَوْ يَكُونُ كَرِهَ اللَّهُ تَعَالَىٰ اسْرَافِيتَ كَا صَدْرِهِ تَوَكَّلَ اللَّهُ كَرِهَ أَوْ يَكُونُ  
 وَخَشِيَ أَنْ يَكُونَ بِمَنْزِلَةِ نَبِيٍّ أَوْ يَكُونَ صَدْرًا كَمَا يَكُونُ كَرِهَ اللَّهُ تَعَالَىٰ اسْرَافِيتَ كَا صَدْرِهِ تَوَكَّلَ اللَّهُ كَرِهَ أَوْ يَكُونُ  
 أَوْ يَكُونُ كَرِهَ اللَّهُ تَعَالَىٰ اسْرَافِيتَ كَا صَدْرِهِ تَوَكَّلَ اللَّهُ كَرِهَ أَوْ يَكُونُ كَرِهَ اللَّهُ تَعَالَىٰ اسْرَافِيتَ كَا صَدْرِهِ تَوَكَّلَ اللَّهُ كَرِهَ أَوْ يَكُونُ  
 لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَدْوٍ نَقِمْ أَمْثَلًا أَنْتَهَىٰ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ إِلَىٰ صَافِيَّةٍ تَامِهِمْ كَرِهَ قَوْلُ اسْرَافِيتَ كَا زَانَهُ خَلْفًا وَفَرَسًا

۵۰۱  
 ۵۰۱  
 ۵۰۱



اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ خداوند تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ تمکین دین اور تبدیلِ جنس اور حفظِ حمایت اور غلبہ و عصیانت کی فراہمی میں ان سب کے انجیز کا وقت یہی ہے نہ  
 خلفاء کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کے خلافت مہدویہ پر حمل کرنے  
 کی کوشش کی ہے وہ بالکل اسکی مخالفت ہی اور جس قدر توضیحات لایا ملاحظہ اس آیت کے  
 خلافت مہدویہ پر کرنے میں کی ہیں وہ سب کہنا منثور ہو گئیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوا  
 کہ وہ سب تو وہ روایات جو جناب امیر سی دربارِ شکیات غضب خلافت خلفاء کی  
 نسبت کے گئیں ہیں وہ سب محض افتراء و اختلاق ہیں۔ اور خلافت خلفاء  
 امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہی اور حضرات خلفاء امام برحق اور خلیفہ راشد ہیں جناب  
 امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات و خجیان و احتمالات رفع ہو گئی اور الحمد للہ  
 علی ذلک فیل ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم پر وہ خط ہی  
 جو سابق میں بھی منجج البلاغتہ اور اسکی شرح سے تعبیر سے نقل کیا گیا ہے ابراہیم بعد  
 فان بیعتی بالمدینۃ لزمک وانت بالسام کلامہ بالبیعة القوم الذین بايعوا ابا بکر  
 وعمر وعثمان علی ما بايعوهم علیہ فلم یکن للشاہدان یخار ولا للعاب ان یزد  
 وانما الشوری للمہاجرین والاکتصار فاذا اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان  
 ذلک لہ رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن اجدعة ردودہ الی ما خرج منه  
 فان ابی قاتلوا علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاءہ اللہ ما نولی ولعلہ جہنم  
 وساءت مصیرا وان طمخا والزبیر بايعا فی ثمر نقضابیعة فکان نقضہا کرمہا  
 فجملہ بقما علی ذلک حتی جاز الحق وظهر امر اللہ وھم کارھون فادخل فیما دخل  
 فیہ المسلمون فان احب الامور لہ فیک العاقبة الا ان تعرض للبلای فان تمردت  
 قاتلتک واستغنت باللہ علیک وقد اکثر فی قتلہ عثمان فادخل فیما دخل  
 فیہ الناس ثم حاکموا القوم الی احکام وایاھم علی کتاب اللہ فاما تلک التي ترویجھا

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کی بیعت کی صورت کی یہ تصویر ہے۔



حذو عن الصبی من اللین ولعسکم وان نظرت بعقلک دون هواک لتجد  
 ابو قرین من دم عثمان واعلم انک من الطقار الذین لا یصلی لهم الخلق  
 ولا یتعرض فیهم الشوری وقد ارسلت الیک جری بن عبد اللہ وهو من اهل  
 الایمان والہجرة فبالع ولا قوۃ الا باللہ اس خط سببوت حقیقت خلافت خلفائے  
 مثل آفتاب کے روشن ہی۔ اور غایت کو شش علیہ السلام کے اس کو تاویل میں یہ ہے کہ اس کو دلیل  
 کہ کراچی مذہب کے جان بچا میں اور ہر جہ کی سی سی و اسی اور ہر جہ تاویلات بلکہ تحریکات  
 سی ماسوس مذہب گیر و اعلیٰ اسی مصلون و امون نہیں رہ سکتا ع کف محمل است  
 کہ ہر لب و ریا گرد و جو کہ ہر جہ بوجہ اللہ و قوۃ اس دلیل کے تحقیقی ہو گا اثبات اور اس میں جو کا  
 ابطال نہیں میں غریب کر انی میں۔ اسی حاجت اعادہ و ضرورت تطہیل بحث نہیں  
 و بحیثیت دلیل رابع ہم البلاغتہ میں ایک خط آپ کو شریف رضی نے اپنی عادت  
 شریفہ کی موافق کلام میں سے منقذ نقل کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ ومن کلام  
 لہ یجری مجری الخطیۃ فقیرت لاجلہ جین فقلوا اللہ اس خطبہ کو خاتمہ کی عبارت  
 یہ ہے فقیرت فی امری فاذا اطاعۃ قد مضت بیعتہ واذا الميثاق فی  
 عنقہ لعینہ عاقل ان جب مسئلہ کو نظر غور سے دیکھی اور عجیب قدرت خداوندی کا تماشا  
 کر سی اب یہی کہ سارح ابن سہیم اس سے منسوخ تراویحات فرما رہی ہیں ان کو عمارت نقل  
 کرتا ہوں فوجہ فقیرت نے اس کے اللہ فیہ احتمالاً ای احدهما قال بعض  
 الشارحین انہ منقطع من کلام یدکر فیہ حالہ بعد وفات الرسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم وانہ کان معہودا الیہ ان لا ینزع فی امر الخلاف قبل ان

لہ میں اپنی امر میں سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کہ ميثاق سببوت  
 میں بتلا لہ قولہ فقیرت فی امری الخ میں یہی ماحتمل میں ایک تو یہ ہے کہ بعض شاربین نے کہا کہ  
 اس کلام میں سے منقطع ہی جہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کی جیسی کہ حال اور یہ کہ آپ ہی  
 عہد ہو گیا تھا کہ امر خلافت میں جہگڑا نہ کریں۔ ۱۲۔



الخلافۃ بل ان حصل له بالزوق والا فليجسب - دلالت کرتے ہی کہ حضرت  
 صلوات اللہ علیہ وسلم کو طمانیت تھی اور معلوم تھا کہ بعد وفات شریف کے خلافت اہل حال  
 ہو گئے اور چونکہ اس وقت بیت و صلاحیت خلافت چند اشخاص میں دائر تھی جنہیں  
 جناب امیر ہی اس صنف البتہ الخلافۃ میں شریک تھے اور حسب تصریح علامہ ابن میثم  
 کہ شرح خطبہ نقشبندیہ میں ثابت ہے کہ حضرت تاسیر کو استشراف الی الخلافۃ تھا اور دوسرے  
 بہت جگہ سے ہی شرح نہج البلاغۃ میں یہ امر ثابت ہے چنانچہ وقت حیات حضرت  
 عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا - لقد علمتم اے اہل حق بھان من غیرے اور شارح  
 اسکو شرح میں بطور اعتراض وجواب کے کہنا ہر خان قلت السؤال من وجہین الاول  
 ما وجہ منافستہ فی هذا الامر مع انہ منصب متعلق بامور الدنیا ولا  
 مع ما اشتهرہ من الزہد فیہا والاعراض عنہا ودفعہا ورفضہا قلت بالجواب  
 عن الاول ان منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منصباً دیناً ویا و  
 ان کان متعلقاً بصلاح احوال الدنیا لکن لا لکونہا دیناً ویا بل لانہا  
 مضار الاخرۃ وضررہا الخ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر کوئی غیبت و استشراف کے  
 الامارت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسرے کو  
 حاصل ہو تو منازعہ نہ کرنا کیونکہ جسکو حاصل ہو گی وہ اہل الخلافۃ ہو گا اور صحابہ وغیر اہل کو خلافت  
 کو ایسی برکتیں نہ مل سکیں جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوئی تو اسکو سب سے  
 منازعت ممنوع ہوئی چنانچہ آپ ارشاد فرمایا لقد علمتم انی اہل حق بھان من غیر  
 صلح اسبغہ اعتراض اور وجہ سے پہلی یہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق بصلاح امور دینا ہے اور انجانوں  
 زہد اور اعراض اور ترک شہور ہے - بہرہ دو میں اگر غیبت کی کیا وجہ ہے یہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ  
 منصب اگرچہ احوال دنیا کے متعلق ہے تاہم منصب دینا وی نہیں ہے لیکن اسکا تعلق دنیا کو متعلق  
 بحیثیت دینا وی ہے چنانچہ میں ہی بلکہ اس حقیقت سے کہ وہ انوار کی کپیتی کے جگہ ہے - ۱۲

والله لا ملجأ من ما سلامت امور المسلمين شارجہ شرح جہین کہتا ہے وفیہ اشارۃ  
ان غرض من المناقشہ هذا الا مرہو صلاح حال المسلمين واستقامۃ  
امورہم وسلاحتہم عن الفتن وقد کان لہم ممن ملف من الخلفاء  
استقامۃ امر الخ ماقال۔ تو اپنے خلافت کو اسی شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ جو  
شرط خلافت راشدہ کہی گویا یہ فرمایا کہ اگر یہ خلافت راشدہ ہوگی تو شکم کردگا اور نہیں  
اور اگر شرط عدم منازعت کا بعد لیا گیا ہے تو یہ آپ کا ارشاد معاذ اللہ اسرار لغو  
ہوگا اور خلافت وصیت رسول کے ہوگا اور یہ بھی وجہ یہی کہ اپنے زمانہ خلافت میں منازعت  
و مناقشہ نہیں فرمایا اور امیر معویہ کے ساتھ منازعت فرمائی اور غصہ کا کچھ خوف نہ فرمایا۔ اگر  
مطلقاً عدم منازعت مہمو ہوتی تو آپ کا یہ مناقشہ امیر معویہ کے ساتھ امر خلافت  
مہمو ہی اور باعث ثوران فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سے خلافت کے ساتھ ترک منازعت  
کو توہیان ظاہر وقوع فتن ہے تو معلوم ہوا کہ اپنے عدم منازعت اسی وجہ سے نہیں  
فرمائی کہ وہ خلافتیں راشدہ نہیں اور حضرت کا ارشاد یہی عدم منازعت کی بابت گویا شرط  
اسی شرط کے ساتھ ہے کہ اگر امیرین سیاست میں تو عدم منازعت مہمو ہی یعنی اگر  
خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت مہمو ہی حاصل ہوگی کہ ہر ایک استثنائ کی وجہ سے عہد  
منازعت لیا گیا ہے اور اصل یہی کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشد ہوگی اور کسی ہتھ منازعت  
نہ کرے اور اسکی تفض کے تدبیر کرتا بلکہ عہداری لپی اگر اسکا حصول بارتق ہوگی تو فیہا  
کیونکہ خیمہ صحابین بخلافت کو ایک آپ ہی میں اور اگر حصول اسکا برفق ہو اور اہل  
حل و عقد آپ ہی کے بیعت کریں بلکہ کسی دوسری جماعت کر لیں تو اس پر منازعت سے باز  
رہنا چاہی اور اس عبارت سے یہی صریح مستفاد ہے کہ اس وقت تک خلافت مکمل

ہو اور اس میں اس طرف اشارہ ہو کہ ہر ایک غرض خلافت میں رعیت سے مسلمانوں کے حال کی رہتی اور انکی کمانوں  
استقامت اور انکی فتو نسلی سلامتی ہی اور گشتہ خلفاء کی یہی استقامت اور دوسری امر کی حاصل ہو۔ ۱۲۔

جناب امیر کو نہیں ہوا تھا طاہری کہ فیہ حصل کے امر خلافت کی طرف راجع ہی اور یہ جملہ  
 مدخل ان شرطیہ کا ہی جو باعتبار اپنی اصل وضع کی مشکوک پر داخل ہوتا ہے معنی یہ ہوئی  
 کہ اگر تہا ری یہی حصول امر خلافت سبہوت ہوگی تو فیہا اور اگر حصول نہ ہو۔ تو  
 سنا زعت سے باز رہنا چاہی ہو غرض حصول امر خلافت حضرت کی یہی مشکوک ہی اور یہ تو  
 اس پر ہی کہ اگر بحیثیت اہل حل و عقد کے آپ کی ساتھ واقع ہوگی تو حصول خلافت ہوگا  
 ورنہ نہیں تو اس سے صاف منصوص ہے خلافت جناب باطل ہوگی اور حصول امر خلافت  
 واردار بحیثیت اہل حل و عقد پر ہوا خیر یہ ایک جملہ متضمنہ تھا جو در بیان میں مذکور ہوا اہل  
 مقصود یہ ہے کہ اس عبارت سے بظاہر عبارت خطبہ ثانیہ واللہ کاسلمن ماسلمت  
 امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہے کہ عند عدم مندرجہ صرف اسوجہ سے تھا کہ جو خلافت  
 واقع ہوگی وہ خلافت راشدہ اور اہل حق ہوگی اور اسکو ثبوت سے جو آفت کہ مذکور ہے یہ  
 ہوئی ہے یا ان اور اسکا بیان خارج از حد امکان ہے اسکی بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر  
 کی کلام میں ہے نجم البلاغت میں مذکور ہے یہی فظرت نے امہے فاذا اطلعت قد  
 سبقت بیعتی یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مینی اپنی امین تامل  
 کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر چکا تھی جس جملہ کی ترکیب  
 ملاحظہ ہو شرح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی میں مصدر مضارع صرف یا مستعمل ہو رہا ہے اور  
 اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مصدر مضارع الے المفعول ہو اور اسکا فاعل مخدوف ہو  
 اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر مضارع الے الفاعل ہو اور مفعول مخدوف بہ احتمال اول چند وجہ ہے  
 باطل ہے اولاً یہ کہ اصناف الے المفعول غرض قلیل ہے چنانچہ رسائل نحو میں مذکور ہے شرح  
 جامی میں ہی وقد یضاف الی المصدر الے المفعول سواء کان مفعولاً

کے کہی مصدر مفعول کی طرف مضارع ہوتا ہے خواہ مفعول یہ یا غرض یا مفعول الے ہونا علی کے یہ نسبت  
 قلیل ہو رہا ہے

او ظرفاً و مفعولاً علی قلة بالنسبة الی الفاعل اور مفعول کا فیه مقومہ ہیں لیکن اگر  
 و انما یضاف الی المفعول اذا قامت القرینۃ علی کونہ مفعولاً اما لچی تابع لہ  
 منصوب عملاً علی المحل لخوا عجینہ ضرب زید الکریم اور بھی الفاعل بعدہ صریحاً  
 لکھو کہ امن رسم دارمربع و مصیف لعینک من الشون و کیف او بقرینۃ  
 معنویۃ لخوا عجینہ اکل الخبز۔ توجب یہ کہ میں ہے تو اسکو کثیر الاستعمال ہے پر ضرورت و تہذیب  
 بلا قرینۃ ترجیح دینا باطل ہے۔ ثانیاً یہ کہ حسب تہذیب شارح جب اس کلام کو اوس حال کے  
 بیان پر محمول کیا جاوی جو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو بالکل واقع  
 کی اور سیاق کلام کے مخالف ہو گا کیونکہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سبقت  
 علی عہد الناس لہ علی البیت واقع ہوئی ہے نہ میں اور حضرت شل عند اللہ وغیرہ تسلیم کرنا  
 خود خلافت ظاہر و خلافت اہل ہی۔ ثالثاً طے ہر کہ یہ کلام بطور بحث کے صادر ہوئی اور  
 یہی ہی کہ اضافۃ الی المفعول کی صورت میں بحث و بحث کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جناب کے  
 مطلع ہوئے ہیں جسکی طرف خواہش استتلاف تھا کیا تشریح لاحق ہو سکتا ہی ہاں جبکہ  
 اضافت الی الفاعل ہو اور آپ طبع ہوں تو او سو فت تحت کر اظہار نہ کیا اور شایان ہر  
 رابعاً۔ اگر اس عبارت کو جناب امیر کے اوس بحث پر محمول کیا جاوی جو مدلول احتمال ثانی کا ہے  
 کہ آپ نے اپنی زمانہ خلافت میں اعبار خلافت کے نقل سے دلشاک ہو کر یہ فرمایا تو یہ طریقہ  
 اوس کو یہی زیادہ و اسی ہی میں شریعتیں شہر نہیں پس بوجہ نہ کو رہ ثابت ہوا کہ لفظ طے  
 اور بیعتی میں اضافت مصدر کے الی الفاعل ہے اور اضافت الی المفعول نہیں ہو چکا ہے  
 شارح ابن ہشیم بھی یہی کا قائل ہوا ہے کہ مصدر مضاف الی الفاعل ہے اور مفعول مخدوف ہی لیکن  
 سلسلہ جبکہ اسکی مفعول ہوئے پھر قرینۃ قائم ہو یا کوئی اسکا تابع منصوب عملاً علی المحل نہ آجائی جیسا کہ  
 ضرب زید الکریم یا فاعل اسکو بعد مرید واقع ہو جائی جیسا قول شاعر میں یا کوئی قرینۃ معنیہ ہو جیسا  
 عجینہ اکل الخبز ۱۲۔

اب گفتگو اس میں ہر کرد و نمود مذکور کی مفعول کیا مخدوف ہی سو ہمیں تو ہمارا اور شارح ابن  
سینم کا اتفاق ہر جو لفظ معنی کا مفعول مخدوف کیا ہی شارح فرمایا ہی فاذا اطاعتے قد  
سبققت بیعتے للقوم فلا سبیل لے الا متناع منها اور ہم بھی یہ ہی کتنی میں جب  
بیعت اہل حل وعقد ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہو گئی تو عموماً  
حاضر و غائب کو اور اسکو کہ جس بیعت کے ہی اجسی نہیں کی ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ  
عنہ کی اطاعت و حب لازم ہو گئی تو اسکو آپ فرما رہے ہیں کہ میں اپنے امر میں فکر کیا  
تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر دین میرا  
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا ہوتا ہے ہمارے اور شارح  
ابن سینم کے درمیان میں در باب ہمارے تقدیر مفعول لفظ بیعتی اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب  
کول قول لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صاف لفظ ابی بکر نہیں کہتے اور ظاہر ہی کہ مراد شارح  
کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جمہ آئندہ کے شرح میں بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا  
لیکن ابو بکر کا نام نامی بھی لیا جس سے بصرحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد  
ابو بکر ہیں کیونکہ مطلق قوم کے معنی کی کچھ معنی نہیں اگر قطعی تو بیعت ابو بکر کی ہی  
اور شارح ہی یہ معلوم رہی ابو بکر کا نام کیونکر لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال  
ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو برہنہ کہہ کر ایسا لفظ لکھا جو نیز لہ نام کہنے کے ہی لیکن لفظ  
طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فہم جس قدر اختلاف ہے شارح  
صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہ نہ کالتی میں فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم فیما امرت بہ من ترک القبال اور ہم یہ کہتے ہیں فاذا اطاعتی لابی بکر  
لاجل القناد خلافتہ و لکونہ اماماً حقیقاً اس قدر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہے  
اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا  
کی ہی اذامغا جاثیہ انکار کرتا ہی ایسی کہ اذامغا جاثیہ کا مدلول تو یہ ہی کہ وہ

اب گفتگو اس میں ہر کرد و نمود مذکور کی مفعول کیا مخدوف ہی سو ہمیں تو ہمارا اور شارح ابن  
سینم کا اتفاق ہر جو لفظ معنی کا مفعول مخدوف کیا ہی شارح فرمایا ہی فاذا اطاعتے قد  
سبققت بیعتے للقوم فلا سبیل لے الا متناع منها اور ہم بھی یہ ہی کتنی میں جب  
بیعت اہل حل وعقد ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہو گئی تو عموماً  
حاضر و غائب کو اور اسکو کہ جس بیعت کے ہی اجسی نہیں کی ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ  
عنہ کی اطاعت و حب لازم ہو گئی تو اسکو آپ فرما رہے ہیں کہ میں اپنے امر میں فکر کیا  
تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر دین میرا  
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا ہوتا ہے ہمارے اور شارح  
ابن سینم کے درمیان میں در باب ہمارے تقدیر مفعول لفظ بیعتی اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب  
کول قول لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صاف لفظ ابی بکر نہیں کہتے اور ظاہر ہی کہ مراد شارح  
کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جمہ آئندہ کے شرح میں بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا  
لیکن ابو بکر کا نام نامی بھی لیا جس سے بصرحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد  
ابو بکر ہیں کیونکہ مطلق قوم کے معنی کی کچھ معنی نہیں اگر قطعی تو بیعت ابو بکر کی ہی  
اور شارح ہی یہ معلوم رہی ابو بکر کا نام کیونکر لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال  
ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو برہنہ کہہ کر ایسا لفظ لکھا جو نیز لہ نام کہنے کے ہی لیکن لفظ  
طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فہم جس قدر اختلاف ہے شارح  
صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہ نہ کالتی میں فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم فیما امرت بہ من ترک القبال اور ہم یہ کہتے ہیں فاذا اطاعتی لابی بکر  
لاجل القناد خلافتہ و لکونہ اماماً حقیقاً اس قدر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہے  
اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا  
کی ہی اذامغا جاثیہ انکار کرتا ہی ایسی کہ اذامغا جاثیہ کا مدلول تو یہ ہی کہ وہ



جملہ جو دخول ازا کا ہے اوسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بقیت  
 ازینجہ ہوا کرتا ہے ایسا اسی اوسکو مفاہاتہ کہتی ہیں شرح جامی میں ہے بقال فاجا  
 الامر مفاہاتہ من قولہم فحیثہ فجارہ بالضم والمد اذ القیہ وانت کاشف  
 خرجت فاذا السبع واقف اسکی مثال سائل بخمین مذکور ہے اوس سے بخوبی یہ معلوم  
 فہم میں آسکتا ہے اب ہم باغ فیہ میں آکر دیکھتے ہیں تو بموجب تقدیر شارح کے حصول  
 مضمون جملہ کا جو دخول ازا کا ہے مفاہاتہ صادق نہیں آتا کیونکہ نہایت بدیہی ہے  
 کہ جس امر کی نسبت خداوند تعالیٰ کے کس قدر فیہ احکام بتا کید نازل ہوئی ہوں اور رسول علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام نے اوسکو بابت عہود و موثقتہ اور موثقتہ ہو کہ وہ ایسی ہوں وصیت ہے  
 یا بیان و شہادات کہہ گیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص اسی مطلب کے لیے نازل  
 ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حزر جان موجود ہو تو ایسی حالت میں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی  
 عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا مذلول ایسا موثقتہ ہو کہ وہ  
 بقیتہ اور مفاہاتہ ہو فہل هذا الاکلک بصریح میں بواج ان بموجب ہمارے تقدیر  
 کلام کے نسبت حصول مضمون جملہ پر مفاہاتہ اور بقیتہ ہونا صحیح اور درست عداوت  
 آتا ہے کیونکہ دفعۃً بیعت اہل حلہ عقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہو گئی اور ایک  
 عام و خاص پر اوسکی اطاعت لازم ہو گئی تو جناب امیر نے اوسکی نسبت فرمایا کہ اپنی  
 اپنی امر میں سوچا تو اچانک اطاعت ابو بکر کو جو ذرا پیشتر لازم نہیں تھی اپنی بیعت کرنے پر  
 یہی پہلی اپنی اور پر لازم پایا پس اس صورت میں یہ تقدیر اذ مفاہاتہ کو نہایت چسپا  
 اور اوسکی ساتھ نہایت مربوط ہے اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مفاہاتہ کے  
 ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جسکو فہم کلام کا ذوق مضحکہ ہے وہ سمجھ سکتی ہیں کہ اسجگہ در صد  
 لے بولتی ہیں فاجاہ الامر فجاہ لا فؤد قول عرب سی فحیثہ فجارہ بالضم والمد المذنب تو اس سے ملے اور



مسضاف فاعل کی طرف جو بیہما متحد ہو اور وہ ضمیر متکلم کی ہو واقع میں اور جب وہ متحد فی حکم  
 میں کر دو نو وجوب اطاعت کو مقتضی میں اور متحد فی الفاعل میں کر دو نو کا فاعل  
 متکلم ہے تو اس کو مناسب اور چہاں یہی ہے کہ مفعول بھی دو نو کا متحد ہو اور یہ  
 امر عامی تقدیر کی صورت میں ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا  
 کہ بقدریک کلام یہی فاذا اطاعتے لاجبی بکو قد سبقت بیچتے لہ اور ظاہر ہی لازم  
 و وجوب اطاعت بدون محبت حقیقت خلافت تصور نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ  
 امیر کے نزدیک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہے و ہوا لفظ  
 قطع نظر اس سے اگر ہم محبت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کر لیں تاہم اس کا مال بھی وجوب لازم  
 اطاعت الی کبرھی کیونکہ شارح کی تقدیر یہی فاذا اطاعتے لوسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے قوله المنازعة والقتال اور ہر کوا کو سنی نہیں ہے ہر فاذا اطاعتے لوسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعتے الی بکو اور نہایت بدیہی کے فاذا اطاعتے  
 لوسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعتے الی بکو اور فاذا اطاعتے لاجبی بکو  
 کا مدعا اور الکی ہو پس اس تقدیر میں بھی ہماری اور شارح کی تقدیر میں صرف لفظی فرق ہو  
 اور باعتبار معنی کے اتحادی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعتے لوسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی ابو بکر کی اطاعت کی بارہ میں محض بوجہ صلحت عدم ثوران فتن تھی یا یہ کہ بعد اطاعت  
 بوجہ حقیقت خلافت الی بکو صدیق رضی اللہ عنہ کی عقلی سو اس کو سمع ان اللہ تعالیٰ  
 ابھی جسد سابق کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ جناب امیر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور نہایت  
 مکرر صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتی تھی بعد اس کے تیسرا جملہ جو آخرین  
 مذکور ہے یہ ہے واذا الميثاق في غنقي لغري جہ جسد ثبوت حقیقت خلافت میں  
 ۱۰۰ اچانک میری فرمان برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی ہو کر کے فرمانبرداری میں ۱۰۰ اچانک  
 میری فرمانبرداری ہو کر کے لیے ۱۲

گو یا نصیر میر محمد شارح بھی اس جہد کی شرح میں اسکو مثبت خلافت تسلیم فرمایا ہے  
ابن تیم اسکی شرح میں فرماتے ہیں قولہ واذا الميثاق في عنقك لتخيركم اميناً  
رسول الله صلى الله عليه وسلم وعهد الى بعدهم المشاورة وقيل الميثاق  
ما لزم من بيعته ابي بكر بعد ايفاءها اى فاذا صيثاق القوم قد لزم حتى فلم  
يكنه المخالفة بعده شارح نے اس جہد کی دو تفہیریں لکھی اور دوسری بیان کی  
ظاہر و بدیہی صی کہ اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کی وہ سرسری ہماری  
مدعا کی مثبت میں اور قانع اس تشیع کیونکہ لزوم محبت ابي بكر صلی اللہ عنہ بخیر اسکی  
ممکن نہیں کہ اوپر خلافت حقہ راشد ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بخرام  
برحق کے واجب الطاعت نہیں اور جو شخص غضباً وعدواناً متقدم خلافت ہوا اسکی  
اطاعت اسکی اعانت اسکی حمایت حرام ہے اور اسکی اطاعت کرنے والے آثم  
اور تکب حرام کے اور اسکا خدا ن واجب ہے۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی  
بیعت جناب امیر پر لازم ہو گئی اور عہد لزوم منصب رسول ہوا۔ اور بدو خلافت شدہ  
ہونے کی لزوم ہو نہیں سکتا تھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت خلافت حقہ  
اور امامت ارشدہ تھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ اسوقت نہ خلیفہ تھے  
اور نہ امام تھے اور جس شرط مشعصمت و فضیلت ہی بالکل باطل ہو گئی اور خود آپ کو علما  
ابن تیم مگر بکرمہ رضی اللہ عنہ جو جناب امیرؓ نے ان دو جملوں میں مذہب تشیع کا استیصال  
کر دیا علیٰ اخصر لفظ بعد ایں عہد جو شارح نے بڑے دایہ عجب قدرت اعلیٰ کا ثناء و تمنا فرمایا  
شارح نے توضیح قید جس غرض سے لگائی ہے وہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن وہ بالکل لغو اور  
اور ناگاہ غیر کامیاب میرے گردن میں ہوتا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و ميثاق عدم  
منافعت میں اور بعض کہتے ہیں ميثاق وہ ہے جو ابو بکر کی بیعت کا ميثاق اسکو واقع کرنے کی بعد آپ کو لازم  
ہو گیا یعنی قوم کا ميثاق مجبوراً لازم ہو گیا اور بعد اسکو مجبوراً مخالفت ہو سکی ۱۲۔

باطل ہے اگر ہماری محیب غیب اس کو در پی ہوئی تو ہم انشاء اللہ قائلے بدلائل اس کو بطلان  
 ثابت کر دکھائیں گے حق یہ ہے کہ جب جملہ ہماری نہایت سفید مدعا ہی اور ہماری نہایت  
 کار آمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی بھی واذامیثاقین ہے کہ بعد ایقاع القوم  
 آیا ہاے عنقے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بیعت کے انعقاد کا دار مدار بیعت  
 اہل صلح پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جوادل معنی بیان فرمایا کہ  
 وہ غلط ہیں چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے بحث سے اس کا بطلان بخوبی ثابت ہوتا ہے علامہ  
 اس کو جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذا مضاف جاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے جیسے اناس ہر  
 کہ اس جملہ کے یہی مقدار و حذف کی کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا  
 ارتکاب اس کی جگہ کیا جاتا ہے جس جگہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن نہ ہو  
 حذف خلاف اصل ہے اور یہ جملہ جمیع اجزاء المذکورہ نامی محتاج کسی خبر کی حذف تقدیر  
 کا نہیں ہے کیونکہ اس جملہ کے اصل عبارت اس طرح ہے فاذا ميثاق الغيرة عنقے  
 اور یہ خود جملہ نام ہے جو اپنی نامی میں محتاج کسی جز کا نہیں بخیر اس کو خبر ظرف مستقر  
 جو محتاج متعلق کا ہے سو اس کو تقدیر خارج از بحث ہے پس اس عبارت میں جو تقدیر و تاخیر حذف  
 کا قائل ہیں بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہے تو اس صورت میں معنی صاف واضح  
 ہیں کہ مینی اپنی امر میں کر گیا ناگاہ ميثاق غیر کامیری گردن میں ہوتا اور پہلے شارح  
 کی تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہے جس سے مراد ابوبکر بن امیہ  
 حذف مصناف الیہ یعنی لفظ رسول کا بطلان ثابت کیا گیا تو اس کو معنی یہ ہوئی فاذا ميثاق  
 الی جکر من لزوم بیعتہ بعد ایقاع القوم آیا ہاے عنقے فلم یکنے الخ  
 بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گئی اور دونوں جملے با ہم خوب  
 ناگاہ ابوبکر کا ميثاق اس کو بیعت کے لزوم میں بعد واقع کرنے قوم کے اس کو میری گردن  
 میں تو بعد اس کو محسوس مخالفت ہو سکتی ۱۲-



لا یمتدی فیہا الضال ولا یستقیض المعتدی۔ انتہی بندہ کمترین عرض  
 کرتا ہے کہ مدوح ان اوصاف مدائح کی یا ابوبکر بن عیسیٰ جل ثلث لیکن جائز نہیں  
 کہ مراد جل ثلث ہو کیونکہ جو جل ثلث کو مراد ہے یا ابوبکر و عمر سے پہلے ہی یا پھر  
 ظاہر ہے کہ صحیحی بخیر عثمان رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمان  
 مراد نہیں اور نہ کوئی اسکا قائل ہوا تو لامحالہ یہ مدوح وہ جل ہو گا جو ابوبکر و عمر سے پہلے  
 زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی زمانہ میں دفات یا گرامر لیکن  
 چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہ توصیف کسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی زمانہ میں ہے دفات کر گیا ہو کیونکہ آگاہ ہے ہوا جو و جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا موجود ہی وحی نازل ہوئے ہی قلام روحی خداوندی سے سر انجام پائے ہیں  
 اور جو جناب امیر بھی موجود ہیں الفضلہ تعالیٰ آپ کو جو یہ قرب منزلت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم امر کے رفق و رفیق ہیں دست اندازی ہے اور فضلہ تعالیٰ اس وقت آپ  
 محذو لن تکرر بھی نہیں ہیں تو اسی حالت میں کسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہوا و نہ بالقرہ خلیفہ  
 راشد ہو اسی اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا جو خاص نام کے پہلی آہوں سرسبز کذب  
 و خلاف واقع ہے علاوہ ازیں ثانیاً اس خطبہ کی الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ  
 اصحاب خیر و صبر شریکی تعمیرین خلافت کی طرف راجع ہیں شارح ابن ہشام فرماتے  
 ہیں والضمیر فی خیرہا و شرہا للخلافة وان لم یخیرا لکرها لکونہا  
 معصودۃ او لتقدم ذکرہا۔ انتہی۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص منہ  
 ان صفات کا ہے اسی خلافت کو یا ابوبکر و عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات  
 خلافت سر انجام کر کے نام برائیوں سے بچکر اور نام خوبوں کو سمیٹ کر اپنی شہ  
 لیکر یا پس یا شخص بخیر حضرت ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی نہیں کیا ہے  
 متعبر ہوا کہ وہ جل جو معصودت ان صفات کا ہے یا ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما

کوئی نہیں ہو سکتا۔ ثالثاً اگر سوای ان دونوں کی کوئی تیسری بھی تو آپ کے قطب صاحب  
 مراد نہ دی اور آپ فرماویں تو سچی وہ کون ہے اور اور اس کا نام تو لین بہ بلا جو  
 ایسا نمودار شخص ہوا جس کے ایسی اوصاف ہوں عقل سلیم تسلیم کرتے ہے  
 کہ وہ ایسا مجھول اسم مجسم عفا صفت ہو کہ جس کو کوئی بھی نہ پہچانے اور کھنہ ہرے  
 کہ حضرت امیر نے جو اس کا نام نہیں ذکر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہی ہو گی کہ بوجہ اس کی شہرت  
 کی اوصاف کی ذکر کو نام کے ذکر سے معنی سمجھا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا  
 کیا اور جب کوئی آپ کو اور اگر مراد نہ دی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف میں  
 نہیں معلوم ہوتا تو محض یہ شخصیں دوسو سوہی اور آپ کے قطب صاحب کے کاشف کی غلطی ہو  
 اگر مصداق ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہو جاتا تو زمین و آسمان کو باہم ملا دیتی  
 اور کہہ سکتا کہ غل شوز نہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ بجز ابوبکر و عثمان کے تیسرے شخص موصوف  
 ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہی۔ رابعاً سمجھنا کہ اسی موقع پر مختصر نہیں ہی بلکہ جناب  
 امیر نے بعض اور مواقع میں ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قریب قریب اسکی  
 تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ہی جناب امیر تعریف و توصیف  
 انہیں کی فرما رہی ہیں نہ شخص ثالث کی جیسا کہ آپ کے قطب صاحب نے تو ہم فرمایا چنانچہ  
 بوجاب خط امیر عویہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہیں جس کا علامہ ابن عثیم نے اپنی شرح  
 قبسہ میں نقل کیا ہے و ذکرہ ان الله احبہ له من المسلمين احوانا ایدہم  
 نکالواتے سنار لہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام و کان فیصلہم فی الاسلام  
 لما زعمت والنصہم لله والرسول الخلیفہ الصلیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق

ولہذا ان مکاتہما فی الاسلام اعظیم لان المصائب بہا فی الاسلام لمحرج  
شدید یرحمہا اللہ وجزاھا یا حسن ما عملنا لک بقدر الحاجۃ اور یہ  
عبارات اس خطبہ کے شرح میں مذکور ہیں جیسا عنوان پر ہے ومن کتاب لہ الی  
فاراد قومنا قتل بنی النحس تعریف میں حضرت نے قسم کیا کہ شیخین کے فراموشی کو  
حضرت رضی نے خط میں سے نکال ڈالا ہے۔ دو جہد ایسی جامع ذکر فراموشی میں جو دو جہد  
عشرہ مذکورہ سابقہ کو مع شئی زاید جامع میں پس سہلی ہم ان دونوں جہد کو مضمون میں اس  
خطبہ کے مضمون سے اور اس طرح و توصیف کو اس طرح و توصیف سے مقابلہ کر کے  
دیکھتے ہیں اور موازنہ کرتے ہیں پس اس خط میں پہلا جہد اس خط کا ان مکاتہما فی الاسلام  
اعظیم سے اور دوسرا جہد - وان المصائب بہا فی الاسلام لمحرج شدید ہے ظاہر ہے کہ ہر  
شخص کے علی الخصوص خلیفہ کے دو چٹان میں ایک یہ کہ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ جو اپنی ذاتی  
امور میں ہو مثل تقویٰ و صلاح اعمال و ادا طاعات و عبادات بجا آوری حقوق اللہ میں ہو کہ  
دوسرا یہ کہ اس کا معاملہ عباد کے ساتھ اور حقوق کے بجا آوری کے متعلق ہو گا جناب شیخ  
نے اپنی دونوں جہد میں دونوں کو جمع فرمایا اور دونوں حقوق کے ادا کرنے کی نسبت ایسی  
مح و توصیف فرمائی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور جو حق تعریف کا ہی پہلا جہد ان مکاتہما  
فی الاسلام اعظیم اگرچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم  
علی سبیل التشریح کہتے ہیں کہ اس سے مراد دونوں عظمت مکانی فی الاسلام صرف پہلا  
بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقویٰ ہے چنانچہ ارشاد ہے - ان کرکم عند اللہ بقسم اور  
دوسرا جہد ان المصائب بہا فی الاسلام لمحرج شدید بجا احسان و تکریم باعتبار کمال  
بجا آوری حقوق العباد کے بیان کر رہا ہے یہاں تک کہ ادا ان پر مصائب موت کا دفع

ہونا یعنی اذکار و فرائض پر عمل کرنا یا یوں کہی کہ خلیفہ کے دو چہرے بنی  
 ہیں ایک زمانہ حیات کے کہ جو اپنی زمانہ حیات میں خیرات و حسنات کا حقوق اللہ اور  
 حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری یہ کہ بعد اس کے وفات کے امت میں اس کی  
 وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اس کے نقدان سے امت کو کیسا صدمہ پونچھ پوسٹ ہو گیا کہ پہلا  
 جملہ زمانہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے داشت و تلف بیان کر دے  
 جس کا حاصل یہ ہو کہ ادنیٰ البی اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوئی جو ان کو باعث عظمت و ترقی کے  
 عند اللہ بنائے ہو گئی اور دوسرا جملہ واقعات بعد وفات کو بجا کر کہہ رہا ہے کہ اذکار و فرائض  
 کو سب سے اسلام کو سخت زخم پہنچ گیا ہے چنانچہ شاہد و محسوس ہے عیان ہے بیان  
 کہ شیخین نے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پہنچا جو پھر سہل نہ ہوا اب تمام  
 دو چہرے مضمون کو باعتبار پہلے دو حالتوں کی اوصاف عشر و سابقہ سے مقابلہ و موازنہ  
 کر کے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف عشرہ میں سے پہلا وصف خلق  
 کو احواج اور حاجی کو سیدنا کرنا اور دوسرا وصف اپنی مواظبات اللہ کے ساتھ امر  
 نفسانیہ عباد کا معراجہ اور مداوا کرنا۔ تیسرا وصف سنت بنوی کا قائم کرنا جبکہ اس سے  
 مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا۔ چہاں وصف دینا سے قبیل العیب اخلاصت ہونا  
 یعنی معاصی و قلیبہ کے ساتھ جاننا قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہے کہ معصوم نہ تھی آہو  
 وصف خداوند تعالیٰ کے پوری طور پر بندگی بجالانا نوان وصف اتقا کرنا خدا  
 تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ اور اس کے حقوق کو اس کی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہ  
 چہاں اوصاف گویا اس جملہ کے شرح اور تفصیل ہیں جو اس خط میں اول مذکور مواضع  
 ان مکاتبات میں اسلام عظیم جو مجملہ ان سب صفوں کا جامع ہے اور تیسرا وصف  
 اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سنت بنوی کا گوئیں جاری کرنا اور لوگوں کو اس کا پابند کرنا  
 اور عاملان سنت بنانا اور چہاں وصف فتنہ کو چھی چھوڑنا پانچواں وصف دینا ہے



پاک صاف لوگوں کو مذمتوں سے اپنی حقوق کی نسبت جانا سناؤ ان خلافت کے پہلے  
 عدل انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اور شر و بدعتی فتن اور غریبوں سے محفوظ رہنا  
 و سوان ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ چاہتے ہوئے کسی چھیدہ رستوں میں گمراہ  
 ہو گئے ہوں کہ جن میں گمراہ کو راہ یا بے دشوار ہو اور راہ یا ب کو اپنی راہ یا پی پر پورا نہ آتا ہو  
 یہ پانچوں وصف متعلق حقوق العباد کے ہیں اور گویا شرح جلد ان المصائب ہلما فی  
 الاسلام لم یجرح شدید کی میں بکرا چوتھا اور سوان و وصف تو گویا اس سید کا ہم  
 اور مراد ہی ہے چنانچہ ظاہر ہے معنی بخوف لفظ اجماعاً ذکر کر دیا ہے اور تفصیل میں  
 وصف کو جدا گانہ اور شرح کر کے جملہ کے اندر داخل کر کے نہیں بیان کیا اگر ایسا  
 کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوئی اہل فہم خود سمجھ لیں کہ جو ہم اوصاف عشرہ مذکورہ  
 دو تو چنانچہ ساتھ باعتبار دوسری دونوں احتمالاً مقابلہ کرتے ہیں وہ واضح ہوتا ہے  
 کہ جملہ اولی شرط کا ان مکلفات الخ ممدوح کے اور اعمال سنہ کی جو اپنی زاد حیات  
 میں بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد کی ہو گویا تصویف کیجی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ  
 ان المصائب الخ ممدوح اور حالات اور واقعات کو ظاہر کر رہا ہے جو ممدوح کے وفات  
 بعد ہر مین آئی اور ان صدقوں کو نبرداری رہا ہے جنکی سبب سے محمد و حین کے تقال کے  
 بعد اسلام ختم ہو چکی اور نجروح ہو گیا اور یہی دونوں امر میں کہ جنکو شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ  
 میں مذکور ہے چنانچہ پہلا وصف اور دوسرا اور تیسرا اور چارواں اور چھٹا اور ساتواں اور آٹھواں  
 اور نوں جسبند اولی کے شرح ہے جنہیں اور حسنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ممدوح  
 اپنی زاد حیات میں بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد کی کے عظمت پر تہ خدا تعالیٰ  
 کی نزدیک پیدا کر کے لیکھا اور چوتھا اور سوان و وصف جملہ ثانیہ کی شرح ہے اور پچھلین  
 اور تھیتو کا بیان ہے کہ جو وفات ممدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پونجی  
 عرض تہ تفصیل اور یہ اجمال با ہم پوری طور پر سابق میں تو اس تقریر سے ثابت ہوا

کرم و ثنا کسی سیر شمس کے نہیں بلکہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب  
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ خاصاً علامہ ابن میثم نے بھی اسکو ترجیح دی ہے کہ موصوف  
 ان اوصاف کا یا ابوبکرؓ ہے یا عمرؓ بلکہ انہی میں چھرت ابوبکرؓ کو نسبت جناب عمرؓ  
 کی ترجیح دیتا ہے ہم علامہ کی کلام و سلی شرح کبیر سے نقل کرتے ہیں اہل عقل و انصاف  
 لا ڤظفرین والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القطب الراوندی انہ انصار ادا  
 بعض الصحابة من الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات قبل وقوع  
 الفتن وانتشارها وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذكورة في الكلام  
 يدل على انه اراد رجلاً ولی امر الخلافة قبله لقوله قوم الاعد وداوی العدا  
 ولم یرد عثمان لوقوعه في الفتنة وتبعها بسببه ولا ایاہم لقصر مدة خلافته  
 وبعد حمدہ عن الفتن وكان الاظهر انه اراد عمر واول ان اراد تلافی  
 امثله من ارادته لعمرها ذكره في خلافة عمر وذمها به في خطبته المعروفة  
 بالشفقة كما سقت الامثلة الیہا انتہی بقدر الحاجة اس عبارت سے  
 صاف ظاہر ہے کہ شارح کے نزدیک لفظ فلان سے سوائے ابوبکرؓ کے شخص ثالث کا  
 مراد ہونا مرجح ہے کیونکہ اول الجور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلان سے عمرؓ میں قطب کا  
 مراد لفظ فلان سے عمر بن خطاب سے مراد قطب راوندی سے منقول ہے کہ حرف بعض  
 صحابہ زائد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فتنوں کی واقع ہوئے اور پہلی ہی پیشتر انتقال کر گیا مراد کیا ہے اور اس کے بعد  
 کہا کہ ظاہر اوصاف اس پر دل میں کہہ شخص مراد ہے جو آپؐ پہلے از خلافت کا متولی ہو اسبب اس قول کے کجی کو یہ  
 کیا اور چاری کا علاج کیا۔ اور عثمان تو مراد نہیں ہے کیونکہ وہ فتویٰ میں اور اس کے سبب فتنی پہلے اور ابوبکر  
 ہی اسبب کی مدت خلافت اور اسبب وہ ہونے زمانہ خلافت کے فتن سے مراد نہیں ہے تو گویا ظہر یہ ہے  
 کہ عمر بن خطابؓ کے مراد کہا سادہ میں کہتے ہوں ابوبکرؓ کو آپؐ کے مراد کہنا بہ نسبت عمرؓ کے زیادہ مستحسن ہے کیونکہ ظہر  
 شقیہ میں خلافت عمرؓ کی نسبت کی ہے چنانچہ اس کی طرف اشارہ راگز چکا۔ ۱۲۔

قول نقل کیا ہوا دیکھو بعد بن ابی الحدید کے قول سے ہمیں عقلی طور پر طبلان قول راندی کا  
 ثابت کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ قطب راندی کا قول عجوبی عبارت کے سر  
 مخالف ہوا دیکھو بیان کیا گیا ہے کہ اٹھویں سہ ہجری کہ حضرت عسکریؑ پر شارح خود کہتا ہے  
 کہ شہر جو حق ہے کہ مراد ابو بکر صدیقؓ میں پس شارح ابن ہشام اور ابن ابی الحدید متفق ہیں  
 کہ شخص ثالث مراد نہیں اور قیس شخص مصداق ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے یہ شخص آقا قطب  
 صاحب کے رنگ گمانی یا قصور کا شفق ہے کہ نہ عبارت کو کچھ نہیں مین مراد اسکو مضمون کو سمجھتا  
 ہیں اور اپنی توجہ کی چلے جاتے ہیں تو اہل الفاظ سے پیدا ہوا غور خیر ہوگا اس سے کیا بحث  
 خدا تعالیٰ اذکو اس کا انداز اور دیانت کے برابر اور کی دوزی کی سزا دینی ہوگی  
 پر جائز الخ - ہماری عرض یہ ہے کہ سوادف ان اوصاف کا یا جو کہ میں یہ سہ اور یہ ثابت  
 ہو گیا اور یہی ہے کہ شخص موصوف ان اوصاف کا ہو گیا وہ خلیفہ راشد اور امام متقی ہوگا  
 نہ ظالم غاصب و فاسق نہ ناجو کہ انسانی اور قطعاً بتعلق نہ رہے ان میں بلکہ سلاطین و امین ہیں یہ  
 قطعاً عقود و تقین یا خلفائے امین ہیں اور جو کہ ان میں کسی ایک کی مانند نہیں ہے کوئی نہیں ہے تو ابو بکر یا عمر یا  
 بنو علی اور خلیفہ راشد نہ ثابت ہوا اب ہم ان اوصاف کے بعض بعض شرح کر لیتے ہیں وقد وصف  
 بامور احدھا تقویہ للاود وھو کناۃ عن تقویہ لا ھو حاج الخلق عن صیل  
 اللہ الی الاستقامۃ فیہا اللہ صدا و اتہ للعہد واستعار لفظ العہد لا مراض  
 النفسانیتہ باعتبار استقامۃ لا ذی کالعہد و وصف المدا و اقلعاً لکبر  
 تلك الامراض الموانع الباقیہ والنزول القار عہد القولیۃ والفعلیۃ الثالث اقامۃ  
 لہ اور تحقیق چند اوصاف کے ساتھ اسکو موصوف کیا اداں کا بھی کو سپہ سالار اور سپہ سالار ہوا اس سے کہ وہی خلق کی  
 امثالی سستہ سے استقامت اور ہوا کی طرف سید ہو گیا - دوسری اور کا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عہد کو  
 امراض نفسانیہ کی بھی چونکہ وہی مثل سسکی تکلیف کے مستند ہوا ہوا کیا اور پوری نصیحتوں اور پوری دیکھوں قولیہ  
 نصیحت کے ساتھ امراض کے ساتھ کو مدام کے ساتھ وصف کیا - ۱۲ -



کسی میں باقی جاکر میں حاشا دکھلا اور غلامین میں جب ایک کڑی خلافت ثابت ہو گئی تو سب  
 ثابت ہو گئی تو اس میں ثابت ہو کہ خلافت خلیفہ راشد علیہ السلام ہی مدعا تھا اور یہ تسلیم قول اہل  
 راوندی کے جو کہ گئی ہی بشرط تسلیم اس امر کی کہ راوندی کا مدعا یہ ہے کہ مراد اجل سے وہ  
 ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی زمانہ میں قبل از وقوع فتنہ  
 پاکیا ورنہ علامہ ابن میثم نے جو عبارت متضمن مضمون میں باندی نقل کی ہے اس میں صرف  
 اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اگر اجل سے مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتنہ سے پہلے فوت  
 ہو گیا اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ مراد اجل سے کوئی شخص  
 ثالث یا سوای ابوبکر عسمر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتے ہیں  
 کہ مراد یا ابوبکر عسمر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتے ہیں  
 کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صدر ان اوصاف کا ہو سکی۔ اور ثانیاً  
 مومنات قبل وقوع الفتنہ و انتشار رہا ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمانہ حیات  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اوسنی وفات پائی ہو بلکہ اس میں صاف مفہوم  
 ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زندہ رہا۔ مان وقوع  
 اور انتشار فتنہ سے پہلے حلیت کر گیا اور ایسا شخص کچھ ابوبکر یا عسمر رضی اللہ عنہما کے  
 اور کوئی دوسرا نہیں۔ ابن ابی الحدید سے علامہ ابن میثم نے صاف طور پر نقل کیا ہے  
 کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین رضوان اللہ علیہما سے بالکل پاک اور صاف  
 ہے زمانہ فتنہ بعد وفات جناب فاروق شروع ہوا ہے پس حضرات شیخین پر مضمون  
 عبارت راوندی۔ اللہ انما اراد بعض الصحابة في زمن رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم من مات قبل وقوع الفتنه وانتشارها بخولي صادق آتاهم اور  
 اس عبارت میں محسوس ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک ہی مراد اجل سے یا ابوبکر عسمر  
 یا عسمر رضی اللہ عنہما نام نہیں ہے اور نام سے تو کیونکر لے اوسکو اپنی مذہب سے

ہر شخص نے زمین پر بھی کر خود اپنی رائےوں سے اپنی مذہب کا امتثال کریں جس سے  
 بقول قطب الانقلاب شیعہ و غلام ابن مہتمم و ابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مراد ابو بکر بن  
 یسیر الحمد للہ علیہ و وضوح الحق و فضوح الباطل اب وہ جواب بھی  
 ضرور سنی پامال حضرت شیعہ نے اس کلام کے جواب میں فرمائے ہیں۔ جواب  
 اول یہ ہے کہ ہم مدح اون کو کوئی کجگوئی و اسطرح کے لینی ہوا ہے ہر کو جو  
 سحت و خبیثت خلافت شیخین کے معتقد تھی اور باسی ہے کہ یہ جواب نہایت وہی  
 ہے کیونکہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ یہ مدح و کجگوئی کے خود پر فرمائی تھی لیکن ہم یہ کہہ رہے  
 ہیں کہ یہ مدح مطابق واقع و نفس الامر کے تھی یا نہ تھی اگر مطابق واقع نہ تھی۔ تو  
 سب ذلالت اپنی لوگوں کو دیکھوئی کے واسطی قسم کہا کہ دس جوت بولی اور جوت  
 و فریب کے ساتھ لوگوں کا راضی کرنا چاہا اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کے ساتھ لوگوں کو راضی  
 چاہا ہی اور اس پر جوت کا نتیجہ عزت یہاں تک کہ لوگ شیخین کے مدح و ثناء حضرت کے  
 زبانی خلافت کے بارہ میں منکر اور کفر حقیقت خلافت کے معتقد ہوں اور زیادہ گہری  
 میں پڑیں پھر اگر بقول ابن مہتمم کے اگر آپ کو ایسا ہی جوت بولکر کام نکالنا تھا تو  
 بمقابلہ امیر معاویہ کے یہ طرح کیوں جوت بولکر کام نہ نکالا۔ وٹان تو امیر معاویہ کی ہمت  
 اور اپنی مدح میں فرما۔ تے ہیں کہ وہ فریب کرنا ہی اور ہم دعا اور فریب نہیں کرتے  
 پس آفرین ہی حضرات شیعہ کے دلاور متکبر پر کہ اگر پروردہ میں کیا کیا خوبیاں حضرت  
 انہ کی طرف منسوب فرمائے ہیں اور اگر یہ مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت  
 اور یہ جواب لغو اور باطل ہے۔ دوسرے جواب اس کا یہ فرمائے ہیں کہ یہ مدح بطور  
 طنز و تعریض عثمان اور انکو تو بیچ کے تھی یا بن معنی کہ بعد اوس شخص کے جو ان صفات  
 کو ساتھ متصف تھا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی افتادہ کے ساتھ متصف تھا  
 اسی کی خلافت عثمانی میں نہ اوٹھی اور انہوں نے سببت المال کو بجا صرف کیا جسکو

سبب سے ادن پر بلوا ہوا یہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور اسی طرح جیسا کہ پہلا جواب تھا  
 کیونکہ ہمیں یہی وہی کلام ہے کہ جو اس جواب میں کی گئی ہے علاوہ اس کے اصل انصاف  
 نظر انصاف سے دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی ایسا لفظ نہ ہو کہ کسی جو وطن و توہین یا  
 تو بیچ پر دلالت کرتا ہو۔ چنانچہ یہ سب ڈھکوسلہ گھر ہوا ہے کیونکہ جہاں بیٹے خدائی قسم  
 کہا کر فرمایا تھا کہ واللہ لا ملین ما ملعت اور المسلمین ملہ لیکن یہاں جو لہجہ لایا ہے  
 ظاہر ہے کہ آپ نے جو جو اس جو بوسلم کے سکوت فرمایا تو بقول شیعہ اپنی عین میں جو طاعت پر  
 بھی حاکم ہوئی اور خاصاً۔ علاوہ ازیں یہ جواب خود ہماری سدید اور صاف دلالت  
 کرتا ہے کہ اور بیل سے قطعاً یا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں عیسیٰ رضی اللہ عنہ کیونکہ طعن و توہین  
 جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو فیہ نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہ کہا  
 گیا کہ فلان خلیفہ تو ان محمد و اوصاف کے ساتھ متصف تھا اور یہ خلیفہ ادن اور صاف  
 سے متصف نہیں اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بجز ابوبکر و عمر کی نہیں ہوا کہ وہ ان میں  
 کو ساتھ متصف ہو اور اگر واقع میں وہ خلیفہ جسکی نسبت عثمان کو توہین کی گئی ہو  
 ایسا نہ تو وطن و توہین کے غلط ہونے کی علاوہ عثمان اور انکی اولیا کہہ سکتی ہیں  
 کہ آپ نے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف باہن صفات ہو آپ خود متفقہ  
 نہیں ہیں کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جھوٹ سے الزام نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ  
 طرح و صفت عثمان و منقبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہی عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی اور واقعی اور نفس الامری ہی اور جب یہ  
 ثابت ہوا تو حقیقت خلافت کا ثبوت اسکی گویا فرع ہے وہ یہی ثابت ہوئی باقی اسکی  
 بحث اور جیکہ گویا سیکر جبکہ ہماری فاضل مجاہدین بہت کچھ جوش و خروش فرمایا ہے۔  
 دلیل سب سے اسکی اہم لائقہ امام کلینی نے فروع کلینی میں باب بن محبوب علیہ السلام و من لا  
 یحبہ میں ایک خوب حدیث نقل کی ہے۔ جسکو خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی  
 رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغنیمین میں نقل کیا ہے جو کہ وہ حدیث مثبت خلافت خلفاء



ﷺ رضی اللہ عنہ بھی اوس حدیث کو از انہیں سے نقل کرتے ہیں علی بن ابی اہیہ  
 عن ابیہ عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر الزبیری عن  
 ابی عبد اللہ قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجماد فی سبیلہ اہو یقول  
 لا یجمل الا لہم ولا یقوم الا من کان منہم ام ہو مباح لكل من وحد اللہ  
 عز وجل وامن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ومن کان کذا فلا ینزع  
 الی اللہ عز وجل والی طاعتہ وان یجاہد فی سبیلہ فقال ذلک بقوم یجمل  
 الا لہم ولا یقوم ذلک ان من کان منہم قلت من اولک قال من قام بشرائط  
 اللہ عز وجل فی القتال والجماد علی المجاہدین فهو لما ذوت لہ فی الدعاء الی اللہ عز وجل  
 ومن لم یکن فاتھا بشرائط اللہ عز وجل فی الجماد علی المجاہدین فلیس بہادون لہ  
 فی الجماد ولا الدعاء الی اللہ حتی یحکم اللہ فی نفسه ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجماد  
 قلت فین لی یومک اللہ تعالیٰ قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ اخبر فی کتابہ ما لہ ووالیہ ووالیہ  
 ذلک لہم درجات یعرف بعضها بعضاً ویستدل ببعضہا علی بعض فاحرامہ

سلمہ ابو نعیم زبیری امام ابو نعیم رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے کہ اسی عرض کیا پھر حضرت مجاہدین کی طرف سے ہوا اور کراہیں  
 جماد کرنے کی خبر دینی گئی وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کی کسی دوسرے کو حلال نہیں ہے اور اس کو  
 بجز ان کو کوئی دوسرا یہ نہیں کر سکتا یا وہ ہر ایک شخص کو جو وحدانیت الہی کا قائل اور بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا ہر طرف ہر مباح ہے جو کہ اللہ کے اور کسی بندگی کی طرف متالی اور ہو کہ لہ میں جماد کرے فرمایا یہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے  
 کہ بجز ان کو کسی کو حلال نہیں اور اسی ان کی اور اس کو کوئی یہ نہیں کر سکتا یعنی عرض کیا وہ کون لوگوں فرمایا جو شخص اللہ کے  
 شرائط کے ساتھ قتال جماد میں جماد میں قائم ہو۔ وہ اللہ عز وجل کی طرف دعوت کا مجاہد ہے۔ اور جو ان شرائط  
 کی ساتھ جو جماد میں جماد میں قائم ہو۔ تو وہ جماد کا اور خدا کی طرف دعوت کا مجاہد  
 نہیں ہے۔ تاہم اگر اللہ اس کی نفس میں شرائط جماد کا جو ہر مقرر کی میں حکم کرے۔ میں نے عرض  
 کیا۔ تو یہ ان فرمائی خدا آپ پر رحمت کرے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی طرف  
 دعوت کی خبر دی اور اس کو سکویاں کیا۔ اور انگریزی اس کی درجہ مقرر کیے جنہیں بعض کو بعض سے  
 چاہیں اور بعض پر بعض سے استدلال کریں پس طبری ۱۲۔



تبارک وتعالیٰ اول من دعا الى نفسه فدعا الى طاعته وابتاع امره فبدا  
 بنفسه فقال والله يدعوا الى دار السلام ويهدي من يشاء الى صراط المستقيم  
 ثم تبنى بمسوله فقال ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وبارك لهم  
 بالتي هي احسن يعني بالقرآن ولم يكن داعيا الى الله عز وجل من خالف امر الله  
 يدعوا اليه بغیر ما امر فی کتابہ والذین امر لا تدعی الایہ وقال فی نبیہ صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم یدعی الی صراط مستقیم یقول یدعو ثم ثلث بالدعاء الیہ بکتابہ ایضاً فقال  
 ان هذا القرآن یهدی الی صراط مستقیم الی صراط مستقیم الی صراط مستقیم  
 ولیدعوا رسولہ کتابہ فقال ولتكن منكم طائفة يدعون الى الخير يامرون بالمعروف وينهون  
 عن المنكر واولئك هم المفلحون ثم اخبر عن هذه الامه وممن هم وانها  
 من ذرية ابراهيم ومن ذرية اسمعيل من سكان الحرم ممن لم يعبدوا عیلة قطع الذین و  
 لهم الدعوة دعوا ابراهيم اسمعيل من اهل المسجد الذین اخبر عنهم فی کتابہ انہم اذہبوا  
 وطهرهم تطهیر الذین وصفناہم قبل هذا فی صفۃ اللہ ابراهيم الذین عنہا ہم اللہ تبارک وتعالیٰ فی اولادہ

سنة ۱۰۰۰ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلی اپنی دعوت کو اور اپنی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلایا پہلی اپنی  
 آپ کو رکھا اور فرمایا (اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور جہنم کو چھوڑتا ہے سید ہی راہ دکھاتا ہے) دوسری اپنی رسول  
 مقرر کیا اور فرمایا (اپنی پروردگار کی رسمہ کی طرف بلاتا ہے اور اپنی بے نصیحت کے ساتھ جہنم کی طرف بلاتا ہے اور اپنی  
 طریقہ سے) یعنی قرآن کے ساتھ اور جنت کے حکم کا مخالف ہو اور قرآن کی حکمت کو سوا کی طرف بلاتا ہے تو وہ جنت کی طرف بلاتا ہے  
 اور دین الہی اور اس کو بجز اس کی دعوت نہیں کہتی تے اور اپنی ہی صراط مستقیم کے باب میں فرمایا (اور بیشک سید ہی راہ دکھاتا ہے  
 یعنی بلاتا ہے) پھر تیسری اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (پھر قرآن کی حکمت کی طرف راہ دکھاتا ہے) یعنی بلاتا ہے اور  
 سننا یہ ہے جو نکلا کر کیا جسکو اپنی اور اپنی رسول اور اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہی اور فرمایا (قرآن میں سوا ایک ایسی صحت  
 چاہی جو پہلی کی طرف بلاتین اور امر معروف اور نہی کر کے اور یہ لوگ فلاح یا بے یمن ہیں اس صحت کی خبر دی کہ یہ صحت  
 اور یہ ہے اس صحت کی اصل کے لئے اور صحت کے معنی والو سنئے ہے جنہوں نے فلاح کی سوا کہی کیا جو صحت نہیں کی اور یہ صحت کی اصل  
 کہ خدا واجب ہوئی اور اس صحت کے معنی بھی نہیں اس کتاب میں دی جو کہ اس صحت کی خبر دی کہ وہ صحت کی اصل ہے اور یہ صحت  
 اس کی پہلی صحت بیان کیا اور یہ صحت کے صحت میں اور جنت تبارک وتعالیٰ نے اپنی اس قول میں اور اس کے بعد ۱۲۷

إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَوْ مَنِ اتَّبَعْتَنِي بِعِزٍّ أَوَّلٍ مِّنَ اتِّبَاعِهِ عَلَى الْإِيمَانِ بِهِ وَالتَّصَدِيقِ  
وَبَعْدَ جَوَابِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْأَمَةِ الَّتِي بَعَثَ فِيهَا وَفِيهَا وَإِلَيْهَا قَبْلُ  
الْحَقِّ مَنِ اتَّبَعَ شَرَّكَ بِاللَّهِ قَطُّ وَلَمْ يَلِيسْ إِيْمَانُهُ بِظُلْمٍ وَهُوَ الشَّرُّ لَمْ يَذْكُرْ  
اتِّبَاعَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَاتِّبَاعَ هَذِهِ الْأَمَةِ الَّتِي وَصَفَهَا  
فِي كِتَابِهِ بِالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَعَلَهَا دَاعِيَةً إِلَى الْوِثَاقِ لَهُ  
فِي الدُّعَاءِ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
ثُمَّ وَصَفَ اتِّبَاعَ نَبِيِّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَلِلَّهِ  
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رِجَالٌ بَيْنَهُمْ تَرَاثُمٌ زَكَاةً سَجْدًا يَتَّبِعُونَ فَضْلًا  
مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سَيَأْتِيهِمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ  
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ وَقَالَ يَوْمَ لَا يُخْرِي اللَّهُ  
النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ  
رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْقِلْنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ يَعْنِي أُولَٰئِكَ

۱۔ علی بصیرت یا دامن تبعی۔ مراد کہا ہے یعنی سب سے پہلی جنہوں نے حضرت کی پیروی کی آپ پر ایمان لائے  
اور ان کی تصدیق کرنی میں اور جو آپ پر ایمان لائے اس میں سب سے پہلی طرف مبعوث ہوئی جن کو قبول کیا اور پہلی شہادت  
شکر کیا اور انہیں ایمان کہ تم ظلم کو شکر نہ کرو یا پہلی صلوات اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ذکر کیا اور اس میں اتباع جبکہ اس میں ایمان  
اور المعروف اور نہی عن المنکر کا وصف دیا اور ان کی طرف بلائے ملا اور دیا اور ان کو دعوت کا اذن فرمایا اور کہا (ای نبی تجاوتہ  
اور تیری پیروی کرنے والے مؤمنین کافی ہیں) یہ مؤمنین اپنی اپنی پیروی کرنے والے کا وصف بیان کیا اور فرمایا (محمد اللہ کا  
رسول ہے جو اس کی صاحب میں کا فزون پر سخت اور اس میں ترم میں تو ان کو رکوع جو کہتے ہوئی و کتبہ اس کو طے کر  
مقد سے فضل اور ایمان کو ان کو علامتین اور ان کی چہرہ پر سجدہ کے نشان ہیں یہ ان کو مثل ہی تواریت میں اور ان  
پہل میں) اور فرمایا (جس دن خدا کا رکھنا اللہ بنی کو اور ان کو جو اس کی سہ ایمان لائے اور ان کو خدا کی ہستی بائیں و درنا  
ہر گاہ کہنگر ای رب ہدی پورا رہی ای ہمارا خدا بخش سکے تو ہرشی پر قدرت والا ہے) ۱۴۔

المؤمنین فقال قد افلح المؤمنون ثم حلاهم ووصفهم کيلا يطمع  
 في الحاق بهم الامن كان منهم فقال فيما حلاهم ووصفهم الذين هم  
 في صلواتهم حاشيت جوت والذين هم عن اللغو معرضون الى قوله  
 تعالى اولئك هم الوارثون الذين يورثون الفردوس هم فيها خالدون  
 ثم حلاهم ووصفهم کيلا يطمع في الحاق بهم الامن كان منهم فقال  
 فيما حلاهم به ووصفهم وقال في وصفهم وحليتهم ايضا الذين لا يدعون  
 مع الله الها اخر الاية ثم اخبرانه اشترى من هؤلاء المؤمنين ومن كان  
 على مثل صفيتهم انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل  
 الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التوراة والانجيل والقرآن  
 ثم ذكر وفاتهم له بعدده ومبايعته فقال ومن او في بعدده من الله  
 فاستبشر بالبين ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم  
 هذه الاية ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم

یعنی یہ مسلمانین اور ایمان (بیشک کہ کامیاب ہوئی ایمان دے) پر اور انکو نسبت بخشی اور انکا وصف کیا تاکہ  
 بجز اوکی جو اولین سے ہو اور یمنین لسی کے منع کرے تو انکی نسبت اور وصف میں قرار دیا (جو اپنی ندر میں خلوغ کرتے  
 ہیں اور جو یہود کے سر عرض ہیں۔ الی قولہ اللہ۔ یہ بھی وارث ہیں جو بہت فرسوس و دشمنوں کے ہمیت اسمین  
 رہیں گے) پر اور انکو نسبت بخشی اور وصف کیا تاکہ بجز اوکی جو ایمان سے ہو اور یمنین مانکی طبع کرے تو انکی وصف اور حلیہ میں قرار  
 دیا (جو یمنین کے ہیں اللہ کے ساتھ دوسری جہود کو اللہ) پر خبر دی کہ اوسنی ان سوسنوسی اور جو انکی صفت  
 پر ہیں اور انکے جانوں اور امان کو اسکی عرض میں کر او انکی لپی جنت ہرگی اللہ کے راہ میں لڑیں ہیں  
 مارین اور یمنین اللہ کا سچا و عدم جز۔ تو رات اور انجیل اور قرآن میں پر او انکی عہد کے پورا کر دینا۔ اور  
 سبیت کا ذکر کیا (جو پورا کرے اپنی عہد کو اللہ سے فوضہ ہو بہتاری بیعت کا جرتنی کی ہے اور  
 یہ جبے کا میا بی ہے) جبہ یہ بہت۔ ان اللہ اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم  
 الجنة۔ ۱۳۔

الْحَجَّةُ قَامَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ صُلَيْمٍ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِي اللَّهِ أَرَيْتَكَ الرَّجُلَ  
يَأْخُذُ سَيْفَهُ فَيَقَاتِلُ حَتَّى يَقْتُلَ إِلَّا أَنْ يَقْتُلَهُ مِنْ هَذِهِ الْحَادِمِ أَشْهَدُ هُوَ تَزَلُّ  
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّاجِدُونَ الرَّاكِعُونَ  
السَّاجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ  
لِحُدُودِ اللَّهِ وَكَثِيرٌ مِمَّنْ ظَنَّ أَنْ يَمُوتَ فَبَقِيَ حَيًّا فَسَمِعَ اللَّهَ سَمْعَهُ وَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
مَنْ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هَذِهِ صِفَتُهُمْ وَخَلِيقَتُهُمْ بِالشَّهَادَةِ وَالْحَجَّةِ نَبُوَالِ  
التَّائِبُونَ مِنَ الذَّنْبِ الْعَابِدُونَ لِلَّهِ لَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا يَشْرِكُونَ  
بِهِ شَيْئًا الْحَامِدُونَ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ عَلَى كُلِّ مَحَالٍ فِي السُّبْحَةِ وَالرَّحَاءِ السَّالِحِينَ  
وَهُمُ الصَّامُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الَّذِينَ يُؤْطِفُونَ عَلَى الصَّوَاتِ  
الْخَمْسِ الْحَافِظُونَ لَهَا وَالْحَافِظُونَ عَلَيْهَا بِرُكُوعِهَا وَسُجُودِهَا فِي الْحَشْرِ  
فِيهَا وَفِي أَوْقَاتِهَا الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ بَعْدَ ذَلِكَ وَالْعَامِلُونَ بِهِ وَالنَّاهُونَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْمُتَّقِينَ عَنْهُ قَالَ فَيُشْرِكُ مَنْ قَبْلَ وَهُوَ قَائِمٌ بِهَذِهِ الشَّرْطِ بِالشَّهَادَةِ

۱۵ نازل ہوئی تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آدھا اور عرض کیا یا نبی اللہ متبادی ایک شخص ہے  
راہنی تلوایسکرتا ہے اور قاتل ہوتا ہے لیکن وہ حرام کا سوا کچھ نہیں کرتا ہے کیا وہ شہید ہے تو اللہ نے  
نازل فرمایا تو یہ کر نیوالے بندگی کر نیوالے شکر کر نیوالے روزہ رکھنے والے نیکو کر نیوالے سجدہ کر نیوالے پہلے  
کا حکم کر نیوالے برائی سے روکنے والے اللہ کی حدود کو بچھپانے والے اور جو شجرہ دی ایمان آؤ کو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
فرمایا میں کی اون ایمان والوں کی جگہ پر صفت اور پند پور ہے شہادت اور جنت کے ساتھ تفسیر  
فرمائی اور فرمایا گن ہوں سے تو یہ کر نیوالے جو سوا ہی خدا کے کیلئے عبادت نہیں کرتے اور سیکو  
اور کاشمیک نہیں کرتے شکر کر نیوالے جو ہر حال سختی و نرمی میں شکر کرتے ہیں روزہ رکھنے والے  
و کوع سجدہ کر نیوالے جو پانچوں نماز میں ہر وقت کرتے ہیں اور اوپر کو کوع سجدہ کے اور اوپر کو کوع سجدہ کے  
کونگداشت کر نیوالے اللہ میں اللہ کی پہلے باتوں کا حکم کر نیوالے اور خود اس پر عمل کر نیوالے اور برائی سے روکنے والے  
اور خود باز رہنے والے فرمایا پس جو شجرہ ایمان آؤ کو شرعاً ان کے شکر کر نیوالے قاتل ہو کر مقتول ہو شہادت ۱۲۔

والجنة ثم اخبر تبارك وتعالى انه لم يامر بالقاتل الا اصحاب هذا الشوط  
فقال عز وجل اِنَّ الَّذِيْنَ يُعَاكَفُوْنَ بِالْهَمِّ ظَلَمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ لَظَهِيْرُهُمْ  
اَقْدَرُ الَّذِيْنَ اَخْرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ لِيُغَيِّرَ حَقِّ الْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ وَدَلَّكَ  
اَنْ جَمِيْعَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَيْسَ لَهُ وَلَا تَبَاعَدُ مِنْ  
الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَهْلِ هَذِهِ الصِّفَةِ فَمَا كَانَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْ اَيْدِي الْمَشْرِكِيْنَ وَ  
الْكُفَّارِ وَالْظَّالِمِيْنَ وَالْفَجَّارِ مِنْ اَهْلِ الْخِلَافِ لِلرَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَالْمَوَلٰى عَنْ طَاعَتِهَا مَا كَانَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ ظَلَمُوا فِيْهِ الْمُرْمِيْنَ مِنْ  
اَهْلِ هَذِهِ الصِّفَاتِ وَغَلَبُوْهُهُمْ عَلَيْهِ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ فَهُوَ حَقُّهُمْ  
اِقَاعَ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَصَرَّحَ اِيْلَيْهِمْ وَاِنَّمَا مَعْنَى الْاَلْفِ كُلُّهَا صَادِرٌ اِلَى الْمَشْرِكِيْنَ ثُمَّ رَجَعَ  
فَمَا قَدْ كَانَ عَلَيْهِ اَوْ فِيْهِ فَمَارِجِعْ اِلَى مَكَانِهِ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ فَقَدْ اَصْلُ  
قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَانْ فَاَوْ اِنَ اللّٰهُ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ اَي رَجِعُوا ثُمَّ قَالَ وَاِنَّ  
عَزَّ وَجَلَّ اَلْطَّلَاقَ فَاتَّ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلَيْكُمْ وَقَالَ اِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

۱۵ اور جنت پر خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ اسی بخیران شرعون والو کی سی کو تھا کہ تم نہیں فرمایا یہ خبر خدا عزوجل نے فرمایا۔  
(اذا ان دیا گیا ان کو یہ جنتی لوگ اُن سے ہیں اس سبب سے کہ ان پر ظلم ہوا ہی اور اللہ ان کو اور پورا رہے جو لوگ،  
نہا گئی اسی گھر و سنی، حق لیکن یہ کہ بہت ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے) اور یہ اسی کو تمام جو کچھ آسمان اور زمین  
میں ہر اللہ قائلے اور ان کی رسول اور اس کی پیروی کرنے والے مومنوں کا ہی جگو یہ صفت ہی تو جو کچھ دنیا  
میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں اور اس کو نافرمانوں مشرکین اور کافروں اور ظالم اور فاجر و فاسق  
قبضہ میں ہے اس میں اس صفت کے ایمان، ان پر ظلم کیا ہو اور نہ غلبہ کر کے ایسا۔ جو کچھ اللہ نے اپنی دل کو  
بطورے کے زیادہ ان کا حق ہو کہ اللہ نے ان پر نواہا اور کھرب نے کے معنی ہر، ہشی جو شرکوں کو طرف  
چلو جائے پر لوٹ آئی جس حال پر تھی۔ تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اس کی یہی لفظ فار ہے  
چنانچہ اللہ عزوجل کا قول ان فار افا ان اللہ غفور رحیم یعنی اگر کوئی شہر فرمایا۔ فان غفور رحیم  
فان اللہ سمیع علیم اور فرمایا۔ وان طائفتان من المؤمنین ۱۲۔

اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بقت احدیہما علی الآخری فقاتلوا اللہ یتغی  
 حتی تقی الی امر اللہ ای ترجع فان فاءت ای رجعت فاصلحوا ابینہما بالعدل  
 واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین یعنی بقولہ فی ترجع فذلک الدلیل علیہ  
 ان الفی کل راجع لمكان قد کان علیہ اوفیہ ویقال للشمس انازلت قد فاءت  
 الشمس حین تقی الفی عند مرجع الشمس لزوہا وکذلک ما فاء اللہ علی المؤمنین  
 من الکفار فافاءنا ہے حقوق المؤمنین رجعت الیہم بعد ظلمہم ایادہم  
 وذلک قولہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا اما کان المؤمنین احق بہ  
 منهم وانما اذن المؤمنین الذین قاصوا بشریط الایمان الی وصفنا ہا وذلک  
 انہ لا یكون ما ذونالہ فی القتال حتی یكون مظلوما ولا یكون مظلوما حتی یكون  
 مؤمنا ولا یكون مؤمنا حتی یكون قابعا بشریط الایمان الی شرط  
 اللہ عز وجل علی المؤمنین والمجاہدین فاذا نکاحلت فیہ شریط اللہ عز وجل  
 کان مؤمنا واذ کان مؤمنا کان مظلوما واذ کان مظلوما کان ما ذون الجہنم

سلا اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بقت احدیہما علی الآخری فقاتلوا اننی تقی حتی تقی الی امر اللہ - یعنی ازل فی فان  
 فاءت - یعنی لوٹے چسکو بینہما با عدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین - تو مرو تفسیر سے یہ ہے کہ لوٹنے  
 زہد دلیل ہے کہ فی ہر وہ شے ہے جو اپنی پہلے حال میں لوٹ آوی ہو رہے کہ بہتر میں بہتر طرح کی خدمات اللہ سے  
 جبکہ آقا کے ذوال کھیرت کوشتی کے وقت سایہ پہر آئی اور ایسی جو کچھ ہو سونکو اللہ نے کفار سے بھرنے کی  
 دلوایا یہ مردہ صرت ہو سونکا حق ہو جو انکو موت بعد کفار کے حکم کے اوپر دیا میں آگیا - اور یہ اللہ کا قول ہے  
 (اذن دیا گیا انکو جہنمی کفار لڑنے میں سبب اسکو اور فرمایا ہے) مومن بنیت انکو کہ زیادہ حق دار  
 نہیں تھی اور صرت اون ہو سونکو فون دیا گیا ہے جو ایمان کے شرائط کے ساتھ مستحق جنگا ہم بیان کیے  
 اور یہ ایسی کہ اذن لہ فی القتال نہیں ہونا یہاں تک کہ ظلم ہو یا اور ظلم نہیں ہونا - یہاں تک کہ مومن  
 ہوا اور مومن نہیں ہونا یہاں تک کہ ایمان کے اذن شرائط کے ساتھ ظلم ہو جو اللہ نے مومنوں اور مجاہدوں کے ساتھ  
 شرط کی جو جس جب ایمان اللہ کے لئے کہ شرائط پوری ہو گئے تو مومن ہو گا اور جب مومن ہو گا ظلم ہو گا  
 اور جب ظلم ہو گا اذن فی الجہاد ہو گا -

بقوله عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم  
 تقدير الاية وان لم يكن مستكملا بشرائط الايمان فهو ظاهر من متعني  
 ويحب جهاده حتى يتوب وليس مثله ما دونه في الجهاد والدعاء الى الله  
 عز وجل لانه ليس من الموصنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما  
 نزلت هذه الاية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين  
 الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم اهل لهم جهادهم بظلمهم  
 اياهم واذن لهم في القتال فقلت بهذا الاية نزلت في المهاجرين بظلم مشركي  
 اهل مكة بهم فما بالهم في قتال كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل  
 العرب فقال لو كان انفا اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لسم  
 يكل لهم في قتال جموع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل  
 لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل  
 مكة لا اخرجهم اياهم من ديارهم واموالهم لغير حق ووقعت الاية انما

لله سبب قول عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم تقدير الاية ان الله لا يترك لشركائهم  
 في شره كونه مستكمل في تودده عالم ہے اور سپر جہاد کو واجب ہو بیہ شک کہ توبہ کری اور ایسا شخص جہاد کرنے اور  
 اللہ کو خوف ملائی میں ماذون نہیں ہو کر وہ اور من مظلوموں میں سے نہیں ہے جنگ جہاد کا اذن ہوا ہے جو جیسا  
 آیت اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا اور المهاجرين کے یا بین جنگ اہل مکہ کے اور ان کے شہر دن اور انوسنی ہاں  
 دیا ہوا ہے تو سبب کم کفار کے انکو جہاد حلال ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی یعنی عرض کیا یہ تو مجاہدین  
 میں یا سبب کم مشرکین کا کہ نازل ہوئی پر کسری و قیصر وغیرہ مشرکین قبائل عرب پر دشمنی کا کیا حال ہے بلایا ان کو  
 اہل مکہ کی توبہ کا اذن ہوتا تو پھر کسری اور قیصر کے لشکر اور قبائل عرب غیر اہل مکہ پر انکی توبہ کی راہ نہیں کیونکہ ظلم کرنا تو  
 انکو جو نہیں اور انکو معرفت اہل مکہ کے قتال کا اذن تھا جنہوں نے انہیں توبہ کی کہہ دینی اور انوسنی کا حکم  
 کیا تھا اور اگر اس آیت سے ۱۲ -

عن المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الامة مرتفعة الغرض من  
 بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان قضاة قضاة  
 عن الناس بعد هو اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس  
 كلفنت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل  
 مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلواهم باذن الله تعالى لهم  
 في ذلك وظلمهم كسرى وقيصرو من كان دونهم من قبائل العرب والحكم  
 بها كان في ايديهم بما كان المومنون احق بهم منهم فقد قاتلوه ثم ذبح  
 الله عز وجل لهم في ذلك وبجحة هذه الامة تعالى مومنوا كل ترهات وانما اذن  
 الله عز وجل للمومنين الذين قاموا باوصاف الله عز وجل من الشرايط التي  
 شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد **وهذا كان** قائما بتلك الشرايط  
 فهو مومن وهو مظلوم وما ذون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان  
 على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين وليس باذن له في القتال

**س** حيت المهاجرين ہی مراد ہوں جنہر اہل مکہ نے ظلم کیا تو پھیلو سے اس آیت کا مدعا ہی سرفہر ہے جبکہ  
 اہل ظالموں اور مظلومین سے کوئی باقی نہ رہی اور ان کے بعد یہ نہیں رہا جس نے جیکہ ظالم اور مظلوم کوئی  
 باقی نہ رہی اور ایسا نہیں ہو جو تو نے گمان کیا اور بیان کیا لیکن یہاں جو دو طرح سے ظلم مومنین اہل مکہ نے  
 تو ان کو گھروں اور مالوں سے نکال کر ظلم کیا تو انہی خدا کی اذن کے ساتھ لڑے اور کسری و قیصر وغیرہ قبائل عرب نے  
 اسے بغیر کرنے میں ظلم کیا جو مومنوں کا حق تھا اور انہی ہی خدا کے عزوجل کے اجازت سے لڑے اور اس کے  
 حجت کو ساتھ ہر زمانہ کے مومن لڑیں گے اور اللہ نے صرف مومنوں کو اجازت دی ہے جو اللہ کے اور ان کے  
 کہ ساتھ قائم ہوں جو اللہ نے مومنوں کو ایمان اور حیا میں کہ میں اور جو ان کے ساتھ قائم ہو وہ مومن اور ظالم  
 اور اذن نے انہیں ہی اسی سبب اور جو ان کے خلاف ہو وہ ظالم مومنین ظالم ہیں اور نہ اس کو قتل کا اذن ہے



وَلَا بِالنَّبِيِّ عَنِ الْمَنَكِرِ وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ ذَلِكَ وَلَا مَا ذُو  
 لَهُ فِي الدَّعَاءِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِجَاهِدٍ مِثْلِهِ وَأَمْرٌ بِهِ عَانٌ وَلَا يَكُونُ بِجَاهِدٍ  
 مِنْ قَدَامِ الْمُؤْمِنِينَ بِجِهَادٍ ۱۰ وَخَطَرُ الْجِهَادِ عَلَيْهِ وَمَنْعُهُ مِنْهُ وَلَا يَكُونُ جَاهِدًا  
 إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَمْرٍ بِهِ عَانٌ مِثْلُهُ إِلَى التَّوْبَةِ وَالْحَقِّ وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّبِيِّ عَنِ  
 الْمَنَكِرِ وَلَا بِأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ مَنْ قَدَّامَانَ يَوْمَهُ وَلَا يَنْهَى عَنِ الْمَنَكِرِ مَنْ قَدَّ  
 أَمْرًا نَبِيًّا عَنْهُ فَهَنْ كَانَتْ قَدْ تَمَّتْ فِيهِ شَرِيطَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الَّتِي وَصَفَ  
 بِهَا أَهْلَهَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَظْلُومٌ فَهُوَ مَا ذُو  
 فِي الْجِهَادِ كَمَا أَذِنَ لَهُمْ لِأَنَّ حُكْمَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَفَرَأَ  
 عَلَيْهِمْ سِوَا ذَلِكَ مِنْ عِلَّةٍ أَوْ حَادِثٍ يَكُونُ وَالْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ الْيَقَانُ  
 مَنَعَ الْحَوَادِثَ شُرَكَاءَ وَالْفَرَأِضُ عَلَيْهِمْ وَأَحَدَةُ يَسَالِ الْآخِرُونَ مِنْ إِدَاءِ الْقُرْآنِ  
 عَمَّا يَسَالُ عَنْهُ الْأَوَّلُونَ وَيَحَاسِبُونَ عَمَّا يَحَاسِبُونَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ عَلَى صِفَةِ  
 مَنْ أَذِنَ لَهُ فِي الْجِهَادِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ لَيْسَ بِمَا ذُو لَهُ فِيهِ

اور نہ پہلائی کی حکم اور برائے سے روکنی کے اور سکا اجازت ہے چونکہ وہ اسکا اہل نہیں ہے اور نہ خدا کے  
 غرض کی طرف بلانے کا مجاز ہے کیونکہ وہ ان جیسے لوگوں میں سے جن سے جہاد کرنے اور جسکو خدا کے طرف  
 بلانے کا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد نہیں ہو سکتا جسکو جہاد کا مومنوں کو حکم ہو یا اسکو جہاد مسموع ہو اور  
 شخص خدا کی طرف داعی نہیں ہو سکتا جبکہ وہ ارجح اور اہم بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانی کا  
 حکم ہو اور وہ شخص پہلائی کا حکم نہیں کر سکتا جسکو پہلائی کے حکم کے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر نہیں  
 کر سکتا جسکو خود باز رہنے کا حکم ہو اور جس شخص میں اللہ کے شرائط پوری ہوں جنکو اگر کسی عصبانی مسلمان  
 علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ منکر کو مہر تو وہ ماذون ہے الجہاد ہے جیسے کہ انکو اذن تھا کیونکہ اللہ کا حکم اور اسکو  
 فرائض میں پہلے اور پچھلے برابر ہیں مگر یہ کہ کوئی علت یا حادثہ پیش آدے اور پہلے اور پچھلی ہی عوارض کے منع  
 ہیں شریک ہیں اور فرائض میں متحد ہیں جن فرائض سے پہلے پوچھی جاتے ہیں پچھلی ہی سوال کی جاتی ہیں  
 اور جبکہ پہلائی نہ حساب ہو گا پچھلی نہ ہی ہو گا اور جو شخص انکو صفت پر نہ ہو مومنوں نے جسکو جہاد کی اجازت ہے تو وہ

حتیٰ یعنی بشرط اللہ عزوجل علیہ فاذا تکاملت فیہ شرائط اللہ عزوجل علی  
 المؤمنین والمجاهدین فهو من المأذونین لهم فی الجہاد فلیتق اللہ عزوجل  
 ولا یغتر بالامانی التي نفی اللہ عزوجل عنہا من ہذہ الاحادیث الکاذبۃ  
 علی اللہ التي یکذبہا القرآن وتبرع بضرہا ومن حملہا وروایتہا ولا یقدم  
 علی اللہ عزوجل شیئاً الا یقدم علیہا فانہ لیس وراء التعرض للقتل فی سبیل اللہ  
 منزلة یؤتی اللہ من قبلہا وحی غایۃ الا حال فی عظم قدرہا فلیحکم امرء  
 لنفسہ ولیرہا کتاب اللہ عزوجل ولیرہما علیہ فانہ لا احد اعرف بالمرء  
 من نفسه فان وجد حاقیۃ بشرط اللہ علیہ فی الجہاد فلیقدم علی الجہاد  
 وان علم تقصیر فلیصلحہا ولیقصر علی ما فرض اللہ علیہا من الجہاد ثم ليقدم  
 بیہا وحی طاهرۃ مطہرۃ من کل دنس یحول بینہا وینزعہا کقول  
 لمن اراد الجہاد وهو علی خلاف ما وصفتنا من شرائط اللہ عزوجل علی  
 المؤمنین والعیاضہ بن لا یمیأ حدوا ولكن نقول قد علمنا کما بشرط اللہ عزوجل

یہا تک کہ اللہ کے شرط کو پورا کری پس جب اس میں اللہ کی شرائط جو مومنوں اور مجاہدین پر ہیں پوری ہو  
 تو وہ زمین سے ہی جنگ کو جہاد کا اذن سے توبہ غدا سے دئی اور ان جہول یا تو کلمہ سیدہ دن نہیہ سے جہاد کو  
 قرآن مجید لانا ہے اور زمین سے اور جس کو انہما نے والوں سے اور جسکی روایت سے سیدہ سہوتا ہی قریب نہ  
 کہا دی اور اللہ عزوجل پرستہ کے ساتھ پیش قدمی نہ کری کیونکہ اللہ کے راہ میں توفیق کرنے کی سوائی  
 کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے اللہ دیوی اور وہ امید و نگرستہا ہی اپنی قدر کی عظمت میں۔ پس  
 چاہی کہ کتاب اللہ کو اپنی نفس کے جیسی گونا دی اور اس پر پیش کرے کیونکہ اپنی آپکو اپنی نفس سے زیادہ کوئی  
 پہچانتی والا نہیں اگر اپنی نفس کو اللہ کی آشرعہ نہ قائم ہادی تو جہاد پر پیش قدمی کرتی اور اگر کوتاہی  
 سمجھی تو کسی اصلاح کری اور ان شرعہ نہ قائم کری جو اللہ نے جہاد میں مقرر کئے ہیں پر زمین جیل سے جو  
 زمین اور جہاد میں حامل تھا پاک صاف ہو کر پیش قدمی کری۔ جو لوگ کہ جہاد کا ارادہ کر لیا ہے اور ان  
 پر زمین ہیں جو مومنین مجاہدین کے ہیں ہم ان کو یہ نہیں کہتی کہ وہ جہاد نہ کریں لیکن ہم کہتی ہیں کہ ہستی  
 ان کو کہتا دیا ہے جو اللہ نے ۱۳۔

علی اهل الجہاد الذین بايعهم واشترى منهم القسوم و اموالهم بالجنان فیصلح  
 امر ما علم من نفسه من تقصیر عن ذلك و ليعرضها على شرائط الله فان رأى انه  
 و فی بها و تکاملت فيه فانه ممن اذن الله عزوجل فی الجہاد وان ابى ان لا یكون  
 مجاہدا علی ما فیہ من الاضرار علی المعاصی و المحارم بالانقام علی الجہاد یا التبعیض و العی  
 و القدر علی الله عزوجل بالجمل و الروایات الکادبة فلقد عمره جاءه امر  
 فبین فعل هذا الفعل ان الله عزوجل یمنع من الدین باقوام لا یتخلق بهم نسل  
 الله عزوجل امر و ليجدر ان یكون منهم نقد بین لكم ولا عذر لکم بعد البیان  
 فی الجہاد ولا قوة الا بالله حسبا الله علیه توکنا و الیه المصیر انتہی چونکہ  
 اس صیغہ کی عبارت اس میں صحیح ترجمہ بیان حاصل مطلب نہیں از سر منی بخوبی ثابت  
 ترجمہ حاصل مطلب بیان کرنا ترک کر دیا ہر سلیبی ہم ترجمہ حاصل مطلب نہیں لکھتی لیکن جنہوں نے  
 جو بیادہ اس صیغہ میں صحیح بیان کر کے اس پر مدعا کی ثبوت جو اثبات خلاف ہے  
 استدلال کرتے ہیں اس واسطے ہو کر راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت الے اللہ کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر مومن کو  
 کہہ سکتا ہے یا نہ کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ انجیز انکم کیونکہ حلال نہیں منی عرض کیا  
 ان ادن الی جہاد و شریک ہے جنگی جانور اور انون کو جنت کے بدلے خرید لیں آدمی اپنی نفس میں اس  
 جو کو تاہی بیکھڑا سکی اس طرح کرمی اور اسکوا اللہ کے شرائط پر پیش کرے پھر اگر دیکھی کہ وہ امین پوری ہو گئی  
 میں خود نہیں ہے جنگو عباد کا اذن ہوا اور اگر باوجود معاصی اور عواموں پر اصرار کے اور خطا و راند ہی بن  
 کہ ساتھ جہاد پر اللہ کے اور نادانی اور جہوشے روانہ نہ کر ساتھ اللہ عزوجل پر پیش قدمی کی اس کے  
 غائی کر مجاہدہ پس جبکہ اپنی زندگی کی فیم جو یہ کام کرے اس کو باہین حدیث وارد ہوئی ہے (تحقیق شدہ)  
 عزوجل اس میں کی ایسی آزمائش کے ساتھ مدد کرتا ہے جنگو آخرت میں حصہ نہیں ہے پس آدمی کو چاہی کہ خدا  
 سے ڈری اور خوف کرے کہ ان میں سے ہو بہت رسی و اثر بیان کر دیا ہوا بعد بیان کے جن میں بہتاری  
 پھر خیر نہیں و لا قوة الا بالله حسبا الله علیه توکنا و الیه المصیر ۱۳

وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ اگر کسی شریطن میں جو لوگ جمع شرائط ہوں وہی ماذون فی الجہاد  
 ہو مگر مینی عرض کیا بیان کچھ نہیں فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اسکو درجات مقرر فرمائی ہیں اور ہر درجہ پر  
 بیان فرما کر آخر میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مومنین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہ  
 لوگ صدق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشدا علی الکفار  
 رحماء بینہم الا یہ کو مین پہر او نکا و صاف نذر جہاد آیت قد اظلم المومنین الذین  
 ہم فخلو فیہم خاشعون الا یہ کے ساتھ متصف فرمایا کہ او مین جو حق کے طمع نہ کرے  
 مگر جو ایمن ہی ہو پہر او نکا و صاف آیت والذین لا ینعون مع اللہ العالیٰ آخر کے ساتھ  
 بیان کیا یہ خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے انکو مالون اور جانکو جو جنت کے بہر خرید لیا راہ  
 خدا میں مارین اور مین جب یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ استہزی من المومنین  
 انفسہم الا یہ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی ماواریک کر رہا ہے کہ تیری  
 یہاں تک کہ مقتول ہوتا ہے کیا وہ شہید ہے تو یہ آیت نازل ہوئی الماتون  
 العابدون الحامدون الا یہ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور یہاں شروع  
 شہادت اور جنت کا اور کو ہی جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو کر مقتول ہو پہر خدا  
 تعالیٰ نے خبر دی کہ خدا نے کیسے قتل کا امر نہیں کیا مگر جو لوگ کہ ان شرائط کے ساتھ  
 متصف ہوں چنانچہ ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون بانفسہم ظلموا الا یہ اور یہ اسلی  
 کہ تمام شہداء مین لہما والارض خدا و رسول کی اور ان مومنین مین جو ان اوصاف کے ساتھ  
 موصوف ہوں پس جو کچھ کفار کے قبضہ میں ہے وہ سب مومنین موصوفین باوصاف  
 کا ہی لیکن کفر نے مومنین خپ کر لیا اور انہر غالب ہو گئی اور جب مظلوم ہوئی  
 تو ماذون فی الجہاد ہوئی اور مظلوم نہیں ہوتا جب تک کہ مومن نہ ہو اور مومن  
 اور موقت ہو گا جب شرائط مذکورہ کے ساتھ متصف ہو۔ پس جو شخص شرائط  
 مذکورہ کے ساتھ متصف ہو گا مومن ہو گا اور جو مومن ہو گا مظلوم ہو گا اور جو مظلوم ہو گا

ما فون نے اجماع ہوگا بیل قولہ تعالیٰ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا اللہ  
 جب یہ آیت مہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنگ کو کفار مکہ لے آؤنگے گھر واپس نکال دیا ہوا  
 تو اؤنگے لیے سبب اؤنگی خطا وہی کے جہاد حلال ہوا۔ معنی ہوا کہ یہ آیت مہاجرین  
 کو لیے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ اؤنپر اہل مکہ نے ظلم کیا ہوا یہ کیا وجہ ہے کہ کسری و قیصر  
 اور اؤنگے مشرکین عرب سے کیوں لڑے نہ اؤنہوں نے ظلم کیا نہ گھر واپس نکالا۔ فرمایا  
 کہ اگر اؤن باقتال خاص سبب ظلم اہل مکہ کے ہو تو پہر واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال  
 کی کوئی سبب نہیں اور یہ فرض قتال سے لوگوں کو لڑنے پر راضی کر دیا لیکن اس طرح نہیں جیسا  
 تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم و طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہ ہے کہ مومنین کو اؤنگی  
 گھر واپس نکالا اور کسری وغیرہ ظلم اس طور سے کہ جو کچھ اؤنگے قبض و تصرف میں ہے  
 وہ مومنین کا حق ہے کسری کفار ظلم غالب ہو گئی تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق  
 مومنین نے کسری و قیصر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اس طرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے  
 دلیل سے کفار کے ساتھ مقابلہ کرینگے پس اس حدیث سے بدلات و اسح ثابت ہو جاتا ہے  
 کہ جن لوگوں نے کسری و قیصر سے جہاد کیا وہ ماذون نے اجماع ہوا ہے اور وہ خلفائے  
 رضوان اللہ علیہم اجمعین پس یہ وہ ماذون نے اجماع ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ مظلوم  
 تھی اور مظلوم نہیں ہو سکتا جب تک مومن کامل نہ ہو تو ثابت ہوا کہ مومن کامل تھی  
 اور جب مومن تھی تو ثابت ہوا کہ مقصد بشر الطراد و صفات مذکورہ تھی کہ رسول کی  
 رفتار و مصائب میں کفار پر سخت مومنین کے ساتھ نرم عبادت میں سرگرم بارگاہ خداوندی  
 میں اؤسکی خدمت و رضوان کے طالب اؤنگی خلوص ارادت و حسن عبادت کی وجہ خداوند  
 تعالیٰ نے کتب مقدسہ تورات و انجیل میں اؤنگی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا  
 اور اؤسی وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور یہی دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق شکر ہیں آخرت میں بھی اسکا نتیجہ اؤنگو یہ ہے بلکہ

تو رانگو آگے آگے جلو میں پہنکا اور نیار کی ساتھ جنت میں داخل ہو گئی۔ اور نیز فلاح باب  
 کامل الایمان خاصوں نے یہ صلاۃ یہود کی محتجب اور عرض زکوۃ دینی والی عقیف  
 امانت کے ادا کرنے والی عہد کی پورا کرنے والی اپنی سچ شہادہ تو نبی قائم اور ان حضرات  
 بسبب ان اوصاف کے جنت الفردوس میں میرا میں پایا ہو گئے ہونسی کو تیر کرے والے  
 خدای وحیدہ لاشرک کی پرستش کرنے والی ہر ایک حال میں خدا تعالیٰ کی حمد کرنے والے  
 روزہ رکھنے والے۔ نمازوں کو اذنی اوقات پر پوری طور پر ادا کرنے والے کو تو کو  
 معروف کا حکم کرنے والی اور آپ بجا لانے والے میں کس کو کہنی والے اور خود بان  
 ہستی والی۔ اور خدا کی حمد و کی محافظت کرنے والے پس یہ صفات میں جنکو درج سے  
 حق بقائے نے مومنین کے جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلی خرید لیا خدا کو راہ میں لڑیں  
 تو مارین اور مرین خدا کا سچا وعدہ ہے تو رات انجیل و قرآن میں جس نے خدا کے ساتھ اپنا  
 عہد پورا کیا خوش ہوا پھر بیچ کے ساتھ اور یہ بری کام یا بی ہر پس یہ اوصاف میں جنکو ساتھ  
 وہ ہر با برین مصطف میں جنکو کھارنے کے بعد ہر نکال یا ادا دل اوصاف کے ساتھ وہ ہر با برین  
 موصوف میں جہنم نے باجاست نامہ خداوندی۔ اذن للذین یقاتلون اللّٰہ کسری  
 وقیصر کے ساتھ ہوا کیا اور دلنی اپنا حق واپس لیا پس اگر عاذا اللہ یہ حضرات جنکو شہادت  
 انام جعفر صادق رض جو مہر با نحمدہ ما ہو بحق تہو یہ اوصاف میں کا فوہ سن فقی ہوں  
 اور صاحب خلافت رضوی اور ندک فاطمی ہوں یا محمد ص قرآن اور محرق بیت است  
 ہوں یا ہیبت کی تذلیل کریں یا عاذا اللہ بنات کو غضب کریں یا جناب فاطمی کو  
 صمدہ مہر با وینچا وینچا میں جس کو اسقاط محسن ہو کر دو دفات پادین یا صحابہ مقبول کو زکوۃ  
 اور تذلیل توہین کریں اے غیر ذلک من الافراط تو لازم آتا ہے کہ عاذا اللہ امام  
 جعفر صادق رض نے جو کچھ فرمایا وہ جہوت ہے اور اس باب میں آپ بیوی ہوں اور یہ  
 محال ہے تو ثابت ہوا کہ شخصین مجاہد قیصر و کسری اوصاف مذکورہ کے ساتھ قطعاً و یقیناً

متصف تہی اور ثابت ہوا کہ خدا و رسول کے نزدیک صاحب برت فعیہ اور مدارج عالیہ حق  
 اور زندگی امامت حق اور خلافت راشدہ تھی جسے اللہ علیٰ ذلک اویز اس سے بالبدلتہ اور کا  
 بھی بطمان پس ہو گیا جو اکی علاء رضی نے خراج البلاغتہ میں مہاجرین کے لئے لکھا  
 حجت یعنی امام کی طرح کی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 آیام مرض الموت میں باوجودیکہ تمام اصحاب کبار مہاجرین و انصار و موقت حاضر و موجود ہی  
 مسجد نبوی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جابجا پیشوا کی نماز مقرر نہ پایا اور تمام  
 حاضرین پر امامت نماز میں مستم کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر اوصاف تحقیق امامت میں  
 فضیلت اور تقدم رکھتی تھی چنانچہ جب تفریح خانہ المشعلین مولانا مولوی حمید علی ریح اللہ  
 درجہ نے علین اکبر مولای مجلسی وغیرہ نے بکار وغیرہ میں اس کے روایات نقل فرما کر  
 جواب دی ہیں قطع نظر اس سے اگر حسیب بسیب کو اسکا انکار ہی تو فرما دیں کہ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ استنا و مرض میں جو شب جمعہ سیکھ فخر و شنبہ تک ممتد رہا  
 جمہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ایک دو بار کے سچ میں نہیں تشریف لیا سکو کون  
 امام ہوا اگر کسی نماز پڑھائی ظاہر ہو کہ بلا اجازت تو نماز نہیں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے  
 سیکھ امام مقرر فرمایا ہوگا اور امر صلوٰۃ کو مہل نہیں ہو پڑا ہوگا تو آپ کے کسکو نماز کی لہی  
 امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا نہیں ہو کہ یاد نہ فرماؤ۔ قرب وفات کا واقعہ یہ ہے کہ اگر بعض  
 روایات شیعہ نے منظر حفظ مذہب اس سے لسیان یا نامہ سے فرمائی ہو تو کچھ عجیب نہیں لیکن  
 اہل تاریخ کو دیکھنا چاہیو وہ اس قضیہ کو کھونک بیان کرتے ہیں غیاث الدین بن کام الدین دیگر  
 صاحب جیب اسیرانی کتاب میں لکھتا ہے نفیست کہ آیام بیماری آن وقت اسکی ہمار  
 دوسرین در وقت آدمی مملو تن یک نوبت مسجد شریف بردہ شہر اطہر امامت ہجرت آوردی  
 تا دوا و فوات مرض تہ روز سیردن فتولست آمد دوران آیام بموجب اشارت حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلافت بود۔ سیطرح اور مومنین نے  
 بھی تصریح کر چکی ہے اس پر انکار گویا آفتاب کو شت خاک سے پوشیدہ کرنا ہی اور محض غنا و  
 دستا بردہ ہی پس باوجود اسکے کہ آپ پر واقعہ غضب خلافت منکشف تھا اور جانتی تھی کہ  
 بعد ازاں یہ لوگ خلافت رضوی غضب کرینگے تو ایسی حالت میں کہ سب اکابر مہاجرین  
 واعیان انصار موجود ہوں اور آپ کا چھوڑ دینا وقت طاعت قریب ہو ایسا فعل کہ ناجوہرہ اور کفر و  
 حقیت خلافت کو ہو بلکہ ناسخ لغوی خلافت رضوی ہو سبہ حب روایات شیوہ موجب  
 کمال استعجاب والالالباب ہے ادا تو خود ایسی شخص کہ اکابر مہاجرین و انصار پر امام مقرر  
 فرمانا جو محض عشق و عاشقی کی وجہ سے کہ جوڑ کر نکلا ہو اور صرف ظاہر میں کہ کلمہ گو ہو جائے  
 سورہ براءت وغیرہ نازل ہو چکے تھے دین کی تکمیل ہو چکی تھی ماکان اللہ لیدر المومنین  
 علی ما انتم علیہ حتی یبدل الخلیفۃ من الطیب کا وعدہ پورا ہو چکا تھا اور حضرت کو  
 ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الابدان والاکمل  
 پان حیرت خیر اور تعجب انگیز ہو پھر غضب خلافت کے کہشکے آئے اور زیادہ قابل حیرانی  
 و تعجب کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن اصول پر یہ لازم ہے تو تحقیق وہ  
 اصول سے موضوع منقرضی اور مخالفت دین اسلام میں اور نئے الواقع حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو آخر وقت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمانے سے یہی نہیں  
 تھی کہ ان کی خلافت کی طرف یا جو قریب تخصیص کے ہی ہو جاد ہی چنانچہ سقیفہ بنی سعد  
 میں مجلس دلائل کے ایک دلیل یہ بھی پیش کی گئی تھی کہ انصار نے برسر و چشم قبول  
 کر لیا چنانچہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے اور جب انصار نے اسکو قبول کر لیا اور چہرہ رود  
 فتح و چون چہرہ انہیں کی تو اور اسکو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور مومنین و انصار  
 امامت کبریٰ کے لیے تو طبیعہ و تمہید تھی ہم اسوقت اس قدر قلیل ہر ایک کا کرتے ہیں  
 بعد اس کے اگر ساری فاضل مجاہدین کے ہمہ سہمیں امام کو تسلیم فرمائی تو انشاء اللہ تعالیٰ



گذارش کر نیگو وکیل من حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو مامور بانظار حق  
 تھی اور قیما دنگو جائیز نہ تھا بلکہ حسب صیحت نامہ از مکتوب حکم تھا۔ حدث الناس وافهم  
 ولا تخافن الا الله والنشر علوم اهل بیتك وصدق اياك الصالحين  
 فانك في حربه وامان اور ہرگز خلفار کی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضی اللہ عنہ  
 کی حقیقتیں فرماتے ہیں ہا امان عاد لان قاسطان کانا علی الحق ومانا علیہما  
 رحمۃ اللہ یوم القیامہ۔ نقل عن کشف ارباب عقول ارباب است کلام کرین اور کہیں کہ کلام  
 نبوت حقیقت خلافت شیخین بنو کے لیے فرض ہے جو کہ جناب امام جعفر کو حکم تھا۔ وصدق ابارک  
 الصالحین میں بموجب اس حکم کے آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائی جو مصدق کلام جناب امیر  
 جناب امام حسن رضی اللہ عنہما میں چنانچہ ہم سابق میں کہ یہ قدر گذارش کر چکے ہیں یہاں بطور تذکرہ  
 کہ اس قدر گذارش ہے کہ پہلے عرض ہو چکا ہے کہ جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا  
 ولکم ان مکاتفما فی الاسلام لعظیم وان المصاب لہما فی الاسلام  
 الحج شد یدیرحمہما اللہ جزا ہما باحسن ما علیا اب ہم رضی جعفری کی اس کلام سے  
 مستنبط کرتے ہیں اور اس کے تصدیق اس سے کر کے میں ظاہر ہو چکا ہے شیخین کے لیے اس سے خط  
 کا ثابت ہونا متفقین ثبوت عدل اور ضبط کو ہی اور نیز مستند اسکو ہی کہ حق پر تھی اور یہ  
 گویا شرح ان مکاتفما فی الاسلام لعظیم وان المصاب لہما فی الاسلام کجرح شدید  
 کر ہی اور اس سے پوری تصدیق اور دونوں جملوں کو ہوتی ہے۔ بعد اس کی ان علیہما  
 رحمۃ اللہ یوم القیامہ علیہم چھ ما وجزا ہما باحسن ما علیا ظاہر ہے کہ ہر مکمل  
 ہم حسن بن امین کچھ حاجت بیان ہی نہیں ہے علاوہ ازیں خطبہ شد بلا و فلان  
 کو ہی مصدق ہے علی مخصوص فلقد قوم الاود ودلوی الحمد اصا ضیہا

بل کو کو نسخہ حدیث بیان کر ادا دنگو فتویٰ دے اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈر اور اپنی اہمیت کے

علوم کو پسلا اور اپنی اہمیت کے تصدیق کر حفاظت اور ایمان میں ہی۔ ۱۲۔

نسخہ حدیث  
 حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 کے کلام سے

و مسبق شہادت کی ہوا امامان عادلان کا سلطان کا یا علی الحق گویا ہم صنی  
 اور اوتھ میں اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کی کلام کے شرح فرمادی اور جناب امیر کے  
 اس کلام میں جو حمد و عاتق نہیں لیکن اوصاف مذکورہ قطعاً مستغرق علیہا حجۃ اللہ یوم القیمہ  
 کو میں اس طرح جناب امام صادق نے حضرت امام حسن صنی اللہ عنہ کی کلام کے بھی تصدیق فرمائی  
 کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت امیر موریہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تھی اور باہم  
 صلح نامہ تحریر ہوا تھا تو اول شرط یہ تحریر ہوئی تھی بسم اللہ علیہ ولا یتلمس المسلمین  
 علی ان یتلمسوا بکتاب اللہ و سنتہ و رسوله و سیدہ و خلفاء  
 الراشدین۔ اور یہی ہے کہ حضرت امام حسن سے پہلے خلفاء راشدین بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی  
 نہیں جیسے انکو راشد فرمایا اور انکی پیروی کا حکم فرمایا تو وہ اگر نے الواقع امام برحق اور خلیفہ  
 راشد نہ ہوں تو امام مضموم کے کلام میں کذب لازم آوے گی تو معلوم ہوا کہ وہ نے الواقع خلفاء راشدین  
 اور ائمہ برحق ہی اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ عدل و قسط بنتا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 نے اسکی تصدیق فرمائی اور اپنی اس کلام میں حضرت امام حسن کے ارشاد کی گویا صلح کر دی تو اب  
 مطابق وصیت نامہ کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ پوری طور پر صادق آیا۔ و صدق اباءک  
 الذین علیک امدوا و اتقی اپنے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنی ابا و اجداد میں کہ پوری تصدیق  
 فرمائی اس اور علامہ ابن عربی چونکہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے موافقت تھی اور تقیہ جائز نہ تھی  
 اصلی جو کچھ شامری طور پر اپنے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور کچھ خفیہ میں خفیہ طور پر ذکر  
 خلافت میں انکو جو بابت بار لفظ و معنی کے نہایت اٹھ اور پوچھ ہے اسکو کہ بابت ختم کیا جاتا ہے  
 وہ حضرات کا ایسا و در تصریح بابت ہو گا چنانچہ تحریر بعض بابت شیخ کے بعض کی نسبت امیر  
 ثابت ہوئے تو مجاہد نے صدوق کی نسبت ایک حدیث میں یہ امر فرمایا ہے و انما انفصل  
 ذلک لیساق اهل الدماء۔ خود شریف نے جناب امیر سے کلام میں کیا کیا کچھ  
 بہتری کی تھی کہ وہ تحریفات یہود و نصاری سے بھی بڑھ کر تھیں پس ایسی باتیں ہیں

زیادتیوں کو کیونکہ غلط یقین تکبیر جاوی جو باعتبار لفظ و معنی کے غلط ہوں باعتبار حالت  
 قابل کے غلط ہوں باعتبار قتل کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ ان کے صدق پر شاہد نہ ہو  
 ایسی زیادتیوں کو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعوہ کا یہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی ہیں  
 رسولی اس حدیث کا کہنا ہے۔ فلما انصرف الناس قال له رجل من خاصته یا ابن  
 رسول الله لقد تعجبت مما قلت في ابی بکر وعمر فقال نعم هما اما ما اهل النار  
 كما قال الله تعالى وَجَعَلْنَا هُمُ اَصْحٰهُ يَكْفُرُوْنَ اِلٰى النَّارِ واما العادلان  
 فلعدو لهم عن الحق كقوله تعالى وَالَّذِي كَفَرَ وَاَبْرَيْتَهُمْ يُعِدُّ لُوْنُ وَاٰمًا  
 الْقَاسِطَانِ فَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَاٰمًا الْقَاسِطُوْنَ فَكَاٰنُوْا جَحِيْمًا حٰطِبًا  
 والمراد من الحق الذي كانا مستبطلين عليه هو امير المؤمنين حيث  
 اذبا وعصباحه والمراد من موثقما عليه انهما قاطعا عداوتہ من غیر تداۃ  
 عن ذلك والمراد من رحمة الله رسول الله فانه كان رحمة العالمين وسبكون  
 خصا لهما ساخطا عليهما منتقما عنهما يوم الدين انتهى۔ اہل انش بھارت اس روایت  
 کو جو روایت شیعوہ نے فرمائی ہے ملاحظہ فرماویں حضرت شیعوہ کے علم و فضل و انصاف و ہر جان  
 کو داوین اس بحث میں ہم یہ تو بیان کر چکے ہیں کہ اس شخص صغریٰ میں اگر اس کو طحاوی سے مل گیا ہوتا  
 پوری طور پر متعجب ہوتا کہ ابار صغریٰ جو ان کے علیہم جمعین کے ہوتی ہے لیکن اگر اس کی یادتی  
 ہے جب کہ جلیلی تو ایک شخص نے بہتر خاص میں سے پوچھا کہ ای رسول اللہ کے فرزند بھی اس سے متعجب  
 جانتی اب کہ ہر کے حق میں فرمایا۔ فرمایا ان۔ وہ دونوں دوزخ کو لے گئے۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرمایا (اور کہنے  
 ان کو کہ تم نے ایک گھٹن بلاستے ہیں) اور یہ کہ وہ عادل ہیں تو یہ حق سے عدول کرتے اور یہ کہ سب سے  
 قول حق کے (جنہوں نے کفر کیا اپنی پروردگار کے ساتھ برابر کرتے)۔ اور یہ کہ قاسط ہیں پس تحقیق اللہ تعالیٰ  
 فرمایا کہ وسط و ظالم و دوزخ کا ایندھن ہیں اور حق سے ہر چیز پر غالب ہے اور اگر کسی کو لایا کہ اس کا حق  
 اور اس پر نفی کیسے ہو کہ وہ ان سے بدست کی اور کی عداوت پر اور محمد اللہ سے رسول اللہ ہیں کہ وہ حق کے حامی ہیں ان کے

روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو اس میں ابابکرؓ کے قصہ میں ہنوگی بلکہ تہذیبِ نبویؐ  
 اب ہم اس زیادتی کی تہذیب پر دلائل قائم کرتے ہیں گو ہماری گذشتہ سابقہ سی سبکدہ تہذیبِ نبویؐ  
 ہو چکی ہے اور علماء کے مخصوص اس بیادتی کی روایت کو جھوٹا کر لی میں صریح ہو گا و لا باس  
 دوسری ان مکاتہما فی الاسلام عظیم الخ اور کلام - خدا بلا و فلاں صریح کی اور اس روایت کے  
 تہذیب کرتے ہیں - ثانیاً علامہ بخاری نے جو جواب اس اعتراض کو دیا ہے کیف سلم ہمسام  
 سلم المعویۃ لطلحۃ الزبیر صریح قیام القنۃ نے جہیم - اور وہ یہ ہے - انشاء اللہ ان الفرق میں اختلاف  
 اثنیۃ بین معویۃ نے قائم حدود اللہ و مل یقتضی الامرہ و نواہیہ ظاہر - اس کی صریح  
 ثابت ہوتا ہے کہ راوی تجوید اولان فاسطان کے معنی جابران ظالمین کے گہڑی میں محض دروغ ہے  
 کیونکہ خلفائے ثلاثہ کا حد و ثبوت کو قائم کرنا اور بموجب الامر و نواہی خداوندی کے عمل کرنا یہ ایسا طرہ ہے  
 کہ جب کاشیہ کو جو اعتراضات ہر طرف ہر طرف سے عدل و انصاف اسکا نام کر کہ حد و اللہ کو قائم کیا جاوے  
 اور بموجب الامر و نواہی خداوندی کے عمل کیا جاوے اور حق پر ہونا ہی اسی پر منحصر ہے اور تحقیق دعا  
 فیہا حجتہ اللہ یوم القیم - کامیابی اسی پر گویا توفیق ہی اور حبیب یہ وصف شخصین میں جب  
 اعتراف علامہ بخاری پائی جاتے ہیں اور ہم جانتی ہیں کہ شیعوں میں کسی کو جو جز خاص  
 وقت کو اسکا انکار نہیں اور بحرانے کو جھوٹا نہیں سمجھتے تو معلوم ہوا کہ حضرت امام نے جو کچھ  
 فرمایا وہ اپنی ظاہر محسوس اور راوی تجوید کے بعد میں تحریف فرمائی وہ کذب و دروغ ہے  
 - ثالثاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور دلیل صریح تر عرض کرتے ہیں جس کی پوری تہذیب اب  
 زیادت اور اس کی روایت کو ہو جاوے - نہج البلاغۃ میں ایک خطبہ مذکور ہے جسکا عنوان یہ ہے  
 واللہ لا سلیم ما سلمت اموال المسلمین و لم یکن فیہا جلا علیہما الخ یہ خطبہ  
 صریح والست کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تھی کہ اسو مسلمین بنی قریظہ  
 اور سلاست میں کسی پر جو رجوع ظلم و زیادتی نہ ہو چنانچہ آخر خلافت خلفائے ابابکرؓ  
 تسلیم کو قائم رکھا اور کوئی امر ایسا واقع نہیں ہوا جس سے جناب امیر کو گنجائش مناقشہ بخاری

با چنانچه شارح ابن شمیم علی تصدیق فرماتے ہیں اور یہی تائید میں کہتے ہیں قولہ واللہ اعلم  
 ما سلمت امور المسلمین ای لا تریکن المناقشہ فی هذا الامر ما سلمت امور  
 المسلمین من الفتن وفيہ اشارۃ الی ان غرضہ من المناقشہ فی هذا  
 الامر هو صلاح حال المسلمین واستقامہ امورہم وسلامۃ متبعہم عن الفتن  
 وقد کان لہم من سلفہ من الخلفاء اس سے پہلے ثلاث طابقی ثابت ہی کہ خلافت خلفائے راشدہ علیہم  
 علیہم السلام جو کہ فوت ہو چکی ہے پہلے ایک پھر دوسرے پھر تیسرے رضی اللہ عنہم صحت ہوا امامان عاد کان  
 قاسطان کا نا علی الحق وما نا علیہ فعلمہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کی ہیں اور و احی  
 بعدہم کی جو کچھ میں تلف النفس اضافہ کیا وہ میرے کتبہ اور دروغ ہے اور جناب امیر علیہ السلام کی کلام  
 اور جوابی کی تصریح میرا دوسرا کذب ہے۔ رابعاً خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ مثال  
 اخباری کی جواب میں یہ عبارت نقل فرماتے ہیں اگر کیا اضافہ تامل فرمائیے درست کہ بنا علی  
 نزوح اللامیہ از خلفائے راشدہ گو نسبت امیر المومنین علیہ السلام وفاطمہ سلام اللہ علیہما نقص ہے نہ کثرت  
 بیعت عذیر و غضب ہے نہ دیگر چند اعمال وال برعنا و منزورہ اما باہم نہ باز و خطا بطریقہ معاشرت ایہنا  
 باہل بیت عین الخوازا کریم باتفاق و رفیقین بود و اجوامی شعائر سلام با بجز افعال احدیہ اور کہ کتب کلامیہ و سیر  
 موجود و منشأ طعن قدح و کثرت ان نشان است بلکہ نزد امامیہ نیز ان میان بر بندہ شدہ بودند و با محبت و شرف  
 نصیب العین غافل و فراموش شدہ۔ نوکسری فاضل اخباری سے تصریح کہ ساتھ فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدہ کا طریقہ  
 معاشرت اہل بیت کو ساتھ عین الخوازا کریم باتفاق و رفیقین شیعہ اہل سنت کہ تھا اور اجوامی شعائر سلام  
 کو امامیہ نزدیک ہی اور چہا نہیں دیا تھا اور پائش شیعیان کو ہر وقت اپنی دلی انگلیوں کی سامنی کہتی تھی  
 پس چہا بخلاف فاضل اخباری یہاں اوصاف بیہون انکار نسبت منہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی کذب  
 و دروغ ہے اور یہ جو فاضل اخباری نے بعض اعمال معدودہ کی نسبت ذکر کیا بہم یہی جناب امیر کی  
 تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات کا کذب و افتراء ہی چنانچہ ہم بارگاہ ایش کریم اور اہل  
 گدارش کی یہ کہ جناب امیر کا یہ علم خلافت کو مشروط کرنا اصلاح امور اہل سلام کے ساتھ

پہر اوست سیم پر آخر تک قائم رہنا اور چون جو انکارنا اور انحال کو جو کتب کلامیہ اور سیر میں موجود ہیں مثل  
 نکست سمیت نقص علیہ غضب فک وغیرہ سب کو ثابت کرنا ہے کہ موضوعہ مفتوحہ ہیں کیونکہ جہول شیوہ  
 کوئی فعل ایسا نہ دہنیں جو اس کا اثر خاص جناب امیر کے ذات باریکات تک محدود ہو بلکہ جو عمل صلا  
 ہو جسکو حضرات شیعہ معرض طعن قدح میں بیان کرتے ہیں وہ علاوہ جناب امیر کے دوسرے بھی  
 حقوق پر ہی موثر ہے مثلاً غضب خلافت یہ ایسا فعل ہے کہ اس سے زیادہ دینی اور دنیاوی حقوق  
 اہل اسلام کو کوئی چیز ضرر رسان نہیں ہے چنانچہ خود فی ہر وہ یہی ہے غضب فک خاص حق  
 جناب سیدہ معصومہ کا بلکہ آئندہ تمام سنی فاطمیہ کا تھا جو تلف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا  
 نقصان چند روز جناب امیر کا بھی صحیح علیہ القیاس پس اگر انکا وقوع صحیح ہوا تو غضب فک  
 جناب امیر نے جو کچھ - واندہ لاسلین یا سلست اور سلمین - الخ - فرمایا وہ جہوٹ تھا اور اگر  
 وہ سچ تھا تو ان لوگو کا وقوع کذب ہے لیکن حکم کہتے ہیں جناب امیر کا ارشاد بھی تھا وہ مرکز کذب  
 نہیں لیکن یہاں جو محض افواجی لوگوں کی ترغیبی ہوئی ہیں جو لاعلم و ملعون ائمہ مہدی جنک کو نہ  
 پرکھتے میناب کرتے تھے جنکی صراحتہ ائمہ کندیہ فرماتے تھے جو ائمہ پر افتراء دہستان باندہ تھے  
 ہتی پس انکو کندیہ کر دیا البتہ فرین قیاس ہے - عرض بطلان اس زیادتی مختصر کی بخوبی کندیہ  
 کرتے ہیں اور علاوہ انکو اور بھی دلائل عقلی ہیں اس زیادتی اور اسکی روایت کے کندیہ کرتے ہیں  
 مگر مگر بحیال قبول اور نیز اس خیال سے کہ ہر شخص جسکو ذرا ہی عقل و فہم ہے علم انصاف سے  
 حصہ ملا ہو گا وہ مجھ و یکجہی اس زیادتی کی بدانتہا یقین کر سکتا ہے کہ یہ شخص بناوٹ اور جہوٹ  
 ہے انکی استیجاب کو ترک کر دیا ہے دلیل تاسع جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب  
 ضلع خلافت فرمایا اور میر جو یہ ہے صحاحت کے انکو تسلیم فرمائی اور صلح نامہ لکھا گیا جو علماء  
 تاریخ نے نقل کیا ہے اور ہم سابق میں اسکی نقل کر چکے ہیں کہ اوسمیں چند شرط قرار پائی تھی  
 چنانچہ اول شرط یہ تھی کہ کتاب دست و سیرت خلفا راشدین پر عمل کرے دوسری  
 شرط یہ تھی کہ معویہ کو کہیے استحقاق نہیں ہے کہ اپنی بعد یکو خلیفہ مقرر کرے بلکہ بعد اسکی

بہت سے کتب خلافت خلفائے ثلاثیہ میں  
 -

خلافت شوری کی طور پر مسلمانوں کی چنانچہ عبارت صحابہ کی یہی ہے بسم اللہ الرحمن  
 الرحیم ہذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب ومعویتہ بن  
 ابی سعیدان صالح علیہ ان یسلموا لہ ولایۃ امر المسلمین علیہما السلام  
 فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ  
 الخلفاء الصالحین ولیس لمعویتہ بن ابی سعیدان از علی علیہ السلام احد من  
 بعدہ بل یكون الاخر من بعدہ شوری بین المسلمین انتہی بقولہ  
 یہ دونوں شرطین بدلتے ہیں جو ہماری مدعا کی مثبت ہیں اور ہول شیعہ کو سبک کر دیتے ہیں  
 یہ پہلی شرط میں بدلتے ہیں ہماری مدعا کی ثبوت موجود ہے امیر معاویہ سے معاہدہ فرمایا کہ شیعہ  
 خلفاء صحابین پر عمل کرے اب فرمائی کہ خلفاء صحابین کون ہیں جنکو جناب امام صحابین  
 یا راشدین سے تعبیر فرماتے ہیں اس سے پہلے بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی خلیفہ نہیں رہتا  
 تو بجز اس کے خلفاء صحابین سے خلفاء اربعہ مراد ہوا اور کوئی صورت نہیں اور خلفاء صحابین  
 اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ ان کو امامت حقہ اور خلافت راشدہ سونہ امارت فاجرہ تو یہ شرط  
 چند وجوہ سے مثبت مدعا سے اول یہ کہ جناب امام علیہ السلام نے ان کو خلفاء صحابین سے فرمایا  
 اگر نے الواقعہ وہ خلفاء صحابین ہیں تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور اگر باعتبار فرض وہ خلفاء صحابین  
 نہیں ہیں تو معاذ اللہ امام معصوم نے جھوٹ بولا دوسری یہ کہ کتاب سنت کو ساتھ ان کی  
 سیرت کو بھی ہمیں اپنا مشرط قرار دیا جس سے صحت معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سیرت اتباع سنت  
 میں یہاں تک رہے کہ جو اس کا اتباع کرے گا۔ نے بحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا  
 اور انہوں نے یہاں تک اجرائی شعائر شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افحال و اقوال میں  
 یہاں تک ملحوظ خاطر رکھا کہ جو شخص ان کا اتباع کرے گا وہ اتباع کتاب وسنت وسبیل شریعت  
 سے جدا نہ ہوگا اور یہ مستلزم اس کو ہے کہ وہ خلفاء راشدین تھے اور ان کی خلافت خلافت  
 راشدہ تھی۔ دوسری یہ کہ جناب امام حسن نے میرت کے خلفاء صحابین سے یہ نقطہ فرمایا

جو خلف را راجہ کو شامل ہو حسین جناب امیر و جناب خلف و لشکر برابر شریک ہیں اور ہرگز خصوصیت کے  
 ساتھ اسکا اطلاق جناب امیر نہیں ہو سکتا اور بدین امتیاز فرق کے سبکداری کے ساتھ کو شرط  
 گردانا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شرط صلاح میں حسین و دیگر نزدیک جناب امیر تھے ویسی ہی  
 خلف و لشکر تھے اور جیسا کہ سبب سے جناب امیر کا پسندیدہ تھا ویسی ہی اتباع سیدہ خلف و  
 لشکر محسوس و پسندیدہ تھا اور یہ عین مدعا ہے کہ اس کا ہر اور طریق ہر کسی کے یہ وقت تقیہ کا نہیں اور  
 تقیہ کی بیان گنجی بیش ہے اور کتا بہ نہایت کامی ذکر فرمانا کافی تھا یہ جو آپ نے بڑھایا اس سے  
 صراحت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کا عقیدہ قلبی تھا اور دوسری شرط یہی ہماری مدعا کو  
 ثابت کرتی ہے دوسری آپ نے یہ شرط کی کہ عویہ ابن ابی سفیان کو خلیفہ نہیں ہو گا اپنی بعد  
 کیونکہ خلیفہ بناوی بکا اور خلافت کا میں اس میں بطور مشورہ کے ہوگا اس شرط میں خود  
 کرنا چاہیے کہ اس طرح طور پر یہ شرط شور میں حسین کے تصویب اور تصحیح کرتی ہے اور اس سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ جو خلافت بطور شور سے کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور جب ہر اہل حل و عقد متفق  
 ہو جاوین وہ امام حق ہے پس اس میں مرجح حقیقت خلافت خلف و لشکر ثابت ہوئی اور ثابت  
 ہوا کہ جو حضرات شیعہ نے بعض کو شرط امامت قرار دی رکھا ہے یہ باطل ہے وکیل  
 عاشر شریف رضی نے بیج السبب لغت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جو صراحتاً ثابت مذہب الحق  
 و سبط علی غایتی شیعہ ہے ہم اس کو شرح بیج السبب لغت سے نقل کرتے ہیں جو کچھ شرح او کی شرح  
 میں ہے سپرد فرمایا ہے اپنی مدعا کو ثبوت میں اس کو بھی نقل کرتے ہیں و منکر کلام کہ لما  
 ادادہ الناس علی البیعة لجد قتل عثمان دعویٰ و التمسوا غیری فانما  
 مستقبلون امرالہ وجوہ والوان لا تقوم لہ القلوب ولا یثبت علیہ العقول  
 وان الافاق جدا غامت والحجة قد شکرت واعلموا انی انما جئتکم دکت  
 بکم ما اعلمو لہ اصغر الی قول القائل و عتب العاتب وان تدکتون  
 فانما کا حدکم و لعلکم سمعکم و اطوعکم لمن ولیتہو امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم



منہ اصیرا۔ انتہی عاقل منصف اس کلام کو ملاحظہ کری اور اس کا مطلب سمجھ خصوصاً جو کچھ بیان ہے  
 آخر میں قول ان ترکتونی سے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ تم میں جس جہل میں اور ایک جہل میں کا گویا گنج  
 ہے پہلا جہل جو جناب امیر کے ارشاد فرمایا ہے یہ ہے۔ فان ترکتونی فاما کما ہم  
 یعنی اگر تم مجھ کو چھوڑ دو اور مجھ کو سمیت نہ کرو تو میں تم میں کا ایک جہل میں جیسی قسم پر  
 اطاعت لازم واجب ہے اور مطیع محض ہے راجب سے یعنی اگر تم مجھ کو سمیت نہ کرو تو میں لازم واجب  
 اطاعت ہوں اور اگر تم سمیت نہ کرو تو یہ میں تم جیسا کہ مسیح ہونگا اور یہ معنی اگر آپ صامت  
 رہیں میں جو خود الفاظ و بیان پر متنبہ ہوں اس میں اور شام ابن یثیم اس معنی کے شہاد  
 دیتا ہے اور غالباً حضرت فاضل مجیب اس کی تفسیر فرمائیگی اور فرمایا ہے کہ حضرت امیر  
 اس کلام سے کوئی حکم شرعی نہیں بیان فرماتا بلکہ یہ ہر حال میں جو واقع ہونے والی ہے یا  
 فرمائی پس اس کا جواب میں قبل اس کے کہ ہم اس کی تکذیب ابن یثیم کے قول سے کریں  
 یہ کہ ارشاد کرتے ہیں کہ یہ تو حضرات کو بھی مسلم ہے کہ ترک کی حالت میں حضرت کاش  
 عوام کے ہونا صرف اس وجہ سے ہی کہ اس میں فتنہ نہ کھڑی ہوں۔ عانت اس سکوت  
 کی محض خوف و ڈر ان فتن میں ہے اور وجہ یہی کہ جب ابو سفیان نے اور حضرت عباس نے  
 درخواست سمیت کی تو آپ نے مانتھو فرمائی اور باوجود اس قوت و شجاعت و غرہ  
 کی ہوا اگر مطیع و منقاد خلفا و بنی حاکم نہ خلفا و بنو کچھ جائز و ناجائز کیا پس جب آپ کا  
 سکوت و عدم مناقشہ بوجہ خوف فتنہ ہیث رہا ہے اور یہاں بھی فتنہ کے خوف سے  
 بہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ کو ترک کرو تو میں تمہاری میں سے مثل ایک کی ہونگا  
 اور ظاہر تمہاری شریک حال ہونگا یہ کیا وجہ ہے کہ امیر جو یہی مناقشہ کیا اور جیگر  
 کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی ہے جب باہم ثانی کی طرح مصباحت کر لیں اور خلافت امتیم  
 کر کے مطیع بن جاتی نہ تو کوئی جیگر ہونا اور نہ کوئی فتنہ اور ہٹا اس پر اگر آپ  
 مثل ابن یثیم نہ تے کا جیگر چھڑیگی تو پہلے یہ جیل نہ این کہ افسوس جناب باہم

ثانی کو بھڑکھڑی جو لاکھوں مسلمانوں کو دین دنیا کی بربادی اپنی ماتم سے فرمائی اور اگرچہ  
 فرمائیں کہ بمقام خوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ تھا تو ہم گذارش کریں کہ ہنایت  
 افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کے لیے ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع  
 کرائیں تو معلوم ہو کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہیں بیان کیا بلکہ حکم شرعی ہی بیان  
 فرمایا علاوہ ازیں اس صورت میں جملہ لاحقہ اولہ کی تہمتی صحیح ہوگی پھر ابن میثم کی  
 شرح جبکہ ہم جملہ آئینہ کی شرح میں نقل کریں گے۔ بالمشرح اکی کتبہ ہوا و نیز ترک  
 معیت اور عدم ترک کے حالات کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور بطل سے جس  
 ہماری فاضل محیب کا یہ نسخہ اس سبب کی تاویل میں محض اخوا اور لا ھل ہوگا دوسرا جسٹ  
 جناب امیر نے یہ فرمایا۔ وعلیٰ سبھکم دالو حکم من و التیموہ امرکم گویا جملہ سابقہ  
 بطور تہمتی فرمائے ہیں اور شاید میں تم سے زیادہ اس کی حکم کا شکی والا اور اس کی حکم کا  
 مطیع ہوں جبکہ ہم اس امر کا دلی بناؤ اور ابنا امام تہمداردو۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جناب  
 امیر کی زیادتی سمع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کیا ہے۔ جو لوگ ایسی ہیں کہ جہنوں نے  
 اون خلف کو کہ جنکو اہل علم و عفت نے خلفار بنایا ہے امام برحق سمجھ کر کہا ہے۔ تودہ  
 تو اپنی غلطی کی وجہ سے کہ بقدر معذور ہوئی لیکن جناب امیر نے بھی اگر انکو امام برحق  
 اور علیہ راشد اعتقاد کر کہا ہے تو ہوا المراد اور اگر آپ نے ظالم و غاصب اور ظالم و غاصب  
 سمجھ کر کہا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت کو بدینیت عوام کے زیادہ فرماتے  
 ہیں حالانکہ بیکسی سمع و اطاعت محض ضروری ہیں جو بنظر مصلحت وقت میں حق  
 کو خوف سے اختیار کی گئی اور ضروریات بقدر بقدر اور قدر ضرورت سے متجاوز نہیں ہوتے  
 پس اگر ضرورت اختیار کی گئی تھی تودہ اس بقدر ہوتے جس سے ضرورت وقت رفع ہو جائے  
 یہ سننا نا اچھا کہ جبکہ ہم اپنا دلی امر بناؤ گی میں اس کا اعتبار ہی بدینیت زیادہ مطیع  
 ہونگا تو یہ زیادتی سمع و اطاعت کی بجز اس کے ممکن نہیں کہ آپ نے اس شخص کو

جسکو اہل حل و عقد نے امام بنام ہر شرعاً واجب الطاعت سمجھا کہ امام ہوا جب آپ ہر وہی حکم شرع  
 واجب الطاعت اعتقاد کر لیا تو بے شک بہت دوسرے لوگ آپ زیادہ اتیان ہو جو میں کرام  
 ہوگا اور یہ بھی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب الطاعت ہونا اور جناب امیر کا اسکو طمع ہونا بدون  
 اسکو ممکن نہیں ہے کہ ہر وہی شرعاً اسکو امامت و خلاف صحیح منعقد ہو چنانچہ ہم اس عاکی  
 ثبوت میں سلامہ بخوانی کی عبارت کو اسکی شرح سے نقل کرتے ہیں ان فہم انصاف  
 لما خط فوادین قولہ وان ترک کتوبنا الحی کنت کا حد کہ فی الطاعة  
 لامیر کو بل یعلم اکون اسمعکم و اطوعکم لہ ای لقوة علمہ بوجوب طاعة  
 الامام و انما قال اعلم لانہ علی تقدیر ان یولوا احد ایخالف امر الله  
 لا یدکون اطوعہم لہ بل اعصاہم واحتمال تولیتہم لمن کذلک قائم  
 فاحتمال طاعتہ لہ قائم فحسن ایراد لعل انتہی بقدر الحاجة بخوانی صحابہ کی عبارت  
 اور انکا تصریح قابل الملاحظہ اولو یہاں ہر وہی فرماتے ہیں کہ جناب امیر کا اسمع و اطوع ہونا اسوجہ سے  
 کہ آپ حکم شرعی جو طاعت امام کے اعظم ہیں اور آپ جانتی ہیں کہ امام کے طاعت ہر وہی حکم  
 شرع واجب ہوا اور اسی کی کہ امامت تاوقتیکہ شرعاً منعقد نہ ہو اور امام ہر وہی شریعت امام  
 صحیح ہو واجب الطاعت نہیں ہو سکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جسکو  
 امام بنادین وہ شخص عنہ امام اور واجب الطاعت ہے اور جناب امیر ہی اسکو  
 واجب الطاعت اعتقاد فرماتے ہیں اور جب شرعاً امام واجب الطاعت ہوا تو آپ کیوں نہیں  
 اسکو امام سمجھ کر لیکن شرح بخوانی نے اسقدر قید اور لگائی کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ لفظ لعل  
 سے یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ایسی شخص کو امام بنادین کہ جو مخالف  
 امر اللہ کے ہو تو اسوقت آپ اطوع نہ ہو گے بلکہ زیادہ مخالف اور نافرمان ہو گے اگرچہ بخوانی  
 یہ نہ مانا غلط ہے کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے تکذیب و تغلیط خود جناب امیر جواب  
 امیر معویہ کے فرما چکے امیر معویہ نے فرمایا کہ اس خط کے جواب میں حسین آپ امیر معویہ سے

بیعت غلب کی تھی اور یہ نیز فرمایا تھا کہ میری ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے مجھ کو  
 عمر و عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو تم ہی اس کو قتل کرو۔ لکھا تھا کہ اگر آپ ہی مثل ابو بکر و عمر  
 ہو سکتے تو انکی خلافت بیعت اہل حل و عقد سے صحیح ہوتی اور میں آپ کے ہرگز نہ لڑتا لیکن جب  
 مثل ابو بکر و عمر نہیں بلکہ حد و قصاص جاری نہیں کر سکتے یا قاتلین عثمان کے حامی ہیں  
 تو اس حالت میں بیعت اہل حل و عقد سے انکی خلافت منع نہیں ہو سکتی اور اہل حل و عقد خطا کی  
 جواب دہ تھے جس بیعت خلافت کے جو ہمت خلافت کو سر انجام نہیں کر سکتا اسکی جواب میں  
 جناب امیر نے تحریر فرمایا کہ وزعمت انما اقصا علیہ بیعت خطیبت نے عثمان  
 کنت ام من المهاجرین او ددت لکما اور دوا و اصدرت لکما اصدروا  
 مکانہ یجمعہم علی ضلال و یضربہم بجمع مائل جواب یہ ہے کہ تو جو مجھ پر الزام خدان و قتل  
 عثمان کا لگاتا ہے اور سوچے تجھ کو صلح اور اہل الخلافت نہیں سمجھتا اور گمان کرتا ہے کہ اہل حل و عقد  
 خطا کی جو غیر اہل کے ہاتھ پر بیعت خلافت کے گویا بالکل غلط اور غور ہو کیونکہ میں ہی ایک  
 راجل ہاجرین میں سے ہوں جو اسکا حال تھا وہی میرا حال ہے اگر میری ذمہ الزام ہے تو سبکی  
 ذمہ الزام ہے اس میں مئی کوئی خاص کام کہ جو سب مہاجرین سے علیحدہ ہو نہیں کیا پس  
 اگر اہل حل و عقد نے مجھ پر بیعت کی اور میں غیر صلح الخلافت تھا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گمراہی  
 پر مجتمع ہوں اور سب کسب حق سے اندہی ہوں اور مجھ حال سے تو ایسے اصناف ثابت ہوا  
 کہ بیعت اہل حل و عقد کی صلح الخلافت کے ساتھ نہیں ہو سکتی ہے اور علامہ بخرانی نے  
 جو یہ اضمات نام کیا کہ اہل حل و عقد پر شخص کو امام بنا دین جو مخالف امر اللہ کے ہمدیہ غلط ہے  
 اور جناب امیر کا جواب سرسرا سکو غلاب ہے لیکن باہتہ ہم اسکو علی سبیل التشریح کہہ کرتے  
 ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا اوسے امام کو وہب اللطاعت اعتقاد کرو جسکو اہل حل و عقد  
 امام بنا دین اور وہ اپنی شہادت اور ترمیم شرعین مخالف امر اللہ کی نہو اور خالص سی  
 نوع میں جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنے غلطہ بخرانی کو سچا سمجھو اور ظاہر ہے کہ

جناب امیر زمانہ خلافت خلفائے ثلاثہ میں اس مع واطوع رہی کہ کسی قسم کی چون چڑا نہیں کی  
 باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر ٹٹا نہیں من غصہ بھی ہی بہت کچھ خوش زمانہ  
 ہوئیں اور کلمات قبیح و بدعتیں مثل جنین پروردہ نہیں شدہ و خائفین رخسارہ گر خستہ الخ الی آخر  
 الکفریات و فانی بکلمہ جمع مہاجرین و انصار میں جا کر ادا دیا اور فرمایا و غنائ کے  
 مگر آپ کو جو ش نہ آیا۔ بروایت صدوق ملتشی عین جلیل آدمیوں نے کبار مہاجرین و انصار  
 سے آپ سے ابتدا خلافت صدیقی میں درخواست کی کہ ہم ابو بکر کو مسند خلافت سے  
 اوتار دین آپ کے منظور نہ فرمایا۔ حضرت عباس اور ابوسفیان کے درخواست بحت کو  
 قبول نہ فرمایا۔ قسم قسم کی اوثین و صوغتیں جیلیں اور طرح طرح کی تذلیل و تہین بھی  
 لیکن مع واطعت کی عودہ الوثقی کو مانتہ سے نہ دیا پس جب باوجود ان باتوں کو بھی  
 آپ نے کہی چون چڑا فرمائی تو آپ سے زیادہ کون اس مع واطوع ہو سکتا ہے کیونکہ امام کے واجب  
 ہو چکا آپ کو بشارت بجزائی قوی علم تھا اور جب امام بھی خدا اقلے کے حکم سے کسی حدیث  
 سے تو اس کی اطاعت سے انحراف کو یا خدا کا حکم سے انحراف ہی جو معصیت ہی قطع نظر  
 اس سے ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کر چکے ہیں کہ سیرت خلفائے ثلاثہ کی مثل سیرت ملوک  
 و سلاطین جائزہ کے نہیں ہے بلکہ ترویج معاملہ دین اور احیاء شعائر اسلام میں ہر گز تہی  
 اور بیٹھ پاس شرع شریف نصب العین اور نہ ظرف طہر رکھتی تھی۔ تو جب ایسی خلفاء  
 کو وسطی اس مع واطوع ہونگے تو یہ کیسی ہونگی۔ کہ یہی خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں ان کی حکم  
 کی مطیع و منقاد رہی اور آئینہ کی طرح بھی بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے  
 فرمایا کہ تم جس کو امام بنا لو میں اس کا مطیع و منقاد ہونگا اور یہ ثابت ہو چکا کہ ان کی  
 زیادتی اطاعت نہ تھا دیوہ بھی سی کہ آپ کو وجوب اطاعت امام کا حکم زیادہ معلوم  
 و متیقن تھا پس جب کوئی دوسرے شخص امام بنے اور جب اطاعت ہوا اور آپ اس کی  
 بروی حکم شرع مطیع ہوئی۔ تو آپ کی امامت منصوصہ باطل ہوئی اور از حد شخص کے

اہم ثابت ملی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جسکی امامت کو اہل حل عقد تسلیم کر لیں اور متفق ہو کر اہل حل عقد جسکو امام بنالیں اور خلفائے ثلاثہ کو اہل حل عقد نے امام برحق تسلیم کر لیا ہے اور انکو امام بنالیا ہے تو وہ واجب الطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوتی۔ تیسرا جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔ وانا لکم وزیر اخیر لکم منی امیرا۔ یعنی تمہاری پیمین وزیر ہوں یہ بہتر ہے اس سے کہ میں تمہارا امیر ہوں حاصل یہ ہے کہ میری امارت سے تمہاری پیمین میری امارت بہتر اور خیر ہے اور ظاہری کہ جس امارت کے آپ وزیر و شیعہ اور جن املاک آپ عین و ظہیر و مکرر وہ امارت ہی خیر ہوگی اور یہ بھی ہے کہ خلافت تہاشم۔ مابقیہ میں جناب امیر وزیر و شیعہ ہمیشہ جہات میں آپ سی شہرہ لیا جاتا تھا اور آپ کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تھا تو وہ خلافت میں جنگ و آب وزیر تہی وہ حق اور خیر ہوگی باقی رہا یہ کہ مکرر خیر تہ کس امر کے طرف راجع ہے آیا صرف ظاہری اور دنیاوی سہولت حال کی طرف راجع ہے یا مطلق باعتبار دینی اور دنیاوی امور کے سب کے طرف عالمی لیکن ہم کہتے ہیں کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہیں اور احتمال ثانی بروی و لائل صحیح و معقول ہے کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ جہیں دین دنیا کا نقصان ہو اور سہولت کا اطلاق کیسے طرح صحیح نہیں ہو سکتا است دین و دنیا کی امامت عامہ ہے جسکو ساتھ دین اور دنیا کی ہر سہولت حال منوط و مربوط ہے اور امام فقیر زہنی کے ہر کراست کے احوال دینی اور دنیاوی کے اصلاح کرتا ہے لیکن تہ سہولت خود شارع علیہ صلوٰۃ و السلام کو نہ نظر ہے اسوۃ اطحا و سکی شان میں۔ غزیر علیہ غنم۔ ارشاد ہے خود خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکد الیہ ولا یرید بکد العسر۔ اور فرماتا ہے وما جعل علیکم الدین من حرج۔ پس جب شارع کو یہ سہولت نہ نظر ہے تو اسکو کون انکار کر سکتا ہے ان امام است کا طبع ہو جاوی کہ جو کچھ انکی مرضی ہو وہ کرے یہ ہے اگر پہلی کسی امام نے کیا ہو تو اسوقت جناب کو اسکا فرمانا ثابت اور جب کسی امام نے

ایسا نہیں کیا اور نہ لوگ اسکو عادی تہی ہمیشہ امام اپنی رائی بدستورہ سے سرکھام جہات  
 کرتے رہے تو ایسی حالت میں آپکا بھار شاد و مرت سہولت حال کی طرف راجع نہیں ہوتا  
 علاوہ ازین مطلق خبر سے بلا قومیہ فرد ناقص بلکہ انقض مراد لینا بخود خلافت فاعده عرف اور غلط  
 ہے عجیب ہی کہ امام مخصوص من فہم و منصوب من الرسول بالفعل ہو اور وہ کبھی اپنی حق کا  
 نام نہ لی اور اگر لوگ اسکو چاہیں تو مدغت اور غفلت فاعدی اور غلطی کر میری وزارت  
 تمہاری سی بہتر ہے امارت اسقدر بہتر نہیں - خبر - دعویٰ والتسواغیہ تک مضامین  
 نہ تھا لیکن یہ سر نہ منصوبیت خلافت کو حاصل کر رہا ہے اور ثابت کر رہا ہے کہ اتفاق خلافت  
 بیعت اہل حل عقد پر موقوف ہے چنانچہ ان جملوں سے بظاہر صریح دلیل ہے واعلموا انی ان اجبکم  
 لکبت بکم ما علموہ ولم اصنع الی قولہ الفاعل و عتب العاتب اسمین آپنے اجابت کو  
 ضمیمہ کی طرف منسوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری تمس کے اجابت کرونگا تو بہتر کو اپنی رائی چھوڑ  
 اور تم سے اپنی علم کے موافق کام لوں گا تو آپنے اپنی عمل و تصرف کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا  
 تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل عقد کی التماس کو قبول فرمادیں گے خلیفہ بالفعل اس وقت  
 ہوگا کیونکہ اتفاقاً طرفین کے ایجاب و قبول اور رضا و تسلیم سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ  
 بالفعل امام خلیفہ تہی ورنہ خلیفہ کو جو خدا تعالیٰ کے کی طرف سے مقرر ہوا اجابت کے سوا چارہ  
 نہیں ہے۔ ان جملہ میں خیر منی نہیں رکھتا اگر اہل امام خلافت اسوجہ سے نہا کہ اس کے  
 طرف سے اجابت و تسلیم من کو تہا ہی ہے تو یہ ان اجبتوں نے فرمانات سب تہا یعنی  
 تمہاری طرف سے تقصیر ہے اگر تم اجابت و تسلیم کر دے گے۔ الخ۔ پس اس سے صراحتہ یہ ثابت  
 کر دیا کہ دار مدار اتفاق و خلافت کا بیعت اہل حل عقد پر ہی اور جناب امیر مرگز خلیفہ  
 مخصوص نہ تھے جیسا کہ حضرات شیعوہ کا ادعا ہے پس محاسن طلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا  
 یہ ہرگز شک نہیں کہ امام تہا کہ ابتداء زمانہ خلافت نبوت من کار تہا ہی نمایان اور پہلا صلی نبوت  
 بی پایان ہونے والی ہیں تو عجیب نہیں کہ کبھی آپکی خود پیش ہوتی ہو کہ یہ کام میرا ہے

ناتھ سے محبت نہ ہو اور یہ حسنات میری نامہ اعمال میں درج ہوں لیکن چونکہ یہ میرے ہمدرد نہ تھا  
 اور اس کے کام کے لیے کار پر دوزان قضا و قدر نے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپ کا دست بٹھا  
 اور اس کے وصول کے کوتاہ رہا بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کو معلوم ہوا کہ زمانہ خلافت نبوت  
 قریب الاختتام ہو چکا اور ترقیات اسلام کا شباب بڑھاپی کے ساتھ بد حال ہو گیا۔ اب یاہم  
 خانہ جنگیوں کی گرم بازاری ہوگی تو سلیبی آپ کے بیعت کے قبول کرنے میں تھقل و تسویف  
 فرمائی اور یہ الفاظ صحاف صیح طور پر اس مدعا کو ثابت کرتے ہیں فانما مستقبلون  
 امرالہ وجوہ والوان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الالاق  
 قد اغامت والمجہد تنکرت چنانچہ آپ کی زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شوائب  
 فتن سے پاک نہ ہوا یہاں تک کہ زمانہ خلافت نبوت منقرض ہو گیا اور ملک عضو ض کے نبوت  
 آئی سیواسطی حسرت کے ساتھ جناب امیر نے فرمایا۔ ابتلیت بقال الی القہر غرض ہمو  
 اس کی مطلب ہو گیا غرض اور اس کی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جس کو ہم اثبات کے درپے  
 ہیں یعنی ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ وہ بحول اللہ وقوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہو رہا  
 حاوی عشر۔ امام ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب اغالی میں روایت درج کی ہے کہ  
 عن ابی الایجر الاکبر قال جاور ابوسفیان الی علی بن ابیطالب فقال یا ابی الحسن  
 ما بال هذا الامر فی اضعف قریش و اقلها قوالہ ان شئت لاملناہا علیہم  
 خیار اور جلا فقال علی بن ابیطالب طالع ما عادت اللہ و رسولہ والمسلمین فانہم  
 ذلک تسبیحا انا وجدنا ابا بکر لہا اھلہ اس روایت سے ثبوت حقیقت خلافت صحیح

ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ علی بن ابی طالب

ابو الایجر اکبر سے مروی ہے کہ ابوسفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا اسی ابو الحسن  
 اس خلافت کا کیا حال ہے کہ تو میں میں سے ضعیف اور کمزور میں ہے۔ خدا کی قسم اگر تو چاہی تو میں میدان  
 سوار پیدا کر دیتی ہوں علی بن ابی طالب سے فرمایا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور میرے ہمدردوں کا دشمن رہا اور  
 اذیکوچہ نقض مان نہنچا یا ہمیشہ ابوبکر کو خلافت کے لیے لائق پایا۔ ۱۲۔



بدلائل مطابقی ثابت ہوتا ہے اور دوسری خلافتیں یہی جو کہ سپر مضرع ہیں تو جب اس  
حقیقت ثابت ہوئی تو اور ذمہ کی یہی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہا  
مگر ان - اس قدر گذارش ہے کہ جناب اگر صاحب غانی البوالفتح علی بن حسین اصفہانی  
کو عدم اعتبار کا قضیہ پیش کر سکتے تو ہم کو کچھ بھی روپا دروات کی حالات اور آپ کے  
تحقیقات عرض کر کے متنبہ کریں گے کہ اس صورت میں آپ کی صحاح کی خبر نہیں  
اور غالب روایات قابل اخراج ہونگی جبکہ معمول ہوا اور معتد علیہا اعتبار فرما رکھا ہے جو کہ  
اس بحث میں کیسے قدر اہمیت ہو گیا ہے سلیسی کو سب سے ختم کر کے تین اور اقوال آئندہ کا  
جواب لکھیں - **قول** جبکہ ہم نے اپنی شرائط مثلاً کو آپ کے کتب معتبرہ سے  
دلائل ثابت کر دیا اور دیکھا اسکا اہم الہامات ہونا یہی ثابت ہو گیا اور کچھ آپ کے قول آئندہ  
ثابت کیا جائیگا تو اب فرمائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا - یا  
اس باب میں کیا ارشاد فرمایا - **اقول** دعوی اثبات شرائط مثلاً بدلائل  
محض سبب انجیل سے ناشی ہے نیز غم و خجیل کہ سبھی ہم شرائط مثلاً دلائل سے ثابت کر چکے ہیں  
فی الحقیقت اذکا ثبوت محال ہے کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت کے خلاف ہوں اور انکا  
ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہو چنانچہ آپ کی دلائل کے جواب میں گذارش ہو چکا اور ہم  
الہامات ہونا جو بار بار آپ کی زبان پر بھی معلوم ہونا ہے کہ آپ کو اپنی عادت قدیمہ کی  
موافق یہی یاد نہیں کہ اس سلسلہ میں امتناز کو غیب کیا ہے چنانچہ ہم کئی بار قاضی  
جسمین آپ کے اس بحث کی ہر گذارش خدمت کریں گے اور جب شرائط مثلاً کا آپ سے ثبوت نہیں  
ہو سکا تو یہ سوال آپ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس میں  
کیا ارشاد فرمایا ہے موقع ہے مان یہ موقع ہماری سوال کا ہے کہ جب شرائط مثلاً باطل ہیں  
تو فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا  
**قول** رہا آپ کا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو ہم چاہتے ہیں بالوفاق الخ جب اس

کلام کو اصلی معنی میں لیا گیا کہ جو آپ سمجھتی تھی وہ ہرگز اسکا مطلب نہیں تھا  
 شبہ رفع ہو گیا جو کچھ جناب سالت تھے اس باب میں فرمایا ہوگا ظاہر ہے کہ ہمیں بعد اس  
 کلام میں کچھ فرق ہوگا اور ہرگز مخالفت ہوگی اور ہر دو ارشاد بجا ہی خود حق و درست ہو گئے  
**اقول** بحوالہ فقہ وقوۃ مسمیہ ثابت کرانی میں کہ جو معنی آپ نے اس کلام کے لیے سمجھا ہے وہ محض  
 غلط تفسیر ہے نہ تمام بلکہ نہ کسی دوسری کلام میں کسی قدر عارض ہو سکتی ہے پس اس تحقیق سے محقق ہو چکا ہے  
 کہ اس کا اصلی معنی اور فقہی مطلب ہی تھا کہ جو ہم تھی پس ہمارا اعتراض کس طرح آپ کو حصول سے نفع نہ  
 نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں جو کچھ فرمایا وہ اسکی ہرگز نفی  
 نہیں ہوگا **قول** بحسب ہر کہ باب تاویل آپ نے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہے حالانکہ یہ تفسیر ہی  
 وہ عرض ہوئی ہے جو ہر دو دفعی میں دیکھ کر تاویل کیجانی تو تاویل کی بہت گنجائش تھی  
 باب تاویل نہایت وسیع ہے **اقول** جن دلائل سے ہم نے باب تاویل کو ہجک بند کیا ہے  
 وہ دلائل وہ ہیں کہ جن سے ہم نے انکی معانی کو چل کیا ہے اور اسبع میں مذکور ہو چکا ہے اور میں  
 یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہ معنی جو آپ نے بیان فرمائی میں محض خیالی ہے اور فقہی اسی معانی کو  
 تاویل نہیں کہا جاتا بلکہ یہ بحر لغت معنوی سے ہے جس سے ہر عبارت بجز ایک معنی کسی دوسری  
 معنی کو تحت مل ہی نہیں اور نیز بحر ایک معنی موضوعات کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی توجیہ  
 قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قوانین دلالت کرتی ہوں تو اسی حالت میں باب تاویل مسدود  
 ہوا کرتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تاویل واسع ہے یہہ نتائج کرنا کہ عین جاری ہو سکتا ہے یہ خبر کے علمی  
 فضل پر نہیں ہر ہذا اگر ایسا ہی باب تاویل واسع کو خصوص میں مثل اللہ العنا محمد بنیاد میں  
 تو تاویل کی محجرت ہے کہ باوجود اسکو خطہ غیر مرجکت مولانا کو خصوص میں اختلاف میں سمجھتے ہیں اور  
 قابل تاویل نہیں سمجھتے معلوم نہیں کہ ان کس دلیل سے باب تاویل مسدود فرمایا پس باب تاویل کے تحت اگر  
 مقتضی نہیں کہ ہر جگہ جاری ہو سکی۔ **قال الفاضل** بحسب۔ **قول**۔ باقی رہا۔  
 اہمیت سے یہ سوال کہ خلافت کو کچھ نزدیک اور دین میں۔ منع سوا اولیٰ اسکی کچھ ضرورت نہیں

کیونکہ ثابت امر ثابت کو اس کی شرائط کے بدلائل ثابت فرمائیگا تو اس کا اہم الہامات ہونا ہی ثابت  
 ہو جائیگا اہم ثابت کیونکہ یہی کہنا کہین یہاں بدلائل ثابت ہو گئے کہ اس کو قول کیونکہ معتبر ہوگا۔ اقول۔ جبکہ  
 بہت بڑا اختلاف ہے اور مابہ النزع اہل سنت و جماعت میں اور اختلاف ہے ہنرا جیسا کہ ثابت کیا گیا  
 اور اگر نزدیک بھی ہو اور بھی منکر اختلاف کا جو وہ بھی بالآخر مجتہدات میں ہوتا ہے تو اس  
 سوال کی شد ضرورت ہے کیونکہ جب تک وہ امر اہم الہامات اور مسائل شرعیہ میں سے علامہ ثابت ہوگا  
 تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ ہوگا جو دفعین ایک دوسری کو انہی  
 میں **بقول العبد الفقیر الی مولانا العینی اہل انصاف و کھین**  
 ہستی کیا عرض کیا تھا اور جاری تحسین کیا جواب میں کیا فرمایا ہے میں ہر جو کچھ فرمایا ہے اس کی  
 دلیل عاسی کو یہ ساس کہتی ہی یا نہیں یہ شخص حضرت کی سخن منہی ہے اس لئے سوال کیا تھا کہ اس  
 امر میں سے یہ یا نہیں اگر ہی تو اصول سے ہے یا دفع سے اس پر بھی عرض کیا تھا  
 کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب مسئلہ امت مع اس کی شرائط کے بدلائل پ  
 ثابت فرمائیگا تو اس مسئلہ کا امر میں میں سے ہونا بھی ثابت ہو جائیگا اور اصول سے ہونا بھی  
 ثابت ہو جائیگا اس کو جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فیما بین اہل سنت و جماعت بہت بڑا اختلاف  
 امرات میں ہو اور اگر ایک نزدیک ہی عظیم خلافیات راجع بحث امت ہے تو اس سوال کی شد  
 ضرورت تھی اور اگر دلیل صحیح ارشاد ہوئے ہے کیونکہ جب تک وہ امر اہم الہامات اور مسائل  
 شرعیہ سے علاوہ مسئلہ ثابت ہوگا تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہ ہوگا پس اس  
 فقیر سے یہی اعتراض کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعاسی کیونکہ رابطہ ہوا اٹھا ہر سے کہ جب  
 یہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزع ہے اور جب تک اس کا اہم الہامات ہونا ثابت نہ ہوگا تب تک  
 یہ اختلاف موجب ضلالت نہ ہوگا تو اس سے صرف یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کو اور اس کی شرائط  
 کی اثبات کی ضرورت ہے جب وہ مع اپنی شرائط کے بدلائل سے ثابت ہوگا تو اس وقت یہ  
 اختلاف موجب ضلالت ہی ثابت ہو جائیگا پس اس کے مع اس کی شرائط کی اثبات کی ضرورت ہے

سوال کی اور بندہ نے بھی یہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں آئے اس کے  
مختص دعویٰ بالہویدل فرمایا کہ دلائل سے اوکلو ثابت فرمادیں دین میں داخل ہوں میں ہی ہونا  
خود ثابت ہو جائیگا تو اس عبارت سے ہماری اعتراض کے تقویت ہوئی نہ ہماری اعتراض کا  
جواب اور اس سے یہ بھی صحت ہو گیا کہ مدعا تو اس قدر ضروری ہے ہونا سوال کا تھا اور دلیل سے اس  
ضروری ہونا ثابت اور خلافت کا مع اوکلو شرط کے ثابت ہوا۔ رہا اثبات اور خلافت  
مع اوکلو شرط کے سوال کی بحث گذر چکی اسلئے انصاف ملائکہ فرمادیں اسلئے انصاف سے  
بول دہیں اور بحث اہم المسلمات ہونے کی غرض سے آتی ہے اوکلو شرط میں **قول**  
اسلئے کہ کہنی الامامت کو مع اوکلو شرط کے دلائل ثابت کر دیا **اقول** جن دلائل سے  
آپ نے الامامت کو مع اوکلو شرط سے بختم فرمایا ہے ان دلائل کی کیفیت دیکھنا  
بندہ بخوبی واضح کر چکا ہے اور بوجہ اسلئے ثابت کر چکا ہے کہ یہ دلائل ایسی دلیلیں ہوں جو ضعیف  
ہیں انہی پر ممکن نہیں کہ قیامت تک یہی ثبوت مدعا ہو سکے **قول** کہ جب اسلئے اذالہ اخفاء  
سے نقل ہوئی ہیں انہیں یہی لفظ یعنی اہم المسلمات بلکہ اس سے بڑھ کر مثل اس کی کہ اگر انھیں صحت  
علیہ وسلم تقریب عبادت ان فریضہ بختم نہ کرنا اور ادائیگی واجب نہ ہو ہاں نہ حاشا من فلاں  
تقریباً اس آیت وافی ہدایت کا ترجمہ ہے کہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ موجود  
آپ ان عبارت کو نظر فرمائیے انصاف سے ملاحظہ فرمادیں۔ **اقول** آپ کی اس تقریر  
اور نیز تقریرات سابقہ ولاحقہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت وجمیعہ مسئلہ امت کو  
اہم المسلمات سے جو تکبارہ دین میں تفرع ہوا ہے عاری اور آپ کی اسلئے میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے اس میں  
آپ ہی نہیں سمجھ کر اصل امر النزاع کیا ہے اور کس چیز میں نزاع و اختلاف ہے۔ آپ کو خود انہی کلام سے  
مستخرج ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہم المسلمات ہونے اور ہونیکی وجہ النزاع سمجھ رہے ہو  
دین اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ نزاع اوکلو ضرورت اور اہمیت میں ہے پہلی اصل سنت کی کتاب میں  
جس کے لفظ اہمیت یا اوکلو مع معنی مل گیا وہی ثبوت مدعا کیلئے تبرعم خود بعض سے حالانکہ یہ

بما النزاع کا لفظ  
اہمیت اور اہمیت خلافت اہم المسلمات ہونے کی دلیل

خیال بکل غلط اور سہم لغو و کج و کجاستین شخص ہر کام و خصوص شریعہ کا متبع کیا ہی وہ سچر کما کر کچھ  
 اور ضروری زمانہ کسی کام اس امر کو مستحاج نہیں جو کہ وہ اصول میں ہو جو ممکن بلکہ بہت محکم لپی  
 میں جو ضروری عملی میں اور نہایت اندر ضروری میں کیا آسکا نزدیک صوم و سلفی اہم ضروری  
 نہیں کیا آسکا اور نیز باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتا۔ اہل عیسیت بھی  
 کچھ سی پنجتر نہیں جو کہ وہ اصول ہی میں ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی اہمیت بوجہ وجود ہا اور سی  
 اثبات ہونی کے ہو چنانچہ ایمان بالذات فی الواقعہ سے عین الحواسہ ہو کر ہی شاید عدل  
 کافی میں اور نیز ممکن ہے کہ وہ چھ قسم کی با واسطہ اور سبب سے کسی دوسری ضروری امر کی ہو جو اس  
 وسائل و حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مقدّمات اور اسباب واجبہ و عبادہ قرار پایا  
 چنانچہ صنی ہو لفظ اہم المہم سے کما کما ہوا ہے اسی اعتبار سے نگاہی اور ہر سیوے سے ہر سیوے سے  
 فی ہر سیوے اور ہر شخص اسکو سچہ سچہ پس بشرطیکہ ہم سے کام لے پس یہ ضروری نہیں کہ جو ضروری  
 شریعہ اہم ہو وہ اصول میں ہی داخل ہو ورنہ ہر ضروری جو کہ اصول میں ہی ہو نہ ہو ضروری  
 اہم اور ضروری ہوگا پس ہم سہم سہم کہ ہم اور ضروری کہ ہم یہ ہیں لیکن اصل میں یہ نہیں سمجھتا  
 اور حضرات متبعہ اسکو اصول میں داخل کر کے دین تو متذکرہ نسخہ فیما بین اصل سنت و شیعہ  
 امر خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں سمجھتا بلکہ اصول میں ہونا ہی سہی جاری سنت باہمین  
 وہ دلائل میں کرنا جسکا مدلول صرف اہمیت خلافت ہو بلکہ داعیات اور پوج میں جسکا نشانہ  
 یہ ہو کہ استدلال بالشرائع کو یہ نہیں سمجھا اور تعین محل نزاع کا اسکو معلوم ہوا نہ وہ دلائل اس  
 قابل میں کہ ہم انکو نظر التفات سے دیکھیں اور اصل جو اس نزاع و خلاف کے فیما بین است  
 شیعہ و مہدخت میں یہ ہو کہ اصل سنت کہ ہم میں کہ عباد پر واجب ہو کہ یکو اپنا خلیفہ بناوین اور ہم  
 مقرر کرین اور شیعہ کے نزدیک ہمیں عباد کو کچھ دخل نہیں ہو بلکہ کہ ہمیں کہ خدا پر واجب ہو  
 کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرماوی امامت کے نزدیک جب اختلاف عباد پر واجب ہو تو اسکا  
 وجہ سبب انکو عمل کے ہو سہی دوسری عملی ہوا۔ پس یہ امامت کے اسکا ابطال کے لیے نہ

دلیل قیام حجاب ہوگی جو اس لئے کہ فریضہ کے روز کو باطل کر دے اور اصولی سونا ثابت کرے اور اس کے  
 کہ جو دلیل ازائم کفاسی نقل کی ہو وہ گمراہ مفیدہ غیب نہیں ہو کہ کیا اس کے اثرات ہوتا تو یہ ثابت ہو جاتا  
 کہ خلافت فریضہ مختوم ہے وہیں اور یہ کہ مسئلہ علم کی ہول کی ہوئے کو گمراہ نہیں بلکہ نظام و سبب  
 کہ فریضہ مختوم ہی عباد پر ہی اور ان کے عمل کے متعلق ہے تو اس کی یہی ایک کافی عقلی ہونا ثابت  
 ہونا ہول میں ہو ہونا۔ رما آیت وان لم تفعل فاعلمت رسالتہ سے کہ ہلال اس معاہدہ  
 اس سے ہی زیادہ نو ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام و عہد و عہد  
 و مذہب و اہل بیت اور علیہ السلام قیاس قیاس و امثال و مثالیات وغیرہ سے نازل ہو  
 اور جبکہ نہایت حکم ہو کہ عباد کو پوچھا و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو کہ ان کے  
 تبلیغ فرادین اور کسی میں اختلاف کو تا ہی نہ فرادین خواہ وہ اہم اور فریضہ مثل الفرض کہ ہوں یا نہ ہوں  
 پر اگر بغیر من محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنیں سے کسی امر کی تبلیغ میں اختلاف ہو  
 خواہ وہ امر فریضہ یا دین سے ہو یا نہ ہو تو یہی تبلیغ رسالت میں کو تا ہی ہوگی اور منصوص آیت  
 وان لم تفعل فاعلمت رسالتہ صداق آوے گا۔ پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیت سے پیشتر  
 لانا سارے اہل بیت پر اس عبارت کو ہماری فاضل محبت سے اخذ فراموش اور عقل و فہم سے و حکیم  
 معتمد ازہم یہ جہت یاد رہی ثبوت بھی جو جن عباد کرام کے آپ فضیلت کے مستحق ہیں اور ہی  
 معظم اختلاف کا ان کو فضائل کی عقیدہ کرتے ہیں وہ یہی ایک ایسا اہم الہامات مجتہد ہی کہ یہ  
 کائنات کے موجودات کی نفس اطہر بدون تخییر و تکفین کی ہو رہی اور اس کی طرف ایک  
 صحابہ کرام تو ہو ہی نہ ہوئی اور عقیدہ نبی ساعدہ میں ثانی نے دل کو خلیفہ بنا ہی دیا اب وہی  
 کہ ہمیں یہ جلدی محبت کا کہہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور عظمت اطہر  
 کی ہمدردی و محبت پر دل سے امر خلافت کے اہم الہامات ہونی کی غرض سے کہی یا کسی اور غرض سے  
 مفصل ارشاد ہو اور یہ حال کل کتب احادیث و تاریخ و سیر میں درج ہے اور ہمیں تو  
 مدارج النبوت کو ہی ملاحظہ فرادین اس میں بیحد ہی لفظ یعنی اہم الہامات تحریر ہے

**اقول** اس مسئلہ میں یہی وہی خرابی موجود ہے کہ ہماری فاضلہ نجیبہ نے امتنا وغیرہ کو  
 اثبات مطلوب پر اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اس کو بھول گئی اور صرف  
 لفظ اسم فاعل کو چھپی ہوئی اور یہ نہ سمجھا کہ بابہ الزلوع کیا ہے اور اگر یہ ثابت ہو گیا تو اس کے  
 خصم کا کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شاہ اش اس حیا و شرم کو قیفہ نبی علیہ  
 کو قصہ سے جو اپنے استدلال فرمایا ہے بالکل لاطائل و بوج ہے کیونکہ غایتہ ماننے الہاب اگر اس کے  
 لازم آتا ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ صاحب کرام رضی اللہ عنہ نے ہم نے امرین خود میں میں سے جو ہر باہم  
 ستارض پیش کی ایک امر کو جو زیادہ اہم تھا دوسری محکمہ فرمایا۔ پس اس سے جو خبر اس کی  
 کہ یہ ثابت ہو کہ اختلاف اہم اور ضروری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سوا اس کا کوئی منکر  
 نہیں ہے حضرت فرائض و واجبات علمی میں وہ سب اپنی اپنی مرتبہ میں اہم اور ضروری ہیں البتہ  
 نزاع نہیں ہے کہ اختلاف اصول میں ہے یا فرع میں ہے پس اس میں کیا حجت ثابت ہے  
 کہ اختلاف اصول میں ہے نہیں ہے بلکہ فرع میں ہے کیونکہ جو لوگ شریک بیعت بقیۃ  
 بنی ساعدہ تھے وہ سب علم مخصوص خلیفہ اداں خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما وجوب اختلاف کو  
 منوط جعل است اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ واجب اولیٰ و نزدیک  
 و اصل فروعات تھا۔ رہا یہ کہ امر خلافت کا سر انجام تیسری و چھٹیں نفس اطہر و اقدس صلوات  
 علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تھا یہ خود علیؑ سے ہے کہ امر خلافت ایسا مقدمہ ہے کہ اس پر احکام  
 بنادین اسلام اور تقاضا مآثرین موقوف تھا اگر اس میں تزلزل آتا تو خدا نخواستہ تمام دین  
 ہی درہم برہم ہوجاتا اور تیسری و چھٹیں کی تاخیر سے کوئی خرابی لازم آتی تھی اور یہ قاعدہ ہے  
 کہ ہم الامین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر غیبیہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت  
 خلافت اللہ رضوانہ عنہم میں اس خوف سے کہ اگر میں امر خلافت کا مطالبہ کروں اور وہیں نہ پیش  
 کروں تو یہ تمام لوگ جو بظاہر حکم کو اور باطن کا فریب غلامی اسلام سے ہی پر جا دیں گے  
 اور تنہی اور کٹہری ہو کر امر خلافت کا مطالبہ نہ فرمایا اور اس کو ترک کیا اور جو امر کرنا



توحید و نبوت کے اصول میں ہیں یہ تھا اسکو چھی ڈال دیا تو گویا جالبہ صنی اللہ عنہ نے موثق  
اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول ان کے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو نسبت اصول میں کج اہم الہیات  
سمجھا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ کیا نزدیک کفر و نفاق اصل اصول میں ہے اور اہم اور نزدیک  
نحو ذواللہ من ذلک - اور یہ طعن کی صحیحہ تصفیہ الہیہ کی توجہ نہیں کی بلکہ نہایت متوجہ نہیں  
اس کا جواب ہم ابحاث سابقہ میں مفصل گذارش کر چکے ہیں جس جہت سے اہل حق نہیں رہیں اگر کہیں  
النبوت وغیرہ میں خلافت کی نسبت لفظ اہم الہیہ سے توجہ نہ ہو تو یہ بھی گنہگار نہیں ہیں  
اور نہ جاری مجیب کے مفہود مدعا بلکہ وہ ایسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کر چکے ہیں  
**قولہ** شرح عقاید نفسی میں یہ عبارت موجود ہے: ولایات الامامة تدل علی

اہم الہیات بعد وفات النبی تم نصیب الامام حق تدل علی الدلائل  
ولکن بعد موت کل امام ولان کثیرا من الواجبات الشرعیہ یعوق علیہ اخر  
شرح عقاید نفسی تو شاید اس سنت میں کتب درسیہ میں جو حضرت عجیب علیہ السلام میں مذکور ہے  
کہ یہ کتاب سے سبق پڑھی ہوگی تعجب ہے کہ حضرت امامت کو اہم الہیات نہیں سمجھتے۔ **قولہ**  
عبادت منقولہ شرح عقاید نفسی سے ہند لال کا فشا رہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل نصیب کو  
واقع ہو گئی ہے کہ بابہ الشرائع کو فراموش فرادیا ہے اور لفظ اہم الہیات کے بھی ہوئی ہیں  
یہ لفظ ملک فرط خوشی سے جامہ سے باہر ہو گئی اور انہیں اندک کر کے کہہ دیا ہے جو  
کر دیا اور سمجھ کر میدان ماریاں یہ اس فہم پر کس قدر دعویٰ اور کیا کچھ ناز و نفرت اس عبارت  
میں بجز اس کہ لفظ اہم الہیات مذکور ہے جو مفہود معانی میں اور کون لفظ جس سے ثبات  
ہوتا ہے کہ امامت اصول دین میں ہے - اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اہم الہیات  
سے ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ جب کہ اصول دین میں ہے اور فروع دین سے نہیں  
شرح عقاید بیشک دسی کتاب ہو لیکن اگرچہ مفہود نہیں بلکہ اس شائستہ ہند لال کا سطر نو اگر آیت قرآن  
ہی ہو تو یہی ثبوت مدعا محال ہے - پس اگر آپ ہماری الزامات کو اہم الہیات



یہ سمجھو کہ سب سے تعجب فراوان تو کچھ تعجب نہیں لیکن تعجب یہ ہے کہ خود ہی سوال فرما دین زار کی  
 نزدیک خلاف امر دین میں سے ہے یا نہیں شق اول میں اصول میں سے ہے یا فرق  
 سے (اور خود ہی سوال دین یا بھولا دیوں **قول** جو امر واقعہ میں اہم ہی وہ کسی  
 مانع نہ ماننی نہ تنجیض نہیں اہم اہم ہی ہے کہ حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہے کہ خود ہی کہا  
 کہ کو اہم الہیات کہتی ہیں بلکہ اس کا ایسا ہونا بہ لائل ثابت کرتے ہیں اور بالیقینہ خصم  
 صفت یہ میں اسکو نہایت ہی اخف سمجھتی ہیں **اقول** بے شبہ جو امر واقعہ میں اہم  
 ہے اسکو کوئی ماننے یا نہ ماننے وہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے کہ امر خلافت  
 یا مستبار داخل اصول ہونے کے اہم ہے تو یہ ہر طرح غلط ہے اسوقت تک آئیے اسکی ثبوت  
 کو یہی نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کہی حجت بیان فرمائی تو اسکو و قہیہ بلا دلیل کیونکہ تسلیم  
 کیجا دی۔ اور اگر امتیہ خلافت اس طرح ملحوظ ہے ہر صیغہ بالواسطہ اہم ہوتی ہیں  
 تو اسکا کوئی سنگ نہیں پس یہ اہل سنت کا حال نہیں ہے جسپر آئو تعجب ہے  
 یہ صرف حضرت کے علم و فہم و فضل و کمال کی خوبی ہے کہ اہم ہونے اور اصول میں  
 ہونے میں امتیاز نہیں کرتی اور باہم تفرق نہیں سمجھتی اسنت کے نزدیک امتیہ  
 و غیر امتیہ باعتبار محض لفظ ہے لیکن نسبت حضرات شیعہ کی حالت عجیبہ قابل دیکھنے ہے  
 ہے کہ خود ہی اسکو اہم الہیات اور اصول دین میں سے کہتی ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں کہ ائمہ نے  
 کبہر خلاف کا نام ہی نہیں لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو مانی نبوت ہے  
 ایک کا فرومنافق کوئے علیہم بخشد یا ان نہ لاشی حجاب **قول** جب ہمیں اسکو  
 اہم الہیات مل ثابت کر دیا تو اب آپ کی ہی قول کے موافق اسنت کچھ ہی کہا کریں یہ امر  
 اہم الہیات میں ہے ہر بقاہ و لائل معتبر نہ کہ وہ بالا ان کا قول معتبر نہیں **اقول** بے شک اگر آپ  
 دلائل معتبرہ شرعیہ سے امر خلافت کا اصول میں ہونا ثابت کر دیجئے تو اسنت کا قول  
 بقاہ و لائل شرعیہ نہ کہیو مگر معتبر ہوتا لیکن دلائل شرعیہ سے اسکا ثبوت کہہ نہ سکتے

اصول میں ہیں جو محال ہو آج تک آپ کو سلاف بزرگوار دینی توحید ثابت ہو ہی نہیں سکتا تو آپ  
 کیا ثابت کر سکتے اور جسکو آپ نے اپنی زعم میں اثبات سمجھا اور جسکو ہم نہیں سمجھ کر ہی چکر میں کر رہے  
 آپ کی خوش فہمی کا ثبوت ہے **قال الغنی عن المسبب** قولہ **مختلفة اختلاف اہل سنت**  
 نیز ایک فرع دین سے ہے چنانچہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حبیب الرحمن علی رحمۃ اللہ علیہ نے  
 ازاد الفہم میں تصریح کی ہے۔ اقول اگر واقعی اختلاف فرع دین سے ہے تو منکر ترقیب  
 خلافت ضال گمراہ کیوں ہے حالانکہ مسائل فروعیہ میں ائمہ اربعہ المسنن میں اختلاف  
 کثیر ہے اور با اینہم چاروں برحق میں کوئی ایک دوسری کو مبتدع و ضال نہیں کہتا  
**يقول العبد الفقير الى مولاه العن** کہو اپنی مجلس کی خوش فہمی  
 کمال انوس ہو کہ حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سے مسائل احکام میں جملہ نکار سے  
 مستحق تکفیر و تنزیل ہوتا ہو اور یہ سمجھ کر کوئی میں کہ اس کے فروغ کو مطلقاً ضال نہیں  
 کہا جاسکتا بلکہ صرف اویسیت تکفیر و تنزیل کی وجہ سے انکار اصول دین کا ہو گا۔  
 حالانکہ یہ مختصر بالکل غلط اور بطل ہے کیا یہ بات آپ کو معلوم نہیں ہو کہ ان کے لئے فروغ کا  
 انکار سے مثل وضو و تیمم کے مستحق تکفیر و تنزیل کیوں ہو سکتا ہو حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار  
 خواہ فروغ ہو کیوں نہ ہو مستوجب تکفیر و تنزیل ہے کہ یہ گناہ چنانچہ خود یہ بھی ہے اور مسئلہ ترقیب خلافت  
 باوجودیکہ فروغ میں سے ہے لیکن چونکہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہے پہلی اسکا  
 منکر ہی مستوجب تنزیل ہو پس استحقاق تنزیل منکر مسئلہ کی اصول دین میں ہیں چنانچہ  
 دلالت نہیں کرتا علاوہ ان کے وہ مسائل جنہیں اجنب و کوساغ ہے اور ایک نوع کا خفا یا آشکار  
 یا اجمال اور نہ مخصوص دلائل میں پایا جاتا ہو اور محتملات ناشیہ عن دلیل کی اور نہیں گنجائش  
 ہے تو ایسی اختلافات موجب حجت میں اور یہ اختلافات مستوجب تکفیر و تنزیل کے نہیں ہیں  
 چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت میں جب اختلافات میں وہ اسی قسم کے ہیں اور جب اختلافات  
 موجب توسع و رحمت میں چنانچہ ارشاد ہے اختلاف امتی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ اختلافات

خلافت اہل حق و برکت کے مسائل کا اجمال

متحقق تفصیل کے نہیں ہو سکتی اب ہم اپنی اس بنا کو ثبوت پر آگے بٹھاتے ہیں۔  
 دلیل اول کہ میں وہ بحث کرتا ہوں جس میں صحت پر بحث ہو رہی ہے اس میں اتفاق الجمہور من المسلمین  
 علی ان المصیب من المجتہدین المتعلقین فی العقلیات التي وقع التكليف بها  
 واحد وان الاثر من الخطیہ آخر لان الله تعالى كلف فيها بالعلم والتفكير دليلًا فالخطیہ  
 لا تقترن بيقین فی العمدۃ وخلافہ فی ذلك سُدّ وذم اهل الخلافہ وهو مكان من  
 الصنعق واما الاختكام الشرعیۃ فان كانت علیها دلیل قاطع فالمصیب فیها ایضًا  
 واحد والخطیہ غیر معدومہ وان كانت مما یفتقر الی النظر والاحتجاء فالواجب  
 علی المجتہد استقراغ الوسع فیہا ولا اثر علیہ حیثیۃ قطعاً بغیر  
 خلاف ایضاً یہ۔ پس اپنی شبہہ ثانی کی شہادت کو خطہ فراموشی اور اپنے  
 استدلال کو کچھ کچھ تو شرعی نہیں کیوں اس قدر گزارش کرنا باقی گیا کہ قاضی شیعہ کو نہیں  
 جو کچھ اصول میں نہیں نکال دیتا وہ کچھ خاص فرق شیعہ امامیہ میں جو کچھ در باب امامت  
 اختلاف ہے اس کو سبب تسلیم ہوتا ہے ہماری فاضل مجیب فرماتے ہیں تو سہی۔ قطع نظر اس سے  
 آپ کا برواسطہ مثل شام ایجو ایچی اور مومن اطفال جنسیت نام حکم نے انکار اور انکار

۱۔ جمہور ان اسلام سے متفق ہیں کہ مجتہدین میں سے جو باہم ان عقیدت میں مختلف ہیں جنسیت  
 واقع ہوئی ہے ایک مصیب بصواب ہے اور دوسرا خطا ہے اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں حکم کی تکلیف  
 دی ہے اور دلیل قائم کی ہے۔ پس خطیہ اس کو کہہ لیں گے کہ نامی کرنے والا ہے تو اس کو ذمہ پر باقی رہے گا اور اس  
 اہل خلاف میں کے چند لوگوں نے خلاف کیا ہے اور وہ صنف کے نہایت مرتبہ میں ہے اور لیکن  
 احکام شرعیہ اگر ان پر کوئی قطعی دلیل ہو تو اس میں سے ایک ہی مصیب ہے۔ اور خطیہ  
 میں نہ نہیں اور اگر وہ ان احکام میں سے ہو جو نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہیں تو مجتہد پر نہیں  
 کوشش کا خراج کرنا ہے اور بدوہ نفع کے جو قابل شمار ہو اس وقت اس پر یقیناً گناہ نہیں ہے۔ ۱۲۔

کتاب میں لکھ کر جو صریح ضروریات دین کے منکر تھیں اور اصول میں ہیں جمہور فرق اسلامیہ کے مخالف  
 تھے اور خداوند تعالیٰ شانہ سے اقولون علو اکبر کی جسم کے قابل تھے اور انکے نسبت مفصل ارشاد  
 فرمائیں۔ اچھا فرق شیعہ اور فرق امامیہ کو اور انکے اختلافات کو دیکھنی دو جناب امین ہامین  
 ثانی دہلاٹ در باب یوم خلاف امیر جو یہ جو اختلاف ہوا اگر یہ مسئلہ اصول دین میں سے ہے  
 اور اصولی اختلاف مستوجب تفصیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کسی تکفیر و تفصیل کیجیگا  
 نیز امام رابع شیعہ اور محمد بن حنفیہ میں باہم امامت میں اختلاف ہوا اگر ہر ایک شخص انہیں سے  
 اپنی امامت کا دعویٰ اور دوسری کو امامت کا منکر ہوا تو فرمائی کہ اپنی قاعدہ کے موجب  
 کسی تکفیر و تفصیل کیجیگا اور کسی متبذع اور ضال کہیگا اور جو کچھ اختلاف کفر و دعوات میں ہے  
 اسکا نو کیا ذکر کردن **قول** اس فراموشی سے کہ کسی خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے  
 بیعت کو ٹھکرتے والوں کو کہہ دیا کہ ان میں جناب امیر علیہ السلام دینی ہاشم اور انکی عشرہ مبشرہ میں ازیر  
 ہی تھے کہہ جانے کی بجلی کیون دی اور ان حضرات کا کچھ پاس کی نظر کیون نہ کیا نہ دعویٰ  
 اختلاف میں اس تشدد کے کیا معنی **اقول** اگر فراموشی اختلاف کو نزدیک مستوجب  
 تشدد نہیں ہے تو جناب امیر جناب امام حسینؑ پر اور انکے عل بیت المال ہے بقدر ایک طل کے  
 دینے پر کیون اس قدر تشدد اور غضب فرمایا اور کیون انکو مارنے کا قصد کیا اور انکا پاس کی نظر  
 کیون نہ کیا اب یہی فرمائی کہ فراموشی اختلاف میں اس قدر تشدد کے کیا معنی۔ اور نیز جبکہ شیخ  
 بن محمد شیعہ مخالفین کے ڈر سے کہہ میں جب کہ بیٹہ گئی اور اپنی حقوق و فک و بغیرہ کا تمام  
 تک لے لیا اور جناب معصومہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت کی (بروایات قوم و امم) سے  
 علیہم فیہا) کیا کچھ تہلیل و توہین کی اور کسی سی کلمات ناملائمہ مستحکم فرمائی پس اگر  
 فروعات مستوجب تشدد و ہتھکنڈے تو اپنے جناب امیر کی ایسی کیون تھیں تو میں  
 صرف فروعات کی ایسی فرمائی اور کیون حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت علیؑ کی وصیت  
 اور انکی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھ پاس کی نظر نہ فرمایا فروعات میں

فراموشی اختلافات میں نہ ہونی چاہیے۔ ہر مسئلہ کو

اس قدر تشدد کو کیا معنی۔ اسی ہی ایک طرف کہو جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس شخص نے کہا کہ میں نے  
 جبکہ شہادت روایات قوم بیت المال پر سے کچھ مال لیکر آ رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے اس شخص کو اس شخص کی  
 اطلاع ہو کر اور اپنے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو بیچ البدایہ میں درج ہے اور ہم ابحاث  
 سابقہ میں اس کو نقل کر آ کر ہیں اور میں یہاں تک لکھا۔ فان لم تفعل شئاً امکنی اللہ  
 لا عذرک اللہ فیک ولا ضرر بک بسیف پس اگر فدوی اختلاف مستوجب  
 تشدد نہیں تو جناب میرے فتوحات میں کیوں اس قدر تشدد کیا اور کیوں پاس نہ لکھا کچھ  
 لکھا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر حسن حسین ایسا کام کرتے تو میں ان سے بھی صاف تھکنا اور بطل  
 کو آؤ کہ غلطی سے دور کرتا پس اگر فدوی اختلاف مستوجب تشدد نہیں ہوتا تو اگر اس تشدد کو  
 کیا معنی اور اس کو علاوہ جناب میرے اپنی اعمال پر فتوحات میں تشددات فرمائی وہ بھی اگر  
 نزدیک مسلم اور ناحق ہو تو اگر قطع نظر اقل یہ ہے کہ یہ بھی ایک نزدیک پایا گیا کہ حدود و قصاص  
 کا اجرا اور سیاست و تعزیر کا عمل سب ظلم ہے اور ناجائز کیونکہ یہ سعودیہ بالفاق و عثمانیہ بالذریعہ  
 میں ایسا تشدد جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز ہو تو پس اگر اس مسئلہ نے شریعت کا کیا بہت  
 بڑا حصہ ہی ہند کر دیا اور نیا اسلام کو ہی گرا دیا۔ آپ کے اس حکم و فہم پر بہت افسوس  
 اور رونا افسوس اس وجہ سے ہے کہ آپ نے تمام عمر منظرہ دانی اور موافق و مخالف کی کتابوں کی  
 اور اوراق گردانی میں گذاری ہے علی الخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازبر ہو گا پھر اس پر یہ حال ہے  
 اب مختصر گذارش ہے کہ مختصر میں جواب بقصد اخلاق بیت سفیہ طمہ کو ضمن میں لکھ ہے  
 کہ جناب فاروق کا یہ قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و سبب تنبیہ کی حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کو حق میں عیب اخلاق فرمایا تھا حالانکہ جماعت  
 فردعات میں یاد چاہیے کہ یا سنت ہو کہ وہ پس اس کی ترک کی وجہ سے جب اپنے وعید اخلاق  
 صدقہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ فتوحات میں ہی تاکید تشدد جاری ہوتے ہی اگر کو  
 فن جیسا کہ کچھ ہی مس ہوتا تو صدقہ احکام اس قسم کی ہم ہو چستی مثلاً چند ہی روز

کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوٰۃ کو کفر سے تعبیر نہ فرمایا نہ حج کی رخصت کو  
 یہودیت و فریفتہ کی خبر فرمائی۔ جس قطع کو اکی نسبت اتہام تھا کہ اسنی انکی لوٹدی گئے ساتھ  
 زندہ کی ہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک قتل کا حکم فرمایا۔ اپنے فرمایا لو ان فاطمہ بنت محمد سرف  
 (اعاذنا اللہ من ذلک) لقطع شد بد علی بن ابی القیس بلا مبالغہ صدہا ایسی واقعات  
 فریقین کی کہ ابونین تکلیف ہو جو اس امر پر درج و دلیل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں تبدیلیات و تشدیدات فرمائے ہیں۔ پس انکو  
 یا اصول دین میں داخل سمجھو یا اپنی قول سے رجوع کجی اور قائل ہو جی کہ یہ الزام غلط تھا اور فروع  
 فروعات میں تشدیدات شرعاً وارد ہوئی ہیں نہ اسوقت مخوف التحویل چند اشہد پر ہر اکثفا  
 کیا در نہ اگر میری ہاری جناب محی طلب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تھا لو اسکی بہت جزئیات  
 فریقین کی کہ ہاں نہ نکالو کہ ہلا دیگی **قول** فروعی مسائل سے جاہل موت جاہلیہ نہیں  
 مرناسی حالانکہ یہ حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتة جاهلیة متفق علیہ  
 سے جاہل امام زمانہ موت جاہلیہ سے مرناسی اگر یہ بات ہو کہ جاہل مسائل فروعیہ کا یہ حال ہو  
 تو انکو خلفائے ثلاثہ بعض مسائل نہیں جانتے تھے حتی کہ بعض الفاظ قرآنی کے معنی سے آگاہ نہ ہو  
 نہ کیا حال ہوگا۔ **اقول** اس استدلال میں بوجہ چند بحث ہے۔ اول تو اس ثابت کہ  
 اہلسنت کو مذہب پر صحت ثابت کرنا چاہی۔ دوسری یہ کہ یہ ثابت کرنا چاہی کہ سب کلمہ لفظ  
 امام سے مراد خلیفہ ہی ہے نہ کہ ہر مین ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کاتب اللہ ہو چنانچہ اطلاق  
 لفظ امام کا کتاب اور نبی پر کتاب اللہ میں وارد ہے۔ تیسری یہ کہ جب است ہو نزدیک  
 اصول دین میں ہے اور اصول دین کی اثبات کو ایسی دلائل قطعیہ کا ہونا ضروریات سے ہے  
 اور یہ خبر بحدیث صحیح خبر واحد ہے اور قطعی تو اس سے اصول دین کا اثبات ممنوع ہے جو ہوتی  
 یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے معرفت نبی کو کافی نہیں سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کف کو  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تھی اور ارشاد فرمایا **فمَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي**

حدیث دوم امام زمانہ سے معرفت کو قطعی ثابت کرنا چاہی

اِنَّا لَنُحْمُ اور باوجود اس کمال معرفت کے ان کو حق میں تحقیق ایمان پہنچو کافی اور معتبر نہیں ہے کہ  
 تو اہم کے حق میں یہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے پس اس معرفت سے یا وجوب ایمان ملو کہ  
 یا وجوب طاعت اول باطل ہے کیونکہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں جس جگہ ایمان مذکور  
 فرمایا ہے یا ایمان باشد ہے یا ایمان بالرسول یا ایمان بکتاب سے یا ایمان بالعاقبہ یا ایمان بالآئمہ  
 نہیں فرمایا اگر راستہ ہی دخل اعتقاد یا تہوی تو کہیں تو خداوند کریم تعالیٰ کے شانہ پائے  
 کتاب میں مذکور فرمایا اور جب کیجیے اور سبب است ایمان کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ  
 اصلی الاعتقاد ہی نہیں ہے تو فرضی عملی ہو چنانچہ کتاب اللہ میں دوسری اشیاء یعنی عبادت  
 ذکر فرمایا اور وہ بھی اس طرح ہے کہ اعمال و قصات و نواب علما کو شامل ہے اور ظاہر حکم وجوب عبادت  
 امیر کا خود و عبادت سے ہی اور شطوط بافعال عبادت سے تو معلوم ہوا کہ معرفت سے مراد ایمان  
 تو نہیں ہے اگر کسی تو اٹھا تخت سے کہہ کہ خداوند تعالیٰ نے ایمان بالآئمہ کی کیفیت نہیں ذکر  
 بلکہ ان کو احکامات کو مامورہ فرمایا تو اس حدیث کے اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ من لم یطع  
 امام نہ مانہ فقد مات مینۃ جاہلیۃ اور یہ معلوم ہے سوچا ہے کہ حکم وجوب عبادت  
 فروع میں ہے تو یہ نیز لہ او ن فروعات کہ ہو گا جنکی منبت تاکیدات و تہذیب کے روایات  
 میں مذکور ہیں مثلاً ترک مصلحت سے کفر کے ساتھ تحریف مذکور ہے ترک حج سے موت ہویت  
 و نصرانیت سے ڈرایا گیا ہے ترک تقبیح کو فسوج دین سے تفسیر کیا گیا ترک شیعہ کو خروج از امت سے  
 بیان کیا گیا ہے حالانکہ اولین سے کوئی مسئلہ اصلی اعتقاد ہی نہیں سبب و عبادت میں لہذا یہ  
 اس مسئلہ فرضی میں ہی تغلیط و تشدید کے طور پر اپنے یہ ارشاد فرمایا۔ اس وجہ سے کہ بہت سے  
 وائض و واجبات کا موقوف علیہ ہے بلکہ اجرائی شرائع اسلام و شافعی دین اس پر منحصر ہیں  
 اگر اس میں خلل ہو تو تمام دین میں برہمی پیدا ہوگی اس واسطے کہ نبی شیعہ جناب میر نے بھی  
 سکوت فرمایا تھا تو ایسا مسئلہ فرضی جو موقوف علیہ تمام دین کا ہو بہت زیادہ مستحق  
 ہے کہ اس کو ترک و اخلال سے منع شدیدہ لہذا وہ غلیظہ کے ساتھ عبادت کو ڈرایا جاوے



پس اس سے ہماری مجیب کا خلافت کے اصلی عقایدی ہونے پر دلیل لانا اذکر خوش فہمی کا یہی ثبوت ہے۔ پانچویں محل طعن و استدلال میں موت جاہلیہ سے کیا مراد ہے اگر موت علی الکفر و ہجو تو غلط ہے اس کا ثبوت یہی اور اگر موت جاہلیہ کے ساتھ شہید مراد ہے کہ جیسی نہ جاہلیہ میں لوگ خود مہر لے رہے تھے اور انکا کوئی امام عام نہیں ہوتا تھا ایسی ہی یہ شخص بھی جو امام زمانہ کو نہ جانے اور اس کا منقاد نہ ہو خود سرکش ہو کر اذنانہ جاہلیہ کی مرگیا تو کوئی وجہ سخت طعن و استدلال کی نہیں ہے۔ باقی رہا خلفائے رضی اللہ عنہم کے نسبت یہ طعن کہ بعض مسائل بخانتی تھی اور انکا کیا حال ہوگا سوا دل تو اس طعن کی بنیاد ہو فاسد ہے کیونکہ اول یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہماری نزدیک جمیع مسائل جزیئہ کا علم شرط ہے و ورنہ شرط القتا و اور جب یہ ثابت یائیں تو پھر یہ طعن محض غبار فاسد علی الفاسد ہے دوسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ بعض مسائل جناب امیر ہی بخانتی تھے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرتدین کو جلوایا حالانکہ شریعت میں شری احراف نہیں ہے اور نیز جناب امیر نے مخفی کو بھی جلوایا اور جناب امیر نے عثمان دجولہ پر حد جاری فرمائی من لایخضر من ہر و در ابوالیوب غن الحلی علی بن ابی طالب علیہ السلام قال انک ان کتاب علی انہ کان یضرب بالسوط و یدصف السوط و یدحضہ

جناب امیر ہی بعض مسائل بخانتی تھے

فی الحد و اذا اتی بسلام او حلیۃ لم یدساکا و لم ینکس یعطل حد امن حد و د الله۔ حالانکہ رفع القلم عن ثلاث صحیح حدیث متفق علیہ ہے اور نیز جناب امیر نے حد مرقہ محاف کر دی۔ من لایخضر من ہر و جاء رجل الی امیر المؤمنین علیہ السلام فاقرب بالسرقة فقال لہ امیر المؤمنین اتقرا و شیئا من کتاب الله عز وجل قال نعم سورة البقرہ فقال قد و هبت ید الی سورة البقرہ لہ حالانکہ مستقیم

۱ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا حضرت علی کی کتاب میں تھا کہ آپ پوری کوڑی سوار کوڑی کوڑی اور بیس کوڑی یعنی حد و من مارتے تھے جب کوئی نہایت لڑکا یا لڑکی لاتے تھے اور اللہ کے حد کو کوٹھل نہیں کرتے تھے۔ ۲ ایک شخص امیر المؤمنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اس سے جناب امیر نے فرمایا کیا تو مجھ کو تین ہی پٹا ہو گیا تھا ان سورۃ بقرہ نہ دیا تو تجھ کو میرا تہ سورۃ بقرہ بدست بخش دیا۔ ۱۲۔



حدود میں بہرہ نشد و ہنہا کہ حبیبیان پر جاری کیجاتی تھی اور مطلق نہیں کیے تھے ہاں یہ کہ مطلق  
 بالغ پر جاری نظر آئے اور مطلق فرمائی اور خلاف شرع ایک قاعدہ گذر دیا کہ جب تک خبیثہ  
 اتوار کرے تو امام کو اخذ و عقوبت کا اختیار ہے لیکن جب بنیہ قائم ہو تو امام کو عقوبت کا اختیار نہیں  
 علاوہ ازیں آپ کو امام ابو جعفر سے من لاجعفرین اسی قسم کی روایت بھی وردک المجلد  
 عن محمد بن مسلم عن جعفر علیہ السلام قال سالته عن الصبی یسر قال  
 انک ان لم یسمع سنین او اقل وقع عنه فان عاد بعد السبع قطعت بناتہ او  
 حتی تدعی فان عاد قطع منه اسفل من بناتہ فان عاد بعد ذلک وقد بلغ تسع سنین  
 قطعت یدہ ولا یضع حد من حدود اللہ۔ اور پہلی شرح موم ہو چکا کہ اگر  
 حدود کا حبیبیان میں نہیں ہے بلکہ خلاف شرع ہے اور حجبہ ولا یضع حد من حدود اللہ وغیرہ  
 سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض سیاست اور تغیر نہیں تھی علیٰ ہذا القیاس اور بہت سائل  
 میں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی عظیم علم نہ تھا پس جو حال خبیثہ امیر و دوسری امم کا ہو گا وہی  
 خلفائہ کا ہو گا **قولہ** آپ کو جو میں خبیثہ امیر علیہا السلام علم ارباب ابنیہ سے وہاں  
 نہ تھیں ان کی کیفیت ہوگی **اقول** ان کا یہی تہا ہی نزدیک وہی کیفیت ہوگی جو کہ  
 جناب امیر و دیگر امم کی ہوگی اور جو کہ خلفائہ کا ہوگی۔ **قولہ** اسکا اہم المعجات ہونا ثابت  
 کیا گیا ہے اگرچہ فرقی مسئلہ ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسکی نسبت ایسی الفاظ اختیار  
 نظر آتی جو عین میں موجود ہیں **اقول** یہہ تکرار میفائدہ ہے عنقریب یہہ استدلال بھی گذر  
 چکا ہے اور اسکا جواب بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہہ عبادت سرگز اس سلسلہ کی اصلی ہونے پر  
 دلیل نہیں ہو سکتی یہ محض حضرت کے خوش فہمی سے دس **قولہ** اگر ابن سبیر جی حلیہ  
 اے محمد بن مسلم امام ابو جعفر سے روایت کرتا ہے کہ مہنی اور ہنی لڑکی سے پوچھا جو چوری کرے فرمایا اگر سات برس تک  
 ہوا دس سو حد ہے اگر دس برس کے پہر کرے تو دوا کی پوریان کافی یا چھپے جائیں یہاں تک کہ  
 خون آلودہ ہو جائیں اگر پہر ہی کرے تو پانچ سو حد ہے اگر چھپے گا یا جائے پہر اگر نو برس کا ہو کہ پہر ہی کرے تو اسکا  
 ماتہ کاٹا جاوی اور اللہ کے عہد میں ہو کسی حد کو نہ لے لکھا جاوی۔ ۱۶-

صحابی اسکو ایسا اہم اور ضروری سمجھتی تھی کہ بڑی ناک کی بیعت کر لے اور خلع معیت سمجھتے  
 مانع ہوئی۔ آپ صبح بخاری کی کتاب فتن باب اذا قال عت قوم شیعہ صحیح مسلم کی کتاب  
 الاما قبا باب من فرق ابن مسعود وجموعہ کو ملاحظہ فرمائی **اقول** بیان ہی اسکی  
 وحی تھی خوش فہمی موجود ہے کہ ضرورت مطلقہ سے آپ اصلی اعتقاد ہی ہوتا ہے پھر میں  
 حالانکہ یہ دہانتہ غلط ہے چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہے ضرورت ہرگز مستلزم اصلی ہونے کا  
 نہیں ہے بلکہ متعدد اوقات بھی ضروری اور لازمی ہیں اور یہ جب ہو کہ ہم تسلیم کر لیں  
 کہ ابن مسعود نے یزید سے بیعت برضا ضروری سمجھ کر کی تھی ورنہ ہم کہتی ہیں کہ اول یہ الفاظ  
 مستلزم وقوع بیعت ابن عمر کو نہیں ہیں لہذا کو بھی تو ممکن ہو کہ بکر اہل خوف سلب  
 نفوس نہ باموال وغیرہ مفاسد کی ہو اور خلع معیت سے ہی ایسا خطر مانع آلی ہوں  
 پس اکچا ہند لال اس سے بادل ہے آخر جناب امیر دہلی صلیہ مقتولین نے ہی تو خلفا  
 ثلثہ کے ساتھ بیعت کی تھی جناب عقیس حضرت امیر کو چھوڑ کر امیر معاویہ کی خدمت میں جا کر  
 جناب امام حسنؑ نے امیر معاویہ سے بیعت فرمائی محمد بن حنفیہ یزید کو مطیع ہو گئی اور بیعت کر لے  
 عرض بکر عقیس ابن عمر یا کسی کی ضروری سمجھنی سے اس سہارے کو اصلی اعتقاد ہی اعتقاد  
 کرنا سہرا خطا ہی اور سو فہم سے ناشی ہی **قولہ** ابن مسعود تو اسکو ایسا ضروری سمجھتی  
 تھی کہ ایک بات بدون امام رہنا جائز نہ تھی پھر حتیٰ کہ وقت شب حجاج کے گھر پر تشریف  
 لائی تاکہ بیعت عبد الملک بن مروان فرما دیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ  
 و صاحب حیوۃ الحيوان وغیرہ یہ لکھتے ہیں۔ ان عبد اللہ بن عمر طرق علی الحجاج  
 یا بیلالاً لیس الیہ لعبد الملک کیلایا بیعت ملک اللیلۃ بلا امام لانہ روی عن  
 النبیؐ انہ قال من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاهلیة خلاصہ مطلب اسکا یہ لکھا گیا  
 اور بعض کتب میں یہ بھی ہے کہ حجاج نے بیعت کے لیے اپنی پیر بیٹا دیا کہ ہاتھ خالی نہیں ہے  
**اقول** بعد تسلیم صحت روایت مقتضار اس روایت کا یہ ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

بدون امام کے ایک رات بھی گزارنا جائز نہ تھے جیسا کہ ہمارے فاضل مجیب سمجھا کر اور بہت  
 ضروری سمجھتے تھے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ابن عمر کے ضروری سمجھنے سے امامت اصولین میں  
 سے ہو جائے یہ محض غلطی کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اس کا ضروری ہونا ہی ثابت نہیں  
 ہوتا چاہے ایک اوسکا اصول میں سے ہونا ثابت ہو مطلقاً اور متورعین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور سن کو  
 بھی التزام کے ساتھ ضروری طور پر شرل واجبات کے ادا کیا کہتے ہیں حالانکہ وہ نے الواقع ضروری  
 نہیں ہوتے پس ابن عمر کے اس فعل سے جو بظاہر ضرورت کو موجب خلافت کا ضروری ہونا ہی مفہوم نہیں ہوتا  
 اور خاتمانے الباب بعد دو قبح اگر بلکہ متزلزل تسلیم کر لیں تو اچھا اس طرح ثابت ہوا کہ بیعت امام ابن عمر کے  
 نزدیک ضروری اور اہم الواجبات سے تھی لیکن اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ خلافت مسایل صلیہ  
 اعتقاد میں سے ہو یہ تو اوسوقت ثابت ہو گا جب ضروری ہونا مسایل صلیہ اعتقاد میں منقسم ثابت ہو جائے  
 اور مسایل فرعیہ علیہ سے ضرورت مرقع ہو جائے گی اور یہ حال جو قطع نظر اس سے اس بات کو الفاظ خود اس  
 قصہ کو مؤید نہیں ہو گی کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو صراحتہ ترتیب موت جاہلیہ کا عدم معرفت امام پر  
 ہے تو اس حدیث کو الفاظ سے موت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سے یا مراد معرفت ہی  
 یا ایمان ہے اور یہ دونو صحیح نہیں پھر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت  
 نصاً ثابت ہو اور وجوب تقدیر بیعت بشرط تسلیم فوری نہیں ہے کہ بدون اس کے ایک رات بھی نگزرے  
 چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمر نے اندعنے کا یہ فعل اس حدیث سے مستنبط  
 نہیں ہو سکتا تو نفی اس روایت میں ایک علت قاعدہ موجود ہے علاوہ ازیں بخاری کی حدیث صحیح اس قصہ کی  
 کتب میں محدث نامہ مسند دحنا یحییٰ عن سفیان دحنا عبد اللہ ابن دینار قال شهدت ابن  
 عمر حیث اجتمع الناس علی عبد الملک کتب انی اقر الصلح والپاعۃ لعبد اللہ عبد الملک  
 امیر المومنین علی سنۃ اللہ و سنۃ رسول اللہ ما استطعت وان بنی قداقر و امثل ذلک  
 عبد اللہ ابن دحنا نے کہا کہ جب لوگ عبد الملک کی خلافت پر مجتمع ہوئے میں ابن عمر کے پاس  
 حاضر ہوا و سنو لکھا کہ میں بقدر اپنی استطاعت اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المومنین عبد الملک  
 حکم سنو اور اطاعت کرنا اور کما سنوں اور میری بیٹوں نے یہی اقرار کیا ہے ۱۳۔

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تھی نہ یہ کہ شریعت  
 روایت مجیب لیبیک جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمرؓ نہ حجاج گہر پر رات کے  
 وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اسنے پانوپہلایا ہوا اور اس روایت بخاری سے یہ بھی واضح  
 ہے کہ ابن عمرؓ کی خطی بیعت بکعبہ الملک کے ساتھ ابتدا خلافت میں نہیں ہوئی بلکہ بعد اجتماع و رفع اختلاف  
 ناس واقع ہوئی اور جب تک اختلاف رفع نہ ہوا کسی سے بیعت نہیں کی اور بلا بیعت رہے چنانچہ حضرت علیؓ  
 و امیر مروجہ کے عہد میں بھی انکاحی طریقہ رہا۔ رہا یہ طعن کہ حجاج نے بیعت کو کئی پانوپہلایا دیا اگر حجاج  
 پر طعن ہے تو اسنے صد ہا مسلمانوں کو بیگناہ قتل کیا وہ کیا کچھ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمرؓ سے تو  
 یہ بھی بجا ہے کیونکہ اس میں ابن عمرؓ کا کیا تصور ہے جناب امیر کو ابن ملجم نے شہید کیا جناب امام حسینؓ  
 کو نیز یون نے شہرت شہادت چکھایا تو کیا اس سے اونکے شان میں خلل آگیا اسنے اگر حجاج نے  
 بیعت کیواسطے پانوپڑھایا تو اس سے ابن عمرؓ کا نقصان نہیں ہوتا ہاں حجاج کے خبث پر دلالت واضح  
 ہوتی ہے بس قولہ اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہل سنت فردعی کہتے ہیں مگر سب کتب اعتقادیرہ کلام  
 میں ہی ذکر کرتے ہیں چنانچہ شارح مواقف اسپر مبنیہ ہو کر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ انما ذکرنا ہاں  
 علم الکلام ناسیا بمن قبلنا اذ قد جرت عادة المتکلمین بذکرھا و اخر کتبہم  
 المذکور فی صدر الکتاب اس عذر کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعتقاد اہل ائمہ سے  
 دور کر کے علما سابقین کے ذمہ لگانا ہے وہ فائدہ جسکا حوالہ صدر کتاب پر دیا ہے یہ ہے فانیہا  
 وان كانت من فروع الدین الا انها المحقق باصولہ دفع الخرافات اهل البدع  
 وصوالا لامة المجتہدین عن مطاعنہم کیلا یفنی بالقاصری الی سورہ اعتقاد فہم  
 یہ کلام ہی کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ حال سے خالی نہیں یا تو مسئلہ امامت معرفت و اعتقاد طبعی سے تعلق  
 رکھتا ہے یا فہمیں اگر تعلق نہیں رکھتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد ایسے ملک سے ہے کہ اس سے عقائد  
 و فنیہ ثابت کریں کیوں ہے۔ اور اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت علو و شرایط و فضیلت امام و غیر  
 تصدیق و حسن اعتقاد و اطمن و سورہ اعتقاد و ایمین علوم کے قسم سے ہے دلائل افعال و احوال و احوال جو ان کے قسم سے ہیں

مسئلہ کو فروغی کہنا کس لئے ہے شاید یہی وجہ ہے کہ شارح نے اس توجیہ و تاویل پر اعتماد نہ کر کے تقلید اسلاف کا عذر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** یہ استدلال بھی مثل اور استدلال کے ہمارے عجیب بسیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے انہم میں یہی نہیں آیا کہ فیما بین اہل سنت و شیعہ کے وجہ اس نزاع و اختلاف کو کہ اہل سنت کو امت کو فروغ میں ہے کہتے ہیں اور شیعہ اصول میں قرار دیتے ہیں کیا ہے اگر یہ بات آپ کو معلوم ہوتی تو ہرگز یہ استدلال ہمارے مقابلہ میں تحریر نہ فرماتے اگرچہ کسی قدر ہم نے پہلے ہی عرض کر دیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ظاہر کریں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کی آپ کے استدلالات بے اصل و بے بنیاد ہیں پس واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل عملیہ ہیں جنکا اتیان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ مسائل اعتقادیہ ہیں جنکا اتیان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امت کو دیکھتے ہیں اور زمین کے مذاہب کو اوس میں خیال کرتے ہیں تو علمائے شیعہ نے اُسکے اعتقادات میں دخل کیا ہے اور عمل عباد کو اوس میں کچھ دخل نہیں دیا اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فروغ میں سے ہے کیونکہ اسکا اتیان متعلق اعمال عباد کے ہے پس اور یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ فرعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتی ہیں لیکن بحسب قوت و ضعف ثبوت کو اولنکا اعتقاد و وجوب و مذہب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر متعارف لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہیں اور اعتقادی ہونا اور کھانا بائع اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وہ مسائل فروغ سے خارج نہیں ہوتے اور اصول اعتقادات میں داخل نہیں کئے جاتے ظاہر ہے کہ موم صلوٰۃ وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقہیات باتفاق متفقین عملیات ہیں اور کوئی او کو علم کلام میں داخل نہیں کرتا مگر باوجود اسکے ہر ایک حکم کا اپنے اپنے متن کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ میں اور اعتقاد و خلاف میں اوس قدر خرابی و برائی ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و موم میں لزوم کفر ہے و علی ہذا القیاس بس یہاں مقابلہ میں کوئی دلیل تک کہ اس امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھ تعلق نہیں اور اُسکے اتیان میں عمل عباد کو کچھ دخل نہیں اور وہ محض اعتقادی ہے مفید نہ ہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرمایں۔

تجربہ احکام اسلامت کے لئے یہی دلیل متعارف ہونا اور اتیان متعلق فرعیہ ہونا

کہ ہمارے قاضی مجیب کا یہ استدلال کس قدر راہی اور ضعیف بلکہ باطل ہو گیا اس استدلال کا مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین اہل سنت و مسئلہ امامت کو علم کلام میں جو عبارات مسائیل و تحقیقات سے ہے ذکر کیا ہے تو ہم مستلزم اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ بھی اعتقاد ہی ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ منشاء اختلاف بین الفرقین کیا ہے وہ یہاں ملادق آتا ہے یا نہیں آتا اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ذکر کرنا مستلزم اس امر کو نہیں کہ چونکہ جائز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جدا گانہ ہو چنانچہ خود سوانح و احوال و اس علت کو ظاہر کر دیا اور بالفرض اگر کوئی بھی علت ہوتی تاہم جب منشاء اختلاف قائم تھا اور صراحت اہل سنت نے امامت کے ایتان کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالتحریک اس مسئلہ کو فرعی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تھی کیونکہ جب تک بنا و اختلاف قائم ہے اس وقت تک اس مسئلہ کو صرف اسوجہ سے کہ علم کلام میں ذکر کیا گیا ہے اعتقاد ہی قرار دینا سراسر غلط تھا اور منشاء اختلاف سراسر کو کذب ہو رہا دلیل اس امر کی کہ یہ مسئلہ فرعی علی ہے اہلی اعتقاد ہی نہیں ہے یہ ہے کہ خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب مجید میں حکام صلیہ اعتقاد یہ کو جو متفق علیہا بین الفرقین اعلیہ اعتقاد یہ میں مثل توحید و نبوت و معاد و حاجا بجاءات مختلفہ و عنوانات شتہ بیان فرمایا کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہے اور تمام احتمالات کے عرق کو مستاصل کر دیا اور مسئلہ امامت کو کیجیگا ہی واضح اور صاف طور پر بیان فرمایا صرف ایک جگہ اولوالامر کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے محال کو ہے چنانچہ فریقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازیں اطاعت خود متعلق باعمال عبادت اگر یہ مسئلہ اصلی متعلق باعتقاد و عبادت ہوتا تو خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب میں مثل اور اعتقاد و عبادت کے اسکو ہی کیوں ذکر فرماتا اور بزرگ شیعہ اپنے اس فرض سے کیوں سبکدوش ہوتا اور ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ عجب سے فوسنہ رہے پس جب اسکا ذکر کہیں نہیں فرمایا اور یہ مسئلہ اس قبل سے نہیں کہ عقل اسکو ادراک میں مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حسن و قبح شرعی ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم کا اسکو ذکر فرمانا احوال فریقین پر صریح دلیل ہو کہ یہ مسئلہ

مسئلات و فرعی و اصولی

اصلی اعتقاد ہی نہیں ہے اور اگر یہ نہیں تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ محاذِ اہلِ خداوند تعالیٰ  
 شانہ عاجز ہے یا تکمیل میں کی جو خبر دی ہے وہ کذب محض اور غلطی ہے۔ اب تک تکمیل نہیں ہوئی  
 سبحانہ و تعالیٰ علو اکبر، بلکہ یہ کہ برکت عقول حاکمہ خداوند تعالیٰ شانہ کو ہی بموجب بالیقینہ کریں، نہ کہ  
 اس اشکالِ عقداں سے شاید کچھ خلطی ممکن ہو علاوہ اسکی اثبات کے لئے اور بھی دلائل ہیں۔  
 خوفِ تطویل اور عجبتِ وقت ہکواد کے بیان کی اجازت نہیں تھی اب ہم اصل بحث کی طرف پہنچ رہے ہیں  
 کرتے ہیں جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کو مسئلہ امامت فروع دین میں سے ہے  
 اور متعلق باعمالِ عبادت ہے تو مستحکم ہے اگر اسکو کتبِ کلامیہ میں مذکور کیا ہے اور متعلق  
 بالاعتقادات کیا ہے تو لامحالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارحِ مواہب  
 اسکو بیان کیا کہ اپنے اسلاف کی پیروی کر کے امامت کو علمِ کلام میں ذکر کیا ہے  
 اور انہوں نے اسوجہ سے علمِ کلام میں اسکو ذکر کیا ہے تاکہ اہل بدعت و اہوا کی خرافات  
 ائمہ دین اور خلفاء راشدین ہدیین سے دفع کریں پس ہم ہمارے فاضل مجیب جو یہ فرماتے  
 ہیں کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعتراض کو اپنے سے دور کر کے علمائے  
 کے ذمہ لگایا ہے یہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہ عذر اسوقت ضعیف سمجھا جاتا جبکہ عذر میں  
 صرف تقلیدِ سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اسکی علت ہی بیان کی اور  
 کہا کہ سلف نے دفعِ خرافات اہل بدعت کی غرض سے اسکو متعلق بالاعتقادات کر کے علم  
 کلام میں ذکر کیا ہے تو اب اس عذر میں کوئی ضعف باقی نہیں رہا اسکے بعد ہمارے فاضل  
 مجیب جو اس علت کی نسبت اعتراض فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ کلام ہی مفید نہیں  
 ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہیں ہے تو الحاق بالاعتقادات کیوں ہے  
 اور اگر تعلق ہے چنانچہ اسکے حدود و شرائط و حسن اعتقاد و سودا اعتقاد کے ملاحظہ سے  
 ظاہر ہے کہ از جنسِ علوم ہیں نہ اعمال تو فروغی کہنا کس لئے سراسر پوچھ و لغو ہے اور پوچھ  
 چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو دوشق قرار دیئے ہیں کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ وہ اصلی اعتقاد ہی ہو خواہ فرعی علی ایسا نہیں ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے نہو جبکہ مسائل دینیہ میں اوں سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ ہے (۲) شق اول جس میں یہ دعویٰ ہے کہ اگر اوسکا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ نہیں ہے تو الحاق کیوں ہے بدیہی البطلان ہے کیونکہ الحاق غالباً ایسی ہی جگہ مستقل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھ شامل کیا جاتا شاید آپ کو ملحق برابری اور ملحق بنجاسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ کرا اس معنویں کثیر استعمال سے تو مسئلہ امامت فی حد ذاتہ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق بالاصول کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیوں ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف نے ذکر کی ہے اگر یہ مسئلہ اصلی اعتقاد ہی ہوتا تو پھر الحاق کے کچھ معنی نہ تھے (۳) ہم اس شق کو اختیار کرتے ہیں اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہیں جو شارح مواقف نے بیان کی ہے آپ اوسپر اعتراض فرمائیے بعد اوسکے فرمائیے کہ یہ کلام مفید نہیں جب تک آپ کو ہل نہ کریں آپکا یہ فرمانا کہ یہ کلام مفید نہیں آپکو کچھ مفید نہیں ہے (۴) شق ثانی کا بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ جبکہ مسائل دینیہ فرعیہ علیہ میں اولیٰ مرتبہ حدود و شرائط و اعتقاد فرعیہ و وجوب و غیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال افعال جو ارجح کے قسم سے ہیں اوں مسائل کو ہی فروعی کہنا کیسے اؤلوک ہی اعتقادات میں داخل کیسے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب علم و فضل کا یہ حال ہے کہ جو شے فی الجملہ از قیم علوم ہوا اوسکو ہی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہیں اور اعتقادات میں داخل کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام مسائل فقہیہ معرفت اور علم میں داخل ہیں اگر زیادہ نہیں تو کیا آپ نے عالم الفقہ ہی کہیں نہیں سنا ہوگا اور یہ بھی نجاتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پھر معلوم نہیں اوسکو اعتقادات میں کیوں نہیں داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادات سے ہی ہو



بلکہ مسائل اعتقاد یہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد و عباد کے ساتھ ہو ورنہ علمیہ ہونگو  
تو انکا تعلق فی الجملہ اعتقاد قلبیہ کے ساتھ ہی ہوگا بشرطیکہ وجدانیات ہوں پس شوق  
ثانی سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلہ اعتقاد  
ہونگے محض غلط ہے پس اس توجیہ میں جو تکلیف اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلامیہ  
میں ذکر کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے کسی قسم کا وہن وضع نہیں اور یہ اعتراضات ضعیف  
ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہیں۔ ہاں استدلال ضرور ہے کہ یہ توجیہ و تاویل شرح طلب  
جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہ واقع ہوا ہو پس شرح اسکی یہ ہے کہ تکلیف کا منصبی کام ہے کہ وہ  
اپنی اعتقادات کو دلائل و ثبوت کمرین اور مخالفین کے اعتقادات کو دلائل و ثبوت کمرین  
باطل کرین اور انکا جواب دیویں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعوں کو نزدیک  
داخل اعتقادات حواریہ اہل سنت و سکوداخل فروع اعتقاد کرتے ہیں اور جب شیعوں کو نزدیک  
اعتقادات میں سے ہے تو لامحالہ تکلیفین شیعہ اسکو اور اسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ میں  
ذکر کریں گے۔ اہلسنت اگر اسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ میں ذکر کریں تو اس  
مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اسکی دلائل کا جواب کیونکر دیویں اور ائمہ متہدین کی  
مطاعن مخالفین سے کیونکر صیانت و حمایت کریں اور اس اپنے منصبی کام سے کیونکر سبکو  
ہوں اور اگر ذکر کریں تو لازم آتا ہے کہ علم کلام میں جو عبارت مسائل اصلہ اعتقاد یہ تو  
فروع میں بحث ہو اور یہ بھی بظاہر ہے الجملہ خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہ نہایت بڑی  
ہے کہ علوم میں تبعاً اور استطراداً وہن اشیاء کو ذکر کر دیتے ہیں جو ان علوم اور ان کے  
اغراض سے بالکل بیگانہ اور غریبی ہوتے ہیں اگر آپ تامل کریں گے تو علوم میں ایسے  
بہت مسائل معلوم ہونگے دور بنجائیے چھوٹے چھوٹے رسائل منطوق میں ابتداً بحث  
الفاظ لکھتے ہیں اور پھر عذر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو  
تعلق نہیں ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہم نے ذکر کیا ہے اور اس

یہ لازم نہیں آتا کہ بحث الفاظ داخل اصول مقاصد منطق ہو جائے اور کوئی شخص جو قوت  
 سے بیوقوف بھی پیدا اعتراض نہیں کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل  
 اصول منطق ہو گئی تو میں مسئلہ امامت کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی ملحق بالکلام ہے جو  
 ایک وجہ خاص سے کلام میں ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ  
 دانشمندانہ اصول اور تفکیک کا عذر ضعیف ہو یہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا  
 ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے **قول** اگرچہ اسباب میں اور بھی گفتگو ہو سکتی ہے  
 مگر نظر اقتصاد میں کیا جاتا ہے **اقول** بقدر گفتگو زمانی وہ بھی غلط تھی اور  
 اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کی جاتی اور بقدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی ہی  
 یا اس سے کم درجہ جوتی پہر حلہ نہیں کہ آپ نے ایسی گفتگو میں کیا فائدہ سمجھ رکھا ہے  
 بجز اسکے کہ چند ناواقفوں کے نزدیک وقت ہو اور یہ سمجھیں کہ ہمارے مولانا مسیدنا  
 نے کس قدر طول لیا جواب لکھ دیا اور کس قدر مضامین کا جو ش ہے لیکن علماء کے  
 نزدیک تو ایسی بات بات آپ کی تحقیق کی باعث میں آئندہ جناب کو اختیار ہو **قول**  
 صرف اس قدر گزارش ہے گستاخی محاف او غائے علم یہ کہ امتحان لینے کو مجبور  
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد میں  
 شرح موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تھی اور ان کے حوالہ کی  
 کوئی حاجت **اقول** امتحان لینے کی درخواست سے ہرگز او غائے کمال علم نہیں  
 سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہے۔ یہ حضرت کو کمال علم کی  
 خوبی ہے غایت سے غایت یہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہے یہ دعویٰ ہے کہ  
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ و ظاہر  
 ہے کہ کہنے لکھا تھا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے جس کا خود آپ کو اعتراف ہو لیکن  
 اوس میں جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تھا اوسکی نسبت یہ طعن ہے یہ یہ کہنا

اتیک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروغی ہے یا اصولی جہوٹ ہوا یا نہیں کیا مسابکا  
 علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقاید کا حوالہ دیا جاوے تو جب علم ہو ورنہ نہوا اگر اسکا ثبوت  
 آپ کسی دلیل سے کر سکتے ہیں تو بسم اللہ لائے حضرت مسئلہ کے لئے ہموالہ محالہ تقلید کی  
 ضرورت نہ تھی کہ متکلمین میں سے کسی کی تقلید کرتے۔ پس جبکہ ہم اس بحث کا خاتمہ تکلمین  
 سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ ہے اُس سے نقل کر دیا تو کیا خلافت قاعدہ کیا اور اس سے  
 کیونکر لازم آیا کہ ہموالہ اس مسئلہ کا علم نہیں۔ پس مجاہد حضرت کی خوش نہیں کہ ایک  
 اور یہ بھی سہی مع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر قبال افاضل الحبيب قولہ  
 اور کتاب اللہ میں اُسکی ثبت و عذیریت ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اُسکی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جنگی قدرت ترک تصریح تک پہنچی ہے  
 اُسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی اقول لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے  
 بخوبی پڑھا نہیں گیا معلوم نہیں کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریعت ہے تحریر فرمایا  
 یا خیریت جو بمقابلہ کلیت ہے لکھا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی یعنی  
 یہ لفظ خیریت بخائے معتر منقوطہ بنقطہ من فوق و بعد یامی منقوطہ بنقطتین من تحت  
 و بعد ہار و مہلت بمقابلہ شریعت لکھا ہے قولہ بہر حال ہر دو احتمال کا جواب گذارش  
 ہے اگر خیریت بمعنی نیکی ہے تو حضرت مجیب نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہ کون موقع  
 تھا کیونکہ غرض اس خلافت سے اطلاق ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی  
 ثبت لفظ خیریت لکھنے کے کیا معنی نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی اقول یہ اعتراض  
 سراسر خلاف عقل نقل ہے کیونکہ قاعدہ معتقد ہیں اگر یہ موقع لفظ خیریت کا نہیں ہے اور  
 یہاں خیریت صادق نہیں آتی تو لامحالہ عدم خیریت جو اوسطی نقیض ہے اُسکا موقع  
 ہوگا اور وہ صادق نیکی لا ستمالہ ارتفاع بنقطتین تو لازم آئے گا کہ خلافت راشدہ عدم  
 خیریت کے ساتھ مجامع ہو اور یہ خلاف ہے کیونکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ مجامع

خیریت اور نبیین شریعت ہی تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہی ہی موقع ہو اور یہاں خیریت صادق آتی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اسجگہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے ہم کو اپنے فاضل مجیب کو ادعا و کمال علم سے نہایت تعجب ہو کہ وہ ہم پر ایسا اعتراض فرماتے ہیں باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ جیسے یہی مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں کتاب اللہ اور اقوال ائمہ میں بھی بہت موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ إِلَّا أَحْمَدُ لَئِنْ لَمْ يَرْفَعْ شَيْءٌ عَنْكَ إِلَّا رَجَعْنَا إِلَى اللَّهِ فِي يَوْمٍ كَاسٍ کہتے ہیں جو مایہ علی الارض ہو چنانچہ ابتدائی چھوٹے چھوٹے رسائل میں اسکو منقول عرفی کی مثال میں لکھا ہے پھر علی الارض کی قید آپ کے نزدیک کون موقع تھا اور طائر وہی ہے جو جانین سے پرواز کرے پھر بطور بجناجیہ کا لفظ آپ کے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فضول۔ پھر معاذ اللہ خدا کی جناب میں عرض کیجئے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہو کہ ان الفاظ کا یہ کون موقع تھا تو زمین پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دو نوباز دون سے اور اڑا ہی کرتا ہے یہ ان الفاظ کے فرمائے کی کیا معنی پھر جو کچھ اُس کا جواب ملے اسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے ہی قبول ہو۔ علاوہ ازیں وہ خلافت جو ماخن فید سے متعلق ہے جسکو ہم راشدہ اور ہمایہ فاضل محاطب جائیرہ سمجھتے ہیں یعنی خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سمکوا اوسکی رشد وغیرت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تھا کہ جناب کو متنبہ کر دین کہ جس خلافت کو ہم رشد و خیریت کے معتقد ہیں وہ خلافت وہ جو جسکی خیریت کا وعدہ کتاب اللہ میں ہو چکا آپ کا اوسکو جائیرہ سمجھنا مخالف کتاب اللہ کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کس قدر ہون

۱۵ اور ہمیں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرند جو اڑتا ہے اپنے دو نوباز دون سے نگر کر وہ یمن تم جیسے ۱۲۔

بجائے خود سے قولہ اور چونکہ اسکے تعیین بالقادر بانی و وحی یزدانی بذریعہ رسول  
 علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ازالہ الخفا کے عجائز منقولہ سے ظاہر ہے پہرہ کی نسبت  
 کتاب السدین وعدہ خیریت کے کیا معنی اقول چونکہ اسکی تعیین بالقادر بانی و وحی  
 یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ عبارات ازالہ الخفا سے واضح ہے۔  
 اور وہ خیر محض ہوگی ایسواط کتاب السدین اسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور صلاح و فلاح  
 کی خبر دی اگر وہ غضب و عدوان و ظلم و طغیان ہوتی تو اسوقت اسکی خیریت کی اجبار  
 کی کچھ معنی نہ تھی اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اسوقت اسکی خیریت کا اخبار واقعی  
 نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا پہرہ فرماناد کہ پہرہ کی نسبت کتاب السدین وعدہ خیریت  
 کے کیا معنی گنجائش نہیں رکھتا اور اسکی کچھ معنی نہیں۔ آپ اسکو سوچئے بہت موٹی بات ہے  
**قولہ** اور اگر جرئت بمقابلہ کلیت مراد ہے تب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسجانہ تعالیٰ  
 ایسی اہم الہیات کی جرئت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام  
 مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہیں حالانکہ اور احکام مفصل و شرح  
 ارشاد ہوں اقول یہ شوق محض ہمارے فاضل عجیب کی حدت ذہن و تیزی فکر سے  
 ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہ ہی خیال کرنا چاہیئے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کیونکر  
 اور کس معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر بتکلفات و تاویلات اس لفظ کو اطلاق  
 کو اسجگہ بنایا بھی گیا تو پہرہ کتاب السدین اسکی جرئت کا وعدہ کہاں مذکور ہے  
 اور کلیت سے کیونکر اعراض ہے۔ خلافت کی جرئت کے وعدہ کا قرآن شریف میں  
 وجود تو اسوقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلیدین سے ایک فرد خاص کا وعدہ  
 مذکور ہو اور ظاہر ہے کہ اسکا فرد خاص جرئی نہیں پایا جائیگا مگر جب تک کہ اسکا مفہوم  
 مذکور نہ ہو اور اس کے طرف اضافہ کر کے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف میں  
 ایسی خلافت کیسجگہ مذکور نہیں اور نہ کہیں ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہوا کہ کتاب السدین خلافت کی نسبت وعدہ جزئیت ہونے کی کچھ معنی نہیں رہا یہ کہ اس بھانہ و تعالے نے ایسی اہم الہامات کی کلیت سے اعراض فرمایا جسکی ساتھ تمام مصالح امت وابستہ ہیں یہ وہ اعتراض ہے کہ اگر آپ تامل فرمائیں گے تو معلوم کریں گے کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے اپنی کتاب میں مسئلہ خلافت کو کلیتہً یا جزئیتہً اور اسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کبھی اور کس سورۃ میں بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا مثل اور فروغ و اصول کے لطف تھا جو بزعم آپکے خداوند تعالے شانہ عن ذلک پر واجب تھا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل دین اور تمام نعمت آپکے اصول پر کذب ہوا اور ہمارے نزدیک جب اسکا نحو خداوند تعالے متکفل ہو گیا اور اسکے ایتھاع کا وعدہ فرمایا تو بعد اسکے پر کسی بیان کی حاجت نہ رہی معذرا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد میں حق تعالے شانہ پر کوئی چیز واجب نہیں اسکی ذات پاک اس کوئی چیز اس پر واجب ہو منفرہ و مبرا ہے اور اسکی شان یفعل ما یشاء و یکجہ ما یرید ہے اور نیز مسئلہ خلافت اصول میں سے ہی نہیں ہے جسکا ثبوت کتاب السدین پر موقوف و منحصر ہو تو ہم پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا قول حضرت مجیب جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اس میں غور و تامل سے کام نہیں لیا اور اصطلاحی و لغوی معنی میں تمیز نہیں فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائیں گے تو اسکا جواب بھی تفصیل سے گزارش کیا جاوے گا اجمالا اسی قدر کافی ہے اقول ہاں سمجھ میں نہیں آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہیں اصطلاحی و لغوی وعدہ اصطلاحی و لغوی کیا مفصل ارشاد فرمائیں ہم اسکا ذکر مختصر دلائل اثبات خلافت میں کر چکے ہیں اور تفصیلی جواب کے منتظر ہیں قال الفاضل المجیب۔ قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مدت بیان فرمائی الخ اقول شاید اس مدت و خلافت نسی سالہ حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ سنی سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیس سال میں ختم نہیں ہو گئی کہ بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں چھوڑا کہ اس مدت میں کامل ہو گیا یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہمارے فاضل مجیب نے اس حدیث کے مقدوح اور غیر مقبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی ہے عجیب و غریب ہی فرماتے ہیں کہ قید سنی سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت بیان واقعہ اور اخبار نفس الامر میں ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل جس طرح واقعہ ہو نیوالا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقیا ربانی و وحی یزدانی اس کی خبر دیدی کہ خلافت علی مہناج النبوة اس زمانہ تک ممتد و متصل رہیگی اور بعد اسکے منقطع ہو جائیگی یہ یہ فرماتا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مرامی ناشی ہے اسکے بعد یہ اعتراض کہ اس مدت میں امت ختم نہیں ہو گئی جو بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اس پر بھی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کہتے ہیں کہ اس مدت میں امت ختم ہو گئی اور ہم نے کہا ہے کہ خلافت نبوت کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اس کو اختیار ہے جو چاہتا ہے کہ تاج و جب سبجانہ تعالیٰ نے چاہا خلافت علی مہناج النبوة رہی اور جب اُس نے چاہا منقطع ہو گئی اور عجیب نہیں کہ یہ قتل خلیفہ ثالث کو پادشاه اور اس کا وبال ہو یہ کہنا کہ امت ختم نہیں ہوئی یا ضرورت باقی نہیں رہی سراسر لاطیل ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اپنے فاضل محاذیپ کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہیں تو دو ازوہ کی قید کی بھی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اولاً جب اونکو ملکین نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہو گیا اور ملکین دینا بھی اکتتم کا لطف تھا جو واجب تھا اُس کو بھی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ وجود امام سے بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو محض غفا صفت ہو جس تک

حادثہ القتل نہ ہو سکتا کیونکہ اگر امام غیبت میں ہو تو اس کا وجود لازم ہے۔

کوئی نہ پہنچ سکے نہ اُسکو کوئی دریافت کر سکے نہ کسی کے ہاتھ آسکے کیا ضرورت  
پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اسوجہ ہے کہ امت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو گئی یا اسوجہ  
سے ہے کہ امامت کی ضرورت نہیں رہے یا کسی اور وجہ سے جسکا اور رک خارج از عقول  
پہر اگر دقتی وہ ایسی ہی ہے کہ اُسکا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلا کے  
نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونا جو عقل کل سے محال  
ہوتا ہے پہر اسکے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں  
چھوڑا جو اس مدت میں کامل ہو گیا یہ اُن دونوں سے طرفہ تائید ہے ہم کہتے ہیں کہ معاذا اللہ  
حضرت نے دین ناقص چھوڑا جسکی اس مدت میں تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی منہاج النبوة  
کہتے ہیں جسکے صاف یہ معنی ہیں کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور  
اُن قوانین کو جو حضرت نے جو حی ربانی مہمہ فرمائے تھے اور اُن طرق کو جنپر حضرت شریع  
الہیہ کی بجا آوری میں چلتے تھے اپنا امام سمجھتے رہے معذابا وجود اسکے کہ دین میں کوئی  
کمی و کوتاہی باقی نہیں رہی تھی اور ہمہ جہات تمام و کمال اُسکا ہو چکا تھا یہ وعدہ ہمارا  
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب علیہ دین اسلام و شیوع  
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تام وغیرہ  
ہوئی تھی اور ابھی تک حیر عدم میں تھی وہ سب خلفاء حقہ راشدہ کی سعی و کوشش  
سے برسر کار آئی اور اُن وعدوں کے حصول میں خلفا راشدین رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا جارسہ اور وہ انکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایان حضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوئیں اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں  
سے ظاہر ہوئیں پہر بعد اسکے جب کہ گون نے اس نعمت عظمیٰ اور عنایت کبرے کی ناشکری  
کی اور وہ خلیفہ ظالم شہید کئے گئے اور اوپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالیٰ بحکم  
ذَلِكْ بِمَا كُنتُمْ اِيْدِيكُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰبِدِيْنَ بِمَقْتَضٰى ذٰلِكَ يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ



لَوْ بَايَ مُعِيرًا نِعْمَةً أَعْمَرَكَ عَلَيَّ قَوْمٌ حَتَّى يُعِيرُوا مَا بَالُفُسْهُمْ۔ اپنی اس نعمت کو  
اڑھایا چنانچہ اس مضمون کو بھی اشارۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور  
اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہیں اس کا ہر جگہ کہ جب مہمات خلافت علی وجہ الکمال  
اس خلافت کو زمانہ میں حاصل ہوئی تو یہی ہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے  
مقصود سرانجام ان مہمات موعود کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہ لازم آتا  
کہ دین ناقص تھا جب تک تکمیل کی واسطہ امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین نہو تا جبکہ واسطہ  
ایمہ مبعوث ہوئی اور اس کی بصیرت و ہدایت لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم  
النبیین نہیں ہیں اور آپ کا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ کہی گئے ہیں  
ہیں مثل عصمت و نقیضیت وغیرہ کے جب کہ ثابت کیے تو گویا ایمہ کی نبوت کو معنی مدعی  
ہوئی اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تاحشی کرنے ہیں لیکن یہ ایک محض  
لغویات ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نبی کا چہر چاہا اطلاق کیا ہے چاہا نہ اطلاق کیا اس  
اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہیں رفع ہو سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحۃ غلط  
جب محدثہ کے قائل ہیں تو لامحالہ وہ مشتمل نزول وحی کے ثبوت کو ہے پر اعتقاد فضیلت  
ایمہ کا تمام انبیاء و رسل اولو العزم وغیرہ اولو العزم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
باوجود شہرہ اک نے الاوصاف کے بدلتے ثبوت نبوت ایمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم  
السلام کا ایمہ کے مراتب پر حسد کرنا اور انکی امامت و انکار کو مصیبتوں میں مبتلا ہونا اور  
ایمہ کے واسطہ جناب پرین و عا کر کے مصائب سے رہائی پانا غایت تقرب جناب الہی کی دلیل  
جو درجہ نبوت کو کم نہیں بلکہ کہیں بڑھ کر ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے بڑی دلیل ہے  
کہ ایمہ کا قول کتاب سنت کا نسخ اعتقاد کرتے ہیں جو بدلتے ایمہ کے ثبوت نبوت اور  
حضرت کی ختم رسالت کو ابطالان کو مقتضی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے  
کہ دین ناقص تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کی تکمیل نہیں ہوئی تھی

جو اس میں نسخ و تبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو ناقص نہ چھوڑا تھا جسکی زمانہ ایمہ میں تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہے کہ بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا ختم کے زمانہ میں ہونا حضرات شیعہ نے اعتقاد کر رکھا ہے وہ اپنی اصول کی ناقصی کے وجہ سے یہ قول معہذا خود حضرات اہلسنت یہ حدیث بیان کر کے مشکل میں پڑ گئے اور اس حدیث کی بعد کی خلافت کی رشاوت کو یہی قائل ہیں چنانچہ شرح عقاید لسانی میں بعد ذکر اس حدیث کو شارح لکھتا ہے و هذا مشکل لان المحل والعقد من الاصل قد كانوا متفقین علی خلافة الخلفاء العباسیة وبعض المروانیة کعمر بن عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافة الكاملة التي لا یتوبها شیء من المخالفة ومیل عن المتابعة لیكون ثلاثین سنة وبعد هذا قد یكون وقد لا یكون۔ انتهى **اقول** یہ ہمارے فاضل مجیب کی مناظرہ دانی ہے کہ فرمایا تو یہ کہ اس حدیث کو بیان کر کے اہل سنت مشکل میں پڑ گئے حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علماء اہل سنت کو اشکال اور مشکل اور تعقید کیا ہی کرتے ہیں ایک ایسا پیر مدعا اعتراضات وارد ہوتے ہیں اور محدثین اور شارح بیان کرتے ہیں شرح نہج البلاغت میں جناب امیر کے اقوال سے مذہب کتنے اعتراضات شارح لکھتا ہے اور باوجود اس کے کہ کوئی نہیں سمجھتا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے اور نہیں تو جلد اول بحار الانوار باقر مجلسی کو یہی ملاحظہ فرمائیں کہ صفحہ ۱۱۶ پر ایک ایسی طویلہ مالی صدوق سے نقل کرتے ہیں جو بعض حملے پر ہیں فلما اصبح قال له الملك ان مکانک لنتزھة قال لیت لربنا بھمة فلو کان لربنا حمارا لرعیناه فی هذا الموضع فان هذا الحسیس یضیع علامہ علیہ السلام اسکی شرح تھا کہ بعد لکھتے ہیں و فی الخبر اشکال من ان ظاہرہ کو العابد قائل بالجمہ ہونا استحقاق الثواب مطلقاً و ظاہر الخبر کو تہ معہذا العقیدۃ الفاسدۃ مستحق الثواب

۱۔ صبح ہوئی تو اسکو ملائے کہ کہ تیری جگہ تو نہایت ستیر ہے کہ تو لگا کا شہکار رب کا چو پاپا ہونا اگر چاہی رب کا گرا ہونا تو ہم سب کو اس جگہ پر لے کیونکہ یہ کہ اس ضائع ہوتی ہے اس خبر میں کمال ہے اس سے کہ اسکا ہی ہر دلالت کرتا ہے کہ عابد جسم کا خالق تھا اور یہ مطلقاً استحقاق ثواب کی منافی ہے اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص بسبب کمی عقل اور بیوقوفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے۔ ۱۲۔

لقلہ عقلہ و بلا بعد اسکے علامہ مجلسی تاویل کر کے فرماتے ہیں و علی القادیر کا لید  
 امام زاد نکاب تکلف تام فی الکلام او التزام فساد بعض الاصول المقر  
 فی الکلام اب اسکو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اور جو شوق دل چاہا اختیار کریں  
 ہمارا اوسین مدعا حاصل ہے۔ علاوہ ازیں شارح و ہدیین کا جواب بھی جو شارح کی رائے میں  
 معتمد تھا لکھ دیا اور اشکال مرتفع ہو گیا **قولہ** آپ کے پیروستگیر صاحب غنیۃ الطالبین  
 میں صرف تینسٹ پر ہی اتنا نہیں فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے  
 حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ راشد فرماتے ہیں اقول آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا  
 مطلب یا غلط سمجھتے یا مقصود وہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کر کے اپنا مدعا ثابت  
 کرتے ہیں حضرت پیروستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل میں تحریر فرماتے ہیں و یعقود  
 اهل السنة ان امۃ محمد خیر الامم اجمعین و افضلہم اهل القرآن الذین  
 شاہدوہ و امنوا بہ و صدقوہ و تابعوہ و تابعوا قتلوا بنید یہ و فدوہ  
 بانفسہم و اموالہم و عنہوہ و لضر وہ و افضل اهل القرن اهل الحدیث  
 الذین یابعوہ بیعۃ الرضوان فہم الف و اربع مائۃ رجل و افضلہم اهل بدھم  
 ثلث مائۃ و ثلاثۃ عشر رجلا عدد اصحاب طالوت و افضلہم اربعون رجلا  
 الخبر ان الذین مکتوا بعر بن الخطاب و افضلہم العشرۃ الذین شہد لہم النبی  
 بالجنت و ہم ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف

۱۰ اہل سنت اعتقاد کرتے ہیں کہ امت محمدی تمام امتوں کی بہتر ہے اور ان میں افضل کس کوں قرن والے ہیں جنہوں نے حضرت کو دیکھا  
 اور آپ پر ایمان لایا اور تعقیب کی اور بیعت کی اور متابعت کی اور آپ کے ساتھ لڑا اور اپنی جانوں اور مالوں کو آپ پر قربان کیا اور انکی امداد  
 دینا کی اور انکوں قرن والوں میں افضل حدیث کے میں جنہوں نے بیعت غزوہ کی اور وہ چودہ سو مرد ہیں اور ان میں افضل بدر کے ہیں اور وہ ہیں  
 وہ ہیں اہل طائفت کے کہے کہ برابر ان میں افضل چالیس آدمی ہیں دار خبر ان کے جو عمر بن خطاب کے ساتھ یوسف کو ادر ان میں افضل وہ ہیں  
 جنکے آپ نے جنت کی شہادت دی اور وہ ہیں ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و زید و سعید و ابو سعید بن الخدرج

مکتوب الی امیر المومنین ابو موسیٰ بن جعفر بن محمد

وسعد وسعيد وابوعبيدة بن الجراح وفضل هؤلاء العشرة لابرار الخلفاء  
الراشدون الاربعة الاخيار وفضل الاربعة ابوبكر ثم  
عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله تعالى عنهم ولهم الاربعة الخلافة لعبد  
صلى الله عليه وسلم ثلاثون سنة وثلثون سنة وثلثون سنة وثلثون سنة  
وعثمان اثنا عشر وعلي ستا ثم ولها معاوية تسع عشر سنة وكان قبل ذلك  
ولاة عمر الامانة على اهل الشام عشرين سنة ثم بعد ذلك اُتِيَ  
بُزْهَرُ تَحْرِيرُ فَرَاتِي بِن - ثم خلافة معاوية بن ابی سفیان ثمانية وخمسة  
عشر سنة بعد موت علي وبعد خلع الحسن نفسه عن الخلافة وتسليمها لمعاوية لاداء  
الحسن ومصلحة عامة لتخففت له وهي حقن دماء المسلمين وتحقيق قول  
النبي في الحسن ابني هذا سيد ليصلح الله تعالى به بين فئتين عظيمتين فوجبت  
امامته بعد الحسن له قسم عام عام الجماعة لا ارتفاع الخلاف بين  
الجميع واتباع الكل لمعاوية لانه لم يكن هناك منازع ثالث  
في الخلافة وخلافه قد ذكره قول النبي وهو ما روينا عن النبي انه قال لا ترجع

الاربعة عشر ابرار من افضل جبارين خلفاء راشدين بنين اور ان چاروں میں افضل ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علي بن اور ان چاروں  
کی خلافت بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس برس بنی جمہین بن ابوبکر در برس اور کچھ زیادہ متولی خلافت ہوئی اور عمر در برس اور عثمان چار برس  
اور علی چوبیس برس پر بعد اسی کو معاویہ انیس برس کے اور متولی ہوا اور اس کے پہلے ابوبکر و عمر نے ان کا شمار پر متولی کیا تھا میں برس ۱۲۔

۵۲۔ چہرہ ہر بن ابی سفیان کی خلافت بعد وفات علی اور بعد عبد الرحمن بن ابی نفیس کو خلافت ہو اور بعد روئے خلافت کو امیر ہو کر  
بسیب راکے جو حضرت حسن بن سوجی اور بسبب تحقیق ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن بن ابی نفیس کے بارہ بن کے کہ یہ میرا فرزند رسول اللہ تھا اس کو بسبب و در بنی  
جمہتوں میں اصلاح کر لیا ثابت اور صحیح ہے پس اس کی امامت امام حسن رضی اللہ عنہ کو عہد کرنے سے اس کو لئے لازم ہو گئی پس اس کو برکات نام  
عام الجماعہ کہا گیا اس کو بسبب خلاف ارشاد کیا اور بسبب معاویہ رضی اللہ عنہ کے تابع ہو کر کہ اس وقت کو کسی تیسرا شخص خلافت میں جھگڑا کر کے  
والا باقی نہ رہا اس کی خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قول میں مذکور ہے اور وہ ہم جو حضرت کردی ہو اس کو اپنے فرمایا بیست یا چھتیس ۱۲۔

الاسلام خمساً وثلثین سنة اوستا وثلثین سنة اوسبعا وثلثین المراد  
 بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدین و الخمس السنین الفاضلة  
 عن الثلثین منی من جملة خلافة معویة الی تمام تسعة عشر سنة و  
 شہود لان الثلثین مکلت لعلیٰ کما بدینا۔ اب اہل انصاف اس عبارت کو غلط قرار  
 اور دیکھیں کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ  
 راشد فرمایا ہے غلط صحیح یا صحیح میں کہتا ہوں کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ بالکل غلط ہے  
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت امیر معاویہ کو خلفاء راشدین میں نہیں شمار کیا اور کسی جگہ  
 خلیفہ راشد نہیں لکھا ہمارے فاضل مخاطب کو لفظ خلافت سے اشتباہ پڑ گیا اور  
 وجہ اسکی اول یہ ہے کہ پہلی عبارت میں صرف خلفاء الراشدة ہی کو خلفاء راشدین لکھا گیا  
 حضرت امیر معاویہ کی خلافت کا ہی اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن نہ اس خلافت کو خلافت راشدہ  
 لکھا اور نہ امیر معاویہ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ  
 راشد نہیں لکھا دوسری یہ کہ حدیث الخلافة لکھا کہ ثلاثون سنة ثم یكون ملکا  
 کے موافق اسکا مصداق خلافت خلفاء الراشدة کو ہے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث  
 میں لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت سے پہلے کے بعد جو خلافت امیر معاویہ کو ذکر  
 فرمایا اور اس سے اسکو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت راشدہ نہیں بلکہ  
 خلافت بعثت ملک و سلطنت ہے۔ تیسری یہ کہ امیر معاویہ کی خلافت کی نسبت  
 لکھا کہ اس کا ثبوت وصحت اس وقت سے ہے جب سے حضرت امام حسن  
 نے خلافت تفویض فرمائی تھی اور ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اپنا اجتہاد ہی خطا کی وجہ سے

۱۵ سیتیس برس اسلام کی چکی چلیگی اور اس حدیث میں رحمت مراد دین کی قوت ہے اور پانچ  
 سال جو تیس سال سے زائد ہیں وہ بخلاف معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ تیس برس اور کچھ مہینے پورے ہونے تک  
 کیونکہ تیس برس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پورے ہو گئے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں ۱۲۔

جو سبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تھی بغاۃ میں سر قہے جہا  
 امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت تفویض فرمادی خلیفہ لیکن اسی حالت میں ان کو خلافت رشید  
 نہیں کہہ سکتے تھے تھی یہ کہ خلافت حضرت معویہ کو مصداق حدیث تدورجی الاسلام کا  
 قرار دیا اور اس کی تفسیر میں لکھا کہ مراد رجی سے قوت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ قوت  
 وشوکت اسلامی بمقابلہ کفار کے غایت درجہ کو تھی کیونکہ امرائے ایک شخص پر مجتمع تھا  
 لیکن یہ متلزم اس امر کو نہیں ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت بھی ہو غایت  
 سے غایت یہ ہے کہ سلطنتوں میں عمرہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت  
 امیر معویہ مراد خلافت راشدہ نہیں چنانچہ محشی نے ہی اہل تفسیر کی ہر قولہ رضی اللہ  
 اما خلافتہ معویہ رضی اللہ عنہ الخ المراد منہ الامامۃ لا الخلافة التي كانت  
 للخلفاء الراشدين الاربعۃ لانها خلافة النبوة  
 كما قاله قاضی وغیرہ من المحدثین كما نقله  
 الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم رہا یہ کہ اطلاق لفظ خلافت  
 یا خلیفہ کا امیر معویہ کے حق میں اول تو سلطنت ہی بسبب واجب الطاعت ہونے کو  
 اہل سنت کے نزدیک خلافت میں داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دونوں میں  
 ایک خلافت خاصہ سری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت ملک سلطنت ہو تو اطلاق  
 خلافت کا اسپر منجھ ہوا علاوہ ازیں خلافت مطلقہ دونوں میں ایک خلافت نبوت  
 اور دوسری امارت و سلطنت ہیں اون دونوں میں تشکیک ہو اور ہر دو کا تشکیک  
 ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول قوت وشوکت وصول بہات خلافت و اتیان سر  
 بنویہ علی وجہ الماکلیہ اور باعتبار ثوران علم فرائض بعض افراد خلافت خاصہ کے

اما خلافت معویہ الخ خلافت مراد امامت محمدیہ وہ خلافت جو چاروں خلفائے راشدین کو حاصل تھی کہ وہ خلافت نبوت تھی  
 جیسا کہ میں قاضی وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم میں نقل کیا ہے ۱۲۔

بہ نسبت بعض کے اکمل و کامل و ضعیف و قوی کا تفاوت رکھتے ہیں خود خلفائین فضیلت  
 علی ترتیب الخلافت واقع ہونا نبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت و سلطنت  
 صدقین میں اپنے افراد پر حقد ر تشکیک سے وہ محتاج بیان نہیں جو ایسی واضح اور ظاہر ہے  
 کہ اس کے اثبات کی دلیل سے کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ نوع ثانی کا فرد علی  
 نوع اول فرد سافل کے ساتھ بادی النظر میں ملحق و مشتبہ ہو گا کیونکہ درمیان  
 دو نوع فردوں کے بجز ایک باریک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے کہ  
 خلافت کی بنیاد و اصولوں پر ہے اول اتباع سیرت بنویہ صلے اللہ علیہ وسلم  
 دوسری انتظام دافع اور سرانجام مہات لیکن محض خلافت کے لئے اصل دل کو  
 بہ نسبت اصل ثانی کے مزنیہ ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے اور ثانی کو کچھ فی الجملہ  
 مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہوتا وہ فوت ہوا اور رسول کر لئے  
 ایجاز و وعدہ ہائے خداوندی میں جارحہ نہ تھی۔ افراد عالیہ خلافت میں دو نو اصولوں کا  
 تحقق اکمل وجہ سے ہو گا اور افراد سافلہ میں اصل دل علی وجہ الکمال ہو گی اور  
 اصل ثانی میں فی الجملہ نقصان ہو گا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل  
 اول کی وجہ سے ہے کہ اوہ میں مرتبہ کمال سے علی حسب مراتب انحطاط ہو گا اگرچہ اصل ثانی  
 علی وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہیں کہ افراد سافلہ  
 خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑھ کر ہوں لیکن اصل اول میں البتہ کمی ہو گی۔ تو جب اجتہاد  
 اہل الاملیین کے مزنیہ ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وہ کمی ہی ایسی بدیہی  
 اور بنی کی نہ ہو جس کا امتیاز ہر شخص کر سکے تو لا محالہ بادی النظر میں ہر دو نوع میں کمی  
 افراد سافلہ و عالیہ میں ایک لحوق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورۃ  
 کی وجہ سے مجازاً افراد علی سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو موسوم خلاف نبوت  
 کو ہو تو کیا بجا کیا اور اوس پر کیا طعن ہے رہا یہ کہ اگر آپ حضرت پیغمبر و سنگیہ رحمتی

قول سے استدلال فرماتے ہیں و خلافتہ مذکورہ فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ  
استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ امین بلکہ کسی روایت سے اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا  
مستحق نہیں پس آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ نے امیر موحیہ کو خلیفہ راشد فرمایا  
ہے سراسر غلط اور کذب می علاوہ اس کے دوسرا کذب اور دھوکہ دہی یہ ہے کہ تحریر فرمائی  
ہیں اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں حالانکہ یہ شخص غلط ہے  
کیونکہ لفظ اس کامر جمع یہ ہے حدیث ثنوں سنہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں خلیفہ  
حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ نے کہیں ذکر نہیں فرمایا یہ حدیث ہرگز اپنی مدت و متجاوز نہیں  
اور وہ حدیث جس میں زیادتی مذکور ہے اس سے جدا گانہ اور وہ بالکل دوسری  
حدیث عموماً دلول و مصدق علیہ کچھ اور ہی چیز ہے **قولہ** اور نیز اگر یہ حدیث  
صحیح ہو تو وہ دو اندوہ خلیفہ جسکی بشارت اکثر احادیث میں ہے کیسے ہونگے اقول  
پہلے ہم اس حدیث کی الفاظ کو جو بشارت و اندوہ امام میں بطرق تہ وار ہوئی ہے حاصل  
ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہیں بعد اسکے اپنے فاضل مخاطب کو بتلانیگے کہ دو اندوہ امام  
کیسے تھے اول حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر  
ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سائل  
کے جواب میں فرمایا - نعم عهد الینا نبینا صلی اللہ علیہ والہ ان یکون بعدہ اثنا عشر  
خلیفۃ بعد ذلک نقباء بنی اسرائیل - دوسری روایت جابر بن عبد اللہ  
رضی اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے بالفاظ  
مختلفہ وار ہوئی ہے عن جابر بن سمیع قال کنت مع ابی عند النبی صلی اللہ علیہ  
والہ قال فسمعہ یقول یکون بعدی اثنا عشر امیرا ثم

روایات بشارت و اندوہ امام -

۱۱ مان ہندو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد کیا کہ بعد انکو بارہ خلیفہ ہونگے نبی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے موافق ۱۱  
۱۲ جابر بن عمر مروسی کہیں اپنے باپ کو اتنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا پس نے حضرت کو سنا تو فرمایا تو میرے بعد بارہ امیر ہونگے



اخضع صوته فقلت لا بى ما الذى قال رسول الله صلى الله عليه واله قال كلهم من قرئ  
وعن الشعب عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه واله لا يزال هذا  
الدين عن يميني ما يصيب من علي من ناواهم الى اثني عشر قال ثم قال كلمة اصمتيها  
الناس قال فقلت لا بى اولا بى ما كلمة اصمتيها الناس قال كلهم من قرئ  
وعن جابر بن سمرة قال قال النبي صلى الله عليه واله لا يزال هذا الامة مستقيمة  
ظاهرة على عدوها حتى يمضي اثنا عشر خليفة كلهم من قرئ فليته في منزله  
قلت ثم يكون ماذا قال الهج - وفي رواية عن جابر لا يزال هذه الامة  
امرها ظاهرة على عدوها - وفي رواية عن عامر بن سعد قال كتبت الى جابر بن  
سمرة مع غلامى رافع اخبرني بشي سمعته من رسول الله صلى الله عليه واله فكتبت  
سمعت رسول الله صلى الله عليه واله يقول اجمعة عشية رجم الاله لا يزال الدين  
قائما حتى تقوم الساعة ويكون عليكم اثني عشر خليفة كلهم من قرئ تيسري وشرح بركي  
عن شرح الهك قال في الكتاب هذه الامة اثنا عشر اذ اوتوا لعلوا ولبوا وكان سببهم

سبب بركي است فرماي من اپنے باپ پوچھا حضرت نے کیا فرمایا کہا سب قریش سے ہو گئے جابر بن سمرة سے مروی ہے کہا فلا  
رسول الله صلى الله عليه وسلم نے یہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفوں پر فخر و ریگا بارہ خلیفوں تک ہر ایک ایک کر فرمایا  
جو لوگوں کی جو جم جھگڑتے دنیا تو تینے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچھا کون کد ہے جو لوگوں نے جھگڑتے دنیا کہا سب قریش سے ہو گئے اور جابر بن  
سمرة سے مروی ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امت ہمیشہ اپنے امین و یقین انبی و شمن پر غالب رہی گی یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گذرے  
جو سب قریش سے ہو گئے ہر نے اپنے گھر پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہر کیا ہو گا فرمایا قتل - اور ایک روایت میں جابر سے ہے ہمیشہ اس امت کا  
امر درست رہیگا اور انبی و شمن پر غالب رہیگی اور ایک روایت میں عامر بن سعد ہے کہ میں نے جابر بن سمرة کے پاس اپنی غلام رافع کے  
ہاتھ لکھا کہ ہر ایک کہ جھگڑتے دنیا تو تینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس انکو جواب میں لکھا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
کے روز سنا جبکی شام کو اسلی سنگ ماحو افزا تو تھے ہمیشہ یہ دین پر بار رہیگا قیامت تک اور تیر بارہ خلیفہ ہو گئے سب قریش سے ہو گئے  
شرح برکی سے ہر کتاب میں کہا کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہیں جو نبی تعالیٰ تعالیٰ پوری ہو جائیگی تو کفرش اور بغاوت کرے گا اور انکی طرف سے ہر ایک

چوتھی روایت عن ابی نجر قال کان ابو الخالد جارک فسمیعتہ یقول ویحلف علیہما ہذا الامۃ  
لا یتہلک حتی یموت فیہا اثنا عشر خلیفۃ کلہم یعلی بالہک و دین الحق پانچویں روایت  
عن سفیان بن یرود بن مکحول انہ قیل لہ ان النبی صلی اللہ علیہ الہ قال یكون نفعک  
اثنا عشر خلیفۃ قال نعم و ذکر لفظہ اخری عن معمر بن سمیع و ہب بن منبہ یقول یكون  
اثنا عشر خلیفۃ ثم یكون الہراج ثم یكون کذا چوتھی روایت عن عمر بن الخطاب  
الاحبار قال فی الخلفاء ہم اثنا عشر اذا کان عند القضا نھم والی طبقۃ صلحت  
عند اللہ لھم العمر کذلک وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا  
الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین  
من قبلھم و کذلک فعل اللہ ببنی اسرائیل و لیس بغیرہما ان  
یجتمع ہذا الامۃ یوما ونصف یوم و ان یومیا عند ربک کالف سنۃ مما تعد  
اور صحیح مسلم بن جبہ در روایتین در باب ائمہ اثنا عشر وار دھوئی بن وہ تقریر بیان آیا  
مین سے بعض کے مطابق ہیں لیکن غالباً ابو داؤد کی روایت میں لفظ کلہم یجتمع علیہ الامۃ

ابو الخالد سے مروی ہے کہا ابو خالد میرا ہمسا یہ تہا میں اس سے سنا تم کہا کہ کہتا تھا کہ یہ امت ہاکی ہوگی  
یہ اتنا کہ اڑھیں بارہ خلیفہ ہونگے کب سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرینگے۔ سفیان بن یرود بن مکحول سے  
روایت ہے کہ اس شخص کہتے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ میری بعد بارہ خلیفہ ہونگی کہاں۔ اور دھو  
لفظ ذکر کیا۔ معمر سے عمر نے اس سے جس نے وہب بن منبہ سے سنا کہتا تھا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے پھر قتل ہو گاہے  
یہ ہو گا اور کہاں کی کب آجاکر روایت کرتا ہے اس سے کہا کہ وہ بارہ ہیں اور جب اڑھیں گزرنے کا وقت قریب ہو گا  
اور طبقہ صالحہ عبداللہ آئیگا تو ان کی عمر میں زیادتی ہوگی اسی طرح وعدہ کیا ہے اللہ ان کو ایمان کا اور نیک  
کام کے کہ اڑھیں ملک میں جانشین کرے گا جو طرح جانشین کہتے ہیں ان کو اور اسی طرح اللہ نبی اسرائیل کو سنا ہے  
اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں کہ اس امت کو ایک دن یا آدھن جمع کر دے اور ایکن تیری رب کے نزدیک  
مشکل نہ رہے جس کے ہے تمہارا ہی گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے۔ اب گذارش یہ ہے کہ جس روایت میں تعقید خلافت کی شکوک نہ ہو  
 کے ساتھ وارد ہوئی ہے وہ خلافت خلافت نبوت صریحاً علی الاتصال استعد زمانہ تک جتہ  
 سیگی چنانچہ بعض روایات میں صریح خلافت نبوت وارد ہوا اور نیز اس قسم کے الفاظ سے ہی  
 ارشاد ہوا ہے **انھذا اکامر بدارنبوة و حجة لہ خلافتہ** غرض اس قسم کی روایات سے  
 صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت جبکی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت و رحمت  
 اور وہ روایت جو بشارت دوازہ امام میں وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ  
 خلافت نبوت ہو یا ملک سلطنت ہو علی الاتصال ہو یا باقطع کیونکہ جب قدر اوصاف  
 دوازہ ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اُن سب کا حاصل یہ ہے کہ اُس خلافت کو قوت ثبوت  
 ہوگی اور اُس میں اضطراب و تزلزل و وقوع فتن نہ ہوگا وہ اپنے اعداد پر غالب رہیگی  
 اور بمقابلہ اُس کے کفار مغلوب و مشکوس ہونگے اور امت او نہیہ مجتمع ہوگی اور یہ اوصاف  
 کچھ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ عوارض عامہ ہیں جو خلافت کے دونوں  
 میں پائے جاسکتے ہیں خلافت خاصہ ہی ان کے ساتھ متصف ہو سکتی ہے اور امارت  
 و سلطنت کو بھی ان صفات سے خط و نصیب ہو پس ان دونوں روایتوں میں کسی  
 قسم کا تعارض نہیں ہے ہاں یہ بات باقی رہ گئی کہ قمی کے بعض روایات میں جو یہ  
 الفاظ وارد ہوئے ہیں کلمہ یعمل بالہدے و دین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلیان میں  
 ڈالین اور یہ خیال فرمائیں کہ یہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہ زعم اگر ہو  
 تو بالکل باطل ہے کیونکہ اس وصف میں بھی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اُسکی صدق میں اپنے  
 افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین ہی عالمین بالہدے و دین  
 الحق ہیں اور سلاطین میں سوائے ان افراد عالیہ اور افراد متوسطہ ہی عالمین بالہدے و دین  
 الحق ہیں لیکن ان میں اور اُن میں باعتبار اس وصف کو امتیاز اور فرق ہے خلفاء

راشدین میں اس وصف کا صدق اولے اور اشعری اور سلاطین کے افراد عالیہ و متوسط  
میں اُس سے بعید اور ضعیف ہے لیکن صدق اس وصف کا گوئے الجملہ کم ہے تاہم پایا جاتا  
بلکہ سلاطین جائزہ جو سلاطین کے افراد و سافلہ میں اُنہیں ہی نے الجملہ پایا جائیگا اگر وہ  
کفار کے ساتھ جہاد کرینگے جو باعث تقویت دین ہے لیکن اُن افراد کا اس وصف کو ساتھ  
اتصاف ایسا قلیل ہوگا کہ اگر اُس کو کان لم یکن اعتبار کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے  
غرض یہ وصف بھی مثل دوسری اوصاف کو حواض عامہ میں سے ہے جو خلافت نبوت  
اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہیں پس جب یہ امر ثابت ہو گیا  
کہ وہ یقین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تھی اور یہ بشارت عام ہے تو دونوں  
حدیثوں میں باہم کچھ تعارض و تناقض نہیں رہا کی تو جہات اور ہی ہو سکتی ہیں لیکن  
ہم بخوف تطویل اور فکر کر کے ہیں اب سمجھو یہ خیال ہے کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب  
نے ان روایتوں کو جو بشارت دوازہ امام میں وارد ہوئی ہیں اپنے مذہب کی تائید اور  
تقویت میں نقل کیا ہے اور اپنے روایات مذہب کو موافق سمجھا ہے چنانچہ اسکی حدود و اہتین  
نقل کی ہیں جو اپنے روایات سے بشارت دوازہ امام میں منقول ہوئی ہیں اُن روایات  
کو بارود و انکار قبول کر لیا ہے ورنہ شیخ نے جس جگہ مخالفین کے روایات خصال میں نقل  
کی ہیں وجہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رعتین بعد صلوة العصر عن عبد اللہ  
ابن الاسود عن ابیہ عن عائشہ بیان کر کے آخر میں لکھتے ہیں قال صنف هذا الكتاب  
مرادی بايراد هذه الاحبار الرد على المخالفين لاجلهم لا يرون بعد الخلافة  
وبعد العصر صلوة فاحبت ان ابن انهم خالفوا رسول الله صلى الله عليه وآله في قوله فخله  
پس جب اس جگہ بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہیں اپنی روایات جو بشارت دوازہ

روایات مستخرج من بشارت دوازہ امام مذہب شیخ ابو عبد اللہ بن بابویہ

۱۵ اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ حدیثوں کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ بوجہ غرض  
عصر کے غائب رہنا جائز نہیں سمجھتے تو میں نے چاہا کہ اس امر کو بیان کروں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فعل میں نقل کیا

امام میں تعین وار و کین تو معلوم ہو کہ یہ روایات شیخ کے نزدیک مقبول و مستند ہیں قطع نظر اس سے کہ اگر باقر بن شیخ قمی کے نزدیک یہ روایات معتبر نہ ہوں تاہم حسب شہادت امام صادق و امام کاظم معتبر و قابل قبول ہیں کیونکہ ہم معنی اور مشابہ روایات اہل بیت کی ہیں تفسیر صافی میں منقول ہے قال الصادق فما جاءك في رواية من راو فاجر توافق القرآن فخذ به وما جاءك في رواية من راو فاجر يخالف القرآن فلا تأخذ وقال الكاظم اذا جاءك الحديثان المختلفان فقسهما على كتاب الله وعلى احادينا فان اثنهما هما فهو حق وان لم يثمهما فهو باطل۔ ان دون روایتوں سے ثابت ہو کہ جو روایت موافق کتاب الاعداد و مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہو اور یہ روایات منقولہ صدوق بھی مشابہ اُن روایات کے ہیں جو ائمہ سے وارد ہوئی تو یہ بھی واجب القبول ہوگی اور بعض روایات میں اگرچہ روایات اہل بیت اور بواسطہ روایات اہل بیت کے منقول ہوئی ہیں لیکن یہ امر قاضی نے الروایۃ ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ ان روایات کو موافق و دوازہ امام کو ہمارے فاصل مخاطب کیا سمجھینگے اور ان روایات کے صدمہ کی مذہب کی بناء کی انہدام سے صیانت کیونکر کریں گے۔ اور ان روایات کی مذہب تشیع کو چند وجوہ سے صدمہ پہنچتا ہے۔ اول یہ کہ ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امت کو زمانہ ائمہ اثنا عشر میں استقامت امر اور غلبہ علی الامداد اور ظہور دین اور اصلاح امر میر ہوگا پس اگر ان کو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہ وعدہ اور اجابہ جھوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں برعکس اس کا اضطراب امر اور غلبہ اعدا اور اختفاد دین اور فساد امر حاصل ہوا تھا اعلیٰ عظم کا نام و نشان تک صفحہ کیتی سی گویا محو کیا گیا ہو

۱۔ امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ تیرے پاس کسی دین میں کسی فاجر رادی سے آئی جو قرآن کے موافق ہو تو اس کو لے اور جو کچھ تیری پاس کسی روایت میں روئے فاجر آئے جو قرآن کے مخالف ہو تو اس کو نہ لے۔ امام کاظم نے فرمایا جب تیرے پاس دو متخالف حدیثیں آئیں تو اس کو کتاب الاعداد ہماری حدیثوں سے مقابلہ کر اگر وہ ادکثر شایع ہوں تو وہ حق ہے اور اگر اُدُن کے مشابہ ہو وہ باطل ہے۔ ۱۲۔

جیسی حالت رہی وہ محتاج بیان نہیں دوسری یہ کہ یہ غلبہ ہوتا تھا جو زمانہ اثنا عشر  
 میں موجود ہے یہ منحصر اسی زمانہ تک ہی اُس کے بعد ہرج و مرج و فساد و ہلاکت مگر اگر بعد ائمہ  
 کے ہیں تو حضرت عیسیٰ ہیں اور وہ خود ائمہ سے کم درجہ ہیں تو معلوم نہیں کہ یہ امامت جو ائمہ  
 اثنا عشر ہیں مگر منحصر اور ختم ہو چکی تھی کیا بعد اُس کے حسب ارشاد فاضل نجیبات محمدی  
 صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ائمہ اثنا عشر کے پہر امامت کی ضرورت نہیں رہی حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دین ناقص چھوڑا تھا جو زمانہ ائمہ اثنا عشر میں مکمل ہو گیا  
 تیسری یہ کہ یہ زمانہ مصداق آیت شریفہ و علی اللہ الذین امنوا منکے کا ہے کہ خداوند  
 تعالیٰ زمانہ بعض ائمہ میں انجام دے اختلاف و تمکین دین و ازالہ خوف و حصول امن فرمایا گیا  
 اور یہ بھی جہت قدر گلوگیر مذہب تشیع ہے کسی دانشمند پر پوشیدہ نہیں قولہ اسی حدیث مختلف  
 اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا عجیب کی مناظرہ والی کے کمال پر وال  
 اقول ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ بشہادت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن  
 کے ہو گویا ہی راوی سے ہو واجب القبول ہو کی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ  
 کر چکے تھے کہ یہ خلاف کتاب اللہ سے ثابت ہو تو یہ روایت جو موافق کتاب اللہ  
 کی ہے ہی قابل قبول ہوگی رہا اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو  
 اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب بھی گذارش ہوتا البتہ یو نہیں بے دلیل و دعو کرنا ہمارا  
 فاضل عجیب کی کمال مناظرہ والی پر دلیل سے قال الفاضل المجیب - قولہ - اور  
 آیات سنی الخ آپ کے علماء کی کلام اور صحابہ کے اقوال و افعال سے اُس کا اہم المہمات سنی  
 ہونا ثابت ہو یہ تعجب ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تصریح کیوں فرمائی  
 مسائل روزہ و نماز و غسل و وضو و تیمم حتیٰ کہ آداب بیت الخلاء وغیرہ تک تو صاف  
 مشرح و مفصل بیان فرمائے اس اہم مہمات کو ہی کیوں چستان و پہلے کر دیا  
 کہ اشارہ و کنایہ میں ادا فرمایا یہ غور کیجئے اور انصاف فرمائیے - یقول

العبد الفقیر الی مولانا الغنی نجیب اہلسنت کا اصل مذہب آپکو معلوم ہو چکا  
 کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم اُسکی تبلیغ فرماتے ہیں جو ادنیٰ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تو پہرہ  
 اعراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازیں جب خداوند کریم خود اسکی تصریح کا متکفل  
 ہو چکا تھا تو پہرہ کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی  
 ہیئت کذابی کے ساتھ بیان فرماتے جسکو حضرات شیعہ پسند فرماتے ہیں اور ممکن ہے کہ اگر تصریح  
 کے ساتھ اختلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اسوقت بغاوت اور بلوہ اور قتل خلیفہ پیش آتا  
 عجب نہیں کہ باعث نزول عذاب کا ہونا اسی امت کے سپرد کیا گیا اور اوصاف و عوارض  
 بتا کر بمنزلہ تصریح کے کر دیا گیا اور یہی ایک نوع کی تشریح و تفصیل ہے لیکن ہمارے  
 عجیب فرمایا کہ جب یہ مسئلہ اہم المہمات اور اصول و مقاصد دین میں سے تھا اور خدا  
 تعالیٰ پر واجب تھا کہ اسکو بیان فرماوی باوجودیکہ اُننے اسنے فراموش کو بیان فرمایا  
 اس اہم المہمات کو نہی کیونچہ پستان و پہلے کر دیا کہ جو کتاب اللہ میں سے کہیں جو جیسی  
 نہیں جاتی ہما تو غور و انصاف کا حکم ہوتا ہے جو بسر و چشم ہے لیکن کچھ آپ بھی غور و  
 انصاف سے دیکھ لیوین قال الفاضل المجیب قولہ - یہی امر باعث ہوا کہ اہل سنتین  
 در باب نص و عدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس باب  
 میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں چنانچہ ملاحظہ صواعق سے یہ  
 امر معلوم ہو سکتا ہے - اتوں اگرچہ اس قول کے جواب میں گفتگو ہو سکتی تھی مگر چونکہ  
 چندان مفید نہیں بنظر اختصار کچھ عرض نہیں کرتے مگر اسقدر ضرور گزارش ہے  
 کہ آپ کے خاتم المحدثین تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ پنجم میں فرماتے ہیں - زیر کہ خلا  
 فملکتہ نزد اہل سنت نہ معصوم اندر نہ منصوص علیہ و در انصافیت ہم بحث بسیار است الخ  
 پس اگر آپ کا یہ قول صحیح ہے تو آپ کے خاتم المحدثین کا یہ دعویٰ علی الاطلاق صحیح ہو گا

بظاہر افظا میں کوئی قید معلوم نہیں ہوتی افسوس کہ آپ کے خاتم المحدثین نے  
 صواعق کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ایسا دعوہ جسکی آپ بھی تکذیب فرماتے ہیں نہ فرماتے  
 بقول العبد الفقیر الے مولانا الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی عبارت  
 کے مطلب کو تو آپ نے سمجھا ہی نہیں تھا بندہ کی گزارش کو بھی قبول نہ فرمایا اور نہ سمجھا  
 لیجئے اب پر گزارش کیجاتی ہے مگر تحفہ کا ملاحظہ فرمائیں اور سمجھیں مسئلہ منصوبہ امام  
 جو فیما بین اہلسنت وشیعہ مختلف فیہا ہے اوسمیں دیکھنا چاہئے کہ محل نزاع کونسا امر  
 کہ جسکو اہلسنت منع کرتے ہیں اور شیعہ اوسکو تسلیم کرتے ہیں چونکہ تحقق نزاع کے لئے  
 ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جمیعین نزاع واقع ہو رہی ہے باتحاد الاعتبارات فریقین کے نزدیک  
 ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نص کہ جسکا اکثر حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہیں اوسکو حضرات اہلسنت منع  
 کرتے ہیں اور اگر وہ ہو بلکہ وہ نص جسکو شیعہ تسلیم کرتے ہیں جدا ہوا و جب کو اہلسنت  
 تسلیم نہیں کرتے ہیں دوسری تو نزاع ہی متحقق نہوگی پس وہ نص جسکو حضرات شیعہ  
 امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 تبصریح اسطرح استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سبکو جمع کر کے آپ نے ارشاد فرمایا ہو کہ اے لوگو  
 فلاں شخص کو تمہاری اوپر میں اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہوں میری جگہ وہ میرا خلیفہ  
 اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار نہ کریں  
 اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیر کہ خلفا وملتہ نزد اہل سنت بمعصوم  
 اندزہ منصوص علیہ یعنی منصوص علیہ نص تنہا زعم فیہ نہیں ہیں چنانچہ سیاق عبارت سے  
 متبادر الے الفہم اور بطریق انتفاء نص کو مستلزم نہیں بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص -  
 جو مثل روز روشن واضح کر دی کہ استخلاف کسطرح واقع ہونیوالا ہے بطور اخبار کے  
 جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہون جن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے  
 ساتھ مختص سمجھا خلفا کو غیر منصوصہ فرمایا اور یہ بہ باعتبار عرف اقرب الی الفہم ہے اور جن



حضرات نے اجازات اور بیانات واقعہ کے قدر مشترک کو ملحوظ فرمایا اور اس کو بمنزلہ تخصیص کے سمجھا اور انہوں نے منصوص کیا اور یہ بھی باعتبار دلالت عقل مسیح اور قرین قیاس سے اور نے الحقیقت یہ نزاع نہیں ہے کیونکہ مرجع نفی و اثبات کا امر میں متغایر ترین ہیں فریق اول کی نفی کرتا ہے وہ جدا حق اور فریق ثانی جسکو ثابت کرتا ہے وہ امر آخر ہے بہر کیف اہل سنت میں سے کوئی شخص اس امر کا معترف نہیں جو کہ خلفاء منصوص اوس نص کے ساتھ ہیں جو متنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعہ میں ملک بالاتفاق اوس اعتبار سے تمام اہلسنت خلفاء کو غیر منصوص عقدا کرتے ہیں پس تحفہ میں جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی منصوص علیہ ہونے کی کی ہے وہ باعتبار اوس نص کے صحیح و اہلسنت و شیعہ میں متنازعہ فیہ ہے اور بندہ نے جو اثبات نص کا صواعق کے حوالہ سے کیا وہ راجع اوس نص کی طرف صحیح و متنازعہ فیہ نہیں لیکن چونکہ ہمارے فاضل مجیب اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھ گئے کہ تحفہ میں منصوصیت سے بالکل انکار ہے اس کو یہ اعتراض فرمایا حالانکہ سنی علی الاطلاق کی قید لگا کر متنبہ بھی کر دیا تھا لیکن تبجہ نہ ہوا اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سوال میں بھی جو منصوصیت سے انکار تھا وہ علی الاطلاق تھا کیونکہ انصر ایک نزدیک منحصر فی فرد واحد ہے اور جب اس کی نفی کر دی تو کل منتفی ہو گئی پس صاحب تحفہ کا دعویٰ صحیح ہے اور ہم نے اس کی تکذیب ہرگز نہیں کی افسوس کہ آپ نے نہ تحفہ کا مطلب سمجھا اور نہ ہماری معروض میں تامل فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک متنبہ بظاہر الفاظ میں کوئی قید نہ ہوا و سوقت تک مضر نہیں تعجب ہے کہ آپ کو بڑے مناظرہ دان و متبحر ہو کر ایسی بات فرمائی جس کی حد ہر حکم سے قرآن و حدیث میں تکذیب ہوتی ہے فانہ با یعنی القدم الذین بالیوں ابا بکر الخ میں کیسے کہ بظاہر الفاظ میں قید ہے جو اس کو الزامی قرار دیا اور لفظ عندک مثلاً مقدر تجویز فرمایا قل کو فی اجابۃ او حل و بدلہ میں بظاہر الفاظ میں کہاں قید ہے علی ہذا القیاس بتجلیہ اس کی نظیریں موجود ہیں لیکن

کچھ تو فہم و انصاف کو کام لین قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور حدیث تمک بالثقلین  
 اور قصد احراق کا ذکر عجیب ہے۔ سبحان اللہ۔ اپنے گہر کی تو خبر لیجئے۔ اتول۔ امور دینی میں  
 حدیث تمک کا ذکر انکو کیون عجیب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو وہی کہ اہلسنت  
 نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لیں اور اوس کو فروعی مسئلہ اور نہایت  
 خفیف سمجھیں تب بھی حدیث تمک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیون تعجب  
 آتا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه العفی حدیث تمک کا ذکر اس واسطے  
 عجیب معلوم ہوتا ہے اور اس لئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و  
 تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو  
 اور حدیث پر جب تک عمل ہی نہیں اور خود بھی اوس سے بہرہ حاصل بعید ہیں تو اس  
 صورت میں بمقتضائے آئمہ **فَإِنَّ النَّاسَ بِالْبَيِّنَاتِ وَتَنسَوْنَ الْفُسْكَ** کے ہر ذی عقل و شعور کو اسکا  
 ذکر عجیب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کر لیا زبان و دعویٰ سے تمک  
 نہیں ثابت ہو سکتا حضرات شیعہ نے تو مشائین اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے  
 ساتھ تمک کیا ہے جبکہ نامہ اعمال سابقین مذکور ہو چکی ہیں اگر اسیکانام تمک  
 بالثقلین ہے تو ایسے تمک کو سلام ہو۔ ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہ بھی  
 معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہو حالانکہ  
 یہ سراسر غلط ہے فروعیات کو خفیف ہونے کے کیا معنی **قوله** آخر آپ کے خلفاء و اماموں  
 بہ تمک تو یہاں ہے **اقول** خلفاء رضی اللہ عنہم حکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب جہت  
 اطاعت اولوالامرتہ اور مطاع اور اولوالامر کو جس طرح تمک کرنا چاہیے کیا  
**قوله** اگر بینے یہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کا ہے پیش  
 آیا آپ کے خلفاء نے اس باب میں اہل بیت کو کیا تمک کیا تو کون سے تعجب کا  
 محل ہے تعجب اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود ادعا کمال نیداری اس باب میں

تک ہو اور قصداً اوراق کیا اقول مقدمہ خلاف میں جب ثقل اعظم اور کثرت تک ہو تو لاحقہ ثقل صغیر بھی  
 اوس کا متبع ہے تو یہ سوال کہ خلف نے اس باب میں اہل بیت سے کیا تک کیا ہے یہ عمل تعجب ہے  
 پہر اگر ہم نے اس پر حشر شیعہ کے متکات یہی کہتے ہیں جتنا تو ناخوش ہونے کی کوئی بات ہے لیکن علم ہی  
 مقدمہ میں جو بعد وفات سرور کائنات سے دنیا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہیں کہ جب یہ حادثہ پیش آیا  
 اور آپ اس واقفانی سے غصت ہوئی تو اس وقت تک حضرات شیعہ کا جو وہو اتنا یا نہیں ہوا تھا  
 اگر اس وقت تک ان کو خلعت وجود عطا ہو چکا تھا تو فرمایا کہ اس وقت ان حضرات نے کیا تک  
 بالیقین فرمایا کیا اس وقت تک آیت **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ**  
**وَأَعْلَظْ عَلَيْهِمْ** نازل نہیں ہو چکی تھی یا یہ کہ نازل ہو کر پہر منسوخ ہو چکی تھی اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ**  
**آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ** کا حکم اس وقت باقی نہیں رہتا اور اگر ان کا وجود ہی  
 نہیں ہوا تھا تو یہ فرمائی کہ ان کا جو وجود اس وقت اس وقت ہوا ہے۔ راجعہ اوراق میں اس کی بابت ہم پہلے  
 ہی گذارش کر چکے ہیں اور اب یہی مختصر گذارش کرتے ہیں کہ اولاً حضرات شیعہ نے نفس اوراق کا  
 دعویٰ فرمایا۔ چنانچہ آپ کی شیخ محقق طوسی بخود کے مطامین صدیقین میں تحریر فرماتے ہیں **وَأَنذِرْهُ**  
**إِلَىٰ بَيْتِ أُمِّهِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا امْتَنَعَ مِنَ الْبَيْعَةِ** فاضرم فید التذکرہ  
 فاطمہ و حجتہ من بنی ہاشم اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بھی یہ دعویٰ فرمایا  
 پہر جب دیکھا کہ یہ کاغذ کی ناؤ نہیں ہوتی اور تقدس کی غلطی پر پتہ ہوئی تو پچھلون نے اس دعویٰ  
 چھوڑ کر قصداً اوراق کا دعویٰ کیا اور ان میں سے ہماری فاضل عجیب پی این اور تک اپنا اس روایت  
 قرار دیا جو از الہ انخافین منقول ہے جس کو الفاظ یہ ہیں **وَأَيُّهَا اللَّهُ مَا ذَاكَ بَانِعِي** ان اجتماع ہوا  
 المنع عند **لَا أَرَأَيْكُمْ أَن يَحْرُقَ عَلَيْهِمُ الْبَيْتَ ابْنُ عَاقِلٍ** ابن الفاظ میں غور کر کے اور عزت شیعہ

۱۷ ای بی کا فزون اور منافقوں سے جہاد کرنا نہیں کر سکتے ای ایمان و دو دوستی نہ کرنا و اس پر خبر خدا نے غصہ کیا کہ  
 ۱۸ انداوس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر کی طرف جب اس نے بیت سے نکال کر کیا بھیجا تو اس میں  
 آگ لگا دی حالانکہ اس میں فاطمہ اور بنی ہاشم کی جماعت تھی ۱۹ اس کے اور خدا کی قسم ہم مجھ کو کچھ مانع  
 نہیں ہے اگر یہ جماعت تیرے پاس آئی ہوگی اس میں کچھ جانتا ہوں اور ہر حکم دان ۲۰ - ۱۳

دعویٰ کو دیکھ کر ان الفاظ کا ثابت ہوتا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے ہرگز قصد اوراق جبکہ ہماری  
 فاضل مجیب مدعی میں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قصد اوراق ایک ایسی شے کی غرض ہے کہ مقصدی ہر حسین  
 کچھ شک و تردد نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت میں لفظ ماذا لک بالعمی مذکور ہے جبکہ معنی یہ ہیں کہ  
 یہ مجھ کو روکتی والا نہیں ہے جو صریح عدم قصد پر دلالت ہے اور محض تحریف کو مثبت ہے اور نیز جبکہ لفظ  
 ان شرطیہ متصل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے امور شک کو محتمل کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اور یہ  
 بدائتہ قصد و غرض کی منافی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی عبارات عرف عام میں محض تہدیکہ کی طرح  
 بولے جاتے ہیں اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور ہرگز قصد اوراق فعل نہیں ہوتا  
 چنانچہ جناب امیر نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بصرہ کا بیت المال لوٹ کر بصرہ حضرت  
 شیعہ مکہ آ بیٹھے تھے اور جناب امیر نے ان کو ایک عتاب آمیز خط تحریر فرمایا جسکی نقل ہم اشج البلاغۃ  
 اوپر کر چکے ہیں اور میں تحریر فرمایا ہے فاتق الله واردد الی هوکلاء القوم اموالهم فانک  
 ان لم تفعل لثا ملکنی الله منك لا عذر ان الی الله فیک ولا ضربک لیقی  
 اللہ حاضر بہ احد الادخل الی ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائی کہ یہ الفاظ آپ کی زعم کے خلاف  
 ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہیں پھر ہم پوچھتے ہیں اگر یہ مقصد قتل ہے تو قتل کسی نفس  
 سلمہ کا الا باحد ثلث النفس بالنفس الثیب الذانی والذاریک لدینہ جائز ہے یا نہیں  
 علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال واپس کیے یا نہیں اگر واپس کر دیے تو خود ابن عباس نے  
 جو اسکے جواب میں تحریر کیا اور لکھا کہ بیت المال میں میرا حق اس سے زیادہ اور اسکے مخالف ہے  
 اور نیز کہیں کہیں اموال کا ثابت بھی نہیں ہوا اور اگر واپس نہیں کیا تو پھر حضرت رضی اللہ عنہ کی اور پھر  
 قدرت ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی اور پھر اس کے ساتھ کہیں نہیں لے تو شبیان پاک میں کیونکر  
 داخل ہوئی اس صورت میں تو شل اور صحابہ کی انکو بھی کافر و مرتد فرمائی ورنہ کم سے کم حسب تحقیق  
 محقق طلوسی تجرید میں بخلاف وہ فسقہ و محاد بوہ کفر تھا۔ فاسق تو ضرور ہے کسی درندہ اور  
 لے کہ بسبب ایک کہ میں نے باوجود اس کے اس وقت اس وقت ۱۲۔ ۱۵ اسکے مخالف فاسق میں اور اس کے خلاف کار ۱۲۔

صحابہ نے ہی ایسا کیا مقرر کیا ہے اور یہ ترخیص بلامرج کیوں ہے اور اگر قدرت ہوئی تو پھر جانتے  
 اونکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اپنا قصد پورا کیا یا نہیں اور اپنی قسم میں باز ہوئی یا حاشا تفصیل  
 ارشاد ہو **قولہ** عجب نہیں کہ آپ کو بھی اسکا تعجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچھ جواب دیتے اور یہ  
 ہی وجہ ہے کہ جب آپ کو باہنہ جودت طبع کچھ جواب نہیں سکا تو ناخوش ہو کر چلا کر سٹیشن پر پہنچے  
**اقول** افسوس کہ آپ نے ہماری گزارش کو نہ سمجھا ہمنے اجمالاً مختصراً دین ہی جواب دیا تھا  
 اور لکھا تھا کہ قصد امور قلبیہ میں سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اسکا ادراک دشوار ہو  
 اور جو الفاظ صحیح ہو رہے وہ ہرگز ایقاع پر دلالت نہیں کرتا۔ پس یہ حضرت کی خوش  
 فہمی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ جواب نہ دیا اور کچھ جواب نہیں سکا۔ چنانچہ اس حایہ میں  
 ہمنے اسکو کیفہ تفصیل کے ساتھ عرض کیا آپس اگر آپ اب بھی نہ سمجھیں تو اس میں فرمایا ہے  
 کہ ہمارا کیا مقصد ہے۔ باقی الفاظ ناظم کا ہم جواب نہیں دیتے۔ **قولہ** ہمنے شک ہے  
 گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپ کو اس سے کیا بالعرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپ کے  
 گہر کی خبر نہیں کیونکہ اگر آپ کا گہر سلامت ہوتا تو اس کے سلامتی ثابت کر کے اور اس سوال کا  
 جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تھا۔ **اقول** چونکہ یہ عبارت محض خوش فہمی سے  
 ناشی ہو کہ آپ نے میری تحریر کو سمجھا ہی نہیں اور اسکا جواب خالی ازہرل و طرافت نہوگا اس سے  
 ہم اس عبارت کے جواب میں سکوت کرتے ہیں۔ **قولہ** بفرض حال اگر آپ کا یہ وہم صحیح ہی ہو  
 تب بھی آپ ہم جیسے ہو گئی بہر طعن کے کیا معنی **اقول** یہ حضرت کی منافکہ دانی ہے  
 جو آپ فرماتے ہیں کہ آپ ہم جیسے ہو گئی بہر طعن کے کیا معنی ورنہ نے بحقیقت جب ہماری گزارش کو  
 صحیح تسلیم کر لیا تو گویا اپنی آپ کو غیر مستحکم بالثقلین تسلیم کر لیا اور نیز برعزم خود ہلکا اور ہمارے  
 اکابر و اعظم کو اپنی غیر مستحکم سمجھ رکھا تھا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہ محض برعزم سامی ہے  
 اور طعن کا مدار برعزم سامی پر نہیں ہے تو یہ فرمانا کہ بہر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہ کہنا  
 کہ آپ ہم جیسے ہو گئی سرسری غیر مفہم ہوا۔ علاوہ ازیں یہ طعن محض آپ کے طعن کی تردید کیوہی تھا

جکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ ہکو قصد احواق کے ساتھ مطعون فرماتے ہیں اور ہماری حرف عدم تک  
 باثقیں کا التزام لگاتے ہیں آپ خود اس قسم کے طاعن کے ساتھ مطعون ہیں اور ایسی الزامات  
 ساتھ ملزم ہیں تو آپ کا طعن بجا اور الزام نازیبا ہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھ خود مطعون ہو وہ  
 کیس کو بروی عقل اس طعن کا کیونکر الزام دیکھتا ہے۔ مثلاً شراب خوار شراب خوار کو زانی کو  
 اور سارق سارق کو شراب خوار اور زانی اور چوری کے ساتھ مطعون نہیں کر سکتا ہے اور ایسا  
 کر گناہ عموماً یہی ہے؟ اب پاؤں کا میاں تو خود ترکیب اس فعل کا ہے پھر تو کس موہنے سے ہکو طعن  
 کر سکتا ہے پھر اگر وہ طاعن اس کے جواب میں کہہ کہ آپ ہم جیسے ہو گئی پھر طعن کے کیا معنی  
 تو عقلاً اس کو بالکل از خارج از عقل سمجھیں گے۔ نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے مناظرہ دان  
 و عاقل و فہیم ہو کر ایسی بدیہی و صریح غلطی کریں جس سے عوام کو ہی احتراز ہو۔ **قال الفاضل**  
**الحجیب**۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کتاب الفہم و عترت سے منک فرمایا ہے  
 اس سنت کو وہ تک کہاں نصیب ہے۔ اقول۔ واقعی یہ آپ کا فرمانا بہت درست ہے کہ سہ شہ  
 کہ حق بر زبان جاری ہو گیا بیت دین سعادت بر زبان ذنیت + تازہ بخشد خدائے بخشندہ۔  
**يقول العبد الفقير لے مولاه الفخ**۔ کلمہ حق ارید بہا باطل۔ غالباً حضرت  
 شیعہ کی غنہی ایسی ہی ہے اور اکثر اسذلال کا مدار اسی قسم کے فہم عبارات پر ہے چنانچہ  
 ناظرین کتب قوم پر دہ مشحون ہے ہر اوپر ناز و افتخار مزید برآں۔ **قال الفاضل المحجیب**۔  
 قولہ۔ بلکہ اس سنت ایسی تنک ہے نہ ہر جان تیری و تمناشی کرتے ہیں۔ اقول۔ اگر ایسا نکرین  
 تو خلفاء ثلاثہ کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بیت لوگوں نے جنگو اپنے زعم میں مقتدا پیشوا  
 مان کہا ہے نہ تیری و تمناشی کرتے پڑی۔ **يقول العبد الفقير لے مولاه الفخ**۔ بلکہ اگر  
 ایسا نکرین تو خدا تعالیٰ سے اور اس کو تمام انبیاء و رسل سے اور دین و ایمان سے تیری و تمناشی  
 کرنی پڑے۔ اور حضرات ہاشمین اور زہرہ اور ابوبصیر وغیرہ کا قلاوہ تقلید گردن میں ہوا حضرت  
 مومن الطاق جنگو آپ کے علامہ شیطان الطاق فرماتے ہیں امام و پیشوا ہوں۔ **نفوذ باللہ من فہم**

اللہم انما نؤذک من الحو ر بعد الکوار **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محض لکیر کے فقیر ہیں اور بدون دلیل اپنے اسلاف کے مقلدین یہ بات کب گوار کر سکتے ہیں **اقول** بیشک اہل سنت محض احکام خداوندی تقالے شانہ و سنن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ جنین اہل بیت ہی شامل ہیں و تابعین اہم با حسان کی لکیر کے فقیر ہیں۔ نیز بحر کتاب اللہ انکو پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائی سنت رسول اللہ انکے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع اور محکم ان دونو کا کر کہا ہے نہ حاکم پر وہ کتاب و سنت کی خلاف یہ بات کیونکر گوارا کر سکتے ہیں **قولہ** اس لیے مجبور تک کتاب اللہ و عترت رسول اللہ سے تبری و تخاصی کرتے ہیں **اقول** یہ ہمارے حضرت محیب کا فرمانا سر اسر خلاف واقع اور باہتہ غلط ہے کتاب اللہ کے ساتھ تک حقیقہ و مجازاً و ظہار و معنی بفضل اللہ تعالیٰ اہل سنت کا ہی حصہ ہے شہر شہر گانو گانوں میں خدا تعالیٰ کا فضل سے علماء و حفاظ کلام محیب موجود ہیں حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اس کے جامعین سے جنکو عند اللہ کمال قرب و منزلت ہے تبری و تخاصی کرتے ہیں اسکی با د اس میں حنہ و اندک کرم نے انکو اس نعمت سے محروم فرمایا اور با وجود درود و پور کے انکو کلام محیب یاد نہوا اور اپنا قرآن جو اللہ پاس کر بعد دیگرے چلا آیا وہ خود غار میں سے شیعان پاک سے مخفی دستہ ہے اور اسی پر معانی کو ہی قیاس کر لیجئے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوش چین مفسرین و قرآن ہنر رہے۔ قرآن تفسیر جمع البیان طبر سے کو ہی ملاحظہ فرما لیجئے آری۔ وللاذ من کا س الکوام نصیب عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تک اگرچہ حضرات شیعہ اسکے مدعی ہیں مگر نے حقیقت یہی اہل سنت کو ہی نصیب ہے ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعام و عات اور انکو اولاد کو اور تمام نبات و زریجات و احفا و کو اپنا مقتدا و پیٹھا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرت شیعہ کے کہ انہوں نے سوائی حدودی چند عترت کے سب کو خلعت کفر و فحش کے ساتھ تشریف بخش رکھی ہے۔ پس نے بحقیقہ قضیہ منکس اور عالمہ منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور کہ کتاب اللہ و عترت رسول اللہ سے تبری و تخاصی کرتے ہیں نہ اہل سنت حاشا ہم مذک

**قال الفاضل محیب**۔ قولہ کیا تم کے یہی مضمین ہیں کہ کتاب اللہ کو جس کا حافظہ خود بخود  
 حقیقی تھا اے شانہ سر محرف اور بیاض عثمانی و اتنی قرار دین چنانچہ مسلمات شیعہ سے ہے۔ اقول۔  
 حضرت محیب کے اس قول پر نہایت ہی عجیب ہو باوجود ادعائی علوم فضل دین میں لیا گیا کہ سما کی  
 شان کے خلاف ہے آپ نے محض صاحب شہر الکلام وغیرہ کی تقلید کر لی ہے۔ فیستحقین سے کلام  
 نہ لیا کاش۔ اور انکی ہی کام کو بغور دیکھا ہوتا مسلمات شیعہ سے تو شاید اور زیادہ مستطاب بھی نہیں کہا  
 شیعوں کی کتابیں تو آپ کو نہیں ملتی کاش شہر الکلام و تحفہ وغیرہ کو جس کا اتحاد و ہر دو پر آپ  
 جو آب لکھنؤ بیٹھی ہیں باحسان نظر ملاحظہ فرمائے کتاب اللہ کی تعلیم و تکریم وقت عید اجماعی  
 اہل ایمان ہو حاشا کہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو حضرات اہلسنت کا عجیب حال ہے کہ کسی کو صاحب  
 شہر الکلام فرماتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک بیاض عثمانی یعنی معاذ اللہ قرآن شریف سے کافی  
 کلیتی صحیح تر ہے اور دلیل یہ بیان دیتے ہیں کہ زبان ثقات شیعہ میں سے سنا گیا تھا اور کہیں  
 صاحب تحفہ ادعا کرتے ہیں کہ تاریخ ابن قتیبہ نزد شیعہ محمد تراز قرآن ست۔ اور کوئی دلیل بخیر نہیں  
 فرماتے۔ یہ علماء حضرت اہلسنت کا حال ہے کہ خود شیعوں کی نسبت یہی افسوسناک و انتہام اپنی طرف سے  
 منسوب کرتے ہیں اور کوئی دلیل نہ بیان نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو محض سنی ہونی بتاتے ہیں  
 اور کچھ نہیں شرماتے حیف صد حیف ہماری حضرت محیب نے ہی ان کی عقاید سے یہ کہا ہے  
 اگر وہ کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔ **سقول العبد الفقیر**  
**مولانا الغنی** اس کتاب میں بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ یہ مسئلہ بدہیات اولیہ سو ہے  
 چنانچہ ابھی واضح ہو جائیگا اور بدہیات محتاج دلیل نہیں ہوتی جسکو مذہب شیعہ کی کچھ بھی  
 و نفیت ہوگی وہ اس شل سی ضرور واقف ہوگا۔ دوسری یہ کہ ہنر اس مسئلہ میں صاحب شہر الکلام  
 کی تقلید نہیں کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا۔ بلکہ اگر تباد و تظاہر  
 کوئی روایت صاحب شہر الکلام وغیرہ سے نقل کریں تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تقاضی  
 تقلید کو نہیں ہے پس یہ محض ہمارے عجیب کا دھم و گمان ہے وہیں۔ تیسری یہ کہ

شیعہ  
 قرآن



صاحب غنہی الکلام اور صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اعتقاد پر جواب لکھتا اگرچہ ہمارا فخر ہے۔ لیکن یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے فاضل مجیب پر واضح ہو جائیگا کہ مجھے محض تقلید ہی جلب لکھنا یا اپنی تحقیق سے ہی کام لیا ہے۔ معتدایہ طعن تو اس وقت زبیا تھا جبکہ آپ کو مضامین و جوابات آپ کے خانہ زاد و نتیجہ طبیعت ہوتے اور جب آپ بھی محض ناقل اپنے بزرگوں کے ہیں اگر میں نے اپنی بزرگوں سے نقل کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ چوتھی یہ کہ یہ بحث قرآن کی تخریف و عدم تخریف میں ہے یہ ہماری فہم میں نہیں آتا کہ ہماری فاضل مخاطب نے یہ سچا دار الفاظ کیوں تخریر فرما کر (کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے۔ حاشا کہ اس میں کچھ ہی اختلاف ہے) پہلا تعظیم و تکریم و تقدیم کا کیا ذکر تھا اور اس کے لکھنے سے کیا فائدہ صاف لکھنا چاہتا اگر آپ کو بیان تخریف معتبر نہیں اور باجماع باطل ہے تو لکھنا چاہیے تھا کہ کتاب اللہ کی عدم تخریف اجماعی اہل ایمان ہے حاشا کہ اس میں کچھ ہی اختلاف ہو۔ سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔ کی مثل بیان صادق ہے کہ گفتگو تخریف و عدم تخریف میں ہو اور ثبوت تعظیم و تکریم و تقدیم کا دیوین سبحان اللہ ہماری حضرت فاضل مجیب پر خوش فہمی ختم ہے حالانکہ یہ مسلم عدم تخریف کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ یہ تعظیم و تکریم علی وجہ التقیہ واجب ہو یا اسوجہ سے ہو کہ اس باقیانہ میں آخر اکثر اصلی ہے احقاق تو کم ہے کیا کتب سماویہ جو حرفہ کی تعظیم و تکریم اجماعی اہل ایمان نہیں ہے کیا ان کی تحقیر و اذانت اجماعی اہل ایمان ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ تعظیم و تکریم خلاف امام معصوم کے اہل ایمان کی کیونکہ ایسا ان کی سیتہ امام معصوم تو آیت امدہ ہی ارجی من امدہ سنکر تذل و اذانت کی طور پر قرآن پر ہینک دیوین اور لایق اذانت سمجھیں اور ہماری فاضل مجیب اس کو تعظیم و تکریم اہل ایمان کے اجماعی فرما دیں معلوم نہیں امام معصوم کو اہل ایمان میں سے سمجھتے ہیں یا نہیں اور ان کو لغت عارف اجماع ہے یا نہیں۔ مگر ان آپ یہ فرما سکتے ہیں کہ میری مراد کتاب اللہ سے وہ کتاب یا جو جو سرداب سرین رآئی میں امام معصوم کے پاس صندوق تقیہ میں محفوظ ہے۔ مگر اسلنا کہ تعظیم و تکریم اجماعی ہونے سے مراد یہ ہے کہ عدم تخریف اجماعی اہل ایمان ہے تو اس سے

معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی میں وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہیں اور ان پر وضع ہو سبیل  
 المؤمنین صادق آتا ہے ذرا سکویا دیا کہیگا۔ اس صورت میں آپ نے صدۃ علماء شیعہ متقدمین و متاخرین  
 و ایمان بنادیا شا بائیں آفرین باد۔ پانچویں صاحب منہی الکلام اور صاحب تحف نے ہی اس بار میں  
 جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہیں چنانچہ بندہ کی گزارش سے کیقدر واضح ہو جاگیا۔ چہتی یہ کہ بندہ کے  
 نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے معلوم نہیں  
 یہاں کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیوں اغماض و اعراض فرمایا حالانکہ اسکا موقع محل کتب حدیث  
 و تفسیر میں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اس واسطے نہیں کیا کہ انہیں تحریف  
 قرآن کا ذکر ہے اور روایات اوسکے ثبوت کے موجود ہیں لیکن مشکلیں نے جب دیکھا کہ خصم بے دہ  
 گلو گریا ہے جس سے بدون انکار رہائی مشکل ہے اسلئے انہوں نے کہیں انکا تحریف کر دیا اور دیا  
 کہ تو جہیات لاحالہ سے نسخ و تحریف فرمایا ورنہ بعض جگہ مشکلیں نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعویٰ کیا  
 چنانچہ ہم نقل کریں گے۔ **قولہ** بہر حال جواب گزارش ہے یہ جو کچھ آپ نے اس قول میں لکھا ہے  
 محض دروغ و بیوقوفی ہے اگر آپ کو دعویٰ ہی تو لیسم اللہ کوئی دلیل لائی یہ آپ نے کہا نہ لکھا کہ یہ  
 مسلمات شیعہ ہے آپ اپنی اسطوی میں اگر سچے ہیں تو کوئی چوٹی موٹی ہی دلیل بیان کیجئے  
 اور جواب سنی۔ **اقول** ای حضرت میر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور باطن  
 نفس الامر و واقعہ کے ہے اوس میں کذب کو دخل نہیں جو افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی کتب حدیث و تفسیر  
 کی خبر نہیں دے اگر آپ ان کتابوں میں سے دیکھتے تو ممکن نہ تھا کہ آپ اس دعویٰ کا انکار فرماتے  
 لیجئے چوٹی موٹی نہیں بلکہ ہم موٹی موٹی دلائل و اضحیٰ پیش کرتے ہیں براہ عنایت ذرا متوجہ ہو کر  
 سنیں۔ احادیث متعددہ جو مختلف اللہ سے مروی ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا متوازن  
 ائمہ میں اور وہ قطعاً کوہ پہنچ چکی ہیں وہ عبارات النص و نفع تحریف کو مثبت ہیں  
 اسوقت میر سے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رہی ہوئی ہے اوس سے بطور سے از حد  
 و قطرہ از بحر نقل کرتا ہوں محمد بن مرتضیٰ اللہ و محمد بن مرتضیٰ کے معقات ہیں۔

قول قرآن کے دلائل و اضحیٰ سے

المقدمة السادسة في بند مجاء في جمع القرآن وتحريفه وزيادته ونقصه  
 وناويل ذلك روى علي بن ابراهيم **القمي** تفسيره باسناده عن ابي عبد الله عليه  
 السلام قال ان رسول الله صلى الله عليه واله قال لعلي عليه السلام يا علي ان القرآن  
 خلف فراشي في الصحف والحري والقراطيس فخذوه واجمعوه ولا تضيعوه  
 كما ضيعت اليهود التوراة فانطلق علي عليه السلام فجمع في ثوب اصفر ثم ختم  
 عليه فيه وقال لا ارتدي حتى اجمعه قال كان الرجل ليايته فيخرج اليه بغير اداء  
 حتى يجمع وفي رواية الي ذر الغفاري رضى الله عنه انه لما اتوا في رسول الله صلى الله عليه  
 واله اجمع علي عليه السلام القرآن وجاء به الي المهاجرين والانصار عرضة عليهم لما  
 قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله عليه واله فلما فتحه ابو بكر خرج في اول صفحة  
 فتحها فضايح القوم فوثب عمر وقال يا علي اردده فلا حاجة لنا فيه فاحذره علي  
 عليه السلام وانصرف ثم احضر زيد بن ثابت وكان قاريا للقرآن فقال له عمران  
 عليا جانا بالقرآن وفيه فضايح المهاجرين والانصار وقد اردنا ان نؤلف لنا  
 القرآن ونسقط منه ما كان فيه فضيحة وهتك للمهاجرين والانصار فاجابه  
 زيد الي ذلك ثم قال فان انا فرغت من القرآن على ما سالم واظهر على القرآن

لے چہا مقدماں کہ تہذیب سے بیان میں کہ جو قرآن کے جمع اور تحریف اور زیادہ اور نقصان باہم آ رہا ہے اور کسی تاہل میں علی بن  
 ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ ابو عبد اللہ علیہ السلام روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو فرمایا ای  
 علی قرآن میری جھوپٹے مجھے بھی محفوظ اور رستم اور کاغذ و نیش بکھو تو ضائع نہ ہو جو طرح جیوڑوں نے تو اس کو ضائع کر دیا۔ پس جمع  
 کرنے لگے اس کو علی علیہ السلام مذکور ہی میں یہاں تک کہ اس پر فرم گئی اچھے گھر میں ادھکا اسکے فراہمی تک چاہتے ہیں ہنونا۔  
 کہا اب اگر پاس کوئی شخص آتا ہے تو آپ اس کی طرف بہ درن چادر کے ٹکٹی تہہ ہاتھ تک آپ اس کو جمع کر چکا۔ اور ذر الغفاری کے روایت میں جب  
 رسول اللہ نے وفات پائی علی نے قرآن جمع کیا اور مجاہدین ہضار کے پاس لے کر آؤ نہ پیش کیا کیونکہ حضرت نے اس کو اس کی ہیبت کی توجہ  
 جب ابو بکر نے اس کو ہوا تو پہلی ہی صف میں تو جمع کیا فضاخ ظہر ہوئی تو عمر اور جمل شہاد اور کہا ای علی اس کو پہل لیا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں کہ  
 بہر علی نے اس کو لیا اور چلے گئی پھر زید بن ثابت کو بلایا اور وہ قاری قرآن تھا اس کو عمر نے کہا کہ علی جاری پاس قرآن آتا اور  
 اتریں مجاہدین ہضار کے فضاخ تھی اور ہم چاہتے ہیں کہ تو جاری لے کر قرآن جمع کر دی اور میں مجاہدین ہضار کی مضحکہ دہن کیا  
 اور میں کہنا فکری کہ یہ اس کو قبول کیا پھر کہا کہ میں قرآن جمع کرتا ہوں کچھ لوگ اس کو چھو قرآن جمع کیا ہے ظاہر کیا۔

الذی الفہ الیس قد بطل کل ما علمتم ثم قال عرفنا الحیلة قال زید انتم اعلم بما فی  
فقال عمر ما الحیلة کون نقتله ونسریح منه قد بر فی قتله علی ید خالد بن الولید  
فلم یقدر علی ذلک وقد مضی شرح ذلک فلما استخلف عمر ہال علیا علیہ السلام  
ان یدفع الیہم القرآن فیحرقوہ فیا بینہم فقال یا ابا الحسن ان کنت جئت بہ الی ابی  
فات بہ الینا حتی یجتمع علیہ فقال علی علیہ السلام ہینات لیس الی ذلک سبیل  
انما جئت بہ الی بکر لتقوم الحجۃ علیکم ولا تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ہذا غافلین  
او تقولوا ما جئنا بہ ان القرآن الذی عندی لا یمسہ الا المطہرون والادویاء  
منزلک فقال عمر فهل وقت لاطہارہ معلوم قال علی علیہ السلام نعم اذا قام القائم  
منزلک ینظرہ ویحل الناس علیہ فجرى السنۃ بہ - ملقطاً عاقل شفت ان دو نور وایوینز  
تامل فرما ہو کہ اگر حسب ارشاد مجیب بسبب قرآن موجود ہیں تحریف نہیں ہوئی تھی تو جناب امیر کو ہتھ  
سعی و کوشش محنت و مشقت تنہا بلا شرکت امین ہامین اوٹھانے کی کیا ضرورت تھی اور حضرت صدیق  
کو پاس بغرض انام محبت لانی کے کیا معنی اور امین قضائے ہماجرین وانصار نکلتا اوس سے نبی باہ  
لغو و کذب و زور اور حضرت فاروق کا رد کرنا اور زید بن ثابت کو بلا کر تحریف کا شورہ کرنا اور بکر قس کے  
خالہ کے ہاتھ سے تدبیر کرنا اور پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں مکر اس قصہ کا از سر نو چھیڑنا بالکل ادبیات  
اور خرافات ہوا پس جنہوں نے یہ روایت کی اور جو اسکے قائل ہوئی سب ہماری فاضل محبت کے نزدیک  
دارہ ایمان کو شاید خارج ہو گئی اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ عبارت بعض مثبت وقوع تحریف ہی

۱۔ تو کیا تمہاری سب کارروایاں بطریق جاہلی عمر نے کہا پر اسکی تدبیر اور حیلہ کیا ہے زید نے کہا حیلہ کو تم زیادہ جاہلوں نے کہا ہے  
حیلہ کیا ہے کہم اور سکو قتل کرین اور اسے پائین تو خالہ کے ہاتھ سے علی کے قتل کی تدبیر کی لیکن اسے قوت نہ ہوئی اور اسکی شرح  
گنہ گنہ پس جب عمر خلیفہ ہوئی تو علی سے لٹکا کر قرآن الکو دیوی تاکہ وہ لوکی ہی باہم تحریف کرین پس کہا ای اباجن اگر تو اسکو  
ابو بکر کے پاس لایا تھا تو ہماری پاس ہی لانا کہ ہم اوپر مجتمع ہون علی نے فرمایا وہ بات دور گئی اور اسکے طرف رستہ نہیں ہے ابو بکر کے  
پاس صرف پہلی لایا تھا کہ نہ رحمت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھی یا کہو کہ تو اسکو ہماری پاس  
نہیں لایا تھا تو قرآن ہری پاس ہے اسکو بجز سہمہ رنجی اور میری اولاد میں سے اور کوئی نہیں چھو سکتا عمر نے کہا تو کیا  
اوس کے اطہار وقت معلوم ہو علی نے کہا ان میری اولاد میں سے قائم (مہدی) اوٹھیکا تو اسکو ظاہر کر گیا اور پھر لوگوں کو بلکھینہ رکھا تو اسکی تہ

اور باب اہمہ ہماری محب کے دعویٰ کے مکذہب ہر اور سینے و فی الکاف محمد بن  
 سلیمان عن بعض اصحابہ عن ابی الحسن علیہ السلام قال قلت له جعلت فداک  
 اناسمع الايات في القرآن ليس هي عندنا كما نسمعها ولا نحن ان نقرأها كما بلغنا  
 عنكم فهل نأثم فقال لا اقرؤا كما تعلمتم فنجيکم من عذابکم اقول لانی به  
 صا۔ الامر علیہ السلام وباسناد عن سالم بن سلمة قال قرأ رجل علی ابی عبد الله  
 وانا اسمع حروفا من القرآن ليس علی ما یقرأها الناس فقال ابو عبد الله کف عن  
 هذه القراءة اقرؤا كما یقرأ الناس حتی یقوم القائم فاذا قام قرأ کتاب الله تع علی  
 حده واخلج المصحف الذی کتبه علی علیه السلام وقال اخرج علی علیه السلام الی  
 الناس حین فرغ منه وکتبه فقال لهم هذا کتاب الله کما انزلہ الله علی محمد وقد جمعت  
 بین اللوحین فقالوا هوذا عندنا مصحف جامع فیه القرآن لا حاجة لنا فیه فقال  
 اما والله ما ترونہ بعد یومکم هذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعت لتقرأ  
 وباسناده عن البرزخی قال دفع الی ابو الحسن مصحفاً وقال لا تنظر فیه ففتحه  
 وقرأت فیه لم یکن الذین کفروا فوجدت فیها اسم سبعین رجلا من قریش باسماهم  
 واسماء آبائهم قال فنبعث الی البعث الی بالمصحف وفسر العیاشی عن ابی جعفر قال

سأله کاف من یوم محمد بن سلیمان اور دیکر بعض اصحاب کے بیان کی کہ میں نے عرض کیا میں آپ پر قیام ان ہجرات  
 قرآنہ سنتی ہیں مگر ہر ایک اسطرح نہیں جسطرح ہم سنتی ہیں اور ہم اسی طرح نہیں پڑھ سکتے جسطرح حکومتہ پونچھا تو کیا ہم نہنگا ہوئی ہیں  
 فرمایا نہیں تم پھر جوطرح تمہو کیسا ہے پس فرمایا تم کو کھانا کھا سادہ ایسی سند کے ساتھ ساتھ میں ہر روایت کی کہ کہا ایک  
 شخص نے ابو عبد الله پر چند حرف قرآنی پڑھے جو لوگوں کے قرات کے موافق نہیں تھے اور میں نے ہاتھ ابو عبد الله سے فرمایا  
 تو اس قرات سے باز رہ اور پڑھ جوطرح لوگ پڑھتے ہیں پھر کسی قائم ہوئے تاکہ میں جیسے قائم ہوگا کتاب فہم کو اور کسی حد پڑھ گیا اور  
 مصحف جو علی نے لکھا تھا کھلا دیا اور کہا علی کو کھانا کھا کر پڑھو فارغ ہوئی تھی تو گوئی عرض کیا اے ابی عبد الله کیا ہے جوطرح حضرت  
 محمد زناں کے دینی اسکودین میں جس کی اور نہ تو کہنا ہمارے پاس مصحف جامع ہے میں قرآن کو کھلاؤں گی کہ حاجت نہیں ہے  
 فرمایا اے محمد اس سے بھی تم لکھو کہ میں نے کچھ حرف پڑھا کہ جب میں جمع کیا تھا تاخیر کر دینا کہ تم اسکودین میں کھلاؤں گی کہ ہاتھ  
 بنی اس روایت کی کہ کہا کھلاؤں گے مصحف یا اور کہہ کہ میں نے کچھ دیکھا کہ کھلاؤں گے کہ میں نے کچھ دیکھا کہ کھلاؤں گے کہ میں نے کچھ دیکھا کہ کھلاؤں گے

۱۰۰  
 باب اول فی بیان حدیث ابو عبد الله علیہ السلام کہ میں نے عرض کیا میں آپ پر قیام ان ہجرات



غيرهم فقد ذهب وقد جئت شاة الى صحيفته وكتاب يكتون فاكلتها وذهبت  
ما فيها والكتاب يومئذ عثمان وسمعت عمر واصحابه الذين الفوا ما كتبوا على عهد  
عمر وعثمان يقولون ان الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة وان النوريف  
ومائه آية والجرشعون ومائه آية فهاذا وما يمنحك يرحمك الله ان تخرج كتاب الله  
الى الناس وقد عهد عثمان حين اخذ ما الف عمر فجمع له الكتاب وحمل الناس على قراءة  
واحدة فمرق مصحف لي ابن كعب بن مسعود واحرقها بالنار فقال له علي يا طلحة  
ان كل آية انزلها الله عز وجل على محمد صلى الله عليه وآله عنك باسلام رسول  
الله وخط يدي وتاويل كل آية انزلها الله علي محمد صلى الله عليه وآله وكل  
حلال وحرام اوحد او حكمه او شيء يحتاج اليه الامة الى يوم القيمة مكتوب باسلام  
رسول الله وخط يدي حتى ارش الخدش قال طلحة كل شيء من صغير او كبير او خاص  
او عام كان او يكون الى يوم القيمة فهو عندك مكتوب قال نعم وسوى ذلك ان  
رسول الله صلى الله عليه وآله اسرني في مرضه مفتاح الف باب من العلم يفتح كل باب  
الف باب ولو ان الامة منذ قبض رسول الله اتبعوني واطاعوني لاكلوا من فوقهم  
ومن تحت ارجلهم وساق الحديث الخ وقال في احتجاجه على الزندقيين جاء

۱۔ جبکہ سوا کوئی قاری نہ تھا مفتول سچے میں تو قرآن جامد اور محقق صحیفہ کے طرف بکری اُٹھ گیا۔ جبکہ وہ لکھ رہی تھی اور اس کو کہا گئی کہ جو کچھ  
اس میں تھا جامد اور عثمان ابوسفات کاتب تھا اور یہی عمر سے اور اس کے اصحاب سے جنوں نے جمع کیا تھا جو کچھ لکھا تھا عمر کے  
زمانہ میں۔ عثمان کے زمانہ میں اسنا تاکہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھے اور نور ایک اور جند آیتیں تھیں اور احزاب ایک سو نو آیتیں تھیں  
تقریباً یہی اور چند خبر حرجت کری چٹکوں کا نافع ہی اس کے کو کتاب فقہ کو لوگوں کی طرف نکالی اور تحقیق عثمان نے قصہ کیا کہ جبکہ لیا  
جو کچھ عمر سے جمع کیا تھا اس کے لیے منشیو لکھوا کہنا کیا اور لوگوں کو ایک قرأت پر لکھنے دیا۔ اسے یہ کتب مدینہ صحر و کثا  
صحف پہلے ڈالا اور آگ میں جلادیا۔ اس کو علی نے جواب دیا اور طلحہ تحقیق آیت جو اللہ عزوجل نے صحیفہ پر نازل کی تھی میرا ہر  
رسول اللہ کی لکھائی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور کتب کی کتابیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد پر نازل کی اور ہر ایک حلال و ناجائز و ماحد  
چسکہ یا کوئی جسکی قیامت تک امت محتاج ہو رسول اللہ کی لکھوائے ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے کہہ روٹ کی کتب  
طلحہ نے کہا ہر شی جو تیری بڑی خاص یا عام گذشتہ یا آئندہ قیامت تک وہ تیرے پاس لکھی ہوئی ہے کہہ دن اور  
اس کے سوا ہر کہ رحل اللہ نے اپنی رخصت میں نزار باب کے علم سے کج بیان پوشیدہ عطا فرمایا میں جن میں سے ہر باب پر لکھا ہو یا  
اور اگر امت جب رسول اللہ نے وفات پائی ہے میرا اجل اور میری بیسوی کرتے تو اپنی اور میرا پالو کیے جی سے کہا ہے اور میرا





الانبیاء من شهد الكتاب بظلمهم فان ذلك من ادل الدلائل على  
 حکمت الله الباهرة وقدره القاهرة وعزة الظاهرة لانه علم ان براہین  
 انبیاءہ تکبر فی صدورهم وازمنهم من یجتنب بعضهم الہما کا لہذا کان من  
 النصائر فی انہم یعمدوا لہا دلالة علی تحملہم من الکمال الذی  
 تفرد بہ عزوجل الم تسمع قولہ صفۃ عیسیٰ حیث قال فیہ فوامہ کانا  
 یا کلان الطعام لیفان من کل الطعام کان لہ ثقل فهو یبید ما عدتہ  
 النصائر لابن مریم ولم یکن عن سائر الانبیاء تجبر او تغیر ابل تعریفا لاہل  
 الاستبصار وازال کناۃ عن اسماء ذوی الجراہر العظیمة من المٹافقین فی  
 القرآن الٹی لیست من فکک معا وانہما من فعل المعیر والمید لہن الذین  
 جعلوا القرآن عصین واعراضوا الدیان من الدین وقد بین اللہ تعی قصص  
 المعیر فی قوله الذین یکتبون فی الکتاب بایدیم ثم یقولون ہذا من عند اللہ  
 لیشرایہ ثمنا قلیلا ویقولہ وازمنہم لفریقا یلون السنہم بالکتاب یقولہ  
 اذ یمینون ما لا یرفعہ من القول بعد فقد الرسول ما یقیمون بہ اود باطلہم  
 حسب فعلتہ الیہود والنصار بعد فقد مو وعیسیٰ من تغیر التورۃ والا ان

۱۔ نبوت ذکر الہیاء کما جمہر کیا جبکہ علم کی کتاب اللہ شاہ ہے تحقیق بیخبرہ دلائل سے ہے اللہ کے روشن حکمت اور غالب قدرت پر کیا  
 اللہ جانتا تھا کہ اس کے انبیاء کے لئے دلائل دیکھے اتونکے دو نمونے پڑے ہونکے اور امین سے بعض کو عبودیتا شکے جس نصاریٰ سے ابن  
 مریم کا نبوت بائیں انکو اسلئے ذکر کیا تاکہ اوجی مختلف پراوس کمال سے جبکہ ساتھ اللہ عزوجل سفر فرمایا ولالت ہر کیا تو ہے نہیں سنا  
 اور سنا قول عیسیٰ کے وصف میں اور کی مان کے بارہ میں فرمایا (دو کو کہا نا کہاتے تھے) میں نے جو کہا یگا اسکا عمل ہوگا۔  
 اور پچھلے عمل ہوگا وہی ہے جو اس سے جو نصاریٰ نے ابن مریم میں دعویٰ کیا ہے اور اس کے اسماء سے براہ منکر اور  
 پڑا کی کنایہ نہیں کیا بلکہ اصل ہتھار کے چٹلانے کے واسطے۔ بڑے گنہگار سنا فقین کے ناموں نے کناۃ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے  
 قول سے نہیں بلکہ یہ تحریف و تبدل کر دیا لہذا اس سے ہے جنہوں نے قرآن کو بارہ بارہ کیا اور جو میں نے دیکھا کو کیا اور اللہ تعالیٰ نے  
 جو میں نے کئے قطع بیان کر دیئے اسے قول کے ساتھ۔ الذین یمینون الکتاب یا یمینون یقولون ہذا من عند اللہ مع اولیٰ نبی  
 قول کے ساتھ وان ہم لغیر معا یقولون سنہم الکتاب۔ اور اسے قول کے ساتھ۔ اذ یمینون ما لا یرفعہ من القول  
 رسول کے وفات کے پیچھے جس سے اپنے باطل کے جی کو سیدہ و کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے بعد وفات  
 موسیٰ اور عیسیٰ کے توڑات اور نبیل کے تغیر کیا۔

و تحریف الکلم عن مواضعه و لقبوله یزیدون ان لیطفوا نور الله بافوا هم  
 و یا بی الله الا ان یتنوره یعنی انہم اثبتوا فی الکتاب ما لم یقلہ اللہ <sup>للبلیس</sup>  
 علی الخلیفۃ فاعی اللہ علی قلوبہم <sup>حق</sup> ترکوا فیہ ما دل علی ما احدثہ فیہ و حرقو  
 منہ و بین عن افکھم و تبلیسہم و کتمان ما علموہ منہ و لذلك قال لہم  
 لم تبسوں الحق بالباطل و تکتمون الحق و ضرب مثلہم بقولہ فاما الزبد  
 فیدھب جفاً و اما ما ینفع الناس فیمکت الارض فالزبد فی هذا الموضع کلام  
 المحدثین الذین اثبتوہ فی القرآن فهو یضیح و یبطل و یتلاشی عند التحصیل  
 و الذی ینفع الناس منہ فالنزہل الحقیقی اللہ لا یتاہ الباطل من بین یدہ  
 و لا مضلف و القلوب تقبلہ و الارض فی هذا الموضع ہی محل العلم و قرارہ و لیس  
 یسوغ مع عموم الثقیۃ التصحیح باسماء المبدلین و لا الزیادۃ فی آیاتہ علی ما اثبتو  
 من تلقائہم فی الکتاب بل فی ذلك من تقویۃ حجج اہل تعطیل و الکفر و الملل  
 المنہرفۃ عن قبلتنا و ابطال هذا العلم الظاہر اللہ قد استکان لہ الموافق  
 و المخالف بوقوع الاصطلاح علی الاختیار لہم و الرضا بہم و لان اہل الباطل فی  
 القدیم و الحدیث الشرع دامن اہل الحق و لان الصبر علی ولائہ الامر مفروض

۱۔ اگر کلمات کی تحریف اور نکلے مواضع سے سکے اور اپنے قول کے ساتھ یزیدون ان لیطفوا نور الله بافوا ہم یا بی اللہ الا ان یتنورہ  
 یعنی جو کچھ ہندو تھالے نے نہیں فرمایا اور ہنوں نے کتاب میں حماد یا ناکہ مخلوق پر تبلیس کر بن پس اللہ اذکے لوگوں کو اندر دیا یا ہاتھ کہ  
 او میں جو پتھر و اجودالات کرے اور جو اونہوں نے احداث کیا ہے اور میں اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا اور کچھ بیان اور تبلیس کو  
 اور کچھ چھپانے کو جو قرآن سے جانتی تھی اور سوا اسطے اذکے فرمایا رکون حق کو باطل کے ساتھ رلاتے جو اور حق کو چھپاتے جو  
 اور کچھ مثل بیان کی اپنے قول کے ساتھ - فاما الزبد فیدھب جفاً و اما ما ینفع الناس فیمکت الارض فالزبد فی هذا الموضع کلام  
 کلام جو کہ قرآن میں بیٹھا یا میں جو فصل اور باطل اور ازل جو باطل کی تحصیل کے وقت اور میں جو لوگوں کو نافع ہو وہ نزہل حقیقی ہے جبکہ شرعی جو باطل  
 اسکا اثر نہ بھیجی جو ازل اور سکون بل کہ میں اور ارض سمجھ کر علم اور قیام ہے اور باوجود عموم ثقیۃ کے تحریف کر لئے والوں کی نام کی تحریف  
 اور تبلیس میں زیادتی جو کچھ اور ہنوں نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے بیان کرنا چاہئے نہیں کہ چونکہ اسمیں اہل تعطیل اور کفر اور ان  
 مذہب کی دلیل جو ہمارے قبیلہ سے پہر و سونی میں تھیں ہوا اس ظاہر میں کلام باطل ہے جو کہ موافق و مخالفت سے تسلیم کیا ہے  
 انکی فرمانبرداری اور کلمہ ساتھ خاص مذہبی جو اصطلاح واقع ہوئے کر ساتھ اور ایسی کہ اہل باطل پیشہ تہذیب میں اہل حق سے زیادہ ہیں





مزیلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی الی اللہ الشیطان فی امنیہ فیمنح اللہ  
 ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاہ یغناہ ما من یمنی مفارقة ما یغنیہ من  
 نفاق قومہ و یعقو قہم والا انتقال عنہم الی دار الایمان الا الی الشیطان المرص  
 بعد اوتہ عند فصدہ فی الکتاب الذ انزل علیہ ذمہ والفتح فیہ والطعن  
 علیہ فیمنح اللہ ذلک فی قلوب المؤمنین فلا یقبلہ ولا یصغی الیہ غیر قلوب المنافقین  
 وللمجاهلین یحکم اللہ ایاہ ان یحیی اولیائہ من الضلال والعدوان ومشایعہ  
 اهل الکفر والظلمان الذ یرض اللہ ان یجعلہم کالانعام حتی قال لہم اضل سبیل  
 فانہم ہذا واعمل بہ وقال فی ہذا الحدیث بعد ان بین تاویل بعض المتأخرین  
 وانما جعل اللہ تبارک وتعالی فی کتابہ ہذہ الرموز الی لا یعلمہا غیر انبیائہ و  
 حججہ فی ارضہ لعلہ ما یحدث فی کتابہ المبدلون من اسقاط اسم الحججہ منہ  
 تلبیسہم ذلک علی الامۃ لیعینوہم باطلہم فانبت فیہ الرموز و اعنی قلوبہم  
 والصارہم لما علیہم فی ترکہا وتول غیرہا من الخطاب الدال علی ما احد ثوہ  
 فیہ وجعل اهل الکتاب المقیمین بہ والعاملین بظاہرہ وباطنہ من تخریج اصحابہا

سے تخریج کیے کوئی سوال اور کوئی نبی کا رجب تھا کرتا ہوا دیتا ہے شیطان اس کی توجہ دین میں منع کرتا ہے انداز کو جو ڈانٹتا ہے  
 شیطان ابھر کر کہتا ہے مشدہی آیات کو کہتے کوئی نبی نہیں ہے جو تنہا کرنا موسفاقت اس کی جو رجب ہوا تھا اس پر اپنی  
 قوم کے نفاق اور اذکی نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کی طرف اوستے انتقال کرنا فکر ڈال دیتا ہے شیطان جو اس کی  
 دشمنی کہ تعزیر کرنا وہ اس کی وفات کے وقت اس کتاب میں جو اس پر اتری ہے اس کی نیت اور قبح اور آواز  
 لیکن کو پس اللہ تعالیٰ اس کو مومنین کے ولومین مشوخ کرتا ہے وہ اس کو قبول نہیں کرتے اور منافقوں اور جاہلوں کو ان کو  
 سزا دے اس وقت متوجہ نہیں ہوتی اور مضبوط فرماتا ہے اپنی آیات کو اس طرح کہ بچا تا ہے انچہ دستوں کو گراہی اور زیادے سے  
 اور ان کو سرسری کے سہ وقت سے چٹکے لیے اللہ تعالیٰ نے ہم سے پسند کیا کہ ان کو شل جو با پوٹکی کرے ٹکڑا دیا (وہ ادا ہی  
 نیا و دگرہ میں) پس اس کو خوب سمجھو اور عمل کو در فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث میں نبی اسکے کیا بیان کیا بعض متناہیات  
 کی تاویل کو اور اشد تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ روز جنگو اس کی اور اس کے فیما اور اس کی جھوٹوں کے سوا جو اس کی زمین میں  
 میں کوئی نہیں جانتا صرف اسے نہیں کہ وہ اس کا واقف تھا جو تحریف کرنے والے اس کی جھوٹکی نام ساتھ کر کے  
 اور نیت پر اس کو خلط کر کے جھٹ کرے تے تاؤ اور اس کی باطل برا عاقبت کرے پس اسے اوسین سوز کہہ دیتی اور ان کو دون اور  
 ان کو نکال دیا اس کی کو اور نہ اس کی اور اس کی غیر کے چہرے میں خطاب سے ہے جو ان کی قرآن میں احادیث کرتے پر اس ہے  
 اور کچھ کتاب والے اس کو قائم کرتے والے کو جسے ظاہر و باطن پر عمل کرنے والے اس وقت سے جس کی جڑ ثابت ہے۔

ثابت و فرجھا فی السماء تو نے اکھا کل حین بادن ربھا ای یظهر مثل هذا العلم  
المحمّیة فی الوقت بعد الوقت وجعل عدائھا اهل الشجرة الملعونة الذین حاولوا  
اطفاء نور الله یا فواھم فابی الله الا ان یتنوره ولو علم الما ففون لعنهم الله  
ما علیهم من ترك هذه الایات التی بینت لبنا ولبھا لا سقطوها مع ما اسقطوا  
منه ولكن الله تبارک اسمه ما یرحمك با محباب العجزة علی خلقه كما قال فله الحجة الباقیة  
انھی البصارھم وجعل علی قلوبھم کنتۃ عن تامل ذلک فترکوه بحالہ وحبجوا عن  
تاکید الملتبس بالباطلہ فالسعدائینھون علیہ والاشقیاء یعمون عنہ ومن لم  
یجعل الله له نورا فما له من نور ثم ان الله جل ذکرہ بسعة رحمۃ ورافة لخلقہ وعلہ  
یما یحدث المبدلون من تفسیر کتابہ قسم کلامہ ثلثة اقسام فجعل سماءہ یعرفہ  
العالم والمجاهل وقسم الا یعرفہ الا من صفا ذھنہ ولطف حسہ وصح ضمیرہ ممن  
شرح الله صدرہ للاسلام وقسم الا یعرفہ الا الله وامناؤه والواستخون فی العلم و  
انما فعل ذلک لئلا یدعی اهل الباطل من المستولین علی میراث رسول الله صلی الله  
علیہ والہ من علم الکتاب ما لم یجعلہ الله لھم ولیفودھم الا صراط الہ الامت

لے اور اسکی شاخ آسمان میں ہے ہر وقت اپنا پل دیا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے نبی ظاہر ہوتا ہے ہر علم تمہلی وقت آفتاب  
اور اسکے روشن شجرہ ملعونہ والو ٹکڑا ہوا چھوٹے لے اللہ کے نور کو اپنے سونہوں سے بھراتے کا فصد کرنا بس اللہ  
نہانا بجز اسکے کہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگر منافقین بعین اوس نقصان کو جو ادون جہان آیا ہے چھوڑے کسی جگہ پیر علی  
میں سے تاویل بیان کی ہے لازم آتا ہے جانتے نادون کے ساتھ جیکو قرآن میں سے نکال دیا ہے لگو ہی کمال آئے لیکن  
اللہ تعالیٰ کا حکم اپنی مخلوق پر حجت لازم کرنا جاری ہے چنانچہ فرمایا (اللہ کے لیے پوری حجت ہے) اور کئی آیتوں کو نکال دیا اور  
آؤدھ کو پیر بردہ ڈال دیا اس میں تامل کرنے پس لے سکو اپنی حال پر چھوڑ دیا اور اپنی ابطال کے ساتھ ملتس کے تاکید کرتے ہی  
روکی گئے پس نیک بخت اور ہر مرتبہ ہوتے ہیں اور بد بخت اوس سے اندھی ہوتے ہیں اور جسکے لئے خدا نے نور نہیں کیا پس اسکی  
کہ نہ نور نہیں ہے۔ ہر آفتاب تعالیٰ نے سبب رحمت اور اپنی مخلوق کے ساتھ ہر لانی کے اویسب جانتی کے اسکو جو معرفت کر لیا اے  
احداث کرنا اور اسکی کتاب کے تفسیر سے اپنی کلام کو تین قسم میں تقسیم کیا ایک متکم اس میں سے وہ کی جیکو عالم اور جاہل سمجھیں اور ایک قسم  
کر جیکو بجز ایک جگہ ذہن صاف اور جس لطیف اور تفسیر سمجھ سوا دین سے جیکو اللہ نے اسلام کے لیے سبب قبول دیا ہے  
نہیں سمجھ سکتا اور ایک قسم وہ ہے جیکو بجز اللہ تعالیٰ اور اسکے امت دار آخرین نے اعلیٰ کے دوسر کو فی نہیں سمجھ  
سکتا اور ہر اس لیے کہنا تا کہ اہل باطن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میراث علم پرستی کی ہوگی ہیں اسکا دعویٰ کرین  
جسکو اللہ نے اوتے لیے نہیں کیا ہے ۱۴۔

لمن والاہ امرہم فاستکبروا عن طاعتہم فخرنا وافتراء علی اللہ عز وجل واغتراب  
 بکثرة من ظاہرہم وعاوانہم وعاند اللہ جل اسمہ ورسولہ فاما علمہ الجاہل والعمی  
 من فضل رسول اللہ من کتاب اللہ <sup>فہو قول</sup> سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ  
 وقولہ اِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَہُ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ  
 وسلموا تسلیما ولہذہ الایتہ ظاہرہ وباطن فالظاہر قولہ صلوا علیہ والباطن قولہ  
 وسلموا تسلیما ای سلوا لمن وصاہ واستخلفہ علیکم فضلہ وما عہد بہ الیہ تسلیما  
 ہذا اما اخبرنا انہ لا یعلم تاویلہ الا من لطف بحہ وصفادھنہ وصح تمیزہ  
 وکک قولہ سلام علی ال یسین لان اللہ سنی النبی صلی اللہ علیہ والہ بہذا  
 الاسم حیث قال یس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین لعلمہ بانہم یقظون  
 قول سلام علی محمد کما اسقطوا غیرہ وما زال رسول اللہ یتالفہم ویفرہم ویحلبہم  
 عن یمینہ وشمالہ حتی اذن اللہ عز وجل لہ فی ابعادہم بقولہ واھجرہم ہجر جمیل  
 وبقولہ فما للذین کفروا قبک مطعین عن الیمین وعن الشمال عزیرا یجمع  
 کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعيم کلا انا خلقناہم ما یعلمون قال واما ظہورہ  
 لہ اذ اکراد فکوا اپنی دلی امر کے فرمان برداری کی طرف جبکہ طاعت سے سبب بڑا کے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کے اور اپنی  
 دو گاروں اور عیادوں اور خدا و رسول کے دشمنی کی کثرت پر دہوکہ کھانے کی کہ کیا ہے خطر اگر کبھی۔ لیکن وہ جبکہ عالم اور  
 جہل رسول اللہ کی ضلیت کتاب اللہ سے سمجھ سکے وہ قول اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور قرآن اللہ  
 ولما تکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہے اور اس آیت کا ظاہر و باطن ہے پھر ظاہر  
 قولہ صلوا علیہ اور باطن قولہ وسلموا تسلیما ہے یعنی تسلیم کرو اس کے لیے جو تم پر مسمیٰ اور خلیفہ بنایا ہے اس کی بزرگی کو اور جو کچھ دوسری  
 طرف جہود کیا ہے تسلیم کرو اور یہاں اس سے ہے جس کی مین نے تجھ کو خبر دی کہ اس کی تاویل بخیر اور سیکھ جائے من صاف  
 اور حسن لطیف اور غیر محسوس نہیں جان سکتا۔ اور اس طرح قول سلام علی آل یسین کی مانند اللہ تعالیٰ نے صلی اللہ علیہ  
 اس نام کے ساتھ موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا یٰ ایل القرآن حکیم انک لمن المرسلین اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ سلام علی  
 کو نکال دینے کی طرح دوسرے اسموں کو نکال دلا اور جسے رسول اللہ ان کی تالیف کرتے ہیں اور قرب  
 بناتے رہے اور اپنے دست پر بائیں ہاتھ لائے یہی بیان کتاب کو اپنی قول کے ساتھ دوسرے اسم جو جلیل اور اپنے  
 اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قبک مطعین عن الیمین وعن الشمال عزیرا یجمع کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعيم کلا  
 انا خلقناہم ما یعلمون۔ اور ان کے دور کرنے کا اذن۔ فرمایا اللہ اس قول کے کہ۔

علی تاکر قوله فان ختم الاقطوا فی الیتمی فانکجو اما طاب لکم من الفنا ولس  
 یسبه القط فی الیتمی نکاح النساء ولا کل النساء ایاما منوما قد مت ذکره مناسقا  
 المناقین من القران و بین القول فی الیتمی بین نکاح النساء من الخطا بابقصص  
 اکثر من ثلث القران وهذا وما اشبهه ما ظهرت حوادث المنفقین فیہ لاهل النظر  
 والناسل ووجد المعطلون واهل الملل الخافه للاسلام ما غالی القدر فی القران  
 ولو شرجت لکل ما اسقط وحرف و بدل مما یجھے هذا المجری لطل وظھر وما  
 تحظر القتیہ اطھاره من مناقب الاولیاء ومثالب الاعداء - انتمی یہاں تک جھڑوایا  
 نقل کی گئیے اونسے اجمالا بدالت مطامعی قرآن مجید میں بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 تحریف کا واقع ہونا مختلف ائمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اب اسکے بعد کچھ روایات وہ بی نقل  
 کردن جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص رتوں اور آیتوں میں تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہو اگرچہ  
 بندہ کے پاس بحول اللہ وہ رسالہ ہی موجود ہے جہیں مفصل ہر ایک سورۃ کو تحریف سے اہل ال آخرہ  
 ورج ہرین بلکہ علاوہ معمولی سورتوں کے دو سورتیں ایک سورۃ النورین اور دوسری الولایہ جو تمامہ  
 قرآن میں سے کمال ڈالی گئیے اور ابن شہر آشوب نے بے کتاب المثالب میں کہیں میں اس میں  
 ہوا ہما نہ کو میں اور ہم مفصل عرض کر سکتے ہیں چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اس طرح ہر اللہ

الرحمن الرحیم یا ایھا الذین امنوا امنوا بالنورین الذین انزلنا ہما یملوان علیکم

لے لے ربط ہوئے پر تیری اطلاع فان ختم الاقطوا فی الیتمی فانکجو اما طاب لکم من النساء اور قط  
 نئے الیتمی عورتوں کی نکاح سے شایست نہیں کہتا اور نہ سب عورتیں یتیم ہیں پس اہ اس قسم سے ہر  
 جھکو قرآن میں سے مخافین کے محال دینے کا پہلے ذکر کر چکا ہوں - اور در بیان یتیمی کے باب میں قول کے  
 اور در بیان نکاح عورتوں کے باب اور قصہ نہائی قرآن سے زیادہ ہر اور یہ اور جو اسکر شاہ ہی اس قسم سے  
 حسین بن نقیہ کے احکامات اہل نظر اور تامل کے لیے ظاہر ہو گئی اور اہل باطل اور اسلام کے مخالف دین والوں  
 قرآن میں اعتراض کرنا رستہ پایا اور اگر میں تمام وہ بیان کردن جو مٹا لایا ہے اور تحریف و تبدل کیا گیا  
 جو اسکے قائم ہے تو طول ہو اور جکے اظہار کو دستوں کے مثالب اور دشمنوں کے مناقب سے  
 تعقیب باز کہتا ہے وہ ظاہر ہو جائے - ۱۲ -

تفصیلی طور پر تمام قرآن کا تاریخ ہونا اور کس کس نے کیا -



ابائے و یحذر لکم عذاب یوم عظیم تو ان بعضہا من بعض وانا السميع العليم  
ان الدین یوفون بعہد اللہ ورسولہ فی الامم جات نعیم والذین یکفرون من  
بعد ما امنوا بنقضہم مینا قہم وما عاہدہم الرسول علیہ یقذون فی الحجیم  
ظلموا انفسہم وعصوا الوصی اولئک یسقون من حمیم۔ الی الخرقا اور سورۃ  
الولایہ کے ابتدائی فقرات یہ ہیں **بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین**  
**امنوا امنوا بالنبی واکو الذین لبناہلید یا نکم لے صراط مستقیم نبی وولے**

بعضہا من بعض وانا العليم الخبير الذین یوفون بعہد اللہ لہم جنات النعیم  
الخ الخ الفوات لیکن چونکہ اندیشہ تطویل و استہسان اور بھروسہ ہے اس لیے صرف اسی قلیل پر  
اکتفا کرتا ہوں جو صاحب صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور جو روایات کہ تفسیر سانی میں نقل  
ہو چکی ہیں مقصر صاحب ہمہ نقل روایات لکھتے ہیں۔ اقول المستفاد من مجموع ہذا الاحبا  
وغیرہا من الروایات من طریق اہل البیت علیہم السلام ان القرآن الذی  
بین اظہرنا لیس بتمامہ کما انزل علی محمد بل منہ ما ہو خلاف ما انزل اللہ ومنہ  
ما ہو مغیرہ وانه قد حذف عنه اشياء کثیرۃ منها اسم علی علیہ السلام فی  
کثیر من المواضع ومنها لفظة ال محمد غیر مرۃ ومنها اسماء المنافقین فی مواضع ما  
خبر ذلک وانه لیس ایضاً علی الترتیب المرضی عند اللہ وعند رسولہ ویر قال علی  
ابن ابراہیم قال فی تفسیرہ واما ما کان خلاف ما انزل اللہ فهو قوله تع کنتم خیر امۃ

اس میں کہتا ہوں کہ ان احادیث سے اور روایاتی انکی اور ان روایات سے جو طریق اہل بیت مروی ہیں یہ  
حاصل ہوا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے یہ پورا نہیں جطرح کہ گندہ نازل ہوا تھا بلکہ اس میں وہا  
جو مخالف ہوا وہی جو عندہ نازل کیا اور اس میں جو تعریف تفسیر کیا ہوا ہے اور اس میں سے بیت سے اشارہ نقلی گئی ہے  
علی کا نام بہت جگہ سے نکالا گیا۔ لفظ آل محمد چند جگہ سے اور منافقین کے نام اپنی جگہ سے نکالی گئی وغیرہ وغیرہ  
اور یہ خدا و رسول کے پسندیدہ ترتیب پر نہیں بل علی بن ابراہیم نے اپنے تفسیر میں کہا ہے اور لیکن جو  
خلاف نزول کے ہیں وہ تو اس کے گندہ خیر امۃ ہے۔

ل  
اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله فق  
ابوعبدالله عليه السلام لقد اخذ الالية خیرامة تهلون امیر المومنین والحجین  
علی فقیل له کیف نزلت یا بنی رسول الله فقال انما نزلت خیر ائمة اخرجت للناس  
الایة مدح الله لهم اخرا لایة تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله  
ومثله انه قرئ علی ابی عبد الله الذی یقولون یناهب لنا مزار واجبا وذر ینا  
قرة احین واجلنا للمتقین اماما فقال ابوعبد الله علیه السلام لقد سالوا  
الله عظیما ان یجعلهم للمتقین اماما فقیل له یا بنی رسول الله کیف نزلت فقال  
انما نزلت واجل لنا من للمتقین اماما وقوله له معقبات من بین یدیه ومن خلفه  
یحفظونه من امر الله فقال ابوعبد الله علیه السلام کیف یحفظ النبی من امر الله  
وکیف ینزل المعقب من ین یدیه فقیل له وکیف ذلك یا بنی رسول الله فقال انما  
انزلت له معقبات من خلفه ودرقیب من بین یدیه یحفظونه بامر الله ومثله  
کثیر قال واماما هو محمد زوف عنه فهو قوله لکن الله یشهد بما انزل الیک فی علی  
کذا انزلت انزل له لعلہ والملائکة یشهدون وقوله یا ایها الرسول بلغ ما انزل

له اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله ابوعبد الله علیه السلام انما یحفظ النبی من امر الله  
حسین بن علی کوفی کما وارتدت ہو کینی یوم کیا توہم یہ آیت کیونکہ نازل ہوئی امیر رسول الله کے فرزند فرمایا صرف اس طرح نازل ہوئی  
خیر انکہ اخرجت للناس کیا توہم یہ آیت کیونکہ نازل ہوئی امیر رسول الله کے فرزند فرمایا صرف اس طرح نازل ہوئی  
روایت ہو اور الله پرايان رہے گئے ہو اور اسکی مثل یہ ہے کہ کینی امام ابوعبد الله کے روبرو بیٹھ کر وہی الذین یقولون سبب لمن  
ازواجنا وذرنا تھا قرة اعین واجلنا للمتقین اماما امام ابوعبد الله کے فرمایا تحقیق بڑی امر کا سوال کیا یہ کہ  
ابو کا متقی کا امام سہا سے عرض کیا گیا اسی رسول الله کے فرزند توہم یہ آیت کیونکہ نازل ہوئی فرمایا یہ اس طرح نازل ہوئی ہے  
واجلنا للمتقین اماما اور قول الله تھا کہ له معقبات من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر الله ابوعبد الله نے فرمایا کہ اس  
شی کی کیونکہ حفاظت ہوتے ہے اور معقب سامنی کیونکہ سونا ہے عرض کیا گیا اسی رسول الله کے فرزند یہ کہ کیونکہ یہ فرمایا  
یہ اس طرح نازل ہوئی ہے کہ معقبات من خلفه ودرقیب من بین یدیه یحفظونه من امر الله اور مثل اسکی بہت ہے  
اور دوسرین جو محمد زوف سے ہوا قول تھا کہ لکن الله یشہد بما انزل الیک فی علی اس طرح نازل ہوئی ہے اور قول  
تھا کہ یا ایها الرسول بلغ ما انزل

الیک من ربک نے علی فان لم تفعل فما بأت رسالته وقوله ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم لم یکن الله لیغفر لهم وقوله وسیعلم الذین ظلموا آل محمد حقهم منقلب ینقلبون وقوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فخرات الموت ومثله کثیر نذکرہ فی مواضع قل واما التقذیر والتاخیر فان آیه عدة النساء الناسخة التي اربعة اشهر وعشر قدمت <sup>على</sup> المنسوخة التي هي سنة وكان یجب ان یقر المنسوخة التي نزلت قبل ثم الناسخة التي بعد وقوله افمن كان علی بینه من ربه ویتلوه <sup>هد</sup> شأ منه ومن قبله کتاب موسیٰ اماما ورحمة وانما هو ویتلوه شأه ومنه اماما ورحمة ومن قبله کتاب موسیٰ وقوله وما هی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیاء انما هو یحییٰ ویموت لان الدهریة لم یقرها بالبعث بعد الموت وانما قالوا یحییٰ ویموت فقد موارفا علی حرف ومثله کثیر قال واما الایات التي هي فی سورة وقامها فی سورة اخرى فقوله موسیٰ تستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر <sup>هد</sup> بطوامه قال لکم ما سألتم فقالوا یا موسیٰ ان فیها قومًا جبارین وانا لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان ینخرجوا منها فانا داخلون ولنصف الاية فی سورة البقرة ونصفها <sup>هد</sup> الیک من ربک نے علی فان لم تفعل فما بأت رسالته اور قولہ تعالیٰ ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم لم یکن الله لیغفر لهم اور قولہ تعالیٰ وسیعلم الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غرات الموت۔ اور مثل اسکی بہت ہی اوسکوا وکی جگہ ذکر کر سکی اور لیکن تقدیم و تاخیر میں تحقیق عورتوں کی عدت دس دن چار مہینے کی آیت جو ناسخی ہی آیت منسوخہ پر مقدم کی گئی ہے جس میں سب پر عدت ہی اور واجب تھا کہ آیت منسوخہ جو پیوستہ نازل ہوئی پہلی ہی پڑھی جائے پھر ناسخہ پڑھوئے جو پہلی ہے اور قولہ تعالیٰ افمن کان علی بینه من ربه ویتلوه شأه من قبله کتاب موسیٰ اماما ورحمة واما واقعہ میں اسطرح ہے ویتلوه شأه من قبله کتاب موسیٰ اور قولہ تعالیٰ وما ہی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیاء اور حقیقت میں اسطرح ہوتا یحییٰ ویموت۔ کیونکہ دہریوں نے سرے کچھ دھننی کا اقرار نہیں کیا تھا اور صرف وہ کہتے تھے کہ ہم زندہ رہیں گے اور مر جائیں گے پس ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کر دیا اور اسکی مثل پہلے فرمایا اور وہ آئین جو خود ایک سورہ میں واقع ہیں اور اذکما تہتہ دوسری سورہ میں ہے پس حضرت موسیٰ کا قہر استبداد نے الذی ہوا نے بالذی یوخیل اسبطوا اسطر فان لکم سالتم اسکو جواب میں بنی اسرائیل نے کہا یا موسیٰ ان فیہا قوم جبارین وانا لن ندخلہا حتی یخرجوا منها فان ینخرجوا منها فانا داخلون۔ اور ہی آیت سورہ بقرہ اور ہی ۱۷۔

فے سورۃ المائدہ و قولہ اکتبہا فی علی علیہ بکرۃ و اصیلا فرخہ اللہ علیہم  
 و ما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بيمينک اذا الارقا المبطون  
 فنصف الاية في سورة الفرقان و نصفها في سورة العنكبوت و مثله کثیر انتہی  
 علامہ علاؤ الدین تفسیر آیات میں اس قسم کے بہت روایتیں ذکر کی ہیں تفسیر سورہ نحل میں ہے و فی الکافی  
 عنہ (عز الصادق) انه قراء ان تكون ائمة هي ان کی من ائمتکم فقيل ما تقرءها  
 ائمة هي اربی من ائمة او ما بيده فطرحها - سورة واقعه میں ہر القمے عز الصادق انه قراء  
 و طلع منضود قال بعضہم لے بعض فی الجمع ردت العامة عن علی انه قراء و حل خذ  
 و طلع منضود فقال ما شان الطلح انما هو و طلع كقولہ و نخل طلعها هضم فقيل له الا  
 تغيره فقال ان القرآن لا يماح اليوم لا يحرك و رواه عنہ ابنہ الحسن بن قيس بن سعد  
 و رواه اصحابنا عن يعقوب قال قلت لابی عبد الله و طلع منضود قال لا و طلع  
 علاؤہ انک صددہ و آیات میں جو اثبات تخریف و بطلان مع عجیب پر ادلہل ہیں - اور جو بقدر روایات  
 و احادیث ثبوت تخریف میں صاحب صافی نے بیان کی ہیں اور ہم ادھر نقل کر رہے ہیں - اگر ادھر تفصیل سے  
 بحث کیجاوے تو خوف تطویل انگیز ہے - بلکہ یہ رسالہ شرح مطالب کو ہی شمل نہیں ہے اسلئے صرف  
 اسی قدر گزارش پاکتفا کیجاتی ہے کہ روایات مذکورہ سہ مثل روز روشن تخریف کا واقع ہونا اصول شیعہ  
 بتواتر قطعاً ثابت ہوا - اور فاضل مجیب کا دعویٰ کہ کتاب اللہ کی تحریف و تکویر و تنقیہ ہم احسانی اہل ایمان پر

۱۵ آیت سورہ مائدہ میں جو اور قولہ تعالیٰ اکتبہا فی علی علیہ بکرۃ و اصیلا پس اللہ تعالیٰ نے اوپر روک دیا و ما کنت  
 تتلو من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بيمينک اذا الارقا المبطون - ادھی آیت سورہ فرقان میں جو اور ادھی سورہ  
 عنكبوت میں جو اور اس جیسا ہیبت ج ۱۵ - ۱۶ اور کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ آیت سورہ فرقان - ان تكون  
 انکرمی او کے من ائمتکم کہینی عرض کیا کہ ہم تو اس طرح پڑھتے ہیں - ائمة ہی اربی من ائمة تو اپنی اپنے فائدہ سے تباد  
 کر کے اوکو ڈال دیا - یعنی نے صادق سے روایت کیا ہے و طلع منضود - ایک دوسری کے طرف مائل -  
 مجمع میں ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آیت کے ماضی پڑھ و طلع منضود آیت لڑایا  
 طلع کا حال ہے یہ تو صرف و طلع ہے جیسا تو آتے و نخل طلعها هضم کہینی عرض کیا کہ یہ آیت کیوں نہیں دیتی  
 فرمایا اب قرآن ہلا جائگا اورہ حبش دیا جائگا جو اور اسکو آپ سے روایت کیا کہ کسی فرزند حسن نے آیت میں من سے لے  
 اور ہمارے اصحاب نے اسکو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ میں ابو عبد الله سے کہا و طلع منضود فرمایا نہیں و طلع منضود

جس میں بغیر سیاق عبارت یہ مراد ہے کہ عدم تحریف قرآن اجماعی اہل شیعہ ہی باطل ہوا اور ظاہر ہے کہ اجماع کا مفاد کسی کم پر جب تک کہ پہلے اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو اور اس کے لیے کوئی اصل نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہوں تو اس صورت میں خلاف دلائل قطعیہ کے اعتقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہو گا تو وہ ایسا ہو گا جیسا نصاریٰ کا اجماع اسپر کہ عیسیٰ بن مریم ابن اللہ ہیں۔ اور ہرگز یہہ جہماع دلائل شرعیہ سے نہ سمجھا جائیگا اور اگر ان روایات کو جو عنوانات مختلفہ کے ساتھ مختلف ائمہ سے مختلف روایات نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ اور افتراء اور بہتان سمجھا جاوے تو یہہ کذب افتراء کی طرف منسوب ہو گا جناب ائمہ باوجود عصمت کے بطور تہیہ چوٹ فرما سکتے ہیں لیکن ان روایات میں تہیہ کی گنجائش نہیں بلکہ ان کا انہار خلاف تہیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالف ہی تو ایسی حالت میں یہہ کذب ائمہ کی طرف کیونکہ نسبت کیا جائے اگر تہیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افتراء سے انہیں بے پاک و انہو کو ملوث فرماتے۔ اور روایات اگر ایک دو ہوتی یا ضعیف و مجاہل و کذاب و ضعیف ہوتی تو اسے تہیہ نہ تھا کہ یہہ کذب انہیں کے نامہ اعمال میں سمجھا جاتا۔ لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر القاد نے روایت کی ہے علی الخصوص انہیں سے آپ کا فرقہ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی اور اس کے استاد علی بن ابراہیم نے اپنے اساتذہ سے جو ثقات و معتبرین میں ترجیح کی ہے اور کوئی روایت معارض ان کو پائی نہیں جاتی جبکہ وہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو معمول تہیہ پر ہوگی تو ایسی صورت میں کذب روایات ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ باہتہ معلوم ہوتا ہے کہ انہی روایات عدول و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا و سیطرہ روایت کر دیا پس اگر آپ ان روایات کو جہو ماننا میں یہہی بعید و انصاف ہو اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہیں رہا جو چوٹ کا راستہ ہو مگر یہہ کہ تمام روایات نے عن آخرم خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نبض و عداوت اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہو کر اپنی اسلام میں یہہ ختم ڈالا اور یہہ افتراء اور بہتان باندھا جس سے اپنے دین دایمان کو اپنی ہاتھوں آپ برباد کر دیا اور آیت شریفہ کا مضمون صادق آیا پھر چون بیوہم باید یہم وایدی المؤمنین فاعلموا

یا اولی الالبصار اور کافل ہونا عین نسن ہے۔ عرض روایات مذکورہ سے کلام مجید میں تحریف کا  
خلفار و صحابہ کی طرف واقع ہونا متواتر المعنی ثابت ہو گیا اب اس کے بعد ہم کو کچھ ضرورت نہیں رہی کہ ہم اپنی  
فاضل مخاطب کے دعوے کے ابطال کے لئے یہ ثابت کریں کہ اکابر و اعلا ختم شیعین کا مذہب ہی کہ قرآن  
شریف میں تحریف ہوئی اور بعض متاخرین نے یہی تصریح کی ہے اور سیلیبی قرآن مجید کو اپنے مقابلہ  
میں قابل حجت و استدلال نہیں سمجھا ہے کیونکہ جب ایک امر ائمہ سے متواتر المعنی ثابت ہو گیا  
اور اوہ میں کسی قسم سے نہ تنقید کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو ایسی امر کا انکار نے بحقیقت انا  
ائمہ کا انکار ہے جسکو شائد ہماری فاضل مخاطب کفر و احمقہ اعتقاد فرماتے ہو گئے لیکن چونکہ ہماری  
حضرت مخاطب کو اس طرف تفتیش نہ اند الوصف ہی اور نہایت مبانتہ کے ساتھ اسکا انکار ہے  
ایسے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نقل مذہب بیان کر کے قوت و ترجیح اصول و قواعد سید شیعہ  
تجوہر کریں پس اسکی یہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے اوسی تفسیر صافی کا مقدمہ  
ساومہ آخر سے ملاحظہ فرما دیں وہ لکھتی ہیں۔ واما اعتقاد مشائخنا رحمہم اللہ فی ذلک  
فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن یعقوب لکینے طاب ثراہ انہ کان یعتقد التحریف  
والمقصود من القرآن کاذباً وروایا فی هذا المعنی کذا لکنا و لم یعرض لفتح فیما مع  
انہ ذکر فی اول الكتاب انہ یثق بما رواہ فیہ وکذا انہ استاده علی بن ابراہیم القمی فان  
تفسیر مملومہ ولہ غلو فیہ وکذا انہ الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی قدس سرہ فانہ لایضا  
نسب علی منوالہما کتابا لاجتہاد اما الشیخ ابو علی الطبرسی فانہ قال فی مجموعہ البیان انہ لا یؤید  
اسے اور لیکن بس بارہمین جلد شریعہ رحمہم اللہ کا اعتقاد میں ظاہر محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ قرآن میں تحریف و نقصان  
مستند ہوتا کیونکہ اسی اسباب میں اپنی کتاب میں بہت سی روایتیں وایت کی ہیں اور اوہ میں قدح سے عرض نہیں کیا اور جو کذا و غیر  
شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وہ اون داریوں پر جو اوہ میں روایت کئی ہیں انکا ذکر کرتا ہے اور اس طرح اسکا استاد علی بن ابیہم  
قمی اسکی تفسیر اس سے پیروی ہوئی ہے اور اسکو اس میں نہایت غلو ہی اور اس طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی سر شریعہ  
کتاب جہان میں دینی و فکری سوال پر نہایت لیکن شیخ ابو علی طبرسی پس اس سے مجمع البیان میں کہا ہے ۱۲۔

شیخ ابو علی محمد بن یعقوب طاب ثراہ

ذیہ فی جمع علی بطلانہ واما نقصان فیہ فقد روی جماعۃ من اصحابنا و قوم من خویش  
 العامة ان فی القرآن تغیرا و نقصانا و الصحیح من مذہب اصحابنا بخلافہ و هو ان  
 نصرہ المرفوضہ و استوفی الکلام فیہ غایۃ الاستیعاف فحجواب المسائل الطرابلسیہ و ذکر  
 فی مواضع العلم بصحة نقل القرآن کالعلم بالبلدان و الحوادث الکبار و الوقائع  
 العظام و الکتب المشہورۃ و اشعار العرب المسطورة فان العناية اشبتت و الدقائق  
 توفرت علی نقلہ و حراستہ و بلغت حد الم تبلغہ فیما ذکرنا لان القرآن بحجر البتہ  
 و ماخذ العلوم الشرعیۃ و الاحکام الدینیۃ و علماء المسلمین قد بلغوا فی حفظہ  
 و تحقیق الغایۃ عرفوا کلتی اختلف فیہ من اعرابہ و قرآنہ و حروفہ و آیاتہ تکیف یجوز  
 ان یشکون مغیرا و منقوصا مع العناية الصادقۃ و الضبط الشدید و قال البنا  
 قدس اللہ روحہ العلم بتفصیل القرآن و ابعاضہ فی صحیحہ نقلہ کالعلم بجملة و جوی  
 ذلک بحجۃ ما علم ضرورة من الکتب المصنفۃ لکتاب سیبویہ و المرفی فان اهل العناية  
 بهذا الشأن یعلمون من تفصیلها ما یعلمونہ من جملة ما حتم لوان مدخلا ادخل فی کتب  
 سیبویہ بابا فی التوہم من الکتب لعرف و مینر و علم انہا ملحق و لیس من الکتب

ان کذا قرآن میں زیادتی کا باطل ہونا تو متفق علیہ لیکن کسی کا ہونا پس ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت اور شیوہ عامرین علیہم السلام  
 روایت کیا کہ قرآن میں تغیر اور کمی ہے اور صحیح بیہ کو ہمارے اصحاب کا مذہب اس خلافت ہمارے کسی رشتہ سے ہی نصرت کی جو  
 اور جواب مسائل طرابلسیہ میں کلام کو غایت درجہ استیغاب سے بیان کیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی نقل کے صحت کا علم شمس علم شریعت  
 اور بیہ و بیہ حوادث اور قانع اور مشہور کتابوں اور بعض کے کہ بیہ کی شریعتی ہے پس تحقیق اس کی نقل و حفاظت تو یہ شدہ اور درجہ  
 و اقرین اور اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اور نہ کوہ اس کو نہیں پہنچے کیونکہ قرآن نبوت کا سچا اور علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا  
 ماحضہ اور علماء اہل اسلام اور حفظ و حمایت میں غایت درجہ کو پہنچ چکے ہر ایک کے اس کی ہر ایک شے مختلف فیہ کو اعراب و لغات  
 اور حرف و آریات کو بچان لیا تو باوجود اس سبھی تو بعد از ہر نہایت ضبط کیونکہ ممکن ہے کہ وہ لاف و لاف کہ کیا ہوا۔ اور نیز  
 قدس اللہ روحہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کے تفصیل اور جزاء کا علم صحت نقل میں اس کی مجموعہ کے برابر ہے اور بعد از اس کے کہ اس کی صحت  
 بدایت سے محکم شمس سیبویہ اور نہر نے کی کتاب لکھی کیونکہ اس فرق کے توجہ والے جعفر اور اس کے لئے کو جانی میں ہیں و بعد از اس کے تفصیل  
 واقف ہیں ہر ایک کے لکھ کوئی شخص بخاک کوئی ایسا باپ نہ پین پڑا و سے جو او میں ہوں تو صحت بیجا یا جاگا اور جو باپ کا  
 اور اس کے ہونے کا کہ بیہ حق ہے اور اصل کتاب میں سے نہیں ہے۔ ۱۲۔

و كذلك القول في كتاب المرتبة ومعلوم ان العناية بنقل القرآن وضبطه اصدق من  
العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء وذكر الصان القرآن كان على  
رسول الله مجموعا مولفا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان  
يدرس ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عین علی جماعۃ من الصحابة في حفظهم الله  
انه كان يعرض على النبي وينتلي عليه واجماعه من الصحابة مثل عبدالله بن مسعود  
وابي نكمب وغيرهما ختموا القرآن على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بآثاره  
على انه كان محجوعا عما يغیر مرسوم ولا مرسوم وذكر ان من خالف في ذلك من الامامية  
والحنوية لا يسد بخلافهم فان الخلاف في ذلك مضاعف لى قوم من اصحاب الحديث  
نقلوا الاخبار اضعفتوا صحتها لا يرجع عنها عن المعلوم المقطوع على صحته  
اس سے پہلے کہ میں خود اس فتوہ دلی کے جو بجا و ضد روایات صحیحہ کے فوہ کی ہے تعلیق کروں مناسب معلوم  
ہوتا ہے کہ جو اسکی تعلیق صاحب صانی نے کی ہے نقل کروں اور بعد اس کے پہلے گزارش کروں گا کہ اصول  
شیعہ کے موافق حق کیا ہے اور راجح کس کا قول ہے اب صرف مفسر صافی کی تحقیق سن لیجئے وہ  
فواتے ہیں۔ اقول لقایل ان يقول كما ان الدواعي كانت متوفرة على نقل القرآن  
وحراسته من المؤمنين كذلك كانت متوفرة على تغييره من المنافقين المبدلين للوصية

اس طرح مرنے کی کتاب میں ہی کہا جاسکتا ہے اور معلوم ہے کہ قرآن کی نقل و کتب توبہ اور اسکا ضبط سب کیسے کیا  
اور شعرا کے دیوانوں کے ضبط سے زیادہ سچے ہر اور نیز ذکر کیا ہے کہ انارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موافق ہوتے  
مجموع تھا جیسا اب ہے اور اس پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس زمانہ میں تمام قرآن کے حفظ اور تدریس ہوتی تھی ہاں تک  
کہ صحابہ میں سے ایک جماعت اسکو حفظ کے لیے مقرر ہوئی اور حضرت صاحبزادہ ہوتا تھا اور آپ پر پڑھا جاتا تھا اور صحابہ میں سے  
ایک جماعت نے شریعت اللہ بن مسعود رحمہ اللہ اور ابی بن کعب رحمہ اللہ وغیرہ نے بہت سی نسخہ نوکھوسانی اور یہ ادنی نازل  
کر ساتھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن مجموع مرتب تھا پر گنہ نہ تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب میں جو لوگ امامیہ اور حنویہ  
مخالف ہوئے ہیں اور کج اخلاف معتبر نہیں ہے کیونکہ اس بارہ میں خلاف محدثین میں سے ایک قوم کثیر منسوب چھوڑتے  
صحیح سمجھ کر ضعیف حدیثیں نقل کے ہیں اور جیسے روایات کے ساتھ ایسے امر سے نہیں رجوع کیا جاتا جسکی صحت فقیر ہے  
اس میں کہتا ہوں کہ تعرض کو گنجائش ہے کہ کبھی جیسے مومنین کثیر سے قرآن کی نقل کے حفاظت پر دواعی وافر تھی  
اس طرح منافقون وصیت کے بدلتی والوں ۱۲۔



المغیرین للخلأفة لتضمنه ما لیسادراہیم وهو اھم والتغیر فیہ ان وقع فان ما وقع  
 قبل انتشارہ فی البلدان واستقرارہ علی ما ہو علیہ الان والضبط السدیدا ما  
 کان بعد ذلك فلا تمایز بینہما بل لقال ان یقول انه ما یتغیر فی نفسہ وانما  
 التغیر فی ما بہم ایاہ وتلفظہم بہ فانہم ما عرفوا الا عند نسخہم من الاصل وبقی  
 الاصل علی ما ہو علیہ عند اھلہ وھم العلماء بہ فما ہو عند العلماء الا لیس  
 بحرف وانما الحرف ما اظھر وہ لا یتابعہم واما کونہ مجموعا فی عہد النبی علی ما ہو  
 علیہ الان فلم یشیت وکیف کان مجموعا وانما کان ینزل لجموعا وکان لا یتمم الا تمام  
 عمرہ واما مدرسہ وختمہ فانما کانوا یدرسون ویحتملون ما کان عندہم منہ  
 لا مقامہ۔ اسکے بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کر کے اسکا ابطال وتعلیل کرنا ہر  
 اسلیئے اسکو یہی نقل کر دوں تاکہ ہمارے فاضل محب کے ولین حسرت نہ رہ جاو۔ وقال شیخنا  
 الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ ثراہ فی  
 اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی انزلہ اللہ علی نبیہ ہوما بین اللفظین  
 وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلک قال ومن لب الیانا ان نقول انه

لے تفاوت کے اور نہی واللہ کے طرف سے قرآن کے تحریف پر دواعی را فزونی کیونکہ قرآن اور کورائی اور نواسی کے مخالف کو سننا  
 اور اگر اوجہ بن تحریف واقع ہوئی ہے تو شہر دین میں بیٹے اور جن ترقیب پر اسے اس پر مستقر ہوئے ہے وہی واقع ہوئی  
 اور ضبط ماشہ یہی عہد اسکے بعد ہی تھا تو اس میں یا ہم کچھ منافات نہیں ہے۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نفس قرآن  
 میں کچھ تغیر نہیں ہوا تغیر صرف اس کے لفظ میں اور پڑھنے میں ہوا ہے کیونکہ اوہنوں نے تحریف اصل سے نقل کرنے کے  
 وقت اور میں نے ہے اور اصل جیسا تھا ویسا ہی اسکی اصل کے پاس موجود ہے اور وہ علماء میں توجہ علماء کے پاس ہے وہ  
 حرف نہیں ہے صرف حرف وہ ہے جو اوہنوں نے اپنے اہل کے لیے ظاہر کیا۔ اور اسکے موافق جیسا اب ہر رسول صلی اللہ  
 علیہ وآلہ کے عہد میں جمیع ہونا ثابت نہیں ہوا اور اس وقت کیونکہ مجموعہ ہر مکتا ہے مگر کئی مکتا ہے ہر مکتا نامی ہوتا تھا اور  
 حضرت کی عمر تحریف کے تمام ہونے پر تمام ہوا۔ اور قرآن کا دوسرا دھرم حرف اور سیدہ کا تھا جس قدر ان کے پاس تھا نہ کام  
 ہے اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ ثراہ نے اپنے اعتقادات میں کہا ہے ہمارا اعتقاد وہ ہے کہ قرآن  
 جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے وہی وہی اور لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ نہیں اور جو ہر  
 طرف منت کرے کہ ہم قائل ہیں۔

اکثر من ذلك فهو كاذب وقال شيخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسي رحمه الله  
عليه في بيانہ واما الكلام في زيادته ونقصانه فمما لا يليق به لان الزيادة  
فيه مجمع على بطلانه والنقصان منه فالظاهر ايضا من مذهب المسلمين خلافه  
وهو لا يبق بالصحيح من مذهبنا وهو الذي نصره المرتضى وهو الظاهر في الرضا  
غيره روايات كثيرة من جهة الخاصة العامة بنقصان كثير من آية القرآن نقل  
شئ منه من موضع لموضع طريقها الاحاد التي لا توجب علما فالاولى الاعراض  
عنها وتروى التشاغل بها لانه يمكن تأويلها ولو صحت لما كان ذلك طعنا على ما  
هو موجود بين الدفتين فان ذلك معلوم صحته لا تغيره احد من  
الامة ولا يدفعه ورواياتنا متناصرة بالحث على قرأته والتمسك بما فيه  
ورد ما يرد من اختلاف الاخبار في الفروع اليه وعرضها عليه فوافقه عمل  
عليه وما خالفه يجنب ولم يلبثت اليه وقد ورد عن النبي رواية لا يدفعها احد  
انہ قال في محلف فيكم التقليد ما انتم مسكتهم به انزلوا كتاب الله وعشرته  
اهل بيتي واهل بيته فيترقا حتى يردا على الخوض وهذا يدل على انه موجود في كل عصر

اے کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے اور شیخ طوسی محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ  
قرآن کے زیادتی کو کسی میں کلام کرنا لائق نہیں کیونکہ زیادے کا حامل ہونا اتفاقی ہے اور کسی ہونا ہی ظاہر انعام مسلمانوں کے  
نہیں کے خلاف ہے اور یہی ہماری مسجد مذہب کے لائق ہے اور اسکی طرف سے بھی تاکید کی ہے اور روایات سے بھی سہی ظاہر  
مگر یہ کہ قرآن میں سے بہت سی آیتیں کم ہونے اور ایک جگہ سے دوسرے جگہ منتقل ہونے میں شدید اور غیر شیعہ کے طریقہ سے بہت  
روایات مروی ہوئی ہیں اور کچھ طریق احاد ہے جو مفید علم عقیدین کو نہیں ہو سکتا تو اس پر اعتراض کرنا اور انہیں شغلی ترک  
کرنا اور اسے چھوڑ دینا تو ایسا نادر ملن ہے اور اگر یہ روایات صحیح ہوں تو یہ یمن ہوسپہ نہیں ہے جو اب میں الدفتین موجود  
کیونکہ اسکی صحت یقینی ہے امت میں سے اسپر کوئی اعتراض کرتا ہے نہ کوئی رد کرتا ہے اور اسی روایتیں اسکی قرأت پر کبھی  
کرتے کی اور اسکا سند اس کے اور فروعی اختلاف احادیث اسکی طرف ٹوٹنے کے اور اسپر میں اس کے کسی باہم تاکید کرتے ہیں  
چنانچہ جو حدیث اسکو منافق ہوگی اور سپر عمل ہوگا اور جو اسکے مخالف ہوگی اس سے اجتناب ہوگا اور اگر اسکی طرف التفات نہ ہوگا  
اور بعض نبی سوا دیت ارد ہوئی ہو جسکو کوئی رد نہیں کرتا (میں قسم یقین کو بھی چھوڑا ہوں اگر تم اور کسی سادہ شک کو دگر تو سرگراہ ہو  
ایک قرآن دوسری سیر حضرت میری اہلبیت اور یہ جدا ہونگی یہاں تک کہ میرے پاس جس پر اسکی اور یہ اسپر وال ہے کہ قرآن

لا ھلہ لا یجوز ان بامرنا بالتمسک بما لا نقدر علی التمسک بہ کما ان اھل البیت  
 ومن یجب اتباع قولہ حاصل فی کل وقت واذ کان الموجودیننا مجمعا علی حجتہ  
 فینبغی ان یشاعل تفسیرہ و بیان معانیہ و قولہ ما سواہ یہا تک نقل کر کے علامہ صاحب  
 تفسیر صافی نے اسکی ہی تخلیط و تردید کر کے اور فرمایا اقول یکفی فی وجود کل عصر وجود  
 جمیعہا کما انزل اللہ محفوظا عند اھلہ و وجود ما احتجنا الیہ من عندنا وان لم  
 نقد ر علی الباقی کما ان الاحام کذلک فان الثقلین سیان فی ذلک ولعل هذا  
 هو المراد من کلام الشیخ واما قولہ ومن یجب اتباع قولہ فالمراد البصیر  
 بکلامہم فانہ فی زمان غیبتہم قائم مقامہم لقولہم علیہ السلام انظر الی  
 من کان منکم قد روی حدیثنا ونظر فی حلالنا وحرامنا و عرف  
 احکامنا فاجلوہ بیدنکم حاکما فانی قد جعلتہ علیکم حاکما الحدیث انتہی  
 بندہ گذارش کرتا ہے کہ آپ کے شیخ صدوق اور شیخ مرتضیٰ اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف  
 قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجع مذہب شیعی سے لکھا ہے باعتبار قواعد شرعیہ مسلمہ آپ کے  
 بالکل غلط ہے قطع نظر ان دلائل سے جو کہ ان مذہب کے بطلان میں صاحب صافی نے ذکر کی ہیں  
 اور یہی بہت دلائل اسکے بطلان پر دلالت کرتے ہیں یہی سنی۔ جعفر دروایات صحاح و حسان قواعد  
 تحریف پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ ہر ایک اوئین سے خبر احاد اور ظنی ہے لیکن جب اسکو قدر  
 مشترک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر التعداد رواۃ نے مختلف ائمہ سے روایت کیا ہے

۱۔ کیونکہ ممکن نہیں کہو ایسے چیز کے ترک کا حکم کریں جب تک یہ کو قدرت نہو چنانچہ البیت و جبکہ قول اتباع  
 واجب ہر وقت حاصل ہے اور جب وجود قرآن کے صحت متفق علیہ ہو تو اسکی تفسیر اور بیان صحابہ میں مشغول ہونا اور اسکو  
 ماسوا کو ترک کرنا فائق ہے۔ ۲۔ میں کہتا ہوں کہ مرزا نہ میں اسکو وجود کی لیے تباہ جیسا حدیث نازل فرمایا اسکو  
 اہل کے پاس موجود ہونا اور ہمارے حاجت کے موافق ہمارے پاس وجود ہونا کافی ہے اگرچہ کہو باقی پر قدرت نہو  
 چنانچہ امام ہی اس طرح ہے کیونکہ ثقلین اس باب میں برابر ہیں بعد از یہ کلام شیخ سے بیکسر رد ہو۔ اور قول اوکا و من  
 یجب اتباع قولہ۔ مراد اس سے اسکو کلام بصیر ہے کیونکہ وہ ادنیٰ غیبت کے زمانہ میں یقیناً اس کے قول کے ادکار قائم  
 مقام ہے۔ ہم میں سے جس نے ہماری حدیث روایت کے اور ہماری حلال اور حرام نظر اور ہماری احکام کو بچایا اسکو

صدور از تفسیر و قواعد و روایات مذکورہ بالا ہے۔

دیکھا اور اسکو اپنا حکم نہ دیا۔ آخر حدیث نمبر ۱۲۔

تو یہ متواتر المنے ہو کر درجہ قطعیت کو پہنچ چکا ہے اور مثل اور روایات کے جنکو علماء طائفہ نے متواتر المعنی تسلیم کر لیا ہے ہو گیا ہے علامہ شب ثانی عالم الاصول میں فرماتے ہیں قد تكثر الاخبار في الوقائع ويختلف كمن يشتمل كل واحد منها على معنى مشترك بينهما بحيث لا يمكن ان لا يتجزأ فيحصل العلم بذلك القدر المشترك وليس في المتواتر من جهة المعنى وذلك كوقائع امير المؤمنين في حروب من قلعة غزاة بدر كن او فعله في أحد كذا الى غير ذلك بانه يدل بالاقوام على شجاعته وقد تواتر ذلك منه وان كان لا يبلغ من تلك الخبريات درجۃ القطع ہے سید ثانی کی اس شہادت سے صریح استفاد ہوتا ہے کہ اخبار کثیر ہیں معنی مشترک اگرچہ وہ بحیثیت تضمن وال التزام مدلول روایات ہوتا ہے متواتر المعنی ہو کر مفید قطعیت کو ہو گا پس اگر روایات کثیر ہیں معنی مشترک مدلول روایات باعتبار مطابقت ہو گا تو وہ ادنیٰ یہ ہے کہ متواتر اللفظ ہو در نہ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ متواتر المعنی ہو گا۔ اب اگر وقوع تحریف کی روایات کثیرہ کو متنب کیا جاوے تو ہر ایک سلسلہ و سند احادیثی کی ایک تسلسلہ جو مفید تواتر کو ہے اور ثبوت وقائع امیر المؤمنین سے اسکا ثبوت بدرجہ اتم ہے تو وقوع تحریف کا تواتر بالادب ثابت ہو اکتونکہ وقوع تحریف کے ثبوت پر قطع نظر اوسکے تواتر کے قرائن قاطعہ ہی دلالت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنا بر اصول مسلمہ تشیع تمام صحابہ اہلبیت سے خوف ہو گئی اور انکے حقوق غصب کر کے خود خلفا بن بیٹھے تو اس صورت میں اپنے تریج خلافت کر لیے جس قدر کریں تھوڑا ہے پہر یہی ظاہر ہے کہ قرآن کے جمع و تالیف بطور خود او نہوں نے ہی کر لیا اور اہلبیت میں سے کسی کو اس میں شامل نہیں کیا بلکہ جناب امیر اسی لیے اپنا قرآن علیحدہ جمع کیا تو ان قرائن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسکی جمع و تالیف کے وقت ضرورت خرابی کے گئی ہو گی تو اس

سے واقعات میں کہی احادیث کثیرہ ہوتے ہیں اور باہم مختلف ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک پر معنی بوجہ اعتبار تضمن التزام کے مشترک ہوتا ہے متضمن ہوتے ہیں تراویق مشترک کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور اسکا نام متواتر من جہۃ المعنی ہے اور یہ جیسا امیر المؤمنین کے حروب کراوات کثرت میں غلظت غلظت کر کے دیکھو تو قتل کیا اور جنگ کر کے غلظت نام کیا بغیر ذلک۔ تو یہ التزام ایک شجاعت پر دلالت کرتا ہے اور یہ متواتر ہے اگرچہ میں روایات میں سے کوئی بھی نہیں

ثابت ہوا کہ قرآن میں تحریف کا واقع ہونا متواتر اور یقینی ہے جس کا انکار آپ جانتے ہیں کہ کیا حکم کہتا ہے  
پس آپ کے شیخ صدوق اور رضی او طوسی نے جو اس کا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل انتقاد  
اہل دین و دیانت میں شیعین نہیں ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپ کے ثقہ الاسلام کلینی اور اوکمر استاد  
صاحب الامام نے فرمایا ہے۔ سنا کہ یہ روایات احادیث صحیحین میں کہ جبکہ خبر واحد موید  
بالقرآن ہو تو اس وقت علی الصحیحہ علم یقین کو ہوتی ہے۔ اپنی شہادت ماننے کی شہادت مبنی۔  
وَجِبَ الْوَاحِدُ هُوَ الْمَتْلُفُ حَبَّ الْقُرْآنِ سِوَا كَثْرَةِ رَوَاتِهِ اَوْ قِلَّتِ وَلَيْسَ سَانِدًا فَادَّةُ  
الْعِلْمِ نَفْسُهُ نَعْمَ قَدْ يَفِيدُهُ بِالْإِضْمَامِ الْقُرْآنُ إِلَيْهِ وَيَزِيدُ قَوْمَ اَنْدَلَا يَفِيدُ اِنْ اُضْمِتْ  
إِلَيْهِ الْقُرْآنُ وَلَا صَحْحَ الْأَوَّلُ۔ پس اگر اس کو متواتر نہ مانیں تو یہی باوجود اخبار واحد ہونے کے  
بالضما م قرآن مفید قطع کو ہے تو یہی مثل متواتر کے ہوا اور اس کا انکار مثل انکار متواترات کے  
سمجھا جائیگا۔ اور ہرگز قابل اعتبار نہوگا۔ دوسری یہ کہ مرتضیٰ کا انکار یکساںی غلط سے ناشی ہے  
اور یہی خطا پر مبنی ہے جس غلط کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کر کے تصریح کی ہے وہ یہ کہ سید مرتضیٰ دعو  
ہوئے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں ہے اور اپنے کمال الشندی سے قائل ہوا ہے کہ ہماری  
سائل فقہیہ متواترات سے ثابت ہیں حالانکہ سید کا یہ خیال بالکل غلط اور پوچ تھا شہید ثانی نے  
معالم الاحول میں لکھا ہے قَالَ الْقَلَامَةُ فِي الْمُنَاقَاةِ مَا لَا مَاتِيَهُ قَالَا خِيَارِ بُونَ مِنْهُمْ لَمْ يُولُوا  
فِي اَصُولِ الدِّينِ وَفَرَعِهِ اَعْلَى الْاَخْبَارِ اَلَا دَالِمُ رُوِيَةِ عَنِ الْأَمَّةِ وَالْأَصُولِ بُونَ مِنْهُمْ كَانِي  
الطُّوسِي غَيْرُهُ وَاقْوَا عَلَى قَوْلِ خَبَرِ الْوَاحِدِ وَلَمْ يَنْكِرْهُ سَوَى الْمُرْتَضَى وَاتَّبَاعَهُ لِبُشْتَةِ قَدْ حَصَلَتْ

۱۔ اور خبر واحد وہ ہے جو حد متواتر گشت پوچھ خواہ راوی اس کی بہت ہوں یا نہ ہوں اور یقین کا فائدہ دینا فقہ اس کا  
کام نہیں مان اس کے ساتھ قرآن کے انضمام سے کہی یقین کا فائدہ دیتا ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ باوجود  
شکل قرآن کے ہی یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور اول محکم تر ہے ۲۔ علامہ نے بتایا  
میں کہا ہے کہ امامیہ میں سے اخباریوں نے تو اپنے اصول اور فروع دین میں  
تقریباً ہزار احکام کے جو ان کے مروج ہیں اور کسی پر اعتقاد نہیں کیا اور اور میں سے  
اصول میں مثل ابو جعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے میں انکی موافقت ہو گئی اور خبر  
مرتضیٰ اور اس کے اتباع کے اور کسی اس کا انکار نہیں کیا اور یہ سبب ایک شبہ کے تھا۔  
چراغی نے کہا تھا۔ ۱۲۔

لہم وقد حکم المحقق عن الشيخ سلوك هذا الطريق في الاحتجاج للعمل بالاجابة المرددة  
 عن الاعتراضات عليه فادعى الاجماع على ذلك اس سہ صاف ثابت ہے کہ سید مرتضیٰ کا  
 روایات احاد کے نسبت انکار صحیح اور سبکی غلطی ہے اور اگے یہی اسکے تغلیط و تردید میں چار صفحہ  
 کہ قدر صرف کچھ ہیں اور ظاہر ہے کہ ماخوذ فیہ میں ہی دفعہ تحریف سہ انکار او سے غلطی سے  
 ناشی ہے کیونکہ جبکہ جبکہ اپنی دلیل میں انکار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا مسئلہ قرار دیتی ہیں  
 اور یہ نہیں بیان کرتے کہ ان روایات میں کوجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذب  
 وضلع و میان سلسلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے۔ اور عبارات منقولہ سہ ظاہر ہے  
 کہ ابو علی طبرسی کا انکار اور محمد بن الحسن طوسی کے تردید اتباع و تقلید آپ کے سید مرتضیٰ کے ہی اور وہ ہی  
 بنا و فاسد علی الفاسد کے قبیلہ سے ابو علی طبرسی ہی فرماتے ہیں وهو الذي نصره المصنف في  
 طوسی صاحب ہی فرماتے ہیں وهو الذي نصره المصنف یہ جو کچھ دلائل فکر کرتے ہیں وہ قطع نظر سے  
 کہ محارض روایات قطعیہ کو میں اسبطل اور لا طائل ہیں کہ اوتے نائل بلکہ بدون فکر و تامل کے بدانتہ غلط  
 معلوم ہوئے ہیں۔ چنانچہ مفسر صاحب صافی نے انکو دو جملوں میں باطل کر دیا یہ اور دلائل کو قطعیت  
 و یقینیات سمجھنا آپ کے محققین کی خوش فہمی ہے۔ یہی آپکو صدوق صاحب قطع نظر اس سے کہ وہ  
 کلینی اور ذمک و اسناد وغیرہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور انکو جو ثاباں رہے ہیں دلیل کوئی نہیں بیان فرما  
 بدون دلیل دعویٰ فرما رہے ہیں دعویٰ بلا دلیل آپ ہی جانتی ہیں مردود ہے یہی قائلین تحریف کے  
 جبکہ دعویٰ مع بنیہ و بران کے ہر باطل تو سمجھا جائیگا۔ اگر صدوق صاحب نے خلاف ائمہ اپنی غلطی سے  
 کوئی خاص قصیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہیں تو وہ کیونکہ قابل اعتبار سمجھا جائیگا پہلے سہ طرفہ ثابت ہے  
 کہ یہ ہی آپ کے صدوق صاحب فضائل میں جمع کرنا جناب امیر کا کتاب الفہ کو روایت کر رہے ہیں ایک  
 بڑی بول حدیث جو جناب امیر نے انوالیہ و کو خطاب کر کے فرمائی اوسمیں حضرت کے وفات کے  
 لے اور محقق نے شیخ سے احتجاج میں اس سہ پر چلنا ائمہ کی احادیث مردود پر عمل کرتے کے سبب ہر  
 قصار کے حکایت کیا ہے اور سہر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

تقدیر میں مذکور ہے حلت فی علی الصبر وفاتہ بلزوم الصمت اشتغال ما فی منجہ فی تفسیرہ و  
 وتکفینہ الصلوٰۃ علیہ و وضعہ فی خطر و جمع کتاب اللہ و عمدہ الخلقہ لا یستعمل فی  
 بادرد معہ و کھانچ زعفرانہ کوئی حضرت کے اولیا سے پوچھی کہ جب کتاب اللہ شائع ذائع ہوتی اور امیر  
 اندیشہ تحریف نہ تھا تو آپ کیوں اس قدر غلبت کے ساتھ جمع فرمایا اور علاوہ اس کے اس کے مطابق ہر  
 تو اس طرح کیوں ائمہ کے پاس صدوق تقیہ میں مخفی طور پر بند چلا آیا اور اگر اس کے مخالف ہر تصاف و صحر  
 کیا اس قرآن میں تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اس میں حضرت امیر کے معاوذا و امیر  
 فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳۵) علاوہ اسکے وہ روایات جو وقوع تحریف پر وال میں ثبت ہیں  
 اور منکرین تحریف کا دعویٰ محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس مدعا کی مثبت پائی نہیں جانتے  
 اگر پائی جائیگی تو وہ بھی نامی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت نامی پر قدم ہے تو اسلیبی دعویٰ منکرین  
 تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۳۶) ظاہر ہے کہ جعفر روایات مثبت تحریف مردی  
 ہوئی ہیں ان میں احتمال تقیہ بالکل منتفی ہے کیونکہ اس وقت تحریف کیسے نہ ہو نہیں تھا جسکی روایت  
 وجہ سے تقیہ ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ جنکا شیخ طوسی اپنے استدلال میں حوالہ  
 دیتے ہیں اور ان روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں جو حث علی التلاوة  
 پر دلالت کرتے ہیں تو یہی غلطی ہے کہ وہ اس پر جو د کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اوس اصلی  
 قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ سنا کہ وہ یہی قرآن مجید ہے جو اہل سنت کا  
 قرآن ہے لیکن جائز ہے کہ اوس کے نسبت حث اور وعدہ حصول ثواب محض تقیہ کے طور پر ارشاد  
 ہوگا جب خلفا کے ساتھ بیعت اور ان کے ساتھ نشست و برخاست اور ان کے موافق خلاف واقع  
 مسائل کا انہما پایا جاتا ہے جس کے لیے حضرات کو بجز تقیہ کے اور کوئی مسامحہ نہیں ہے تو اس تقیہ  
 پر محمول ہو گئے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجب حال ہے کہ اصول دین میں کئی  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کو وقت میں اپنے نفس کو سکوت کو لازم کرتا اور جب تک حکم فرمایا تھا (جوازہ و تیار کرتا)  
 اور نہ لٹانے اور جو شیعہ لگاتے اور لکھن پہناتے اور آپ پر ناز و برکت اور قبر میں رکھنا اور کتاب اللہ کے جمع کرنے اور خلق اللہ کی طرف اوس کی  
 وصیت کرنے سے) اوس میں مشغول ہو کر ساتھ مہر پر باغیغہ کیا کہ جس سے کوئی جلدی نہ ہو و لا آتوا اور یہ بیان والا سائنس و کیمیا

کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ صحابہ کے ساتھ حد و عداوت کی وجہ سے پہلے کیسینی بے سوچی سمجھے  
 کچھ فرمایا اور جب دوسرے حضرات نے دیکھا اور خراجِ اہانت میں گرفتار ہو کر خواب غفلت سے جاگ کر تو  
 حواسِ بختہ ہو کر اور تو کچھ نہ سوجھا اپنے بزرگوں کی تکذیب کرنے لگے اور یہ سمجھ کر اہانت کب چھپا  
 چوڑنے والے میں۔ **وَلَوْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُ لَمَدَّ بِالنَّاصِيَةِ** کوئی آپ کے شیوخِ صدوق و سید  
 مرضی و طوسی و طبرسی اور اذکر اتباع سے خصوصاً ہمارے فاضل مجتبیٰ دریافت کرے کہ حضرت  
 جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہو گئی تھے اور تمام صحابہ کچھ  
 خلفاء اور اذکر اتباع جھکا معاذ اللہ ایمان سری ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون کون لوگ تھے  
 جنکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف شدید تھی اور وہ کونسی علماء مسلمین تھے جو اس کے حفظ و حمایت  
 میں غایتِ مضحکہ کو پہنچی ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوں اہل بیت جنہوں نے یہاں تک کوشش کی کہ قرآن  
 کے اختلافِ اعراب و اقوات و حذف و آیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے ہمارے درعایت  
 فرما دیں کہ یہ لوگ کمالِ ایمان اور ارکانِ دین اسلام تھے یا کافر و منافق اور یہ لوگ اعظمِ اہلسنت  
 تھے یا اکابرِ اہل شیعہ اور یہ حضرت وہی صحابہ و تابعین تھے جنکو تم کافر و منافق کہتے ہو یا کافر  
 دوسرے جنہوں نے ایسے فنون میں قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و صیانت فرمائی  
 پس اگر یہ وہی لوگ ہیں جنکو تم بڑا کہہ کر اپنے ہتھمال روشن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو  
 اور سچو اور اپنے ضنیع سے باز آؤ اور یہ جو طوسی صاحبِ روایات مثبت تخریفات و نسبت فرماتے ہیں  
 لائے لیکن تاویل کیا۔ حضرت کے کمالِ تجربہ پر دال ہے نفسِ عوی امکان فرما کر چوڑ گئی اور یہ نصیب نہوا  
 کر کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مدعی تھی تو وہ جب تھا  
 کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو خیر اب ہم اپنے فاضلِ مخاطب سے جو اذکر اس سلسلہ میں  
 مقلد ہیں دریافت کرتے ہیں کہ آپ ہی ان روایات کے بیشل مشہور اگر یہ تو انہیں دستِ کم کند  
 کچھ فرما دیں اور اس صداقت کا بار طوسی صاحب کی گردن و تارین۔ اس بار یہ کہ طبرسی اور طوسی



صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے۔ یہی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کلینی اور قتی نے اونکو تسلیم کر لیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونوں کو نزدیک تسلیم ہوئے قطع نظر اس سے بالعرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ تو تحریف کچھ زیادتی میں ہے تو منحصر نہیں بلکہ نقصان ہی تحریف ہی تقدیم و تاخیر ہی تحریف ہے اس غلط بات سے کیا فائدہ حاصل ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو یہی تاہم مفید نہیں مان اس سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کے نزدیک نقصان ثابت ہے لیکن اسکو اپنے اور سنیوں کے روایات پڑنا چاہتی ہیں۔ ہکوبڑا افسوس اور نہایت حیرت ہے کہ علی بن ابراہیم قتی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا صاحب اور شاگرد ہو۔ اور اسکی تفسیر ماخوذ امام کے تفسیر سے ہو۔ اسکی روایات کو اپنے وہمیات جملہ سے باطل کریں صحیح ہے الغرض تیشبث بکل حشیش رجال شیعہ میں سب سے اول حسنہ و صلوٰۃ کے بعد لکھا ہے ولبعد منہذا رسالۃ معرفۃ معانی الشیعۃ ثم اتعاب بالاحۃ منہم السیخ عبد بن ابراہیم بن ہاشم صاحب الاموال الحاکم فی ذوالال و هذا التفسیر فی فضل ائمتہ المستنیر من تفسیر امام المکدود علیہ السلام بن یعقوب کلینی ہی کچھ مرتبہ میں کم نہیں بلکہ زیادہ ہے غالباً اسکی کتاب کافی امام زمان پر پڑی جا چکے ہے اور شہادت امام اسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدد و اثبات کے روایات کے تعلیل و تصغیف اور تزوید و ترفیع کرنا شیخ سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجع و منظور کے انکار کیا وہ حضرات شیعہ کی خارج ہوئے اور اہلسنت میں شامل ہونا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو بُرا کہتا اور بد اعتقاد کرنا جزو مذہب سمجھ رکھا تھا اس اور جس پر مدار شیعہ تھا اونکی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جن کو ارکان دین سمجھتے تھے اور اونکی حق میں بد اعتقاد کرتے تھے کہ لولہم کھضت اثار النبوة اونکی بُرائی کے گویا قائل ہوئی تو اسطورہ میں تمام شیعہ درجہ و برہم ہو گیا چونکہ اسکے تفصیل میں ملے بعد حسنہ و صلوٰۃ کے پیر رسالہ شایع شیعہ کی معرفت بل کہ خدا اولہا پر اجست کی سادہ و فہم سمجھاؤں گے صحیح علی بن ابراہیم بن ہاشم امام حسن عسکری کا یار و یزید کیوں دلا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فصل اہل بیت میں جو امام مذکور کی تفسیر سے اخذ کی گئی ہے۔

پھر محمد بن یعقوب الکلبینی ہی کچھ مرتبین کم نہیں بلکہ زیادہ ہے غالباً اسکی کتاب کافی امام زمان پر پڑی جا چکے ہر اربشہادت امام اسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی حدود اثبات کے روایات کے تعلیل و تضعیف اور تردید و ترفیع کرنا تنبیہ سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجع و منظور کے انکار کیا وہ حضرات شیعہ کی خارج ہوئے اور اہلسنت میں شامل ہونا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہتا اور بد اعتقاد کرنا جزو مذہب سمجھ رہا تھا اور جس پر مدار شیعہ تھا اسکی جو بی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جنکو ارکان دین سمجھتے تھے اور اسکی حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ ولایہم لا ھضمت انما للہ و لا لکونکے گویا قائل ہوئی تو اس صورت میں تمام شیعہ درجہ و برہم ہو گیا چونکہ اسکے تفصیل میں

۱۔ بعد حمد و صلوة کے یہ رسالہ شیعہ کی معرفت میں ہر خدا و ملک و پادشاہت کی ساتھ وہاں کی سبلا و انکی بیخ علی بن ابیہم بن ہاشم امام حسن عسکری کا بار بزرگیوں والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے نفس اہل بیت میں جو امام نہ کوئی کی تفسیر سے اٹھ کی گئی ہے۔

طول ہے اسلیں اسکو فہم آؤ کیا پڑھوڑے ہیں۔ غرض اکابر شیعہ منکرین تحریف نے انکار تو کیا مگر یہ سمجھو  
 کہ یہ کلبھاری ہاپتی ہے یا نو پیر پڑتے ہی۔ ہماری اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلام مجتہد  
 تحریف کا واقع ہونا بنا بر مذہب تشیع راجح اور منظور ہے اور جو لوگ اسکی قابل ہوتے ہیں انہوں نے راجح  
 اور منظور کو اختیار کیا ہے بلکہ فی حقیقت مذہب تشیع انہوں نے اختیار کیا ہے اور جو لوگ اسے انکار کیا  
 وہ خلاف مذہب تشیع کے ہے اور وہ مجتہد کر اس غلطی میں پڑے ہیں جب راہ فرار نکلیں دیکھا تو اسکو اختیار کیا  
 چنانچہ ہماری فاصلہ مخالفی سے یہی چونکہ مذہب کے کتابین نہیں دیکھ کر صرف مناظرہ کے کتا بو نہ شتوف  
 رہا اسلیں بے سوچے سمجھے انکی تقلید فرمائی تو اسے ثابت ہو کہ جو عرض کیا تھا کہ قرآن کا حرف ہونا  
 مسلمات شیعہ سے ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا کیونکہ جب اکابر شیعہ نے مثل کلینی و رقی  
 اور طبری کے اسکو بنا بر اصول مذہب خود تسلیم کر لیا تو اوپر مسلمات شیعہ سے ہونا صادق آگیا اگرچہ بعض نے  
 اسکو تسلیم نہ کیا ہو علی الخصوص جبکہ مترجمین کا قول سند و لائل قاطعہ شرعیہ کی طرف ہوا اور منکرین کا انکار  
 مخالف و لائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہوا اور لغو اور لا طائل تو اسوقت اسکا مسلمات شیعہ  
 ہونا بالبدلت ثابت ہوگا۔ پس ہمارے مخالف کا انکار صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہب سے  
 یہی بفضیلہ تقالے واقیقت نہیں رکھتے غرض کہ تحریف قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی  
 ثابت اور اسکا انکار کرنا سراسر باطل ہے اگر آپ اور آپکے صدوق و مضنی یہ چاہیں کہ چند خلافات  
 اس رخنہ اور خلل کو بند کریں جو اکابر شیعہ نے اپنے دین میں ڈالا ہے تو واضح رہے کہ مجتہد  
 خیال محل ہے قیامت تک یہی ممکن نہیں سمیت دروست طبیعت علاج ہمہ وردی و ودی  
 طبیعت و ہذا نیزہ علاج ہوا سقذ گدازش باقی رہی آپ یہ فرما لیں کہ اس بحث میں جہانک سند لال  
 کیا گیا ہے وہ متقدمین کے روایات اور انکو اتوار سند لال کیا ہے حالانکہ انکی روایات اقوال ہوتا ہے تحقیقات  
 متاخرین کے تفہیم پارہ کے حکم میں ہیں اسلیں ہم اسوقت تسلیم کریں کہ متاخرین میں کینی تحریف کو تسلیم کیا ہے تو لیکن  
 بحول اللہ ہماری پاس پر بعض متاخرین کے یہی تصریح موجود ہے ملاحظہ فرمائی اور انصاف کجھ کر  
 آپ کے قبلہ کعبہ رسالہ بارہ ضعیفہ میں فرماتے ہیں۔ چون این نظم قرآن نے نظم نما نیست شیعیان

اجتناب بان نشاید۔ اب اس جسد کو ملاحظہ فرمائی اور جو کچھ مبنی عرض کیا تھا اس سے مطابق کر لیجئے  
 کیفہ ربکم ہی پائیگا اور لیجئے کہ قبلہ و کعبہ متبدل العصر لکنوی علماء الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ  
 التبیان والی مقتضی تلک الاخبار ان التحریف فی الجملة فی هذا القرآن <sup>بہین</sup> <sup>بہین</sup>  
 بحسب زیادة بعض الحروف ونقصانه بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب  
 فی بعض المواضع قد وقع بحسب ممالائیک فیہ مع تسلیم تلک الاخبار بحسب الحال  
 لعقولنا فی هذا الزمان بحصول الجزم باحد الوجوه المحتملة عند العقل لکفایتہ  
 وقوع تلک التحریفات بعینہ فان الاحتمال فیہا کثیرۃ (الی ان قال) ومنہا انہ معلوم  
 من حال النبی کمالا ینفخ علی المتخصص الزکی ذی المحدث الصائب انہ مع کمال  
 رغبہ علی تخلفہ علیا کان فی غایۃ الثقید عن قومہ ولہذا عند دلیل وامارات  
 لا تسع المقام ذکرہا فیمثل عند العقل <sup>بہین</sup> حفظا لبعیۃ الاسلام  
 الظاہر اودع القرآن النازل المشتمل علی نصوص اسرار الائمة واسرار المناقب مثلاً عند محترم  
 اسرارہ علیہ بامر اللہ لتلاید القوم بامرہم علم مرخا لہم عدم احتمال ذلک انہم ہم بعد علم المصلح  
 نے انہما ندیکما کافوا ہم الباعثون للنسب علی ذلک کا راہ اسناد الہم حلیہ عن ارغام ربوہ۔ اپنی قبلہ و کعبہ کے  
 تشریح شہادت کو ملاحظہ فرمادیں کہ اگر قبلہ و کعبہ کس رتق و عطل و یقین نا جان کج سہانہ ثبوت اور وقوع تحریف کرنا ناممکن

ملہ چنان چین کے بعد مقتضی ان احادیث کا یہ ہے کہ اس قرآن میں جو بار بار ماقون میں ہے باعتبار زیادتی اور کمی  
 بعض حروف کے بدلہ یا بعض الفاظ کے اور بعض مواضع میں باعتبار ترتیب کے۔ یا تحقیق تحریف اس طرح واقع ہوئی کہ  
 جس میں بعد تسلیم ان روایات کے کچھ شک نہیں کیا جاتا بل اس میں ماضی ان تحریفات کے وقوع کے کیفیت کے لیے وجہ  
 محتمل عند العقل میں کچھ کسی وجہ خاص کے یقین حاصل ہونے کی باری عقل کے مجال نہیں کیونکہ اس میں بہت احتمال میں  
 (بہین) کہ کہا (بجملہ اونکی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم ہے چنانچہ متخصص کی حدت صاحب و امیر  
 نہیں ہے کہ آپ باوجود علی کے خلیفہ بنانے کی نسبت کمال غیبت کی اپنی قوم سے غایت درجہ تقیہ میں تھی یا دیر  
 پاس اور یہ دلائل اور علامات میں جیسے ذکر کی اس کے گنجائش نہیں۔ پس عقل کے نزدیک محتمل ہے کہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ظاہری اسلام بھیضی کی حفاظت کے لیے اور تری ہوئی قرآن کو جو مثلاً ائمہ اور متافضین کے ناموں کی  
 تشریح کے متعلق تھا اپنے راز داروں کو پاس ملی کی اللہ کے حکم سے ودیعت رکھا ہو۔ تاکہ تمام قوم مذہب جو اسے  
 بب اور حال سے اسکا متعلق ہو نہ معلوم کر لیا تو بعد از کچھ انہما میں مصالحت معلوم ہوئی اور منظر ظاہر کیا۔ اور جبکہ

و تسلیم روایات مثبتہ تحریف معتقد و قائل ہیں۔ ہاں اگر مجتہد المتشیعین کو شک و تردد ہو تو اس امر میں ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپ کہ حضرت مجتہد صاحب کے رای میں وقوع تحریف کا ایک یہ بھی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نوا کر دو طرح مرتب کیا ایک وہ جو تمام کامل تھا اور دوسرے مخصوص اسماء ائمہ و اسماء منافقین و رج تہی و ہیکو تو اپنی محرم اسرار کے پاس صندوق تھیمن لکھت رکھا اور دوسرا وہ کہ جس میں سے اسماء ائمہ و اسماء منافقین خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نکال کر بقید مصلحت عام لوگوں میں ظاہر فرمایا اس خیال سے کہ ہمیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان و نفاق آمیز سے بھی دست بردار ہو جاویں اور اگرچہ یہ منسوخ و تحریف سزاؤ اللہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور گو خدا تعالیٰ کو حکم سے ہر کی۔ لیکن چونکہ اسکی سبب خلفاء ہی تھے اسلیئے تحریف کو انکی طرف نسبت کرنا بجائی خود ہے۔ بجان اللہ واہ واہ۔ حضرت مجتہد العصر حاضر نائب الامام الخلیفہ کی تحقیق حق کی داو دی اس نتیجہ میں کیا جاہر ناگی اور کیا موتی پردی انکے اولیاء و اتباع و پیروں حیدر ناز کرین بجا ہے اور جتنا فخر و فائزین زیبا۔ سیری زبان و کلم میں طاقت نہیں کہ اسکی تعریف و توصیف کردن اور نہ اسقدر گنجائش وقت ہو کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علمی کو ظاہر کروں مگر افسوس اسکا ہو کہ باوجود علوم مرتبہ تحقیق و بہر صدوق المتشیعین کے شہادت کے موافق کاذب اور جھوٹے اور ہمارے فاضل مخاطب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل محبت کے نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ اہل ایمان سے خارج ہیں تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلینی اور قمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع ہیں وہ فاضل محبت کے شہادت کے موافق اہل ایمان میں شمار نہیں کیے جاتے۔ فے الواقع ہمارے فاضل مخاطب نے جو یہ سبب تحریر فرمایا ہے ”کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان پر جاشا کہ سین کچھ بھی خلاف صحیح اور مطابق واقع و انفس الامر کے ہو و قضیہ جزیئہ۔ حق بر زبان جاری شود کا صدق و بیشک ہم ہی اتنے ہیں کہ کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان میں جو لوگ اہل ایمان ہیں

حاشا کہ او نہیں کتاب اللہ کی نسبت کچھ ہی اختلاف ہوا اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں بیشک وہ اہل ایمان سے نہیں جو قرآن کریم اب عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے پیچھے کی لوگ زبان ہے بلا کم و کاست یہ وہی قرآن ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور بلا تقدیم و تاخیر اسی ترتیب کے ساتھ ہے جو ترتیب کہ لوح محفوظ میں آگے گزرا اور میں باعتبار کمال تصدیق و تاخیر ہوئی۔ پس جو شخص یہ کہے کہ اس میں کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ چوٹا بکرا و دائرہ ایمان خارج ہے۔ اس لئے کہ یہ ضمون جو ہم کو بختم اللہ سے ثابت کرنا چاہیے ہمارے ہمارے فاضل مخاطب نے صاحب اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس عنایت کے شکر گزاریں۔ یہاں یہ کہ ہماری فاضل مخاطب نے صاحب منہج الکلام و صاحب تحفہ اکرام اللہ نے لہما کی نسبت یہ عمر ارض نہایت طعن و تشنیع کے ساتھ فرمایا کہ وہ بلا دلیل کافی مغلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شرتے۔ پس اس کا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھ گئی ہو گا لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر بقدر تصریح کیجاوے و واضح ہو کہ صحت و اعتماد کا مدار اس پر ہے کہ سلسلہ سند کا اصل اخذ تک معتد اور قابل طمانیت ہو جعفر اس سلسلہ سند میں وثوق زیادہ ہو گا اور سیدہ متن میں صحت و اعتماد زیادہ ہو گا یہاں تک کہ اس کی بدولت درجہ قطعیت کا بھی حاصل ہو سکتا ہے اور جعفر اس میں کمی اور کوتاہی ہوگی اور سیدہ متن میں عدم صحت و اعتماد ہوگا۔ پس اب قرآن شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصل شیخہ ملاحظہ فرمائی کہ اگرچہ اس کی طرف عنایت و اہتمام شدید ہو اور داعی و اقریبوں اور مسودا درس تدریس شائع وائع ہونا ہم قرن اول میں جو لوگ منہج سلسلہ سند کے تھے اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تھے اور جو ایسا علیہ تھا کہ ان کو علیہ کے مقابلہ میں سیکو چون کہنے کی گنجائش تھی اور انہوں نے مجمع ہو کر قرآن تالیف جمع کیا اور سیکو میں شریک کیا و اوافق حالانکہ کے جو اہل تشیع کی نسبت بیان کرتے ہیں ان کو جمع و تالیف ہر ذی عقل کے نزدیک ہر قابل اعتبار و لائق طہیان کہ نہیں سمجھی جاتی یہی وجہ ہے کہ شیوخ و کلمات کو جو ان صلی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صحیح نہیں سمجھتی۔ اگر ان کی نقل قابل اعتبار ہے تو کیا وجہ ہے کہ قرآن میں

کسی اور تاریخ ابن قتیبہ کے ساتھ قرآن کی زیادہ جرح و فحش

اور نقل و روایت کو صحیح اعتبار کر لیا اور ہمیشہ میں صحیح کیون نہیں تسلیم کرتے حالانکہ قرآن حق  
بالاحتیاط تھا۔ اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تفسیر کے لباس میں  
ہمیشہ اس قرآن کے مدح و ثنا فرمائی ہو اور کبھی اسکی تحریف کے نسبت کچھ فرمایا ہو تب باعتبار  
فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہیں لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہ بھی ہو کہ مسلمانانہ منضم  
کیا جاوے کہ ائمہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ میں اسکو محرف فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص کو  
اسرا زخضر پر متنبہ کرتے رہے تو اس حالت میں یہ قرآن اصول تشیع پر مرکز قابل اعتماد نہیں ہو سکتا  
اور نہ اسکو صحت تسلیم کیا جاسکتے تھے کہ قرآن مثل ادن احادیث کے ہو گا جو بواسطہ ان صحابہ کے  
سردی ہوں اور انکے گذیب ائمہ نے کی ہو جیسا شیعہ کے نزدیک اسکا اعتبار نہ ہو گا اسی طرح قرآن  
بھی اعتبار نہیں کیا جاسکا۔ اسکو بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ قوم کو یحییٰ اور انکے سلسلہ سند کو غلط  
تک ملاحظہ فرمائی اوسین کوئی شخص ایسا نہیں ملے گا جو مثل رواۃ کتاب اللہ کے غیر معتد ہو گا جعفر  
روایت میں وہ سب نقد و عدول امامیہ میں تو اس اعتبار سے دیکھو کہ کلینی کی صحت کس درجہ کو ہوگی  
ظاہر ہے کہ قرآن کی صحت سے بدرجہا زیادہ ہوگی علاوہ اسکو قرآن کے نسبت جیسا ائمہ کی  
تکذیب مردی بجائی اسکو کلینی کے نسبت جو اقدم الاصول الاربعہ ہے ائمہ سے اسکی تصویب  
و تصحیح مردی ہی چنانچہ امام زمان پر غالباً پیش ہو چکا اور انکے ملاحظہ سے گزر چکا تو اسکا  
صحت و اعتماد درجہ تصویبی کو پہنچ گیا تو اس وجہ سے قرآن صحت و اعتبار میں اور کلینی  
اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ حضرات شیعہ قرآن کی نسبت  
برہان کا تہ کھدیتے ہیں۔ این قرآن نظم عثمانیت احتجاج بآں بر شیعیان نشاید۔ جب تک کہ کلینی  
نسبت ہی ایسا کلمہ فرمایا ہے۔ حسب تخریر مفسر صافی ابو علی طبری کی تصریحات معلوم  
ہوتا ہے کہ کتاب سیبویہ اور کتاب مرثیہ و روایں شعر اس کے سبب طعن ہیں اور ان کی قسم کے  
تحریف و الحاق نہیں ہوا تو مثل انکی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب مشہورہ کی صحت نقل ہی  
مثل مسلم البیہد ان اور قانع عظام کے متواتر اور قطعی ہوئی اور قطعاً و یقیناً کسی قسم کے

تحریف و کحاق کا اشتباہ انہیں ہرگز نہیں پہنچا پھر صاحب فوائد دینہ نے اسکی تصریح فرمائی ہے  
اور بالفرض اگر قرآنین تحریف یقینی نہیں تو ظنی اور احتیالی تو ہر تو اس صورت میں آپ ہی  
الضام سے فرمائی کہ قرآن کی صحت اور اسپر اعتماد و زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی کلینی  
وغیرہ پر۔ افسوس کہ آپکو اپنی کتاب کو بھی مضمون اور اپنے علماء کی تصریحات کی ہی واقفیت نہیں  
پیر اسپر جو شہ و خروش یہ کہچہ کہ علماء اہلسنت و طہن کہ نیکو آئادہ پور میں اس ہمارے گدارش سے سمجھ لیا ہوا  
کہ صاحب منتہم انکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو کہچہ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی کلینی  
یا تاریخ ابن قتیبہ یا بیج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح و معتبر ہیں وہ  
مطابق واقع کے ہیں اور بلا دلیل نہیں ہیں لیکن صرف اسکو یہی سمجھ کر دلیل سے تعرض نہیں کیا  
پس اسپر ہماری فاضل مخاطب کا اعتراض یا کیر خوش فہم اور حیا و شرم آیا نے سننا شہی ہے۔ محمد  
کہ ہم اپنے دھوکے میں بھی ہوئی اور تحریف کا سلمات شیعہ سے ہونا بدلائل و اسح ثابت ہوا اب جو آپ  
سننے کے منتظر ہیں۔ **قوله** اور اگر آپ کے علماء نے کتاب اللہ کا محرف ہونا اسلیے ہماری طرف  
منسوب کیا ہے کہ ہماری بعض روایتوں میں وقوع تحریف تفسیر قرآن وارد ہے تو سینی روایات مذہبی  
پر کہے امر کا لازم ہونا اور شہی ہے اور تصریح اس مذہب والوں کو اس لازم امر پر اور چہر ہے۔ ان  
روایات تحریف کے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ  
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ باللہ میں تصریح  
کی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں اور لازم کی نسبت لزوم کے خال کو جبکہ انہی لازم کے خلاف تصریح کی ہو  
جائز نہیں ہے اس کتاب کی یہ عبارت ہے۔ فان قيل يلزم من الاختلاف في كونه  
سبحانه في جهة ان يكون حادًا قلنا لازم المذهب ليس بمذهب لا المجتہد من  
بانه متعلق في جهة وجاز من بانه قد يمازى ليس بمحدث فلا يجوز ان يثبت  
مذهب من يصرح بخلافه وان كان لازماً لقوله۔ اور ائمہ اہلسنت نے ہی یہی  
کہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ پس جب آپ کے علماء کے قول سے ثابت ہو گیا





کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ خود باتہ باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا  
 بطلان دلائل واضح سے ہی ثابت کرتے ہیں۔ اولاً یہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی  
 جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا ظناً بروایت صحیح ثابت ہو اور خصوصاً شیعہ کے  
 نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتھ ائمہ سے ہی ثابت ہو وہ ہی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے بسند معتبر یا کتاب اللہ سے ثابت ہو گا وہ عین مذہب ہو گا۔ علماء  
 و اکابر مذہب کو اگر اکسین دخل ہو تو اسبق قدر ہے کہ یہ سلسلہ سند جسکو واسطہ سے یہ حکم ہم کو پہنچا  
 قابل اعتماد ہو یا نہیں یا یہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب جو نسبت اسکو قوی ہے یہ حکم  
 ماوّل اور صرف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہیں یا یہ کہ باشرک علت اس سے جو ضروریات کیا کیا  
 پیدا ہوتے ہیں یا بحران چند باتوں کے علماء مذہب کو مقصود روایات مذہب کے تغیر و تبدل اور  
 اور غیر مذہب ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ پس یہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہے  
 سرسری غلط اور لغو ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہو اور کسی دوسرے  
 قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہیں ہے تو وہ عین مذہب خواہ اسکی نسبت کوئی تصریح کرے  
 یا نہ کرے بلکہ اگر اسکی خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر مسوع ہے بلکہ اگر اسکا ثبوت یا قطع ہو  
 تو اسکا خلاف بلا دلیل الحاد و قذرتہ ہو گا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر  
 ہو گئی تو اسکا ظاہری مدلول مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اسکا عمل بعید مذہب ہو گا  
 اب ہم کہتے ہیں کہ تحریف قرآن ائمہ سے روایات صحیحہ متصلہ متواتر المعتبرہ ثابت ہوا ہے اور علماء  
 و اکابر اہل تشیع نے ان روایات کو مستند اور صحیح تسلیم کر کے وقوع تحریف  
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے انکو پاس کوئی  
 دلیل شرعی نہیں ہے جسکو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اپنا مسئلہ قرار دین انکو انکار کی بنا  
 شکیظہ نظر اہل حق میں بہت ملال و گرفتار ہو کر محض توہمات و تخیلات پر ہے انکو پاس کوئی دلیل  
 ایسی نہیں کہ جسکو وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے انکو ہرگز

گنجائش نہیں ہے کہ ان روایات کا خلاف ظاہر کوئی عمل بیان کر سکے پس جب ان روایات کے  
 تعلقہ تصدیق کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے عمل خلاف ظاہر محمول کر سکتے ہیں نہ کوئی  
 حجت شرعیہ و لکھ پاس موجود ہے تو ایسی حالت میں ان روایات کی طرح عدل ممکن نہیں ہے  
 اور یہ روایات عین مذہب ہونگے نہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہ کہ اہل اسلام کو عموماً جو کچھ کتاب شہ  
 میں یا احادیث رسول اللہ میں وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اس کے جو کچھ کہ اقوال ائمہ سے  
 ثابت ہوا اس کی صحت و حقیقت کا اعتقاد و اعتراف واجب و مستحکم ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ اور رسول  
 اور ائمہ نے خبر دی اس کی تصدیق واجب اور کار ہرگز جائز نہیں کیونکہ اوس میں کذب کو دخل  
 نہیں جب ائمہ نے بتواتر وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر یا مطابق واقع کے ہے یا نہیں اگر  
 مطابق واقع کے نہیں ہے تو امام معصوم کے کلام میں کذب لازم آیا اور یہ محال ہے تو ثابت  
 ہوا کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اس کا اعتراف حقیقت اور اعتقاد وقوع واجب ہوا خواہ وہ مذہب  
 یا لازم مذہب ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر آپ کا فرمان صحیح ہے اور مدلول روایات لازم مذہب ہے نہ مذہب نہیں  
 اور لازم مذہب موجب طعن و مواخذہ نہیں ہوتا تو آپ کے مسئلہ و کعبہ مولوی دلدار علی نے علامہ اسلام  
 میں بڑی سخت غلطی کہا ہے کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتضار روایات کے یقینی بیان فرمان کر  
 اوس کے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہو کر قابل  
 اعتبار ہے نہیں ہوتا تو اس کی یقینی ہونے کے کیا معنی اور اس کے محتملات بیان کرنے کی  
 کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہ خبر ہوگی کہ مدلول روایات لازم مذہب ہوتا ہے  
 یا یہ بخانتے ہونگے کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تاویلات نہیں ہوتا۔ بہر کیف یہ بیان  
 خاص ہمارے فاضل عجیب ہی کا حصہ ہوگا جو اہلسنت کے دلائل کے منہ و تحریف کرنے سے  
 حاصل کیا پہلے اس کے شیعہ میں سے کیونکہ غالباً یہ دلیل جو روایات میں ہے چاہل  
 نہوئی ہوگی۔ رابعاً اگر اس قاعدہ کو عموماً جاری کیا جاوے تو صد ہا اعتراضات اہل شیعہ  
 کو اس قاعدہ کے موافق ہی باعتراف سامی لغو اور محمل ہو جائیں گے۔ بلکہ ہر محد و زندیق مدعی

اسلام ہو کر تمام عملیات و اعتقادات کا انکار کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی آپ اور سپر لازم کرین۔ یا کسی شارع کی خبر کی تصدیق کر دین وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لازم مذہب ہے مذہب نہیں پس اسکا جواب آپ اور سکو کچھ نہ لیکن اگر اور بجز اسکے کہ اپنا سامانہ لیکر چپ ہو جائیں اور کچھ جواب نہ آدیکا۔ خاصاً ہماری فاضل محمد بن جوہر جملہ تحریر فرمایا ہے (ان دلیا) تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہو گا نہ نصیح اگرچہ یہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے۔ لیکن خاصہ کہ یہ جملہ تو محض اضحوکہ روزگار ہے کیونکہ جو امر روایات کا مدلول مطابقت بعبادت النص ہو اسکی نسبت یہ کہنا کہ یہ ان روایات سے بصرہ مستفاد نہیں عجب طرفہ تماشائی کلمہ سوا سے ہمارے فاضل مجیب یا اولیاء کے اور کس کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اجماع بہت کچھ کہنہ کی گنجائش تھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ اس پر فاضل غلطی ہے جس پر حاجت استدلال کی یہی نہیں اور خوف تطویل سے مانع ہے اس لیے صرف اس قدر قلیل پرکتفا کرتا ہوں اور اپنے فاضل مخاطب کو قنصلہ کرتا ہوں کہ حضرت بے شک یہ قاعدہ مسیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثال تحریر فرمائی وہ اپنے مٹلہ کے مطابق ہے کہ عیسائی کا عین مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جہت میں ہے اور یہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے اور اسکو لازم یہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ شانہ حادث ہو لیکن اس حدوث کو محض اس مستلزم کی وجہ سے اور کچھ عین مذہب نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اگر عیسائی مثلاً قرآن شریف کے قائل ہوں اور نصیح محال اس پر کہ یہ عیسائی ہی ہے جسکا مدلول مطابقتی حدوث باری ہوا کہ اس میں صرف ظاہری ہی ہو تو یہ عیسائی مذہب کہہ کر انہیں لازم کیا جاسکتا ہے اور پھر اسکو جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ عین مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے تو یہ عذر ہرگز مسموع نہ ہو گا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہیں بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لازم مذہب ہو تو اسکی لیے لزوم یہی ہونا چاہیے جو عین مذہب ہے اور وہ بجز روایات کے جسکا مدلول مطابقتی تحریف قرآن اور کوئی لزومیتہ کو صالح نہیں اور ظاہری کہ مدلول مطابقتی لازم مذہب ہو سکتا ہے اور نہ دال لزوم ہو سکتا ہے پس سچا کہ لازم مذہب ہے

نہ ملزوم ہے نہ لزوم نہ ان اگر ہماری فاضل مخاطب اپنے خوش فہمی سے یہ فرمایا کہ روایات  
 عبارت ناض الفاظ سے ہیں اور معانی نہ الفاظ کے لیے عین ہے نہ خبر بلکہ مبانی ہے تو بواسطہ  
 وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ دانی سے کچھ عجب نہیں اور جب لزوم اور لازم و ملزوم  
 منتفی ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعویٰ بالکل لغو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن  
 اصول تیشیع پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعویٰ کیا تھا کہ تحریف قرآن مسلمات تیسعہ  
 ائمہ بخوبی ثابت ہوا اور اس مسئلہ علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر ہم یہی بات ہر کایسے روایات کا  
 وارد ہونا اس امر کا مسئلہ نہیں ہے تو آپ کے نزدیک ہی کتاب اللہ کا محرف ہونا مسلم ہے کیونکہ ان روایات  
 میں اہل حق ہر مفرد نہیں ایسی روایتیں تحریف و تغیر و حذف و اسقاط و تبدیل کلمہ بکلمہ و حرفی بحرفی  
 اہلسنت کی کتابوں میں ہی ہر وی ہیں اگر اسکی تفصیل آپ چاہیں تو استقصار الافحام و انتہی الکلام  
 میں ملاحظہ فرمائیں **اقول** یہاں تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا  
 اور فراموش کر دیا کہ کار فرمایا اور یہ بھی کیا کریں جب انکے اسلاف ہی اسی راہ سے گئے ہیں تو انہوں  
 بیباکوں کو کیا اونہیں کے قدم بقدم یہ بھی چلتے ہیں۔ پس سنی کہ یہ محض آپ کی اور آپ کے ادوں  
 اسلاف کی خوش فہمی ہے جنہوں نے اہلسنت کی طرف اس کذب و افتراء کو نسبت کیا ہے  
 حالانکہ یہ بد اہتہ باطل ہے کیونکہ قاطبہ بیسج اہلسنت متفق ہیں کہ اصل اخذ دین کتاب اللہ و احادیث  
 رسول اللہ ہیں اور عین مذہب وہ ہے جو اسے ثابت ہوا و اجماع و قیاس سوا اسکی بحیثیت ہی سہوہ  
 ہے کہ انکے استناد ہی کتاب و سنت کی طرف ہے۔ اکابر دین میں سے کیا قول اگر معتبر  
 ہے تو اسوقت معتبر ہے جبکہ اسکا استناد کتاب و سنت کی طرف ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہ  
 مستند نہیں ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہے پھر ظاہر ہے کہ تحریف قرآن  
 اگر واقع ہوئے تو بعد وفات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی  
 ہوگی سوا اسکی خبر خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں بلکہ پیغمبرؐ فرمایا و قالہ لمخاطفون  
 لہ اور بالتحقیق ہم اسکے لیے بیستہ گجھان میں - ۱۲ -

اور فرمایا وانه لکتاب عزہ لا یتد الباطل من بین ید یدو لا من خلف نذیل من  
 حکیم حمید حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث میں کہیں اسکی اطلاع نہیں فرمائی اگر  
 اسکی تصدیق کیا دے تو کیونکر کجاوے اگر آپ یہ اعتراض فرماؤں کہ صحابہ کے اقوال کی ثبات  
 ہو سکتا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ادل ہم صحت روایت کو تسلیم نہیں کرتے سہنا لیکن یہ  
 معارض ہر تین دلائل کا طون اور لایۃ الباطل سے اور شیعہ اپنی روایات کو بعارضہ امتین کے  
 باطل نہیں کر سکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہ جیکڑ چکا دیا ہے وہ  
 فرماتے ہیں کہ اصل قرآن جو ہمارے جناب امیر نے جمع کیا ہوتا اور ائمہ کے پاس کے بعد دیگرے  
 چلا آیا مکمل ہے اور ہمیں نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ اسکا نقصان لیکن یہ قرآن جو عام شیعہ ہر  
 تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت میں تحریف کے نہ اصل قرآن میں۔ قطع نظر اس سے  
 قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن  
 میں نقل عدول وثقات اس کثرت سے مروی ہوتا چلا آیا ہے کہ اس کے کسی کلام یا کلمہ یا حرف  
 یا حرکت و سکون میں شک و تردید کو گنجائش نہیں اس میں اعلیٰ درجہ کا ثبوت متحقق ہے ہر عرض اسکو  
 حرمت و حرکات و سکنا تک وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صحابہ  
 ہوئی۔ پس اسکی مخالفت کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو ہی تو وہ بضرع تسلیم صحت اسکا مستلزم  
 نہیں کر سکتا۔ اور نیز اگر بالفرض کہے صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلطی ہوئی ہو ہم کہہ  
 کہتے ہیں کہ صحابہ معصوم ہیں یہاں قرأت شاذہ و شہودہ اسکا شاہد ہیں۔ پس اہلسنت کے نزدیک  
 تحریف کا مسلم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول و قواعد کے موافق تحریف کا شاہد  
 اور داعیہ ہی خارج از امکان ہے۔ حضرات شیعہ کو جب کچھ چارہ نہیں ملتا تو اسے طرح دلی حسرت  
 نکالتے ہیں۔ کہ کذباً و افتراء تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگاتے ہیں کبرت کلمہ تخریج من افواہہم ان  
 یقولون الا کذباً یہ تو جواب اجمالاً تھا اور تفصیلاً یہ تفصیل احادیث و روایات کے تحت چھٹ فرمائی گا  
 قول مگر ہستی نمونہ نروار سے دو تین بیان بھی لکھے جاتے ہیں۔ فضاء ملانے

الدر المنثور للسیوطی اخرج ابو عبیدہ وابن الفرلیس وابن الانبار فی المصاحف عن ابن عمر  
 قال لا یقولون احد کم قد اخذت القرآن کلمہ ما یدرہ ما کلمہ قد ذہبت قرآن کثیر لکن  
 یقل قد اخذت ما ظہر منہ انتہی۔ دیکھیے آپ کے جناب ابن عمر صاحب قرآنین نقصان  
 کثیر کے وقوع کے قائل ہیں اور عایت شفقت اور نصیحت سے اور آدمیوں کو دعویٰ اخذ تمام قرآن  
 منع فرماتے ہیں انکے شاہین ہی فرمائی کہ کتاب اللہ کو جبکا حافظ خود خداوند حقیقی نے اسے  
 ہی معرفت پہنچا ہے۔ **اقول** جناب میرے صاحب گستاخی معاف آپ پر اور آپ کے ان بزرگوں پر  
 جنہوں نے یہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتیں ثبوت تحریف میں پیش کی ہیں یہ ہم  
 خاتمہ ہو چکا ہے افسوس کہ آپ یہ بھی خیال نہیں فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت میں ہم روایت  
 پیش کرتے ہیں قطع نظر اسکی صحت نقد عدم صحت کے اسکی کچھ بھی دلالت مدعا پر  
 نہیں نہیں یہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اس میں وقوع تحریف پر نہ دلالت مدعا پر  
 ہی نہ تضمنانہ الاثرانہ اشارۃ نہ دلالت نہ اقتضائے کی طرح ہی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہیں ہوتا  
 حضرات کی کمال ہی خوش فہمی ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجھتی ہیں۔ اس میں قد و مبالغہ منہ  
 قرآن کثیر واقع ہے جبکہ آپ تحریف پر وال سمجھتی ہیں حالانکہ یہ تحریف پر ہرگز دلالت نہیں کرتا  
 کیا ذہن کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ نے ناقص کر دیا سبحان اللہ اس فہم پر آفرین ہے پھر ادھر  
 دعویٰ کیا کیا کہہ۔ اب سنی کہ تمام الہدنت کا وہ سپر متفق ہیں اور اسلحا رکھتے ہیں کہ یہ قرآن  
 جو الہدنت کے پاس موجود ہے اور جبکہ حفظ کرتے ہیں حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت علی علیہ السلام  
 علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکل آیا اور اسی ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ  
 میں ہے۔ اس میں جہد آیات کی کمی و بیشی ہوئی وہ حضرت علی علیہ السلام کے  
 زمانہ میں واقع ہے جہد زمانہ ہوئی گئی بیشی ہوئی گئی اور جہد بنسوخ ہوئی یا پہلا لکھی وہ کمی ہو گئی یا ہاتھ لگا  
 آخر میں یہ قرآن جو الہدنت کے پاس بقارۃ بعدہ رہی ہو کمال فانی ہو گیا۔ بعد اس کے اس میں کچھ تغیر و تبدل ہو گیا  
 بیشی ہوئی یا نہ یہ ممکن کہ اس میں کوئی شخص کچھ تغیر و تبدل اس نسخہ تحریف کر سکے الہدنت کے

روایات اہل سنت و جماعت کثیرہ و احادیث اہل حق

نزدیک یہی آخر حیدر محالات و منفعات کی ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کتابت  
 میں واقع ہوا ہے ایک تو یہ کہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور تلاوت باقی رہ گئی وہ سری یہ کہ تلاوت الفاظ  
 منسوخ ہو گئی اور حکم باقی ہے۔ جیسی آیت الرجم۔ تیسری یہ کہ لفظ اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے  
 پس ہمارے فاضل مخاطب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی اور اس کو  
 ظاہر سمجھتے ہیں۔ کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ منسوخ ہو گیا اور جاننا رہا تو کوئی یون  
 نہ کہہ کہ میں سب قرآن منزل پر جا دی ہو گیا کیونکہ منسوخ شدہ اس سے خارج رہیگا۔ اور اس کو ہرگز  
 یہ سمجھتے نہیں ہو سکتے کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کبھی اس میں کرم کر دیا  
 یہ حضرت مجیب اور ان کو علماء متکلمین کی خوش فہمی ہے۔ **قولہ** اور سنی آپ کے علامہ سیوطی  
 اتقان میں فرماتے ہیں قال ابو عبيد حدثنا اسمعيل بن جعفر عن المبادي  
 بن فضال عن عاصم بن زيد بن الجوزي عن زب بن جندب قال قال ابن عباس كان بيننا  
 سورة الاخراب قلت اثنين وسبعين اية قال كانت لتقلى سورة البقرة وان  
 كنا لتقلى فيها اية الرجم قال اذ انبأ النبي والتخيرة فاجتمعوا البتة تكالا من الله  
 والله عز وجل حكيم وكنتم اس عبارتي صاف ظاہر ہے کہ سورہ اخرا ب سورہ بقرہ کے برابر ہی  
 اور اب بہتر بہتر آیتوں سے زیادہ نہیں ہے **اقول** اس روایت کا حال ہی مثل  
 سابقہ روایت کے ہے اس میں کہیں تحریف کے ثبوت کا نام و نشان ہی نہیں ہے یہ ثابت  
 کیجئے کہ یہی کلمی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص کے سو اس قسم  
 روایات سے یہ مدعا کسی طرح مخدوم نہیں ہوتا بلکہ اس روایت میں جو حکم بنا دیا ہوا اس کا محمل  
 وہ نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھنا حضرت کے اور حضرت کے اسلاف کی خوش  
 فہمی کی دلیل ہے **قولہ** اور راعب اصفہانی محاضرات میں لکھتے ہیں وقالت عائشة  
 كانت الاخراب تقراء في زمن رسول الله صلى الله عليه ولما ماتت اية فلما كتب  
 عثمان المصاحف لم يقرأ الا على ما شئت وكان فيها اية الرجم **اقول** یہ روایت صحیح

آپ کے مدعا کے مخالف ہی مگر افسوس آپ کو اتنی ہی فہم نہیں کہ یہ سمجھ سکیں کہ یہ ہماری مدعا کے  
 موافق ہے یا مخالف یہ عبارت قلم کاتب عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ثبت صریح  
 دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ قدرت نہ ہوئی تو تسلیم ہوا کہ خداوند تعالیٰ  
 اوسکو منسوخ فرما دیا اور تبدیل دیا اور دوسری محو کر دیا یہ تعجب ہے کہ ہمارے فاضل مجاہد یا انہما اذ عا  
 انصاف و علم تحریف صحابہ کی سمجھت میں **قولہ** آپ کے علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں  
 اخراج ابن مردودہ عن ابن مسعود قال کنا نقراء علی عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولیٰ المؤمنین ان لم تفعل  
 فما بلغت رسالته واللہ یعصمک من الناس اور مرزا محمد بن محمد خان بدخشاہی جنکو فاضل شیعہ  
 اپنے ایضاح لطائف المقال میں عظام المسند سے فرماتے ہیں کتاب سفاح النجاری میں کہ آپ کے  
 خاتم المتکلمین ازالہ الغین میں اوس سے احتجاج کرتے ہیں یہ لکھتے ہیں۔ وخرج ای ابن مردودہ  
 عن ابن مسعود عن عبد اللہ قال کنا نقراء علی عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا  
 الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولیٰ المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت  
 رسالته واللہ یعصمک من الناس اور بہت اسی روایت میں آپ کے کتب معبرہ میں منقول ہیں بخو  
 طالت نہیں لکھتے۔ **اقول** اس روایت کا حال یہی مثل روایات سابقہ کے ہے۔ میں  
 ہی کہیں وقوع تحریف پر کس طرح دلالت نہیں بلکہ اس میں یہ ہی نہیں پایا جاتا کہ یہ الفاظ ان  
 علیا مولیٰ المؤمنین قرآن ہی الفاظ ہیں اور خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ پس سنی کہ اولاً اس روایت  
 کی صحت مسلم نہیں سنا لیکن اسکا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اس طرح پڑھ کر لے تھے اور یہ  
 کچھ ضرور نہیں کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہوں وہ قرآن میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہوں اور ابن مسعود یہ سمجھ کر کہ یہ قرآن میں داخل  
 ہیں تلاوت کرتے رہے ہوں۔ سنا کہ اصل قرآن میں ہر لیکن منسوخ ہو گئی۔ معنی ان روایات  
 سے کسی صریح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک



داخل قرآن ہو اور بعد وفات آپ کے جامعین قرآن نے کمال ڈالے اور جب تک یہ نہ ثابت ہو  
تحریف کا ثبوت خیال محال ہے **قوله** اگر ان ہی دو تین روایتوں کے نتائج پر بحث کریں  
تو طول ہو جائیگا اور پہلے ہی کی قدر طول ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں **اقول**  
اگر دوسرا وقت جس پر نتائج روایات پر بحث کو منحصر رکھا ہے یہی وقت ہے تو ہم منتظر ہیں **قوله**  
ای حضرت شیخہ کی روایتوں میں تو صرف کمی ہے واروہ کی آپ کے بیان علاوہ ایسی روایتوں کے  
جو متضمن کی نقصان کثیر کے ہیں قرآن مجید و فرقان حمید جو فصاحت و بلاغت میں بحجۃ  
اوسکا غلط پر یہی مثل ہے چنانچہ عالم التنزیل میں تحت آیت کریمہ لکن الراسخون فی العلم  
منہم والمؤمنون یستنبطون الذیل وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ لکھا ہے  
واختلفوا فی وجہ انتصابہ فیکے عن عائشۃ و ابن عمر انہ غلط من الکاتب  
ینسخہ از صلح و یکتب والمقیمون الصلوۃ وكذلك قوله تعالیٰ سقر المائدۃ  
ان الذین امنوا والذین ہادوا والصابیون قوله تعالیٰ ان ہذان ساحران فالو ذلک  
خطا من الکتاب وقال عثمان فی المصحف نحنا وسقیمۃ العرب لستہا فقیل لہ الا تغیر فقال  
دعوا لہ لا یجمل حرا ولا یحرم الا انتم ما فی التہراب غور فرمایا کہ وہ قرآن جو فصاحت  
میں بلاغت میں بحجۃ ہے اور جسکی تائید فاتحہ سورۃ من مثله حق تعالیٰ فرماتا ہے آپ کے  
یہ حضرات خصوصاً حضرت خلیفہ ثالث اس میں بحسن وسقیمۃ العرب فرماتے ہیں بہت شک کے  
تجسسی ہیں۔ **اقول** اگر حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو ہی کیوں تسلیم کرتے ہیں  
زیادتی کو کیوں نہیں قبول کرتے آپ کے طوسی اور طبری صاحب نے جو زیادتی کو جمع علیہ باطل  
فرمایا ہے غلط ہے روایات سے کمی ہی ثابت نہیں بلکہ زیادتی اور تغیر تبدل اور تعدیم و تاخیر کو باہر تہم  
کی تحریف ثابت ہے یہی تعجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہیں کیا آپ نے روایت میں  
المازید فی القرآن و نقص نہیں ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکی بہت سی روایات ہیں ہر طرف متاشا  
ہم کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہانت کی کمی کے ساتھ جو نسخی میں غلط ملط فرماتے ہیں

تاکہ اس سیدہ سے اور اس پہلے سے اپنا عجیب پوشیدہ رہے پس اس طرح ہو کہ جو کئی اہلسنت کے  
 روایات سے ثابت ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کی کو کچھ ربط نہیں کہ جو آپ کی روایات کا مدلول بخیر  
 اہلسنت کے روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو خدا تعالیٰ نے کی اور آپ کی روایات کا مدلول وہ کمی ہے  
 جو صحابہ نے بعد حضرت سے ائمہ علیہ وسلم کے قرآن میں دیدہ دانستہ کی ہے۔ فاین ہا سن ذاک  
 علاوہ ان میں بار جو اس فرق و مبالغہ کے پہر ہند کی روایات سامی سے مفہوم ہوتی تابت و سکر  
 وہ کمی بہت کم ہے جو روایات اہلسنت ثابت ہوتی ہیں اگر آپ کو تہ دو ہو کلینی میں ملاحظہ فرمایوں ہم  
 بسبب اختصار کے نقل روایات سے تعرض نہیں ہوتے۔ رہا یہ اعتراض کہ ہماری روایات کے بموجب  
 باوجود مخرج ہونے کے قرآن شریف اغلاط پر بھی مشتمل ہے چنانچہ لفظ المقیمین اور اصحابون اور  
 ان ہا ان غلط تسلیم کر لیے گئے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ روایت ہی معتبر نہیں چنانچہ  
 لفظ محلی عن عائشہ ابان بن عثمان بصنیۃ تریض خود اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہ کہ  
 سلنا یہ روایت صحیح ہے لیکن قرآن کے نقل اور اس کی صحت تواتر قطعی ثابت ہے تو یہ مبالغہ اس کے  
 صحت و قوت کی اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہی تاہم معتبر نہیں ہو سکتی تیسری یہ کہ یہ تغلیط اگر ہے  
 تو صرف باعتبار قاعدہ لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ عربیہ نے اس کو صحیح تسلیم کر لیا  
 اور اس کی صحت کی توضیحات بیان کر دی تو یہ قول خود ضعیف اور شاذ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو عالم  
 میں اس کے بعد میں مذکور ہے اور ہمارے فاضل مخاطب نے ترک فرمائی ہے وہ اس پر صریح دلیل ہے  
 اور وہ عبارت یہ ہے وعلمہ اہل الصحابہ زائل العلم علی انہ صحیح۔ چوتھی یہ کہ اگر حضرت عائشہ بخیر  
 یہ روایت نہ پونہچی ہو اور انہوں نے اس اعراب کو ظاہر خلاف ظاہر دیکھ کر اپنی رائی اور  
 اجتہاد سے بلا تہ یہ یہ فرما دیا ہو کہ یہ کاتب کی خطا ہے اور اس خطبہ میں ازکی رائی نے خطا کی ہو  
 تو ہم نے کتب دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنی رائی اور اجتہاد میں خطا سے مصوم ہیں۔ پانچویں یہ  
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس پر کاتبوں کی خطا کے نسبت ارشاد فرمایا اس خطا اور  
 غلطی سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لفظ غلط ہے بلکہ مراد اس خطبہ سے یہ ہے کہ قرآن

مختلفین سے صرف اولے خست یار کر کے دوسرے تمام امت کو جمع کرتے اور باقی الفاظ کو جنگی اجازت اور جنگا نزل بطور تیسرے تھا انکو ترک کر دیتے۔ حاصل یہ کہ ترک اقتصار علی الاولے میں کا تبوں نے خطا کی۔ چوتھی یہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ اگر چند دین و صاحبون اور ان ہمارے صحیح اور اسکی صحت میں کچھ کلام نہیں لیکن ان کی صحت بتوجہ و تاویل ہے اور المقتضون صاحبین اور ان نہیں بدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور اتساع فی الاخبار کے خلاف اولے اور خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کر دیا ہو۔ اب اسکا جواب سیٹی جو روایت آپ نے حضرت عثمان سے نقل فرمائی ہے جسکا مدلول یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں سخن ہر اول تو ہم اسکی صحت کو نہیں تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً۔ انا نقلنا پس اسوجہ سے کہ یحییٰ بن یمر اور عکرمہ نے اس روایت کو حضرت عثمان سے روایت کیا ہے اور دونوں نے حضرت عثمان کو دیکھا اور نہ انہیں کچھ سنا ہے تو یہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسکی صریح عقل دلائل کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور انہوں صحابہ کو جمع کر کے اس میں کلام کو جمع کیا تو انہوں نے کوئی لفظ ایسا جو سخن پر خطا ہو اور موجب قدح اور اعتراض کا ہو گزرا نہ باقی چھوڑا ہو گا۔ اور کیونکہ عقل سلیم اور باور کر سکتی ہے کہ ایسی غلط الفاظ کہ جن میں کسی قسم کا مفاد حاصل نہ ہو دیدہ و دستہ قرآن میں باقی رکھیں بروی عقل ہرگز ممکن نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے تمام حروف و حرکات کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم متواتر معارضہ نہیں کر سکتے اور ساقط الاعتبار ہی تیسری اس روایت کا محل بالکل منسحب اور صاف ہے کہ جن میں نہ کچھ شک و شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض متحج و مبہم اگر یہ روایت صحیح ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو تو اسکی معنی یہ ہیں کہ فی المصحف بحثا فی تلاوتہا یعنی بعض جگہ رسم بخط اس طرح پر ہے کہ اگر اسکو پڑھیں والا اوسے طرح پڑھی جطرح کہ ہوتا

رسم الخط کے لکھا ہوا ہے تو وہ غلط ہوگا اور تلاوت میں محن واقع ہوگا تو حاصل یہ ہوا کہ مصحف  
 میں باعتبار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہیں جنکی تلاوت میں اگر اوسطی طرح پڑا جاوے جسطرح  
 لکھی ہیں تو محن واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ لا اذ بحمہ اور لا اذ صموا اور سن بنا ہی المرسلین وغیرہ ایک  
 اور ظاہر ہے کہ اگر یہ الفاظ بدون معرفہ رسم الخط اوسطی طرح تلاوت کی جائیں جسطرح کہ لکھی ہوئی ہیں تو  
 بالکل متغیر ہو جائیگی۔ اور ایجاب نفی ہو جائیگا۔ اور کلمات میں ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو انہیں  
 کی طرح داخل نہیں ہے اور تلاوت غلط ہوگی۔ پس اسکو سمجھئے یہ نہیں کہ الفاظ قرآنی یا اس کے  
 رسم الخط میں ہی غلطی اور محن ہو۔ پس یہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سود  
 سمجھ کر نقل کر دیتے ہیں پھر علاوہ اسکی دین و دانت کی یہ کیفیت ہے کہ روایات نقل میں حضرت کشمیری  
 صاحب صاحب ترمذی وغیرہ نے اس روایت کے الفاظ کو منع و تحریف کر کے اپنے ائمہ افسانہ  
 تقویت اور تائید کی غرض سے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے اور ہماری فاضل مخاطب نے ہی انہیں کی  
 نقیب فرمائی اور خوشی سے انہیں الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کی تھی بڑے ناز و خواہ  
 کر ساتھ نقل کر دیا۔ حالانکہ وہ رسم الخط میں اب میں عرض کرتا ہوں کہ اصل کیونکر تھی اور پھر حضرت  
 زائنین نے تحریف فرما کر اپنے مدعا کے موافق کیونکر بنایا۔ اصل الفاظ یہ تھے وقال عثمان  
 ان فی المصحف لحنا و مستقیمہ العرب بالستما اسین لفظ مستقیمہ صیغۃ مضارع کا ہے  
 باب افعال ناقصہ سہرا و اسہر حرف سین استقبال قریب کے لسی داخل ہے اور ہا صنیہ آخر میں لاحق ہا  
 جو راجع الی اللحن ہر جگہ کے معنی یہ ہیں کہ عرب اسکو اپنے زبانوں کے ساتھ تلاوت میں سیدھا  
 اور ٹھیک کر لیتے تھے چنانچہ بعض روایات میں ان العرب ستعربھا بالستما مروی ہے اور  
 بعض روایات میں تقیمھا وارد ہے چنانچہ شیخ ابو سعید عثمان بن سعید بن عثمان المقرئ نے  
 اپنے کتاب رسم الخط میں یہ روایات نقل کی ہیں پھر اسکو حضرت مزار کشمیری صاحب وغیرہ  
 اور ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ و تحریف فرما کر اس طرح بنایا کہ حرف سین اصل خزاہ  
 کیا اور حرف تاء علامت مضارع کو حذف فرمایا اور ہا کے صنیہ کو تائی ثابت کی بلکہ لفظ

نقل روایت میں ایک لکھنؤ کے مولانا نے دیا ہے کہ

سقیمتہ مادہ سقم باب سقم سقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت شبہ کا بنایا جسکے معنی یہ ہو گئی  
 کہ قرآن میں عرب کے الفاظ سقیمہ یعنی ضعیفہ اور مر جوحہ اور غلط داخل میں پہراب دیکھی کہ غلط  
 کو کس قدر تقویت اور تائید ہو گئی۔ پس آپ کے اس دین و دیانت پر صد آفرین ہے کہ کچھ نہیں کہتے  
 خدا تعالیٰ آپ صابحو نیکو اسکی بڑا موفور عطا فرماوے دیرسم اللہ عبد اللہ قال آمینا۔ پس ہم نے  
 خوب غور کیا اور تیرہ سو برس سے غور کرتے چلے آتے ہیں نہ کہیں بحن قرآن میں میرا اور نہ سقیمتہ  
 العرب ہے۔ یہ حضرات کی فہم کی خوبی ہے یا حضرت کینا یا کا شمر ہو کر روایت میں جسکو وجہ سے  
 ایجاد و اختراع کیا گیا۔ لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک بروی ادنیٰ روایات کے جو ائمہ سے  
 مروی ہوئی اور جو مفید قطع کوہ میں جنگو اکابر شیعہ تسلیم کر کے وقوع تحریف کا اعتقاد کر لیا ہے  
 قرآن میں کمی و بیشی اور تفسیر تبدیل اور نسخ و تحریف بہت کچھ ہو کر پس تک القرآن نے حقیقت یہ کہ وہ نہیں  
 اور تک کہ یہ معنی ہیں وہ نہیں **قولہ** غرض کہ اور اسی قسم کی روایتیں در سنن و ائقان وغیرہ  
 میں موجود ہیں ارادہ تھا کہ جو کچھ انکے جواب آپ کے علمائے دینی ہیں وہ نقل کر کے انکی کیفیت ہی  
 لکھو جائے مگر خوف اطباء نہیں لکھتے یہ دیکھا جائیگا۔ **افول** یہ جرب کہی آپ کا دل  
 چاہی دیکھ لیجئے ہم ہر طرح حاضرین نہ تحریر سے انکار ہی نہ تقریر سے دین مصرع میں نہ  
 ہیں جو کان میں گو **قولہ** آپ کے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ غلط ہو گیا  
 بلکہ کتاب اللہ کو جسکی تعظیم و احترام ضروری ہے جلوایا پڑوایا علی اختلاف الریثین **افول**  
 پہلو کسی دلیل شرعی سے یہ تو ثابت کیجئے کہ مطلق جلوایا یا پھر اناذنت اور خلاف تعظیم و احترام ہے  
 جب تک آپ یہ ثابت نہ فرادینگی اسوقت تک آپکا اعتراض ہی لغو ہے اولاً لغت لغت نہیں  
 بیجئے ہم آپ سے بلکہ علماء اثنا عشریہ سے استفتاء کرتے ہیں جواب تحریر فرادین کیا فراتے ہیں علماء  
 امامیہ اثنا عشریہ اس صورت میں کہ ایک شخص نے ایسی حالت میں کہ اوکو نزدیک قرآن شریف  
 میں کلمات تفسیر ہی لکھ پڑی تھے اصل قرآن کو اولیٰ جد اگر کے جمع و تالیف کیا اور یہ جمع و  
 تالیف کے اوکی نسخ کو اطراف و اکناف عالم میں شائع کیا اور اسکو منافقین و منافقین نے

بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کر لیا پھر اس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو ہم نے مسودہ کے  
 ہوا اور حسین کلمات تفسیر و روح تہی مبادا ظاہر ہو کر باعث اختلاف است و نزاع کا ہوا و سکو جلو دیا یا پارہ  
 پارہ کر دیا تو یہ شخص ماجر ہے یا آثم اگر آثم ہے تو کس گناہ کا ٹکب ہوا بیو بالہ لائل التبرعہ  
 توجرو اور نہیں تو اسی مختصر سوال کا جواب دیدیجی اگر کوئی شخص بلا قصد انت قرآن شریف کو اپنی  
 رائی میں کوئی مصلحت شرعی سمجھ کر جلوائے یا پھر واسے توجائز ہے یا حرام حضرت میر صاحب  
 حسب شہادت آپ کے امام کلینی کے۔ امام صادقؑ نے تو یہاں تک انت کی کہ ہتھ پھینک دیا  
 تفسیر سورہ نمل میں غفر صافی روایت نقل کی ہے و فی الکافی عن القاسم عن (عن الصادق)  
 انہ قراء انت کون ائمتہ ہی ازکی من ائمتہ کم فقیل انا نقرأھا امتہ  
 ادبی من امتہ فقال وما ادبی من امتہ واوما بیدہ فخر جمہا ہم اسکو علی  
 الامیہ ہی تفسار کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح قرآن کی انت کرے توجائز ہے یا حرام  
**قولہ** یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بیاصل عثمانی قرار دین آپ کے خاتم المتکلمین کے عادت میں چونکہ  
 تسخیری بطور تحذیر او ہنون نے ایسا فرمایا ہے۔ افسوس کہ آپ نے اولی عبارت میں تامل نہیں فرمایا  
 معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب ناملائم سے مقب کیا ہو۔ یہ محض کذب و افتراء  
 ہے۔ اور اگر آپ اسباب میں کوئی سند لاسکتے ہیں تو لایع۔ **اقول** جب وقوع تحریف روایت  
 صحیحہ یا اعتراف اکابر شیعہ ہم ثابت کر چکے تو ظاہر ہے کہ یہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت  
 عثمان رضی اللہ عنہ میں ہے واقعہ ہوا ہو گا کیونکہ وہ جمع و تالیف جوادل شخص کے زمانہ میں کی تھی  
 اور کا خلاصہ ہی ایسی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہو گیا تو اسکو  
 اگر شیعہ صرف عثمانی اور بیاصل عثمانی کہیں تو کیا بعید ہے۔ یہ لفظ نسبی اسکا مل تو صریح روایات  
 ثابت ہونا اور اگر متبع کیا جاوے تو انشاء اللہ شیعہ کی نصیحتات میں یہ لقب بھی چھلکے گا۔ علامہ  
 لعلہ کا فی حق میں سے روایت ہو کہ امام صادقؑ نے (باین الفاظ) ان لکون ائمتہ ہی ازکی من ائمتہ ہم کہیں ہی عرض کیا  
 کہ ہم تو اسکو ائمتہ ہی کہیں من فرمایا اور ادبی من نہ کیا اور لایع نہ ہے سے اشارہ کیا اور اسکو دل دیا۔ ۱۳۔

ہمیں سابق میں ارغام سے عبارت کتاب بارۃ ضنیہ کے نقل کے ہے اس سے صریح یہ لقب  
 نامعلوم نہیں ثابت ہوتا تو کیا ثابت ہوتا ہے چونکہ اسم این قرآن نظم غنائت الخ نظم عثمانی اور  
 بیاض عثمانی میں کیا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ اپنے علماء کی کتابوں کو دیکھتے نہیں جو آپ کو  
 اپنے مذہب کا حال معلوم ہو۔ پس ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا اور آپ کا کذب و افتراء کہتے  
 محض کذب ہوا **قولہ** اب آپ انصاف فرما دیں کہ کیا کتاب اللہ ہر تسک کے یہی معنی ہیں کہ  
 جس کا حافظ خود خدا جیسا ہو اسی کو محرف و غلط و سقیمۃ العرب فرمائیں اور اس کو جلائیں  
 یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہیں اور بجائے تعظیم و احترام جلائیں اور انکو دین میں پیشوا و مقتدا  
 سمجھیں **اقول** حسب ارشاد ہم نے تو انصاف سے عرض کر دیا کہ غلط ہونے کا الزام محض  
 فہمی ہے اور محرف ہونیکا الزام کذب و افتراء اور سقیمۃ العرب ہونے کا الزام حضرات کے خیانت نہیں  
 بلکہ دین و دیانت ہے۔ لیکن تسک کے یہی معنی کہ کتاب اللہ کو محرف فرما دیں اور اس میں تحریف اعتقاد  
 کریں اور موافق اصول کے قرآن میں تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تسک کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو  
 بخوش ہو کر طرہی انت کے مہینکے دیں۔ اور تسک کے یہی معنی ہیں کہ اس کو لوگوں کو جو قرآن غلطیوں کا اور  
 تحریفات کا اعتقاد کریں یا تحریف کی شہادت دیں یا قرآن کو اہانت کے ساتھ پہنکیں اور جلائیں  
 تعظیم و احترام اس کی اہانت کریں اور مقتدا اور پیشوا واجب الاطاعت بمنزلہ انبیاء و انبیاء و انبیاء و انبیاء  
 سمجھیں **مع** بین تفاوت و رد و کجاست تا بجاء **قال الفاضل المحیب**۔ **قولہ**۔ کیا تسک کے  
 یہی معنی ہیں کہ (نوذ باللہ توبہ توبہ) آل سول کی بیات طہیات کو بلکہ انکی شرکاء ہونکو منصوب  
 اعداء ہر دین۔ چنانچہ کافی کلینی سے صاحب تحفہ و منہج الکلام آیات بیات نے روایت نقل کی کہ  
**اقول**۔ صاحب تحفہ وغیرہ نے اول فرج غضبت نقل کی ہے مگر ہمارے حضرت مجتبیٰ اپنی طرف سے  
 بلکہ انکو شرکاء ہونکو الہ زیادہ کر دیا کمال میں تو میں فرمایا شرم دیا سے خوب کام لیا۔ حضرت ابوبکر  
 عینیہ نقل فرما دیں جبکہ ترجمہ خود بدلتے بلکہ انکی شرکاء ہونکو فرمایا ہے۔ حالہ دینی میں اس طرف  
 کرنے سے انحضرت کو خوف خدا نہیں۔ اہل علم و حقیر شرم و حیا نہیں **بقول العبد الفقیر الی مولائہ**

جب آپ کے امام کلینی نے اول فرج غضبت منہا مات طہبات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر غلطاً ہو  
 بلکہ انکی شرکاء ہو کر انھیں لکھ دیا تو کیا غضبت سے اول فرج غضبت منہا کا اگر یہ ہے بعینہ مطلب نہیں  
 تو آپ ہی فرمادیں کہ اسکے سوا اور کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد شرکاء نہیں ہے  
 یا غضبت سے منصوب ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ ان ہمارے یہ تو خطا غلط ہے کہ ہم نے لفظ فرج کا  
 ترجمہ شرکاء کیا ہے اور لفظ فرج عضو مخصوص کے لیے صریح ہے اور شرکاء کنایہ لطیف معلوم ہوتا ہے  
 کہ آپ کو اس وقت پسند آتا اور صریح معلوم ہوتا جب کوئی شخص آپ کے امام کلینی کے اس شخص کا ترجمہ دیکھ  
 صریح اور مثبت الفاظ میں معاف نہ کرتا۔ بلکہ نہایت افسوس ہے کہ خطا تو آپ کی امام کے اور جہلا میں بہتر  
 خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا تو آپ کے امام کلینی فرمایاں اور عتاب ہو بہو اگر یہ الفاظ بمقتضا  
 آپ کے دین و ایمان و حیا و شرم کی بجائی سے ناسی اور استعجاب میں تو اپنے حضرت کلینی کے روح  
 پر فرج کو صلوات میں سنائی یا جو انکو اساتذہ بزرگوار میں جن سے اوہوں نے یہ فحش و بیجائی کے  
 بات اخذ کی ہے انکو کچھ کہی ہم تو بعض نقل مضمون میں کہ الزاماً خدمت میں شکیں کیا تو پھر  
 یہ نا واجب غصہ کیونکر لاجائز ہے۔ ان اگر ہمیں نقل میں خطا کی ہو اور اپنی طرف سے تراش کر  
 لکھ دیا ہو تو اس وقت بہت ہم مقصور و راتے۔ پس معلوم نہیں کہ آپ ہم پر کیونکر جہلا دیے۔ ہم نے کیا  
 بجا نصرت کیا تھا جو آپ کو یوں بے طرح جوش آگیا۔ اگر ہم نے اپنی طرف سے کوئی نصرت کیا تھا  
 تو پہلے ثابت کرنا چاہی تھا اصل روایت کلینی سے نقل فرماتے اور لکھتے کہ اس روایت کے نسبت  
 یہ زیادہ ہے اور نقل مضمون میں یہ نا جائز نصرت ہے اور بدوں اسکے وضوین بے دلیل شرعاً جہلا  
 اہل عقل و خرد کا تو کام نہیں ہے۔ اس پر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ کتنے میں صاحب تحفہ وغیرہ نے  
 اول فرج غضبت منہا نقل کی ہے جس پر بظاہر الزام صاحب تحفہ کی طرف عاید کیا ہے اور یہ  
 نہیں فرماتے کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے کہا نہ نقل کی ہے اصل موجد اس فحش و بیجائی کا کون  
 یہ آپ کی دیانت کا مقتضا ہے۔ معذرا یہ جو سوال فرمایا کہ (حضرت دہ عبارت بعینہ نقل فرمادیں  
 جبکہ ترجمہ خود بدولت کے بلکہ انکی شرکاء ہو کر فرمایا ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ ہندہ کی عبارت کو



بغور ملاحظہ فرمادین۔ اوسین کہان لکھا ہے کہ یہ ترجمہ ہے جسکو واسطہ تطابن لفظی شرط ہے جسکو  
آپ تلاش فرماتے ہیں۔ حیف ہے کہ آپ کو اتنی ہی خبر نہیں ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ نقل مضنون  
اور حکایت بالنعنے ہر جسکے لیے صحت و اتحاد مطلب شرط ہے و بس کوم نہیں جانتے اسکا  
ترجمہ ہونا کس قرینہ سے سمجھا۔ باقی رہ خدا کا خوف اور اہل علم شرم و حیا تو بہت حضرات شیعہ کو  
حاصل ہے کہ سقیمہ العرب سچ کر کے ہنر مطلب کے لیے سقیمہ العرب بنالیا اور اپنی مدعا کے موافق  
روایت میں تصرف کر لیا البتہ معاملات دینی میں خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو بہت ہوئی  
اسی طرح آپ کے شریف رضی نے بیچ البلاغت میں جابجا جناب امیر کی کلام کا استنباط کیا  
اور اسکو سچ تحریف کر ڈالا جس سے شراح کا یہی ناک میں دم لگ گیا اور بے اخبار اکیسے لوگوں ہی  
بن نہر اچانچ ہم ابحاث سابقہ میں بغور مشی منوہ خوار و عرض کر آئی ہیں البتہ خدا کا خوف اور اہل  
علم سے شرم و حیا تو اسکا نام ہے اور اسکی بہت نظیریں ہیں جو کہ بقدر حافظہ میں ہیں مگر خوف  
تطویل و رخصت نہیں دینا۔ **قول** میر حال حضرت مجیب کی عرض اس سے نکاح ام کلثوم ہے  
اگر اس امر کی تحقیق کہ نکاح خلیفہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو ام کلثوم بنت  
حضرت زہرا۔ علیہا السلام سے ہوا یا کس ام کلثوم سے بجا دی تو بہت ہی طویل ہو اور  
بیاعت بیماری اور عدم الفرستی اس قدر طویل بحث ہمیں نہیں آتی اور نیز پہلے ہی اس تحریر میں مل  
ہو گیا۔ اگر حضرت مجیب کو شوق ہو تو جواب آیات ثنات و اہمب النیران و تحفہ الاشعرہ وغیرہ  
میں ملاحظہ فرمالین **قول** جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپ کو ضروری دینی مسائل  
کی تحقیقات کی نسبت اس قدر گریز و انماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیوں چھیڑا کرتا اور یہ  
جو شروع جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ (اگر غور فرمائی تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے) یہ صرف جواب  
ہمارے ہی واسطہ تھا اور اقامت من الناس بالبد کے حکم میں تھا۔ اگر آپ ایسی موضع مدعی  
الفرست تھو تو آپ کے سوال ہی کیوں لکھا۔ شاید آپ کو یہ خیال ہو گا کہ خصم کب دست گجریان ہوتا  
اور کب یہ دو رخصت یاہ نظر آئیگا۔ اب جب موقع آیا تو یوں عذر و حیل و گریز و انماض ہونے لگا

آپ کا خصم آپ کو ایسی ایک نہ سینگا جب تک آپ جواب صاف نہ دیں گے وہ آپ کا گلو گیر ہی رہیگا بھان  
 جواب آیات بیات پر آپ نے تین شعر سوال بوسہ کو ملا جواب چین ابروی + برات  
 عاشقان بر شاخ آہوا سکو کہتے ہیں بد حضرت سوال تو آپ سے ہے آپ جواب بیکر اگر جواب  
 آیات بیات میں یہ بحث تو آپ دین سے دیکھ یہاں کہ جواب بیکر آپ کے خصم کو کچھ حاجت  
 نہیں کہ وہ یہ کتابیں دیکھتا پھری۔ حیلہ خوف نطویل بالکل ٹوٹی۔ جہان آپ کے چار درق کے  
 جواب میں یہ جز تحریر فرمائی اور اس کے لیے آپ کو بیماری اور عدم الفرستی مانع ہوئی تو اس مسئلہ کو  
 یہی ہی ایک دو جز کا کچھ ضائع نہ ہوتا۔ مگر شاید عجب نہیں کہ اس مسئلہ کی ہی خوف سے بیماری  
 لاحق حال ہوئی ہو اور جار اچڑہ آیا ہو کیونکہ یہ مسئلہ ایسی ہی ٹھیری کبیری اگر یہ ہے تو ہم ہی  
 معافی کلمہ دینگے اور حد و سنجیدگی کے بشرطی۔ **قولہ** مگر یہاں صرف اس قدر لکھا جاتا ہے کہ خط  
 اہلسنت ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ہوا اس طرح شیعہ انکی کتب سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح کلثوم  
 بنت زہراء سے نہیں ہوا۔ اور یہ نکاح بھی باکرہ ہوا جو غضب سے مراد ہے صرف فرق الفاظ ہے  
 چنانچہ دو تین روایتیں اس قسم کی لکھی جاتے ہیں صحابہ عن محمد بن جبرین ہے صحیح عن عمر  
 خطب ام کلثوم بن علی فاعتل بصغرها وایانہ اعدھا لابن اخیه جعفر فقال لہم اعدوا  
 الباءۃ ولكن سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب یقطع  
 یوم القیمۃ ملخلا سببی ونسبی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ان علیا لما عین  
 نکاح ابنہ بعمر واستعذر بصغرها لم یکن یقبل منہ ذلک العذر حتی الجأ الی غزوہ بدر  
 کہ لفظ النکاح آپ کی کتاب میں موجود ہے غضب اور اس لفظ میں صرف تباہ لفظی ہے یہ کتاب  
 بہت السعداء میں ہے ام کلثوم دختر ابو بکر بود مادہ ش اسما بنت عیس کہ اول زن خضر طیار  
 بود باز بنکاح ابو بکر ورا دہ از ابو بکر پسری عبد الرحمن نام دیک دختر ام کلثوم زایدہ بعد  
 از ان بنکاح علی بن ابی طالب ورا دہ ام کلثوم سمراہ مادہ زائدہ عمر بن خطاب با ام کلثوم  
 دختر ابو بکر نکاح کرد۔ انتہی۔ غرض کہ خطب اہلسنت یہ نکاح ثابت کرتے ہیں۔ شیعہ

اسی طرح اونکی کتابوں میں اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر  
 سے ہوا اور چونکہ وہ دامن عاطفت جناب امیر علیہ السلام میں ملی تھی فطر ربط و اتحاد سے وہ جناب  
 امیر کی ہی بیٹی شہد تھی اور اس کا نکاح ہی جناب امیر کو منظور نہ تھا۔ چنانچہ روایت مذکورہ  
 ثابت ہر اقوال و اشہد ان روزگار ناظرین رسالہ ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کی تقریر سے  
 ان کو اس باخنگے اور حیرانی و پریشانی سمجھ گئی ہو گئے کہ کیسی گرداب غمراں میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں  
 اور تمہارا لٹری سید ہی مار رہے ہیں لیکن دلائل حین مناص۔ اب لکھیں ہم اس بحث کو چہرہ پر  
 اور تمام پہلوؤں پر جو ہماری فاضل مخاطب نے سمجھ کر ذکر کئے ہیں بحث کرتے ہیں۔ اول ہماری فاضل  
 مجیب نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوا۔ دوسرا دعویٰ  
 یہ کیا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ تیسرا یہ دعویٰ کیا کہ یہ  
 نکاح ہی بابرہ ہوا۔ پھر ان تینوں دعویوں کی ثبوت کے لیے تین روایتیں ذکر فرمائی۔ ہم حیران ہیں  
 کہ پہلی روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ کیوں ذکر فرمائی اس سے کس دعویٰ کا  
 اثبات مطلق سامی ہے نہ پہلے دعویٰ کے ثبوت سے اس کو تسلسل نہ دوسری دعویٰ  
 کچھ ربط نہ تیسرے دعویٰ سے اس بلکہ صریح نقیض دعویٰ کے اول چرچا ہے کیونکہ حضرت  
 فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خوشگاری کی علت بیان فرمائی وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ساتھ بیونہ ہونا جو قابل انقطاع نہیں ہے نہ نظر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ  
 ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دختر تھیں کیونکہ اگر یہ ام کلثوم دختر حضرت  
 صدیق ثبوتی تو پھر اس علت کے ساتھ خوشگاری کے کچھ جتن نہیں بیونہ اور خوشگی  
 اسی لیے تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ نسبت منعقد ہو جاوے۔ جو  
 بنت صدیق نہیں بلکہ بنت علی نہیں ہی جو بطین حضرت زہرا سے ہو موقوف تھا تو اس سے صاف  
 معلوم ہوا کہ یہ روایت مثبت نقیض دعویٰ اول ہے اور بطل عین دعویٰ ثانی و ثالث  
 پس ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔ کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب

امیر کی بیٹی شہد تھی

اور مثبت مدعا سمجھ کر سب پہلے خصم کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور انہیں سنبھال سکتے ہیں کہ یہ روایت ہمارے مدعا کو مفید ہے یا نظر لیکن ہر کوئی کچھ شکایت نہیں دیتی یہ اعتراض ایسا وار عصال اذیت دہ غیر قابل اخلال ہے کہ اسکو سنکر جعفر اوسان حضرات کی خطا ہوں بجائے اور جعفر حواس پریشان ہوں زیبا۔ پہر ایک اور طرف تماشا یہ کہ تحریر فرماتے ہیں کہ جعفر اہلسنت اس نکاح کو ثابت کرتے ہیں اسطرح شیعہ اذیتی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ انہیں ہر اس نہیں ہوا جو حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور فہم پر دل ہو کوئی حضرت مخاطب سے پوچھ کر حضرت اذیتی کتابوں کی کیون فید لگائی گئی ہی اپنی کتابوں کو ذکر سے اور انہیں ثابت ہونے ہونے سے کیون پہلو پتی فرمایا یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل و محامد اہلسنت کے نزدیک کچھ اس نکاح ہی پر منحصر نہیں۔ حضرت کو جو علوم مرتبہ اسلام میں ہے اگر یہ نکاح نہ ہوتا تو یہی وہ مرتبہ حاصل تھا۔ لیکن چونکہ حضرات اہل تشیع کو انکو فضائل سے انکار ہے اور بلکہ دائرہ ایمان سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جناب امیر کے اور اذیتی باجم کمال عادت تھی تو اس امر کی ابطال کے لیے اہلسنت الزامات شیعہ کی کتابوں سے یہ روایت نقل کر کے انکو چھوٹا کرتے ہیں تو اگر بعض محال اہلسنت کی کتابوں میں یہ نکاح ام کلثوم بنت زہرا سے ثابت ہو بلکہ ام کلثوم بنت صدیقؑ نہ تھی تو حضرت شیعہ کے اوپر یہ الزام جو بموجب اذیتی روایات کے منہر چسپان ہوا ہے صرف اتنا کہنے سے کہ یہ نکاح اہلسنت کی کتابوں میں ثابت نہیں ہے کیونکہ اوہ کہتا ہے حالانکہ یہ ہی غلط ہے کہ اہلسنت کی کتابوں میں یہ ثابت نہیں چنانچہ ہم عرض کریں گے پس اس الزام کے ہماری جنس محبت جعفرؑ کا تحریر و کتاب روایات لکھی وہ سب انوار بے سود ہیں اور حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور خوش فہمی پر دل میں اگر بالکل سکوت کرتے اور کچھ بھی نہ کہتے تو یہ سببت اس کے لیے بہت بہتر تھا کیونکہ کچھ پردہ پوشی رہتی اب بھی ہم اسکا ثبوت اہلسنت و اہل تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں۔ اول اہلسنت کی کتب معتبرہ مختصر ثبوت سنائی۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۰۳ میں مذکور ہے۔

اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہوا کہ ام کلثوم بنت زہرا سے نکاح ہوا۔

اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہوا کہ ام کلثوم بنت زہرا سے نکاح ہوا۔

عبداللہ اناعبد اللہ انا یونس عن ابن شہاب قال ثعلبہ بن اجماع ان عمر بن الخطاب قسم وطابینساء من نساء المدینۃ فبقیہم طحید فقال لہ البعض من عندہ یا امیر المؤمنین اعطہا ہذا بنت رسول اللہ الی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی فقال عمر ام سلیط احق ام سلیط من نسائ الاضار ممن یبلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عمر فانہا کانت تزفر لنا القرب یوم احد اور سنیسیکے حاشیہ پر مذکور ہے قال الکریانی ام کلثوم بنت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولدت فی حواء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہا عمر الی علی فقال انا البغہا الیک فان رضیت فقد زوجکھا فبغتمہا الیہ یرد وقال لھا قولی ہذا لیرد الذی قلت لک فقالت ذلک لہم فقال لھا قولی قد رضیت رضی اللہ عنک ووضعی یدہ علی ساقہا فکفہا فقالت الفعل ہذا لولا انک امیر المؤمنین لکسرت انفک ثم حیات اباجا فقالت بعثتہ الی شیخ سوء واجبرتہ فقال لھا یا بنیۃ انہ زوجک سنن

سنت حسب بن اجماع کہ امیر بن خطاب نے مدینہ کو جو چادر تین قسم کی تھی ایک چادر جو تینوں کے پاس اور ایک چادر جو کلثوم بنت علی کو اور ایک چادر جو رسول اللہ کی دختر کو جو تیر کے پاس دیدی۔ عمر نے کہا کہ ام سلیط زیادہ سچی ہے اور ام سلیط اصدا ہے اور بنو تینوں سے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعیت کی تھی عمر نے کہا کیونکہ وہ جنگ احد کی دن ہماری شکست پر نڈر کرے کہ انہ نے کہا کہ ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر فاطمہ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئی عمر نے اس کی سنگی کا علی کے پاس پیام بھیجا تو علی نے وہ یامین اس کو تیری پاس بھیجکا اگر تیری رضا ہو تو میں تیری ساتھ اور کناج کر دیا۔ پہرام کلثوم کو ایک چادر دیکر عمر کے پاس بھیجا اور اس کو کہا کہ تو کہو کہ یہ وہ چادر ہے جو کناجی تھی تو کر کیا تھا ام کلثوم نے وہی عمر سے کہا عمر نے اس کو کہا کہ کہنا میں راضی ہوا خدا تجھے راضی ہو اور یہاں ہاتھ ام کلثوم کی سان پر رکھا اور اس کو کہو لا ام کلثوم نے کہا تو یہ کیا تاہم اگر تو امیر المؤمنین ہو تو تینوں تیری ناک ٹوٹ ڈالتی۔ پہر اپنے باپ کے پاس آکر اور کہا جب کو اس نے بڑی بیٹی کے پاس بھیجا تھا اور حقیقت حال کی خبر دی۔ علی نے کہا بیادہ تیرا شوہر بنے۔ ۱۲۔ ام کلثوم بنت علی خود جو عمر کا اور اس کے فرزند جو زید کہتے تھے جنازہ یک بار کہا گیا۔ -

لہا یقال للزید وضعا جلیعا والامام یومئذ سعید ابن العاص و فی الناس  
 ابن ابی بکر و ابو سعید و ابو قتادہ فوضع العلام مابلی الامام - علاوہ انکی  
 خاتم التکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ حیدر وائتین نواز قاض مولانا محمد حسینی سیدی  
 نقل کی ہے ہم یہی انتہی الکلام سے تینا لقائن نقل کرتے ہیں - عَزَّعَبَّةُ بْنُ عَامِرٍ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ إِلَى عِلِّيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ وَكَانَ يَوْمَئِذٍ  
 فَقَالَ عَلَيْهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا عِنْدِي إِلَّا الصَّغِيرَةُ فَقَالَ عُمَرُ مَا يَحْمِلُكَ  
 عَلَى كَثْرَةِ تَزْدِدُنِي إِلَيْكَ إِلَّا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ حَبٍ وَشَبِّ وَشَبِّ وَصَهْرٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
 إِلَّا حَبَّ وَشَبِّ وَشَبِّ وَصَهْرٍ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَمَرَ  
 بِابْنَتِهِ مِنْ فَاطِمَةَ فَزَيَّنَتْ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا دَاخَلَهَا  
 قَامَ إِلَيْهَا فَاجْلَسَهَا فِي حَجْرٍ وَقَبَّلَهَا وَدَعَا لَهَا فَلَمَّا قَامَتْ اخْتَدَبَ بِأَقْفِهَا  
 وَقَالَ لَهَا قَوْلِي لِإِبْنِكَ قَدْ رَضِيتُ فَلَمَّا جَاءَتْ الْجَارِيَةُ إِلَيْهَا قَالَتْ لَهَا  
 مَا قَالَتْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ لَمَّا دَاخَلَنِي قَامَ إِلَيَّ فَاجْلَسَنِي فِي حَجْرٍ وَقَبَّلَنِي

۱۔ اول امام اوس وز سعید بن العاص تھا۔ اور کوئین ابن مسعود ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ یہی تھی پس انکو  
 امام کے متصل کہا ۱۲۔ عقیقہ بن ماسر روایت ہے کہ عمر علی کو انکی تحریر جو طبرستان میں گئی کا پیام دیا اور کثرت  
 آمد و رفت کہی گئی کہ ای ابو الحسن بن علی بن ابی حمزہ میرے پاس اور کوئی نہیں ہے کہ اسکا ایک پاس (اس معاملہ میں) بکثرت آمد  
 اور کوئی باعث نہیں ہے کہ صرف یہی کہتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے تمام رشتہ داروں اور اہل قلع  
 منقطع ہو جائینگے مگر میرا رشتہ دار نہ آوے اور اہل قلع نہیں ہیں مگر میں اور اپنے ذمہ کی نسبت جو فاطمہ سے تین ستم دیا  
 اور انکو آہستہ کیا اور عمر کے پاس بھیجا جب عمر اسکو دیکھا اور پتہ پکڑی ہوئی اور اسکو اپنی گود میں بٹھلایا اور دعا دی  
 جب اسکو فواد سلجند کی پکڑی اور اسکو کہا کہ اپنی باپ کے گود میں راضی ہو گیا جب چوکر کی اپنی باپ کے پاس آئی تو چوکر  
 کہ ابو الحسن بن علی بن ابی حمزہ میرا رشتہ دار نہ آوے اور اسکو دیکھا اور پتہ پکڑی ہوئی اور اسکو اپنی گود میں بٹھلایا اور دعا دی اور

وَعَالِي فَلَمَّا خُفِئَتْ أَخَذَ بِنَاقِي وَقَالَ لِي قَوْلِي لِأَيِّكَ قَدْ رَضِيتُ فَأَتَكُمَا  
 آيَاهُ فَوَلَدَتْ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو فَعَاشَ حَتَّى كَانَ رَجُلًا ثُمَّ مَاتَ دُوسِرَى رَوَيْتُ  
 خُطْبَ عُمَرَ <sup>عَلَيْهِ السَّلَامُ</sup> رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنْبَأَهُ أَمَّ كُثُومٍ وَأُمُّهَا فَاطِمَةُ ابْنَةُ رَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ إِنَّ عَلِيَّ فِيهِ أَحِبُّ فِي هَذَا الشَّانِ أَمْرًا حَتَّى  
 اسْتَأْذَنَهُمْ فَأَنَّى وَلَكِنَّ فَاطِمَةَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُمْ فَقَالُوا رَوْحَهُ فَدَعَا  
 أَمَّ كُثُومَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صَبِيَّةٌ فَقَالَ انْطَلِقِي إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَعَوَّلِي لَهُ إِنَّ  
 ابْنِي يَقْرَأُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّا لَفَضَّلْنَا مَا جَعَلَ اللَّهُ يَطْلُبُ فَاحْذَرِيهَا  
 وَضَعَهَا إِلَيْهِ وَقَالَ ابْنِي خُطْبَتُهَا إِلَى ابْنِهَا فَزَوَّجْنَاهَا نَفِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ  
 تُرِيدُ إِلَيْهَا صَبِيَّةً صَغِيرَةً فَقَالَ ابْنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ  
 ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِمَثَلِ مَا تَقْدَمُ ابْنِ مَالِكٍ لِي رَوَيْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لَعَلِّي إِنْ أَحْبَبْتُ  
 أَنْتَ كُوزٌ عِنْدِي عُضْوٌ مِنْ أَعْضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ  
 عَلِيٌّ مَا عَنَّا ذِكْرُهَا أَمَّ كُثُومَ وَهِيَ صَغِيرَةٌ فَقَالَ ابْنِي لَعَلِّي تَكْبَرُ فَقَالَ ابْنُ  
 أَمِيرِ بْنِ مَعٍّ قَالَ لَعَمْرُؤُا فَارْجِعْ إِلَى أَهْلِهَا وَقَدْ كَرِهْتُ أَنْ يَنْظُرَ مَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ

۱۔ اور عادی اور جبین اور جی نویر و نندلی بکری اور کنا اپنی باپ کے کنا میں اصری ہو گیا۔ پس علی نے اس کا علاج عمر کے ہاتھ  
 کر دیا (پھر اس سے) زید بن سہید لہوا اور زہدہ دیا تاکہ کہ جو ان ہو گیا پھر مر گیا۔ <sup>۱۱</sup> عمر نے علی رضی اللہ عنہ کو اذکی بیتی  
 (یعنی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں) سنگنی کیا پیام دیا۔ علی نے کہ اس پر منیر ساتھ اور جی ہر من جتنا کہ  
 اور سوزن زلون (کچھ نہیں کہہ سکتا) حضرت فاطمہ کے بیٹے کو پاس آئے اور ان سے یہ دیکھا کہ انہوں نے کہا علاج کرو جو کچھ علم ہو  
 جو اس وقت اس کے تیر لایا اور کہا کہ اسے الرئوسین پاس جا اور اس کے کہہ کر اس پر اب بجا پیام دیا کہ اسے کہہ کر اسے تیری  
 حاجت جو تو نے چاہی تیر بوری کر دی پس اس کو لایا اور اس پر لے لگایا اور کہا کہ میں اس کو اس کی سنگنی کا پیام دیتا اور اس کا  
 میری ساتھ لکھ کر دیا کہ میں کہا ای اب الرئوسین نکلو اس طرف نہایت ہر حال کہ یہ چوری کر کے ہم کہا اپنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے سنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حدیث تک ذکر کیا۔ <sup>۱۲</sup> عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی سخت جگہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو علی نے کہا کہ میری پاس تو بچہ ام کثوم کے دوسرے نہیں اور وہ چہرے ہی کہا اگر جیتی ہو تو بوری  
 ہر جا کہ حضرت علی نے کہا کہ اس کے حال میں میرے ساتھ دو اور جی ابیر میں حضرت عمر نے کہا اچھا علی ابی کہہ کر اسے  
 اور سسر شہر بیکر شہر کہ گیا جواب لیا ہے ۱۲۔

عَلَيْهِ أَذْهَوَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَجَاءَ أَفْذَخًا وَقَدْ بَزِيدَ بِسَفِيدِ اللَّهِ وَأُنْثَى  
عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهَا إِنَّ عَمْرُ خُطْبَ إِلَى أُخْتِكَا فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ لَهَا مَعَ امْرِئٍ  
وَأَنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُزَوِّجَهَا أَنَا هُتَّى أَوْ أَمْرٌ كَمَا فَكَلْتُ الْحُسَيْنُ وَتَكَلَّمَ  
الْحُسَيْنُ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأُنْثَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَبَتَاهُ ضَلَعُ بَدَنِي عَمْرُ حَبِيبِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُوْفِي عَنْهُ وَهُوَ دَاخِرٌ تَعْرِفُ لِي الْخِلَافَةَ فَعَدَلَ  
قَالَ صَدَقْتَ وَلَكِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَقْطَعَ أَعْرَادُوكُمَا بِلَفْظِهِ عِلَافَهُ اسْمُ  
وہ روایت جو فاضل خاٹب نے ہی صواعق ابن حجر سے نقل کی علاوہ اس کے ابن حجر البرقی ہستی  
میں انار ترجمہ ام کلثوم میں روایت کی ہے ان عمر بن الخطاب خطب علی بنتہ ام کلثوم  
فذكر صغرها فقيل له ردك فعاوده فقال له على البث بها اليك فان صئبت  
فهي مرانك فادسل بها اليه فكشف عن ساقها فقالت مه والله لو لا اذنت  
امير المؤمنين للطمت عينك علاوہ اس کے شیخ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب  
اصابہ نے معرفۃ الصحابین بیان کیا ہے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب اہل شام  
امہا فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال ابن ابی عمیر المقدسی  
حدثني سفيان عن عمر بن محمد بن علي عن عمر بن الخطاب خطب علي بنته ام كلثوم

کہا حسن و حسین کو بلاؤدہ اندر آکر دستہ بیٹھ گئی آپ نے خدا کی حمد و ثنا کہی پھر ان سے کہا کہ میرے بھائی و بہن میں سے کسی کو بھیج کر  
دیا ہوتا میں اس کو کہا کہ اس کو علی کے پاس ساتھ وادہ بھیجیں اور میری پسند نہ کیا کہ آؤ تب تک تم سب سترہ نہ کروں اب اس کا ناسخ کر دیا  
حسن جاکر ہے اور حسن بوسے اور خدا کی حمد و ثنا کہہ کر کہا ای باب عمر کے بعد کہ وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کا شرف صحبت پایا اور آپ اس سے راضی و رفاقت پائی پھر متولی خلافت ہوا اور انصاف کیا کیا تو نے شہید کیا  
لیکن میں نے بدو نہ تھا کہ اس امر میں اظہر نصیحت کو پسند نہ کیا، اسے تحقیق عمر بن خطاب سے علی کو توئی دختر  
ام کلثوم کی نکاح کیا دیا۔ آپ نے اس کی صغر سن کا ذکر کیا کہ میں نے کہا کہ آپ کی درخواست کو نہ مانا و ادھون نے پھر زور دیا  
کی۔ علی نے کہا کہ اس کو میں آپ کے پاس بھیجوں گا اگر آپ کی رضا ہوگی تو وہ آپ کی زوجہ ہے۔ پھر اس کو آپ کے  
پاس بھیجا عمر نے اس کی بیٹی کو بھی ام کلثوم کو کہا ہوں خدا کی قسم اگر تو امیر المؤمنین نہ ہوتا تو میں تیری آنکھ پر  
نظم پڑھتا۔ آپ نے ام کلثوم کو شریعہ علی بن ابی طالب کی بھی ادائی والدہ فاطمہ زہرا علیہ السلام کی بیٹی میں ابن  
ابی عمیر نے بھی کہا کہ سفيان بن جریج نے بیان کیا کہ عمر نے علی کو ادائی بھی ام کلثوم کے۔



فذكر له صغرها فقبل له انه ردك فعاوده فقال له على ابنت بها اليك فان  
رضيت فهي امرأتك فارسل اليه فكشف عن ساقها فقالت مدي لولا انك الميراث  
للطمت عينك وقال ابن وهب عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه  
عن جده تزوج عمرا مكنوم على مهر اربعين الفا وقال الزبير ولدت لعمرا  
ابنه زيد ورقية وماتت ام مكنوم وولد لها في يوم واحد اصب بنيد  
في حارب كانت بين بني عبد قحج ليصلح بينهم فشح رجل ولا يعرفه في  
الظلمة فعاشر اياما وكانت امه مرليضة ففانا في يوم واحد وذكرا بولشر  
الدولابي في الذرية الطاهرة من طريق ابن اسحاق عن الحسن بن علي قال لما  
تأجعت ام مكنوم بنت علي من عم دخل عليها حسن وحين فقال لها امكنت  
عليها ليسكنك بعض ابنائنا ولئن اردت ان تصيبين مالا عظيما لتصيبينه  
فدخل على كرم الله وجهه فحمد الله واثنى عليه وقال اي بنية انت الله قد  
جعل امرك بيدك فانا احب ان تجعل بيدك فقالت يا ابت اني امرأة ارجب  
فيما ارجب فيه النساء واحب ان اصيب من الدنيا فقال هذا من عمل هذين

سنة كني كاسام ديا آيے او كی كم عمری بیان کی گینی کہا آيے خواست كو پير ديا او ہونے پر زور ہست کی علی  
اونكو کہا كمين اسكو آيے كے پاس ہيچو كجا اگر آپ کی مرضی ہوئی تو وہ آيے كے پير اسكو ہيچا آيے او كی بندگی كو  
اوسنی کہا ہون اگر تو اير المومنين ہوتا تو تیری آنكہ پر طمانتہ تے۔ ابن ديب نے زید بن اسلم عن ابیہ عن  
کہا کہ عمر نے ام مكنوم كے ساتھ چالیس ہزار ہر پنج كیا۔ زبير نے کہا کہ وہ عمر كے دو بچے زید اور رقية ہيچا آيے اور ام مكنوم  
اور زید اسكو بیٹا كے دن سر زید كو بھي حدی كے كے ایک خانہ جنگی میں جنگی مصاحبت كو اسطر باہر آيا ہوتا كے ساتھ  
پہنچ كیا گینی تاہم زید میری میں سر پہوڑ دیا جند روز زندہ رہا اسكو والدہ ہی جلد سے رہا كے دو كے روز  
ہوئی۔ ابو نضر دولابی نے زید طابو میں ابن اسحق كے طریق سخن بن علی سو كہ كیا۔ جبكہ ام مكنوم منت علی  
عمر سر ہو گئی تو حسن اچس اسكو پاس كج اور کہا كہ اگر علی كو اختیار دیگی تو وہ اپنی فرزند دن (پہنچ) علی كے  
ساتھ تیرا كج كے دینگی۔ اور اگر تو تیرا والد دولت حاصل كرنا چاہتو ہو تو حاصل كرسکتی ہے۔ پیر علی كرم اللہ وجہہ  
اندر آئی اور خدا کی مسند دشا كج اور کہا مینا خدا نے تیری كام كام كج كج اختیار دیا ہے اور میں چاہتا ہوں كہ تجھ كو دینگی  
اور کہا ای باب میں كے عورت ہوں امین رعیت كرتی ہوں امین عورتین رعیت كیا كرتی میں امین چاہتا ہوں

اور اسكو كہا كہ میں اسكو كے ساتھ چالیس ہزار ہر پنج كیا۔ زبير نے کہا کہ وہ عمر كے دو بچے زید اور رقية ہيچا آيے اور ام مكنوم  
اور زید اسكو بیٹا كے دن سر زید كو بھي حدی كے كے ایک خانہ جنگی میں جنگی مصاحبت كو اسطر باہر آيا ہوتا كے ساتھ  
پہنچ كیا گینی تاہم زید میری میں سر پہوڑ دیا جند روز زندہ رہا اسكو والدہ ہی جلد سے رہا كے دو كے روز  
ہوئی۔ ابو نضر دولابی نے زید طابو میں ابن اسحق كے طریق سخن بن علی سو كہ كیا۔ جبكہ ام مكنوم منت علی  
عمر سر ہو گئی تو حسن اچس اسكو پاس كج اور کہا كہ اگر علی كو اختیار دیگی تو وہ اپنی فرزند دن (پہنچ) علی كے  
ساتھ تیرا كج كے دینگی۔ اور اگر تو تیرا والد دولت حاصل كرنا چاہتو ہو تو حاصل كرسکتی ہے۔ پیر علی كرم اللہ وجہہ  
اندر آئی اور خدا کی مسند دشا كج اور کہا مینا خدا نے تیری كام كام كج كج اختیار دیا ہے اور میں چاہتا ہوں كہ تجھ كو دینگی  
اور کہا ای باب میں كے عورت ہوں امین رعیت كرتی ہوں امین عورتین رعیت كیا كرتی میں امین چاہتا ہوں

ثم قام يقول والله لا اكلم واحدا منها او تفعلين فاخذتا بها وسا لاها  
 ففعلته فقال اني قد زوجتك من عون بن جعفر فما لیت عون ان هلك  
 فرجع اليها على رضى الله عنه فقال يا بنیة اجعلی امرک بیدی ففعلت فزوجها  
 اخوه محمد ثم مات عنها فزوجها اخوه عبد الله بن جعفر فمات عنه و  
 ذكر بن سعد نحوه وقال في اخره فكانت تقول اني لا استحي من اسمائت عیس  
 مات ولداها عندنا نخوف على الثالث قال فمكثت عنه و لم تلد لاحد منهم  
 وذكر بن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر عن محمد بن عیاض عن عمر بن الخطاب  
 الى علي فقال انما حببت بناتي على بنی جعفر فقال زوجنيها فوالله ما على ظهر  
 الارض رجل يرصد من كرامتهم ما ارصد قال قد فعلت فجاء عمر بن الخطاب  
 فقال رفوني فرفوه فقالوا بين تزوجت قال بنت علي سمعت عن النبي صلى الله  
 عليه وآله يقول كل صهر ونسب ونسب منقطع يوم القيامة الا صهره  
 ونسبه وسيد وكافله به عليه السلام النسب والسبب فاحببت هذا  
 ايضا ومن طريق عطاء الخراساني ان حميرهمها اربعين الفا وخرج بسند صحيح

في خلافتي ثم من امين ابي سريته بن بولونكا جنك توبه نكركي پير تودونج اوكر پير پير لبي او اس سے سوال کیا تو  
 اونی قبول کیا علی نے کہا کہ نبی تیرا نکاح عون بن جعفر کے ساتھ کر دیا عون چند روز بعد سر گیا پیر علی اوکر پاس آکر کہا بیٹا اپنا ہتھیا  
 چھوڑ دو اتنی دیدیا پیر اوکر نکاح عون کے یہاں ہی محمد کو کر دیا وہ ہی سر گیا پیر اوکر نکاح محمد کو کہا ہی عبد اللہ بن جعفر  
 سے کر دیا اور اوکر پاس رکھی اور ابن سعد نے اسکو قریب قریب ذکر کیا اور اسکو آخر میں کہا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھ کو  
 اسمائت عیس سے شرم آتی ہے کہ اوکر دو فرزند ہماری پاس فوت ہو گئی اور تیرے پر حکم خوف ہوا پس اوکر  
 پاس آکر سر گیا اور اوکے کسی نہ کسی جہی اور ابن سعد نے بروایت انس بن عیاض عن جعفر عن محمد بن عیاض  
 ذکر کیا کہ عمر بن الخطاب نے ام کلثوم کے مسئلہ کی علی سے درخواست کی اوکے نے کہا کہ میں اپنی رطوبت کو جعفر کے بیٹے کو دے دوں  
 روک کر رہا ہے عمر نے کہا جس پر سیاہ دی دانہ جعد میں اسکی زندگی کا منتظر ہوں کوئی شخص زمین کی پیڑ پر اسیدہ  
 ہوگا علی نے کہا میں سیاہ دیا عمر ہاجر بن کے پاس آکر کہا کہ مجھ کو نکاح کی مبارک آواز دو پوچھا کہ اس کے ساتھ نکاح کیا گیا  
 علی کی بیٹی کے مرتے ہی علی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا فرماتے تھے کہ عمر سلو دادی اور دانہ شستہ قیامت کے دن منظم  
 ہو جائیگا گو میرا علاوہ والادی اور شستہ نانہ اور جھوکو حضرت علیہ السلام سے رشتہ اور وسط تو ہوتا میں نے جانا کہ یہی ہے  
 جھوکو خراسانی کے طریق سے ہے کہ عمر نے اوکر چاکس ہزار ہر باندہ اور ہر دستہ صحیح کے ساتھ تہہ خیر کی ہے



الاسیبه ونسبه وصهره وكان له عليه الصلوة والسلام النسب السبب  
فادت ان يجمع اليه الصهره فوه وتزوجها على اربعين الفاولدت له زيد  
بن عمر الكبر وهرقة وتوفيت ام كلثوم وابنها زيد في وقت واحد وكان  
زيد قد اميت في حرب كان بين بني عبد خريج ليصلح بينهم فضر به رجل منهم في  
الظلمة فنتجه وصدعه ففأش اياما ثم مات هو وامه وصله عليها عبد الله  
بن عمر وحسين بن علي رضي الله عنهم اجمعين ولما قتل عنها عمر بن وجها عون بن جعفر  
انتهى لبقطة فلما عن ازاله الغنين - فبفضل ان دايات اورنصوص ونصريات کے اس کا ک  
ثبوت میں مسند کے نزدیک کچھ خباثاتی نہ ہا لیکن چونکہ کابرة وعناد بتقلب حضرت کشمیری حضرات  
نہایت آپ اس سے منکر ہیں اسلی اجمالاً اس قدر اسلحہ کئی دیتے ہیں کہ علاوہ انکی اور محدثین مسند نے  
بطریق شکی اس حدیث کے نقل و تخریج کی ہے اگر مفصلاً اوسکو لکھا جاوے تو اندیشہ تطویل ہے اتنا  
اور معلوم رہے کہ محدث ابو صالح نے اور حافظ محمد عبد الغیز بن احضر اور ابو خیرم نے کتاب  
معرفۃ الصحابہ میں اور طبرانی نے کبیر میں احمد دارقطنی و طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے اور دارقطنی  
بطور مسند الترمذی کے امام صادق سے امام حسین تک احمد دارقطنی نے اور طرق مختلفہ سے اس حدیث کے  
تخریجات کی ہیں ترجمہ دایات خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے تمام دایات کا  
ازالہ الغنین فقین نقل فرمایا ہے جس شخص کو دیکھ کر کا شوق ہو ازالہ الغنین جلد اول کے آخر کو طلب اور کری  
اگرچہ اسکے اثبات کے لیے اور یہی نقول ہمارے پاس موجود ہیں لیکن چونکہ حقد نقل کر دیا ہے اسل انصاف کے  
لیو کافی ودانی ہے اور زیادہ کی حاجت نہیں اسلی اسی پر اکتفا کرتے ہیں - اب ایک ثبوت

سے بخبر میر جو وسط اور قربت اور دای کے اور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ اور قربت توہی میں بھی چاہا کہ دلاوی کا قطن ہی  
جمع ہو چکا کہ پہر ہا جوینے اوسکو ہا کیا دی اور سچیں ہر اور ہر نکاح کیا ہتا زید بن سہران اور قید یہی اور ام کلثوم اور اسکی  
فرزند زید نے ایک وقت میں فات بائی اور زید کو بی عدی کے خانہ جنگی میں ختم ہونے کیا ہتا باہم صلح کرنے کو اوطی حکایت  
اورین کر کسی شخص نے اندیز کر من مارا جس سے سر ہٹ گیا پہر چند روز ہا پہر کر گیا وہ اور دای کی والدہ اور اسچہ ہا  
ہر اور حسین بن علی نے ہا زید پر اور جب سر مقتول ہوئی تو پہر عون بن جعفر کے نکاح میں آئی - ۱۲ -

اہل تشیع کے کتابوں میں سننی۔ اول تو یہ ہے جو کلینی نے روایت کی ہے بشرطیکہ غضب سے  
 مراد نکاح بغیر رضا ہتم تسلیم کر لین اور اس میں بیاس خاطر محبب بسبب کچھ چون و چرا نکدین ورنہ  
 حقیقہً غضب فرج سے نکاح مراد نہایت صحیح نہیں ہے بلکہ روایات کے ہی خلاف جو غیاب ہم آئندہ عرض کریں گے  
 اور سننی۔ آپ کی حضرت شہید ثالث مجالس المؤمنین اثنا عشریہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بنی تحریر  
 فرماتے ہیں۔ در کتاب استیعاب وغیرہ آن مسطور است کہ چون عمر بن الخطاب بہت ترویج خلافت  
 فاسدہ خود ترویج ام کلثوم دختر پھر حضرت امیر نمود آنحضرت بہت اقامت حجت نکر اظہار  
 اباحت منع نمود عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد۔ گفت اگر تو علی را راضی نسازی آنچه  
 در دفع او ممکن باشد خواہم کرد و منصب قیام حج در مرم از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود اگر  
 این نسبت واقع نشود آن خط غلط ٹکب چنان امونا صواب خواہ شد از حضرت امیر التماس  
 و اسحاق نمود کہ دلالت نکاح آن مسطور نظر لور باد تفویض فرماید چون ابی اللہ عباس در آن باب از حد  
 گذشت آنحضرت از روی اکراہ ساکت شد تا آنکہ عباس ابی طالب تزویج از پیش خود نمود و بہت  
 اطفال نامرہ فتنہ اورا بن منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود و ظاہراً بواسطہ این و کالت فضول  
 و اعتنا لآن حضرت امیر عباس را ماند و بیچاران فدائی خود را نسخ و رجعت و اخلاص نمیدانست  
 و لہذا چنانکہ سابقاً در احوال سید الشہداء مذکور شد آنحضرت از عباس و عقیل بخلیفین جافین تعمیر فرمود  
 اور بچہ بہی کہ شہید ثالث قاضی نور اللہ شوسری مجالس المؤمنین اثنا عشریہ میں نے حضرت عباس بن جعفر علیہ  
 السلام فرماتے ہیں۔ د محمد بن جعفر بعد از وفات عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت امیر المؤمنین  
 شرف گشتہ ام کلثوم کہ باہم کفارت از روی اکراہ در جبالہ طربود ترویج نمود۔ اور سننی صاحب  
 تاریخ حبیب امیر خاتمہ ذکر فاروق پر جبکہ انکراذواج و اولاد کا ذکر کیا ہے لکھا ہے۔ پیغمبر  
 ام کلثوم بنت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و از وی پسری و دختری تولد نمودند  
 پسر زید نام داشت و دختر رقیہ و از ایشان عقب نامد چنانچہ در مقصد اقصی مذکور است زید  
 عبد الملک بن روان زمر واد۔ اور لیجی آیات نبیات سے نقل لکھتے ہیں (۱) قاضی شوستر

ابن ابی عمیر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچا کو نکاح سے روک دیا تھا کہ وہ اپنے چچا سے نکاح کر لیں۔

مجالس المؤمنین میں لکھا ہے۔ اگر بنی دختر عثمان داؤد ملی دختر بزرگستاو (۲) ابو القاسم  
 قمی شارح شرائع اس قول کی شرح میں یجوز نکاح العربیہ بالعجمۃ المشتملۃ  
 یغیر الماشد لکھا ہے زوج علی بنت ام کلثوم منعہما (۳)  
 مجالس المؤمنین میں ابو الحسن علی بن اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ اور از چند امر پر سیدنا زید بن  
 مقدمہ نکاح خلیفہ ثانی دست جواب داد کہ داؤد دختر عمر کجنا اب امیر المؤمنین اتفاق قتاد  
 باین ہیئت بود کہ اظہار شہادتین سے نمود و زبان اقرار بفضیلت رسول می کشود و دران باب غایت  
 و نظافت و نیز مسطور بود (۵) تہذیب میں ہے عن محمد بن احمد بن محمد  
 عن جعفر بن محمد القاسم عن القاسم جعفر عن ابیہ علیہم السلام  
 قال مات ام کلثوم بنت علی علیہ السلام و ابنہا زید بن عمر بن الخطاب  
 ساعہ و لحدہ و کلابہ ایما ہات قبل فلم یورث احدہما من الاخر و علیہما جمعا (۶) قول مرغزی کہ شافی از تہذیب الانبیاء میں۔ قاسم نکاحہ فقہ ذکر نہا فی  
 کتاب الثانی الجواب عن هذا الباب مشروحا و بینا انہ علیہ السلام ما احاب  
 حملا نکاح ابنتہ الا بعد ثعد و تمہد و مراجعہ و منازعہ و کلام طویل ما ثور  
 استفق معہ من سوء الحال و ظہور ما لا یزال یخفیہ (۸) مصائب النواصب میں قاضی  
 شوتری نے لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا۔ نہ ہی چونکہ ہم چوتھا  
 سال نکاح ہوئی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور ناشی عورت کا غیر ناشی مرد کے ساتھ جائز ہے، اسے حضرت  
 علی نے اپنی دختر ام کلثوم کو عمر کے ساتھ بیاہ دیا۔ اسے امام محمد باقر سے روایت ہو کہا ام کلثوم بنت عمر  
 علیہ السلام اور اس کا فرزند زید بن سہر ایک وقت میں فوت ہوئی اور یہ نہ معلوم ہوا کہ ان میں سے پہلے فوت ہوا  
 اسلئے ایک آدمی کا وارث ہوا اور وہ نوپر اکہم غازیہ ہی گئے، لیکن حضرت کا نکاح کر دینا پس اس بات  
 کہ یہ نکاح صحیح جواب مجھے کتاب شافی میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنے بیٹی کے  
 نکاح کو عمر کے ساتھ تسبیح نہیں کیا مگر ڈرانے اور ہکانے اور ہیکر کے اور یہی گفتگو کے بعد جہین بری  
 انجام کا اور اسکی ظاہر ہو جانے کا جسکو ہمیشہ چہا تے ہے خوف ہوا۔ ۱۲۔

ثبوت اصل کتاب سے اور سادان اور نقل کر چکا ہے اسلئے بیان ترک کر دیا۔ غرض کہ اگر تتبع کیا جائے تو اور یہی بہت طرق سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن صامعین دین کے واسطے یہ بھی کافی ہے۔ اب بعد ان نصوص و تقریحات کے جو فریقین کے کتب معتبرہ اور علم مستندین کے اقوال سے نقل ہوئی کوئی شخص جو ذرا عقل اور ہوش و ادب و احسان و احسان کی طرف سے مایوس اس امر کا انکار نہیں کر سکتا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منعقد ہوا کیونکہ روایات مذکورہ صریح دلالت کرتی ہیں کہ علماء و فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت علی جو حضرت زہرا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے منعقد ہوا روایات اہلسنت میں تو صریح مذکور ہے حاجت بیان نہیں اور روایات شیعہ میں بھی تو کیا تصریح ہے قاضی صاحب شوستر نے بعد عمر رضا کی محمد بن جعفر کے مصاہرت بیان کی اور ظاہر ہے کہ یہ مصاہرت بسبب تزوج ام کلثوم بنت فاطمہ تھی نہ بسبب تزوج ام کلثوم بنت صدیق کے ابوالقاسم قمی نے ام کلثوم نامہ شیعہ ہونے کی شہادت دی اور تسلیم کر لیا اور یہ اوسیدقت ممکن ہے جبکہ ام کلثوم بنت فاطمہ ہوں اگر یہ ام کلثوم بنت صدیق ہو تو ہر ایک احمق ہی سمجھ سکتا ہے کہ وہ نامہ شیعہ ہونگا اور اس طرح باقی نصوص بھی اس طرف راجع ہیں غرض کہ ان نصوص و تقریحات سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اگرچہ اس کے بعد کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم اسکا ابطال کی طرف اور یہی متوجہ ہوں۔ لیکن اسلیٰ کہ ناظرین رسالہ حضرات شیعہ کے دین و دنیا پر فہم و فراست اور عقل و گیاست علم و فضیلت کا بخوبی اندازہ فرمائیں اور معلوم کر لیں کہ یہ حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و تراش مذہب و فرقہ پرستوں اور تانی دن ایک غشی گہرت پر تھکتے ہوئے تھے اور یہی مسلک و مذہب ان میں صریح و کتب سے قاصر تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب اور یہ توجیہ جو ہمارے فاضل مجیب نے فرمائی ہے۔ قاضی شوستر کے زمانہ تک بلکہ اوس کے بعد کشمیری صاحب صاحب نے یہ تک یہی ایجاد نہ کی تھی۔ کہ ادھون نے اس جواب توجیہ کو اختیار کیا اور یہی

تقریباً معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایجاد و اختراع حال کا ہے۔ اول متقدمین میں بعض علماء اعلام نے  
 مثل شیخ مفید کی اس نکاح کے وجود سی ہے انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت میں یہ مروی ہے  
 وہ روایت زہری بن بکاد کی طریق سے ہے اور وہ منقض امیر المومنین ہے اور قابل اعتبار کے  
 نہیں۔ پھر جب دیکھا کہ انکار ایسی خبر کا جو بجز تواتر کے ہے پیش نہیں جاتا اور اہمیت بہت  
 خاک سی نہیں چھپ سکتا تو وہ سرے راہ چلی بعضوں نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت  
 چٹا لاکر آچینے و قدح بھران ہے ایک جنبہ ہلکا اور شکل شکل ام کلثوم کو کے پیچیدگی تھی اور وہ جنبہ  
 حضرت عمر کے پاس رہی کسی نے تقیہ کی پناہ پکڑی کہینی حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کیا  
 کہینی نہایت لوط کو شبہ بہ قرار دیا کہینی بنات عیبات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 مخالف بتلایا۔ کوئی سبب ظاہری کلمہ کوئی عمر کے ادسکو جائز اور مباح کہتا ہے اور کوئی بوجہ  
 اتفاق و کفر باطنی کے اسکو مثل اہل مینہ و محم الخیزر کے اضطراب بحق جناب امیر ثابت کرتا ہے  
 عرض کوئی ستانہ وار کچھ قسمہ مرنی کر رہا ہے اسکا کچھ ترانہ ہے۔ لیکن کوئی اس پر نصیحت  
 ساحل خلاص پر نہ پونچا۔ اور کیسکو اس و طہ ملاکت سے راہ نجات نہو بھی۔ تمام تقاویدات جمل اور  
 ساری تنویدات لغو دلا طاعن جب کوئی توجیہ کرہ کشا ہوتی۔ اور دیکھا کہ ختم گلوگیر سے رہائی  
 محال ہے تو اسلیلی پھیلون نے ایک نیا لباس بدلایا اور نرالی توجیہ نکالی اور اسکو باپا  
 سمجھا حالانکہ وہ بہ نسبت توجیہات سابقہ کے ہی زیادہ لغو اور پوچ ہے اور بہرہ دلایل ثابت ہر  
 اول میرج روایات فریقین کے اسکی کذب میں روایات سرسمات ثابت ہر کہ یہ نکاح ام کلثوم  
 بنت فاطمہ رض سے ہوا۔ اگر یہ نکاح فی الواقع ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا ہوتا تو آپ کے علمائے  
 کیوں زبان سے نہ نکالا اور آجتک یہ نہ توجیہات کیوں کرتے رہے۔ اجماعی حضرت اگر دافی  
 یہ نکاح بنت صدیق سے ہوا ہوتا تو آپ کے اکابر تو ایک عالم کو سر پر اوٹھا لیتے اور بخلات اسکے  
 اپنی عجز کے مترقبہ میں۔ دوسری یہ کہ عمر بن خطابؓ زیر علم شیعہ دشمن الہیت اور از کبر لیل  
 دوہین کے درپے تھے چنانچہ الہیت کے گھر کو جلا دیا اور طرح طرح کی اہانت کی۔ جبکا

شیخ محمد بن یحییٰ کا خطاب کا فاضل ام کلثوم بنت صدیق کی رہا۔



بیان خارج از حد اسکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یا اہلبیت کو ایذا رسانی ہتی چنانچہ  
 تعلقات باہمی سے حسب روایات شیعہ ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود ترویج خلافت ہتی  
 کہ اس بضعتہ الرسول جگر گوشہ بتول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص عوام میں ہو جائیگی  
 چنانچہ قاضی صاحب شوستر نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت بدیہی ہے کہ یہ  
 دونوں امر جب تک ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حاصل شدنی نہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ  
 محض جوٹ اور افتراء ہے کہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب بیہ  
 ہونے کے شہرہ تہر جب تک اسکی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت نفرادین لائق التفات  
 نہیں بلکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ بعد نزول آیت ادعوہم لجاہلکم ہوا قسط عند اللہ۔ غیر  
 باپ کے طرف نسبت کرنا ممنوع ہو چکا تھا۔ اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھ البتاس شہرہ  
 کو یہہ اطلاق مستلزم تھا ایسی ہرگز یہہ اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد  
 بن ابی بکر پر بھی محمد بن علی ابن ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسے ام کلثوم حضرت کے  
 بیہ تہر ایسی ہی محمد بن ابی بکر ہی آپ کے ریتے بلکہ محمد بن ابی بکر کو نسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ  
 خند و صیبت تہر۔ حسب روایات شیعہ اپنے حقیقی باپ زیادہ حضرت کو سمجھتے تھے ہمیشہ حضرت کے  
 رفیق و نگہسار تھے۔ حضرت ہی بحال شفقت محمد بن ابی بکر کو دلہن صبح سے یاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ  
 منبع البداعت میں یاد آتا ہے کہ مروی ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر فرض محال روایات میں ام کلثوم  
 بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیق ہی مراد ہوں تاہم صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ یہہ اطلاق  
 مجازاً ہے انتفع علیہ کہ ہے کہ عدول عن الحقیقہ جب تک حقیقت متعذرہ نہ ہو اور قریبہ صاف  
 عن الحقیقہ قائم نہ ہو وقت تک معنی مجازی صحیح نہیں ہو سکتے۔ ماخوذ یہ میں مرکز سنی حقیقی  
 متعذر نہیں بلکہ معنی مجازی متعذر ہیں۔ چنانچہ ہم عنقریب بیان کریں گے اور قریبہ صاف عن الحقیقہ  
 یہی مقصود ہے گوئی قریبہ لفظی یا عقلی ایسا نہیں ہے جو محل علی الحقیقہ سے مانہ ہو بلکہ صریح  
 قرآن جل علی الحقیقہ کو مستلزم ہو رہی۔ چنانچہ علت ترویج حلا بیان کرنا آمد بعد انتقال

فاروقؓ کے محمد بن حنفیہ کے ساتھ عقد واقع ہوا۔ عدم کفایت کا ہونا۔ حضرت عائشہ کے فعل کے ساتھ  
 کہ آپؐ اپنی دختر محبہ ذی النورین کو دی تھی عائشہ بیان کرنا۔ غائب ہونا۔ یہ سب قرائن  
 مستلزم اسکا ہیں کہ یہ ام کلثوم جناب امیر کی صلیبی دختر تھیں اور بنت صدیق جو آپؐ کے ربیبہ  
 نہیں تھیں۔ پانچویں اسنادیں دلیل و تبیین کی گھڑنے اور تراشنے والوں کو یہ بھی نہ سوچا۔ کہ انسا  
 سچ ہیں کہ یہ نکلح ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن ہے یا نہیں اور تاریخ ولادت دونوں کلثوم  
 بنت علی رضی اور ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کو دیکھیں۔ سچ ہے دروغ کو حافظہ بنا دے۔ لیجیے  
 اب اہل سہ کو ہم کہہ دیتے ہیں۔ اور حضرات کے اس توجہ کو ہمارا متور کرتے ہیں اور خاک میں  
 ملا دیتے ہیں اب چاہیے کہ کسی نئی تاویل تراشی کی فکر فرادین پس وہ کہہ کہ یہ نکلح متنازع فیہ  
 ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن نہیں کیونکہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی تب  
 تک یہ ہم کلثوم پیدا نہیں ہوئی تھے اور حمل میں تھی تو ابتداء خلافت فاروقؓ میں پیدا ہوئی  
 چنانچہ ابن جریر عطانی تقریب التہذیب میں تحریر فرماتے ہیں اُمّ کلثوم بنت ابوبکر  
 الصدیق ثوی ابوہا وہی حمل من الثانیہ۔ اور روایت سابقہ سے یہ بھی واضح ہے  
 کہ بعد نکلح کے حضرت فاروقؓ سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ تولد ہوئی۔ اور مدت حمل  
 حضرت فاروقؓ تقریباً دس سال ہے۔ اب اہل عقل و خرد کے غور فرمانے کا مقام ہے کہ  
 حضرت فاروقؓ ایسی صغیرہ سے جو اونکی ابتدا زمانہ خلافت میں ہوئی ہو نکاح کریں اور یہ کہ  
 لیکر نو دس سال کے عرصہ تک وہ بالندہ ہی ہو جائے اور دو بچے ہی پیدا ہو جائیں عقل ابوبکرؓ کی ہر  
 سجاوٹ نہایتان عظیم۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہؓ بھی اگرچہ صغیرہ تھیں۔ لیکن بنت اسلمؓ  
 کی کچھ سال بڑے تھیں کیونکہ اونکی پیدائش زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی  
 ہر چنانچہ ہم روایات سابقہ میں نقل کر آئی ہیں ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم تو متعین محقق ہوا کہ یہ نکلح ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے ہوا اور ہماری فاضل  
 ام کلثوم بنت ابوبکر صدیقؓ سے ہے اسکا بچہ زید و رقیہ تولد ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں پیدا ہوئے۔

محبیب کا دعویٰ کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا باطل ہو گیا۔ پھر ہماری فاضل مخی طبع نے ایک روایت ایک مجهول الاسم المسمیٰ کتاب نہت السعداء سے جو یہ لکھی کہ وہ ام کلثوم کر جسکے ساتھ عقد نکاح فاروق ہوا وہ بنت صدیق ہی محض کذب اور سرسر غلط ہے اگر بالفرض اس کتاب میں ہم اس عبارت کو صحیح تسلیم کر لیں اور اسیحافی نہ کہیں تاہم بقابلہ اون روایات کے جو کتب معتبرہ مشہورہ فریقین سے نقل کے گئے اسکو غلط سمجھا جائیگا۔ اور اسکی کذب و دروغ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں لکھا ہے۔ باز نکاح ابوبکر در آمد از ابوبکر سریر عبد الرحمن ایک دیگر دفتر ام کلثوم زائید۔ حالانکہ یہ باتفاق فریقین سرسر غلط ہے عبد الرحمن بن ابوبکر بگز بطن اسماء بنت عیس سے نہیں ہے بلکہ محمد بن ابوبکر اسماء بنت عیس کے بطن سے پیدا ہوا اور عبد الرحمن بن ابوبکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بیٹے ام رومان کے بطن سے تھے پس اگر یہ عبارات اسیحافی نہیں ہیں اور اصل مصنف کی ہی ہیں تو جسکو اتنی ہی خبر نہیں کہ ابوبکر کا فرزند اسماء بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھا یا محمد جو انہوں نے طلبہ علوم پر ہی پوشیدہ نہیں اور اسکا کلام بے شک ہمارے فاضل مخی طبع کے ہی نزدیک بقابلہ روایات معتبرہ صحیحہ و اقوال علماء مستند قابل التفات ہوگا۔ پس حضرات پر خدا کا خوف اور اہل علم سے حیا و شرم ختم ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ امر کہ ابوبکر صدیق کے فرزند اسماء بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھے جو محمد ہمارے فاضل مخی طبع پر ہی بااینہا عادت تجر مخفی ہوگا اور نہیں تو نہج البلاغہ اور اسکی شرح ہی سے یہ امر ثابت ہے کہ محمد بن ابوبکر اسماء بنت عیس کے بطن سے ہی اور جناب امیر کو سبب ہتی لیکن تعجب ہے کہ روایت کے نقل کے وقت عقل و فہم کو کیوں جواب دیا ہوتا ہوش و حواس کو کہاں خست کر دیا ہوتا کہ اسکی نقل کے وقت کچھ خبر نہ ہی انا پستناپ مہلات کو نقل کر دینے کے واقع یہ اس بقدر اض کے عیوض اور جزر اصم ہونے کا نتیجہ ہو دس پس یہ مہلات و خرافات سے جس قدر اہل سنت فریب نہیں کہاتے۔ اسکا اصل یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا ہے نہ ام کلثوم بنت صدیق کہ رضی اللہ عنہ

یا کسی دوسری ام کلثوم کے ساتھ جیسا شیعیان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
 کو ساتھ ہوا ہے کسی دوسری عمر یا عمرو کے ساتھ جیسا شایع ہو کر شیعیان آئندہ دعویٰ کرتے  
 لیکن کیونکہ اول تو متقدمین اور متاخرین علماء شیعہ نے اسکو قبول الیوم فرمایا ہے چنانچہ  
 روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہے نہیں کیا بلکہ فقہاء شیعہ نے اس سے  
 استنباط مسائل پر فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم قمی شائع شرائع کی تفسیر سے واضح ہے۔ پہر یہ  
 ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن بن حسین بن ابی طالب کے رضی اللہ عنہم سے حسب تفسیر  
 صاحب الہامیہ چوٹی بن اور شیعہ ۹۰ ہجری میں تقریباً پیدا ہوئیں تو ابتدا خلافت فاروقی میں انکو  
 عمر تقریباً پانچ سال کے ہوگی کیونکہ دو برس اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیقہ کے ہی گزرے اور  
 صاحب الہامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ نکاح کے وقت حضرت عمر کا سن ساٹھ برس کا  
 تھا کچھ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اسی روایت سے یہ ہی ثابت ہے کہ ام کلثوم کے عمر چار سالہ تھے  
 اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی عمر تیرہ سال سے متجاوز نہیں تو وفات حضرت عمر کے وقت  
 ام کلثوم ساٹھ سالہ ہوئیں اور انکو بطن مبارک سے دس بجی ہی تولد ہوئی ایک زید دوسرے  
 رقیہ تو کیا کوئی مائل تجویز کر سکتا ہے کہ سات سال عمر تک دس بچے کسی لڑکی کے پیدا ہو جائیں  
 اصل یہ ہے کہ اتفاقاً میر جانتے ہیں کہ بزرگوں کی تولد اور وفات اور سن مسرور وغیرہ میں اختلاف  
 کثیر ہے کوئی امر یا نہیں الا ماشاء اللہ جس میں اختلاف نہیں۔ خود حضرت عمر کی عمر کو ۵۹  
 سال ہی لکھا ہے۔ تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے سن کو متنبہ نہیں سمجھ سکتا علی الخصوص  
 ایسی حالت میں جبکہ یہاں عقل صراحتہ اسکی تکذیب کرتے ہو اور قرینہ قاطعہ اسکی کذب ہونے پر  
 قائم ہو۔ قطع نظر اس سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اسکی وجہ صحت یہ ہے  
 کہ عمر و معاویہ بن شافع ہے کہ احاد کے کسرات میں شہور کو ماقط کر دیتے ہیں اور کسرات  
 کو کسرات میں احاد کو گرا دیتے ہیں۔ خاصہ کہ جبکہ تعین کسرات معلوم ہو تو اس روایت میں ہی  
 چونکہ سال نکاح علیہ اتعین معلوم نہیں لیکن چاس اور ساٹھ کے تقریباً ماہین واقع ہوئے

پہلی کسرات کو حذف کر دیا اور عشرہ اطلاق کر دیا نقل روایت میں رسالہ الہامیہ کے یہ الفاظ ہیں چہی  
 روایت کو کتاب المودہ مذکور میں یوں ہے ابن عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم واعتذر  
 بصغرها فقال عمر ما لي حاجة الي النساء لكن اتبع الوسيطة محمد عليه السلام  
 وهو يقول كل سبب نسب فيقطع بالموت الا سبب ونسب فزوجها علي  
 اياه بمهر اربعين الف درهم فاق ذلك كله عمر بن الخطاب ابنة اربع سنين او ما بين  
 الاربع والخمس وعمر سبب سنين فاجلها عمر الحبيب فرفع ميزرها و  
 مسح يده علي راسها فخرج ساقتها فرقت يدها وكادت ان تلطم وقالت  
 لو كانك امير المؤمنين للطمت علي خدك فقال عمر دعوها فانها حاشمية  
 قرشية۔ علاوہ ازیں اس روایت کے صریح الفاظ یہ ہیں کہ لول سینے وسیلہ کا طلبگار ہونا روایت  
 کل سبب الخ بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا۔ ہاشمیت قرشیہ اس کو کہنا یہ سبب  
 اس کی بنت فاطمہ ہونے کو مستلزم ہیں اور بنت صدیق ہونے کو نافی۔ پھر یہ نکاح  
 ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول تو یہ ابتداء خلافت فارغ  
 میں تو لہ ہوئی اتنے زمانہ میں اس کا بالائے ہونا اور دو بچی پیدا ہونا محالات عادی سر ہے  
 پھر عمر کو اس کی خواستگاری کی کچھ حاجت نہ تھی۔ اہلبیت صدیق سے عداوت نہ تھے  
 کہ اس کی تذلیل و توہین کا نظر ہو۔ بلکہ اگر حضرت عمر موافق ہمارے اعتقاد کے خلیفہ راشد  
 ہوتا تو اس غرض اس نکاح سے رسول کے ساتھ بیوندگی تھے چنانچہ ہماری روایات سر  
 ثابت ہیں اور اگر حسب فرعون شیعہ دشمن اہلبیت تھے تو یہی ان کی غرض اسی ام کلثوم سے متعلق ہے  
 کیونکہ اس کے عصب میں تذلیل اہلبیت ہے نہ بنت ابوبکر میں۔ اور اگر بغرض محال یہ ام کلثوم

۱۰ عمر بن خطاب نے جب ام کلثوم کو خواستگاری کی اور علی اس کو منع کر دیا تو عمر کہا کہ مجھ کو تو علی سے نفرت نہیں میں محمد علیہ السلام سے  
 وسیلہ چاہتا ہوں اور وہ فرمانا ہے کہ رسول اللہ سے نفرت نہ ہو چنانچہ عمر نے علی سے چالیس ہزار درہم ہیرا و سنگا کا تحفہ عمر  
 کو ساتھ کر دیا عمر نے یہ سبب بھیج دیا اور ام کلثوم چار سالہ بنی اور عمر کی عمر آٹھ برس تھی تو عمر نے اس کو اپنی پہلی بیوی چاہا اور اس کو  
 آزاد کر دیا اور اس کو سر پر اچھا ہاتھ رکھا اور اس کی ہندلی کہولی اپنی ہاتھ اوٹھایا اور قریب تھی کہ عمر نے اس کو طعنے باندھے اور کہا کہ اگر تو

اس روایت میں ہونا قرشی ہونا صحیح ہے اور یہ ہاشمیت قرشیہ ہونا صحیح ہے۔

بنت صدیق ہوتے تو حضرت امیر سے اسکو خواستگاری کے کیا معنی اگر ہمت السعدا کے  
 روایت سے جبکہ علماء شیعہ نے معتد سبھکرا اپنا مسئلہ قرار دی رکھا ہے ثابت ہے کہ حقیقی  
 بہائے ام کلثوم کا عجب الرحمن بن ابی بکر تھا تو ظاہر ہے کہ وہ دلی ام کلثوم کا ہوا  
 نہ حضرت امیر و عجب الرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خلفاء میں سے تھا اگر عس  
 او سکی خواستگاری فرماتے تو حضرت امیر کا اوس میں کچھ دخل نہ تھا نکاح بولایت عجب الرحمن  
 بلا وقت اور بدون کشاکشی کے ہو جاتا پس اسی حضرات ذرا ہوش میں آؤ عقل کے ناخن ہواؤ  
 جب اہل حق کے مقابلہ میں قدم رکھو اور سمجھ لو کہ اس قسم کے الہامات الہام نہیں۔ بلکہ  
 محض دوسرے شیطانی ہیں۔ مہند ایہ کچھ ام کلثوم ہے پر تو منحصر نہیں بلکہ لفظ کافی کلینی ص ۱۸  
 وال میں کہ یہ غضب معاذ اللہ توبہ توبہ بہت سے فروج دشمنان الہییت پر واقع ہوا وہ اس  
 اول فرج غضب منافرین اور اولیت اوسید وقت متحقق ہوگی جبکہ چھی ہی یہ سانچہ  
 ہوش رہا واقع ہوا ہو۔ غالباً اس سے آپ کے ام کلینی کی مراد یہ ہوگی جو حضرات ائمہ اپنی  
 بنات اور اخوات کو معاذ اللہ فریب کو دیتے تھے چنانچہ حضرت سکینہ مصعب بن زبیر کے  
 نکاح میں تھی بیان ہی فرمائی کہ سکینہ کوئی اور سکینہ تھی۔ لاجل لاؤ اللہ العالی اعظم  
 اب تیسری روایت کی کیفیت بھی سن لیجئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب کے نسخہ الباری شرح  
 بخاری سے نقل کی ہے کہ اصل اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے ابن حجر  
 متاخرین سے اپنے مصائب میں نقل کیا ہے جبکہ ترجمہ خاتم المتکلمین بولانا مولوی  
 حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین میں اس طرح کیا ہے بالآئکہ معارضت بانچہ ذکر کردہ اند  
 آزا بسپاری از اہلسنت از جملہ ایشان ابن حجر متاخرین در کتاب خود گفتہ کہ چون علی  
 علیہ السلام با کرد آزا نکاح انبہ خود از برای عسر و صغرا و عذر ساخت و عذرا و از عمر قبول نمود  
 تا آنکہ لہذا ساخت علی را بآنکہ ام کلثوم را با و بناید پس از آنکہ عسر فرستاد چون عمر اورا دید  
 اخذ کرد و ضم نمود اورا بخود و بوسیدہ اورا بعد از آن ابن حجر عذر خواست و اسانچہ عمر کردہ بود

عذر خواست و اسانچہ عمر کردہ بود

از ضم و تقبیل پیش از وقوع عقد تحلیف یا نیکو نام کثوم بنا بر صغر بحدی نرسیده بود که سبب ثبوت  
 شود تا حرام شود ضم و تقبیل و اگر صغر اورانے بود پدر اورانے فرستاد۔ بعد فاضل شوستر  
 کہ اس روایت کو آپ کے علامہ کشمیری نے نزہہ میں ابن حجر سے نقل کیا ہے اور مطلق ابن حجر  
 لکھا ہے نہ عسقلانی لکھا نہ مکی لکھا نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ چہارم آنکہ معارضت بروایاتیکہ  
 اہلسنت در بارہ نکاح حضرت ام کثوم ذکر کردہ انداز بخند ابن عبد البر در کتاب استیعاب  
 در اثنا ترجمہ ام کثوم روایت کردہ از عمر بن الخطاب خطبہ علی بنہ ام کثوم  
 فذکرہا فقیل ردك فداودہ فقال له علی البعث بها الیک فان رخصت  
 فھما امراتک فارسل بها الیہ فكنف عذسا فما قالت ما لولا انک امیر المؤمنین  
 للطمت صینک انتہی ابن حجر چین زلیت کزو ان علیا لما ابی عن النکاح انتہی بعمر  
 واستعذر بصغرھا لم یمکن یقبیل منہ ذلک العذر حتی لجاہ ان یومیا ایاہ  
 فارسلھا الیہ فلما راھا عمر اخذھا وضمھا الیہ وقبلھا بعد ثلثین ستر اور کشمیری کی  
 اس روایت کے ایک حصہ کو ہمارے فاضل مجیب نے نقل کیا اور نسخ الباری شرح صحیح بخاری  
 کی طرف اس روایت کے ترجیح کو نسبت کیا جو علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے پس اول تو  
 یہ روایت اوّل روایات کے مخالف ہے جو موافق جمہور کے ابن حجر اصحاب میں بیان کی ہیں چنانچہ  
 ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ پھر کو بیہ سلوم نہیں کہ اس روایت کی نقل میں شوستر صاحب  
 سچو میں کہ یہ روایت موافق ان کی ابن حجر متاخر کی کی ہے یا ہمارے فاضل مجیب سے ہیں  
 کہ یہ روایت اونچے فرمانے کے موافق ابن حجر عسقلانی کی نسخ الباری شرح صحیح بخاری میں  
 چونکہ بوجہ مذکورہ ہم کو اس روایت کے صحت نقل میں کلام ہے اسلیں ہم اپنی فاضل مجیب سے  
 دریافت کرتے ہیں کہ فتح الباری میں یہ روایت کس جگہ مذکور ہے تاکہ ہم اسکی صحت نقل  
 مطلع ہوں نسخ الباری کو جہاں تک اسکو مواقع میں تتبع کیا گیا ہو متیاب نہیں ہوئی اور اگر  
 بغرض محال نسخ الباری میں یہ روایت ہوتا ہم چونکہ یہ روایت مخالف جمہور محدثین ش

صاحب استیعاب شیخ ابن اسمان و ارقطنی دہیتی و شریف مہدی اور طبرانی وغیرہ کی  
 بلکہ خود طبرانی کی روایت بھی مخالف ہے کہ تمام تحقیقات جہانگیرہ محدثین کے صراحتاً رضا و خوشنودی  
 پر وال ہیں اس لیے قابل اعتبار و احتجاج کے نہیں ہو سکتے اور بالفرض اگر اسکو یہی تسلیم کر لیں تو یہ  
 قاعدہ احمیت یا فخریہ بعضاً اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت فاروق نے اس معاملہ میں اپنے  
 زیادت اصلاح و التماس مسالت اور کثرت مراجعت و معاودت و مرادوت سے جیسا کہ اکثر مشہور  
 و معمول شرفاً ہے جناب مرقضوی کو مجبوراً مضطر کیا نہ یہ کہ جبر و اکراہ و تعدی اور عدوان و غضبت  
 طور پر کیا بیاقتل کے دہکی یا عباس کے سقایت و فزوم کے غضب کے دہکی سے کہہ اور مضطر کیا نہ ہوا نہ  
 من سور الفہم۔ پس سبجاً لفظ ایجاہ سے مراد بجز کثرت اصلاح و التماس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا  
 چنانچہ اور روایات سے ہی اسکی تائید ہوتی ہے کہ فاروق کو اسکے طرف کمال شغف تھا  
 اور ایسی حالت میں کہ ناکح مہر ہوا و مخطوبہ نہایت ضعیفہ و اور اسکو کسے اپنے قریب لیے بجز  
 کہ کہ اسکو ہو تو ایسی حالات کیوقت جبکہ اصلاح و التماس و طلب مسالت مرد کی طرف ہو اور  
 عدوانکار اور لیا مخطوبہ کی طرف ہو بجا ہی خود ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے مخاطب بیٹے  
 اس روایت میں یہ دیانت فرمائے ہے کہ اس روایت کو اپنے مطلب کے موافق ہتی ایجاہ  
 تک نقل کیا اور مابعد کے الفاظ کو جو مدعا کے خلاف تھے حذف فرمایا اور الخ لکھنؤ مال و دینار  
 بلکہ یہ بھی فرمایا غور فرمائی ایجاہ آپکی کتاب میں موجود ہے غضبت اور اس لفظ میں صرف  
 تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر نزدیک اسکی نہیں سنیں کہ اس کی زبردستی ہو  
 چھین لے۔ جس سے بادی النظر میں دیکھنے والا یہ سمجھ کر کہ اس ایجاہ و اکراہ کے غایت علاج و  
 چنانچہ ہاری مخاطب لبیب نے اسی مدعا کے ثبوت کے لیے اس روایت کو اس جگہ نقل کیا ہے  
 حالانکہ یہ محض غلط اور فریب دہی ہے بلکہ غایت ایجاہ و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے معلوم ہوتی  
 وہ صرف و کبلا نا حضرت ام کلثوم کا ہوتا چنانچہ حتی ایجاہ ان یہ یہاں اس پر دال ہے اور ظاہر ہے  
 کہ کج کی یہی روایات مستند فریقین دیکھنا مخطوبہ بالنع کا بھی جائزہ بلکہ منہ و سب سے بجا ہے



صغیرہ سو کہ صغیرہ کا جسکی عمر پندرہ سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت میں کہ عرب کے رسم و عادات کے خلاف ہو دیکھنا یا دیکھنا مسئلہ ہم کسی محدث کو نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو بھی تاہم مفید مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات اہجا و اکراہ درباب نکاح ام کلثوم بنت صدیق ہے اور اس روایت کے سیطرہ اس ام کلثوم کا نسبت صدیق بنی ہونا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا تو ام کلثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت اہجا و اکراہ کیونکہ یا بی ثبوت ہو چھوٹا۔ کیونکہ اس کے نکاح کی نسبت اہجا و اکراہ تو فرع اسکی وجود کی ہے جب روایت میں اسکی وجود کا ثبوت ہی نہیں تو اسکی نکاح کی نسبت اہجا و اکراہ کا دعویٰ کرنا ذوقی و عقلی کا کام نہیں ہے۔ رہا یہ کہ مذہب شیعہ میں اگرچہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ مجبر و اکراہ ہوا چنانچہ روایت کلینی اول فرج غصبت منا سے یہ امر واضح ہے اور قاضی شوکانی وغیرہ کی تصریحات اس پر دل میں۔ لیکن یہ امر سرسری لغو و لاحق ہے۔ کیونکہ جناب امیر جو اس جبر و اکراہ و اثبات و تحلیل کے متحمل ہوئی درحال سے خالی نہیں یا یہ کہ یہ عہد و سکوت و جہ و وصیت کے تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصیت فرمائے تھے کہ میرے بعد خلفاء جو رہو کچھ احداثات و ابتداعات کریں ہرگز چون نکرن اور جعفر بن زین و ذیل نقلین کریں صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ دینا۔ اور یا اسوجہ تھا کہ آپ یار و دو گار تھے آپ کو یہ خوف تھا کہ اگر وہ گئی سو گئے مبادا جان ہی جائے اسلئے آپ نے ان کفریات کو جھیلاد اور او میں شریک ہے لیکن دونو تو چھین ایسی خرافات و بیہوش جیسا بطلان ہر ایک ذوی خرد و نظریہ امتہ میں سمجھ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ باتفاق تمام اثنا عشریہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف قطعاً حرام اور تبیح۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خداوند تعالیٰ شانہ فرمائی تو معاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اسکا رسول آمر بالقیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نائب رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت مکیہ کفار و عجار کے ہم پیالہ و ہم نوا رہیں

جانبائے نبی سے نبی کے لئے روایات متعدہ ہو چکی ہیں۔

کسی کو راہ ہدایت کی طرف دعوت نہ کریں بلکہ تفریق کے پردہ میں عوام کو چھوڑے اور غلط مسئلہ متبادر  
 راہ حق سے گمراہ کریں اہل کفر و نفاق، بغض و شقاق اگرچہ دین کو برباد کریں بحیرت کو بدین جلال کو  
 حرام کریں مثلاً ستھ کو جبکہ مستعد و دفعہ کرتے سے ہر ایک دفعہ میں عوام کا لانا مقرر قضا ہوت  
 بھیسی پی کریں اور ہندو بچ ائمہ کے مراتب پر بھی فائز ہوں اور اسکی غسل کے پانی سے جس قدر  
 قطرات ٹپکیں اوتنی فرشتی پیدا ہوں۔ ایسی نعمت بے پایاں کو حرام کریں۔ حق کو گنہگار  
 بنات طلیبات کو غضب کریں دم نہ ماروں چون و چرا نہ کریں۔ سرسرخ خداف لطف اور مسیح  
 اور حرام ہے اور خلاف اس غرض کے ہے جبکہ لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت ہوئی  
 اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور اگر غرض اس سے حفظ اور بقا رہی ایمان تہی  
 اور اس وجہ سے اسکو سخت سمجھا گیا تو یہ بھی بالکل دایمات ہے کہ نفاق کا بقا اور اسکا حفظ  
 اور اسکی حمایت خداوند کریم کو اور اسکی رسول کو اسد وجہ ہتھم بالشان ہو کہ اسکی مقابلہ میں اسکا  
 دین حنیف برباد ہو جاوے اور اسکی کتاب خراب ہو اور اہلبیت نبوی ذلیل و خوار ہوں۔ پھر بھی  
 اس نفاق کا بقا نہ نظر ہے نفوذ باللہ سن ذلک اور جب یہ اشد قبیح اور محرم ہو تو حق تعالیٰ  
 شانہ کی طرف سے ایسی تسلیح و دشنام کا امر صادر ہونا امر محال و متع ہے۔ احتمال ثانی یہی بالکل غلط  
 اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر تمام صحابہ الامجدہ دی آپ کو دشمن ہتی تو جنگ جل و حصین کے وقت میں  
 آپ کے ہمراہ ہو کر نہ رہنا صحابہ نے جان بازیان کیں وہ کہا نہ پیدا ہو گئی تھی پہلے کیون دشمن تھے  
 اور اب کیون دوست ہو گئی۔ بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تھی آپ پر  
 امارت میں خواہشات نفسانہ سے ضرور روکتی ہوئی تھی جس پر مارنا خوشی کا ہے ایسا واسطے آپ نے  
 ارشاد فرمایا تھا وانا لکم وزیر اخیر لکم منی امیلا کہ انی نبی البلاغت۔ تو جب  
 اسوقت آپ کے ہمراہ ہوئی اور آپ پر اپنی جانوں کو فدا کرتے تک دریغ نہ کیا تو کیا اسوقت ہمراہ  
 نہوتے۔ بی یار و انصار ہونا تو اسوقت ہوتا کہ آپ سنا ممت فرماتے اور کوئی آپ کے ہمراہ  
 نہوتا۔ علاوہ ازیں یار و مددگار کے آپ کو کیا ضرورت تھی۔ آپ کو معلوم تھا کہ میر لوگ سیر قتل

ایلوک پر تو قادر ہو سکتے اور مقابلہ آپ کے شجاعت کو کس کی طاقت تھی کہ سنانی آسکر۔ پس  
 یا خوف آبرو ہوتا ہے سو وہ جا چکر تھی اور یا خوف جان وہ جانے والی نہ تھے پہر سلوم نہیں لپو  
 حالت میں اوس لغو وصیت کی کیا فائدہ اور آپکو یاد دہکار کی کیا ضرورت۔ تعجب تو یہ ہے کہ بقائے  
 امیر عویہ کی نہ وصیت یاد آئی نہ شعیان مخلصین کے ہونے کا اوسوقت خیال آیا حالانکہ امیر  
 عویہ کی طرف سے اوس قدمی کا عشر عشر ہی ظہور میں نہیں آیا کہ جو خلفار سے عموماً ظاہر ہوتی  
 پیر اگر وصیت کو مختصر زمانہ خلفار ملتے پر سمجھا جاوے تو ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کی لازم آوے  
 اور باہر الفرق کوئی نہ ٹکڑ۔ مہندران دو نو تا ویلوگو اوسوقت صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ جبکہ جناب  
 امیر نے کہہ مناعت کی ہوا دہر گر چوں و چو انفرمایا ہو۔ لیکن روایات تحت لفظ سہ ثابت ہوتا،  
 کہ آپ ذل ذرا سی بات پر تلوار سیان سے نکالنے پر آوے ہو گئے ذل ذرا سی بات میں آپ نے  
 تکلیف دہ تہذیب فرمائی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپکو وصیت کے گئے نہ آپ عاجز و  
 بیچارہ تھے۔ چند روایتیں لکھوں جن سے یہ بد عا یا یہ ثبوت کو پوچھئے۔ پہلی روایت قتل ابوبکر  
 الشیخ کی ہے کہ خاتم المشکین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد القلوب دہلی سے نقل  
 کی ہے۔ چونکہ عبارت طویل تھی اسلئے اسکا اختصار کر کے اسطرح لکھا ہے ابوبکر الشیخ بن مرجم  
 رامتولی صدقات کہ مصافات مدینہ وغنیاع فدک بود گر وائید۔ کان شجاعا و کازلہ اخر قتلہ علی  
 بن ابطالب فی وقعہ ہوازن وثقیف فلما خرج الرجل من المدینۃ جعل اول قصده  
 ضیعۃ من ضیاع اہل البیت فجاء بقتلہ و احموی علیہا و علیہ صدقات کانت علیہ  
 یقرس علی اہلہا و کان الرجل زند یقامنا فافضل اہل قریبہ الی امیر المؤمنین

۱۔ اور یہ شجاع تھا۔ اور اسکے ایک بہائے کو علی بن ابی طالب نے جنگ ہوازن اور  
 ثقیف میں قتل کیا تھا جب یہ شخص مدینہ سے نکلا۔ پہلا قصد یہ کیا کہ اہل بیت کے جاگیر اور علی نے  
 صدقات کو اچانک آکر ضبط کر لیا۔ اور رعایا غمگین کرنے لگا۔ گاؤں والوں نے پیام بھیج کر  
 حضرت کو۔ ۱۲۔

برسول بیامونہ ما فرم من الرجل قد علا علیہ السلام بدایتہ وتعم بعامتہ  
سوداء وتقلد بسیفین ومعد الحسن وعالم بن یاسر والفضل بن عباس وعبداللہ  
بن جعفر وعبداللہ بن عباس حتی وافی القرۃ فانزل عظیمہ القرۃ فی مسجد  
یعرف مسجدہم ووجہ اصیر المؤمنین بالحسین یسالہ المسیر الیہ فارالحسین  
فقال اجب امیر المؤمنین فقال ومن امیر المؤمنین فقال علی بن ابیطالب فقال  
امیر المؤمنین ابو بکر خلیفۃ بالمدينة فقال الحسن اجب علی بن ابیطالب فقال انا  
سلطان وهو من العوام والمخاضیہ قلبہ ہوائی قال الحذیر یلک ایكون مثل  
والدی من العوام ومثلک یكون سلطانا فقال اجل فان والدک لمدخل فی بیعتہ  
ابی بکر الا کرہا وبایعناہ طائعتین فصار الحسین فاعلمہ فالقتل عمار فقال یا ابا  
الیقطان صر الیہ واسالہ ان یصیر لہ لامنہ من اهل الضلالۃ ففی مثل بیعت اللہ  
یونی ولایاتی فصار الیہ عمار وقال مرجا یا اخا تقیف ما الذی اقدمک علی مثل  
اصیر المؤمنین فی صیارتہ فصر الیہ وافصح عن حجتک فانہ عمار واخترہ فی الکلام  
وکان عمار شہیدا الغضب فوضع حائل سیفہ فی عنقہ ومدیدہ الی

۱۔ او کی زیادتیوں پر مسلح کیا علی نے اپنی سوازی شگنائی اور سیاہ عمامہ باندھ اور دو تلواریں خانہ کین اور حسین اور عمار  
یا سرافض بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر اور عبد اللہ بن عباس ہر کاب ہوئی یہاں تک کہ وہ زمین پر اور گارو کا چڑھ رہی تھی یہ سب زمین پر  
اور امیر المؤمنین نے حسین کو بھیج کر اسکو بلایا کہا امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو اور سنی کہا کون امیر المؤمنین کہا علی بن ابی  
اوسنی کہا امیر المؤمنین خلیفہ ابو بکر مدینہ میں بن حسین نے کہا علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا دینی کہا میں تاکہ ہوں  
اور وہ عوام میں سے ہے اور اسکو حاجت ہے جو وہ خود میرے پاس چل کر آئی حسین نے کہا تیرا ناس ہو کیا میری والدہ جیسی  
عوام میں سے ہو کر اور مجھ جیسی حاکم اور سنی کہا امیشک کیونکہ تیرا ابا ابو بکر کی بیعت میں باکرہ داخل ہوا جو اور سنی برضا اور  
بیعت کی جو حسین (واپس) چلے گئے۔ اور جب اب امیر کو حقیقت معلوم کی) خرو - آہستہ عمار کی طرف توجہ ہو کر  
فرمایا ای ابا یقطان تو اسکی طرف جا اور اس سے کہہ کہ تیرے پاس چل کر آؤ کیونکہ وہ گمراہ زمین سے ہے تو اور ہم سب  
کی مانند ہیں جیسا کہ اس سے میں اور وہ کسی پاس نہیں جاتا سمجھا اور اسکی پاس گئے کہ اور کہا مر جا ای تقضی امیر المؤمنین جیسے  
شخص کی خدمت میں حاضر ہوئے سو چلو کیا چیز (الح) پیش کر تو اسکی طرف چل اور اپنی محبت کو ظاہر کر اور سنی عمار کو چل کر آؤ  
بدکلامی سے پیش آیا عمار ہی تیرے سرچ ہٹا اپنی تلوار کا پڑ تلوار کر دینے لگا یا اور تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ۱۱۔



المدينة وما يليها فعارضه على بن ابي طالب فقتله احبث قتلة ومثل به احبث مثله  
 فليخرج اليه متجعا نكم واستعد والهمز يابط الخيل والسلاح فكت القوم مليا  
 كان الطير على رؤسهم فقال اخرهم انتم ام ذوالسن قالقت اليه رجل من الاعراب  
 يقال له المجاج بن السجين فقال ان سرت سزماعت ثم قام اخر فقال لا تعلم لمن  
 توجهنا والله ان قصاء ملك الموت اسهل من لقائه فقال اذا ذكر لكم على دارت  
 اعينكم واخذتكم سكرة الموت اهكذا يقال لمثله قالقت اليه عمر فقال ليهيل  
 الا خالد فقال ابو بكر يا ابا سليمان انت اليوم سيف من سيوف الله قصر اليه في  
 كثيف من قومك فانه قتل لينا وكهفا وضيقا من سبيعتنا وسله ان يدخل الحفرة  
 فقد عفونا وان نابتك الحرب فجننا به اسيرا فخرج خالد في خمسمائة من البطال  
 قومه فنظر لفضل لخير امير المؤمنين فقال لو كانوا صناديد قريش وقبائل حنين  
 وفرسان هوازن لما استوحشت لامن ضلالتهم فقال خالد ما هذه الويتة  
 التي قد بدت منك لا تفرق بينك كلمة مجتمعة ولا تضر نار ابعد الجنود  
 فانك ان فعلت وجدت عنده غير محمود فقال تددتني يا خالد بفضل وبان

المدنية وما يليها فعارضه على بن ابي طالب اس من ستر عرض بها اورا سكو بهت بري موت دارا و بهت بر طرح  
 بجاري اس من ستر بجاري اس طرف لنگو اور گورون اور تهيرون سوا سكر ليے ستر جو جاو (بہشت) قوم دیر تک رہی ہے  
 گویا دکنی سرد پیر چریان بن ابو بکر نے کہا کیا تم کو گم ہو۔ باز بانوں والے تو ایک بدوی شخص کو حجاج بن عبد مناف سے توجہ  
 اور کہنے لگا اگر تو جیسا تو ہم ہی تیری ساتھ چلیں گے یہ دو بار وہ کہہ کر لگا گیا تو بنین جاتا کہ کو تو کس طرف پیچھا ہے  
 خدا کی قسم اس کی طرف سے بدینت ملک الموت کا تھا اہل تر ہے ابو بکر نے کہا کہ جب علی کا ستر نہ کور ہوتا ہے تو ہمارا ہی نہیں  
 پہر جاؤ میں اور تم کو موت کا نشانہ چڑھ جائے کیا میری جیسی ایسا ہی جواب دیتی ہیں یہ عرابی طرف متوجہ ہوا اور بولا اس کیلئے  
 جو خالہ کے اور کوئی نہیں ہے پس کہا ایا ابا سلیمان تو آج ہنر کے توار دین کے ایک تلوار ہے تو اپنی قوم کا گران لشکر  
 اوکلی طرف جاؤ اپنی ہماری شیریں کے ایک شیر کو مار ڈالا اور اس کو کہہ کہ حاضر حضور ہو جا سے جسے حضور صاف کیا اور اگر تجھے طر  
 تو وہ اس کو تیر کے عمار ہی پاس ہے۔ تو خالد اپنی قوم کے پاس ہوا اور لیکر نکلا فضل نے جب کہ ابورؤینین کو اطلاع دی تو فرمایا  
 اگر قریش کے سردار اور جنین کے قبیلے اور ہوازن کے مشہور سوار ہی ہوگی تو میں نہیں گھبراؤں گا اور ان کی ٹہری کے خالہ نے کہا یہ کیا  
 حرکت ہے جو تجھے غار ہوئی کلمہ جمیع تفریق شال۔ اور بھی ہوئی آگت پھر کا اگر تو ایسا کر گیا تو اس کا جام پسند میرے ہر گز



الفخر و می فقال لك ابن ابی جعفر انما كان ذلك من دعا التبع وهو الان  
 اقل من ذلك فقال خالد يا ابا الحسن اعرف ما تقول وما عدك العرب عندك الا  
 من سيفك وما دعا هم الى بيعه ابی بكر الا استسما لا يجانبه ولا يترحمه  
 واخذهم الاموال فوق استحقاقهم لآخر الروایة۔ اس روایت سے مثل  
 روز روشن روشن ہو کر وصیت کا دعویٰ ہے جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں محض ڈھکوسلہ ہے  
 اور بجاوار کا راہ صرف بناوٹ اور گھڑت ہے اگر وصیت ہوتی تو اس ذرا سے معاملہ میں خلا  
 وصیت فرماتے اور مخالف حکم تلوار نیام سے نہ کیجئے تعجب ہے کہ غضب امت چرن  
 نہ کی غضب بنات پر غیرت وصیت کو اصول شیعہ پر جو سن آؤ دین برباد ہو گیا کہی ہر  
 نہ ملاوین اور جو سن آدے تو اس تھوڑی سی بات پر۔ اہل عقل غضب امت اور غضب  
 بنات کو اس سے مقابلہ فرما دین اور اس میں سکوت اور ادب نہ تلواریشی کو دیکھیں اور مصافحہ  
 فرما دین کہ شیعہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس روایت سے اور یہی  
 چند فوائد حاصل ہوتی جنکو لمخصراً مختصراً لکھتا ہوں (۱) ظاہر ہے کہ اسمع بن مراحم  
 شہر اسلام اور کلمہ گو تھا۔ اگرچہ اس کے ولیمین کفر و نفاق ہو تو باعتبار ظاہر شریعت کے اوپر  
 احکام اسلام کے جاری ہونگے تو اس کا قتل مستوجب قصاص ہے۔ پس اگر ہمارے فاضل غیاط  
 اس کے ظاہری اسلام کا اعتبار فرما دین تو اس کو دم کو سخت قصاص کا سمجھیں افضل بن  
 عباس پر قصاص لازم فرما دین اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس  
 کی قربانی ناجائز اور حرام قرار دین اور اگر یا طنی کفر کا اعتبار کریں اور اس وجہ سے اس کا دم صحیح  
 اور سمجھیں تو پھر اس کا فکر فرما دین کہ حضرت ام کا نوم کے جواز تکلیف کی علت حضرت خالد بن  
 خالد کا ہونا اور سنے کہا یہ مرتد بنی مصلیٰ علیہ السلام کے دعا کی بدولت تھا۔ اور اب وہ اس سے کتر ہے  
 خالد نے کہا انہی ہمارے سب سے ذکیا کہتا ہے عرب بجز تیری تلوار کے خوف کے کسی اور کسی سبب سے خوف  
 نہیں ہر سنے اس وجہ سے کہ یہ کثرت بجز اس کے سبب سے کہ اس کی تلوار کی طبع اور تحقیق سے زیادہ مال حاصل  
 کرنے کے اور کہنے سے داعی نہیں ہوا۔ ۱۲۔



ظاہری اسلام جو آپ اور آپ کے اسلاف بیان فرماتے ہیں وہ سرسمر غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہیں تو پھر اس کے وجہ سے منافق کے ساتھ فاطمہ کے جگر گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہو سکتا ہے (۲) تمام صحابہ چھوٹے سے لیکر بڑے جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت ہی اور آپ کے مقابلہ کو موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس لوگوں کی اطاعت کے لیے خدا تعالیٰ کا ایسا شجاع کو حکم کرنا سرسمر خلاف عقل سلیم ہے۔ اور جناب امیر کا ایسا لوگوں سے جو آپ سے اس قدر خائف و ہراسان ہوں تقیہ کرنا ہرگز عقل سلیم نہیں کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بجز واکراہ معاذ اللہ اولیٰ بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگر گوشہ کو غضب کرین ہرگز فہم میں نہیں آتا۔ جب لوگ آپس اس قدر ڈرتے تھے تو یہ سب باتیں لغو اور باطل ہیں (۳) تمام اصحاب مجاہدین و انصار و غیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ میں اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھتے تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لیے دعوت کی جاتی تھی تو انہیں بل جاتی تھی اور سکرۃ الموت کی حالت پیش آجاتی تھی اور جواب یہ دیتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے مقابلہ میں پیچھے ہو یہ وہ شخص ہے جس کے مقابلہ کی نسبت موت کے موہنے میں جانا آسان ہے۔ جب خلیفہ اول کو ساتھ اصحاب کے یہ حالت تھی تو قطعاً یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارہ میں منازعت فرماتے اور آپ کے ساتھ مقابلہ پیش آتا۔ تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑ کر اور جناب امیر کے حوالہ کر دیا جاتے۔ اگرچہ یہ خوف لوگوں میں پہلے سے ہی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو مشاہدہ ہو گیا کہ صحابہ میں سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سوا و خالد کے کسی شخص نے اس کام کے لیے اجابت نہ کی اور خالد موپنے پانچ سو فقاہ کو جب سانسہ جناب امیر کی گئی اور بات چیت کی پہلے اس سے کہ لڑائی کی نوبت آوی صرف آنکھوں کی اور ذوالفقار کی چمک دیکھ کر اس باختمہ ہو گئی اور عجز و اسحاق کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالد کو مارا ہی تاہم اونپر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے

اور اطاعت و نیاز کے کچھ نہیں آیا (۴) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر کو  
 معلوم تھا کہ یہ لوگ نہ بھوکے قتل کر سکتے ہیں اور نہ قتل پر قادر ہیں۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ  
 ان کا قاتل کوئی اور شخص ہے جسکو یہ حالت ہو اور سپر کوئی کس طرح جبر و اکراہ کر سکتا ہے (۵)  
 جناب امیر کو وہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی تھیں جو صحابہ باہم کرتے تھے چنانچہ جو گفتگو خالد بن ولید  
 صدیق کی ہوئی تھی آپ نے اسکو ظاہر فرمادیا (دوسری روایت) حدیث بساط جو کتاب است  
 راہستانی سے صاحب ارغام نے نقل کی ہے ہم اسکو بیان ارغام سے نقل کرتے ہیں۔  
 روایت میکنہ ابن بابویہ بسند خود از سلمان فارسی کہ گفت نشنیده بودم نزد سید و مولای خود امیر  
 دوران رفت کہ مردان بعیت بعمر بن الخطاب کردہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ  
 و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و مقداد بن اسود نیز بودند و از ہر دو سخنان میکنہ شد امام  
 حسن توجہ پذیر ہر گوار شد و گفت یا امیر المومنین حضرت ملک و دو سلیمان بن داؤد و اسعجب  
 سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت عطیہ بوسی اور سیدہ باشد شاہ سریرہ ولایت تبسم فرمود و گفت  
 آن جہودیکہ دانہ خشک را در زمین سر سبز میگردد و بان قادریکہ آدم را از خاک تیرہ آفریدہ قسم کہ  
 آنچه بدتر از او دادہ هیچک از اولیاد و اصیبا ما ضعیفہ ندادہ و بعد ازین بھیچس بیان کر است فائزہ خواہد شد  
 پس امام حسن و خضار التماس نمودند کہ یا امیر المومنین بھیچا ہم کہ شما از آنچه واجب عطیات بشما مہربت  
 نمودہ مشاہدہ کنیم و بجایہ بہ بنیم تا موجب از دیا و ایمان و باعث تقویت علم و ایمان گردد  
 سید و اصیبا علیہ السلام فرمود کہ جبار کرامت یعنی چنان کنم کہ شما بھیچا ہید و چیزی از چیزہ کہ  
 حضرت عزت بمن کر است نمودہ بر شما ظاہر میسازم۔ پس برخاستہ در کثرت نماز کرد و کلید چند  
 بر زبان تجویز بیان گذارید کہ هیچک از خضار فہم آن نتوانست کہ از انجالیان خانہ آمدہ بہت  
 مبارک بجانب مغرب دراز کرد و بعد از حمد و است را بر نیز آورد و بر کف دست مبارکش پارچہ  
 ابری دیدیم آنرا گذاشتہ بار و یک دست دراز کرد و پارچہ دیگر بروی پیش دیدیم سلمان گوید لا الہ الا  
 دان محمد رسول اللہ دانک و صی بی کریم من شک لیک ملک و من شک لیک ملک سبیل انجاء

یعنی گواهی میدهم که خدا کیست و خداوند است و تو دومی و سومی و گزیده هر کس که شک آورد  
در وصایت و خلافت تو هلاک شود و هر که بجز او الوثاقی محبت تو چنگ زندنجات یابد پس دیدیم  
که آن دو را بر چون دو قاعه چین شدند و در پهلوی یک و اگر قرار گرفتند چنانچه گوی یک جوزه اند  
از آن هر یک بوی مشک از خود باغ اهل ایمان میرسید پس فرمود که بر خیزید و بر این ساط  
بنشینید همه برخاسته بر یک ابر نشینیم و آنحضرت تنها یک ابر و دیگر پس کمر چند تکلم فرمود و مجلس  
نفسهید پس اشاره با پر کرد که بجانب مغرب روانه شوای دی در زیر آن دو ابر در آمده و ابر را با یکی  
تمام برداشته بر هوا برد و ما درین وقت چون با آنحضرت نگاه کردیم دیدیم که جامه نند و پوشیده و بجای  
از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعلین که بند آن از یاقوت ابدار بود در پا کرده و انگشتری از مروارید سفید  
که روشنی آن چشم را خیره میساخت و انگشت داور در کرسی از نور نشسته امام حسن علیه السلام غمضت  
گفتند که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بحیث انگشتری لطاعت نمودند و شمارا بهر سبب دانند  
فرمود یا ولله انا وجه الله و انا عین الله و انا لسان الله الماطق و انا ولی الله  
انا نور الله الله لا یطفئ و انا باب الله الذی یولی و انا حجة الله على عباده و انا  
کنز الله فی ارضه و انا قسیر المجتهد و النار و انا سد ذی القربین و انا جلتها  
یعنی ای نور دیده من و جبراهیل و عین الله و لسان الله و ولی الله منم و آن نوریکه فروز نشیند منم و آن  
دریکه از آن و مجتهد توان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا و زر کین منم و قسمت کننده بیست  
و دوزخ منم و سد یک ذوالقرنین بسته منم و دو قرن را برای اسکندر قرار داده بودم که آن شهید شده بود  
میخواهی که خاتم سلیمان بتو بنمایم دست و در بغل کرده انگشتری بر آرد و از طلای انجم گزینش بود و از یاقوت  
سرخ فرمود ای فرزندان من این خاتم سلیمان است تا همای است که در نقش کرده اند سلیمان گوید  
که تجب حضار زیاده شد بحدیکه گویا اورا نمی شناسند بفرمود اینها از مثل من محب نیست بخدا  
سگویند که بنمایم امر فرمود بشما آنچه پیش ازین شما ندیده باشید پس امام حسن گفت آردنوی ما آنست  
که سد ذوالقرنین را با ما نمائی پس آنحضرت با در امر فرمود که ما را آنطرف که حسن میخواست بهر و مصلحت آن

از باد آوازی چون آواز عید جاریسید و مار بر داشته بهواید و امیر المومنین علیه السلام بر آن کرسی  
نشسته از بی مای آمد تا با مار بکوه بلند رسانید درختی عظیم بر آن کوه بود خشک شده برگهایش  
ریخته یکی از آن گفت یا امیر المومنین این درخت را چه رسیده که در قش ریخته آنحضرت فرمود که از نو  
بر پرسید تا حال خود بگوید امام حسن پیشی نمود و از درخت سوار شد که دلاک ایتما الشجرة یعنی چه شده است  
ای درخت که سبزی از تو رفته و برگت ریخته جواب داد امیر المومنین فرمود اجبهم باذن الله ایتما  
الشجرة و آخر جمیع بخیر - ای درخت بفرمان الهی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم که درخت شکم  
شد و گفت - لیلیک لیلیک یا وصی رسول الله و خلیفته من بعد و حقا خطاب بایم  
حسن کرد که هر شب وقت سحر قدرت بر نزد من می آمده و درخت نماز گذارده و تسبیح و تفسیر حق تعالی  
مشغول می شد و می رفت و آمدن و رفتش بر کرسی نوز میان ابر سفیدی بود که از آن بوی مشک از نو  
بشام میرسید و من از استشام روح نوح افروزی آنحضرت و آن نور سبز و باطراوت می بودم و اکنون  
چهار شب شده که شریف از زانی نفرموده از مفارقت پدرت که عالم بین مرتبه رسیده و اگر از ایشان  
استدعا کنی که لطف خود ازین مجور دور ندارد آمدن او را بحال خود باز می آورد پس شاه ولایت بنزد  
آن درخت رفته دو کعبه نماز گذارده دست مبارک بر آن درخت الیه سلمان گوید که بخدا قسم که  
از آن درخت که شتاق نیر خواست نه الفور سبز شده و برگ آورده سیوه بیردن کرد پس آنحضرت  
بر کرسی خود قرار گرفت و مار بر داشته بلند شد بحدی که دنیا - ثانی و نظر اسب سبزی نمود و در او فرشته دیدیم  
سر او در زیر قرص آفتاب و پای او در محیط و یکدست و در شرق و یکی در غرب از علی علیه السلام بر سیم  
که این کسیت فرمود که حکم خدا من او را درین موضع نصب کرده ام و بتاریکی شب در شامی رود و  
مواکب حاجت و چنین خواهد بود تا روز قیامت پس او را باز نمود و یا جرج برود آنحضرت علیه السلام باز خواهد  
نمود ابطلی تحت هذا الجبل - یعنی ای ابرو در زیر کوه فرو و او آن کوه بلند غلانی گویند شبی بود سیاه  
روی دود و بجا بشام میرسید یا جرج را دیدیم و از کثرت ایشان تعجب نمودیم و ایشان را در صفت  
دیدیم که یکی طول ایشان بست که در عرض ده گز - و صغری طول صد گز و عرض هفتاد گز و صغری یک گز را

الحاف و دیگر برادواج میگردید یکی از حال آنها پسرید حضرت علیہ السلام فرمود حاکم این جمع بمحصول  
 منم و همه در حکم من اند پس میاد حرفی گفت باد ما زبردست بکوه قاف رسانید کوهی دیدیم  
 چون یا قوت سرخ که محیط همه دنیا بود فرشته بشکل آدم بر روی موکل چون آن فرشته را چشم برافشا  
 گفت اسلام علیک یا امیر المؤمنین پس حضرت طلب کرد که مطلب خود را عرض کند آنحضرت فرمود  
 که حضرت زیارت برادرت و مصاحبت تیغهای بر و حضرت دایم پس فرشته برآمد الحسن العظیم  
 گفته ای شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول همان طریق سوال جواب واقع شد درخت  
 گفت ثلث اول شیخ علی علیه السلام نزد من می آمد پس از نماز و تسبیح و تقدیس پس ای سوار شدن  
 میرفت و من بنزد خورم بودم چهل روز است که فیض قدم از من گرفته و منم که اخته و اوقتم فروخته  
 از مفارقت دوست و امام حسن التماس نمود حضرت دست مبارک برکشید درخت گفت اشهد  
 ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و انک ائمة المؤمنین في الامة المباركة  
 الطيبة و صی رسول رب العلمین من قبک باک بنحی و صر تخلف عنک هو - پس  
 آن بنزد خورم شد و طراوت یافت و ما در زیر آن ساعتی آرام گرفته پسریدیم که یا امیر المؤمنین آن  
 فرشته کجارت فرمود که دیر در بر جیل غلست که عبود نمودیم فرشته که بر آن موکل است حضرت زیارت  
 این فرشته طلبیده بود و امر در این رفت که تا رک آن نماید یکی از یاران گفت که اگر ملاک همه باذن شما  
 از محل و مکان خود حرکت میکنند فرمود و نهجای که استعما آنها را بے سنون آفریده که هیچ یک قدرت ندانند  
 که بے حضرت من از جای خود حرکت نایند و اگر بے اذن من بقدر نفسی حرکت نایند حضرت العزیز  
 بهر ق غضب خود آنرا بسوزد و بعد از من فرزند من و بعد از حسین و بعد از زکریا و اولاد او که انهم  
 ایشان قائم آل محمد صلی الله علیه و سلم این حال دارند و هیچ کس از ملاک مقررین با حد  
 نباشد که یک نفس بے اراده ایشان برآورد یکی نام فرشته که موکل قاف است پسرید فرمود بر خال  
 من ختم یا امیر المؤمنین نه ما دیر در خدمت شما بسر بردیم که ام وقت نزول اجلال دران کن  
 شده بود فرمود چشم خود را بپوشانید پوشانیدیم امر بکشودن کرد و کشودیم خود را در ملکوتی دیگر نیستیم

گفتیم این بشارتی عجاب فرمود ملک الموت در قبضه اقتدار من است که شمار طاقت اطلاع بر آن  
 و همدان من بنین مخلوقم چون مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و بیداری مانند دیگران و اگر اندکی از آنچه  
 من میدادم بماند و بهای شئام تاب نشیندن آن ندارد و دهانید که انعم اعظم حق قائله بقاء و در دست  
 نزد آنحضرت بن برضیا که تحت بلقیس را یک چشم زدن آمد و نزد سلیمان یک حرف بود و نزد من بقاء و  
 دو حرف و یک ظرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست و لا حول الا بالله العلی اعظم شمس  
 بر کمر اشاعت و منکر شد هر که مرا منکر شد پس آن بعد از امر فرمود که مرا بیاغی رساند که در سبزی و خوشی  
 بار خنده پشت برابر می نماید و را بجا جوالی را در میان دو قبر مشغول دیدیم گفتیم یا امیر المؤمنین این  
 جوان کیست فرمود بنی صالح بنی است و این دو قبر از پدر و مادر اوست و چون چشم صالح بر صالح  
 المؤمنین افتاد و بیتا بانه پیش آمد رسید به کیسه آنحضرت را بوسید و گریه کنان بشکوه درآمد آنحضرت  
 او را تسلی میداد و پرسیدیم که صالح چرا میگردد فرمود که از بوسه پر سید امام حسن فرمود ایها السعید الصالح چه  
 چیز را میگردد فرمود که پدرت هر روز وقت طلوع صبح نزد من می آمد و با هم نماز میکردیم و هم داشت  
 نشاء و عجب من بود و در عبادت و امر و زنده روز است که تشریف بیاورده چون او را دیدم عظم  
 نماز گفتیم یا امیر المؤمنین این عجب تربیت ما هر روز در صبح در خدمت شما بسر میریم چگونه در اطلاع  
 اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکردی فرمود که اگر خواهی سلیمان را زیارت کن که گفتیم یا امیر المؤمنین  
 ما را از روی نیست شاه ولایت برخاسته روان شد و در خدمتش بستانای رسیدیم که کسی نماند آن نشین  
 و ندیده آبهای جاری و مرغان خوش الحان و فواکه بسیار چون آن مرغانه چشم بر آنحضرت  
 افتاد و در او را زد و گرفتند و بر میزدند و طواف میکردند و در میان هشت تختی از فیروزه دیدیم  
 جوانی بر دوایده کستهای خود بر سر نهاده دو وار بالای سرد پائین پای افتاد گرفت چون  
 ما را آنحضرت را دیدند دست ما را غلطید گفتیم یا امیر المؤمنین این جوان کیست فرمود سلیمان گفتی  
 را از پشت خود بر آورده و نشست او گرفت قدم باذن الله تعالی عظمای و میهمانی محال سلیمان  
 علیه السلام برخاست و گفت ای شهدان لا اله الا الله و حده لا شریک له و ان محمد عبده

ورسوله اسلمه بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون  
 وانشهد انك وصي رسول الله الهادي الهمم الكذالك الله لعجته ومحبته اهليلج  
 حاتاني الملك يعنى گواهی میدهم که خدا نزاری پستش بکست و او را شیرینی نیت و بدستیک  
 محمد بنده است و فرستاده یاور است و برهنای و انهار کردن دین حق و هر دین غیر دین اوست  
 باطل باشد و دین او را نسخ دین با باشد اگر چه مشرکین زمین حسنی که است داشته باشند و گواهی میدهم  
 که تو وصی و جانشین رسول الله و توئی راه غانیده و راه یافته که بوسیله تو سوال کردم من از حق تعالی  
 محبت تو و محبت الهییت تو و بمن حق تعالی آنچه داده از ملک با دشاهی مثل آن هیچ یک از اولاد  
 آدم نداده بود اگر محبت تو شفیق نمی ساختم آن سلطنت و بزرگی بمن عطا نمی فرمود پس ما  
 آن سرور و زرد سلیمان علیه السلام شست با بوس آن جعفر شیر شرف شد عیسی سلیمان را دواع نموده بر خاست  
 و سلیمان بحال خود برگشت و ما پسریدیم که یا امیر المومنین شمار علمی با نچه در پس کوه قاهست فرمود  
 که خلاق عالم و موجب بنی آدم چهل عالم در عقب کوه قاف آفرید که هر عالمی چهل برابر دنیا باشد و علم من  
 ما در ای کوه همچو کشت بحال این دنیا و آنچه درین دنیا است بعد رسول الله صلی الله علیه و آله  
 نگا دارند و آن عالمها منم بر زمینین بعد از من اولاد من حافظ شریعت نبوی و وارث علم مصطفی  
 خواهند بود تا روز قیامت من و اما ترم بر اینها که در آسمانهاست در اینها که در زمین است و ایتم اسم  
 کنون و اسم مخزون الهی و ایتم اسم حسنی که چون خدا را بان اسماء بخوانند و ایتم صاحب آن  
 ناها که بر عرش و کرسی نشسته است و ایتم شمت کنند و درخت و ازما تعلیم گرفته اند لکن  
 اسمها تسبیح و تعذیس و تهلیل و تکبیر و تحمید الهی و ایتم آن کلماتی که چون آدم علیه السلام  
 تلقین نمود توبه اس قبول شد و من میدانم این اسم را عجیبه و اسرار عجیبه را برکت اسم اعظم  
 که اگر بر برگ زیتون بان حرفی بنویسند در آتش اندازند نسوزد و طرأش میسر شود و اگر  
 و هر کجا است روشنی روز از ناها ای نامی باست و اسمی ما را چون بر آسمان نقش کردند به ستون  
 استقامت یافت زمین بان نقش گشته مسطح شد و چون بر باد خوانند در حرکت آمد

در بر بن نوشتند نعمان شد و بر عدد رقم نمودند غاش شد و بر جبهه امیر اسیران نقش کردند منظم بکلام منبوح  
 تَعْدُسُ رَبِّكَ لِلْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحُ گر دید و چون کلام معجز نظامش باین مقام رسید فرمود چشماهای  
 خود را پوشید پوشیدیم باز گفت بکشایه بکشایم و خود در شهری دیدیم شمل بر بازار لای محمود  
 و قصرهای رفیع مردمش در نهایت بندگی قامت و کمال استقامت هر یکی چون غلی پس نمود  
 که این گروه از بقیه قوم غاواند که هنوز در کفر و ضلالت و ظلم و جهالت گرفتار اند و ایمان برب را باب  
 در حساب ندارند و شهر ایشان از شهر اوس مشرق بود من بامر خالق بی چون قلع و قمع میبایست نمود  
 باین مکان شان نقل نمودم تا شمارا در اینجا ببینند و شماران مسلح گشتید و من داعیه دارم که باین گروه  
 مقابل نمایم پس آن قوم را بوجه انیت خدا و رسالت محمد مصطفی صلی الله علیه و سلم ولایت خود دعوت  
 نمود ایشان ایا نمودند و بسیاری را بکشت و چون خوف را مشاهده نمودند زانگاه دست مبارک  
 برسدند مایه خوف از ازا ازل شد بار دیگر آواز بلند ایشان را با سلام خواند ایمان یار در دند برق و صاعقه  
 ظاهر شد و چیزی چند نخواستند که ما نپذیریم و از اچان مشاهده می شد که این برقی رعد و صاعقه از دهن حضرت  
 بر می آمد و چند آن صدای می بر آن یک پدید آمد که گفتم انبیا آسمان بر زمین آمده که بهیسا از هم  
 فرو می ریزد تا آنکه یک متنفس از ایشان نماند و چون از مجاد که آن قوم فارغ شد و آن رعد در حق  
 بر طرف شد استماع نمودیم که یا امیر المومنین را با وطن باز و رسان که زیاده برین طاقت مشاهده این  
 امور نداریم آن ابر را طلبید بر آن سوار شدیم و آن حضرت منظم بکلامی شد با و از او ابواب ده  
 بجای رسانید که دنیا بقدر دینی معانیه میسر کردیم و بعد از خود را در خانه امیر المومنین دیدیم از این  
 مکان که مسافره بودیم و چون نزد آتش بیتیم با یک نمودن شنیدیم که اذان ظهری میگفت  
 یا اهل صبح بود از طلوع آفتاب راهی شده بودیم که در پنج ساعت پنجاه ساله راه را طی نمودیم  
 چون ما را متعجب دید فرمود بجذائی که نفس من بید قدرت اوست که اگر خواهم شمارا در طرقت العین  
 در همه آسمانها در بینم با گردانیم در آن قادرم و این قدرت عظیمه با و چون خالق برتر و از برتر  
 خیر الخلقه یا قهقام و منم دلی و صبی حضرت صلعم در حیات و در زمان رحلت و لیکن



اکثر مردان نے دانند سلمان گفت من الله من غضب حقا و حدك و عرض غناک  
و ضاعف العذاب الاکیم۔ انتہی بلفظہ۔ ای حضرات شیعہ اس حدیث کو پڑھو اور جناب  
امیر و دیگر ائمہ کی محامد و مناقب کو جو اس روایت سے ثابت ہوتے ہیں دیکھو کہ حضرت کا مرتبہ  
کیسا عالی ہے کہ اختیارات کس قدر وسیع ہیں آپ کی قوت و شوکت کدہ پر ہے ایسا پہنچا  
ہوا آپ کی اونڈی تمام ملکہ آپ کے چاکر و خوق کی لیے آپ اب حیات سے بہتر اسم اعظم آپ کا کہ انگشتی سلمان  
آپ کے ہاتھ میں ایسا آپ کے والد و شیدا ایسا اونکی آپ عقدہ کشار عدلی کرک آپ کی زبان میں سبلی  
کی حکم دہان میں۔ ہر چیز آپ کو معلوم تمام عالم آپ کی نگہبانی میں است یا جوح و ما جوح آپ کے  
قبضہ اقدار میں۔ کفار و نجار کو ایک لمحہ میں خاک سیاہ کر دیں۔ ذوالفقار آپ کی اہل نفاق کو کفر  
ایک دم میں تباہ کر دے۔ قوم عا و کو جو قوت و شجاعت میں لٹانی تھے ایک دم میں نیست  
و نابود کر دیا۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ او سنی چند منافقین سے ڈر کر یہاں تک تقیہ کیا  
کر دین ہی تباہ ہو گیا۔ اور وہ اوس کی بیٹی ہی چھین لیں اور اس کی زوجہ کو یہاں تک مارا کہ حل ہی  
ساقط ہوا اور وہ اوس میں جلست کر گئی بلکہ خود انکی موافق مسائل خلاف حق بیان کرنے لگا۔  
اور لوگوں کو اونکی گمراہی پر اور میں اور دغا کر ہو گیا اور بعد اسی قسم کے باتیں جو کہتے ہیں۔ نوذبات  
من تک الکفریات۔ اخیر سر کو اعلیٰ جگہ مجنون اور دیوانوں کی بڑی زیادہ وقت نہیں کہتے  
اور یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ نے یہ عباد چندی ابداش منافقین کے وصیت کی تھی کہ ہرگز مردان  
لوگوں کو سنی سانس ہی نہ نکالیں۔ چون تک بھیجو۔ جو کچھ چاہیں کریں صبر و سکوت کے صلہ میں کہ  
ہاتھ سے نہ بچو۔ خدا تعالیٰ کی خدائی پرستج بلکہ خوف کا وہیہ لگانا ہے کہ ان لوگوں کو شیعیان  
پاک کا خدا ہی ڈرنا تھا نوذبات من ذلک۔ اس قدر گزارش سے عقلا پر ہاری استدلال و  
ثبوت مدعا کی کیفیت کمال پر ہے اور نقل روایت طویلہ میں مابذ وقت کرنا یہ بہت ضرر  
ہو چکا ہے اسلیں اس روایت کے نسبت ہم اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ مگر اتنا بھی واضح  
رہے کہ حسب تصریح صاحب ارغام یہ روایت جیسا عالم محقق فاضل حق ارستانی نے

اپنی کتاب امامت میں بیان کی ہے اور اسکی مختصر ہونے کا اقرار کیا ہے۔ صاحب  
منہج تحقیق اور مولف معجزات تصوف نے یہی نقل کیا ہے (مثنوی روایت) صاحب آیات  
بنیات نے کشف الغمہ کی نقل کی ہے۔ روایت ستاد محمد بن خالد رضی کہ روزی عیسیٰ  
بن الخطاب در اثنای خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواهم کہ شمار از معلومات دینیہ و معتقدات  
واحکام شریعت محمدیہ صرف تا نیم دو نیم کہ از معتقدات برگزیدہ درجوع نماید بقواعد و در زمان  
جائست بود شما با من چه خواہید کرد؟ یا تابع من در آن خواہید شد یا مخالف من مردمان ہمہ حاضر  
شدند و یکس جاب گفت عمر دیگر بار ہمین سخن را عادیہ کرد از سچکس جاب بے نشیند پس دیگر بار ہمین  
مسائلہ عادیہ کرد و شاہ ولایت فرمود کہ ہر گاہ از قوانین حالت مشاہدہ گرد و دراز دین مصطفیٰ مخوف  
یا بیم نایب و در طلب کسیم و اگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم و اگر کنی ترا گردن کنیم عمر چون این  
سخن از شاہ اولیائش بگفت در دین ما مردان ہستند کہ اگر مخوف شویم یا بطریق سقیم معیم  
و ثابت دارند۔ اہتہ بلفظہ۔ اس روایت کے مضمون کو پڑھ کر سوچیں کہ جب جناب امیر خلفاء  
کہ سابقہ بہانہ تک صاف گوئی فرماتے تھے اور انکی زبانی باتوں پر انکی قتل کے مستعدی ظاہر فرما  
تے تو اگر معاذ اللہ دین کی خیریت کرتے نہ تے تو آپ کیوں چکر کھینچتے تھے  
(چوتھی روایت) صاحب آیات بنیات نے حیات القلوب بلا باقر مجلسی سے ملخصاً و مختصراً  
نقل کی ہے علی بن ابراہیم از ابو ذر غفاری روایت کردہ ہست کہ گفت روزی با عمر بن خطاب رہا می فرستم  
تا گاہہ نصر الجبلہ در راہ یافتیم و صدای از سینہ او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس مہوش شود گفتیم چہ شد  
ترای عمر گفت مگر زبانی شیرینی شہی است را و معدن گرم و قوت را کوشندہ طایغان و باغیان  
در زمینہ شیر را و سلمہ را صاحب تدبیر را چون نظر کردم دیدم علی بن ابی طالب را دیدم  
را الی قولہ تا این ساعت ترس از دل من بدر نرفته ہست ہر گاہ کہ او را سے بینم چنین  
ہر اسان میشود۔ اس روایت کو ملاحظہ کیجئے جب جناب عمر کی جناب امیر کو یکجہ کہ بہت  
ہوتی تھی کہ شدت خوف و ہریت سے حواس باختہ ہو جاتے تھے اور ہوتی لگتا ہوتا

روایت مختصر بنابر اخبار و روایات

روایت مختصر بنابر اخبار و روایات

تو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ معاذ اللہ ایسا بزدل ایسے شیریں شجاعت کی دختر نیک انحر کو  
 غضب کر لیا جو اسے اور وہ چپ ہو رہے اور چون و چرا انکسے (پانچویں روایت) خطب  
 راوندی نے حرا ج و جراح میں روایت کی ہے۔ منہما روی عن سلمان الفارسی قال ان  
 علیاً بلغه عن عمر ذکر شیعتہ فاستقیل فی بعض طرف بساتین المدینہ و فی ید علی  
 قوس فقال یا عمر یلغض عنک ذکر شیعتی فقال اربع علی ضلعک فقال انک لہا ہانم  
 رمی بالقوس علی الارض فاذا ہو ثعبان کالبعیر فاغرک فاه وقد اقبل نحو عمر لیتعلم  
 فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعد ہا فی شئ وجعل یتفرع الیہ فضر بہ ید  
 الی الثعبان فعادت القوس کما کانت ففزع عمر لم یتیمر عوباً قال سلمان فلما کان  
 اللیل دعانی علی فقال سر الی عمر فانه حل الیہ من ناحیۃ المشرق مال ولم یعلم بہ احد وقد  
 عزم ان یجتنب فقل لہ یقول لک علی اخرج ما حمل الیک من المشرق ففرقہ علی من  
 ہولہم ولا تجسر فافضحک قال سلمان فمضیت الیہ وادیت الیہ الرسالۃ فقال  
 اخبرنی امر صاحبک من ابن عمر بہ فقالت وھل خفی علیہ مثل ہذا و قال یا سلمان  
 اقبل منی ما اقول لک ما حلہ الا ساحروا فی المسق منہ والصواب ان لقادحہ دلعک  
 جملتنا فقلت بئس ما قلت لکن علی ورث من اسرار النبوة ما قد رايت منہ

۱۔ منہم جو ذات جناب میرے جو سلمان فارسی مروی ہے کہ اسے علی کو خبر ہو چکی کہ عمر آپ کے شیعوں کا ذکر کرتا ہے دینہ کو باغوں کے سین ستونیں مڑنے  
 سامنے آگیا اور علی کے ہاتھ میں کمان تھی فرمایا اے میری شیعہ کہ نہ کہہ کی کہی بلکہ خبر ہو چکی ہے کہ وہی کہا تھا کہ ابھی پرزہ کی گلی سے فرمایا  
 (ان) تو تھان جو اپنی کمان کو زمین پر بیکیا یا اچانک وہ ایک اڑتا ہو گئی اور ہونہ کہہ لکے عمر کی طرف اس کے گھٹنے کے واسطے توجہ  
 ہوئی عمر جلا پر ای خدایا اس میں پہر کہی کسی امر میں ایسا نہ دیکھا اور غازی کر کے لگے آئے اڑا ہوا ہاتھ مارا تو وہ جیسی پہلے کہا تھا  
 دیا ہی ہو گیا عربی گھر خوف زدہ چلا کمان سلمان نے کہا جب رات ہوئی میرا مومنین نے بلکہ پکار فرمایا کہ اس کے پاس یا مشرق کی جانب  
 سو اس کو پاس مال آیا ہے اور سیکو اسی پر زمین اور اس کا قصد ہو کہ وہ مال روک لکھیں اور علی کے گھر کہتا ہے کہ جو کال شرف  
 کی طرف توجہ ہے پاس آیا ہے اور سیکو کمال اور مستحق پر بانٹ دی اور روک مت (دور) میں ہونے کی نصیحت کر دیا۔ سلمان کشا ہر  
 میں اس کی پاس کیا اور یہاں پہنچا یا عمر نے کہا کہ چیکو اتو پار کے امر کی خبر دے کہ وہی سیکو کہا نی جانا یعنی کہا کیا اس سے ایسی باتیں  
 مخفی رو سکتی ہیں۔ پھر کہا۔ اے سلمان جو میں سے کہتا ہوں ان کے علی صرف جا دو گر ہے اور میں اس سے ڈرنا ہوں  
 اور بہتر یہ ہے کہ تو بھی اس سے جدا ہو جائے اور ہم میں شمار کیا جاوے میں نے کہا تو تو جیسا کہ علی نبوت کو اسرار کا  
 وارث ہے جو تو دیکھ چکا ہے اور اس کی پاس۔ ۱۲۔

التمارایت منه قال ارجع الیه فقل له السمع والطاعة لامرک فرجعت الے  
 علی فقال احدثک ما جری بینکما فعلت انت اعلم به منی فکلم بکل ما جوی لبیننا ثم  
 قال رعب الثعبان فی قلبی لے ان یحوت استی بلفظہ عمار بن فاضل بن طیب اس روایت کو  
 خارج جراح اپنے قطب الاقطاب کے صفحہ نمبر ۲۱۰ پر بغور ملاحظہ فرما کر فرما دیں کہ مدلول اس حدیث کا  
 پہلا واقعہ یہ ہے یا بدل حدیث شریف اول فرج غضبت کا اگر یہ قصہ اڑو پہلے واقعہ ہوا ہے  
 تو میرے کیا کسی عاقل کے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص کسی کے شیعیان پاک کا بے ادبی سے نام  
 لیں پر ایسا برا سجدہ دیکھ چکا ہو۔ اور مرنے تک اس کے دل میں دہشت باقی ہو اور شیعوں کی اس قدر دہشت  
 اور اعانت دیکھ چکا ہو۔ بیٹھی کے غضب کا تو کیا ذکر وہ لوڈی کا بھی نام لے سکے اور اگر بغرض  
 محال نام لے ہی تو اوس وقت ہی ایک معجزہ دیکھا کر اسکو ڈرا سکتے تھے اور اگر غضب فرج پہلے  
 ہوا تھا تو کیا جو شیعوں کے نام لینے پر کیا وہ غضب دختر پر نہیں کیا جاسکتا تھا کیا غضب دختر  
 شیعوں کو صرف نام لینے سے ہی کم درجہ ہے اسی حضرات ٹکھو تھارے شیخ کی قسم ہے ذرا تو اپنی  
 دین و ایمان اور عقل انصاف سے فرما دیجئے کہ نزدیک آپ صاحب برائی نہ کہے اس سے بہتر دوسری کوئی  
 توجیہ نہیں فرما سکتی کہ جناب میرے جو عالم دما کان و ماکیون تھے آپ کو ام کلثوم کے طغیت سے  
 معلوم ہو گیا تھا کہ ام کلثوم زمرہ ناصب میں سے ہے کہ بعد میں جتنی صحت خلافت عمر ہو جائے گی  
 آپ کے حکم الخیشات الخیشین اسکو بخوشی و رضا عمر کو دیدیا رع کند جھنس با جھنس پر وادی  
 حضرت علیان و لاوتک جہان تم صد ہا سادات خفیہ سینیکہ کا فرو فاسق و ناصبی کہتی ہو  
 اگر ایک بیچاری ام کلثوم کو جو ایت ظہیر میں ہی داخل نہیں ہے بلکہ اسکا صحابہ ہونا زیادہ ثابت  
 ہو گیا ہے جڑ بھلا کہہ دو گے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری اصول مذہب کے یہی راضفانہ گا

سے جو توفے دیکھا ہے اس سے ہی زیادہ ہے اسنے کہا تو اسکو پاس لیں جا اور کہہ کہ تیری حکم کا میں طبع ہوں پہر  
 علی کے پاس اس نے کہا جو تمہاری باہم باقین ہو میں بھی بیباک کروں میں نے کہا کہ آپ اوٹو مجھ سے زیادہ  
 جانتے ہیں۔ پہر عمار ہی سب یا قین بتا دی۔ پہر نہ پایا۔ کہ مرنے تک اڑو کی دہشت اسکو دہشتیں رہیں گی۔

بلکہ بورا مطابق ہوگا اور مہنت کے یہی کیقہد راس طعن سے زبان بندی ہو جائیگا (بھٹی رویت)  
 حسب آیات بنیات نے کتاب عماد الاسلام جناب قبلہ و کعبہ شعیان مولوی ولد راسطی سے نقل کی ہے  
 چنانچہ جسقدر الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اسکو ہم محضاً لکھکر اصل عبارت بنامہ نقل کرتے ہیں کیسب  
 امامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی اپنی اور علی کے دروازہ کے سوا  
 دروازہ مسجد میں نہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس کی درخواست دروازہ کے نسبت تو نامعلوم  
 مگر پرنا لکی درخواست منظور ہوئی اور خود حضرت نے پرنا لگا دیا عمر فاروق کے عہد خلافت میں تین سال  
 جاری رہا ایک روز اسکا پانی عمر کے کپڑوں پر گر ا اور ہونے لے اسکو اکھڑا دیا اور حکم دیا۔ کہ اگر  
 کوئی لکھ لگا دیکھا تو اسکو گردن مار دگا۔ حضرت عباس نے حضرت علی کے پاس جاکر شکایت کی اور  
 اپنی مصیبت سنائی اور ہونے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں  
 ثم نادى يا قنبر على بذي الفقار فقلده ثم خرج الى المسجد والناس حوله وقال  
 يا قنبر اصعد ورد الميزاب الى مكانه فضعه قنبر فرده الى موضعه قال على و  
 حق صاحب هذا القبر والمبرئ قلعه قال لاهربن عنقه وعنق الامر له بذلك  
 ولا صلبه في الشمس حتى ينفذوا فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فنهض ودخل  
 المسجد ونظر الى الميزاب وهو في موضعه فقال لا يغضب احد ايا الحسن فيما  
 فعله ولا كفر عنه عن اليمين فلما كان من الغداة مضى على برابط اليب الى عمه العباس فقال له  
 كيف اصبحت يا عم قال بافضل النعم ما دمت لى يا ابن اخي فقال له يا عم طيفيك  
 وقرعنا فوالله لو خاضعنا اهل الارض في الميزاب لخصمتهم ثم رقتهم بحول الله وقوته

اس پر قنبر کو لگا کر ذہ الفقار لے آو اسکو حائل کیا میر جناب مسجد اور گھر کے درمیان لکھا دیا اسی قبر پر وہ اور پرنا لگایا جبکہ قبر چڑھ گیا  
 اور اسکو اسی جگہ گدایا۔ علی نے کہا میں قبر اور مبرئ وال کے حق کے قسم لگ رہی اسکو اکھڑا تو میں اسکو اور علی حکم کرنے والے گردن ماروں گا  
 اور اسکو سو پتہ میں سولی پر ٹاؤنگا مہانتک نام جو جان بید خبر عمر بن خطاب کو پونجی تلوا تھا اور سجد میں آیا اور پرنا لگا دیا اور کھڑکھڑایا کہ کوئی  
 علی کو اسکو کام میں نہ نہ لادای اور ہم اپنی قسم کا کفارہ دے گی سنو اور مردن فرکو علی اپنی جی عباس کے پاس گئے۔ اور پوچھا کچھ کیا حال ہے۔ کہا  
 بیٹھتی قنبر کی قبر پر ایسی عمدہ کرتے ہیں کہ فرمایا اسے چھوٹا رخسار اور ہنڈی رکھیں کہ خدا کی قسم اگر پرنا لگا کے معاملہ میں تمام زمین و آسمان



معاملہ میں ہنگامہ قتل و قتل سے ہی فرین نکلیا ہو تو غضب بنات کے معاملہ میں بروی عقل و فہم  
کیونکہ بناوڑ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے صبر و سکوت فرمایا ہوگا۔ تعجب یہ ہے کہ غضب بنات  
بھی کریں تو کون اور عاجز و بچہ پر بھی ہوں تو کس کے مقابلہ میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے  
تھیں کہ آپ کے زبانی ہتھکڑیاں لگا کر دھکے دے ڈرتے تھے اور اپنی ارادہ سے باز رہتے تھے ایسی  
لوگ حضرت امیر سے خلافت غضب کریں یا بنات چھینیں مگر ان شاید خدا تعالیٰ نے  
یہ فرمایا ہوگا کہ خاص اہانت و بنات کے غضب میں نہ ہونا اور میز اب وغیرہ کے معاملہ میں  
تو توجہ و شجاعت کے جوہر دکھانا۔ اور سب کے حکمت و مہذبہ کی خدا کے نزدیک غضب خلافت  
و غضب بنات سے پرنا کہ اوکھاڑنا قبیح ہوگا جسکے اور کسی ہماری عقول قاصر ہیں تو وہاں اللہ کی  
توان و دلائل واضح سے اس طرح ہوا کہ جبر و اکراہ کا دعویٰ بالکل لغو اور سر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے  
وحییت تھی کہ دین کی بربادی اور طبیعت کی اہانت و تہلیل چکے چکے دیکھنا اور سر نہ ہلانا نہ آپ  
سچا رہے اور بے یار و نصیب رہے نہ آپ کو یار و نصیب کی ضرورت تھی کہ اللہ علیٰ ذلک لیکن جعفر  
ما سبق میں اس نکاح کی نسبت گزارش ہوا ہے وہ علیٰ سبیل التسلل و تسلیم تھا ورنہ نے بحقیقت بندہ  
فر جو کچھ عرض کیا تھا اس سے نکاح ہرگز مراد نہ تھا۔ کیونکہ بندہ نے الزام یہ عرض کیا تھا کہ کیا تک  
کہ تہی سستی میں کہ تو باللہ تو بہ تو بہ آل رسول کی بنات کو بکلیا بلکہ ان کو شرکاء ہونکو غضب عداوت  
اس عبارت سے مرع ظاہر ہے کہ بندہ نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اس پر یہ کہنا کہ مراد  
غضب سے نکاح ہے سرسخر خلاف ہے۔ ثبوت غضب تو روایت کلیتہً وغیرہ سے واضح ہے۔ بلکہ  
عبارت ایسے ثابت ہے وہ روایت کرتے ہیں۔ یہی اول فرج عصبت بنا۔ پہر اس کو نکاح محمول  
کرنا جو وہ باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رضا و ایسا اعراص  
عن الحقیقۃ و بصورت اے المجاز ہی جو بلا تعدد و حقیقت جائز نہیں اور اس جگہ حقیقت متعذرہ نہیں ہے  
بلکہ قرآن داعی ہے بحقیقت میں غضب اس شخص کی طرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے  
وہ کام کسی جو اس سے بدرجہا زیادہ تھے کیونکہ شر کردہ دشمنان اہمیت تھا۔ اوستی



وفات سرور کائنات کے عرصہ و مہلک قتل کیا مہبط وحی خانہ اہلبیت کو جلایا اہلبیت کدلت راہنت  
 میں کوئی دقیقہ چھوڑا۔ جسکی یہ حالت ہو اور اسکی طرف غضب نبات روایات میں منسوب ہو تو عقل  
 سلیم کی طرف ہرگز یہ متعلق نہیں کیا ہوگا۔ جب وہ ایسا خلیع غذا ہوگا جس نے پہلے  
 ایسی ناشائستہ حرکات کی ہوں اسکو کیا ضرورت ہو کہ وہ نکاح کے جھگڑی کو خریدی نکاح کی نسبت  
 بدون نکاح کے غضب میں تدلیل اہلبیت زیادہ متصور ہو پس اسکی خلاف اصول شیعوں پر ہی کیا ہوگا  
 جو باعث تدلیل اہلبیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غضب اپنی معنی تحقیقی پر محمول ہے  
 دوسری یہ کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ مراد غضب سے نکاح بلا رضائی۔ تاہم مفید مدعا نہیں کیونکہ حسب  
 نصیر فقہاء و قوم نکاح مومنہ کا دشمن اہلبیت ہے قطعاً حرام بلکہ اسے محرم ہے پس حکماء نے مومنہ کا نکاح  
 اونے دشمن اہلبیت کے ساتھ حرام ہونے کو جھگڑا گوشہ بول کا نکاح سرانہ دشمنان اہلبیت اور سرور قمر تبار  
 علی زعم شیعہ کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ پس جب یہ نکاح جائز نہ ہوا اور حرام ہوا تو غضب و نکاح میں  
 صرف تنازع لفظی ہی رہ گیا۔ اور اگر تفتیہ اور جبر و اکراہ کا عذر فراوین تو وہ عنقریب ایسا زبردست چکا کر  
 کہ اسکی اصلاح فاضل مجیب سے بعد رجعت ہی محال ہے وطن یصلح العطار ما افسد الدھن تیسری  
 صاحب زونہ نے اپنی ٹیپس سے تحریر فرمایا ہے۔ کہ نکاحیکہ بغیر طیب خاطر باشد اصلاً مستلزم زنا نیست  
 چه بخیز نزوح در مقام ضرورت و اضطرار از باب خضت ست چنانچہ بخیز تناول میتہ در حال غنصہ و  
 قائلین تفتیہ میگویند کہ شارع فعلی را بطریق تفتیہ واقع شود قائم مقام مامور بہ قرار داد۔ پس بجای آوردن  
 آن امثال اہل البیت و امین سنی مقتضی اجرت پس وقوع زنا لازم نیاید چنانچہ مرگاہ جاری  
 شخصی را در طلاق و اون زوجه اس اجبار نماید در عرف میگویند غضبت زوجتہ۔ حضرت کشمیری  
 صاحب جبر و اکراہ و ضرورت و اضطرار کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اسکا قطع و قبح واجب ہم کہ جھگڑا  
 میں لیکن حضرت کشمیری اور دیگر عقیدین سے اسقدر استفسار باقی ہے کہ کون حضرت جب  
 جبر و اکراہ و ضرورت و اضطرار کی شہری اور مثل میتہ اور لحم ضریر کی حالت منحصر میں ہوئی۔ تو جو کچھ  
 بجز واقع ہوگا وہ بیاح ہوگا اور جو کچھ ازراہ اکراہ و اجبار واقع ہوگا وہ عین امثال حکم خداوندی ہوگا



تو یہ چاہیے لفظ غضب کو اس کے معنی حقیقہ سے پہلے کہ معنی مجازی پر محمول نہ کریں بلکہ معنی حقیقی پر محمول کرنے سے اور زیادہ غاصب کی بُرائی پر دال ہوگا اور المبییت ثبوت پر کسی قسم کا الزام لازم نہ ہوگا کیونکہ دو نو صورتوں میں المبییت سے تو جو کچھ ہوا وہ بحالت مخصوصہ تفسیر کے پردہ میں ہوا جو ہمتناں امر خداوندی ہے خواہ نکاح بلا رضا ہوا تو اور غضب ہوا تو لیکن غاصب کے حق میں اگر نکاح بجمہر تسلیم کیا جاوے تو ایک معصیت اکراہ کی ہی ہوگی پس۔ کیونکہ بعد نکاح تحقق زنا منقوض ہے۔ اور اگر غضب اپنے معنی پر محمول ہوگا تو بجن غاصب ایک بُرائی فعل غضب کے ہوگی اور دوسری زنا کی کہ اس کے حق میں لامحالہ نہ زنا ہوگا معلوم نہیں کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے کیوں پہرتے ہیں اور معنی مجازی پر بلا ضرورت داعیہ اور بدون قرینہ کیوں محمول کرتے ہیں۔ واجب ہو کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے مصروف نہ کریں اور معنی مجازی کا ارتکاب نہ فرماویں۔ رہا یہ کہ آپ کے حضرت کشمیر سے صاحب جو بیہ نظیر پیش فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جاہر بجز واکراہ کسی کی زوجہ کو اس سے طلاق دلائی تو عرف میں کہتے ہیں غضب زد جتہ محض منسلک ہے کیونکہ اول تو اس عرف میں ہر کلام ہی جتنا کہ دلیل سے ثابت نہ کیا جاوے بعد اس کی بیہ نظیر اپنی مثل کی ہی مطابق نہیں اور نہ اس کا غضب ہونا مثل کے غضب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ طلاق باکراہ دلوانا کو یا ایک شخص کے مملوک شے کو اس کے قبضہ و تصرف سے بلا جواز شرعی بجز نکالنا ہے۔ جس پر غضب صادق آتا ہے اور یا محض غیب میں یہ معنی منقوض ہیں کیونکہ نکاح یا بجز کی صورت میں کسی مملوک و تصرف کو اس کے قبضہ سے نہیں نکالا تو نکاح یا بجز کی ماثل نہوا۔ اچھا ہمنے مانا کہ یہ دونوں برابر ہیں لیکن یہ یہ وہی کی ایک حضرت کشمیری کا غلط ہے کیونکہ اس عبارت سے نکاح اس وقت مستفاد ہو سکتا ہے جبکہ غضب کے نسبت نفس و عورت کی طرف جوابے اور جب اس کے نسبت عورت کی فرج کی طرف کر کے زیادہ شیعہ و بیح کیجاوے تو اس وقت ماثل نکاح یا بجز کے مسلم نہیں بلکہ اس وقت بسبب اس کے غضب کا فرج پر وقوع بیان کر کے غایت و بچہ قبح و شامت میں پہنچا لیا گیا کہ غضب حقیقی ہی مراد ہوگا تو اس سے مستلزم ہوگا کہ اس سے مراد نکاح یا بجز

بلکہ غضب حقیقہ مراد ہے۔ مگر حضرت کشمیری صاحب نے اپنی خوش فہمی سے اس قید کو نہیں سمجھا  
یا بجا ہل فرمایا ہو۔ غرض کہ یہ کثیف غضب خواہ حقیقی معنی پر مبنی ہو یا مجازی معنی پر وقوع حرام  
میں اصول شیعہ پر کچھ کلام نہیں ہر طرح حرام ہونا حضرات کا سمجھا نہیں ہو رہا۔ **قولہ بالفرض**  
اگر کم کلوم بنت نہ رہی اس کا نکاح ہوا تب بھی کیا قیامت لازم آتے ہی یہ ظاہر ہے کہ یہ نکاح  
بخوشی نہیں ہوا۔ **اقول** جب فریقین کے کتب معتبرہ اور روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ یہ نکاح  
ام کلوم بنت فاسدہ رضی اللہ عنہا سے ہی ہوا ہے تو بالفرض کے کیا معنی یہ امر فرضی تو نہیں ہے  
یہ تو واقعی اور تحقیقی ہی ہے لفظ بالفرض کہنا محض دہوکہ دہی ہے۔ اور جب آپنی اس نکاح کو  
تسلیم کر لیا تو قیامت یہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و فروع شیعہ برباد ہوئی جاتے ہیں کیونکہ  
حسب روایات شیعہ جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے ہو سکتی تھی تو لامحالہ میں نکاح بخوشی ہوا اور اس سے  
جیسی کچھ صحاح شریفہ بار خزن میں نہیں آیا میرے واقع ہوئی کسی نہ کسی فرد مغربی نہیں کہوں کہ اگر حضرت نادر  
اسکریہ اہل اور لائق تھے تو یہی مذہب شیعہ کی خرابی اور اگر لائق نہیں تھے تاہم مذہب شیعہ کی بربادی  
اور اگر با اینہم بہرہی بنا خوشی و ناز رضی اللہ عنہ نکاح واقع ہوا تاہم مذہب شیعہ کی تباہی پس عاری  
فاضل مجیب کا یہ کہنا تب بھی کیا قیامت لازم آتی تاہم اسکی بجا ہل سے ناشی ہے ورنہ جب روایات  
شیعہ نکاح صحیح ہوا تو یہ کہنا کہ کیا قیامت لازم آتی کہ اگر لائق نہیں تھے تو یہ صحیح بخاری کہتا ہے کہ روایات و احادیث کا یہ  
**اقول** ہم سابقہ عرض کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب شوستر سے اس روایت کو ابن  
جرمناخر کی طرف نسبت کیا ہے جو ابن حجر مکی ہے اور آپ کے کشمیری صاحب نے مذہب میں اس روایت کو  
مطلق ابن جریر کی طرف منسوب کیا ہے تو بظاہر عاری فاضل مجیب کے خوش فہمی معلوم ہوتی ہے کہ  
کہ اپنی کلام میں جو مذہب سے لیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ ابن جریر مطلق لکھا ہے تو عسکری مراد ہو گا ورنہ  
شرح بخاری میں لکھا ہو گا نسخ الباری کی طرف کہنا وافر از نسبت فرمایا حالانکہ وقت اطلاق  
سبقت ذہن کے فیض الباری کے طرف منسوخ بلکہ متبادر مطلق ابن جریر کی ہی امر کے ذکر کرنے  
میں جو متسلق حالات صحابہ ہو کتاب اصالیہ ہے اور اس میں یہ روایات بطرف متضاد موجود ہیں

لیکن اس روایت کا کہیں نشان ہی نہیں بلکہ اس کا مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت مستح الباری میں ہو بھی تو آپ کے قاضی صاحب کا ابن حجر متاخرین کے کی کب طرف نسبت کرنا کہیں غلط ہوگا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب نے قطع متاخر لکھا ہے اور قرینہ بھی دال ہے کہ مراد ابن حجر ابن حجر کی ہے وہ یہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے فرماتے ہیں جبکہ حاصل یہ ہے کہ بعد اس روایت کے ابن حجر نے عمر کے ضم و قبیل کی طرف جو عقد تکمیل سے پہلے واقع ہوئی یہ عذر کیا ہے کہ ام کلثوم بسبب صغیر سن کے اس درجہ کو نہیں پہنچ رہی تھی کہ شہادہ ہو کہ اس کی ضم قبیل حرام ہو اور اگر وہ صغیر نہ ہوتی تو حضرت علی اس کی کیوں بھیجے۔ اور یہ عبارت صواعق ابن حجر کی سن مذکور ہے و قبیلہ و ضمہ اعلیٰ جہۃ الاکرام لانھا الصغیرات تلحقہ شہادی حتیٰ یجرم دلوکا ضمہا لما بوث بہا ابوہا کذا لک۔ مگر اس روایت کا جبکہ قاضی صاحب نے دعویٰ فرماتے ہیں وہ ان کہیں بتا نشان نہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ قاضی صاحب کی اس غلطی یا مغالطہ کی تفسیر و تہلیل ہوتے چلو آئے ہے کہ بخاری فاضل محاط ہے اور یہ اور طرہ نگایا کہ مستح الباری شرح صحیح بخاری کے طرف نسبت کر دیا جو ابن حجر عسقلانی کی ہے پھر اگر بالفرض یہ روایت کسی ابن حجر نے اپنی کس کتاب میں نقل کی ہو تاہم جب متعارض روایات جمہور محدثین کے ہے قابل اعتبار کے نہیں ہو سکتی اور اگر اعتبار ہی نہیں کریں تو فاضل محیب کا یہ اوشاد کہ با و اولیٰ بند پکار رہی ہے غیر مسلم ہے بلکہ بقاعدہ الحدیث ایضاً بعضاً بانضمام دیگر روایات اس روایت میں الجاہ کے یہ معنی ہونگے کہ کثرت الحاح و رسالت اور نہایت تردد و رجعت فرمائے اور بخاری ہے کہ یہ سن میں مناقض دعویٰ سامی ہے اب لیجیہ جو روایات کہ ان معنی پر دال ہیں سن حرقہ کے باب حاوی عشرین مروی ہیں و فی روایۃ از عبدہ عند المنیر فقال لہا الذاس لہ واللہ ما حملتہ علی الحاح علی علی فی انبتہ الا انہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقول کل سبب و صہرہ نقطع الاسباب و صہرہ و اما یا تبارک یوم القیمہ منتشفان  
 لصاحبہا و روایتہ لما اکثر و ردہا علی اعلیٰ بصرہا فقال ما حملت علی کثرۃ رددی  
 الیک الا انی سمعت رسول اللہ علیہ السلام یقول کل حسب و نسب و صہرہ الخ  
 ان روایات سے کثرت الخاح و مراجعت اور نہایت تردد و مسالت بدلیل ثابت ہے پس روایت  
 باخبر فیدین جو لفظ الخاح واقع ہے وہ یہی ہے کہ معنی پر محمول ہوگا علی اصول اہل حق کیونکہ  
 نہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر و ظالم اور غاصب تھی اور نہ جناب امیر مومنین  
 مظلوم و مظلور و حیان و غلوب تھے تو لامحالہ مطابق اصول اہل حق کے ان معنی پر حمل کرنا لازم  
 ہوگا۔ اور فاضل صبیح کا دعویٰ غلط ہوگا۔ وہو طلب قولہ اور غصب کے معنی یہ ہے کہ  
 میں نے کہا اور اقول یہ معنی غصب کے صرف حضرت کا ہی اختراع ہے جب تک آپ کی  
 نقل سے اسکو ثابت نہ فرماویں گے اسوقت تک یہ دعویٰ قابل سماعت نہیں اور بالقرض  
 اگر یہ معنی ہوں ہے تو صہرہ اسر غلط ہے جو حضرت کے خوبی فہم سے پیدا ہوا ہے  
 اگر آپ کے نزدیک صحیح ہے تھا تو کس دلیل سے ثابت فرمایا ہوتا قولہ خلیفہ ثانی سلمان  
 کلہ تہی احکام اسلام اور جاری ہے نکاح شرعی ہوا۔ اقول اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ  
 کہ بوجہ ظاہری اسلام خلیفہ فاروق یہ نکاح از روی شرع کے جائز ہوا لیکن علوم ہوتا ہے  
 کہ حضرت کو اپنے مسائل فقہیہ تک کے یہی خبر نہیں ہے اور خبر کیونکہ ہو مناظرہ کی چند کتابیں  
 دیکھ کر تو مجتہدین بھی مسائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکہ ہو۔ اسی جناب امیر صاحب بیہ اجتہاد اپنے  
 غلط فرمایا اور اس میں آپ نے ظلم کی آپ اپنی کتاب کو ملاحظہ فرمائے آپ کے بیان صحت نکاح کے  
 واسطے صرف ظاہری اسلام دیکھ گئی ہرگز مفید نہیں ہے بلکہ مومنا گنہ فقہیہ میں فو صبت

طہ فرماتے ہر واسطہ اور دلائل و قسطن قطع ہو جائیگا مگر یہ واسطہ اور دلائل قسطن کردہ قیاس میں ہو چکی اور اپنے  
 قسطن دالے کے معارض کر چکی اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمر علی کے پاس (اس میں جالین) کثرت آئی  
 گئی آپ نے اسکو صبر سے نہ کیا۔ عمر نے فرمایا کہ کب کو کثرت آمد وقت پر بجز اسکی کسی اور چیز نہیں آتی پس رسول اللہ  
 علیہ السلام سے سنا فرما سبب اور نسب و صہرہ الخ ۱۲۔

سبب و صہرہ کا معنی یہ ہے کہ جو شخص کسی اور شخص سے نکاح کرے وہ اس کا سبب و صہرہ بن جاتا ہے۔

و نواح کے ساتھ مومنہ کا نکاح مباح نہ لکھا ہے۔ اس وقت من لایخبر حافر ہے اوسین  
روایت موجود ہے۔ وروی الحسن بن محبوب عن سلیمان الجار عن عبد اللہ  
علیہ السلام قال لا ینبغی للرجل المسلم منکران یتزوج الناصیبة ولا ینزوج  
ابنته ناصبیا ویطرحها عنده قال مصنف هذا الکتاب رحمة الله من نصب  
حر یا لآل محمد علیہم السلام فلا نصیب لہم الا سلام فلذلك حرم نکاحہم  
وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ صنفان من امتی لا نصیب لہم الا سلام لنا  
لاہل بیتہ الخ اس روایت سے حرمت نکاح نواصب ہی نہیں ثابت ہوئی بلکہ اس سے  
یہ بھی ثابت ہوا کہ نواصب کا ظاہری اسلام اور زبانی کلمہ گوئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جو  
بعض شیخ مثل فضل محی طبع کنجہ بجا شین گرفتار ہو کر ظاہری اسلام کو اعتبار کرتے ہیں  
سے اس غلط ہے نکاح تو ایک طرف رہا نواصب کا تو جو نامک ہی نہیں ہے من لایخبر من ہے  
ولا یجوز الوضو بوردی والمضانی وولد الزنا والمشرک وکل من خالف  
الاسلام واسد من ذلک سور الناصب انتصار میں ہے وبهذا الاسناد عن  
محمد بن یعقوب عن احمد بن ادریس بن محمد بن احمد بن یحییٰ عن العیوب  
بن نوح عن الوشاء عن زرہ عن عبد اللہ علیہ السلام انه کبر  
سور ولد الزنا والیہودی والمضانی والمشرک وکل من خالف الاسلام وکان  
اشد ذلک عنده سور الناصب پس جب نواصب کے چوتھے کلمہ حال ہے تو ان کا

۱۔ امام ابی عبد اللہ سروری ہے فرمایا ہم میں سے مسلمان شخص کو اتنی نہیں کہنا کہ یہ ساتھ شادی کر دینی بی کا نہیں کیا  
نکاح کرے اور اس کو سبکی پاس مال دی مصنف کتاب کہتا ہے جو آل محمد علیہم السلام ساتھ زانی قائم کرے ان کی بیعت ہم میں کیجیے  
حصہ نہیں ایلک ان کا نکاح حرام ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ میرے امت میں تو تم کے لوگ ہیں چکر ہم میں  
کوچہ نہیں ایک تو میری اہمیت کے ساتھ دیکھنے رکھنے والا ہے۔ ۲۔ یہودی اور نصرانی انہو لا الزنا  
مشرک اور مخالف اسلام کے چوتھے کلمہ کے ساتھ دعو جائز نہیں ہے اور اس سے بھی سخت تر ناصبی کا چوتھا ہے یا  
ابی عبد اللہ سروری ہے انہوں نے ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور مشرک ہر مخالف اسلام کے چوتھے کلمہ سبھا  
اور سے سخت تر آپ کے نزدیک ناصبی کا چوتھا تھا۔ ۱۲۔

نکاح کیا کچھ ہوگا۔ علی الخصوص اسے شخص کا نکاح جو بدعت شیعہ دشمنان اہلبیت کا سرگروہ  
قاتل و موصوم ہو کہ اسی شخص کو شیعہ جنس العین اعتقاد کرتے ہیں اور اسکی عدم طیب ولادت کا  
حکم کرتے ہیں چنانچہ خاتم التکلیف مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الاخبار  
صدوق سے عدم طیب ولادت کے نسبت یہ روایت نقل کی ہے حدیثاً علی  
بن احمد بن محمد سے رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ الکوینی عن موسیٰ  
بن عثمان النخعی عن عمہ الحسن بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزہ عن ابی  
لصیر قال سالتہ عماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان  
ولدا الزنا شر المخلوقات قال علیہ السلام عنی بئرا شر من تقدمہ ومن تلک  
قطعا ناجا نذرا و حرام ہوگا۔ اور جب اونے مومنہ کے نکاح کا یہ حال ہو تو قدرہ مومنات یعنی  
سرور موجودات جب کہ گوشہ بقول کا نکاح تو دین و ایمان سے دست برداری ہوگی اسلئے اس طرح  
تصریح خاتم التکلیف بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی دختر کا ایسے لوگوں کیساتھ نکاح کر دے  
وہ دشمن ہیں و ایمان ہے اہلبیت و شریعت کے بیخ کو قطع کرتا ہے اور اگر آپ کے نزدیک ظاہری  
اسلام اور زبانی کلمہ کوئی اجرا و احکام اسلام کی کافی ہے تو پھر آپ ذرا اپنی قبلہ و کعبہ یکسر  
صاحب نشہ المطامین سے پوچھیں کہ حضرت آپ جو تحفہ کے اس قول کے جواب میں اگر تو  
ابوبکر درستیفا و قصاص مالک بن نویرہ قاضی و در خلافت ادا باشد تو حق حضرت امیر و استیفا  
قصاص عثمان بطریق اولیٰ قاضی باشد یہ ارشاد فرمائے ہیں۔ خلاصہ جواب از حضرت  
شیعیان ثبت کہ عثمان نزد ایشان جائزہ قتل بود و لہذا اخذ قصاص ادا واجب بنا شد  
اسکے کیا جتنے ہیں جب ظاہری کلمہ کوئی پر احکام اسلام جاریں اور فکا مومنات کے ساتھ  
نکاح صحیح ہے تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ وہ جائزہ قتل میں اور انکا دم ہر بی باکل غلط اور مخالف  
لے نہیں اس سے پوچھا اس حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سروری ہے و لایزالا فیؤمنین بدرجۃ علیہ السلام  
فرمایا اس سے مراد یہی کہ اپنی سے پہلے اگر پہلے سرور ہے۔



اس صریح میں اول آپ جبردار کا ثبوت دیوں اور انشاء اللہ قیامت تک یہی نہ ٹھیکینگا اور بعد اسکی حضرت کے حق میں  
 تنقیہ کا فتویٰ دیوں یہ سب کا ثبوت وہیں اور اگر برضا ہوا اور حرام تھا جیسا کہ آپ کی کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمہ کا  
 نکاح کافر کے ساتھ حرام ہے تو یہ آپ ہی خیال فرما لیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون  
 کیسی فعل کے مرتکب ہوئے اور اگر نکاح برضا ہوا اور جائز تھا چنانچہ واقعی ارضے نفس الامریا آپ ہی  
 تو پہر آپ کا اوسکو ذکر کرنا اور قیاسیہ فرار دینا سراسر غش نہیں ہے۔ لیجئے ہم اسکی جواب کو آپ کی  
 کتاب پر ثبت کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ابتداء اسلام میں جب تک تحریم نکاح مومنہ کے مرتکب  
 کر ساتھ نازل نہیں ہوئی تھی اور وقت اہل شرک و اہل ایمان میں یہ نکاح جائز و حلال تھا اسوقت  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح ابو العاص سے کر دیا تھا چنانچہ  
 اسکی حالت شرعاً سابقہ میں ہی تھی۔ تفسیر مجمع البیان میں فاضل طبرسی تحت آیت شریفہ وقع  
 سورہ ہود قال یا قوم هؤلاء بنائی ہن اھم لکم کہتے ہیں وکان یحزن فی شرع تنزیج  
 المؤمنۃ من الکافر وکذا کان ایضاً فی مبداء الاسلام فقد زوج النبی صلی اللہ علیہ  
 والہ وسلم بنتہ من بنی العاص بن الوبح قبل ان یسلم ثم نہی عن ذلك پھر دوسرے  
 جگہ سورہ حج میں تحت آیت کہ یہ هؤلاء بنائی انکم فاعلمین کہتے ہیں وقولہ انکم  
 فاعلمین کنا یحرم النکاح ای انکم متہ وجین وقیل ایضا قال ذلك  
 للروساء الذین یكفون اتباعهم وقد کان یحرم تنزیج المؤمنۃ من الکافر  
 یومئذ وقد کان ذلك ایضاً فی شرع تنزیج حرم اور نیز فاضل کشاف خلاصۃ المنہج میں پہلے  
 آیت کے تفسیر میں کہتے ہیں۔ گفت لوط اسے گروہ میں اینہا دختران من اند ایشان را بجاہد  
 کہ ایشان پاکیزہ اند و شراراً تنزیج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شرعیت او تنزیج مومنات  
 سے ادا کی شرع میں مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا اور اسبطی شروع اسلام میں ہی تھا اور حضرت نے اپنی دختر کا نکاح  
 ابو العاص سے پہلے اس سے کسلمان ہو کر دیا تھا پھر نسخ ہو گیا۔ ۱۲۔ قولہ انکم فاعلمین نکاح سے کنایہ ہے یعنی اگر تم  
 نکاح کرنے واقعی کہو میں کہہ سردار دیکھو کہا جو اپنی ابتلا کو روک سکتے ہیں اور اسوقت مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا  
 اور پہلے جاری شریعت میں ہی تھا پھر حرام ہو گیا۔ ۱۳۔



بکفار جائز ہو چنانکہ درید ایت اسلام حضرت رسالت ﷺ علیہ وآلہ وسلم و فقری از دھرن  
 خود بعتہ داد و دھنر دیگر را با بوالعاص بن ابی اذان این حکم منسوخ شد۔ انتہی علی ابی اذان الغنیم  
 اور جب یہ حکم بعد جواز زمانہ حیا جاب رسالت ﷺ علیہ وسلم منسوخ ہو چکا اور یہ نکاح متنازعہ  
 بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو غیر منسوخ کو منسوخ پر قیاس کرنا اور حرام و حلال کو یکساں  
 و سادی سمجھنا حضرت مجتہدین و تکلمین شیعہ کی قوت قدسیہ یا محدثہ کو زیبا ہے اور روایت  
 اہل سنت کے یہی اسپر وال ہیں۔ کہ نکاح ہونہ کا کافر کے ساتھ مباد اسلام میں جائز تھا بعد از اس  
 منسوخ ہوا چنانچہ تفاسیر و احادیث مملوین شرح مصابیح سے ایک روایت جو حضرت ام المومنین  
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے از الذہنین سے نقل کرتے ہیں **عَنْ عَائِشَةَ لَمَّا بَعِثَ**  
**اَهْلَ مَكَّةَ فِي دَعَا اسْرَائِيْلَهُمْ حَتَّى غَلَبَ لَيْلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فَقَتَلَ**  
**بَعْضَهُمْ وَاسْرَأَ بَعْضَهُمْ وَطَلَبَ مِنْهُمْ الْفِدَاءَ لَيْلَتِ زَيْنَبَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
**مِنْ خَدِيجَةَ فِي فِدَا لَوْ رُجِمَا إِلَى الْعَاصِ بْنِ الرِّبْعِ فَرَجَبٌ شَمْسُ الْقُرَشِيِّ بِمَالٍ**  
**وَصَوَّكَانَ مِنْ جِلْدِ اسْرَاءِ بَدْرٍ وَكَانَ تَزْوِيجُ الْكَافِرِ بِالْمُسْلِمَةِ جَائِزًا فَتَنَسَخَ يَقُولُ لَهَا**  
**وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا بِالْإِسْلَامِ۔** پس ثابت ہوا کہ بموجب روایات قرطبین کے  
 نکاح حضرت زینبؓ کا قبل نسخ کے ہوا کہ اس وقت میں جائز اور حلال تھا اب بیان ثلثہ بعض  
 اذن لوگوں کو جنکو حالات شمریت سے پوری کیفیت نہیں ہر شبہ واقع ہو اور وہ یہ اعتراض کریں  
 کہ سلما قبل نسخ کے جائز اور حلال تھا لیکن بعد نسخ کے تو حرام ہوا تو اس وقت تفریق کی  
 ضرورت ہوئی اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب معلومیت کے تفریق نہ کر سکے  
 پس اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حکم کا نزول تفریق سے پہلے ہے  
 لے غائے خبر نہ ہنایہ سردی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فتح پائی اور بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر  
 لیا اور بعضی قذیر طلب کیا تو جب مال گننے قذیر بھیجا تو زینبؓ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر ہیں قذیر سے پہنچی اپنی  
 شہرہ بوالعاص بن الربیع بن عبد شمس قریشی کے قذیر ہیں جو بھڑقیدہ کر تھا مال بھیجا اور کافروں کا نکاح مسلمہ کے ساتھ جائز تھا  
 تو ان کے دلائل نہ تو درست ہیں نہ مستند نہ منہا کے ساتھ منسوخ ہوا ۱۲۱۔

بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہوا ہو۔ دوسرا جواب بطور صل و تحقیق کے یہ ہے کہ  
 کہ واقعات نزول احکام پر محقق نہیں ہے کہ جو احکام اہل مشروع تھے اور بعد مشروعیت کے منسوخ  
 ہوئی اور نسخ کے یہ مسئلے ہیں کہ بعد نسخ کے ان افعال کا کرنا بشرطیکہ اوہین اہل اسلام کے  
 اختیار کو دخل ہو غیر مشروع ہے اور جو کچھ کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا اور اس کی نسخ درج میں نہ آئے ہو  
 کچھ دخل نہیں وہ حکم نسخ میں داخل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ عقد نکاح اگرچہ باختیار ادا لیا عورت پر  
 لیکن نسخ نکاح میں عورت یا اس کے والد کو بکلی شریعت کچھ دخل نہیں تو فی الحقیقت اس پر نسخ  
 وارد ہی نہیں ہوا جو اس کو حرام اور غیر مشروع سمجھا جاویں۔ اور ضرورت تفریق کی واقع ہو۔  
 کیونکہ ولاتنکحوا المشرکین سے ممانعت عقد نکاح جدید کی ثابت ہوتی ہے نسخ نکاح منعقدہ سابق  
 پر دال ہے تو تحریم اس پر وارد ہی نہیں اور حکم نسخ اس کو شامل ہی نہیں۔ پس تاریخ خمس سے  
 جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کے روایات صحیحہ معتمدہ کے مختلف ہیں اور قابل احتجاج نہیں  
 بلکہ خود ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو تاریخ صحابہ نے نقل کی ہے وہ اس کے خلاف  
 اور ممکن ہے کہ تاریخ خمس کے روایات میں کان الاسلام فرقا محمول استجاب پر ہو یا میں معنی  
 کہ پھر اور شخص یہ تھا کہ نکاح کو نسخ کر اگر حضرت زینب کا نکاح کسے سمان ہو کر تے کیونکہ اسلام  
 یا جمہل اسلام و کفارین ایک قسم کی تفریق کر دی تھی۔ لیکن چونکہ نسخ باختیار مرد ہے اسلیں کچھ  
 قدرت نہ تھی اور شاید موجب کشاکش اذیت نہ کا ہوتا۔ لیکن آپ مغلوب تھی اسی حالت میں  
 صرف استجاب کے لیے فتنہ برپا کرنا مناسب و مصلحت نہ تھا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک  
 نہیں ہوا تھا یہ نکاح ہی حرام نہیں ہوا تھا تو اس توجہ کے موافق تمام روایات مجتمع ہوئی اور  
 بحسب اللہ تعارض مرتفع اور استدلال فاضل استدلال باطل ہوا اسلئے اب لقرض سمان کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو میں مغلوب تھے اور بوجہ مغلوبیت کے تفریق بوجہ آپ کے واجب تھی  
 لیکن یہ قضیہ مقدس علیہ نکاح ام کلثوم نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم پیشتر بروایات معتبرہ  
 ثابت کر چکے ہیں کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے۔ غرض کہ اس قضیہ کو

فائدہ جلیلہ دارا نسخ نکاح باشرک

بیان ذکر کرنا حضرات شیعہ کے عزم و ارادہ و فاضل مباحث کے خصوصاً کمال خوش فہمی اور ہوشیار  
 ذہن اگر اس نکاح کو مقبوض علیہ قرار دیتے کہ جو حضرت جلیل اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ زینب  
 زینب و زینبہ کا نکاح کیا بعد دیگر کے عثمان ذی النورین کے ساتھ فرمایا اور ذہن ہی خاص کے  
 قائل ہوتے اور حضرت کے مقلد اور تہذیب کا وہ جو ہے کہ کے ثابت کرتے والہ حضرت ائمہ نے نہایت  
 پرانچہ فاضل صاحب شمس ستری نے مجاہد بن یزید اسد اللہ بن ابی ابراہیم بنی و ختم بھٹان و اولی و شتر  
 بحر و ستاد و اور اسکو ذکر کر کے اپنے اسد لیل کے بیچ آپ اپنے ہاتھوں کاٹ ڈالی کیا۔  
 حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا فعل تو نہ تہذیب سے نہ تہذیبی دور ماندگی و جبر و اکراہ سے نہ تہذیب  
 فعل نکاح بطیب خاطر و جواز شرعی ہوا تھا و ولی کا فعل نکاح یہی ایسا ہی برفہار و جواز شرعی  
 و جواز شرعی بلا جبر و اکراہ ہوا و ہوا المدعی۔ **قولہ** سوا اللہ اگر یہی فرض کریں جو حضرت  
 یا حضرت محمد کے میر ہمدی صاحب آیات بنیات میں فرماتے ہیں تب ہی تمک کو اس پر کیا  
 نسبت مثلاً اگر کوئی یہ حجت پیش کرے کہ کیا اہلسنت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 یہی معنی میں کرادہی مٹی کو زوجہ کا فراس عالمین قرار دین جبکہ اسلام نے جدائی کر دی  
 تو حضرت کیا جواب دیں؟ **اقول** سبحان اللہ البیت بنو جسک شائین آیت ظہیر نازل ہو  
 او سکر و شمنو کو صریح زنا اور فحش اور جیسا کہ کی ہمت سے موت و شتم فرمائیں اور یہی تمک  
 میں رختہ نہ پڑے یہ تمک حضرت شیعہ کا ہے تمک ہے اور اہلسنت کے تمک پر جو  
 نکاح ابوالعاص کے ساتھ معارضہ کیا بعد اللہ اہلسنت کو سنت جواب کی کچھ حاجت نہیں کہ  
 یہ قصہ مشترک ملازم ہے پس اسکا جواب جو کچھ علماء شیعہ نے دیکر فیصد کیا ہے چنانچہ او سکر  
 نقول بحوالہ مجمع البیان خلاصۃ المنہج مابین میں مذکور ہو چکا ہیں وہی جواب اہلسنت کی طرف قبول  
 فرما دیں کہ اسکا وقوع قبل نسخ کے تھا اور یہ الزام جو شیعہ پر بابت غصب و فحش کے لگایا گیا  
 یہ نسخ و تحویم کے ہے پس اسکو شرمندگی و خجالت رفع کرنے کو لیے فقہ نکاح زینب ذکر کرنا  
 حضرات کے کمال تجرعلی پر دال ہے جب دیکھا کہ وہ بجات جہات ستر ستر مسدود ہے۔

اور طریق گریز و فرار ہر چار طرف سے تنگ ہے تو بطور ابد فریبی کے ایک روایت اہل حق کی طرف سے ذکر  
 کر دی تاکہ نادانانہ سمجھیں کہ حضرت میر صاحب بلے ہی بہت بڑا الزام دیا۔ **قولہ**  
 انبیاء و اوصیاء اہل بیت پر جو عظیم و ستم ہوئے اونکا بیان کرنا تنک کے برخلاف نہیں ہے ورنہ  
 جو ذلت و رسوائی و بھرتی ظاہری کر بلا دشتام و غیرہ میں ذریت رسول کی ہوئی انکا بیان  
 کرنا تنک کے برخلاف ہو پر حضرات اہلسنت ان وقائع کو کیوں اپنی کتب میں محترم فرماتے ہیں۔  
**اقول** یہ تو آپ اوقاف فرمائیے کہ اگر ہم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت  
 الزام دیتے ہوں۔ بیان واقعات تاریخی میں توجہ حالت ہوتی ہے نقل کیا جاتی ہے یہاں  
 تو الزام یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جنگی دلائل کے آپ زبانی مدعی ہیں اپنی کتب  
 دین و ایمان میں امام معصوم کے زبانی فرماتے ہیں کہ امام معصوم نے فرض کر دیا کہ کچھ جائز کی نسبت  
 فرمایا اول فرج غضب منا کوئی با حیا اسکو جائز کہی گا معاذ اللہ کوئی سلمان اسکو تجویز نہیں  
 کر سکتا ہے۔ اول تو یہ امر واقع اور نفس الامر کے خلاف دوسرے امام معصوم پر بخش گوئی کی  
 ہمت بقیہ جگہ گزشتہ بتوں کے دشمنوں کی نسبت جہاں تا فعل حرام کا الزام۔ تجویز ہے کہ آپ  
 اسکو تنک کے برخلاف نہیں خیال فرماتے معلوم نہیں کہ تنک کس چیز کا نام رکھ رکھا ہے  
 معلوم ہوتا ہے کہ محرم میں نام بنام ہر ایک کے ذلت و رسوائی بیان کر کے وادیا کرینکا نام دلاؤ  
 رکھا ہے حالانکہ اگر کسی اونے شخص پر جی کہی کوئی مصیبت و ذلت اوسکو اہل کے نسبت پیش  
 آتی ہے تو بعد اوسکے کہی اوسکا نام ہی نہیں سنا چہ جائیکہ اوسکا سالانہ نام کرے  
 اور یہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہلیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہیں اور ہر سال اپنی تمام  
 پیروی میں اونکو ذلیل و رسوا کرتے ہیں سب پر غیر مذہب کے لوگ ہی خندہ زنان میں جسے واقع  
 یہ حضرات محب اہلیت نہیں بلکہ دشمن اہلیت ہوئی۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ  
 محرم میں دارالمومنین لکھنؤ کے اندر خصوصاً حضرت مجتہد صاحب کے امام بارہ میں نوٹ و غیر  
 کجاوے بند ہو کر اونپر سیاہ پوش عورتیں سوار کیا جاتے ہیں اور وہ زمان اہلیت کے نقل ہوتی ہیں

انجلیصین بدن از تلوڑ پست پست کر دے چلاتے ہیں اور ایک ایک کا نام لیکر چیتنی میں بیٹھا  
 ہیں غرض کیا کچھ طوفان بے تغیر ہی ہے جو دن نہیں ہوتا پس اس کا نام تنک ہے اور یہ کہ  
 لاؤ محبت ہے۔ علاوہ ان میں المہبت لئے سوئی بیان تاریخی حالات کے اور وہ ہی بعد ضرورت  
 نرم اخلاص میں عاشا کہ ہمیں المہبت کے شانین کوئی غرض و شفع لفظ لکھا ہوا ہے اور ان کا نام  
 المہبت کہ نسبت لگایا ہو یہ صرف کام مدعیان دلاؤ تنک کا ہے پس **قولہ** ان کے  
 برخلاف یہ ہے کہ حضرت عباسؓ کو حضرت مجتبیٰؓ پست تنک بن فرمایا ہے حضرت خلیفہ اولؓ کے  
 شان میں اعزک اللہ بظراک۔ فرماوین۔ اور یہ وہ خلیفہ رسول نام برحق ہیں کنز العمال  
 ملاحظہ فرمائی۔ **قول** ای اہل غرور و انصاف خدا را ذرا تو ہماری اور ہماری فاضل حبیب کے اس  
 قول کو دیکھیں اور اس سے انکی سنظرہ دانی بلکہ ہمہ دانی کا اندازہ کریں۔ اول تو خود ان الفاظ  
 کی ترکیب نفی ہے انکی غلط ہونے پر وال ہے لفظ۔ بظراک کو ماقبل سے کچھ تعلق و ربط  
 نہیں اور یہ کلام اس جو وہ عبارت میں ہے جو ہمارے محیب حبیبؓ نقل کی ہے اصل  
 کتاب ہلکو دستیاب نہیں ہوئی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے  
 دوسری یہ کہ شاید یہ کلمہ اپنے کفر کجالت میں کہا ہو۔ تیسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ حضرت  
 عباسؓ معصوم ہیں۔ اگر بالفرض انہوں نے یہ کلمہ فرمایا ہو غلط کی۔ چوتھے یہ کہ اگر حضرت  
 عباسؓ نے یہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اولؓ کے خلیفہ ہوا اور امام برحق ہونے میں کیا  
 فتنہ اور کیا نقصان۔ اسکو ہماری محیب حبیبؓ کسر دیں سے ثابت فرمایا جو او سپہ بحث  
 کجانی یہاں اسقدر کافی ہے کہ یہ لفظ اگر حضرت عباسؓ سے صادر ہوا تو انکی خطا تھی  
 تو یہ خلیفہ اولؓ کی خلافت و امامت میں کیونکر قارح ہو سکتا ہے۔ پانچویں یہ تنک کے  
 برخلاف نہیں۔ ان تنک کے برخلاف یہ ہے کہ حسب تصریح علماء اثنی عشریہ جناب فاضل  
 بختہ الرسولؐ جناب امیرؓ کی نسبت مانند جنین پرودہ نشین رحم و مانند خانین درخانہ گرختہ  
 وغیرہ الفاظ شنیعہ فرما دیں اور آپؐ انکو یہی خلیفہ معصوم اعتقاد کریں **قولہ** یہ ہی عرج

دریدہ دہتری نہیں کرتے پاس شرم دیا ترجمہ ہی نہیں کرتے صرف عبارت نقل کر دی کہ نہ اجمال  
 میں آپ دیکھ لیں ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں۔ **اقول** ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہتری تو آپ کے  
 ثقہ الاسام کی سی کی اور ان کی اساتذہ کرام وغیرہ کی ہے جو واضح اور ناقص اس فحش اور عجیب  
 اور دریدہ دہتری کے ہیں۔ پہر یہ کہنا کہ ہم آپ کی طرح دریدہ دہتری نہیں کرتے سراسر بجا ہے بلکہ یہ  
 کہنا چاہیے کہ ہم اپنے محدثین کی طرح دریدہ دہتری نہیں کرتے۔ یعنی تو صرف مضمون روایت  
 اپنی زبان میں ایسے الفاظ میں جو بہ نسبت اصل کے کنایہ اور فحش سے خالی تھے نقل کیا اس کا آپ  
 خواہ دریدہ دہتری سمجھیں یا فحش و عجیبائی فرمائیں لیکن یاد رہی اگر یہ دریدہ دہتری  
 اور فحش و عجیبائی ہوگی تو جو آپ کے محدثین نے فرمایا وہ بہ نسبت اس کے چار چند دریں دہتری اور  
 فحش و عجیبائی ہوگی۔ ہکو دریدہ دہتری حضرات شیعہ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ دریدہ  
 دہتری ایک جزو نہ ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے **وہ** دشنام بدیہی اگر عشتاب  
 و تہمت معلوم دال مذہب معلوم خود آئے جو کچھ نقل فرمایا وہ باعتراف آپ کو اس سے زیادہ شنیع تر  
 ہو جیسے نقل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کر نیکو فحش ہوئی ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ ترجمہ  
 کنایات میں کرنے سے شاعت رفع ہو سکتی ہے تو آپ نے یہ نسبت ہماری زیادہ دریدہ دہتری  
 فرمائی۔ اور یہ کہنا کہ ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں بالکل غلط ہے کیونکہ باقرار آپ کے جب آپ نے  
 یہ ترجمہ فارسی زبان ہونے کے سمجھ لیا تو اس کو سمجھنے والی ہزار آدمی کلینکے ایسی تو باتوں سے  
 اس کی شاعت رفع نہیں ہو سکتی اور نہ آپ دریدہ دہتری اور فحش و عجیبائی کے الزام سے  
 سزاوارہ سکتے ہیں **قول** اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرتا ہی ہم تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں  
 مگر چونکہ آپ نے لفظ شرمگاہ وغیرہ بلکہ جواب چاہا اور کچھ شرم دیا کہ داخل نہ کیا جس پر ملکہو یہی  
 عبارت نقل کرنے پڑی۔ **اقول** ہماری طرف سے ہی یہی عذر قبول فرما لیجئے اور سمجھیں  
 کہ ہم ہی ایسی عبارت کے لکھنے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں اس پر اس طرح سے ترجمہ لفظ کنایہ  
 میں کیا ہوتا اگرچہ کہ آپ کے محدثین نے لفظ شنیع فرج لکھا اور کچھ شرم دیا کہ داخل نہ کیا جس پر ملکہو

الزائدہ حدیث نقل کرتے پڑھی قولہ اب آپ موازنہ فرمادین کہ لفظ فرج شیعہ پر یا نظر ایک  
**اقول** اہم حضرات ناظرین اوراق اس آخر کے جلد میں حضرت مجتبیٰ جو تہذیبِ شیعہ کی  
 کار فرمایا کیا اس کا نام تہذیب ہے کیا ہماری محیب اس وقت اذنا خاصہ صمغہ کے مصداق  
 نہیں ہیں اگر ہماری تسلیم سے کوئی ایسا لفظ نکلیگا تو ہم کو یہی معذور سمجھ کر لا یتحببنا للجمہ  
 بالسوء من القول لا من فعلہ کا مصداق قرار دینگی پس اس سے زیادہ اس کا جواب میں ہم نہیں  
 عرض کر سکتے کہ ہم کو اس موازنہ کی نوبت ہو گی کیونکہ پہنچ سکتی ہے اور لفظ فصیح اور نظر ایک  
 میں کیونکہ موازنہ کر سکتے ہیں پھر اسے نزدیک متعین کرنا حرام ہے مگر ان لفظ فرج اور نظر ایک  
 میں آپ نے خود ہی موازنہ کیا ہو گا کیونکہ حسب تصریح آپ کا امام سید زعم باقر مجلسی کے حق یقین  
 میں نف حریر میں حرمت احتمالی ہے حق یقین کے صفحہ ۳۳۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے  
 وحرمت وطی محارم بالف ذکر بحر بنا بر احتمالی بلکہ عدم قول بحر مطلق اور اس میں آپ کا علمای  
 صاحب نے جن احتمال پر حرمت کو ثابت قرار دیا ہے اس کو آپ ہی خوب سمجھتے ہو گے عجیب نہیں کہ  
 یہ حرمت بسبب کھل جانے حریر کے ذکر سے ہو یا بسبب رقیق ہونے کپڑے کے احتمال  
 وصول حرارت فرج بسوی ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علوق کے وجہ یہ حرمت ہو۔ بہر کیف  
 یہ حرمت کچھ قطعی نہیں بلکہ صرف احتمالی ہے جس کی رعایت علی الخصوص وقت رفع احتمالات  
 ضروری نہونی تو موازنہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔ اچھا ہم نے اپنی حکم کی  
 تعمیل کی۔ اور لفظ فرج اور نظر ایک کو نہر ان کیا۔ بیشک لفظ نظر ایک شیعہ اور قبیح ہے لیکن  
 اس سے آپ کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک تو لفظ شیعہ و فرج امام معصوم کی زبان  
 بحق زمان الہبیت صادر ہوا اور ایک لفظ شیعہ غیر معصوم کے زبان سے کسی شخص کے  
 نسبت جو خارج الہبیت سے ہو شک ہے بلکہ بروایات شیعہ کے ناقص الایمان و ولد الزنا سے حق کسی  
 منافق دشمن الہبیت بلکہ دشمن دین اسلام کے صادر ہو۔ اگرچہ یہ لفظ فی حد ذاته زیادہ شیعہ ہو  
 لیکن اہل تہذیب سکتے ہیں کہ کونسا لفظ ہر دو دونوں پر زیادہ شیعہ و قبیح ہو گا **قولہ**

شیعہ تہذیب پر خلاف ہر لفظ افعال

اور نیز وہ ان کا حاکم باکراہ مراد ہے اور نیز تمام ملاحظہ فرمائی کہ کس موقع پر کہا گیا ہے اقول  
 اگر یہ نکاح ناجائز و حرام تھا جیسا کہ روایات شیعہ سے ثابت ہوتا ہے تو اسکی قباحت و شاعت  
 کسی شخص پر اہل اسلام سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر یہ نکاح جائز اور حلال تھا تو اور بھی زیادہ تبلیغ  
 و تشیع ان القاضیین اور اگر ناہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے پیرایہ میں ادا کرنا اور حرام ہی وہ حرام  
 جو سحر و جیانی اور نفس ہونایت درجہ قباحت و شاعت میں ہوگا آپکو یہی شاید معلوم ہوگا  
 کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا کفر ہے کہ مستلزم انکار قطعیات ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کیا  
 قباحت و شاعت ہوگی کہ یہ شبہان الہیبت ائمہ کی جناب میں علاوہ غش گوئی اور جیانی کے  
 کلمہ کفر کا حصہ درجہ ائمہ مصومین کی عزت نسبت فرماتے ہیں۔ پس دلاور شک یہی نام ہی  
 بہلایم دلاور استسبہ استسبہ ہو سکتا ہے۔ اعادنا اللہ من ذلک۔ اور اب اس موقع کو  
 جواب الزام فرماتے ہیں کہ وہ کچھ کی ضرورت نہ ہی۔ اور اسکی نقل میں خود جناب نے پہلوتی فرمایا  
 فرمایا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ چند ان موافق مدعا نہ تھا یا یہ کہ آپ نے یہی نقل و نقل کیا ہوگا اور میں  
 کچھ ہوگا آپ نے محض اپنی ظن و تخمین سے موقع کا بے موقع کر دیا اور آپکو یہی خبر ہوئی کہ یہ لفظ  
 کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اسکو موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت کہتے تو ہم یہ نتیجہ دیکھتی  
 قال القاضی المحیب قولہ کیا تک اسکا نام ہے کہ جیانی و جیانی اور کی جناب  
 پاک (حاشا جنابہم من ذلک) کی طرف نسبت کریں۔ اقول۔ شاید پہلے ہی قول کو کر لیا ہو  
 معذرت ہو کہ اسکی تفصیل کچھ نہیں لکھی ہم بھی جواب نہیں دیتے اور قول سابق کا جواب گدھچکا  
 یقول العبد الفقیر الی مولانا لفظ یہ مکرر نہیں ہے بلکہ ہم بعد تخصیص ہے  
 آپ کو کیا خبر ہو آپ نے چند کتابیں سطرہ کے ملاحظہ فرمائی اور وہ یہی اپنے ہمارے کی۔ آپ  
 اور نہیں تو اپنے مولائی مجلس کے ہی کتابیں ملاحظہ فرمائی اور ان مواقع میں جہان خلفی  
 ختم و ستم اور الہیبت کی ظلمی و صبر بیان فرماتے ہیں کیا کہ جیانی اور جیانی اور کی  
 و شتم و طرف نسبت نہیں کرتے ہماری زبان و ستم میں اسکی تفصیل کی طاقت نہیں اسکی



تفصیل آکھو آپ کے علماء کی تصانیف سے اگر آپ چاہیں تو اس ستر ہے قال الفاضل الحبيب  
قولہ۔ کیا تاک کے یہہ معنی میں کہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہوئی ہو  
معاذ اللہ و لہ الزنا اور ناقص الایمان اور دین اور دنیا و آخرت میں اور انکو مذکور کہ میں سنا چکا تھا کہ یہاں  
مولوی محمد علی صاحب سلمہ نے کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت فرمایا ہے و معنی تذاقیاس  
اقول۔ آپ کے مولوی محمد علی صاحب نہایت ہی علم و دیانت والے ہیں چنانچہ آپ کے قول  
آیتہ میں اٹھکا یا سلم دین آکھو ہی معلوم ہو جائیگا۔ آنحضرت سے نہایت ہی شہب ہر  
کہ باوجود ادعای علم و فضل و تحقیق ایسی روایتیں نقل کرتے ہیں اگر ایسی روایتیں ہوں ہی نہ  
ہی چونکہ ہمارا مذہب انہیں اور کسی نے حضرت عباس کے جرح و قرح بالتصریح نہیں کی پھر یہ  
اعتراف لازم نہیں آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کر چکے  
ہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ بقول العبد الفقیر لے مولانا العنہ  
دانش دان روزگار کو صلا عام ہے کہ ہماری فاضل نجیب کی خوبی اور متانت کو ملاحظہ  
فرماویں اور آپ کی کمال علمی اور تجربہ کو دیکھیں۔ سیکو اس میں بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ ان روایات کے  
وجود میں۔ اگر اگر دشمنان تردید کے کیا معنی اگر یہ روایات میں تو شک کیا اور نہیں میں تو خدا  
کہنا چاہیے کہ اہانت کا اقرار ہے جب آپ ایسی سناطر و متجرب ہو کر شک و تردد فرمائیں تو بہتہ  
موجب تعجب اور فرید حیرت ہے شاید عوام تشیعین سے اسکا اخفاء نظر ہے۔ دوسری یہہ  
جو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کے جرح و قرح بالتصریح کسی نے نہیں کے یہہ بھی غلط ہے  
قطع نظر اس سے کہ جو الزامات بہ نسبت دشمنان جناب بقیہ اہل رسول اللہ علیہ السلام روایات  
علماء شیعہ سے بیان ہو چکے ہیں اور سنی آپ کے قاضی صاحب شوستر می مجالس المؤمنین میں  
نمبر ۹۳ پر فرماتے ہیں۔ در کتاب کامل بخانی از امام محمد باقر روایت نموده کہ حضرت امیر  
در ایامی کہ خلافت در دست غاصبان بود و اما لفتہ فلانہ لوکان حمزہ و جعفر حسین  
ما طمع فیہما ابو بکر و اکر اہلبیت بخلیفان جافین عقل و العباس۔ اب تو آپ کو بالتصریح

جرح و تشح کا یقین ہوا اچھا اور لیجئے اسی کتاب مجالس میں ایک ورق بعد چوبہ عمارت  
 لکھی ہے در کتاب استیعاب وغیر ان سطور است کہ چون سخن بخطاب جہت ترویج خلافت  
 فاسدہ خود ترویج ام کلثوم دختر پھر حضرت امیر نمود۔ اور اسکی نقل ہم ابھی اوپر کر آئی ہیں اسکے  
 آخر میں مذکور ہے وہاں بواسطہ این وکالت فضول و امثال شخص امیر عباس ثامنہ دیگر یاران انبی  
 خود راسخ و محبت و اخلاص نمیداشت۔ اس روایت سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت عباسؑ  
 جناب امیر کے تخت جگہ کو صرف اپنے طمع نغسانی کے وجہ سے کہ مبادا از مزم و سقاہ حج  
 منصب ہاتھ سے جاتا رہے بزعم شیعہ سرگردہ نوا صلب اعدای اہلبیت کے حوالہ کر دیا کہ جس  
 وہ حلال تھے اسیدو اسطرح جناب امیر عباس کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھتی تھی بلکہ  
 انکی محبت نفاق آمیز تھے اور شاید عجیب نہیں کہ عباس نے جناب امیر سے اوس تذلیل قرین کا  
 عومل لیا ہو کہ جو ابوطالبؑ وغیرہ نے اپنی باپ سے عباس کے بارہ میں جھگڑہ کر کے کہا تھا  
 کہ یہ ہمارا غلام ہے کیونکہ ہماری والدہ کے لونڈی سے تو نے بے اجازت تجارت کی ہے۔ آخر  
 بسی سفارش قریش کے اس امر پر فیصلہ قرار پایا کہ جس مجلس میں ابوطالبؑ وغیرہ عبد اللہ کے بیٹی  
 موجود ہوں عباس کو دو نان بار نہ ملی اور سپہ ابوطالبؑ وغیرہ نے اپنی باپ سے ایک ہمدان  
 لکھوایا چنانچہ اب تک انکے پاس محفوظ و محفوظ چلا آتا ہے تو جب عباس کو ادھنوں نے  
 ذلیل و خوار کیا عباس نے اوسکا عوض میان اگر نکالا۔ شیسری یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ یہ  
 لازم مذہب ہے اور ہمارا مذہب نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جبکہ تھوڑا سی ہی  
 وقوف ہوگا تھقہ لگا کر گا۔ یہ آپکی خوب توجیہات آئی کہ جب جگہ راہ فرار جہات ستہ سے مسدود  
 دیکھا جھٹ فرما دیا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے۔ لیکن اگر آپ یہ خیال فرمایں  
 کہ ایسے خرافات سے شگبار افکار بجا ت بائیں پیر مجال ہے افسوس کہ آپ ایسی الزام کی نصیحت  
 کو اس باقیہ بولی کہ آپ مذہب کو ہی ببول گئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب  
 مذہب کا اطلاق تشریحات پر ہوتا ہے اور یہ قصہ قصص حکایات میں ہی جو حال واقعہ کی حکایت

کر رہا ہے اسکو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہ امر بروایت صحیح ثابت ہے  
 کہ جو عباس کے ولادت کے بابت حضرات شیعہ روایت کرتے ہیں تو یہ قصہ مطابق واقع کے ہوا  
 اور ائمہ ولد الزنا ہونا عباس کا اپنی روایت سے ثابت ہو گیا خواہ آپ مذہب سبھین یا نہ  
 سبھین ہیں یہاں یہ اسکو یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے سرسرفرد و بیودہ ہے  
 نہیں بلکہ غیر مفید ہے۔ اگر آپ امور واقعہ کو مذہب قرار نہ دیں تو اس میں کبھی کیا دخل  
 لیکن الزام تو امور واقعہ سے دیا جا دیا گیا **قولہ** اور مہذا حضرت عباس ہماری نزدیک  
 معصوم نہیں **اقول** بندہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تم کہتے ہو معصومین کہ حضرت  
 عباس عم رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کو ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں اور اسکا یہ جواب شامو  
 کہ حضرت عباس ہرگز نزدیک معصوم نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے اعتراض کو تسلیم کر لیا  
 اور آپ کے نزدیک حضرت عباس صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کو ولد الزنا ہیں جو آپ کو مذہب میں نجس العین ہے اور کبھی جنت  
 میں داخل ہوگا اور ناقص الایمان ہیں۔ پس سجان العدا بلیدیت بنوی کے ساتھ تنگ اور حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا کا آداب یہ ہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صنو ابیہ  
 اور بقیہ آباء فرما دیں اور اسکو آپ ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں پس دلائل اہلبیت اور اسلام  
 آپ پر تمام ہو چکا۔ **قولہ** سجان اللہ آپ کو بڑا آداب آباؤ رسول اللہ کا ہی آپ کو ایسی امور سے  
 شرم چاہیے۔ **اقول** ہکو جقدر خبیہ آباؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آداب ہر  
 وہ ہماری روایات مذہب سے مانع ہے کہ جنہا یقین ہو ہی ہماری مذہب کے کوئی ظن نہ کر سکے۔ لیکن  
 بڑا آداب آباؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت شیعہ کو ہرگز آپ کو چکا کو معاذ اللہ توبہ توبہ  
 ولد الزنا اور ناقص الایمان فرما دیں اور شرم و حیا کو دخل نہیں دینا و آخرت میں اللہ انہیں پناہ دے  
 خدا و رسول سے نہ شرم دیں پھر اولیٰ الزام ہکو دین اور فرما دیں کہ آپ کو ایسی امور سے شرم چاہیے  
 اپنے علما مجسٹین جو آپ کو مذہب کے ستون ہیں انکو فرمائی۔ کہ آپ کو ایسے امور سے شرم  
 و حیا چاہیے اور ہمنے تو مثل شہور نقل کفر کرتا شد۔ الزامات نقل کر دیا۔ پھر آپ ہی نے یہ

یہی ہے حضرت عباس کا مذہب

سابقین بنی اسرائیلین کے اقتدار فرما کر دین و ایمان شرم و حیا کو خیر باد کہہ کر حضرت عباسؓ کی  
 نسبت اس خبیث کو تسلیم کر لیا۔ با انہیہ حیا و شرم کے لیے ہلکوا کہا جاتا ہے کہ انکو ایسے امور سے  
 شرم چاہیے گویا جو ہلکوا کی خدمت میں عرض کرنا چاہی تھا وہ اپنی کپاہی کے لیے یا قولا رفق  
 کفر کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ علامہ سیوطی کا خدا بھلا کر ہے جسکو بدولت آپ ہی ہمارے سامنے ان میں گفتگو  
 کرنے والے ہو گئے۔ **اقول** خدا کے لیے کوئی ہماری فاضل محبت کے ہنگامی جو اس دیکھ کر کیوں حضرت  
 کیا حال ہے یہ حضرت علیؓ کے ہمدات اور میر خیر و کے داخل کیوں صادر ہوئے مگر ان جلوان کا بغینہ یہ ہے  
 بیت چہ خوش لغت سعدی وزیر لیا۔ الایا ایہا الساقی یاد کا سا دنا دہا۔ کیا کفر کہا  
 فسق کیا علامہ سیوطی کجا اونکی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا۔ ہوش میں آئی ہونے لگی  
 بندہ کی ایک ہی تحریر میں اور وہ یہی کہ یہ جو صرف آپ کی شکر و اہتمام میں کہنے کے لیے  
 بمنزلہ چال کے تھی ایسی ہوش و حواس رخصت ہوئی ایک ہی ٹکڑے سہہ سکر ہوا سپریم  
 جو شرم و خدوش اور یہ دعویٰ۔ **قولہ** ربا و لد الزنا کا اعتراض سو یہ ہی ہم پر نہیں ہو سکتا  
 کیونکہ مذہب کے سمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز زنا نہیں جاشا و کلا کیونکہ شوہر کو  
 اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جاری ملکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ  
 جائز ہے کما و مراد فی حدیث المعصومین و مراد فی شیخ الطائفہ فی  
 التمدید۔ آپ کے میر مہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کثیر زادگی کی روایت تواتر  
 درویش لکھ کر حدیث تہذیب کا ذکر تک کیا۔ دیانت کے یہ ہی معنی میں کثیر زادہ ہونا چاہیے  
 نہیں۔ **اقول** اے اہل علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر و قول کو ملاحظہ فرما دین باوجود  
 آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سر لاجواب ہو کر کلامی طرح پر جو شیوہ  
 بازہ بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کہہ کر سب و شتم  
 پر اتر آئی۔ اسکو جواب میں ہم بجز نصیر و سکوت کے کچھ نہیں لکھتے ان اتنا ضرور کہتی ہیں کہ اگر یہ  
 اعتراض آپ کے نزدیک دلائل الزنا کا ہے۔ تو اصل سحر و اربانی اعتراض آپ کے علماء اکابر میں

حضرت عباسؓ کی خدمت میں  
 اس کے جواب میں لکھا گیا کہ  
 اس کے جواب میں لکھا گیا کہ  
 اس کے جواب میں لکھا گیا کہ

جنہوں نے کمال ثبات اپنی کتب دین و ایمان میں اس کفر کو نقل کیا ہے پس آپ انکو  
 جو کچھ چاہی سمجھو۔ اور بن القاب سے چاہی لقب لکھیو۔ آپکو اختیار ہے ہم کچھ نہیں کہتے  
 ہم تو محض ناقل ہیں۔ اپنے خیال کیا تھا کہ میرے چالاکیوں کو کون سمجھگا اسلیئے ہم نے  
 متنبہ کر دیا اگر پر ایسی تحریروں کی توانا رائے آپ پر واضح جائیگا کہ ہم اس باب میں یہی  
 کیا کچھ ہیں۔ گو آپ اپنے نعم میں ہم سے باعتبار مشق و توفیق کم کر اس باب میں بڑھ چکی ہوں  
 اگر آپکو اس لفظ سے یہ مقصود تھا۔ تو یوں لکھتے (رحمہ اللہ) کہ ولد الزنا ہونے کا اثر اس  
 پیشتر ہی آئے ایک جگہ اپنی اس چالاک کی استعمال فرمایا۔ مگر ہتے وہاں اجمالی جواب پر  
 مال دیا اور تمام نہیں لیا لیکن آجکے خبردار کرنا ضرور ہوا تاکہ آپ نہ نہ سمجھیں کہ ہماری  
 چالاک کی کوئی نہیں سمجھتا۔ بعد اسکے ہم اصل روایت کلیبی کی کو مفتی الکلام سے نقل کر کے اس  
 کو زیر زیر لکھو۔ ابو جعفر کلیبی بسند معتبر روایت کردہ است از امام صادق علیہ السلام کہ تنقید  
 ماورعباس کثیر نامہ زبیر بن عجب المطلب ابو طالب و عبد اللہ بود و عبد المطلب ابو مقارب است و  
 وعباس ابو وہب سید بن زبیر و عبد المطلب دعویٰ کرد کہ این کثیر نامہ زبیر ابی امیر است رسید بہت توجہ  
 او ابو مقارب کرد و این فرزند کی کہ بہر سیدہ است بندہ ماست پس عبد المطلب کا برقریش  
 بشاعت بنزدہ وی فرستاد تا آنگہ زبیر با ضعی شد کہ دست ازعباس بردار و بشیر طیکہ نامہ نوشتہ شود  
 کہعباس فرزند ان او و مجلس کہ ما و فرزندان ہشتند باشند و مجلس نشستند و در سچ امری باما  
 شریک نشوند و حصہ نہ برد پس باین مضمون نامہ نوشتند و کا برقریش مہر کردند و این نامہ نزد  
 عبید اللہ سلام بودہ است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ را برای جواب داد و بن علی  
 عباسی ظاہر گردانید۔ ظاہر ہے کہ روایت کلیبی کی جو او شہادت ملائی مجلسی بسند معتبر  
 مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہیں باقی رہی ہے کی تاویل تو چہ سوائے  
 کیفیت یہ کہ اس روایت میں حیرت فائدہ حاصل ہوئے۔ اول تو یہ کہعباس نفسیہ لفظ  
 زوہ عبد المطلب کے پیٹ ہے۔ دوسری یہ کہ زبیر بن عبد المطلب نے دعویٰ کیا کہ ابو ہند کی بچہ

ہمارا غلام ہے۔ کیونکہ ہمارے والدہ کی میراث سے ملوٹا ہے۔ تیسری یہ کہ اوس لونڈی کے ساتھ  
 بدون اجازت اوسکے مالکہ و مولا کے مقابرت کی تھی جو صریح زنا ہے اوس سے یہ پیدا ہوا۔ چوتھی  
 عبد المطلب نے ان دعویٰ کی نسبت انکار نہیں کیا کہ معنی مقابرت بلا اجازت نہیں کی تھی بلکہ اجازت  
 مقابرت کے اور یہ یہ غلام نہیں ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس کے اکابر قریش کے شفاعت کر کے  
 زبیر کو راضی کیا جو صریح دلیل اس امر کی ہے کہ عبد المطلب نے زبیر کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا تھا  
 پانچویں زبیر نے اپنی رضا کے وقت یہ شرطین کی کہ اس شرط پر میں اسکی غلامی سے دست کش  
 ہوتا ہوں۔ کہ یہ اور اسکی اولاد ہمارے اور ہماری اولاد کے ساتھ جس مجلس میں ہم بیٹھیں بیٹھی  
 اور کس امر میں ہمارا شریک ہوا اور حصہ نہ لیو اور یہ سب شرطیں عبد المطلب نے قبول تسلیم کی  
 جو بدلتہ مثبت مدعا ہے۔ چوتھی یہ کہ ان شرط کی بابت ایک دستاویز لکھی گئی اور کاتب قریش کے  
 اوپر مہرین ہوئی اور وہ دستاویز اس کے پاس موجود بلکہ امام صادق نے داؤد بن علی عباسی کے  
 جواب کے لیے اسکو ظاہر فرمایا تھا۔ فاضل مجیب نے اس روایت کی توجہ یہ فرمائی کہ مختصر  
 مسلمات مذہب پر ہوتا ہے اور مدلول روایت کا دلیلی بجاۃ الزوجہ ہے جو ہماری مذہب میں  
 ہرگز نہایت نہیں کیونکہ زوج کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جو ماری ملکات  
 میں تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطایفہ نے التہذیب اس پر والی ہے لیکن  
 یہ تاویل بہت وجہ سے محل بحث ہے۔ اول یہ کہ اگر یہ دلیلی جائز تھی تو زبیر کا دعویٰ کوئی  
 کہ مقابرت بلا اذن واقع ہوئی۔ اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبد المطلب کا اوسکو تسلیم کرنا  
 اور عباس کا برقریش زبیر کو راضی کرنا اور محمد نامہ کہنا کہ عباس اور اسکی اولاد ہماری مجلس میں  
 برابر بیٹھی جو صریح غلام ہونے اور ولد الزنا ہونے کی تسلیم ہے پھر اور خرافات ہوگا۔ جب  
 عبد المطلب نے اس کو تسلیم کر لیا تو گویا عباس کے غلام ہونے کو تسلیم کیا اور غلام ہونے کے  
 بعد اسکو کوئی مسرت نہیں کہ دلیلی حرام ہو۔ کیونکہ دلیلی حلال ہوتی تو ولد حر ہوتا چنانچہ اہل کتاب  
 فقہ میں صریح ہے۔ تو یہ کہنا کہ یہ دلیلی جائز اور حلال تھی سر اس غلط اور بیوقوفانہاں اور کاتب

کہ اصل روایت کے مطلب ہی کو نہیں سمجھا۔ دوسری یہ کہ یہ سراسر غلط اور خلاف مذہب ہی کرنا ہے جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے۔ کیونکہ بروی مذہب حلال ہونا جاریہ کا تین قسم میں منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھ مخصوص ہے دوسری کنیز کا مالک ہونا تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لیے مباح و حلال کرنا اس وقت ہماری پاس جامع علیا سنی ہے اس سے مخصوصاً نقل کرتے ہیں۔ مطلب دوم در بیان نکاح کنیز و آن ہر قسم مست۔ قسم اول عقد و آن مخصوص کنیز غیر مہمت۔ قسم دوم مالک کنیز۔ قسم سوم اجابت و تحلیل ست و آن جنین ست کہ شخصی بدگیری دخول کردن حلال کند و این قسم از خواص فرقه تاجیہ اثنا عشریہ ست اور اسکی آخرین لکھا ہے۔ و فرزندیکہ ازین کنیز بہم رسد اگر پدر او آزاد باشد و صاحب کنیز شرط نکروہ باشد کہ فرزند او بندہ باشد از دوست۔ اب ہم دیکھیں کہ کنفیہ مادر عباس میں یہ بیون امر مفقود ہیں۔ نہ عبد المطلب کے مملوک تھے نہ عقد نکاح واقع ہوا نہ مالک نے اجازت دی چنانچہ صریح زیر نے کہا کہ تو بے اجازت او باو مقاربت کر دہ پس ہمارے فاضل عجیب کا یہ کہنا کہ جواری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہے سراسر غلط ہوا کیونکہ مملوکات غیر کے علت بجز عقد یا تحلیل کے نہیں ہو سکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ۔ ان میں سے لایحضر کی روایت سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کو مال پر یہ ولایت ہے کہ بدون اس کے اجازت کے زوجہ کو او میں تصرف جائز نہیں نہ یہ کہ زوج کو او میں مالکانہ تصرف جائز ہو یہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ من لایحضر کے باب حق الزوج علی المرأة میں ہے و دروے الحسن بن محبوب عن عبد الله بن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام قال ليس للمرأة مع زوجها امر في عتق ولا صدقة ولا نكاح ولا هبة ولا نفقة ما لها الا باذن زوجها الا في حج او زكوة او بر والد یا او صلہ قریب یا او اسقدر ولایت حاصل ہونا

امام ابی محمد سمری ہے فرمایا کہ عورت کو دون اجازت اپنی شوہر کی سنا اپنے علی بن عقیق میں اور صدقہ میں اور تدبیر کر نہیں اور یہ میں اور نقد میں اختیار نہیں۔ ان میں حج یا زکوٰۃ یا اپنے والدین کے ساتھ سفر یا اپنے اہل قرابت کے ساتھ سفر بھی میں (اختیار ہے) ۱۲۔

اور ہے اور صرف مالکانہ و دوسرا امر ہے۔ یکسری یہ کہ بالفرض اگر یہ مسلہ مذہب ہو اور اہل مذہب  
 نزدیک معتبر سمجھا گیا ہوتا ہم غلط اور خلاف لغو و فاسد قطع کے سے۔ کیونکہ خداوند کریم جل جلالہ  
 نے اپنی کتاب مجید میں درجہ اکشا و فرمایا۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی فروج کے محافظت  
 کرتے ہیں ماسوائے اپنے ازواج اور اپنے مملوکات کے وہ فلاح یافتہ اور قابل مدح ہیں اور جو  
 سوا اس کے کوئی محل طلب کریں پس یہی ہیں جس سے بجا ذکر کئے والے آیات سورہ مومنون  
 اور سورہ معارج میں مذکور ہیں۔ اس سبب سے صاف معلوم ہوا کہ وہی سوائے اپنی ازواج یا اپنی جواری  
 مملوک کے حرام ہے اور بظاہر ہے کہ جواری مملوکات زوجه کے اپنی مملوکات نہیں ہیں نہ اپنی زوجه  
 ہیں پس جو شخص اپنی طلب کرے وہ حد حلال سے تجاوز ہے اور داخل عید۔ فمن طلب غیر ذلک  
 ذلک فاولئك هم الفاحشون۔ ہے۔ پس عبد المطلب کی طی حسب ارشاد خداوندی حد  
 حلال سے تجاوز ہوئی اور حرام واقع ہوئی پھر جو اس سے ولد پیدا ہوگا اسکو دیکھنا چاہیے کہ کیا ہوگا  
 شاید فاضل مجیب اسکا یہ جواب دین کہ یہ آیات ہمارا مذہب نہیں۔ بلکہ لازم مذہب کے اور لازم  
 مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چوتھی یہ کہ اگر نے الواقع روایت تہذیب میں یہ مضمون مذکور  
 اور غالباً ہوگا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اس موقع پر اسکو نقل فرماتے۔ جب مولوی محمد علی  
 سلمہ پر بابت عدم ذکر روایت کے اعتراض کرتے ہیں اور خود یہی اسکو نقل نہیں فرماتے تو معلوم  
 ہونا چاہیے کہ یہ زبانی باتیں ہیں۔ تو یہاں فاضل مجیب اپنا قاعدہ کیوں بھول گئی ہم یہی کہتی  
 ہیں کہ مدلل روایت تہذیب کا آپکا مذہب نہیں ہے بلکہ لازم مذہب ہے آپ پہلے اسکا مذہب  
 چونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپکی تو کیا حقیقت ہے کہ لای مجلسی سے یہ  
 مرحوم علی ہذا اور حواصی ناخبر ہو کر حدیث کی تضعیف اور غرابت ثابت کرنے لگی۔ حالانکہ خود ہی اس  
 حدیث کے سلسلہ کو سند معتبر فرماتے تھے آپ فرماتے ہیں۔ این حدیث بسیار عریض  
 و چون عبد المطلب از او صیبار بود نباید کہ از وی حرامی صادر شد و باشد پس محتمل کہ عبد المطلب



بولایت تقویم پر خود منموہ یا شد یا اور زبیر کنیز یا بخشیدہ باشد وزیر از آن صحیح ہوا شد باشد  
 و علی ای حال خطا بزبیر دادن آسان ترست از نسبت دادن بعد المطلب۔ انہی آپکو  
 مولائی مجلسی نے اتنا حیا کو کافر فرمایا کہ وہ احتمال جو جناب سامی نے خلافت مذہب خود میان کیا  
 کہ مطلق مملوکات زوجہ نہ صرف بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہیں ذکر فرمایا بلکہ دو احتمال  
 ذکر فرمائی کہ محتمل ہے کہ بواسطہ اپنی ولایت کے اوس لونڈی کو بطریقیت کے لیکر تصرف کیا ہو  
 یا مادر زبیر نے اوسکو بخشید یا ہو۔ بدوہ روایت جو حکم کلینی سے اور نہ کور کر آئی میں صریح اسکو  
 مذہب ہی کیا ہے کہ اگر ایسا عالم ہوتا تو بعد المطلب کیون چکر رہتے اور کیون زبیر کے دعویٰ کے  
 تردید میں اسکو پیش نہ کرتے اور کیون اون شرط کو جو عباس کی غلامی اور انکو ولد الزنا ہونے پر  
 وراثت کرنے میں تسلیم کر لیتے کوئی شخص جسکو نوڑی سی ہی خیرت ہو وہ اپنی اولاد کی اولیٰ  
 نہ لیں و تحقیق یہ جو چاہتے اور نہیں اور کہہ سکتا۔ چہ جائیکہ عبد المطلب جیسا شریف و عالی مرتبہ  
 ایسی خاری کو اپنی اولاد کر کے اسکو تسلیم کر لے۔ راجزایت حدیث کا دعویٰ سوہ یا بالکل لغوی  
 کیونکہ باجماع محدثین و اخبار میں روایات کلینی کی قطعی الصدور میں اور اصولاً و فروعاً اوسو ہلال  
 کیا جاتا ہے۔ پس اسکی غزابت کا حکم محض محکم ہی اور دعویٰ وصایت عبد المطلب یہ اور بھی  
 بوجہ بوجہ ہے۔ افسوس کہ وصایت کے اطلاع انبار عبد المطلب کو نہ ہوئی۔ اگر زبیر کو اپنی باپ  
 کی وصات کے خبر نہ ہوتی تو خبر چند ان استبعاد نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ ابو طلحہ کے جو جی و جی اور عبد اللہ  
 کو بھی خبر نہ ہوئی۔ ورنہ ضرور زبیر کو اسکی دعویٰ سے روکتے اور عبد المطلب کے اکابر قریش کے  
 پاس شفاعت کے لیے فرزند ارجمند بخند ستھن و درخوارہ ذلیل ہونے کی نوبت نہ آتی۔ پس کیا  
 تمام توجہات کے قاطع اور تمام تاویلات و تفسیلات کے بیچ کن کے قطع نظر اس سے اگر بالفرض  
 یہ روایت آپکو امام ثقت الاسلام کلینی یا انکو اساتذہ کرام کا مذہب و اکثر ہو یا بغرض محل حسب  
 دعویٰ ملای مجلسی مادر زبیر نے اپنی لونڈی اپنے زوج کو بخش دی تھی یا بیع کر دی تھی یا  
 عبد المطلب نے بولایت خود اپنی اور اسکی قیمت کرنی ہے یا حسب دعویٰ حسب بیع مطلقاً

زوج کو جواری مملوکات زوجہ پر تصرف دینی وغیرہ یعنی لواطت جائز ہو۔ تاہم اور روایات کو جو بطور  
 قاعدہ کلیہ کے عدم طیب ولادت عباس و عقیل بلکہ ہیبت سحر بنی ہاشم و علویین بلکہ ساداتِ قاضیین  
 بلکہ انبیاء و مرسلین پر بنایا پر اصول امامیہ دلالت کرتے ہیں کیونکہ تخریج کرنیکی اور اس شرط سے کیونکہ نجات  
 باہشتی۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملائی مجبسی اور صدوق نے بزعم خود احادیث ائمہ سے ثابت کیا کہ  
 کہ ہیبت کی عداوت اوس شخص کے عدم طیب ولادت کو مستلزم ہے چنانچہ خاتم المتکلمین  
 رحمۃ اللہ علیہ نے روایات ذیل اس مدعا کے ثبوت کے لیے نقل کی ہیں شیخ صدوق نے نقل  
 الشرائع میں امام صادق سے روایت کی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 من احبنا اهل البيت فليحمد الله اول النعم قيل وما اول النعم قال طيب الولادة  
 ولا يحبنا الا مومن طابت ولادته اور شیخ طبرسی نے احتجاج میں حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے نقل کی فرمودہ باعلیٰ دوست منیدار و تراگر گیکہ ولادتش نیکو و پاکیزہ باشد و دشمن  
 منیدار و تراگر گیکہ ولادتش خبیث باشد فی الحاصل عن عبد اللہ بن الصلت عن  
 عد نہ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ذات بوم جاساً  
 علی باب الدار ومعه علی بن ابیطالب اذا قبل شیخ فسلم علی رسول اللہ صلی علیہ وآلہ  
 ثم انصرف فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تعرف الشیخ فقال له علی ما عرفہ  
 فقال هذا ابليس فقال له علی لو علمت یا رسول اللہ نصر یتد صرہ بالسيف فخلصت  
 اصلک منه قال فالنصر ابليس الی علی فقال له طلعت یا ابی الحسن اما سمعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہم ہیبت کو محروم جائے جاہلی سب سے پہلے نعمت پر خدا  
 حمد کرے جو نعمت کیلئے پہلے نعمت کیا فرمایا ولادت کی پاکیزگی اور جو بیزاد اس میں کہ جسکی ولادت بازیرہ ہو محبوب بنیں جائزاً  
 علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر بیٹھی تھے اور ان کو سناہتے ہی اچھا کہ ایک شخص آیا  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور چہ گیا رسول اللہ نے علی سے پوچھا اس نے کہا میں جانتا تھا کہ یہ میرے پیارے علی سے کہا  
 یا رسول اللہ اگر میں جانتا تھا کہ یہ آیا تو آپ کی است اس سے چھوٹ جاتا تو آپ سے علی کی طرف پیرا یا کو کچھ نہ گائی آپ کو جس نے مجھ پر غم کیا۔ ۱۲۔

شیخ ترمذی نے ان روایات کو نقل کیا ہے کہ



نشہ است دہر کہ دشمن است شیطان درو شریک است۔ علاوہ انکو اور بہت اس قسم کے روایات ہیں جو اس مدعا پر دال ہیں جنکو نسبت حسب تصریح خاتم التکلیف اکابر امامیہ نے شہرت بلکہ تواتر کا دعویٰ کیا ہے پس ان احادیث سے صریح ثابت ہوا کہ جو شخص جناب امیر و دیگر ائمہ کی محبت سے بے بہرہ ہے اور بغض الہیہیت ہے ولد الحوام اور لفظ شیطان ہے اب ہم اصول شیعہ پر بغض الہیہیت ہوا عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرتے ہیں۔ اول قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں درباب غضب ام کلثوم صریحاً مسلم دقت لفظی اور اس غضب میں معاونت خلیفہ ثانی کے ساتھ عباس کی طرف منسوب کیا اور آخر میں لکھتے ہیں۔ کہ ظاہراً بواسطہ دکالت فضولی و امثال ان حضرت امیر عباس زمانہ دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت و اخلاص نبیہ العتہ و ہذا چنانکہ سابقاً در احوال سید الشہداء مذکور شد آنحضرت علیہ السلام از عباس عقیق کلین جافین اور تعمیر فرمودہ اند۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص رعایت الہیہیت بنوی ترک کرے اور اہل جور کی طرف مائل ہوا و غضب ام کلثوم میں غاصبوں کا شریک اور معاون ہو اسکی ناصیت اللہ عداوت الہیہیت میں کیا شک شبہ ہی پس اسکی ولادت کے بارے میں حضرات شیعہ جو کچھ فرما رہے ہیں ہم سابق میں نقل کر آئی ہیں دوسری روایت ثقہ الاسلام کے ہے جسکا ترجمہ حیات القلوب میں کیا ہے اسکو ہم خاتم التکلیف سے نقل کرتے ہیں۔ سید راہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پر سید کہ کجا بود عز و کثرت و کرم نبی دشم کہ حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو بکر و عمر سارہ بیتان مغلوب گردید۔ حضرت فرمود کہ از نبی دشم کہ ماندہ بود جعفر و حمزہ کہ در غایت ایمان و یقین و از سابقین اولین بودند بجا لم بقا رحلت کردہ بودند و دوسرے ضعیف البیضین ذلیل القدر تارہ سلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشا نیز در جنگ بدر و اسیر کردند و آذوا و کوبند ایمان چنین قوی نیندازد بخند گویند کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر رہے بودند در ان فتنہ ابو بکر و عمر یا را ہی آن ندا کہ حق امیر المؤمنین را غضب کنند و اگر کسی سبک زندہ استہ ایشا ترا می شستہ۔ انتہی اس روایت سے

واضح ہے کہ عباس عقیل مطیع نفس امارہ دنیاوی طمع کے وجہ سے خفا کر کا سد لیونین  
 شریک ہوئی سیوطی جناب امیر نے انکو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھا اور بعد وفات  
 جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپ سے خلافت پیعت کرنا چاہا تو اور عسرتیا  
 نکمیا اور عیت قبول نہی۔ پس واضح ہو کہ یہ تمام اوصاف مقدمہ جو حضرت عباس عم  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنوابہ کے نسبت جنگی نسبت آپ بقیۃ آبادی فرما دین اور  
 فرما دین کہ عباس کے ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہ ہے اور اسکی تعظیم  
 و توقیر کرو بیان کی جاتی ہیں آپکی نسب و عداوت الہیت نبوت پر واضح و لیکن اگر وہ  
 جب نصب و عداوت ثابت ہوئی تو مدلول اذن روایات کا پتہ تواتر المعنی میں اور تواتر  
 کلیہ کے اثبات میں ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔ معاذ اللہ آپ صادق الیہ اور نصب ابنیہ  
 و سرملین ہی اہم شہید ثابت کر کر محبت و حق اور قصد اختصار مانع ہے اور غالباً بعض روایات  
 شروع سالہ میں نقل ہو ہی چکے ہیں ہر قسم کی تفصیل سے معذورین قولہ دنیا اور آخرت  
 میں اندھا ہونا جو لکھا ہے اس پر بھی کمال حیف ہے آپ کی ہنسی و مطالبہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 اقول اگر یہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپ کے علماء  
 صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اسکو تسخیر اور طابہ فرما کر مال دیا ہے افسوس  
 کہ آپ اسکو واقعی سمجھ گئی اور اگر ایسا بندہ ہے تو یہی غلط ہے منشا اسکا یہ ہے کہ زانی  
 کتا بونکی خبر اور نہ خصم کے کتا بونکی واقفیت ہے۔ یا یہ کہ خبر ہوگی لیکن جواب کے خوف سے  
 اسکو ہنسی مذاق کہہ دیا افسوس کہ یہ جواب پہلے سے آپکو نہ سوچا در نہ بہت کام آتا۔ لیکن  
 ہم آپکو مطلع کرتے ہیں کہ یہ نہ صرف مطالبہ نہیں بلکہ اسرا واقعی ہے جو جان اللہ حضرت تائیت کا شان  
 بیان فرما دین اور آپ اسکو ہنسی سخرین اور دین سنا لیکن کیا جیسا آپ کہہ بطریقہ جوٹ بولنا بہت دماغین نوکیا  
 ہنسی طابین ہی کہ جوٹ بولنا روا ہے۔ لیکن ہم اسکی نبوت میں عبارت چہنشی حکام کی  
 نقل کرتے ہیں۔ خاتم سکھ میں مولانا مولوے حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اگر باین

حسب ایستادت کتبات کائنات  
 از تالیف مولانا محمد حسین

دیں قناعت کنی و کوش برمدلول آن حکام و مجادلہ نہ تھی دلیل دیگر بر احداثات و نصیحت این بزرگان  
 پیش خود و ارم از بخند روایت اسناد کلینی است از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کہ در حق سید  
 و پدرش عباس این است نازل شد و من کان فی هذا اعمی فهو الاخرۃ اعمی و اصل سید ابرا  
 یعنی ہر کہ در دنیا کو رست و راہ حق را نہ بیند پس او در آخرت کو رست از دیدن راہ ہست و کہ راہ  
 ترست از ہستی ترجمہ الایۃ الکرمیہ علی لسان صاحب حیات القلوب پس اگر مراد از کوری این پدر پسر  
 معاذ اللہ ترک فاقہ مرتضوی و سل بدنیائی خلفاء معنی نصیحت باشند کہ عین المدعا  
 و اگر چیز دیگر باشد مثل انکار توحید یا نبوت و معاذ یا فتن و فتنہ پس واجبست کہ اہل خصوصیت بقدر  
 تحذیر آن پر داند و در مقام مناظرہ انہار آن سازند۔ انتہی۔ اہل عقل و انصاف اس عبارت کا  
 ملاحظہ فرماوین اور دیکھیں کہ یہ بیان شان قبول بطور ہستی مطابقت کے یہ یاد اتنی ادنیٰ اللہ کے اگر  
 واقعی ہے اور روایات شیعہ سے ثابت ہے تو ہر ہماری فاضل مجیب کا اسکو مطالبہ سمجھنا کیا  
 اسوجہ ہے کہ جواب کو ملا سے نجات پا جاوین یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ اس پر تے  
 پر جواب لکھنے بیٹھے لاجل و لا قوۃ الا باللہ قال الفاضل المجیب۔ قول۔ ابنا نہ فرما کر  
 کہ اسنت نے تمک بالثقلین کیا ہے یا حضرات شیعہ نے۔ اقول۔ آپنے اسنت کا  
 کچھ تمک ذکر نہیں فرمایا کہ موازنہ کیا جاتا محض دعویٰ لسانی ہے۔ چند روایتیں شیعہ کی جو بڑے  
 خلاف تمک سمجھیں نقل کر دی جنکا جواب گذر چکا موازنہ کیونکر کیا جاوے کس سے کیا جاوے  
 اگر کچھ اپنا تمک تحریر فرماتے تو اسب سے موازنہ ہوتا یقول العبد الفقیر الی مولاہ۔

افسوس کہ آپ اپنے سوال ہی کو پھول گئے کہ اوہیں کیا مضمون لکھا بعد اس کے عینہ کے تجویز ہی  
 مطلب نہ سمجھی جواب موازنہ پر مترن ہوئی۔ آپ اپنے سوال کو ملاحظہ فرمایم کہ آپ نے معاملہ  
 عقد خلاف و قصد احواق کے تمک کا طعن کیا تھا۔ کمترین نے بھی جواب اسکو چند  
 روایات جو سترم عدم تمک شیعہ کی تھی ذکر کر کے متنبہ کیا کہ جب ہمارا عدم تمک یہ ہے تو آپ  
 ذکر فرمایا۔ اور آپ کا عدم تمک یہ ہے۔ جو ہم عرض کرتے اور قاعدہ ہے یعرف الاشیا بالاضداد

۹  
 نسخہ  
 خطی  
 کتاب  
 تاریخ  
 اسلام  
 ج ۱  
 ص ۷۲۸

تو اس سے اب ہماری اور اپنے متکبرین موانہ نہ فرمائیں پس ظاہر ہے کہ اسکو واسطے ہکو اپنے تمکات بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی اگر آپ مطلب سمجھتے تو موانہ کے لیے ہماری تمکات کے طالب ہوتے اور چاہا تو حسیہ کچھ اپنے تحریر فرمایا اور کی حالت اہل عقل و انصاف پر بخوبی روشن ہے اور عجب نہیں کہ کبھی اپنے دل میں آپ ہی انصاف کرتے ہو مگر قولہ اب آپ کی طرح ہم ہی عرض کرتے ہیں کہ کیا متکبر کے یہی معنی ہیں کہ کتا اللہ کو محرف اور غلط بتلاوین اور اسکو جلاہین اور پادشاہین اور رسول اللہ کی مٹی کو زوجہ کا زکبیں اور حالیکہ اسلام نے آپسین جہائی ذوال وی ہی اور مہدی گہر جلاہنے کی دہلی دین۔ اور جنکو حضرت عباس عہم رسول خدا و صلوایہ غرک اللہ بظراک فرمائیں اور کو خلیفہ رسول امام برحق قرار دین اے غیر ذلک۔ اقول بجل اللہ وقوتہ ہم ان مطاعن کا بخوبی البطل و ہتھیان بحاث نقبین رکھکر دین حاجت تکرار و اعادہ نہیں قال الفاضل المحجب قولہ۔ بایہنہ جناب مخاطب کے تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر نزدیک صرف قصہ احراق ثابت ہے الحمد للہ جن حضرات شیعہ نے وقوع احراق فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک بھتر نہیں درنا کر موقع طعن میں بیان فرماتے۔ اقول کیا جناب محیب ہکو یہی مثل حضرات اہل سنت تصور فرماتے ہیں کہ دعویٰ بلا دلیل پیش کریں یا اپنے ہی مسلمات سے مخالف کو الزام دین۔ ہمارا یہ شیعہ نہیں ہم مقبولہ فریقین یا مقبولہ خصم سے الزام دیتے ہیں اسلیں حالہ کتاب ہی گذارش ہوا تھا مگر جناب نے اوس سے اغراض و اعراض مصلحتاً فرمایا۔ یقول العبد الفقیر الے مولاه الفی۔ معاذ اللہ ہم آپکو پرگزشتہ حضرات اہل سنت کے تصور نہیں کرتے وما یستوی الا اعم و البصیر و لا انظلمات و لا النور و لا الظل و لا الحر و لا البارد و لا الیسا و لا الیسا لیکن یہ تو فرمایا کہ آپ نے ہماری کس عبارت پر سمجھا ہے کہ ہم آپکو مثل اہل سنت کے تصور کرتے ہیں خدا کے لیے کہیں تو نشان کرتے ہم نے تو صریح یہ لکھا تھا کہ بعض حضرات شیعہ نے دعویٰ وقوع احراق کا کیا ہے جبکہ جواب سے جناب نے مصلحتاً اعراض و اغراض فرمایا۔ پس اگر

دکان دعوی غلط اور کذب ہے چنانچہ آپکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپکو جاسی تھا کہ یہ فرماتے  
 کہ کیا ہیکو بھی مثل حضرات علماء شیعہ کے تصور فرماتے ہیں الخ اور آپکو دعاوی اور دلائل اور سہل ثابت  
 والذات کا حال آپکی تحریر سے خود اہل علم والصفاء پر واضح ہے کچھ ہماری کہنے کی یہ ضرورت  
 نہیں ہے اور خود یہ ہے دعوی آپکی اس قول میں آپکو دعوی کا مکذب ہے۔ قولہ معند سوا  
 کس عبارت سے یہ بات اپنے سمجھو اقول جناب یہ امر میرے گزارش یہ ظاہر تھا  
 مگر افسوس کہ آپ اردو کی سہل عبارتوں کو نہیں سمجھتے میرا غلصہ گزارش یہ تھا کہ یہ موقع طعن کا  
 تھا اور ایسی موقع میں تھے لاکھان کوتا ہی نہیں کیجاتے جو امر زیادہ باعث طعن ہوا کہ  
 ترک کر کے حقیف کو نہیں، ذکر کیا جاتا ہے جب آپنے قصدا حراق محل طعن میں بیان کیا  
 حالانکہ آپکے بعض علماء دعوی وقوع نفس احراق کے میں اور وقوع نفس احراق کو جو ثابت ہوا  
 طعن اشد تھا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپکے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اسکو ذکر کرتے  
 اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپکو نزدیک چند قابل اعتبار نہیں۔ قال الفاضل المجیب  
 قولہ۔ باقی رہا قصدا حراق جو اسوقلیہ سے ہے وکامفصل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا  
 یہاں کہ محل اجمال ہے اسبقدر کافی ہے۔ اقول۔ اور کس بابت کا آپنے جواب عطا فرمایا کہ اوکو  
 نسبت بانی رن الخ فرماتے ہیں اپنے شروع ہی سے وہ حال اعتبار کی ہے کہ جو امور سمجھنے  
 دریافت کئے ہی بزرگ خود ہم پر ہی منقلب کر دیں اور اس سے آپکو غرض صرف اصلی جواب سے  
 پہلو ہتی کرنا ہے بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہم شروع رسالہ میں  
 گزارش کر چکے ہیں کہ آپ محض سائل نہیں تھے بلکہ دعوی ہی تھے اور آپنے اپنے دعوی کو  
 بلا دلیل نہ فرمایا تھا تو ہم نے آپکے دعوی کی نسبت دلیل طلب کی اور آپکے سوال کا  
 اجمالی جواب دیکر آپکو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اسوقت مستحق ہوں گے جبکہ اپنے دعوی کو  
 بدلائل ثابت کریں گے۔ چنانچہ اس تحریر میں بزرگ خود آپنے اپنی مدعا کو بدلائل ثابت کیا  
 گو باعتبار واقع کے ثابت نہوا ہو۔ پس ہم نے یہی اپنے اس رسالہ میں آپکے سوال کا جواب



کسی قدر ربط و تفصیل کے ساتھ گزارش کیا پھر آپ کا یہ فرمان کہ اس سے آپ کی اصلی غرض صرف جواب  
 پہنچتی کرنا ہے محض دعویٰ بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم محقق جواب کے پہنچا  
 طرز اسلیبی ہی اختیار کیا تھا کہ آپ کو اظہار و اجاث میں پہنسانے کے لیے ایک جال تھا  
 سو بھول اند و قوتہ حسب دعا آپ اسے اجاث کے جال میں پہنسی میں کہ قیامت تک غلط محال ہے  
**قولہ** معہذا سوال میں قصد احراق ہی ذکر ہوا ہے اور وہاں کتاب ہی درج ہے مناسب تھا  
 کہ اس کا جواب تحقیقی یا لازمی تحریر ہوتا اور نہ اس قدر تعرض کے ہی کیا حاجت تھی جس طرح اصلی سوال کے  
 جواب میں سکوت اختیار فرمائی بیان ہی خاموش رہتے **اقول** افسوس کہ بندہ کی گزارش  
 فہم شریف میں نہ آئی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصد امور قلبیہ سے ہے یہ ہے آپ کو سوال آجائے  
 جواب تھا اور حاصل اسکا یہ تھا کہ آپ نے قصد احراق کا دعویٰ فرمایا اور جو روایت کہ آپ نے  
 ذکر فرمائی اسکی یہ عبارت ہے۔ **والله ما ذاك بعائن ان لاجتمع هؤلاء المنقر**  
**عندك ان امرهم ان يحرق عليهم البيت** اور ان الفاظ سے قصد احراق ثابت نہیں  
 بلکہ محض تہدید بضرارۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں اسے کلمات ایسے مواقع میں محض تہدیداً  
 کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوتی اور دعویٰ ثابت ہوا۔ آپ نے بجز اس ایک روایت  
 اور کوئی قرینہ ہی بیان فرمایا تھا جو مثبت تقسیم غرق ہو پس ایسے لوح استدلال کے بیچ کنج کا قطع  
 عوق کیواسطے یہ ایک جملہ ہی کافی تھا۔ بشرطیکہ فہم سر کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اسکی  
 تفصیل کے طالب ہیں اور یہ موقع بھی اسکی تفصیل کا ہے۔ اسلیئے ہم اسکی تفصیل کے لیے  
 یہی حاضر ہیں یحییٰ ذرا متوجہ ہو کر سنیے۔ **وآفتان سناظرہ مذہبی ذہنیں پر غور نہیں ہے**  
**جب عادت قدیمہ خود کو ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و تراش کرتے رہتے ہیں**  
**شیعہ کے اس مذہب میں ہی رنگ برنگ کے اقوال ہے اول دفعہ احراق کا دعویٰ ہوا**  
**چنانچہ علامہ طوسی نے تجرید میں اور ملا باقر مجلسی اور بعض متاخرین نے ہی لکھا۔ اور بعض علماء**  
**لے اور اشعری فہم کہ یہ ایک تری پاس شیعہ ہوا تو یہ جگہ اس سے انہیں لگا کہ ان میں گہرا حکم کہ دن۔ ۱۳۔**

سن قصد احراق ثابت نہ ہو گا جواب۔

ہماری فاضل محیب ہی میں جب اس دعویٰ کی غلطی پرستہ ہوئی تو اس دعویٰ کا انکار کیا اور قصہ  
احراق کا دعویٰ کیا۔ پھر جب بعض علماء شاکشی ابحاث اہانت میں گرفتار ہوئی تو انہوں نے  
اسکو تہدید و تحویف پر محمول فرمایا۔ چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہماری فاضل محیب کا دعویٰ نہیں  
بلکہ بعض علماء نے خود تکذیب فرمائی اسلیں ہم اسکی تردید کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ اور انشاء  
دعویٰ قصہ احراق کی طرف عنان توجہ معطف کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ قصہ احراق سے مراد  
تقسیم غرم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود دلی یہ تھا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دین اور مجرد  
تخویف و تہدید مد نظر نہیں ہتے لیکن دعویٰ تقسیم غرم احراق ہی بوجہ چند باطل ہے  
اول یہ کہ جو روایت کہ از آلہ انخفا سے اس مدعا کے ثبوت میں نقل کی ہے وہ ہرگز اسکو ثبوت  
نہیں اور اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اوسمین احتمال مجرد تہدید و تحویف کا ہی بلکہ غالب  
سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے تو استدلال تقسیم غرم احراق پر باطل ہوا۔ دوسری یہ کہ الفاظ  
میں جو روایت منقولہ میں موجود ہیں قسم عدم مانعہ پر واقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس  
جملہ کا اسطرح ہے کہ خدا کی قسم یہ میرا مانع نہیں ہے امر احراق سے۔ تو اس جملہ سے یہ بھی  
نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوئی تو میں گھر جلا دوں گا بلکہ یہ کہا  
کہ اگر مجتمع ہوئی تو مجھ کو یہ امر احراق بیت سے مانع نہ ہوگا اور اس سے تقسیم غرم احراق پر  
استدلال کرنا سراسر بجا ہے۔ تیسری یہ کہ جناب امیر نے بھی قصہ منیراب میں حکم روایت  
ہم ایہی اور پر بیان کر آئے ہیں۔ پر ناہ لگو انے کے واسطے جب آپ تشریف لائی تو ملکہ خلافت  
عادت تشریف لگی میں ڈالی ہوئی آئے اور فرمایا لکن قلعة قلعہ لا حضر بن عتقہ و عنقہ لا حضر بہ  
اور نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے ادکار کرنے کے بارہ میں جیسا کہ عدل الشائع  
میں آپ کے صدق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا حالانکہ مسل سنیوں  
قطعا بحکم خدا و رسول آپ پر حرام تھا تو اگر اوسکو ہی مجرد تحویف و تہدید پر محمول فرمایا  
تو ہماری طرف سے ہی یہی فرما دین۔ اور اگر جناب امیر کی تقسیم غرم قتل و قتال کے

قائل ہوئے ہیں تو اپنی عصمت بلکہ امامت و خلافت سے ہاتھ دھو بیچش قبر فاطمی کی روایت  
 مخصوصاً جو خاتم المتکلمین نے عل الشرائع سے ترجمہ نقل کی ہے ہم بھی اس کو نقل کرتے ہیں بذریعہ  
 خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا سائیدہ ابجہال جریع و فرغ ہمراہ صدیق متبرک  
 تعزیت نزد امیر المومنین حاضر شد و شکایت شروع کروا گشت نہ طلبیدن مارہر جنازہ فاطمی  
 اذان قبیل است کہ غسل آنحضرت مارا دخلی ندادی و بحسن تسلیم کردی کہ یا بویکہ گفت کہ تو یا بویکہ  
 پیغمبر ص کا رست اینہمہ دلیل کہ درت و قیامت حضرت امیر فرمود اگر قسم شرعی یاد کنم صدیق  
 خوابید کہ گفت صدیقی پس کہ سجد مقدس داخل شد و گفت کہ دو امر اول اذان بود کہ یا بویکہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم غسل فاطمہ زہرا بارہ نماز جنازہ دہا متعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ اجازت  
 مدخلی نہ ہی و حاشا کہ ان کلمہ بفرزند خود تم تسلیم کردہ باشم بلکہ چون الف و انس بحجاب مصطفوی  
 زائد الصف و ہشت حقے کہ دین نماز بردوش مبارکش ہوا پیشد و در اثنا خطبہ دامن مقدس  
 ہیکشید بر آمدن ابو بکر الا ثنی منبر ان سرور بروی سناق آمد فاروق این کلمات طیبات از او  
 دانت و صلاح او بر پیش قبر فاطمی برائے آوائی نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت منجر تکلفت  
 گردید و نوبت باشتہ اذ غیظ و غضب رسید و قریب بود کہ ذوالفقار از نیام بر آید و مقاتلہ عظیم و صحتہ  
 کرام واقع شود زیرا کہ امیر المومنین قسم شرعی یاد نمود کہ بر این تقدیر سر فاروق را از دوش بردارم  
 بلکہ قبل از نیل مطلب دیر ازندہ نگذارم پس ہماچرین و انصار ہدیت مجموعی و مصالح افتادہ  
 و ہمارادہ فاروق تن ہضماندا نہ انتہی بمخصرہ تعجب ہے کہ جناب قانع باب خیبر قاتل قوم  
 عاد۔ بعد اوراق بیتہ اور اسقاط محسن اور ضرب اسواط بصنۃ الرسول سید کائنات اولی قیام  
 ہمت زنا کے وقت آپ نامور بصبر و سکوت ہون اور سل بیعت کے مامور ہون اور نماز جنازہ  
 کیواسطہ پیش قبر ہماور بجہاد ہون۔ ع این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہرگز کہ  
 سب قصد ہند یا فرمایا تھا اور ہرگز اپکا قصد مخالف وصیت قتل و قاتل کا نہوگا۔ چوتھی سید  
 کہ صاحب عماد الاسلام نے بھی اسکو مجرد تنویف پر حمل کیا وہ تحریف فرمائے ہیں چنانچہ

خاتم الکملین نے نفس فرمایا ہے مفقوضہ تلك المرویات هو ان عمرهم تبعته قصد احراق  
 بیت فاطمة واتی بلحطب وجمع علی بابہ لانہ وقع منه الاحراق فلعل کان عمرہ  
 مجرد الخوف۔ پس جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا یہ فعل محض فی نفس خوفاً تھا  
 تو آپ کا انکار انکی ایسی نکتہ ہے جیسی عین احراق کے۔ پانچویں حسب تفسیر خاتم الکملین  
 ازالۃ الغین کلام ابو جعفرین قبہ نقیب متشعین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں  
 تمام مہاجرین و انصار خلفاء کے ظاہری زہد و ورع اور عدل و داد اور دنیا سے نفرت کلی  
 کی وجہ سے اور بحقیقت خلافت کے معتقد ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان  
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی  
 فعل جسے صادر نہ ہو جو باعث سوزن ہو بلکہ نہایت کم ہو سکتا ہو لہذا حسن ظن اور خلوص عقیدت کے  
 دام میں پھنساؤین تو ایسی حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ وفات سرور کائنات علیہ السلام  
 الصلوٰت کے کیونکہ ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق المیت کیا ہو اور اگر بالفرض افسوس یہ  
 فعل صادر ہوا ہو تو آپ کو ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہنئی طرہ ترمیم ہے کہ خود علماء  
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر مجلسی کے احتجاج میں روایت کی جبکہ مصنفین  
 یہ ہے کہ چون خلیفہ ثانی بآواز بلند گفت کہ اگر ایہ المومنین از خانہ خود بیرون نیاید خانہ اورا  
 خواہم سوخت صحابہ از شیندن این قول تغیر شدند و انکار شد یہ کہ نہ خلیفہ ثانی گفت شما  
 گمان بردید کہ من چنین خواہم کرد حالانکہ مقصود من ہتھید بود نہ چیز دیگر پس جناب رضوی  
 بواسطہ شخص پیام بنوی سہر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ ستر و بی  
 و سؤال تا لیف گردیدہ ام در زبانم سوگند جاری شدہ کہ تا ازین امر فارغ نشوم از خانہ پائی  
 بیرون نگذریم و با سورد دیگر نہ پردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی سبب یہ فرمایا  
 کہ میرا یہ قول مجھ ہتھید کی غرض سے تھا۔ جب میرا صحابہ ساکت ہو گئی۔ اس ہوا یہ سے  
 بہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے مجھ اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شد یہ کیا اور موافقت فرما

خاتم الکملین نے نفس فرمایا ہے مفقوضہ تلك المرویات هو ان عمرهم تبعته قصد احراق  
 بیت فاطمة واتی بلحطب وجمع علی بابہ لانہ وقع منه الاحراق فلعل کان عمرہ  
 مجرد الخوف۔ پس جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا یہ فعل محض فی نفس خوفاً تھا  
 تو آپ کا انکار انکی ایسی نکتہ ہے جیسی عین احراق کے۔ پانچویں حسب تفسیر خاتم الکملین  
 ازالۃ الغین کلام ابو جعفرین قبہ نقیب متشعین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں  
 تمام مہاجرین و انصار خلفاء کے ظاہری زہد و ورع اور عدل و داد اور دنیا سے نفرت کلی  
 کی وجہ سے اور بحقیقت خلافت کے معتقد ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان  
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی  
 فعل جسے صادر نہ ہو جو باعث سوزن ہو بلکہ نہایت کم ہو سکتا ہو لہذا حسن ظن اور خلوص عقیدت کے  
 دام میں پھنساؤین تو ایسی حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ وفات سرور کائنات علیہ السلام  
 الصلوٰت کے کیونکہ ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق المیت کیا ہو اور اگر بالفرض افسوس یہ  
 فعل صادر ہوا ہو تو آپ کو ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہنئی طرہ ترمیم ہے کہ خود علماء  
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر مجلسی کے احتجاج میں روایت کی جبکہ مصنفین  
 یہ ہے کہ چون خلیفہ ثانی بآواز بلند گفت کہ اگر ایہ المومنین از خانہ خود بیرون نیاید خانہ اورا  
 خواہم سوخت صحابہ از شیندن این قول تغیر شدند و انکار شد یہ کہ نہ خلیفہ ثانی گفت شما  
 گمان بردید کہ من چنین خواہم کرد حالانکہ مقصود من ہتھید بود نہ چیز دیگر پس جناب رضوی  
 بواسطہ شخص پیام بنوی سہر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ ستر و بی  
 و سؤال تا لیف گردیدہ ام در زبانم سوگند جاری شدہ کہ تا ازین امر فارغ نشوم از خانہ پائی  
 بیرون نگذریم و با سورد دیگر نہ پردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی سبب یہ فرمایا  
 کہ میرا یہ قول مجھ ہتھید کی غرض سے تھا۔ جب میرا صحابہ ساکت ہو گئی۔ اس ہوا یہ سے  
 بہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے مجھ اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شد یہ کیا اور موافقت فرما

نہیں کی بجائے اور پر ہم ہو گئی تو کوئی نہ ممکن ہے کہ ان صحابہ نے جو بحر اس قول کے تغیر ہو گئی تھی اور  
انکار شدہ کیا تھا اگر جلانے کو واسطی سامان احراق جمع کرنے دیا مواد غصہ سرسری ہی تسلیم نہیں کر سکتی  
کہ وہ ہتھکڑیاں جو حضرت شیخ عثمان خلیفہ کی طرف منسوب فرماتے ہیں مثل ضرب و شتمان سیدہ  
واسقہ محسن و قہمت فاختہ وغیرہ خرافات کو ایسے صحابہ جان نثاروں نے بنا کر دیا اور انکار منظور کیا ہو  
ساترین علی بن ابراہیم قمی استناد کلینی کی تفسیر میں مروی ہے۔ حدیثی ابی عز صفوان  
بن عجب عن ابی الجاود عن عمر بن بنی شیم عن مالک بن عوف عن ابی ذر رحمۃ  
اللہ قال لما نزلت هذه الآية يوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال رسول الله صلى الله عليه  
واله وسلم تردى مني يوم القيمة جل جلاله فرائية مع عجل هذه الآية اسألهم ما فعلتم  
بالتقلين من قبل الله فيقولون اما الاكبر فمضناه ونبتناه ورائاء ظهورنا واما الاصغر  
فماديناہ والفضنا وظلمناہ فاقول رد والنار ظما ومطمئين مسود وجوهكم ثم ترد على  
آية فرعون هذه الآية فاقول لهم ما فعلتم بالتقلين من قبل الله فيقولون اما الاكبر  
فمضناه ونبتناه وخالقنا واما الاصغر فماديناہ وقتلناہ وقابلناہ فاقول رد والنار  
ظما ومطمئين مسود وجوهكم ثم ترد على آية مع سامري هذه الآية فاقول لهم  
ما فعلتم بالتقلين من قبل الله فيقولون اما الاكبر فعصينا وتركنا واما الاصغر  
فخذناہ وصنعنا فاقول رد والنار ظما ومطمئين مسود وجوهكم ثم ترد على آية

الجزر من روایت ہے کہ جب یہ آیت پڑھی تو مسود وجوہ و تسود وجوہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا  
پہرہ میرے پاس پانچ چھوٹی ہو کر آگلی ایک چھوٹی ہو کر آگلی ایک چھوٹی ہو کر آگلی ایک چھوٹی ہو کر آگلی ایک چھوٹی ہو کر آگلی  
وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں  
میں کہوں گا یہاں سے کس کو نہ آگ میں جاؤ پہر میرے پاس آئیں کہ وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں  
تقلین کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں  
نقل کیا میں کہوں گا یہاں سے کس کو نہ آگ میں جاؤ پہر میرے پاس آئیں کہ وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں  
میرے بعد تقلین کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں اور وہ کہیں گے کہ میری تو پہنچ رہا ہوں



بدشمنان سیدہ کرین اور یہ مدعیین نصرت و موالات چپکے میسج و یکسین اور دم مارین اور  
 سائنس نگالین اور یہ سوال کچھ شرجیان پاک ہی سے نہیں کیا جائیگا بلکہ خود جناب جو صاحب  
 راست ہیں وہ ہی اس میں شامل ہونگی اور خود حضرت امیر پر ہی جواب وہ ہونگے تو یہ کہنا اصول  
 شیخ پر جناب امیر کی طرف ہی منسوب ہو گا اور سوال وارد ہو گا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور  
 محبت و موالات اہلبیت صبر و انام کی پیروی ہے کہ جو قوت عمر فاروقؓ نے گھر چلایا یا جلانے کا  
 سامان ہمایا کیا چون و چرا نہ کی اور باوجود اس شجاعت کے جس کا بیان خارج امکان ہے  
 بمقابلہ اہلبیت کے امانت کرنے والوں کو گھر نہیں اس سے زیادہ عداوت و دشمنی شیعہ کے ساتھ اور کیا  
 ہو سکتی ہے۔ لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام  
 دفاع آئینہ بیان فرما دی تھی اور تمام حالات واقعات و حوادث و دواہی کی خبر دیدی تھی  
 اور فرما دیا تھا کہ صبر و سکوت کرنا اور ہرگز چون و چرا نہ کرنا۔ پس اس سوال کے کیا سننے  
 کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔ سارے اگر کسی پنج سے یہ سوال صحیح ہو ہی تو یہ جواب  
 نفی ہے جواب صحیح یہ ہے کہ جتنے آپ کے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون و چرا نہ کر  
 ظلم و ستم برداشت کیا کہی دم نہ مارا ثقلین اعیانہ و بالہ خراب و خوار ہوئے سر نہ ہلایا نہ ہر کیف  
 یہ سوال جواب مصنوعی غلط ہوا صحیح حکم کو کچھ بحث نہیں ہمارا دعا جو کچھ ہے وہ اس سے ثابت  
 کہ اس قدر گزارش اور باقی ہے کہ تفسیر صفائی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچھ اندر ہو  
 اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم پر سکوت کرنے والے ہی ظالمین کے ساتھ گرفتار عذاب ہوتے ہیں  
 قال ابو جعفر و اوصی اللہ الی شعیب النبیؑ بمعذب من قہر صلیت مائۃ الف واربعین الف  
 من شراہم و ستمین الف من خباہم فقال یارب ہولاً ما لا شرا فیہا مال الا حیا و قواحی  
 لے ابو جعفر نے کہا کہ شعیب بنی کھنیز خدا ہی جیسے کہیں زیرے قوم کے برودین و ایک کاہن جانیں لڑ کو دے  
 کو دے اور ہیلون میں سے ساتھ نذر کو۔ عرض کیا ایہ درد گاہ یہ توہین ہیلون کو کیا حال ہے (اللہ نے  
 اس کی طرف وحی کی۔ ۱۲۔)

اللہ عزوجل الیہ انہم ولعوا اهل المعاصی ولیہ یغضب الغضب تو اس سے اوکا حال تباہ  
 کرنا چاہی جہنم میں ایسے سخت ظلم نہ ہو سکوت کیا اور مدنت کی اور غضب ناک ہونی عاقل  
 لہذا کہ او نے چین بر جہنم میں کام نکلتا تھا کہ اوکا کیا حال ہو گا تا یہ اصل شیعہ پر منافق  
 اس روایت کے مدلول کے وہ خیال رہی اور ان اسرار کے ساتھ معذب ہو کر میت شادوم کہ  
 از قیسمان دامن کشتن کہ نہستی بگوشت خاک ماسم بر یاد رفتہ باشد۔ آہوین خود علامہ  
 کتبہ می نے جواب حضرت خاتم المحدثین کے۔ حضرت فاروقی کے اس لکچر و تحریف پر  
 محمول ہونا تسلیم کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ انا انچہ گفتہ اگر مراد ایشان از قصد تحریف و تہدید زیادت  
 گفتن ایک من غایم سوخت الخ۔ پس ناچیکویم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصد احرار  
 بیعت نبوت کہ بروایات اہلسنت ثابت می کنند میں است و اگر اس قول از قصد او دلالت نکند  
 لازم آید کہ در قول خود کاذب بودہ باشد۔ اور اگر بخواہد فاضل محیب کو یہ خیال ہو کہ آخر عبارت کشتن  
 کی اور غیر عبارت سابقہ مرجع دلالت کرتی ہے کہ وہ در پے اثبات قصد تخریق کے ہیں جو اس  
 تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرمادین۔ جو آپ کو مفتی صاحب کی عبارت میں واقع ہے  
 کہ کہیں دعوی اثبات قصد احرار ہیں اور کہیں مجرد تحریف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہیں۔ اور  
 عجب نہیں کہ انشا اسکا یہ کہ حضرت مفتی صاحب کو درمیان قصد تخریق از قصد تحریف کی تمیز  
 نہ ہوئی ہوگی کہ جسکی وجہ سے یہ التباس و اختلاف کلام میں واقع ہوا **قولہ** معلوم نہیں کہ قصد کو  
 ابو قلیبیہ کہنے سے کیا کیا مطلب ہے بظاہر تو وہی مطلب ہوگا کہ جو آپ کو خاتم المحدثین نے تحفہ میں  
 فرمایا ہے قصد ابو قلیبیہ سے بے شک ہے مگر جبکہ اسباب و سامان قصد کے ظاہر ہوں  
 تو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے کرنے پر اودہ ہے **اقول** فعل کے کرنے پر  
 تا وہی دو طرح پر ہوتی ہے یا بطور تقسیم غزم کے یا بطور مجرد تہدید و تحریف کے چونکہ  
 بظاہر ان دونوں میں کچھ فرق نہیں اور اسدوا سے بعض علیہ شیعہ پر پیش ہو گئی۔ اور ان  
 لئے کہ انہوں نے لکھا کہ انکی ساتھ بیعت کی۔ اور میرے نفع کے سبب وہ غصہ نہ ہوئی۔ ۱۲۔

قصد احرار علیہ اہل معرفت تہدید و تخریب نہیں بلکہ  
 ظاہر ہے کہ انکی بیعت۔



دو نوین فرق باعتبار ارادہ فاعل کے ہے اسلیں مناسب ہے کہ ہم اول ان دونوں فرق تکرار  
 اور اس کے بعد اپنے فاضل مجیب کے اس قول کا جواب دیون پس واضح ہو کہ قصد علی لغفل اور  
 جرمی ہے جو اس فعل کے کرنے سے متعلق ہو اور قصد تخویف و تهدید یہ ہے کہ فی حد ذاتہ  
 فعل کا کرنا مقصود ہو نہ صرف بظاہر اتفاق خوف کے لیے اس فعل کے اسباب و سامان کو اس  
 صورت میں غائب کیا جاوے جس سے بظاہر عزم یا مجرم مترشح ہوتا ہو کیونکہ اگر اس سے  
 بہتر متحقق نہ ہوگا تو مقصود جو تخویف و تهدید ہے سرگز برآمد ہوگا۔ بلکہ امور مجہم میں تهدید و تخویف  
 کو نسبت جائز ہے کہ لای تو بہ دور و یک فراہی سامان بہ نسبت اצל قصد کے زیادہ ہو  
 پس ظاہر سامان سحران دو نوین تمیز کرنا جیسا کہ حضرات شیعہ کرتے ہیں چنانچہ علامہ کنوری  
 بھی تحفہ کے جواب میں لکھا ہے۔ واما آنچه گفتند کہ مقصد از امور قلبیست کہ برہنہ غیر خارجی  
 تھاے و دگرے مطلع نمی تواند شد پس بدفع است بانکہ امارت و علامات دلیل قصد می باشد  
 اور قیید انکار غالباً ہمارے فاضل مجیب ہی بدون سہی سمجھی یہی ترانہ فرماتے ہیں  
 اس دلیل ہے کہ حضرات کو ان دو نوین تمیز نہیں ہوگی۔ اصل سوال میں تحریر فرماتے ہیں۔  
 (اور جمعیت لینے کے لیے گھر جلدنے کی دم مکی دی) اور بعد اس کے مقصد احواق روایت از امام رضا  
 سر ثابت کرتے ہیں اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وہیکی اور قصد احواق میں تفرق و تمیز  
 حاصل نہیں بلکہ احوال کے اور لیاقت و قابلیت مفعول کے نے اجماع قرینہ ہو سکتی ہے مثلاً اگر  
 افعال کے صدور میں کہ او کا فاعل سفاک و بے باک ہو اور اتباع شرع سے مطلق بے بہرہ ہو  
 اور محل ہی لائق کشتی و خونی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال قصیم عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جب تک  
 وقوع فعل نہ ہو چکر سرگز اسد لال نہیں کیا جاسکتا کہ مقصود نے حد ذاتہ قصد قتل و احواق ہر  
 پس جب یہ امر طری ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور او کلمہ مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ سامان  
 و اسباب یکے جمع کرنے سے اور ہیزم و آتش کے لانے سے معلوم ہوا کہ فاروق احواق بیت  
 بیت کا عزم یا مجرم رکھتے تھے غلط ہوا۔ کسی شخص کو او کے قتل کے نسبت کہنا اور

تلوار گلزمین ڈالکر کھنا بلکہ تلوار میان سے کھینچنا تاکہ وال عزم اور قصد پر نہیں ہو سکتی۔ خود جہا  
 امیر قصہ میزاب پر جوش و خروش اور قتل کی دھمکی اور تلوار گلزمین ڈالکر باہر فرما خود اس پر صریح  
 دلیل ہے بشرطیکہ حضرات شیعہ اسکو مجبور نہ دید پر محمول فراوین اسطرح نیش قبر فاسی پر  
 ارادہ قتل و قتال کرنا اور دست بقبضہ شمشیر ہونا یہی غالباً اسی قسم سے ہوگا اور اگر حضرت  
 شیعہ سیکوت دید پر محمول قرار دین اور عزم یا مجرم سمجھیں تو چونکہ آپ مامور بیکوت تھے  
 آپکی عصمت بلکہ امامت و خلافت کو سبب نہالیں۔ آپکو یا دیوگا جبکہ آپکے ابن عباس بصرہ کا  
 بیت المال لوٹ کر مکہ آ بیٹھی اور جناب امیر نے انکو ایک کتاب نامہ تحریر فرمایا جو بیچ بکلا  
 میں منقول ہے اور غالباً ہم اسکی نقل اور کرا کر آئیں۔ اوسین انکو جناب امیر نے قسم کیا کہ  
 کیا لکھا تھا کیا واقعی اوس سے بظہر مجرم یا مجرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ غالباً وہ روایت  
 یہی آپکو حافظہ سے نہ نکلی ہوگی جو ہم ادھر بیان کر آئی ہیں۔ جو اصل روایت مجلسی اور قطب  
 مراد دی گئی ہے اور مواضع حسنیہ میں یہی مذکور ہے اگر آپکو فراموش ہوگئی ہو ہم آپکو یاد دلانے  
 میں کہ جناب امام حسینؑ قبر سے فرمایا کہ مجھکو علوم پہنچا کہ چند شلین عسل کی جو میں سے آئی ہیں  
 تیری حفاظت میں ہیں اگر مجھکو ایک ہمان کی ناخوش کی ضرورت ہے تو ہڑا مجھکو اوسین سے  
 دے چنا پھر ایک مشک کا سونہ کہو کہ بقدر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت نے  
 مشکو کا ملاحظہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ایک مشک میں کم سے تیس سو روپے کا اندر عرض کیا کہ حضرت  
 امام حسینؑ ریحان رسول اللہؐ کے ایک ہمان کے لیے ضرورت پیش آئی تھے انہوں نے  
 ہٹوڑا شاہد لیا ہے سنتی ہی حکم دیا۔ بلاشبہ جب حاضر ہوئی تو نہایت تیزی و خشونت و عظیم  
 غضب کے ساتھ درہ جو آپکا ہاتھ میں تھا جناب امام کے ماری کیو اسطرح اٹھایا۔ یہاں تک جناب  
 امام حسینؑ نے نہایت عاجزی سے آپکو غصہ فرو کرنے کے واسطے حق جعفر کے کو یاد دلایا  
 اور آپکا غصہ فرو ہوا تو معلوم نہیں یہہ قرآن یعنی غیظ غضب کرنا درہ کا مارنے کی واسطے  
 اور یہاں انا اور ہر قبل القسمت مال غنیمت اللہ میں تصرف کرنا اور جناب امیر کو حفاظت کا جوش

کتاب  
 تاریخ  
 حیات  
 حضرت  
 امام حسینؑ

سترہم قصد ضرب و لانت ہین یا نہیں اگر نہیں میں تو نہ عتابمیشا ہے اور اگر میں تو قطع نظر میں  
 امام کے غلط ہے کیونکہ آخر میں خود جناب امیر نے ارشاد فرمایا اگر میں نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم میری داغوں کو بوسہ دیتی تھے تو میں یقیناً تم کو مارا تو نہ تھے بسدا تو نے  
 پہل کیون نفع اوٹھایا اس سے صریح سامع ہوا کہ آپ کا قصد ہم کو ضرب کا تھا بلکہ صرف تہذیب  
 و تحویف نہ نظر سامی تھی کیونکہ آپ کو یاد تھا کہ حضرت عثمان مبارک صما جبر او کو بوسہ دیتے تھے  
 تو ایسی حالت میں عزم یا مجرم مارنے کا کیونکر کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے مختلفین جماعت کے لیے بغیر احراق فرمایا جو متفق علیہ فریقین ہے  
 اور یقیناً وہ محمول اور پیر نہ یہ تحویف کی ہے کیونکہ کوئی شخص ساین سے تارک جماعت کے  
 لیے وجوب احراق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجہ روایت میں شک شبہ ہو تو اپنے منہ  
 سابق کی تصانیف مثل مواعظ حسنیہ ملاحظہ فرمائیے۔ قولاً پر جبکہ خلیفہ ثالثی  
 قسم یا وہی ہو اور ساتھ ہی آتش و ہیزم وغیرہ ہی ملزوم کیے ہوں۔ جیسا کہ کتب معتبرہ  
 اہلسنت سے ثابت ہے تو اب اس میں کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب کسی شخص  
 آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر بجاویز اور اس کے مالک سے بغیر سم کھی اس گھر کو جلا دے گا۔ تو  
 ضرور ثابت ہوگا کہ یہ شخص اس گھر کے جلائی کا قصد رکھتا ہے اقول اگر اصل سوال میں  
 آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو بہتہ بندہ کا اجمالی جواب دینا اور یہ کہنا کہ قصد امور قلبیہ سے ہر  
 مورد طعن ہوتا اور جب آپ نے یہ امور اس وقت ذکر فرمائی ہے ہی نہیں تھے اور صرف یہ کہ  
 ان اذ اخفا پر اکتفا فرمایا تھا اور یہ ہی قبلہ علامہ کنوری وغیرہ فرمایا ہے تو یہ اجماع ہے جو  
 کیوں مل طعن ہے۔ رہنموت ان امور کا کہ آگ و ہیزم وغیرہ کا بجا مانا بندہ سامی تھا جس کے  
 ذکر سے کسی مصلحت کے سبب اخفا فرمایا۔ تعجب ہو کہ اسے مال فرمائیں اور ایک امر کی بنا پر  
 درپے ہوں اور اثبات کے وقت پہلے ہی فرمادین۔ پہلا اگر یہ امور آگ وغیرہ کا عیب نا کتب  
 معتبرہ اہلسنت سے بزرغم سامی ثابت ہے تو آپ نے اس کو ذکر کچھ نہیں فرمایا جبر روایت آپ نے

اور اس میں کہ اگر میں نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری داغوں کو بوسہ دیتی تھے تو میں یقیناً تم کو مارا تو نہ تھے بسدا تو نے

ازالہ انخفا سے نقل کی اوسمین تو یہ امور اشارۃً و کنایۃً ہی مذکور نہیں اسکو ذکر میں چندانہ نقل کیا  
 نہیں تھی اور اگر نے الجملہ تطویل ہی ہو تو زوائد واجب الحذف والاستقاط ہو کر تے میں نہ اصل  
 معاصمہ بحث اور موقوف علیہ دعاوی۔ پھر اس محبت پر یہ فرمانا کہ اب اسمین کیا شک را عجیب  
 افادات سے ہے آپکو بے شک شک نہ ہوگا۔ لیکن اہل عقل و دانش کا شک تو ایسے خرافات سے  
 کیونکر رفع ہو سکتا ہے اور اگر بالفرض المسبب کو کسی کتاب میں بروایات ضعیفہ و امیہ پایا ہی جاوے  
 تو اچھا قول سابق جوابات سے بخوبی ظاہر و باہر ہے۔ کہ اصول شیعہ پر یہی یہ امور مقصد احواق  
 بردال نہیں ہو سکتی۔ اچھا بفرط محال سمنے تسلیم کیا کہ یہ امور مقصد احواق بردال میں بلکہ  
 مثل قضیہ شریعہ لزمہ کانت الشمس طلعتہ فالتہار موجود و مستلزم غرم با مجرم احواق کو میں نے افادۃ  
 حضرت فاروق کا مقصد صمیم احواق بیت تھا اور تمام احوان و انصار اذکر شریک و معادن تھے  
 لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اگر غرض صمیم تھا تو اسکو کون منع ہوا اور تب مذاق فاضل محیب و دیگر  
 بعض اکابر شیعہ جو عدم وقوع احواق کے قائل ہیں۔ احواق کیوں وقوع میں نہیں آیا۔ صحابہ  
 کلہم جمیع الامم و دی فاروق کے حامی و مددگار ہوئے اور جناب امیر و جناب سیدہ بلکہ تمام نبی  
 و شہداء یہ امور بالاسکوت ہوئے۔ و ہنوں کچھ چون و چرا فرمائی اور اگر چون و چرا کرنے والی ہوتے  
 تو سب اختلاف میں جو حسب ارشاد جناب قاضی صاحب شوستری غصبا ہر فرج  
 مومنات سے بھی زیادہ شہیح تھا چون و چرا کرتے خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہی کوئی ادا و عیبی  
 نہیں پونچے جو اس سے مانع ہوتے جب باوجود تسلط تام اور غم صمیم اور موجودگی سالان  
 اور عدم مانع کے وقوع احواق نہ پایا گیا تو معلوم ہوا کہ مقصود احواق بیت نہ تھا بلکہ مقصود  
 مجرد تخوین و تہدید تھے جو حاصل ہو گئی شاید شیعہ اسکا یہ جواب دیوین کہ یہ مقصد معلق شہر  
 تھا جو اجتماع ہے حاصل یہ کہ اگر یہ اجتماع باقی رہا تو بیشک کچھ جلا دو گنا اور وجود  
 معلق کے لیے وجود معلق بہ کا ضرور ہے اور وہ نہ پایا گیا تو بقاعدہ اذافات الشرط  
 فاق الشرط۔ وجود معلق و شرط کا یہی جو احواق بیت نہ پایا گیا ہم اسکو

۷۶۲  
 در بیان احواق  
 و احواق بیت

جواب میں کہتے ہیں کہ یہ جواب بعینہ ہماری مدعا کو مثبت ہے کیونکہ اس سے بطریقہ ثابت ہوا کہ فی حد ذاتہ مقصود اصلی تفریق اجتماع ہے اور یہ ایسا بالاحراق محض اس مقصود کی تحصیل کا آلہ اور واسطہ تھا اور نے حد ذاتہ مقصود نہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تفریق بدوین تہدید و تخویف کے ممکن نہ تھا پس مثل شہور۔ ہمان آس در کاسہ۔ وہی تخویف و تہدید کے طور پر ایسا وبالاحراق محمول رہا اور یہ دعویٰ کہ احراق بیت مقصود تھا غلط ہوا۔ را قسم کہا کہ کہنا سوا سکی نسبت ہم عرض کر چکر کہ اول تو یہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اس قسم کو فعل کے تاکد بجا آوری پر سمجھی ہوئے ہیں حالانکہ وہ قسم عدم یا نفیہ پر ہے حاصل یہ کہ فاروقی نے سنے قسم کہا کہ اس وایت منقولہ میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں گہر جلاؤں گا بلکہ یہ فرمایا خدا کی قسم اگر یہ جماعت تمہاری پاس مجتمع ہوئی تو یہ مجھ کو امرا بالاحراق سے مانع نہ ہوگی۔ پس اس انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں نہ احراق پر قسم ہے نہ قصد احراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں احراق ہی پر قسم مردی ہو اگرچہ ہلکو بالفعل اس سے کچھ بحث نہیں کیونکہ گفتگو میں ہے جو روایت فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں تسدیر فرمائی ہے تاہم ہماری مدعا کے مخالف نہیں کیونکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ تہدیدیات بطاہر قصد کی نسبت زیادہ سنگین اور جہ کے ساتھ ظاہر کیے گئے ہیں۔ اور اگر قسم کے ذکر سے ایسا یہ ہے کہ در صورت عدم قصد کے کذب لازم آوے چنانچہ آپ کی حضرت کسندری نے پی غالباً یہ فرما کر اپنا تجربہ علمی اس پر فرمایا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اول تو گوئی لفظاً یہ اخبار ہو لیکن حقیقتہ اخبار نہیں بلکہ انشاء تہدید و تخویف مقصود ہے تو اسکو صدق اور کذب سے کچھ علاتم ہی نہیں کیونکہ نہ وہ حکایت نہ اس کے لیے کوئی محلی غنہ نہ اسکو مخاطب نہ عدم ظاہر ہے کچھ واسطہ تو اسکو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کر لیا۔ پھر آپ ہی اس پر اعتراض کر دیا اور یہ صریح بنا بقا علی الفاسد ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ کذب ہو تو وہ قسمیں جو ہم جناب امیر کے اوپر بیان کر چکے ہیں اور وہ تہدیدیات جو جناب امیر نے فرمائی ہیں۔ بلکہ وہ تہدید جو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعہ کے بارہ میں فرمائی ہیں وہ سب کذب ہو گیا پس جو انکا

جواب آپ دیوبند ہی جواب آپ اور آپ کی علامہ کشتوری اسکی طرف سے قبول فرما دیں **قول**  
یہ جواب تحریر فرمانے میں کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کہ محل اجمال ہے اسبقدر  
کافی ہے اس سے سخت حیرت ہر کہ اپنے اجمال ہی کو نسا جواب دیا جسکو کافی سمجھتی ہیں اور  
موقع کو نسا ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اسکو جواب تحقیقی کا موقع نہیں سمجھتے اور نہ  
اسقدر لک کر جو امور تسلیم سے ہے شاید اسکو اجمال ہی جواب بقصور فرماتے ہیں سبحان  
جواب وہی اسکو کہتے ہیں۔ **اقول** مثلاً اس حیرت کا یہ ہے کہ اپنے اپنے فہم سے کام  
نہیں لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہ حیرت نفرتاے بظاہر ایک چوٹا سا لفظ کہہ کر خیال  
کر لیا کہ یہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مضامین مفصل کا  
اجمال ہو سکتا ہے یہ لفظ بظاہر کو چوٹا سا تھا لیکن اگر آپ نال فرماتے تو آپ کی تہلا  
کو اتصال کے واسطے کافی تھا چنانچہ جواب ادھر آکر آخر آپکو جدید دعویٰ کے ضرورت پڑی اور اپنے  
فرامی سامان مثل آتش و ہیزم و غیرہ کا دعویٰ کیا اور ادھر اثبات سے پہلو ہتی کیا اگر وہ جواب  
ایسا ہی نہا کافی تھا تو اسکو ایسے اس جدید دعویٰ کی کیا ضرورت تھی۔ باقی رہا اجمال اجمال  
کا ہی وہ مقام تھا کہ اول آپ نے آپکو دعویٰ کی نسبت جواب طلب تھا اور وہ تفصیل کا موقع  
نہ تھا اب آپ نے اپنی دعویٰ کو بڑے غم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہماری لیے یہی تفصیل کا  
موقع آیا اور اگرچہ سیر طویل ہو گئی تھی تاہم تطویل کا کچھ اندیشہ نہ کیا اور مفصلاً اسکا جواب  
خدمت میں پیش کر دیا سو اس تفصیل سے آپ اس اجمال کو سمجھ لیجئے۔ آپکو حیرت نہا اللہ تعالیٰ  
رفع ہو جائیگا اور سوسوم ہو جائیگا کہ یہ جواب محل اجمال میں کافی ہے قال القاضی المحیب  
قولہ۔ اور جو صاحب ہدایہ شیعہ سلمہ اللہ تعالیٰ دواہم برکاتہ کی نسبت تعصب و مخالفت  
روایات بخاری و مسلم ذکر فرمایا ہے سوا اسکی نسبت اسقدر گذارش ہے کہ کلام مخالف کو  
اگر نظر انصاف سے نہ کریں دیکھا جاتا تو گو کتنی ہی حق کیون نہو تاہم تعصب محض و غش ہی  
نظر آیا کرتے ہے۔ **اقول**۔ معنی صاحب ہدایہ شیعہ کی نسبت یہ نہ کہا تھا ہمیں ہر شیعہ

لکھا ہے شاید الف غلطی سے رہ گیا ہو اور قرینہ ہی ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کی نسبت سلمہ اللہ  
 وادام برکاتہم لکھا ہے حضرت مجیب کی غرض ہی صاحب ہدایہ شیعہ ہی ہے کیونکہ  
 سماہر ہدایہ شیعہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہ حضرت زندہ و سالم بن خیر امین سے کوئی  
 صاحب ہون ہر دو صاحب کی نسبت یہ اعتراض ہے ہدایہ شیعہ والے کے غلط و کذبات  
 تو تحفہ الاشعرہ اس کے جواب میں درج ہیں اگر چاہیں تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمائیں اور ہدایہ شیعہ  
 والے حضرت کو اگر ایسی باتیں لکھیں جائیں تو یہ تحریر بجائی خود اس کے جواب اور رسالہ ہو جائے  
 مگر حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ گزارش ہوتا ہے یقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ  
 چونکہ اس قول میں کوئی امر قابل جواب نہیں اس لیے اس کے جواب میں کچھ نہیں تحریر ہوتا ہے  
 قال الفاضل المجیب - قولہ - کلام مخالف کو انجیم فرمانا نفس الامر میں بجا و درست ہے  
 مگر اس موقع پر یہ ارشاد بجائی خود نہیں بلکہ یوں مناسب ہے کہ جب تعصب واری نہ ہو کہ کچھ  
 انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اس کی نہایت ہی کتب معتبرہ مذہبی میں کیوں نہ مذکور ہو  
 اگر ذرا ہی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو صاف انکار کر جاتا ہے یا ایسی گول جول بات کہتا ہے  
 کہ اس کے مذہب کے موید ہو۔ یقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ بیک اس قول میں  
 بندہ کا اس امر کو مطمئن لکھتا بجائی خود نہیں تھا بلکہ چونکہ وہ کہتا چاہی تھا وہ بندہ نے  
 لکھا اور جو بد آنچہ تحقیقات مذہبی کے جناب کو شاید یا نہ ہوتا وہ آپ نے تحریر فرمایا قال الفاضل  
 المجیب - قولہ - اور اگر اس باب میں کچھ استناد ہے تو ان امور کو تحریر فرما کر خدام مولانا  
 وادام برکاتہم کے پاس بھیج دیں اور قدرت خداوندی کا نام شامداد و فوادین - قولہ - اگر سب  
 امور کو لکھا جاوے تو بجائی خود یہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل میں صرف ایک ہی  
 روایت عرض کرتے ہیں اور قدرت خداوندی کے تماشے کے غلطی میں یقول العبد  
 الفقیر لے مولانا الفتنۃ - لیجے ہم ہی حاضر ہیں - قولہ قدرت خداوندی  
 کا کہم حق کو چہا نہیں اخول آپ اور یہ فرمائیں ہر دو مذہب جناب قدرت

خداوندی کا یہی کام ہے کہ حق کو چھپا دے اصول مذہب ثقلین میں ثقل اعظم آج اس وقت تک چھپا ہوا ہے ثقل اصغر گویا ہمیشہ محتفی پوشیدہ جزئیات مسائل میں سداً اقیہ رہا وصیت نامہ آج تک چھپا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اتفاقاً پوشیدگی خداوند تعالیٰ کی قدرت بلکہ اس کے حکم سے ہوئی تو پھر آپکا یہ فرمانا کہ قدرت خداوندی کا کام حق کو چھپانا نہیں البتہ تعجب انگیز ہے اور اس پر طرفہ تماشایہ ہے کہ باوجود ان پوشیدہ گونگی پر بھی لطف خداوند تعالیٰ پر واجب ہے بجا نہ و تعالیٰ عن ذلک قولہ اور نیز حضرت مجیب قدرت خداوندی تو کیا دکھائیں گے مگر دیکھیے کیا سحر سامری کر دکھائیں گے۔ اقول گوین اپنی تحریر سابق میں اپنے نسبت کا مدعی نہیں لیکن جب مجیب بسبب مجبی کو خطاب کیا تو میں جو کچھ کچھ قدرت خداوندی کا تماشادکھلانے کے واسطے حاضر ہوں میر زمانہ تسم سے دستور ہے حق کے ساتھ یہی سلوک ہوا کیا ہے بیشک آپ ہی قاعدت پر کے موافق اوسکو سحر سمجھیں گے۔ شعبہ فرمایں گے کہات کہیں گے جو کچھ حق کی نسبت پہلے کہا گیا ہے وہی آپ ہی فرمائیں گے اسکی ہکو شکایت نہیں جب انبیاء و رسل کے ساتھ ایسا ہوا ہے تو میں تو ایک بندہ کنہکار خطا کار ہوں۔ قولہ رسالہ ہدایت شیعہ میں سوال دوم کے جواب واقعہ صفحہ ۱۲ میں آپ کے مولانا یہ تحریر فرماتے ہیں۔ اور سقیفہ القضاہ اس بات پر مجتمع ہوئے تھے کہ ایک امیر انصاریں ہو اور ایک ہاجرین میں اور حدیث الامۃ من قریش کا انکو کچھ خیال نہیں رہا تھا کیونکہ وہ معصوم نہیں تھے کفیان و سہوا و نہر نہو سکر اور فی تحقیقت سہو سہو معصوم ہی باموں نہیں اور علم ماکان دما بکون ہی انکو نہ تھا تاکہ عیب کیا جاوی کہ یہ مسئلہ انکو معلوم کیون نہ تھا اگر معلوم ہی نہو تو بھی کچھ ہرج نہیں جب شیخین دہان شریف لیکر اور اس حدیث کو پیش کیا اوس سے اذکا وہ ارادہ شخ ہو گیا اور سب نے ابو بکر کے ماتہ پر جمعیت کر لے انتہی بقتدر الحاجۃ۔ اگر آپ اسکو بخاری کی روایت کے مطابق کر سکتے ہیں تو کیجئے ہم ہی قدرت خداوندی کے تماشائی موعود کے منتظر ہیں اقول



جناب میر صاحب گستاخی معاف۔ کیا یہی وہ اغلاط و کذبات ہیں جو آپ نے اور آپ کے  
 ہم مذہبوں نے ہدیۃ الشیعہ اور ہدایۃ الشیعہ سے متبع فرما کر نکالے ہیں افسوس کہ آپ صاحب سلسلے اور  
 سہل عبارت اردو میں انہیں سمجھ سکتے کیا اسی پر قدرت خداوندی کے مشاہدہ کے منتظر  
 ہیں۔ اجماعی حضرت پہلے تو آپ نے اس قول میں اور بخاری کی روایت میں معارضۃ ثابت  
 کیا ہوتا۔ اور بعد آپ جو آپ کے منتظر ہوئی ہوتے۔ اولاً ہم اسی کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس  
 عبارت میں اور روایت بخاری میں تعارض ہے اگرچہ ہلکوا اس نفی پر دلیل لانی کے حاجت ہیں  
 اور یہ منع ہی کہنے ہے آپ کا ذمہ ہے کہ آپ دلیل سے معارضۃ ثابت فرما دیں لیکن تاہم  
 تبرعاً گذارش کرتا ہوں کہ یہ سارے اس دلیل سے باطل ہے کہ یہ قضیہ کلیہ اس فرد کو  
 شامل نہیں جبکہ روایت بخاری متضمن ہے۔ پس سارے منقہ ہو تفصیل اس اجمال کی  
 یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے بصرۃ تمام یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ بعد وفات سرور کائنات کے  
 معاندان خلاف میں جماعت انصار کی طرف سے جہ گڑاؤٹھا اور انہوں نے یہ چاہا کہ ایک امیر  
 اہم میں سے ہی ہو اور سچے شخصین سقیفہ میں جہان انکا اجتماع نہا تشریف لے گئے اور حدیث  
 الائمہ میں قریش کو پیش کیا اس سے انکا وہ ارادہ فسخ ہو گیا۔ اور ان سب نے ابو بکر کے ہاتھ پر  
 بیعت کر لے۔ اگر جناب کے فہم شریف میں نہ آدمی تو کسی منصف اردو خوان سے آپ  
 دریافت فرمایے کہ اس عبارت کے سیاق سے لفظ (سب نے) سے کون مراد ہیں  
 آیا تمام افراد بنی آدم مراد ہیں یا تمام صحابہ ہما جو میں انصار و مطلقاً اور جملہ مومنین  
 و مومنات مراد ہیں۔ یا تمام حاضرین سقیفہ مراد ہیں یا تمام انصار حاضرین سقیفہ مراد ہیں  
 سیاق عبارت ان محتملات میں سے کونسا احتمال کے تعین کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص  
 بھی آپ کو یہ کلمہ کہ اس عبارت سے احتمال اول یا ثانی مفہوم ہوتا ہے تو آپ ہم سے بحث  
 و گریبان ہوں۔ لیکن خوش فہمی سے اپنی آپ خلاف سیاق ایک محتمل اپنی  
 ذہن میں متعین کر لیا اور اس پر عمر اصرار کر دیا فہم و فراست دین دیانت سیکھا تو نام ہے

جناب میر صاحب گستاخی معاف۔

جناب میں۔ سوچ عبارت صریح وال ہے کہ جو لوگ بر سر مخالفت تھے اوہنوں نے یہ بیعت  
 الا مٹے قریب سن کر مخالفت کو ترک کیا اور نے بیعت کر کے باغایت سے غایت یہ ہر مذہب کو  
 ہو کہ تمام حاضرین سقیفہ نے بیعت کر کے مخالفین نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہو کر بیعت کی  
 تو جب اوہنوں نے بیعت کر کے تو مخالفین جنکو کسی قسم سے مخالفت تھی ہی نہیں اوہنوں نے  
 بالادے بیعت کی ہوگی وہیں اور حاشا کہ اس عبارت سے بیعت کرنا تمام صحابہ کا مفہوم ہوتا ہے  
 یا کوئی اہلسنت ہے اس امر کا قائل ہو کہ سقیفہ میں تمام صحابہ نے بیعت کی تھی پس شخص حضرت  
 خوش فہمی تھی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئی اور تفسیر ادھر جسہ کی ہے  
 جو اپنی زبان سے نہ یہی صحیح اور تفسیر کے بابت فرمایا تھا۔ رہا یہ سوال کہ جب یہ بیعت  
 عامہ نہیں ہوئی تھی تو اس بیعت سے تحقق خلافت کیونکر صحیح ہو سکا جواب یہ ہے  
 کہ اگرچہ بیعت عامہ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضرت صدیق کے اہقبہ بخلاف تین صحابہ ہیں  
 کسی شخص کو نال دیکھنا نہیں تھا یا اتفاق کلمہ اجماع کون حضرت کے استحقاق خلافت  
 کو قائل تھے تو اگرچہ بیعت واقع نہیں ہوئی لیکن جب کسی کو استحقاق میں تردید نہ تھا تو  
 اونکا سکوت بمنزل بیعت و قبول کے ہو گیا۔ چنانچہ جمیع اوکی بیعت عامہ واقع ہوئی تو سب نے  
 بقول راجع بیعت کر لے۔ چنانچہ ہم اہل بیعت کو مطاویٰ ابجاث گذشتہ میں تفصیل تمام  
 بیان کر آ کر ہیں۔ مہذا اس امر کا تو فیصلہ خود جناب شکل کشا فرما گئے اور فرما گئے  
 کہ انقطاع خلافت کے لیے جمیع اہل حل و عقد کا ہونا کچھ ضرور نہیں۔ چنانچہ بیعت بیعت  
 کو موقع مختلف میں مذکور ہے اور اسکو ہی ہم اسبق میں تفصیل بیان کر آ کر ہیں۔ تو اس سے  
 ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل و عقد نے بیعت کر کے خلافت منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب  
 ہو گئی۔ پس جو اس سے پہلے وہ حسب ارشاد جناب امیر مہمیل المومنین سے منعقد ہوا  
 اور مستوجب اقبال و استحقاق و خل جنم ہے پس یوم سقیفہ بعض کا بیعت کرنا انقطاع  
 خلافت کے دلیل کافی ہوا۔ دوسری یہ کہ ملنا بظاہر تعارض واقع ہے لیکن یہ تعارض

مرفوع ہے کیونکہ یہ اطلاق مجازی ہے۔ قبیل اطلاق اکل علی الاثر جو شان مستفیض ہے۔ اور غلام ہر  
 کہ ایسی مواقع میں جہاں حقیقت متعذر ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے من غیر تکمیل اس جگہ ایک  
 روایت گذارش ہے جسے صافی نے قویٰ استاد ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے عزابے جعفر قال  
 قال امیر المؤمنین بعد وفات رسول اللہ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت

عال الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالہم فقال قال لہ ابن عباس  
 یا ابا الحسن لم قلت ما قلت قال قرأت شیئا من القرآن قال لقد قلت لا امر

قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانہوہ  
 فتشہد علی رسول اللہ انہ استخلف ابا بکر قال ما سمعت رسول اللہ اوصی لا الی

قال فضلاہ بائینی قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منهم فقال امیر المؤمنین  
 کما اجتمع اهل العجل علی العجل ہنا فتنتم ومثلکم لمثل الذی استوتو قد نادوا فلما اضاء

ماحولہ ذہب اللہ بنورہم ہلکیر اس روایت میں ابن عباس کے جواب میں یہ الفاظ  
 ہیں۔ قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت نہم۔ اس میں قطع نظر اس سے کہ جمع معن

باللام مفید عموم کو ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے یا ق کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض  
 ناس مراد نہیں کیونکہ بعض چند آدمیوں کا اجتماع خصوصاً ایک ایسے امر پر جو خلاف قول

کہو دہی اس امر کو نہیں کہ ایک مومن کامل الایمان اور انکا اتباع کر کے رسول کے مخالف کر  
 لے ابے جعفر سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین نے بعد وفات رسول اللہ کے مسجد میں جب لوگ جمع ہوئے تھے اور اسے بڑا

(جہنم) نے کفر کیا اور اللہ کے راہ سے روکا تو انکی اعمال باور کر دہی (ابن عباس نے پوچھا ایسا کیا جس کو مجھ کو بتائے کہ کیا ہوتا کیوں  
 کہا قرآن میں کہ جب پڑھتا تھا ابن عباس نے کہا یا تحقیق کسی وجہ سے تو پڑھتا تھا۔ کہا۔ ٹان۔ اللہ قالے اسکی کتاب

فرماتا ہے (تمہارا عباس جو مجھ پر رسول بنا اسکو لو۔ اور جس سے اونہ منع کیا اس سے باز رہو) یہ کہ کیا تو رسول اللہ پر شہادت دیتا  
 کہ جو کہ کو خلیفہ بنایا۔ کہا رسول اللہ۔ تو مینی بڑا بکی وصیت کے نہیں سنا۔ کہا یہ کہ کیوں جسے وصیت نہ کی۔ کہا کہ لوگ ابیکر

پر لکھتے ہو گئی تھے میں ہی دشمن تھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا جیسی کہ سالہ پرست گوسالہ پر اکٹھے ہو گئی تھے میں تم دشمن میں پڑ  
 اور تمہاری شل لگ۔ شل کرنا اور جیسی ہے۔ جب اسنی بڑا گرد گرد روشن کیا تو اللہ نے اونکا نور کو دیا۔ ۱۲۔

یہ اسی وقت متحقق ہو جبکہ جمیع افراد صنفیہ ایک امر پر مجتمع ہوں یا اکثر اور اکثر یا سب مرتب  
 میں ہو کہ باقی بہ نسبت اولیٰ حکم میں عدم اور کانہ کمین کے ہوں۔ تو ایسی حالت میں ہی ممکن  
 کل پر کیا جاسکتا ہے اور اس کل کا تحقق بعض اکثریت کے ہوگا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس  
 اپنے جواب میں اجماع الناس سے جمیع الناس مراد لیں گے جن کا تحقق بعض اکثر سے علاوہ  
 اس کو یہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اس کو صدہا نظیرین دستیاب ہو سکتے ہیں۔ تیسری یہ  
 کہ ہم نے مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ میں لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں تاہم  
 ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز متعارض نہیں کیونکہ آپ نے  
 رسائل منطق میں دیکھا ہوگا کہ تحقق تناقض کے لیے منجملہ وحدات کے ایک اتحاد زمانہ کے  
 ہی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار ازمہ مختلفہ کے متعارض ہوں گے تو انہیں کوئی عامل  
 متعارض تناقض نہیں کیگا پس ہم کہتے ہیں کہ عبارت ہدایہ شیعہ میں یہ جملہ (اور سب) ابوبکر  
 کا تہہ پر بیعت کر لے) جو مذکور ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار رفتہ رفتہ سب نے بیعت کر لی  
 جو حاضرین تھے انہوں نے اوس وقت بیعت کر لے اور چونکہ ابین تھے انہوں نے  
 پیچھے بیعت کی۔ اس جملہ میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اوس وقت  
 بیعت کر لے یہ ہرگز اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا حاصل اس اسبقہ میں کہ سب کے معنی  
 متحقق ہو گئے۔ پس غلط یہاں سے واقع ہوئی کہ قید وقت کے اپنی طرف سے تراش کر  
 اوس میں بڑا دو۔ تو اس صورت میں کچھ متعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے  
 باقی نہ رہتا۔ چوتھی یہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہدایہ شیعہ کا مدار ان روایات پر ہو جو دربارہ  
 تمام صحابہ جو وہ جلسہ میں اہل تقیہ بنی ساعدہ میں بیعت خاصہ اور دوسری مسجد نبوی میں  
 بیعت عامہ واقع ہوئے تھے وارد ہوئی جس میں جناب امیر بھی شامل تھے۔ اور چونکہ یہ بیعت  
 ثانیہ جو اگلے ہی روز دوسرے مسجد میں بیعت اولے کے متصل واقع ہوئی تو گویا بمنزلہ اس کے  
 پہلی کہ اول کا تحقق ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔ اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت میں

بیعت کی۔ تو اس صورت میں عبارت ہدایہ شیعہ کے اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو  
 بسکن دوسری روایات صحیحہ کے جو مثبت واقع ہوئی ہیں موافق ہوئی اور معارضہ روایت  
 بخاری سے اس وقت میں جبکہ اور روایات کے موافق ہے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ  
 کہ یہ روایات معارض بعایت بخاری کے ہوئی تو بحمد اللہ تعالیٰ ہم ان روایات کو مع  
 وجہ تطبیق کے گزشتہ اجات میں بیان کر آئی ہیں۔ پانچویں مسلمان اس لفظ سے جو ہدایہ شیعہ  
 میں مذکور ہے تمام مسلمان مراد ہیں اور یہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جیسا کہ  
 اکابر علماء نے بھی سب مسلمانوں تکا بیعت کرنا ابوبکر کے ساتھ تسلیم کر لیا بادجو دیکر آپ کے  
 اصول مذہب اور خصوص روایات کے صریح مخالف ہے تو پھر آپ ہدایہ شیعہ کے مخالف کو  
 کس منہ سے کہہ سکتے ہیں آیات بنیات صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے۔ رہا یہ امر کہ سب مسلمان نے جو  
 اس وقت ہجو ابوبکر صدیق کی بیعت کے یا قرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے  
 قول سے ظاہر ہے جو بخارا انوار کے مجلد متن میں منقول آج اور جبکہ ترجمہ مجتہد صاحب نے  
 باین الفاظ کیا ہے جمیع مسلمانان یا ابوبکر بیعت کر دند و انہما رضاد و خوشنودی باو و سکون  
 و طمان یسوی او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج اسلام ست۔ پس  
 جب آپ کی علماء نے باوجود و منافی ہونے مذہب کے سب مومنین کے بیعت کر نیکو تسلیم کر لیا  
 تو اگر ایسٹ نے ایسا کیا تو کیا بعد ہے کہ اونکا عین مذہب سے اور مخالف کا جواب  
 جو آپ دیوین وہی ہماری طرف سے قبول فرماوین۔ چہٹی بطور شجر کے آپ کے ہمل قاعدہ کے  
 موافق ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ الزام انہی مسلمات مذہب کے ہوا کرتا ہے اور بخاری کی  
 روایت ہمارا لازم مذہب ہے عین مذہب نہیں۔ پس اس معارض کا الزام ہدایہ شیعہ  
 کی عبارت پر نہیں ہو سکتا۔ قال القاضی المحیب۔ قولہ۔ منہ انصر من محال  
 کیا جناب قاضی نور اللہ شوستری کا تعصب و تحائف اس سے کچھ کم ہے تو انہوں  
 نے آیت فانزل اللہ سکینہ علیہ کو زنا یا اور اسکی نسبت کمال فحش فرمایا ہی

کہ چون این سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیلہ خلاصی از ان اجتناب  
 ایشان رسید اور صاحب تعصیب المکائد نے اپنی کتاب میں یہ پڑانا کیا ہے قاضی صاحب فرماتے ہیں  
 انہیں کاشف صحت بیان مذکور تواند بود است کہ مقدمان مارضوان اللہ علیہ افادہ فرمود  
 کہ خدا تعالیٰ دیکھ چکا کہ اگر اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود الا انکہ نزول  
 آنرا شامل جمیع ایشان دہشتہ انتہی منقول از آیات بنیات - اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمایا کہ  
 کہ قاضی صاحب نے کیسی افتخار کے ساتھ تعصب میں اگر کیا ہے اصل دعویٰ مخالف قرآن ہے  
 کہ فرمایا ہے اور واضح رہے کہ اسمین شر قاضی صاحب ہی کی طرف تعصب و تحلف کا الزام نہیں  
 بلکہ قاضی صاحب نے بوفور کہ ہم اپنی بگوئی کو بھی اسمین شریک فرمایا ہے - فاعتبروا اولی الایمان -  
 اقول - سبحان اللہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دعویٰ کو اس سے کیا نسبت - اسمین  
 او اسمین زمین آسمان کا فرق ہے کہاں وہ امر واقعی اور کہاں یہ گول مول بات جو بالکل  
 بخاری وغیرہ کے مخالف ہے - اس ایک ہی روایت سے آپ کو میر مہدی صاحب کا یہ  
 علم تدین بخوبی واضح ہے اور وہ یہ ہی مقام ہے کہ جب کلام سابقین میں وعدہ کرنا زمین  
 ان حضرات پر تو پہلے فیوض نہیں کیونکہ وہ ایک اہل علم ہی ہیں مثلاً تک سرکاری نوکری میں توغل رہا  
 اور علم کی طرف توجہ نہ رہی - مگر حضرت عجیب البیب پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ علم  
 و فضل اس عبارت مندرجہ آیات بنیات کو غور سے ملاحظہ فرمایا - اور اپنی علم و فہم سے کام  
 نہ لیا - میر مہدی صاحب کے چلتی چٹری باتوں میں آگئے - یہ تو فارسی عبارت ہے اس جگہ  
 حضرت میر مہدی صاحب کی وہ چالاکی و دیانت جو عبارت عربیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں  
 ہندی و فارسی خوان کے سامنی ہی میٹن بجائیگا - حضرت جو ش تعصب اسکو کہتے ہیں اور  
 ہٹ دھرمی و حق پوشی اسکا نام ہے - کہ ایک ایسا بے سرو پا دعویٰ کیا کہ جو بنیات اپنی  
 دعویٰ کے ثبوت میں نقل فرمائی او اسمین او مکان نشان تک نہیں ہے بلکہ اسکا ثبوت ہے  
 آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو حالے ان حضرات نے اور کتابوں کے دیے ہیں نہیں کیا

کچھ تصرف کیا ہوگا۔ اگرچہ آپکا دعویٰ تعصب و تحالف کا نسبت جناب قاضی صاحب نور اللہ  
مفت کی اسی عبارت سے جو آپ نے نقل فرمائی رد و باطل ہے۔ تعجب و افسوس ہے کہ آپ نے  
عبارت نقل کرتے وقت اسکو الفاظ کے معنی سمجھنے پر توجہ نہ فرمائی۔ اور محض جوش تعصب  
میں آکر اپنے دعویٰ کے مخالف عبارت نقل کر دی بقول العبد الفقیر الے مولانا الغنی  
یہ عبارت بطور توطیہ و مہتہ کے لکھی گئی ہے۔ اس میں جعفر آپ نے لن تراثنا فرمائی میں  
اؤنکر حقیقت قول آئندہ میں بخوبی منکشف ہو جائیگا۔ اس واسطے کہ کچھ مناسب بنین معلوم  
ہوتا کہ اس کے جواب میں نظیر لفظا ل اور تفسیر اوقات لاحاصل کریں ہماری میر مہدی  
صاحب کی چالانکی اور دیانت اور ہٹ دھرمی و حق پوشی و جوش تعصب اور باطلیہ  
و تدبیر۔ اور ہمارا جوش تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپکا اور آپکی قاضی صاحب کا  
صدق و دعویٰ اور علم و انصاف اور اس دعویٰ کا موافق یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا  
سب کچھ دیکھ رہے ہو جائیگا۔ **قولہ** مگر توضیحاً لہم ہم آیات بنیات کے ہی عبارت  
منقولہ لکھتی ہیں اور حضرت مجیب اور زبیر اور دیکھنے والوں نے انصاف کے خوالہ میں بعد  
نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کی نقل کر کے اسکا جواب گزاریں کرتے ہیں۔ وہ تو  
آپ کا کشف صحت بیان مذکور تو اندہ بود آنت کہ مقدان مشائخ مارضوان اللہ علیہم اجمعین  
فرمودہ اند کہ خدائی تعالیٰ ہرگز دوسرے جانی کو یہی ازاہل ایمان با حضرت پیغمبر فرمودہ اند  
انزال سکینۃ نہ نمود الا انک نزول انرا شامل جمیع ایشان داشت چنانچہ بعضی آیات فرمودہ

و یوم حنین اذا عجبکم کثرکم فلم تعجبکم شیبا و صاف علیکم الاصل  
بما وحت ثم ولیم مدبرین ثم انزل اللہ سکینۃ علیہم ہولہ و علی المؤمنین اذ  
و دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینۃ علیہم ہولہ و علی المؤمنین و چون با حضرت غیر از ابو بکر  
و غار خود لاجرم خدائی تعالیٰ آنحضرت را و نزول سکینۃ منفرد ساخت و اورا بان مختص  
اگر و اینہ ہو بکر یا نہ نہ گفت فانزل اللہ سکینۃ علیہ و ایدہ و یجنودہم تر و ہا پس اگر

ابوبکر مومن می بود باستی کہ خدائی تقالے دین آیت اور اجاری مجری سوسنان می نمود در  
عموم سکینہ داخل می فرمود۔ اے قولہ بنا بر این نزول سکینہ مخصوص او شدہ باشد و ابوبکر  
بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینہ محروم ماندہ باشد۔ و ایضاً نص قرآنی ابادار و از آنکہ در آیت  
غار سکینہ بغیر رسول باشد۔ جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہی جو آیات بیضا  
والے نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہے۔ آپ کے مہدی صاحب جو اسکا خلاصہ تحریر فرماتے  
ہیں اسکو ملاحظہ فرمائیے۔ اور انصاف سے کہیے کہ کونسی الفاظ عبارت مذکورہ کے انکی خلاصہ  
ولایت کرتی ہے آپ کے مہدی صاحب فرماتے ہیں۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا  
جہاں تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہاں اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر کسی جگہ  
لفظ مومنین پر تسلی نازل نہیں کی تو کیونکہ ممکن ہے کہ غار میں پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط  
ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو۔ پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا ایسی کہ اگر وہ  
با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خداوند پر ہی تسلی نازل کرتا انتہی بعذر محاسبہ۔  
حضرت مجیب اور ادر حضرت لفظ انصاف فرمادین اور مبتدائین کہ یہ خلاصہ کن لفظوں میں اس  
عبارت کے نکلتا ہے کہ خدا نے جہاں تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہاں اول رسول پر  
نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر۔ الخ۔ عبارت تو یہ ہے کہ خدا تقالے ہرگز دیر پہنچ جائی  
کہ کسی از اہل ایمان یا حضرت پیغمبر و وہ اندہ انزال سکینہ نہ نمود و لہذا کہ نزول آرا شامل جمیع ایسا  
دو شتر پنج۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خداوند تقالے نے کہی کسی ایسی جگہ کہ اہل ایمان پہنچ  
کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی میں تسلی نازل نہیں فرمائی۔ مگر یہ کہ ابوبکر نزول کو  
سبک شامل نہ کیا چنانچہ جناب قاضی صاحب نے جو آیتیں لکھی ہیں وہ اسی مطلب پر وال  
ہیں۔ یہ کہ جہاں ہے جہاں خدا نے تسلی مومنین پر نازل کی تو وہاں اول رسول پر  
نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔ اقول خلاصہ اس ساری تطویل لا طائل اور طو مار  
لا حاصل کا یہ ہے۔ کہ مولانا سید محمد علی صاحب سلمہ نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب



بیان کیا ہے اور میں ادھون نے لکھا ہے۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے  
 جہان کبین تسمیٰ مومنین پر نازل کی ہے تو وہ ان اول رسول پر نازل کی اور بعد مومنین  
 تو یہ جو ادھون نے لکھا ہے کہ اول رسول پر اور بعد مومنین پر یہ غلط ہے۔ اور اس کو  
 چالاک قرار دیا ہے اور اس کو جوش تعصب ٹھرایا ہے اور اس کو بے دینستی اور ہٹ دھرمی اور  
 حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم انصاف سے خواہ ان میں کہ غلط ذرا متوجہ ہو کر دیکھیں  
 اور فرامین کہ سید مہدی علی نے یہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکھا یا مخالف اور یہ  
 اوہی چالاک اور بددیانتی اور حق پوشی یا اوہی متانت اور دیانت اور حق گوئی۔ اصل  
 یہ ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے یہ خوب سمجھ لیا تھا کہ اصل اعتراض تو جناب قاضی صاحب  
 سے رفع نہیں ہو سکتا تو ایسی ہی جوش و خروش اور گھڑ بھکیو مین کام نہ نکلو۔ پس  
 اب اس کا جواب مثنیٰ۔ اول ہم اپنی فاضل مجیب ہی کو منصف مقرر کرتے ہیں کہ جہاں  
 رسول اور مومنین پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہ ان کے سب امتحاق نزول سکینہ میں  
 برابر تھے اور سب کے اوپر بالاصافہ اور بالاستقلال سکینہ نازل ہوا یا یہ کہ نزول سکینہ کا رسول  
 پر اولاً اور بالذات ہی اور مومنین پر ثانیاً وبالعرض ہے۔ اگر ثانی ہے تو عین مدعا ہے  
 اور آپ کا اوہا اس سرسبزجا اور اگر اول ہے تو بدائتہ باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی میں جب  
 رسول اور مومنین سب شامل ہوں تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف بواسطہ رسول کے ہوگی  
 کہ رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو پیچھے اور اگر مومنین کو پہلی بالذات  
 حاصل ہو تو مساوات لازم آدے۔ دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ بدائتہ یا نہایت غلط قرآنی  
 سر بھی مضموم ہوئی ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ ایت مذکورہ میں۔ علی رسول و علی المومنین۔ واقع  
 ہی اور اس میں اول تو رسول کو جو بالاتفاق افضل اور ارجح ہے مقدم دوسری یہ کہ رسول کو اپنے  
 ضمیر کی طرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف پر دل ہے۔ تیسری یہ کہ سکینہ  
 ہی اپنی ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو ہی اپنے ضمیر کی طرف مضاف کیا

آیت خدا کے جو احکام میں تامل و تامل و تامل و تامل  
 اور علم کی تامل و تامل

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف اولاً اپنے خاص رسل ہی کے واسطے ہے اور اس میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود اعادہ لفظ جاریہ کے دلائل پر ہے غرض اس مجموعہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولاً رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیسا کہ صلوة میں بھی یہی امر مہرود ہے۔ تیسری یہ کہ اس عبارت میں جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے۔ کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت پیغمبر بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی میں ہوا ہے کہ لفظ باجو مصاحبت کے واسطے ہے بہر حال ہے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحبت میں یہ تشریف تو کرم حاصل ہوئی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہوگی تو حق یہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اس کے بالتبع مومنین بھی اوس میں شامل ہوں چوتھی یہ کہ اگر بیہودیت و ثنائیت عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہیں ہوتی اور یہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو تقویت ہوئی اور کیا بددیانتی اور حق پوشی اور جوش نقشبہا جس پر آپ نے غل شور مچا رکھا ہے۔ اور اگر قطع نظر از بیہودیت و ثنائیت کے یہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے چنان سلی مومنین پر نازل فرمائے۔ تو وہ ان رسول اور مومنین پر سب پر سلی نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ نزول سلی کا مومنین پر شمول سلی کو جو باہم استلزام بیان کیا گیا ہے یہ غلط ہے۔ اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہیں کہ وہ خود اپنی ہی غرض فہمی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہیں سمجھی تھوڑے صاحب کی عبارت سے بخوبی یہ مضمون ثابت ہو وہ فرماتے ہیں۔ خدای تعالیٰ ہرگز نہ یہ سچ جائی کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نمود۔ الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان ہستہ۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ جس جگہ خدا تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ ایک ہی اہل ایمان سے تھا تو وہ ان نزول سکینہ میں سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے

کہ اون موضع مذکورہ میں نزول تسلی مومنین پر تلام شمول تسلی کو ہی۔ بلکہ ایک دوسرے قضیہ ہی ثابت  
 ہوتا ہے وہ یہ کہ ان موضع میں نزول تسلی رسول پر تلام شمول کو ہی اور حاصل دونوں قضیوں کا یہ ہوا  
 کہ نزول تسلی مومنین پر تلام نزول تسلی کو رسول پر ہے۔ اور نزول تسلی رسول پر تلام  
 نزول کو ہی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہ ہے کہ ان مواقع میں  
 اگر مثلاً قضیہ اولے صاف نہ آوی یعنی نزول تسلی کا مومنین پر ہوا اور رسول پر نہ ہو تو صریح  
 شمول باطل ہوگا اور اصل دعویٰ قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا  
 تو دعویٰ در بیان نزول اور شمول کے ان مواقع میں تلام کا ہر دو بیان انفراد ہو گیا  
 اور یہ امر ہی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی وہ ایسا ہی  
 موقع ہے کہ رسول بھی وہاں موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہیں آتا۔ کہ نزول سکینہ کا  
 مومنین پر اس موقع میں بیان فرمایا ہوا اور رسول مومنین کے ساتھ نہ تو اس سے ثابت  
 کہ جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی تو وہاں رسول پر ہی نازل فرمائی یہ صریح خلاصہ ہے  
 اسکو قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہے اور یہ مضمون جو  
 قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت صریح غلط ہے۔ غرض کہ قاضی صاحب کی اس عبارت کی  
 غلط اور مخالف قرآن ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس قدر مطلب کو تو  
 اب یہی تسلیم فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے خداوند تعالیٰ  
 کہ جس کی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سی ہی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی میں تسلی نازل  
 نہیں فرمائی مگر یہ کہ اس کے نزول کو سب کے شامل کہا ہے انتہی تو ہم بموجب اس کی تسلیم  
 کر پوچھتے ہیں کہ یہ خود وہ موقع ابتدا سورہ فتح میں مذکور ہیں۔ **هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ**  
**فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لَئِنْ دَاوُوا إِيْمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ** اور **لَقَدْ خَلَّاهُ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ**  
**يَبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ** کہ جن میں خاص تسلی  
 لے دی جو سخی اور نابینا مسکین مسیح و ان ایمان والوں کو کہ وہ جہاں ایمان میں ساتھ ایمان والوں کے ساتھ

مسلمانوں کو نہایت کثرت سے دیکھا گیا ہے کہ ان کے ایمان میں کچھ کمی ہے۔ ۱۱-

مومنین پر بیان فرمائی ہے۔ اور رسول کو اُسین شامل نہیں کیا ان دونوں مومنین آپ کے قاضی صاحب  
 یہ قول جانتیکہ کہ یکے از اہل ایمان با حضرت پیغمبر لودہ اند صادق آئیکے یا نہیں اور ظاہر ہے  
 کہ ان دونوں مومنین میں صحابہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور نزول سکینہ کا بھی  
 اس جگہ ہے اور آپ کے قاضی صاحب ایسے مواقع میں شمول کو واجب اور لو کہ فرماتے ہیں۔ تو  
 اب دیکھنا چاہیے کہ موافق قول آپ کے قاضی صاحب کے شمول سکینہ کا رسول اور مومنین سب پر یا  
 مخالف قول قاضی کے انفراد ہے قرآن شریف لکھو لکھو دیکھتے ہیں تو اس میں تو مخالف دعویٰ  
 قاضی صاحب انفراد مومنین کا تسلی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اور قرآن قاضی صاحب  
 کی تکذیب کرتا ہے یا یوں کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول میں قرآن کی تکذیب فرماتے ہیں  
 تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی یہی قاضی صاحب کا دعویٰ غلط اور مخالف قرآن کے ہے  
 جو انہوں نے جوش تصدیق میں اگر عدل اسکے کہ قرآن کو دیکھیں لکھ دیا اب آپ چاہتے ہیں کہ  
 چند خرافات سے اس الزام کو اونکے لوح جبین تحریر سے دفع کریں تو پہلا یہ کہ ممکن ہے قولہ  
 بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں رسول پر تسلی نازل کی ہے  
 اور مومنین بھی رسول کے ساتھ ہوئی ہیں تو مومنین کو بھی تسلی میں شامل کر لیا ہے  
 بلکہ صرف رسول پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نہ کیا ہو اور آیت غار میں یہ نہیں ہے  
 بلکہ رسول کا ہی ذکر فرما کر اللہ جل شانہ خاموش ہو گیا اقول حضرت مجیب اور اونکے  
 ہم مذہب اور اہل انصاف بعد انصاف فرمایاں اور بتلائیں کہ اگر وہ خلاصہ جو میر مہدی صاحب  
 سلمہ نے لکھا تھا غلط تھا جیسا کہ ہماری فاضل مجیب دعویٰ کر آئے ہیں تو یہ جو ہمارے  
 فاضل مجیب نے قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب کہا ہے تو اس عبارت کے کن لفظوں سے  
 نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب رسول پر تسلی نازل کی ہے اور ایمان مومنین پر ہی  
 ہیں تو مومنین کو بھی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سپہ مہدی علی صاحب سلمہ کو دیتے ہیں  
 اوسے الزام کے خود آپ مستحق ہوئے۔ اگر یہ مطلب جو آپ نے قاضی صاحب کی عبارت کا

بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہو تو وہ مطلب کہ جو سید مہدی صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت افسوس و تعجب ہے کہ سید مہدی صاحب سلمہ کو تو آپ ملعون کرین اور خود آپ اسے قسم کے معنی بیان فرمائیں اور اہل علم سے کچھ نہ شرمائیں اگر یہ سید مہدی کی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی تھی تو جو کچھ جناب نے قاضی صاحب کی عبارت کے بیان مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا وہ جناب کی ہی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہوگی سوا بسوا اور لغو و قاضی صاحب کی عبارت غلط کی غلط ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر مستفاد ہیں۔ اول اس موقع کا ہونا کہ جس میں رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں دوسرا نزول سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سب کو پس منزل علیہ سکینہ کا جیسار رسول ہے ویسی ہی مومنین بھی ہیں۔ چنانچہ لفظ شمول سب صحیح میں آتا ہے تو جب ہر دو منزل علیہم ہوئی تو اگر انکا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہاں رسول پر بھی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ یہاں رسول پر بھی نازل کی وہاں مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور غلط ہے تو یہ بھی غلط ہوگا۔ رہا کذب اور تعارض عبارت شوستری جتنا کا قرآن سے وہ ظاہر ہے کہ ہر دو امر میں اولین ہر دو آیات سورہ فتح میں موجود ہیں اور شمول نہیں پایا جاتا۔ نزول سکینہ صحیح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبدلتہ مفہوم ہوتا ہے اور عدم شمول بھی صحیح ثابت ہے پس اس زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صنف برج مناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ بھی جناب کو رسائل منطوق سے معلوم ہوگا متعلقہ تفسیر کلیہ کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مواد میں صدق ہو جب اسکا صدق متحقق ہوگا اور اسکے کذب کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع مواد میں کذب متحقق ہو اور تو قاضیہ کا ذب ہوگا بلکہ ایک ہی تقدیر پر اگر کذب ہو جائیگا۔ تو قاضیہ کا ذب ہوگا۔ پس

قضیہ کلیہ جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز درست ہے۔ چنانچہ اگرچہ ان کے نزدیک اسکی یہ ہے دو مواد تھے کہ جہان اسکا تحقق تھا اسلیحہ اوہوں نے حکم کلی فرمادیا اور یہ اوکو معلوم ہوا کہ اسکی جزئیات اور ہی میں جہان یہ حکم تحقق نہیں ہے اگر کلیہ حکم کیا جا دیگا تو کاذب ہوگا۔ اور معلوم کیونکر ہو اگر کچھ قرآن سے تعلق ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف میں ذکر نزول سکینہ کا کہاں کہاں پر ہے پس اس موقع پر آیت غار کا ذکر کرنا بجائے نہیں۔

**قول** اور جیسا کہ جناب باری غرامہ نے اور جگہ فرمایا ہے **فَانْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَیْ رَسُوْلِهِ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ**۔ یہاں ہی اگر سوائے رسول کے کسی اور کو نزول سکینہ میں شامل کرنا منظور ہوتا تو فرمانا کہ علیہ و علی صاحبہ یا علیہما وغیرہ۔ اور جبکہ حق تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا تو جناب قاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہے۔

**قول** اول خطا آپ کو قاضی صاحب اور ان کے اتباع کے یہ تھے کہ اس قضیہ کو جو پہلے مذکور ہوا ہے ہرگز درست ہے۔ الخ۔ کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اسکا کلیہ ہونا امر غلط تھا۔ دوسری خطا یہ ہوئی کہ اس قضیہ کو ایک محتمل میں متعین لکھا اور یہ معنی بیان کیے کہ خدا تعالیٰ نے جہان رسول پر تسلی نازل کی اور وہ مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا۔ تو وہ ان اسکو نزول کے سبب شامل فرمایا حالانکہ یہ تعین غلط ہے کیونکہ اس سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہان تسلیم مومنین پر نازل فرمائی اور وہ ان رسول ہی سے تھے تو وہ ان اسکو نزول کو سبب شامل کیا تیسری غلطی یہ ہوئی کہ آیت غار میں اول تو اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَیْہِ کے ضمیر حضرت کی طرف راجع ہے اور پھر اس فاسد بنا پر یہ مقدمہ فاسدہ متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اسکو ہی شامل نزول ضرور کیا جاتا اور جب یہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین سے آپ کے ہمراہ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہیں تھے اور یہاں تک غلط اور بنا بر فاسد علی الفاسد ہے۔ آپ کا خصم یہ کہتا ہے کہ آیت غار میں خدا تعالیٰ نے نزول

سکینہ کا ذکر فرمایا اور اس کا منزل علیہ صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور یہی اوتسبیل سے جیسا کہ  
 خداوند تعالیٰ سورہ فتح میں ارشاد فرمایا ہوالذی سے انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین  
 اور فانزل السکینۃ علیہم اور دامن نزول کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے  
 اور انکو ساتھ رسول کا ذکر نہیں کیا ایسا ہی آیت غار میں ہی رسول کا ذکر نہیں کیا اور سکینہ کو  
 مخصوص یار غار کے ساتھ فرمایا۔ قطع نظر اس سے ہم ہی ایک قاعدہ کلیہ بقاعدہ  
 کلیہ آپ کر قاضی صاحب کے لکھتی ہیں۔ اور اہل انصاف سے انصاف کے خواہان ہیں۔ وہی ہند  
 خداوند تعالیٰ جائیکہ نزول سکینہ بر رسول بیان فرمود ہرگز درسیح جائز دل آزا  
 بر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنی رسول را بلفظ رسول کہ وال بر کمال بزرگی  
 و تعظیم و نہایت علو تکمیل سے تعبیر فرمود لیکن جائے نزول سکینہ بر مؤمنین بیان  
 فرمود گا ہی انہا را بلفظ مؤمنین تعبیر فرمود چنانچہ علی المؤمنین و فی قلوب المؤمنین۔  
 و گا ہی بر ضمیر اکتفا فرمود۔ چنانچہ فانزل السکینۃ علیہم ارشاد شد پس اگر در آیت غار  
 بیان نزول سکینہ بر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر اکتفا نہ رفتی بلکہ بلفظ رسول تعبیر  
 شدی ولیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ بر ابو بکر صدیق بود و در آن گنجائش ضمیر  
 ہم بود پس نہ بر ضمیر اکتفا رفت۔ خدا کے لیے ذرا انصاف کی انگلیں کھول کر دیکھیں  
 کہ یہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپ کے قاضی صاحب نے خلاف کتاب اللہ ایجاد  
 فرمایا ہے۔ بعد اسکو مثل آپ کے قاضی صاحب کے ہم ہی کہہ سکتے ہیں۔ و چون این سخن  
 گوش نابینان خوانند شنید باعث حیرت ایشان خواهد گردید و حسیہ خلاصی از آن جان  
 ایشان بلب خواهد رسید۔ ثواب فرمائی کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہے یا آپ نے  
 قاضی صاحب کا۔ قول اور شیعوں نے یہ امر مل بدلائل قاطع ثابت کر دیا ہے  
 کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف پہنچتی ہے نہ کسی غیر کے۔ اقول سبحان اللہ  
 آجک حضرت شیعوں سے اپنا اصول نہایت تودلائل قاطع سے ثابت ہو ہی نہیں سکا

جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرج ضمیمہ کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کیے گئے مامت کا  
 اصول دین میں سے ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت کرین انہ کی عصمت اور الٰہی انبیاء کصیت غیرہ  
 سب اصول دین میں سے ہیں کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے۔ مگر یہ ایسا دعویٰ ہے  
 جیسا کہ آپ کے سید مرتضیٰ کا کہ وہ فروعاً فقہ کی نسبت بھی مدعی ہیں کہ وہ قطعاً سے  
 ثابت ہیں۔ حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے ان کے تکذیب کی ہے ایسا ہی آپ ہی دلائل قاطعہ  
 ثبوت کے مدعی ہیں۔ پس ایسے لغو دعوں کا جواب جن پر کوئی دلیل قائم نہ ہو بجز سکوت کے  
 اور کچھ نہیں۔ قولہ پس جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہ دعویٰ ہے کہ چون  
 اس سخن را گوش ناصبان شنید۔ الخ۔ نہایت ہی سچا اور بہت ہی ٹھیک ہے ورنہ  
 شیعوں کا دعویٰ تہی مدت کا بدو ن جواب باقی نہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے  
 تو اب جواب دین اقول جناب میر صاحب ایسے مہلات و مفارقات کے جواب میں کسی  
 مسئلہ کو بھی ترو و نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اہل سنت کو حیرانی ہو۔ ہاں اگر جملہ باعث  
 حیرت الی شان گردید سے مراد ایجاد نئے کہ اہل سنت کو اس معنی کر حیرت ہو کہ یہ بات  
 یہی کیا اس قابل ہے کہ عقلا کے دبان سے نکلے اور کیا اس لائق ہے کہ سپر ناز و افتخار  
 کیا جائے تو البتہ سجا ہے پہر بعد اسکے جو جملہ بطور دلیل کے تحریر فرمایا ہے ورنہ شیعوں کا  
 یہ دعویٰ صحیح۔ اس قابل ہے کہ اہل عقل انصاف سپر آفرین کہیں شاید یہ ہی او نہیں  
 دلائل قاطعہ سے ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا تھا حضرت اگر یہ دعویٰ بالفرض بے جواب  
 باقی نہ تو کیا یہ کچھ مستعجب ہے کہ بدیہی غلط اور وہی ہو نیکی وجہ سے سپر التفات کیا ہو  
 رہا یہ کہ ہماری فاضل مجیب اب ہم سے جواب کے خواہان ہیں سو بھلا اللہ ہم اس کا  
 ابطال اس بحث میں بخوبی کر چکے اگر بہت و جرات ہے تو جواب یدین اور اگر اس سے  
 تسلی خاطر نہ ہو اور یہی ہوس ہو تو اور بھی ایجے وہ پہر کہ قطع نظر اسکے غلط اور خلاف واقع اور  
 مخالف قرآن و ہدایتی یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اصل سے اسکی بنیاد ہی غلط ہے



کیونکہ اگر بالفرض ہم اپنے مجیب کے خاطر سے تسلیم کر لیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہ ان مومنین سے یہی کوئی ہمراہ تھا تو سب کے شامل کی اور حضرت کو معذور نہیں کیا اور یہ سوائے دو جگہ کے واقع نہیں ہوا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ خداوند تعالیٰ پر یہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہیں اسکے خلاف نہیں فرمایا گا سراسر کلام اور عزوفات ہے کیونکہ اس کو لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلالت کرتی یہ محض جناب قاضی صاحب کے وسوسہ و تخیلات ہیں جو مادہ سوداوی سے ناشی ہوئی ہیں اگر کوئی دلیل اسپر دلا کر تی بھی تو اول اسکے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے چیز تو انہوں نے نہیں بیان مائی تو اب اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجئے۔ اور کوئی دلیل لائی اور یوں ہی ایک دعویٰ دلیل پر افتخار و ناز فرمانا شان عقلا نہیں ہے اور جب یہ کہ ہم تسلیم کر لیں کہ جو مطلب ہماری مجیب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے صحیح ہو ورنہ فی الحقیقت غلط ہے چنانچہ ہم اجاث گزشتہ میں اسکے بطلان کو بخوبی ثابت کر آئی ہیں پس جس طرح دل چاہے سے گفتگو کر لیں ہم ہر طرح سخریرا تقریر حاضرین قولہ اکیا یہ فرمانا کہ تعصب میں اگر کیسا بے اہل دعویٰ مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بجائے خود نہیں۔ بلکہ آپ نے جوش تعصب میں اگر ایسا لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر جوش تعصب اور کیا ہو گا کہ بدون سمجھے عبارت نقل کر دی اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب نے جوش تعصب میں اگر مخالف قرآن شریف کے دعویٰ کیا یا سمجھے جوش تعصب سے اس دعویٰ کے نسبت ایسا کہا اور یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ سمجھے بدون سمجھے عبارت نقل کی یہ آپ نے بے سمجھے عبارت کی توجہ فرمائی۔ ہم کچھ نہیں کہتے سب سے کہ کیسی ساسنی اہل انصاف میں یہ عبارت رکھ دیجے اور تماشا دیکھ لیجئے قیلاً حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب میں نہیں آئے اور بے اہل دعویٰ معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا۔ بلکہ ایک مرقعی مدلل آیات قرآنی بیان کیا ہے آپ کا جناب قاضی صاحب کی نسبت ایسا فرمانا دعویٰ جبریل ہے

اگر آپ اس اپنی دعویٰ میں سچے ہیں تو بسم اللہ کوئی دلیل لائے اور حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 کو اس دعویٰ کے کورہ فرمائے۔ اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب مجتہرہ سے ایسی  
 نقل فرمائے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ جل شانہ تسلی نازل فرمائی ہو  
 اور رسول کے ہمراہ مومنین بھی ہوں تو فقط رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور مومنین کمال  
 نصرا یا ہو۔ اقول ہم بدلائل ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب کا دعویٰ خلاف  
 واقع مخالف قرآن محض جو شل تعصب سے ناشی ہے اور اسکو بخوبی رد کر دیا ہے آپ بلا حیلہ  
 فرامین ابطل کے واسطے یہ کچھ ضرور نہیں کہ ایک ہی طرح پر کیا جاوے۔ جن جب آپ  
 اس دعویٰ کو واقعی اور مدلل بایات قرآنی تصور فرماتے ہیں تو امید ہے کہ ہماری دعویٰ کو  
 بھی واقعی اور مدلل بایات قرآنی سمجھیں گے اور اگر آپ کو ادھمیں کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائی  
 اور ثابت کیجئے کہ خدا تعالیٰ نے کہیں رسول پر سکینہ نازل کی ہو اور لفظ رسول سے بغیر فرمایا  
 ہو اور صرف ضمیر پر اکتفا فرمایا ہو قولہ یہ حضرات اہلسنت کی ہی جرأت ہے کہ بے اصل  
 دعویٰ کرتے ہیں اور فخر فرماتے ہیں کمال لیری اور بے باکی یہ ہے کہ جو عبارت سنداً نقل کرتے  
 ہیں اور کا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت سے مخالف عبارت منقولہ کے تراشتی ہیں ایصہنا زو  
 افتح اس اپنی ہی تراشتی ہوئی مضمون کو رد کرتے ہیں نہ خدا اور رسول سے ڈرتے ہیں نہ اسکو  
 شرم کرتے ہیں کہ کہیں والا جسکو خدا نے کچھ ہی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا کھو گا یہ حال ہی  
 ان حضرات کا فاعبتہ ویا اولی الامیان۔ آپ کے ہمدی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد میں  
 لکھا ہے چونکہ خلاصہ ہی صحیح نہیں کیا تو سب بنا فاسد علی الفاسد ہے اقول ایسے  
 کذبات اور غرافات کا جواب پس یہ ہے کہ بقول شاعر۔ ع دروغی را بجز اباشہ دروغی  
 ہم کہیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ باقی آپ کے مہذب کلمات کا جواب ہم کچھ نہیں دے  
 قال الفاضل المجیب۔ قولہ ہمارے موقف الیہ جن جو عبارت تحریر فرما دیں الخ جناب  
 مخاطب کا اس مقصود صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتی ہیں حضرات شیعہ کی

کتب نایاب میں بڑے بڑے شہر و زمین ہی دستیاب نہیں ہوتی اور اگر کہیں حضرات شیعہ کے  
 ہا میں تو اہلسنت کو دانت تک دسترس اور ان کا حصول ممکن نہیں چنانچہ ایک شخص حضرت شیعہ  
 میں سے میری ہی عنایت فرمایا کہ میں یا کوئی اہلسنت جسیر احتمال مناظرہ دانی کا ہو  
 اونی مذہب کی کتاب "نئے طلب کرتا ہے تو مونہہ چراجا تے میں۔ حالانکہ ہماری شرح کے  
 کتابین اولیٰ استعمال میں رہتی ہیں تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ نہ اصل کتاب اہلہ ایک  
 نہ استدلال صحیح تصور ہوگا اور بلاوقت میدان مناظرہ اہلہ اسکا اسلیبی واضح رہی ہو  
 کہ اپنے حقیر فرمایا کہ تحفہ وغیرہ میں بعض حوالہ درست نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض  
 حوالے بلکہ اکثر درست ہیں تو جو وقت استدلال میں وہ حوالے مذکور ہوں جو درست نہیں  
 نسبت صاف کہنا چاہیے کہ یہ حوالہ درست نہیں کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی  
 تو بحوالہ اسی کتاب کے نقل ہوگی ہاں اصل کتاب سے اسکا اثبات اسوقت ضروری ہوگا جب  
 آپ صاف انکار فرمادیں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ یہ روایت ہماری یہاں نہیں ہے۔ اقول  
 حضرت مجھے جو کچھ اس قول میں فرمایا ہے عام اہلسنت یہ ہی ہے اصل دعویٰ کرنے میں  
 اگر یہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعہ نایاب ہیں تو اگر خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین نے جو  
 حوالے نقل فرمائی ہیں وہ کہاں سے نقل فرمائی ہیں۔ بلکہ واقعی امر یہ ہے کہ سنت ہماری  
 کتابوں کا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر میں رکھنا گناہ سمجھتے ہیں ورنہ ہر قسم کی کتب شیعہ چھپ  
 شائع ہو گئی ہیں اگر جناب محیب کو شوق کتب بینی کا ہے تو ارشاد فرمائیں کہ غرض کتب  
 مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو قیمت بھیج کر طلب فرمادیں اور اس لیے صحت خود  
 باز آئیں۔ یقول الفقیہ الفقیر الی مولانا الغنی۔ اگرچہ اس قول میں کوئی امر  
 قابل بحث و جواب نہ تھا تاہم اس قدر گزارش ضرور ہے کہ اگر آپ کی کتب معتبرہ نایاب نہیں ہیں اور  
 ہر جگہ ملتی ہیں اور چھپکر شائع ہو گئی ہیں تو یہ فرمائی کہ قطع نظر اور کتابوں سے آپ کا قرآن جو جگہ  
 امیر نے تالیف و جمع فرمایا اور ائمہ کے پاس کی بعد دیگرے متواتر چلا آیا۔ اور آخر کو

غالب سنہ ۱۱۰۰ میں امام زمان کے ساتھ مختفی ہوا کوئی دفعہ کیوقت چہر شائع ہوا ہے یا نہیں  
 جو نئے دہگو سے سن نہ کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا نہ ائمہ کے پاس متواتر  
 اگر غائبین را میں مختفی ہوا علاوہ ازین اصول اربعہ کتنی دفعہ چہر شائع ہو چکی ہیں۔ پس  
 اسی سے شیوع کتب معلوم ہو جائیگا۔ ہند میں کلیسنی ایسی صرف نو کشور لئے چھاپی ہے۔ ہند  
 استعمار میں لاہیضر ہماری دہست میں ہندوستان میں تو چہر نہیں ایران کی ہکو خبر نہیں۔ پس حسب  
 اصول کا یہ حال ہے تو اور علوم کی کتابوں کا کیا حال ہوگا سادرا اگر چند کتابیں جو جو بات بہت میں  
 تالیف ہوئی اور چھپ گئے تو ان کو شیوع سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کتب مذہبیہ کا شیوع ہے  
 اور نیز اگر اہلسنت میں سے دو چار کو کسی وجہ سے آپکی کتابیں ہم ہو چکی گئی تو یہ بھی دلیل  
 شیوع کی نہیں ہو سکتی۔ آپکی کتابوں کے دیکھنے کا شوق اسوقت تک ہر جگہ کہ آپ سے  
 مناظرہ ہے سو اسکی بھی کیفیت کتابیں جمع ہی کی ہیں اور کیقدر جمع کرینکا ارادہ ہی ہے بشرط  
 اپنے یہ سلسلہ جاری رکھا پس اس عنایت کا شکر گزار ہوں جو ارسال فہرست کو بابت تحریر فرمایا  
 اور گزارش کرتا ہوں کہ اگر مسیح جعفری اور ملک اللہ! احمادی کے علاوہ کوئی اور فہرست ہو تو بے  
 عنایت فرمادیں۔ متاخرین کے تصانیف میں سوائے قبلہ و کعبہ محبت صاحب کے علاوہ امام  
 و ذوالفقار و حامد وغیرہ کا خیال ہے اور کتب مقدسین سے رسائل فضل بن شاہان و نسخہ سلیم  
 بن قیس ملا وغیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپکو یہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو ورنہ کچھ ضرورت  
 نہیں کیونکہ اپنے مذہب کے صحت اور آپ کے مذہب کے فساد میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے جو کسی  
 امر کی تحقیق کے ضرورت ہو۔ قولہ یہ حکایت جو لکھی ہے شاید صحیح ہو مگر یہ کیا ضرورت ہے  
 کہ وہ اسی غرض سے جو حضرت تحجب سمجھو میں مذہبی ہوں شاید کوئی اور غرض ہو۔ جیسا کہ اسی  
 شبہ میں ایک سید صاحب ہیں اور انکو پاس در ایک کتب احادیث میں وہ ہکو بھی گہرا جانو  
 نہیں دیتے اور یہ غدر کرتے ہیں کہ میری چند کتابیں نہایت عمدہ جو شوق سے خریدی تھیں  
 بعض حضرات لیکن اور یہ واپس نہیں جب کہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ خواہ کوئی مانگ میں کتاب

ہرگز نہ دو گنا ہاں میرے مکان پر اگر جو شخص حاجتی ہو تو شیعہ مطالعہ کے یہ عبارت نقل کے بجائی  
 بلکہ حقہ پانی وغیرہ کی خدمت کر دینا تو کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ صاحب ہی جنکا ذکر حضرت جیسے  
 کیا ہے اس خیال یا مثل اسکی کسی اور سب سے مذمتی ہوں۔ **اقول** چونکہ اس جواب کے تحریر میں  
 ایک کتاب ہے جو ہم کو اپنے عنایت فرما سے ملی بہت مدد پہنچا لہذا اسکو ہم کمال شکر گذاری کے  
 ساتھ لکھتے ہیں اور اسدو اسطر ہم اپنے فاضل مجید کے احتمالات کا جواب جو بقتضای عہدہ کرس  
 بقدر بہت دست ہدایتی ہوئی ہیں ہم کچھ جواب نہیں لکھتے **قولہ** مہنداف بنائوہ کی  
 اصول میں یہ دخل نہیں کہ اپنی کتاب بھی مخالف کو دینی لازم ہے مخالف کا فرض ہے  
 کہ جسطرح ممکن ہو خود یہ سا ان ہم پوچھا ہے **اقول** بہت درست ہے ہم ہی اسکا انکار نہیں  
 کرتے۔ لیکن یہ جب ہے کہ تحقیق حق مد نظر ہو اور جب تحقیق حق مد نظر ہو جیسا کہ آپ نے فرمایا  
 تو یہ ہم غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے **قولہ** میری اصلی غرض جو حضرت سچتر ہیں وہ ہرگز  
 نہ تھی بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو اسکو رد و بدل میں وقت ضائع نہ ہو **اقول**  
 اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو رد و بدل کیا اصل کتاب میں جب نہ پایا تو کہہ دیا کہ یہ حوالہ غلط ہے  
 خصم یا اسکو ثابت کر دیا ورنہ غلط تسلیم کر لیا لیکن تغلیط ہی یا صرف اجمالی طور پر ہوتی ہی  
 کہ رد و اصل کتاب کے مطابق کیے قوانین پر لحاظ کر کے تغلیط کر دی اور یہ تغلیط ایسی ہے  
 کہ اس میں خود رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہ کہ قطع طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب میں خوب  
 مطابق کر کے جب نہ پایا تو تغلیط کر دی چنانچہ ہم نے لفظ سقیمۃ العرب کے تغلیط کی ہے تو یہ  
 تغلیط قابل اعتبار ہے اور اس میں رد و بدل کچھ نہیں ہو سکتا ہے **قولہ** میدان مناظرہ  
 بفضل الہی طرح ہمارے ہاتھ ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت نقل فرمائی خواہ خود  
 دیکھ کر لکھو **اقول** باطلست آنچه مدعی گوید۔ **قولہ** محمد ہام صنف میں آپ کا  
 فرمانا کہ جو وقت اس لئے لال میں حوالے مذکور ہوں جو درست نہیں۔ الخ۔ بہت درست ہے  
 اور ہم ہر سو ہم قبول کرتے ہیں بلکہ اس لکھنے سے یہ ہی غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کریں

**اقول** - ع - عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است - اے دشمن ہر اگر آدمی ہزار جگہ اڑ  
 نہ ہو کہے سیات کے لیے حق پوشی اور ہٹ دہری کرے اور ایک جگہ حق قبول کرے - تو  
 اسکو شرف نہیں کہا جاسکتا - بہر کیف واجبہ اس کی تسلیم میں ہو کہو کچھ چون و چرا نہیں ہے  
**قال الفاضل المحبب قولہ** - قول صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ درست نہیں - الخ  
 جن حضرات کے تحقیقات کے اعتقاد پر جناب مخاطب کو بایں مطروق فحش ارمانہ پر تحقیقات  
 عند تحقیق خود غلط ہیں - اقول - اسکو جواب میں نہایت ادب سے چاہیہ ہی بقول ہم ہی عرض  
 کرتے ہیں چنانچہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعویٰ تعصب و تحالف قرآن  
 شریف کے بیان میں کیس قدر سابقین بیان ہو چکا ہے اگر مختصر عجیب ہی قصہ فرمایا تو سمجھ  
 جائیگا کہ جن تحقیقات کو ہماری حضرت بصدقت ارمانہ بندیدہ تحریر فرمائے ہیں وہ تحقیقات  
 ہی واقعہ میں یکایک خود نہیں اور ہماری علماء کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت  
 بجا و درست ہے - اب اس تحقیق کا حال یہی جو محبب نے بصدہ ناز لکھا ہے ظاہر ہوا جاتا ہے  
 انصاف شرط ہے **يقول العبد الفقير الى مولاه** - الغنی قاضی نور اللہ صاحب  
 کہ تحالف کا حال محقق ہو چکا باقی تحقیقات کا حال یہی معلوم ہو جائیگا اور یہ کیا اصول  
 مذہب کے تحقیقات کا حال معلوم ہو چکا مگر افسوس اسکا ہے کہ ہماری فاضل محبب صرف یہی  
 فرماتے ہیں کہ تحقیقات علماء کو بغیر انصاف و محرم اور خود بدولت اس پر عمل نہیں فرماتے - سمجھتے تو  
 حکم سامی کی تعمیل کی - اور دعا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ آپکو بھی توفیق عطا فرمادی - **قال**  
**الفاضل المحبب** - قولہ شتی نمونہ خردار بدیہ نذر میں خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں  
 عبارت بیج البلاغت ہے جو حضرت ابوبکر کی مدح میں جناب امیر نے فرمایا ہے اسدالکر کے  
 علماء شیعہ کی طرف سے جو اب نقل کیے ہیں بخلاف اوکے فرمایا ہے - عمدہ آیت تو جہات نزوایں  
 آیت کہ انجناب گاہ گاہ اوصاف و ماسخ شیعین - الخ - اسکو جواب میں علامہ کتبوری نے  
 لکھا ہے کہ این ادعا مذہب محضست احتیاج این تو جہات شیعہ را وقتی می افتاد کہ کہتہ شیعہ

بجائی لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود چون لفظ ابو بکر کتب شیوہ موجود نیست ایشان را احتیاج سے یک  
از وجہیاست نیست۔ اقول۔ حضرت آپ کے خاتم الخیرین انتقام پر ابتدا ہی سے راہ خلاف واقع  
گوئی چلی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ہم نبیج البلاغت سے نقل کرتے ہیں اور جو عبارت نقل کی ہی اوس میں پھر  
صرف سے بجائی شدہ بلا و فلان شدہ بلا و ایسے بکر نقل کیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں بلکہ کسی روایت شیوہ میں  
بجائی لفظ فلان لفظ ایسے بکر نہیں ہے طرفہ یہ کہ پھر خود اقرار کرتے ہیں کہ نبیج البلاغت میں لفظ  
فلان لیکن سید علیہ الرحمۃ نے تحریف کیا ہے چنانچہ تحفی کی عبارت بجنبہ نقل کرتے ہیں وہ وہ نہ  
ومنها ما اورده الرضی ایضا فی نہیج البلاغۃ عن امیر المومنین انہ قال لله بلاذلی بکر  
فلقد قوم الاحدود اوسى العمد و اقام السنۃ و خلف البدعۃ ذہب نقی الثوب فلیل  
العیب اصاب خیرھا و سبق شرھا دی الی اللہ طاعتہ و اتقا مجمعہ رحل و ترکہم  
فی طرق متشعبۃ لا یتمدی فیہا الضال و یستیقن المہتد۔ درین عبارت جناب امیر  
صاحب نہیج البلاغت کہ شریف رضی است برای حفظ مذہب خود تصریح کردہ لفظ ابو بکر  
منوہ و بجائی اول لفظ فلان آورده تا اہست تسک نتواند نمود الخ۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ خاتم الخیرین  
بجھرتی تو پہلی لفظ فلان نہیج البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف بآلی بکر کرتے پھر  
جو چاہتے فرماتے اب اونکر تحریف تو خود اونکر ہی زبان سے ثابت ہو گئی۔ جناب سید علیہ الرحمۃ  
کی تحریف پس حسب داب مناظرہ اگر کسی کتاب بیغہ سے اس روایت میں لفظ ابی بکر نقل کرتے  
اور پھر نقل جناب سید علیہ الرحمۃ اسی کتاب سے ثابت کرتے اس وقت البتہ تحریف جناب سید ثابت  
ہوئی و ذلیس۔ اور چونکہ حضرت خاتم الخیرین دعویٰ تحریف میں تو اونکو اثبات انجو دعویٰ کا  
لازم تھا اور یہو محض منع کافی ہو کما تقرر نے علم المناظرہ۔ یقول العبد الفقیر الے مولاه  
الفتنی۔ اہل انش و انصاف سے التماس ہے کہ اللہ ذرا استوجہ ہو کر اس بحث کو سنیں اور اس  
کستوری اور اونکر اولیاء و توانیج کا نتیجہ غم و مایہ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اول حضرت کنتوری  
سعدہ رجب سلمیٰ اور تین نمایا اور بعد اوسک اونکی توانیج سقلا کیسا دیانت و انصاف کا حق کہ میں

خطبات امامان دین خیرت علامہ امام غفرلہ کی تحفین  
اور حدیث سے کما تقرر اور سکا انصاف۔

ہماری اون علماء شیعہ کی تحقیقات کے تعلیظ میں جنہوں نے تحفہ کے جوابات لکھ کر میں بطور تمثیل  
 علامہ کنٹوری کے تحقیق پیش کی تھی جس سے حوالہ کا یہی غلط ہونا ثابت تھا خلاصہ اسکا یہ  
 تھا کہ جو جوابات خطبہ اللہ بلاو فلان کی شیعہ کی طرف سے تحفہ میں نقل ہوئی ہیں ان میں صاحب تحفہ  
 رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے عمدہ آن توجیہات نزد ایشان آنست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف  
 و مدائح ثنائین بنابر استتلاب قلوب ناس انھ اسکر جواب میں علامہ کنٹوری نے تحریر فرمایا کہ  
 او با کذب محض است انھ اب اس دعویٰ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ از حضرت کنٹوری  
 صاحب کے جواب میں صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعویٰ ہیں کہ یہ توجیہات  
 حضرت شیعہ کریمین اور علامہ کنٹوری اس حوالہ کی تکذیب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب  
 کا یہ دعویٰ اور یہ حوالہ کذب محض ہے نہ شیعہ نے یہ توجیہات کی اور نہ انکو ان توجیہات  
 کی حاجت اور کہیں فرماتے ہیں۔ انھذا الکلام افک مبین از میں تا صبی باید پرسید کہ کلام  
 شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر ست یا عمر اور کہیں فرماتے ہیں ثبت الادارہ افش اول  
 این معنی یا ثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر ست بعد از آن باین  
 اوصاف اثبات فضل ابوبکر باید نمود۔ اور کسی قول کے جواب میں لکھتے ہیں یہ چیک از امامیہ  
 توجیہ نکرده۔ غرض اس تمام بحث میں واضح ہے کہ علامہ کنٹوری نہایت غلو کے ساتھ حضرت  
 خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالوں کو تعلیظ و تکذیب فرما رہے ہیں کہ یہ امور جو صاحب تحفہ  
 شیعہ کے طرف منسوب کرتے ہیں محض کذب و دروغ ہیں۔ ہتے اور سپر آیات بنیات نقل و  
 از الہ الغین عرض کیا کہ حضرات شیعہ کی تحقیقات کا حال یہ ہے کہ رجحان غضب حوالوں کا انکار  
 کرتے ہیں حالانکہ وہ سب امور انکو کتب معتبرہ میں موجود ہیں چنانچہ وہ سب امور جو انکا  
 بڑی شد و مد سے آپ کے علامہ کنٹوری صاحب فرما رہے ہیں وہ سب فاضل فقیر کمال الدین  
 ابن ہشیم بحرانی کی شرح میں موجود ہیں۔ پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب اپنی  
 حوالوں میں سچے تھے اور آپ کو علامہ کنٹوری انکی تکذیب میں کاذب۔ اب ہم اہل انصاف کو



اور انکی انصاف کو قسم دیکر پوچھتے ہیں۔ ہمارے فاضل مجیب کے تمام تقریر متعلقہ کو ملاحظہ کر کے  
 فرما دیں کہ انہوں نے اپنے علامہ کنٹوری کی طرف کیا جواب دیا اور اس الزام کو ادا کیا  
 کیونکہ رافع کیا اور کیونکہ ثابت کیا کہ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو شیعہ کی طرف منسوب  
 کرنا کذب ہے فرمایا تو یہ فرمایا کہ علامہ ابن میثم کا اپنی شرح میں یہ امور ذکر کرنا بطور متزل  
 بلکہ بطور سہزادہ متسخ کے ہے معلوم نہیں کہ حضرت مجیب کا یہ فرمانا بطور متسخ ہے یا واقعی  
 اسی حضرت میر صاحب اپنے توائے تمام دین کو ہی متسخ بنا دیا اور دائرہ بحث کا اپنی اوپر  
 سنگ کر دیا۔ آپ کے خصم نے آپ سے ہی سبکہ کر کے آپ کے اوپر جہات ستہ کو مسدود کر دیا ائمہ کو  
 جو کچھ روایت کرتے ہیں۔ غالباً سب متسخ خم غریب کا خطبہ اور تمام وصیتیں سب متسخ و متحمل ہیں  
 ہمیشہ آیت و کتابت و آیت اللہ عزوجل کے معنی سوچا کرتے تھے سو آج آپ کی بات  
 یہ عقدہ حل ہوا۔ اور خوب سمجھ میں آگیا کہ دین کے ساتھ استہزا اس طرح ہوتا ہے کہ مجیب یہ  
 کہ علامہ کنٹوری کو یہ توجیہ نہ ہو چکی اور اس نے عام طور پر انکار کر دیا کہ چون ابوبکر دکتب شیعہ موجود  
 نیست۔ اگر انکو یہ توجیہ سوچتے تو صاف انکار فرماتے اور یہ نذر سیاہ عجاج اور انکو ادا  
 اور انکو اتباع کو دیکھنا پڑا دیکھنا نصیب نہوتا۔ بہر کیف جب یہ امور کتب شیعہ میں موجود ہیں  
 خواہ بطور متسخ و سہزادہ یا واقعی تو اب حفت شاہ صاحب کا انکو شیعہ کی طرف منسوب  
 کرنا صحیح ہوا اور علامہ کنٹوری کی تکذیب اور انہیں کی طرف اولیٰ پھرے اور متسخ و سہزادہ  
 بجز سخاں کے کچھ سودنیا رہا یہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ کیا ہے  
 کہ علامہ رضی نے اس خطبہ میں تحریف کی ہے کہ لفظ ابوبکر کا تھا اس کی جگہ لفظ فلان بنا دیا  
 اگرچہ یہ مانع فیہ ہے علیحدہ ہوا کیونکہ ہمارا مقصد صرف حوالہ کے تکذیب کو ثابت بحث ہے  
 نہ بات اثبات تحریف لیکن چونکہ فاضل مجیب نے اپنا مخلص سمجھا اسکو چھیڑا ہے تو اسکا  
 بھی ثبوت لیجئے۔ علامہ متبر بن میثم کے اقرار سے ثابت ہے کہ ان اوصاف کا موصوف  
 اور ان مدائح کا مدوح ابوبکر بن یاسر اور ظاہر ہے کہ یہ تعریف توصیف جناب امیر

یہ توجیہ  
 ہے کہ  
 یہ توجیہ  
 ہے کہ

مجمع عام میں فرمائے تھے کہ جہاں صدی آدمی انصافیت بخشن کے معتقد تھے تو ایسی موقع میں نام نہ  
کنایہ کرنا فہم میں نہیں آتا۔ کیونکہ ایسی موقع میں اگر برا کہتے تو تلقین نام سے کنایہ کرنی کی  
ضرورت ہوتی اور جب مرجع و ثنا فرما رہے ہیں تو نام سے کنایہ کرنے کی کیا ضرورت ہوگی  
جسکو تھوڑی سی بھی کلام کی فہم ہوگی اور ذوق سلیم ہوگا وہ سمجھ لیگا کہ ایسی موقع تصرف میں چنانچہ  
کیسا اسقدر مبالغہ سے تعریف کرتے مقصود ہو اور ایسی لوگوں میں جہاں نام لینے میں کسی  
قسم کا خوف نہ ہو بلکہ نام لینے سے زیادہ مطلب برآری ہوتی ہو استعجاب قلب زیادہ حاصل  
ہوتا ہو تو ایسے وقت ممدوح کے نام سے لفظ فلان کے ساتھ کنایہ کرنا نام کلام کو سہرا  
نقو اور محل کر دیتا۔ اور اپنے اور جگہ بھی مرجع و تعریف فرمائی چنانچہ ابن بیثم نے اپنی تفسیر  
شرح میں لکھا ہے۔ و نعم ہے ان مکا ہنما فی الاسلام العظیم الخ چنانچہ  
ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے بیشک ممدوح کا  
نام لیکر توصیف فرمائی ہے لیکن پیچھے اس میں تصرف ہوا ہے۔ اب رہا یہ کہ کسی تصرف  
کیا سوچا تھا کہ یہ بھی کہ یہ شیخ رضی سے اوپر ہوا ہو۔ اور غالب یہ ہے کہ یہ کام حضرت رضی  
ہے۔ کیونکہ اس بزرگ نے بہت خطوبتیں تصرف کیا ہے اور چالاک فرمائی ہے چنانچہ  
ابن بیثم نے تناب ہو کہ کہیں اسکو ضبط سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہذا خط عجیب من  
السید کہیں انکی عادت فرمائی پس جب عموماً آپ سید رضی صاحب کی یہ عادت ہو  
تو ایسے موقع میں جو خاص انکو مذہب کے لیے وبال اور نکال ہے کیونچو کہ ہونگے  
تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہ ہی ہے کہ یہ تصرف اور تحریف آپ کے سید رضی صاحب کا  
ہی کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریر فرمانا کہ شریف رضی نے تصرف کیا ہے صحیح ہے  
رہا یہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آپ تحریف کا الزام لگاتے ہیں  
سو یہ آپ کے اور آپ کے ادوں اکابر کے جہنوں نے یہ اعتراض کیا ہے کمال ہی خوش  
نہی اور دشمنی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام تصوفی کے



احادیث بخاری کے حلیات میں کتاب لکھی اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور بعض نے دونوں صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض مصنفین نے بلا امتیاز صحاح وضع و روایات اہل خلاف و خلاف کی مطلق لغت مرتب کر لیا چنانچہ صاحب نہایہ نے ہی التزم روایات صحیحہ نہیں کیا اسبواسطی بہت روایات ضعیفہ اہل خلاف کو متضمن ہے۔ پس نہایہ کی نقل سے استدلال صحیح نہیں ہے اور اگر کسی کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت سی روایات ناقض نہیب شیعہ و موافق نہیب اہل حق کتاب مجمع البحرین میں موجود ہیں ان سے ہی استدلال صحیح ہوگا اور ان کا یہ جواب دینا کہ یہ کتاب لغت کی ہے اور صحت و عدم صحت روایات سے اسکو نقل نہیں تو اسے استدلال صحیح نہیں صحیح ہوگا۔ چنانچہ بعض روایات بطور نمونہ منتهی الکلام میں خاتم المحدثین ذکر فرمائی ہیں۔ اور چونکہ ان امور کے بخار المست کی طرف نہیں ہے تو ان کا عذر قابل قبول ہوگا اور ان کا استدلال احادیث مجمع البحرین سے بمثل خود کردہ اور فانی نیست صحیح و مستبر سمجھا جائیگا قولہ پس جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نہایت صحیح و درست ہے اور آپ کے خاتم المحدثین کا دعویٰ تحریف محض خلاف ثابت ہوا محمد مد علی ذلک اور جب ثابت ہوا کہ لفظ ابو بکر کتب شیعہ میں نہیں ہے تو ان توضیحات کو شیعوں کو ضرورت نہیں اقول جناب میر صاحب یہ آپ کے علامہ گنتوری کی فاحش غلطی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست اس کا ماہر ہے اگر یہ مراد ہے کہ کتب شیعہ میں بطور بیان مراد کی لفظ ابو بکر نہیں تو صریح کہہ دیجئے کیونکہ علامہ ابن میثم نے جب لکھا ہے تو اس کا اپنی شرح میں لکھنا صریح اس کا مذہب ہو کہ وہ عالم شیعہ امامی اثنا عشری ہے اور علامہ گنتوری کی جہل و اجال کا اس قدر ہلکا افسوس نہیں ہے کہ اس میں احتمال ہے علامہ نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہوگی مگر تعجب تو یہ ہے کہ ہمارے فاضل تیسب با جو دیکر معلوم کر چکا کہ شروع ابن میثم کبیر و صغیر میں یہ لفظ موجود

پہر فرماتے ہیں کہ علامت توری کا لکھنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست صحیح اور درست ہے ابوال  
 دین و دیانت و حیا و شرم سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر لفظ کتب سے روایات مراد ہے یا معنی  
 کہ اس کلام جناب امیر کی روایات میں کہیں بجای لفظ فلان کے لفظ ابو بکر مروی نہیں ہے  
 چنانچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامت توری کے دلالت کرتے ہیں احتیاج ان  
 توجیہات شیعہ را وقتی مے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود ہے بودا جان سے  
 مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر کے موجود ہونے کا انکار ہے تو یہ  
 اس سے بھی زیادہ بوج اور خلاف ہے کیونکہ یہ کہنا کہ ممکن ہے توجیہات کی ضرورت جب ہوتی  
 کہ ہماری روایات میں جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہیں بجای لفظ فلان کے لفظ  
 ابو بکر ہوتا اور جب لفظ ابو بکر ہماری روایات میں نہیں ہے تو ممکن ہے توجیہات کی کچھ ضرورت  
 نہیں ہے اس سبب سے جسکو تہذیبی سی بھی فہم ہو وہ اس فاحش غلطی کو معلوم کر سکتا ہے جو  
 ایسی ہی کہ اگر بالفرض علماء شیعہ میں سے کوئی شخص نہ لکھ کر بطور مراد کے اذنبہ بطور روایت کے  
 کہ لفظ فلان سے ابو بکر مراد ہیں یا کسی روایت میں بجای فلان کے ابو بکر مراد ہے اور عقیدہ اوصاف  
 مذکور ہوئی ہیں وہ بہت مجموعی سوئی شخصین رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہیں آتی اور  
 بروی عقل سلیم کوئی شخص سوئی ابو بکر و عمر کے مودع اس مدح کا ہو سکتا ہے تو اوصاف میں  
 اگرچہ کسی نے لفظ ابو بکر زبان سے نہ نکالا ہو تا سم توجیہات کے وجہ سے آپ بری الذمہ نہیں  
 ہو سکتے اور شیعہ پر واجب ہے کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہو توجیہات کر کے نہ بکے غرض  
 کو بند کریں چہ جائیکہ علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے یا عمر توجیہات پر علماء  
 شیعہ نے تصریح کر دی کہ اوصاف ان اوصاف کے حضرت ابو بکر میں یا عمر ارادہ اوصاف مساوی  
 مستلزم حقیقہ خلاف موصوف کو ہیں تو آپ ہی فرمائی کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعہ  
 کو اس کلام کی توجیہات کے حاجت نہیں اگرچہ علماء نے تعین مبہم فرمائی ہو اور حجاج  
 اوسی وقت ہے کہ جب روایت میں لفظ ابو بکر بجای لفظ فلان کے موجود ہے اولا مکاتیب و عماد

افسوس کہ آپ کو اور آپ کے علامہ کنتوری صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ شیعہ کو اس کلام کی توجیہات کے  
 جب اس وقت ہی ضرورت ہے جبکہ کسی طور پر بھی کتب شیعہ میں لفظ ابو بکر مروج نہ ہو تو اس وقت  
 احتیاج توجیہات بالاولیٰ ہوگی جبکہ اگر علامہ شیعہ میں کسی نے ہی تصریح کر دی ہوگی کہ لفظ  
 خلیفہ سے مراد ابو بکر بنیامین یا عمر ہیں بہر تقدیر علامہ کنتوری کے یہ تحریر غلط ہے بہر اوس پر جناب کا  
 اوسکی تصحیح و تائید کرنا اور یہی بیجا۔ کاش آپ ذرا اپنی فہم و انصاف سے کام لیتے قال  
 الفاضل المجیب۔ قولہ۔ جواب اس کے صاحب آیات بنیات سلمہ فرماتے ہیں کہ یہ جواب علامہ  
 کنتوری کا غلط ہے اور جو انہوں نے نسبت خاتم المحدثین کے فرمایا ہے (کہ ایں علامہ  
 محض ست) وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کرتے ہیں۔ کہ ایں جواب کذب محض ست۔ اقول۔  
 صاحب آیات بنیات میں یہ لیاقت کہاں کہ علماء کے کلام کا جواب لکھ سکیں وہ بیچارے تو علماء  
 فارسی سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ان الہست کی صحبت میں رہ کر آپ کے خاتم المتکلمین وغیرہ کی کتب میں  
 دیکھیں اور بدوین اس کے اپنے عقل و علم سے کام لیں یا اپنے شکوک و دواہم علماء کرام یا دینی  
 کلام سے رفع کریں شکی ہوگئی اور چونکہ تفسیرین ایزدی اور سنی پہلے ہی سلب ہو چکی تھی۔ اب سنی ہی  
 نہ ہی سید احمد خان صاحب کے موجب تقلید سے نیچری ہوگئی اور ان کے حق میں ازین سوراںہ و  
 از آن سوراںہ مثل صادق ہوگئی ایسے مذہب تب متکون مزاج کے بات کا کیا ٹھکانہ یہ  
 جو کچھ آیات بنیات میں لکھا ہے سب تحفہ و ازالہ الغین وغیرہ کا ترجمہ کیا ہے ورنہ ان کی کیا  
 توجہ اب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نقل کتابین یقین ہے کہ آپ پر یہی ظاہر ہوگئی ہوگی۔  
 يقول العبد الفقير الی مولاه العنہ۔ حضرت میر صاحب سید مہدی علی سلمہ  
 کہ نسبت جعفر آپ بُرائی فرماتے ہیں وہ سب اوشبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے عبد اللہ  
 بن سلام کے نسبت بعد ان کے اسلام لانے کے بطور ہجو کے کہا تھا کہ شتر ناداہن شتر نا تو یہ کیا  
 سید مہدی علی صاحب سلمہ کی نسبت بل کرنا نہ کچھ قابل استہزاء ہے اور نہ محل شکایت  
 اگر اس وقت جو آپ کے علامہ عصر بن توفیق خداوندی اور ان کے رہبر ہو اور عار کو نار پر خست پیار کریں

میرزا محمد علی صاحب آیت اللہ

اور اس حق کے گردہ میں داخل ہو جاوین تو آپ اونکو نسبت ہی ایسا ہی فرما دیں گے بلکہ اگر توفیق  
موفق حقیقی آپکی ہر پیری و دستگیری فرماوی اور آپ کو بالکشف حق و بطریق کمال کا حاصل  
نجات و فلاح پر پہنچا دی اور آپ سنی ہو جاوین تو اور شیعہ آپ کی نسبت ہی بعینہ دینی مانگو  
کہ جو آپ سید مہدی صاحب کی نسبت فرما رہے ہیں بلکہ مع شی زائد۔ را اونکی لیاقت و بقدر  
علمی اور فہم سو میں بحال کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلامتی فہم و  
یقیناً آپ کے گستوری اور شوتری وغیرہ سب سے زیادہ ہر شے میں ہے کہ اول آپ درجین  
کہ وہ بجا ہی تو فارسی عبارت سمجھنے سے پہلی قاصر ہیں۔ اور پھر آپ ہی تحریر فرمائے ہیں  
کہ اہلسنت کی صحبت میں رہ کر آپ کے خاتم المتکلمین کے کتابین دیکھیں۔ جب اونکا یہ حال ہے  
کہ فارسی عبارت سمجھنے سے پہلی قاصر ہیں تو خاتم المتکلمین کے کتابین جنکی فارسی ہی فارسی  
سلیس نہیں۔ بلکہ سید قدیق ہے کیونکہ دیکھ سکتے ہیں اور اگر اہلسنت کے فیض صحبت و  
ادبوں نے یہ ملکہ حاصل کر لیا ہے تو پھر یہ الزام بجا ہے اول ہر کوئی امتی ہوتا ہے پھر  
اہل علم سے کسب علوم کیا کرتا ہی تو اگر ادبوں نے اہلسنت کی صحبت میں رہ کر ملکہ حاصل  
کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ اور ہم سابق میں بجا اب عبارت قاضی صاحب واضح طور پر  
بیان کر آئی ہیں کہ عبارت فہمی کی لیاقت آپکو زیادہ ہے یا اونکو اس سے واضح ہر کس سخن  
فہمی کا سلیقہ جناب کو تھا ہی نہیں۔ اور یہ جو لکھا کہ آیات بنیات میں جو کچھ لکھا ہے  
سب تحفہ اور زائد الغین وغیرہ کا ترجمہ ہے سو یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ آپ اور دیگر  
اسلاف یہ ہی لاطائل و عوی فرماتے رہے چنانچہ تحفہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ صواعق کا  
ترجمہ ہم نے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ صواعق سے سروں سے اگر ہم ہی ایسی نئی تھا  
زبان نہ نکالیں تو کہہ سکتے ہیں کہ لایعات گستوری و جائسی شوتری و مجلسی کے کتا ب کا ترجمہ  
ہے اگر اخذ مضامین کو لایعات میں سرقہ کہا جائے یا ترجمہ قرار دیا جاوی تو متاخرین کے قلم  
کتابین ہند میں کے کتا بون کا ترجمہ ہونگی خود آپکی یہ تحریر جسکا میں جواب لکھ رہا ہوں وہ غیر

ترجمہ ہوگا دلم بقل آخہ لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھ حیا و شرم ہو پھر جو نسل  
چاہی فرمائیں۔ سادہ شکوک ادا ہوں کہ علماء کرام سے رفع کرینگے نسبت جو ارقام فرمایا تھا۔ نہایت  
تجب ہر ایک کے علماء کرام تو خود ہی اپنے اصول مذہب میں مبتلا رہا ہوں میں نہیں مینی غلط کیا  
بلکہ یقیناً باطل سمجھتی ہیں اور بجز اعتراف کے چارہ نہیں دیکھتی و لکن اختاروا النار علی النار  
اور یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے حاشا کہ شکر اور ہر نزل کے طور پر ہو جو کچھ عرض کیا ہے  
واقعی ہے اگر اس میں کچھ شک و شبہ ہو تو سنی کہ اسی خطبہ کے بابت آپکر نقیب ابو جعفر اوستاد  
فاضل مدنی پانچل اور دست در نعل میں چنانچہ خاتم التکلیفین نے ازاد الغین میں لکھا ہے ورنہ  
مقام اہل حق را بشارتھا و دیگر دست بہ روحانی ازان قصص میں کہ نقیب ابو جعفر اوستاد  
فاضل مدنی کہ در کلام و فرائض یہ طویل وارد و در اثبات مثال خلفا را شدین چہ سعی و کوشش  
بجائے آرو درین مقام علم را ستان از راحت و نقلہ پرستہ فاختہ زیر کہ مدائنی در شرح  
خود بعد از عبارتیکہ گشتواری بر آن درین قول مقتفی شدہ میگوید کہ نقیب گفتم کہ بعض  
بحا ضرورتی درست کر شود کہ صحیح مطلق نفس الامر بود و هیچ شکر و تردید ہی سیرامون  
آن نکرد و چون جناب امیر باری اوصاف معترف شود غایت مرح خواہد بود کہ بالاتر ازان  
بناسد نقیب سرگرم بیان فرد پر وہ بعد از تامل گفت کہ راست میگوید سہ انتہی کیست توری  
چون این مطلب را باعث رسوائی مذہب خود نہستہ تذکر آن پندراختہ انتہی بلفظ الشرف  
حافل سیری گذارش کے تصدیق فاضل مدنی کی کلام سے بخوبی کر سکتا ہے اور علوم کر سکتا  
کہ اصول شیعہ پر جب اصول مذہب ہو لکن کوک و اعتراضات رفع نہیں ہو سکتے تو حیارہ  
علماء کیا کر سکتی ہیں آخر فاضل مدنی کے شبہ کا جواب انکو اوستاد سے بجز تسلیم کے کچھ نہیں آیا  
اگر توفیق خداوندی دونو اوستاد و تلمیذ کے رہبر ہوتے تو ذرا آگے پی فکر فرماتے  
کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ جناب امیر نے یہ تعریف فرمائی اور اس تعریف سے بالاتر کوئی  
تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ مبادق و مثبت خلافت راشدہ ممدوح کو ہے تو یہ کیوں نہیں



نوگو تکو بخلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر لوگفار اعتقاد کریں اور کیوں راہ مستقیم کو اختیار  
 نہ کریں اور کس طرح اس طرحی باویہ ضلالت میں پریشان پھرین لیکن توفیق و سبگیری ہوئی اور راہی  
 تسویح ہے۔ **بسم الله الرحمن الرحيم** علیٰ قلوب الذین لا یعلمون۔  
 اور جو کچھ آپ نے سید مہدی سے علیہ السلام تجریت کی بابت لکھا اول تو اسکا آپ ثبوت دیکر  
 سہارنوی نزدیک اسکا کچھ ثبوت نہیں اور یہ محض دعویٰ ہے اصل ہے دوسری یہ کہ سید  
 احمد خان صاحب کے دو اصول ہیں اول متعلق دنیا کے جو انکی اصلی غرض ہے۔ دوسرے  
 متعلق دین و اعتقادات کے۔ جو اصل کر انکی متعلق دنیا کے ہے وہ تو یہ ہے کہ اس  
 زمانہ میں اہل اسلام باعتبار مال و دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے دوسرے قوموں سے  
 نہایت گری ہوئی اور پستی کے حالت میں ہیں جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل افسوس ہے  
 اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اسکی ممکن نہیں کہ یا مال دولت ہو یا مہربان  
 جلیلہ پر فائز ہو اور نہایت بدیہی ہے کہ مناصب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم و فیاد کی  
 حصول پر اسوقت میں باسباب ظاہر موقوف ہو اور حصول مال ہی یا حرمت و جناعت  
 ہی یا تجارت و زراعت سے اور انکی تحصیل ہی مال کا تحصیل علوم و دنیاویہ پر موقوف ہوتی ہے  
 تو اسکی سید احمد خان صاحب کے کرای میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کی یہودی  
 کو لیے یہ قرار پایا کہ علوم و دنیاویہ کو ترقی دیا جائے چنانچہ اسی بنا پر انہوں نے علوم  
 ہولہ اور ادب میں انہوں نے وہ تسلیم جو آجکل دنیا و مافیہا کی ترقی و ترقی کی تعلیم سمجھا جا رہا  
 جاری کی اور سیرج سول سروس کے محکمہ سلسلہ ہوئی اور سید احمد خان صاحب کے اس  
 کے ہزار مسلمان جو اہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ انکی دل میں مشتعل  
 ہتی مدد و معاون ہو گئی اور انکی گردہ میں داخل ہو گئی۔ اب ہم اس امر سے قطع نظر کر کے  
 کہ بحیث دین کے تحصیل دنیا میں اس قدر کوشش و ہنگام کرنا اور دنیا کو دین کا ہر ہمت  
 یا نشان سمجھنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجا ہے یا بیجا دیکھتے ہیں تو

شخص اس وقت اس امر میں مخالف نظر نہیں آتا کہ وہ بنظر اسباب غامضی ان وسائل کو  
 دنیاوی ترقی مسلمانوں کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہو گا یہی وجہ ہے کہ صدر اہل اسلام  
 جو دنیاوی ترقی کے خواہان تھے ان کو حامی ہو گئی اور نہ ہار مار وہیہ فراہم ہو گیا لیکن اس سے  
 نہ وہ کافر ہوئی اور نہ لمحد اور اگر آپ کے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب میں کوشش کرنا  
 باعث کفر ہو تو آپ نے انگریزی ملازمت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ  
 ہے اور علاوہ اسکے ہزار خاص و عوام شیعہ اس میں مبتلا ہیں اور بہت سے سید احمد خاں صاحب  
 کی ہر طبع میں داخل ہو کر میں یقین کرتا ہوں کہ آپ ان کو اس ذریعہ پر گزرا دے گا اسلام سے  
 خارج نہ سمجھتی ہوگی۔ اور ان کی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے اور ان کی  
 نسبت جقدر ہم نے خیرین سن اور ان کی اعتقادات کی نسبت بحیرات کو تو ان کو دیکھے  
 کہ سید احمد خاں صاحب ضروریات دین کے منکر ہیں اگر یہ صحیح ہیں تو بیشک یہ مخالف  
 اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ جقدر لوگ سید احمد خاں صاحب کے معتقد  
 اور پیرویدہ ہوتے ہیں اکثر ان کو دنیاوی اصل کے وجہ سے ہوتی ہیں اور ہرگز اعتقادات  
 میں ان کو پیر و نہیں ہوتی۔ لیکن عرف میں عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر سیکو  
 جو درجہ علم کا حامی ہو گو وہ اعتقادات میں تابع سید احمد خاں صاحب کے ہو یا نہ ہو سیکو  
 نیچری کہہ دیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ تہدی علی صاحب سلمہ ہی صرف اصل اول  
 دنیاوی کیونکہ ان کو معاون ہوں اور ان کو اعتقادات کے تابع ہوں۔ اگر آپ کو اس امر کا  
 یقین ہے کہ سید تہدی علی صاحب کے اعتقادات ہی سید احمد خاں صاحب جیسی  
 ہو گئے ہیں۔ تو آپ کسی دلیل سے ثابت کیجئے۔ قطع نظر اس سے کہ ہم نے مانا کہ وہ اعتقادات  
 میں ہی سید احمد خاں صاحب کے تابع ہو گئے۔ اور قطعی طور پر وہ نیچری ہو گئی تو یہ کتاب  
 آیات بیانات تو انہوں نے نیچری ہونے سے پیشتر تالیف فرمائی تھی یہ کیوں سخط الاعتبار  
 ہو گئی۔ اور اگر بالفرض نیچری ہونے کے بعد ہی لکھی تو یہی جب انہوں نے اہل حق کے

نزدیک حق لکھا ہے تو اونکی تلون فراموشی اور تندہی سے اس حق کیوں بے ہنگام ہو گیا  
یہ حضرت کی مناظرہ دانی اور خوش فہمی ہی نہیں بلکہ جواب دینے سے انعام و گریز ہے  
**قولہ** ان آپ کے خاتم المتکلمین نے ازاتہ الغین میں یہ لکھا ہے اسکا جواب گزارش ہو تا کہ  
اس قول کے جواب میں صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات بنیات والہ نے حضرت علیہ السلام  
کی نسبت لکھا ہے وہ انکی ہی نسبت درست ہوا **قول** - بیت تو کاری زمین را  
لگو ساختی - کہ با آسمان نیز سر و اختری - حضرت کا ادا عائی علم ہائیک پوہنجا کہ یہی  
علی کے جواب ہے آپکو اس شکاف ہوا در خاتم المتکلمین کی تحریر کی خیت سے آپ جواب دی ہے  
کہ باندہ میں چہ خوش ستراد کا وہ حال اور دعویٰ یہ کہ خیت چہا چہا چہا چہا کیسک نام کو دیکھ  
معلوم ہو جائیگا - کہ آپ کے حضرت علامہ سچے میں یا ہمارے سید مہدی علیہ السلام قال  
**الفاضل المحض** - قولہ - اور شیوہ اسکا یہ ہے کہ کمال الدین ابن مٹیم بحوانی نے شرح  
نج البلاغت میں لکھا ہے ان ارادہ تکا بے بکر اس شعبہ من السراۃ عمر لہج - **قول** -  
آپ کے خاتم المتکلمین صاحب آیات بنیات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہے کہ جو عبارت متداول  
جانب خستی صاحب اعلام اللہ مقامہ کی ہے اسکو کذب اور قول کا نہرتے ہیں یہ عبارت  
تو نہایت صاف اور صحیح اس بات میں ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان ہے لیکن ارادہ لفظ فلان  
سے کس کو کیا ہے آیا ابوبکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص  
دیگر مراد ہے جیسا کہ ابدا میں قطب راوندی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے - پس غرض فاضل ابن مٹیم  
علیہ الرحمۃ کے اول نقل کرنے سے قطب راوندی سے یہ ہے اولاً کلام کہ ابوبکر و عمر مراد ہی  
اور ثانیاً علی التشریح اگر ابوبکر یا عمر مراد ہے تو ابوبکر مراد یا عمر مراد ہے عمر کے مراد یعنی ہے  
اور دہا اسکی بیان کی ہے پس یہ الزام ابن ابی الحدید کے رو کر یہ ہے کہ واقعی شاذ ہے  
اس قول کے قائل ہیں - **یقول** العبد الفقیر الی مولانا الفاضل  
اہل النصف و دانش خدایا ہمارے فاضل محبت کے اس جواب کو دیکھو اور اس محبت کو اور اس

کتاب التفسیر فی القرآن  
جلد اول  
صفحہ ۸۰۲

ہو کر سنو۔ سب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن بیثم کی شرح کبیرہ صغیر سے پوری  
عبائیں عقل نگاروں اور عباد و سکندر گذارش کروں کہ فاضل مجیب نے اس کے موافق فرمایا ہے یا مخالف  
اور اہل عقل خود ہی سمجھ سینگے علامہ ابن بیثم اس خطبہ کی شرح کے متعلق اپنی شرح کبیرہ  
فرماتے ہیں جو مطبوعہ ایران ہے۔ اقول الاود العوج والعقد مرض وهو الشداخ  
داخل سنام البعیر من الحمل ونحو مع صحیح ظاہر وقولہ للہ بلاء فلان لفظ  
یعانی معروض المدح کقولہم للہ درہ و للہ ایوہ واصلہ ان العرب اذا اراد  
مدح شئی وتعتظیہ نسبوہ الی اللہ تعالیٰ بهذا اللفظ وروی للہ بلاء فلان ہی  
عملہ الحسن فی سبیل اللہ۔ والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القطع الجواز  
انہ اعانہ اراد بعض اصحابہ فی زمن رسول اللہ عن من مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا  
وقال انبیاء الحدید ہ ان ظاہر الاوصاف المذكورۃ فی الکلام بدل علی انہ ارادہا  
ولی الخلافتہ قبلہ لفقہ قوم الاود وداوی العمد ولم یرد عثمان لوقوعہ فی الفتنۃ  
وتشعبہا بسببہ ولا ابا بکر بقصر مدۃ خلافتہ وبعد عہد عن الفتن فكان الاظہر انہ  
اراد عمر واقول ارادہ لابی بکر اسبہ من ارادہ بجمہلہا ذکرہ فی خلافتہ عمر و قد  
فی خطبہا المعروف بالسفینۃ لما سبقت الاشارة الیہ وقد وصفتہ بامور احداھا

۱۔ میں کہتا ہوں آدمی ہمارے عہد وراثت کی کوئی نہ آئے ایک ایسا کہ ہوتی ہے جو وہ دیکھ دیکھ سے پیدا ہوا ہے اور ظاہر ہے ہند  
معلوم ہوتا ہے جو شاخ کبیرہ میں اور وہ بلا فلان یہ لفظ مدح کے وقع میں بولا جاتا ہے جیسا کہ کبیرہ میں لکھ دہ اور بعد ازاں  
اصل یہ ہے کہ جب کسی شئی کے توفیق اور تقسیم کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو خدا کی طرف اس لفظ کا ساتھ نسبت کرتے ہیں  
اور بعض روایات میں اللہ بلا فلان مروی ہے اور بلا ہی مدح کے نیک کام خدا کے راہ میں ہر اہل بیت قبول ہے کہ لفظ فلان  
عمر مروی ہے اور قطب ماوردی سے منقول ہے کہ لفظ فلان کو حضرت نے اپنی بعض اصحاب کو مراد کہا ہے رسول اللہ کے زمانہ میں  
جو شخص کو واقع ہونے ایسا سنو سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ اور ابن ابی کثیر نے کہا کہ جو اوصاف کلام میں ذکر کرتے ہیں اس پر  
دلائل کرتے ہیں کہ مراد ایسا شخص ہے جو حضرت سے پہلے ام خلافت کا متولی ہوا بسبب ان کے قول تو مراد وہ اور آدمی اللہ کے طرف  
کا تو اس کو فتنہ میں پڑنے اور اس کا باعث سے فتنہ پہنچنے کو سبب اللہ نہیں کیا اور اب کو بھی اس کی بدت خلافت کو کہنا ہی  
اور فتنہ کی بدت خلافت سے بعد ہونے کے سبب اللہ نہیں کیا تو بہت ظاہر ہے کہ عمر کو مراد کہا اور ابن کعبہ نے حضرت کا ابو کہہ کر  
کہنا نسبت عمر کو مراد کہا نہ نہ ابی بکر کو سبب ان کے چکا واقع ہونا کے خلافت میں ارادت کو خلافت کا ان کے سبب ہونے کا

تقویہ للادود وهو کما ینبغی عن تقویہ لاهواج الخلق عن سبیل الله الی الاستقامۃ  
 فیہا الثانی مدادۃ للعد واستعار لفظ العد للامراض المقاسیۃ باعتبار استلزامها  
 للاذی کالعد ووصف المدادۃ لمعالجۃ تلك الامراض بالمواعظۃ الباقیۃ والزواج  
 القارۃ القولیۃ والفعلیۃ الثالثۃ اقامۃ السنۃ ولزومها التراجع تخلفہ لنفسہ ای مقہر فیہا  
 ووجہ کون ذلك حالہ هو اعتبار عدم وقوعہا بسببها وفي زمنہ لجسہ نہ بدیرہ الخ  
 ذہابہ نقی التوب واستعار لفظ التوب لعرضہ وبقاء سلامۃ عن نفس المذام المتاکل  
 قلۃ عیوبہ السابع اصابہ خیرہا وسبق شرہا والضمیر فی الموصنین لیشبان یرجع الی المعصیۃ  
 مما هو فیہ عن الخلاقۃ ای اصاب ما فیہا من اخیار المطلوب وهو العدل فاما تدبیر الله  
 الذی یرتکب التواب الخیر فی الأخرۃ والشرف الجلیل فی الدنیا وسبق شرہا ای مات  
 قبل وقوع اللقنۃ فیہا وسبق الدما الاجلہا الثامن ادانہ الی الله طاعنہ التاسع تقاو  
 لہیجۃ ای ادی حقد خوفا من عقوبۃ العاشر رحیلہ الی الآخرۃ فامرک الناس بعد فی طرق  
 متبعۃ من الجہالات لا یمتدی فیہا من ضل عن سبیل الله ولا یستقین الہمتہ  
 فی سبیل اللہ اتدبیر سبیلہ لاختلاف طرق الضلال وکونۃ الخالف لہا والوارثۃ

الحمد للہ الخیر فیہا وسبق الدما الاجلہا الثامن ادانہ الی الله طاعنہ التاسع تقاو  
 لہیجۃ ای ادی حقد خوفا من عقوبۃ العاشر رحیلہ الی الآخرۃ فامرک الناس بعد فی طرق  
 متبعۃ من الجہالات لا یمتدی فیہا من ضل عن سبیل الله ولا یستقین الہمتہ  
 فی سبیل اللہ اتدبیر سبیلہ لاختلاف طرق الضلال وکونۃ الخالف لہا والوارثۃ

قوله وتركهم للحال واعلم ان الشيعة قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذا الصراح  
التي ذكرها عليه السلام حق احد الرجلين تنازع ما اجمعا عليه من خطيئتهم واخذها  
منصب الخلافة فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه السلام او ان يكون  
اجماعنا خطيئتهما باو من وجهين احدهما لا نسلم انما في المذكور فانه حازان يكون  
ذلك المدح منه عليه السلام على وجه استصلاح من يعقد صحة خلافة الشخصين  
واستغلاب قلوبهم بمثل هذا الكلام - الثاني انجزان يكون مدح ذلك لاحدهما  
في معنى فوبخ عثمان بوقوع الفتنة في خلافته واضطراب الامر عليه واستثباره  
بيت مال المسلمين هو وبنايبر حتى كان ذلك سببا لوران المسلمين من الاصل  
اليه وقتلهم وبنيته على ذلك بقوله وخلف الفتنة وذهب في الثوب قليل العياب صاب  
خيرها وسبق غيرها وقوله وتركهم في طرق منفعيده فان مفهوم ذلك ان الوالي بعد  
هذا الموصوف قل المصنف باضداد هذه الصفات والله اعلم - انتهى بلفظهم تو حضرت  
ابن هشام نے اپنی شرح کبیر میں تحریر فرمایا ہے اب شرح مختصر کی عبارت یہی سن لیجیے بقول  
یقال لله بلاء فلان كما يقال لله درهم والله ابوه وهي كلمة مدح قيل راد به من عمر

اس قول اور کبیر میں حالیہ ہے۔ اور جان کر طبع نے ابجو سوال اراد کیا ہے کہ میں کہ یہ مدح جو حضرت علیہ السلام کو مختص  
(ابو بکر) کے حق میں فرمائی ہو اس کی مخالفت ہو جس پر ہضما ذکر خطا کی طرف نسبت کرنے اور منصب خلافت کے انہیں سے  
اجماع کیا ہے تو یا تو یہ مدح حضرت علیہ السلام کے کلام میں یا یہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے یا اس کا انہوں نے دو طرح پر جواب دیا  
ایک تو یہ کہ یہ مخالفت نہ کر کے کہہ دیا جائے کہ یہ مدح حضرت علیہ السلام کے اس صریح کلام کے ساتھ متفق  
صحت خلافت شخص کے صلح جوئی اور ادائیگی کی چیز کے طور پر صادر ہوئی ہو۔ دوسری یہ کہ اس کی یہ توصیف ایک  
اور نہ تو نسبت عثمان کے توجیہ کے مقام میں ہو سبب واقع ہونے سے تنوخی اس کی خلافت میں اور حضرت عثمان کے اس  
اور سبب کی اس کی اور اس کا پ کے اولاد کے بیت المال کو ہیا تنگ کہ یہ اس کی طرف شہرہ شمس و مسلمانوں پر انہیں  
اور اس کی نقل کا سبب ہوا اور اس پر تنبیہ کیا ہے اس قول سے مختلف الفتنة ذهب نفی التزب قليل العياب اصاب خيرا  
وسبق طرقا ساداس اس قول سے۔ دوسرے کہ یہ نے طرف متشعبہ لغ۔ بالتحقیق اس کا مفہوم مخالفت یہ ہے کہ اس مرصوف کے بعد  
جو خلیفہ ہے وہ ان صفات کے اضداد کے ساتھ متعطف ہے واللہ اعلم۔ ۱۱۔ ۱۲۔ میں کہتا ہوں بولتے ہیں  
مدح بلال فلان مجروح کہتے ہیں مدد درہ اور مدد ابوہ اور یہ مدح کا کلمہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت علی اس سے عمر کے  
مدح کا رادہ کیا ہے۔ ۱۲۔

وقیل بعض الصحابة من جاهد فی دین الله والا لودا الا عوجاج والعهد مرضی یا خدا اہل  
 نے استمہا و هو مستغرا لا حرا القلوب ومدا واما بان اوجر القوائیہ والفعلیہ وبقائہ  
 کما یحفظہا لہ من المطاعن والضمیر فی حیرہا وشرہا للخلافۃ وان لم یحذر ذکرہا لکونہا  
 معمودۃ اولئقد مذکورہا والطرق المشعبہ طرق القسۃ انتہی بلفظہ اب ہم بلفظ عبارات  
 علامہ ابن تیمیمہ جملے اہل انصاف سے اسید کرتے ہیں کہ خدا کے لیے ہنوی سہی تکلیف گوارا فرما کر  
 تحفہ اثنا عشریہ کے اوّل سہم کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جبکہ یہ عبارت مذکورہ شرح ہی حاشیہ  
 فرما دیں اور بعد اس کے اس کا جواب جو کچھ علامہ کنٹوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکھیں اور دیکھیں  
 کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اس کا بیان مفصل تو مقتضی تطویل کو ہے مگر مختصر  
 واطغر رفع مقارنا معین کے اسکو لکھتے ہیں تاکہ علامہ کنٹوری کا پایہ علم و دین اور حضرت محبوب  
 مبلغ فہم انصاف واضح ہو جاویں مگر سنا عیب لوم ہوتا ہے اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا  
 نہایت اختصار کیسا بیان کروں۔ پس واضح ہو کہ ابن تیمیمہ کی اس شرح سے چند امور حاصل  
 ہوتی ہیں۔ (۱) نقبین مہیم لفظ فلان میں چند اقوال نقل کیے۔ اول سے یہ لکھا کہ منقول  
 یہ ہے کہ لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جب مطلق منقول ہوا بیان کیا ہے  
 تو یہ مراد یا تو منقول اصل مصنف شریف رضی جامع نیج البلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کنٹوری  
 فی مفتاح الکونین حاشیہ سے جو حاشیہ منہیہ تحفہ اثنا عشریہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے  
 کہ شارح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فخر کہتا تھا کہ میں نے اس نسخہ میں جو بخط رضی تھا۔ لفظ  
 فلان کے نیچے عمر لکھا ہوا دیکھا۔ علامہ کنٹوری کی عبارت یہ ہے۔ ویزیر قول او  
 منقول است بانچہ خود در حاشیہ آن از شرح ابن ابی الحدید کہ از جملہ قائلین بخلافت ہی ہے۔

۱۔ اور کہا گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جنہوں نے اللہ کے دین میں عباد کیا تھا ارادہ کیا ہے اور آدھی ہے اور عمدہ بیاری  
 جو ان کو نہ کر کے تو زمین پیدا ہو جاتے ہیں اور دینی بیاریوں کو لیے ستارہ ہو اور ان کا علاج قولی اور فعلی نہاں ہو کے ساتھ ہی  
 اور کپڑی کی صفائی ستہ افی اور سلی مطاعن سے پاکہ اسنی سے کناہ ہے اور ضمیر خیر اور دین غلات کی طرف ہر گز  
 اور کا ذکر نہیں آیا اسبب و کما معین ہونے یا اس کے ذکر کے مقدم ہونے اور ہر گز نہ رستہ فتویٰ مستہین ۱۲۔





اونکی مدت خلافت بہت تھوڑی تھی اور اُنکا زمانہ فتن سے بعید تھا تو ظہر یہ ہے کہ مراد عثمان  
 (۲) علامہ ابن سہیم کے نزدیک یہ تو مسلم تھا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو حضرت  
 امیر سے پہلو دلی اور خلافت ہو جیسا کہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے اور یہ بھی فیما بین شارح ابن سہیم  
 اور ابن ابی الحدید کے متفق علیہ ہے کہ عثمان مراد نہیں ہے اور یہ بھی باہم متفق علیہ ہے کہ شخص  
 مدوح ان دلائل عالیہ کے میں لیکن یقین میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کون مراد ہیں ابن ابی الحدید  
 کہتا ہے اظہر یہ ہے کہ عمر مراد ہیں کیونکہ صدیق بصدب نصرت اور بعد عن الفتن کے مراد نہیں ہو سکتا  
 شارح ابن سہیم نے اوسکو جو اجماع میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں۔ جناب امیر کا اُن اوصاف کے لیے  
 ابوبکر کو ارادہ فرمایا نسبت عمر کے شبہ بحق ہے کیونکہ جناب امیر نے خطبہ تشفیہ میں اُن  
 امور کے جو خلافت عمر میں واقع ہوئی مذمت کی ہے تو پھر ان اوصاف عالیہ کے مصداق  
 وہ خلافت و خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اس سے پہر ہی معلوم ہوا کہ خطبہ تشفیہ میں خلافت  
 صدیقی کی نسبت ایسی مذمت نہیں فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو۔ پس ابن سہیم کے  
 اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ گہرا تھا وہ اوسکو نزدیک قابل  
 اعتبار نہیں اور اوسکو نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفاء میں یہی  
 راجع خلیفہ صدیق مراد ہیں (۳) بعد یقین یہ ہم کے علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو  
 ایک ایک کر کے گنا اور شرح و بطل سکویا بیان کیا۔ (۴) شرح اوصاف میں اس امر کو  
 اشکاف کر دیا کہ موصوف ان صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرے کوئی شخص موصوف ان  
 صفات کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بعض اوصاف کو مطلب کو اس طرح بیان کیا کہ جبکہ مصداق  
 خلیفہ ہی ہو سکے۔ اول رقم الاموال کے معنی کو بیان کیا کہ ہو کیا نہ عن تقویہ لا عن حاج الخلق  
 عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ فیہا یعنی تقویٰ او کے کنایہ ہی خلق کے کچھ کو خدا کے  
 راہ سے سید کرنا اور سستی کی طرف لانا اور ظاہر ہے کہ یہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتھ ہے  
 دوسرا صفت ملاقات امراض نفسانیہ کے مواظطہ بالغہ اور زواجر قارعہ قولیہ فعلیہ کے ساتھ

یہ بھی امام ہی کے ساتھ مختص ہے تیسرا سنت کا خلق میں قائم کرنا اور خود ہی اس پر عمل کرنا  
 خلیفہ ہی کا کام ہے۔ چوتھا اس کو حسن میرے فتن کا واقع ہونا امیر کا ہی منصب ہے سادہ  
 وصف اسی خیر و سبق شرعاً شارح کہتا ہے کہ دو فرضیں خیر و شرع میں خلاف کی طرف  
 راجع ہیں اور اصحاب خیر سے مراد یہ ہے کہ اس کو حاصل کیا اور اس چیز کو جو خلافت میں مقصود ہے  
 یعنی اس نے عدل و انصاف کیا اور خدا تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جس کے سبب سے قراب جوئل آئے  
 اور شرف جلیل دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور میں شرع سے مراد یہ ہے کہ پہلے اس سے خلافت میں  
 فتن واقع ہوں اور خلافت کی وجہ سے خون ریزی ہو فتن ہو گیا یعنی اس کو خلافت میں کوئی  
 فتنہ نہیں ہوا اور خلافت ظلم و عدوان سے پاک صاف رہی۔ اب بعد اس شرح و بسط کے  
 ایسا کون شخص ہے جس کو اس میں شامل ہوگا کہ علامہ ابن میثم کے نزدیک صحیح یہی ہے۔ کہ  
 موصوف ان اوصاف کا وہ شخص جو جناب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا اور اس کو بیعت  
 بھیج کر اس میں شک باقی رہے کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول غلط ہے شرح اوصاف  
 نہ کوہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن میثم کی رائی میں لفظ فلان مراد احسن الشیخین سے ہے  
 اور قطب راوندی کا قول ہرگز قابل اعتبار کے نہیں (۵) بعد شرح اوصاف کہ جب ابن میثم  
 نے سمجھا کہ موصوف ان صفات کا لامحالہ احد الخلیفین قرار پائے اور ان کو ان اوصاف کے  
 ساتھ موصوف ہونے سے مذہب تشیع درہم و برہم ہو جاتا ہے تو انہی اس کو سوال جواب کے  
 پیرایہ میں اس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ اگرچہ شیعہ ان کے سوال وارد کیا ہے وہ یہ کہ یہ تعریف  
 و توصیف جو جناب امیر نے ابوبکر یا عمر کے فرمائی ہے ہماری اس اجماع کے مخالف ہے  
 جو کہ پہنچنے اور نسبت غصب خلافت اور تختہ بین منعقد کر رکھا ہے۔ پس باتو یہ کلام جناب  
 امیر کا کلام نہیں ہے یا ہمارا اجماع و اتفاق غلط اور خطا پر ہے اس کے بعد اس کو جواب نقل  
 کیا۔ لیکن چونکہ شارح کی رائی میں قابل اعتبار نہ تھی اس لیے ان کو شیعہ ہی کی طرف منسوب کر کے  
 اور شیعہ کی گردن پر دھر کر فرمایا کہ شیعہ نے اس کو جواب دیے میں پہلا جواب تو یہ ہے کہ جائز

کہ جناب امیر نے یہ تعریف و توصیف معتقدین صحت خلافت شیخین کے اصلاح اور انکے قلوب کو  
 اپنی طرف کھینچنے کے غرض سے فرمائی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ مدح توحید  
 عثمان کے غرض سے بطور تعریض بیان فرمائے ہو کہ انکے ایمان خلافت میں فتنی اور ہیبت  
 یہ ہو کہ جو شخص موصوف ہندہ الصفات کے بعد متولی خلافت ہوا وہ ان صفات کی  
 اضاہ کے ساتھ متصف ہو۔ اہل علم و دانش و عقل و انصاف ان جوابوں کو معلوم کر سکتے ہیں  
 کہ غلط ہیں یا صحیح و انہیں شبہ رفع ہو سکتا ہے یا نہیں انہیں کہہ سکتے ہیں کہ مختصر یہ نظر ہے اور  
 خوف تطویل و سنگینہ درنہ ہم ان جوابوں کے اور انکو قائلین کے بدل لائل قلمی ابولتے۔ یہ کیف  
 اگر ہم ہوتے اس سوال جواب سے یہ بات ثابت ہو کہ شارح جو ان کے نزدیک یہ محاورہ  
 مخصوص احد الخلیفین کے ساتھ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو کہ یہ سوال ہی امامیہ  
 بلکہ اثنا عشریہ کی طرف ہے اور جواب ہی انہیں کی طرف ہے کیونکہ قاعدہ موجب مطلق شیعہ  
 بولا جائیگا تو اس سے فرق اثنا عشریہ مراد علی الخصوص جبکہ اطلاق کرنا والا خود شیعیان و شیعہ  
 ہی تو اس وقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ مراد ہو گا تو اس سے بخوبی ثابت ہو  
 کہ امام الخلیفین کا ممدوح جناب امیر یوں اوصاف عشرہ عالیہ ہونا اور معتزلہ مراد ہونا  
 اور جوابات کا دیا جانا یہ سبب مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر ہے۔ جبکہ تاثرین خطیبہ کی  
 شرح جوابین بیٹیم نے فرمائی ہے دیکھ چکے اور اسکی شرح الشرح جو بطور بیان مطالبہ ہے  
 گزارش کی تھی وہ بھی ملاحظہ فرما چکے تو اب تہڑی سی گزارش یہ بھی سن لیجئے کہ خاتم الخلیفین  
 صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے اسکی نسبت جو کچہ تحریر فرمایا المختصا اسکو بھی ملاحظہ فرمائی  
 اور اسکو جواب میں علامہ کستوری نے جو کچہ زبان درازی اور ہٹ دھرمی اور حق پو  
 جوش عناد و تعصب میں فرمائی اسکو بھی ذرا توجہ فرما کر دیکھیے بعد اسکو کلمہ انصاف سے  
 فرمایا کہ علامہ کستوری کا فرمانا حق و صواب ہی یا محض حق پوشی و معاوہہ اصحاب ہے  
 علامہ موصوف جواب تحفہ فرماتے ہیں (قولہ) دہندہ اشارہ میں بیج البلاغت از امامیہ

و تعیین سلسلہ اختلاف کرده اند بعض گفته اند که مراد ابو بکر است و بعضی گفته اند عمر (قولنا)  
 ان هذا الاثرک من ابن عباسی باید پیچید که که اسم شایع امامیه گفته که مراد ابو بکر است  
 و حال آنکه قبل از ابن ابی احمد به غیر از قطب ماوندی کسی شرح این کتاب شریفین  
 چنانچه ابن ابی احمد در اول شرح خود گفته و بعد شرح هذا الکتاب قیصر فیما علم  
 الا واحد و هو سغید بن هبة الله بن الحسن فقیه المعروف بالقطب الوارد  
 و کان مرفقا الا حاصیه انتهی الخ تا طریق این عبارت که جویندوی سنی است که در  
 شرح ابن سیم کی عبارت سیم مطابق کرین ادر کیم خندوی صاحب کے دین و دین کے مانا و کیم  
 ادر علامت خندوی سنی جو عبارت کے لفظ عالما کے لکھی ہے او سکا مطلب تو اولیاد است  
 ہی صحیح ہوگی کہ او کیم علامت یہ کیا ہے مگر فرمائیے مگر (قولہ) درین عبارت سمر سمر عبارت ابو بکر  
 بہ و صف موصوف نمودہ الخ - (قولنا) ثبت الدارۃ انفس اول این سنی با شہادت  
 باید و سانیہ کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر است بعد از آن باین اوصاف و اثبات  
 فضل ابو بکر باید نمود (قولہ) عسما و توجیہات نزد ایشان است کہ آنجا بگاہ گاہ موصوف  
 و توجیہات شیعین بنابر استصحاب ثبوت سنی و استصحاب سنی عیائی خود کہ خطبہ معتقد حسن سیرت شیعین  
 و انتظام امور دین در عهد ایشان بود و نہ میفرمود (قولنا) این دو عا کذب محض است  
 احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی سے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ  
 ابو بکر موجودی بود و چون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشانرا احتیاج سبک از  
 توجیہات نیست پس آن پیر تاجیبی بعد تفسیر این توجیہات از ہدایات خود سر کرده از جهت  
 اثبات آن بر فاساد قبیل بنابر الفاسد علی الفاسد باشد (قولہ) و بعضی او امامیہ چینی گفته  
 کہ غرض حضرت امیر تو سیم عثمان بن عفان برد بود کہ بر سیرت شیعین زلفت و ستند و فساد  
 و در زمان او بسیار واقع شد (قولنا) سبک از امامیہ این توجیہات سر کرده مگر ابن ابی احمد در  
 شرح این کلام ابن مقار را بطرف جلد و دیہ کہ از فرق زیدیہ است نسبت داده چنانچہ

گفتہ ولما اجمارود ید من الزید فیقولونہ کلام قالہ فی امر عثمان اخرجہ منہج الذم ارد  
 النقص لا عمالہ الخ۔ اب اہل دانش و انصاف سوائی التماس ہے کہ حضرت کشتی  
 صاحب کے ان اقوال کو شرح ابن میثم سے ملا کر یکہین ہر اگر خود حضرت کشتی کا ہی  
 فرمانا محض کذب اور انکس بین ہو تو انکو دیانت و انصاف پہ فاتحہ خیر پڑھیں۔ بعد اسکو  
 جو کچھ ہمارے فاضل محبت نے انصاف کے لکھو نہ پڑھی باندہ کر علامہ کشتی کے اقوال کا  
 کی تصدیق کے ہے اسکی کیفیت ملاحظہ ہو اول فرماتے ہیں کہ عبارت ابن میثم کی مصدق  
 قول مفتی صاحب ہے کہ اس سے صفات و صریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان ہے  
 حضرت محیب جواب تو لکھتے بیٹھے مگر یہ خبر نہیں کہ کس اعتراض کا جواب دے رہی ہیں اور اس  
 دلیل کو باطل کر رہی ہیں یہ کس نے کہا ہے کہ یہ دلیل اس امر کے ثبوت کے لیے ہے کہ حدیث  
 میں یہی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہے پس آپ ہی اپنے علامہ کشتی کی طرح بے بنی  
 فرمائے لکھ اور اگر یہ اسکی ہی دلیل ہے تو بالتمام اس کے پر کہ جب فاضل متوجہ نزدیک  
 اسدی بحث یہ ہوا کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر صیبا فصیح و  
 بیخ برگزیدہ عبارت یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسکو آپ کے قطب الاقطاب جیسی دین و دیانت  
 والے غیر معمولی پر سوال کریں اور مقصود سے عید ایجاد دین تو اس صورت میں محیب کے  
 کلام جواب کی صلاحیت نہیں رہتی۔ دوسری خطا یہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ  
 فلان کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید سے  
 نقل کیا ہے۔ ہرگز ابن ابی الحدید سوائی میثم نے نقل نہیں کیا ہے کہ ابو بکر مراد ہے یا عمر  
 بلکہ یہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد خلیفہ ہے لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتا ابو بکر  
 بھی مراد نہیں ہو سکتی تو عمر مراد ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی مثل انہی علماء  
 کشتی کی شرح ابن میثم کو ملاحظہ نہیں کیا۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ فرماتے ہیں  
 یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ اجتہاد میں تطبیق ہندی سے نقل کیا ہے یہ بھی کتب

ہرگز ابتدا میں قطب راوندی کا قول نقل نہیں کیا بلکہ اول اس پر لکھا ہے والمنقول ان المرح  
بفسلان عمن اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شرح ابن میثم کو نہیں دیکھا اور اگر ابتدا میں  
مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہیں عبارت لاحقہ کی مخالف ہے۔ سچو ہی خطا یہ ہے  
کہ فرماتے ہیں کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہ ہے کہ اولاً لا سلم  
کہ ابو بکر و عمر مراد ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نزدیک اولیہ اور ابتدا حقیقی مراد ہے  
نہ اضافی حالانکہ یہ شخص دبیع ہے چنانچہ ہم غرض کر چکر کہ قطب راوندی کا قول ابن میثم نے  
ابتدا میں نقل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں صرف نقل احوال سے یہ غرض پیدا نہیں ہو سکتی جب تک  
کہ کوئی دلیل دلالت نہ کرے اور دلیل میں جب نظر کیا جاتا ہے تو اس کی خلاف بردلالت کرتے  
ہے اور یوں یہ ہے کہ قول ابن ابی الجہید کا صحیح ہے اور قول قطب راوندی غلط کیونکہ قول  
ابن ابی الجہید ایک مستحکم دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا نفع ہونا محال ہے وہ یہ کہ اوفا  
مذکورہ صاف دال میں کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر  
میشتر متولی امر خلافت ہوا اور یہاں مراد صاف ہے ایسا صاف واضح ہے کہ ہر شخص حکومتی  
بھی فہم ہوگی سمجھ لیگا کہ سوائی خلیفہ کے کوئی دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہیں  
ہو سکتا چنانچہ ہماری شرح اوصاف سے بخوبی ثابت ہے اور قول قطب راوندی کا اسد رہ  
ابہام و اجمال میں ہے کہ کوئی مائل ہو سکتا ہے تسلیم نہیں کر سکتا اول تو خود اوصاف ہر  
دوس سے ایا کرتے ہیں ہر کوئی وجہ نہیں کہ جناب امیر ہو سکتا ہے بطور کتاب بیان فرادین اور نہ  
ایسا شخص جو ایسا موصوف کے ساتھ تصدیف ہو اس قدر گم نام ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی عجیب  
اور آپ کے قطب صاحب ہی بس اس قدر فرادین کہ کوئی شخص صحابی میں سے تھا جو قبل  
وقوع فتن و فوات پا گیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ آپ کے قطب الاتحاب دعوت الافواش  
آپ کے صحابہ مقبولین میں سے مثل مقداد و عمار و ابو ذر وغیرہ کے کب کا نام فرادین اور ہم  
ثابت کر چکے ہیں کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ پس ہے

مہل قول کو بلا دلیل و دوسرے اقوال مدللہ کا مبطل سمجھنا ہماری فاضل محیب ہی کو نشان  
 شان ہے۔ مہند اگر اول بیان کرنا کسی قول کا دلیل اس امر پر ہو کہ اقوال لاحقہ باطل ہیں  
 تو سب سے اول ابن میثم نے لکھا ہے، والمنقول ان المراد بظان عمر۔ تو حسب قواعد مسلمہ  
 محیب کے لازم آتا ہے کہ یہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول بیان کیا ہو کہ غلطی و کتب  
 قطب راوندی کو فراموشی اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ مقصود و تکذیب راوندی ہے کیونکہ  
 بعد اس کے پہلے قول کا سوید ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول بیان  
 کیا تھا کہ مراد لفظ ظان سے عمر ہے جو مبطل قول راوندی تھا اور سوید دوسرے قول ابن  
 ابی الحدید کا نقل کیا تو دو نقطیں اس پر متفق ہو گئی کہ مراد عمر ہے اور قطب راوندی کا قول قطعا  
 باطل ہوا۔ پانچویں خطا یہ ہے کہ اعتراف کیا ہے کہ ابو بکر یا عمر کا مراد ہونا علی سبیل التمثیل  
 حالانکہ کوئی قرینہ اس کی تنزیلی ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ سابقین میں کوئی قول جو اس  
 امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ابو بکر ہی نہیں ہے بلکہ اقوال سابقہ یا اس امر پر دلالت میں مراد  
 عمر میں اور یا اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جل میں الصحابہ مراد ہے دو قول اس پر دلالت میں ہیں  
 ایک قطب راوندی کا قول امثالی پر پس یہ کہتے ہیں کہ ابن میثم نے علی سبیل التمثیل کہا ہے  
 سہرہ غلط ہے۔ چوتھی خطا یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ ابن میثم نے یہ قول الزام ابن ابی الحدید  
 کو رد کی گئی لکھا ہے نہ یہ کہ وہی شامی اس قول کے قائل ہیں۔ کیونکہ جیسا اس قول سے  
 ابطال قول ابن ابی الحدید ہوا اس سے زیادہ تردید قول آپ کے قطب الاقطاب کے ہونے  
 جو بزرگ صحابہ شارح کے پسندیدہ تھا اس لیے کہ جو خرابی مصیبت کہ مذہب تشیع پر عمر رضی اللہ  
 عنہ کے واقع ہوتی ہے وہی مصیبت و خرابی ابو بکر کی مراد ہونے سے واقع ہوگی اور وہ  
 مثل شہر صادق اگر۔ قرآن المظہر و وقف تحت المیزاب تو یہ عجیب الزام ہے  
 کہ جو الزام ابن ابی الحدید کو دیا تھا وہ اپنے سر پر لے لیا اگر بالفرض ابن ابی الحدید  
 کو الزام دینا تھا تو راوندی کے قول کے دلیل کے ساتھ تائید کرتے اور اس کو درجہ اہمال

نکالتے علاوہ ازین اگر شارح نے یہ قول محض الزام فرمایا ہے اور خود اسکا قائل نہیں ہے  
 تو پھر شرح اوصاف میں کیوں اون معنی کو ملحوظ رکھا اور کیوں انوکھی موافق شیعہ کر  
 اور اشارہ شرح میں راوندی کے قول کے طرف کیوں اشارہ کیا یہی نکلیا یہ بعد اوس  
 جو سوال لکھا وہ یہی ہے کہ قول کے موافق لکھا اور جو ابیات دینی وہ یہی ہی قول مطابق  
 تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شارح کے نزدیک راوندی کا قول تو قطعاً غلط ہے پس  
 مراد لفظ فلان ہی کوئی خلیفہ ہے اور وہ شارح کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ابوبکر سے قطع  
 نظر اس سے ابن مسیوم نے اپنے مختصر شرح میں جو شرح کبیر کے بعد سلسلہ میں تالیف کی  
 ابن ابی الحدید کے اور اپنے قول کو ترک کر دیا اور صرف یہ لکھا قیل الامام مرجع عمر قیل بعضی  
 اصحاب میں جاہل غنم دین اللہ اور اس میں یہی ہے اسی قول کو ذکر کیا جو موافق ابن ابی الحدید  
 کو تھا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ باعتبار نقل کے ابن ابی الحدید کا قول نہایت توفیق  
 لیکن نقل کے راہ سے راجح یہ تھا کہ مراد ابوبکر ہوں جسکو شرح کبیر میں بعد نقل قول ابن ابی الحدید  
 ذکر کیا لیکن چونکہ فوت نقل کو رہ جان ہے اسلیئے مختصر میں اوسکو ترک کر دیا اور ابن ابی الحدید  
 کو قول کو مختصر ذکر کیا سو یہ کہنا کہ شارح نے یہ قول الزام فرمایا ہے نہ یہ کہ خود اسکا  
 قائل ہو مگر خلافات ہے سیاق عبارت مرجع اسکا مذکور ہے افسوس کہ علامہ کیستوری  
 تو شرح ابن مسیوم کو نہ دیکھا تھا ہمارے مجھے یہی تو دیکھا قولہ اور دلیل اسکی یہ ہے  
 کہ جو بعد تم تطبیق فلان پر سر بیان کی ہے وہ ابوبکر ہی صادق ہے لیکن حضرت امیر نے  
 خطبہ شتیبہ میں اگر عمر کی مذمت کی ہے تو ابوبکر کی یہی مذمت کی ہے۔ **اقول**  
 ابن مسیوم نے جو بعد تم تطبیق فلان کو بیان کی ہے اور اسکو وجہ ترجیح ابوبکر قرار دی ہے کہ ان میں  
 وہ عسریہ ہی صادق آتی ہے تو وہ وجہ باطل ہے اور وہ ہرگز وجہ ترجیح کے نہیں ہو سکتی  
 اور جب وہ باطل ہو گئے اور یہ ترجیح نہیں ہو سکتی تو اسکا الزام ہونا ہی باطل ہوا کیونکہ  
 جو دلیل نے نفسہ باطل وہ کیا الزام کی صلاحیت رکھ سکتی ہے پھر اسکی نسبت ہماری



فاضل کا یہ فرمانا کریم الزما ابن ابی الحدید کے روکی لینی ہے اور اس کے غلط ہونے کو  
اس کا الزام ہونے کی دلیل قرار دینا حضرت کے کمال ہی خوش فہم پر دلالت کرتا ہے علاوہ  
ازین خطبہ تشقیق کے دیکھنے سے واضح ہے کہ خطبہ تشقیق میں ابو بکر صدیقؓ کے اوّل ان کو  
نسبت جو خلافت میں واقع ہوئی مذمت مذکور نہیں ہے اور عمر فاروقؓ کی نسبت ابو بکر کی  
شکایت سروی ہے توڑی سے عبارت خطبہ تشقیق کی یہی ملاحظہ ہو۔ ومن خطبہ  
صلیہ السلام وہی المعروف بالشفقة والمقصود اما والله لقد اقصمها فلا  
وانہ یسلم ان غلے منها محل القلب من الریح یخدر عنی السیل ولا یرقی الی  
المیر فدلّت دونها ثواب وطوبی عنہا کثما وطفقت الایام ان اصولہا جلت  
واصلہا علی طحت عیار یہم فیہا الکبیر وثیب فیہا الصغیر ویکح فیہا موہن یتلوہ ویر  
ان الصبر علی ہانا الحی فصبرت فی العین قذی وفي الخلق شیخی اری ترائی فیها  
ختم فیہ الاول السیل فادلی بما لفلان بعبدہ ثم تمثل بقول الاعشى سنان یوح  
علی کرہ و یوم جبان اخی جابر فیما عجاہبنا هو لست فیکما حی تذا عقد ہا لخر بعد عفا  
لشہ ما نطر امر عہا حوزہ حشاء لیلظا کما و یخشن جسمہا و یکر العنار و فیہا الاحترار  
منہا فضا جہا کرب الصبیح لکان سنی لہا حوم وان اسلس لہا یقیم فنتی الناس لعمر اللہ  
یخبط و شماس و تلون و اعتراض فصبرت بعد طول ملأ و شدۃ لمحۃ انتہی فیہ

عاقلاً اس عبارت میں کامل فرماوے کہ ابن بیثم نے جو کہا ہے اقول براۃ  
 لابی بکر اشبہ من ارادہ تعلم ما ذکرہ فی خلافتہ عمر و ذہابہ فی خطبۃ بالمعروفۃ  
 بالثقیفۃ۔ اس عبارت کو کیسا صاف واضح ہے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ علیہ  
 السلام خشن المس ہے اور اس میں بکثرت لغزش ہے اور اس کو وجہ سے لوگ خطا اور ساس اور تلوں  
 اور فقر کثرت میں مبتلا ہو گئے اور خلافت صدیقی کے اللہ کو فی برائی اور قباحت ذکر نہیں فرمائی  
 اور اسی کی طرف ابن بیثم نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہما سبقت انہما الیہ افسوس کہ نہ  
 آپ نے شرح ابن بیثم کو ملاحظہ فرمایا اور نہ خطبہ ثقیف کو دیکھا اور یوں ہی آپ کچھ سے  
 کچھ فرمائے لگو مگر آپ فرماوین گے۔ کہ میں تو فارسی خوان تھا میں خطبہ ثقیف کو حسین لغات  
 و شنبہ غیر مانوسہ پڑھی ہوئی میں اور شرح ابن بیثم کو جو زبان عربی ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا تھا  
 پس اچکا بطور اگر مگر کی فرمایا کہ اگر عمر کے مذمت اور سب میں ہے تو ابو بکر کے بھی ہے اس بناء  
 پر ہے کہ آپ نے شرح ابن بیثم کو دیکھا اور نہ بیچ البلاغت کو مگر دو چار سطریں خطبہ ثقیف کے  
 پڑھی ہوئی اس کو ہی اپنے دیانت و انصاف کہ ہے مدینہ درج فرمایا کہ زیادہ تو کیا عرض  
 کروں۔ **قولہ** بلکہ نقد قین مرشد ہے کہ یہ کلام مقام استہزاء و تمسخر میں ہے کہ کوثر بن  
 سیرین نے نزدیک تو ابو بکر سے مراد ہے کیونکہ عمر کے خطبہ ثقیف میں حضرت نے مذمت  
 فرمائی ہے گویا تمہارا بکا ہے کہ اگر ابو بکر کے وہاں بھی مرع کے ہو تو یہاں بھی مرع کی ہے  
**اقول** جب دین و دیانت اور فہم و انصاف کا یہ حال ہے تو جو چاہیں فرما میں نہ کہتا  
 کو دیکھیں یہ سابق عبارت کو ملاحظہ فرمائیں خدا کے لیکر کوئی شخص اہل انصاف کو ہماری  
 قاضی محیب کے اس جواب کو عبارت بیچ البلاغت سے مطابق کر سکے دیکھو اور حضرت کو  
 اور کو فہم و انصاف و دیانت کی داد دو دو۔ جن حضرات کی نظر قین کی یہ کیفیت ہو چکا  
 اپنا مرشد اور راوی بنا رکھا ہے تو راوی بر حال اس نظر کے جو کہ محض سرسری ہوگی تعجب ہے  
 کہ اگر ابن بیثم کو ابن ابی الحدید کے ساتھ استہزاء و تمسخر نظر تھا تو اس کو قول میں سے

عثمان کو کیون اختیار کیا بلکہ اگر عمر کے مراد لینے کا استہزاء کرنا مقصود تھا تو بمقابلہ اس کو  
امیر مغویہ کو ذکر کیا ہوتا کہ میرے نزدیک عمر تو مراد نہیں کیونکہ خلیفہ شقیہ میں ان کی ہمت  
کی ہے امیر مغویہ مراد ہیں تو استہزاء نہایت درست ہوتا اور جب ابو بکرؓ پر نسبت عمر کے ہمارے نزدیک  
ہی بہتر ہیں کہ بزرگ شیعہ جو بحالیف و صحابہ کرامیت کو خلافتین اولیین میں عمر کے ہاتھ سے  
پونچھ کر ابو بکرؓ کے ہاتھ سے اس کا عشر عشر بھی نہیں پونچھا تو ایسی حالت میں ابو بکرؓ کی مراد ہونے کو  
استہزاء و تسخر پر محمول کرنا برابر خلاف عقل سلیم ہے۔ علاوہ ازیں دو ضحیح رہی کہ شارح  
ابن سیثم نے اپنے شرح کے ابتداء میں وعدہ موکہ با بیان غلط یاد کیا ہے کہ اس شرح میں  
بجز حق کے کچھ نہ لکھو گھا تو کیا وہ وعدہ بیان فراموش ہو گیا کہ خلاف حق ابو بکرؓ کے نبی کے  
قائل ہو گئے۔ اور کہا تا تک تسخر اور استہزاء سمجھ گیا۔ شارح ابن سیثم نے دوسری جگہ نقل کیا کہ  
کہ جناب امیر نے جناب شعبین کے نسبت بجا جواب خط امیر مغویہ کے تحریر فرمایا۔ و لعمری ان  
مکاتہما فی الاسلام لعظیم و اللہ تعالیٰ انہما لسلام لمحرج متدید۔ گویا یہ تمام حصہ شرح  
ان دو جملوں کو ہے چنانچہ ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں پس اگر بیان تسخر و استہزاء ابن ابی حنیفہ  
کو ساتھ ہے تو وہ ان کس کے ساتھ تسخر فرمایا جو ایسی جامع تعریف فرمائی اور نیز کہیں رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع و بصر سے تشبیہ دی گئی کہیں نوحؑ و ابراہیمؑ مماثل کیے گئے تو کیا  
یہ سب آپ کی روایات تسخر اور استہزاء ہی ہیں۔ حضرت میر صاحب یہ تسخر اور استہزاء نہیں ہے  
بلکہ خود آپ مصداق اس آیت شریفہ کے ہیں اتخذتموہم سخرا یعنی انہوں کو مذکری  
خدا کے آپ کی دیدہ بصیرت کہو لہے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور اس تسخر و فزادی  
تو ہر کچھ معلوم ہو کہ یہ واقعی مح ہے یا تسخر اور ہر خواجہ جعفر اور صاف و محمد جناب امیر  
رضی اللہ عنہ کے نسبت مروی ہوئی ہیں اس طرح خرافات و دلائل سے باطل کرتے ہیں اور تسخر  
و استہزاء میں اور انہیں اور ہر آپ حضرات میں کہ شیخین کے محامد فضائل کی تسخر اور استہزاء  
پر محمول فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ بھی ہوئے ہیں اور آپ ہی اپنی دعویٰ میں سچے نہیں

پس راہ نجات اور صراط مستقیم وہی ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہو اور وہ بحمد اللہ بہت کم  
 طریق قریب ہے اللھم علیہ احنی وعلیہ استنی و فی نہر موتیم احشرہ فی یوم یبعثون  
**قولہ** خصوصاً ابن ابی الحدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ شقیفہ کا ہے اور کہتا ہے  
 کہ وہ بے شک کلام حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور اوسمیں مذمت ثلاثہ وجود ہے  
 ایک جگہ مذمت کرنا اور دوسری جگہ اسکی طرح کرنا صریح تناقض ہے اور بقابلہ ابن ابی الحدید الزام  
 بہت ٹھیک ہے۔ **اقول** اگر شارح ابن ہشیم کا یہ معصود تھا کہ ابن ابی الحدید کو الزام  
 دیو تو صریح کہنا چاہیے تھا کہ یہ غلط ہے اور مخالف خطبہ شقیفہ کے ہے جسکو ابن ابی الحدید  
 نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز واجب تھا کہ ابن ابی الحدید کی دلیل کا جواب دے کہ  
 مراد ہونی میں بیان کی ہے اول جواب دیتا جواب اسکو یا عل نہیں کیا اور اسکی دلیل کا جواب  
 نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اسکی موافق اور اوصاف کا مصداق خلیفہ کو قرار دیا  
 تو اسکو کیونکر الزام پر محمول کیا جاسکتا ہے علم مخصوص جبکہ یہ الزام خود کذب و دروغ ہو  
 اور بنی اوس الزام کا ایسی دلیل ہو جو اوسنی بیان نہ کی ہو غرض کی طرح پراسکا الزام  
 ہونا ٹھیک نہیں ہے اور نہ مستحضر ہونا اور اگر ابن ابی الحدید کے لیے یہ الزام ہے تو اوس  
 قول کو آپ کیا کرنگہ جو سب سے اول نقل کیا ہے والنقول ان المراد بعللان عسما اور نیز مختصر شرح  
 میں تو بجز دو نو قولوں کو اور کچھ لکھا ہے نہیں اور میں ہی اول اسکو ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے  
 موافق قطب راوندی کے قول کے بطلان کے واسطے مقدم کیا گیا ہے لکھا ہے کہ قبل المراد بہ مدح  
 تو یہاں نہ مستحضر نہ الزام ہے بیان تو صریح اول میں بیان کیا کہ اس لفظ سے عمر مراد ہیں  
 پس یہ صریح اسکو الزام ہونے کو کذب ہے اور یہاں نہ مستحضر نہ ہونیکو باطل کرتا ہے  
**قولہ** اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اسکو قائل ہی ہوں تب ہی کچھ ہی نہیں بطور رحمۃ اللہ علی  
 البشاش الاول ہو مگر اشارہ ہی کافی ہے اسکی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔ **اقول** ای حضرت  
 میر صاحب اخوس کہ آپ نے تو خلفا ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت میں فہم و انصاف

دین و ایمان کو خیر باد کہہ کر رخصت کر دیا۔ پہلا کچھ تو عقل و فہم و ایمان و انصاف سے کام لیا تو  
 اگر شارح اس امر کی وقعت کے قائل ہوں تو کیا یہ اوصاف جو مشابہہ کمالات نبوت کے ہیں  
 بلکہ چشمہ نبوت سے ہی فائض ہوئی ہیں۔ جسکو اندر پانی جاتے ہیں بروی عقل اور ایمان کے مصداق  
 مثل سبحن۔ رحمۃ اللہ علیہ النباش الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ خلق اللہ کے کجی رستی پر  
 لاوی اور دھکی امر امن نفسانیہ کا علاج کر کے اونکو ہلاکت دائمی سے نجات دیوے سنت کو قائم  
 کرے اپنی حسن تدبیر سے فتنہ کو نہ اٹھنے دے برائیوں کی چرک سے نفی الثوب سلیم العرض دنیا سے  
 رخصت ہوا ہو قلبی اعیب ہو۔ خلافت کی غیر مطلوب کو جو عدل و اقامت دین سے جس  
 مستحق ثواب بزرگ کا آخرت میں اور شرف جلیل کا دنیا میں ہونا ہے پوچھ چکا ہو۔ خلافت کے  
 شر سے محفوظ رہا ہو۔ خدا کی اطاعت بجالایا ہو۔ اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا ہو اور سکر بے  
 لگوئی کا یہ حال ہو اسکو کہ چالوئی کی شاخ در شاخ راہوں میں ایسے پریشان ہوں کہ نہ گمراہ رہا۔  
 ہو سکر اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یافتگی کا یقین ہو سکر تو ایسے شخص کے نسبت کوئی ایماندار  
 کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق افسوس شایعہ کا ہے۔ ذرا تو انصاف کی آنکھیں کھول۔ عالمین  
 تو انکی آنکھیں کھول اور انکو ہدایت فرما۔ ایک فریب مجیب۔ پھر بفرض محال اگر یہ کفر صحیح ہو  
 تو اس قول کے نسبت جو آپ کے بزرگوں ہی سے ابن میثم نے ابتداء میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے  
 والمنقول ان المراد بفلان عمر و مختصر میں فرمایا ہے قیل اراہہ مع عمر کیا فرمایا گیا وہاں تو  
 نہ الزام ہے نہ مستحرم عرفی اس عبارت کو الزام یا مستحرم پر معمول کرنا مصداق مثل الغریب  
 یثبت بکل حدیث کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت اسجد ایسے بزدلات میں گرفتار  
 ہیں کہ مفرد مخلص نہیں سوچتا ناچار بے ڈنک ہوتا ہوا پانچ مارے ہیں قال الفا ضل  
 المجیب۔ قولہ۔ بلکہ بعینہ اس جواب کو منع۔ اقول۔ ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہے  
 لیکن امامیہ کو اس جواب کی حاجت نہیں جیسا کہ جواب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے  
 اسلیں کہ انکی کتب میں اس روایت میں ابو بکر یا عمر موجود نہیں بلکہ لفظ فلان جس کا لفظ

ابو بکر و عمر مراد ہوں کیون نہیں جائز ہے کہ شخص دیگر مراد ہوں اور علی التفرک اگر دیکر یا عمری  
مراد ہوں تو محمول علی وجہ تضام جیسا کہ قول شارح علیہ الرحمۃ جازان یہ کون لفظ  
اس جو اکثر تنزیلی ہونے پر آواز بلند پکار رہا ہے پس تنزیلی جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب  
سمجھنا آپ کو خاتم المتکلمین یا صاحب آیات بنیات کی خوش فہمی ہے یقول العبد  
الفقیہ اے مولانا الغنی جناب میرے صاحب یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بعض  
شیعہ سے نقل کیا ہے یہ محض آپ کا کذب و افتراء ہے ہرگز نہ کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بعض  
پر وال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر دال ہیں کہ یہ سوال وجواب تمام اہل شیعہ کی طرف  
سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہیں کیونکہ اس عبارت میں واعلم ان الشیعۃ و غیرہ  
ہمنا سوال افعالوا ازہدہ المادح الی ذکرہا علیہ السلام حتی احدى الرجلین تنافی  
ما اجمعنا علیہ من تخطیبتہم واخذہما منصب الخلافۃ فاما ان لا ینکون الکلام من کلامہ  
علیہ السلام و ان ینکون اجماعنا خطا اثر احوالہما من وجہین لفظ ما اجمعنا علیہ او  
ان ینکون اجماعنا خطا صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ سوال تمام شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کے  
تخطیب کے اجماع میں شامل ہیں مطلق شیعہ کا اجماع بیان کرنا دلیل صریح اور کلمہ عموم قبول  
کی ہے پس یہ آپ کی اور آپ کے گشتوری صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے کہ اس سے بعض  
شیعہ سوای اپنی مراد لیتے ہیں اور گہرو دار اہل حق سے فرار کر کے اس اجماع سے جو مبنائی  
اصول مذہب ہے دست بردار ہوتے ہیں فاعتبر وایا اولے البصائر علاوہ ازیں اس  
سوال کا مبنی اول یہ ہے جو کہ اول ابن مہتم نے لکھا ہے۔ وللمقول ان المراد بفلان عمر بن  
وہ ہے کہ جو لکھا ہے اقول المراد لای بلکہ اشبہ من المرادۃ عمر تیسری وہ ہے جو کہ شرح  
لے ازہدہ ان عجائب شیعہ سوال زد کیا ہے کہ میں کہہ رہا ہوں جو حضرت علیہ السلام تو شخصوں کو بکرمین کو ایک کے حق میں فرمائی  
اور کہ مخالف ہے جس پر ہذا کو خطا کی طرف نسبت کرنے اور منصب خلافت چھین لینے سے اجماع کیا ہے پس یا تو یہ کلام حضرت  
کلام نہیں اور یا یہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے۔ پہرا سکا اوہوں نے اور طبع پر جواب دیا ہے ۱۲۔

اوصاف مذکورہ میں اوصاف کی محال کو ایسی شخص میں منحصر و متین کیا کہ غیر خلیفہ کا جمال  
 قطع ہو گیا اور یہ تیون امور ظاہری کی مناسی اعتراض شیعہ غیر امامیہ پر نہیں ہے بلکہ ان  
 میثم نے یا انیاسلم بیان کیا ہے یا اپنی اکابر امامیہ سے نقل کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی  
 کی اکابر یہ فرما گئی کہ مطلق لفظ شیعہ سے امامیہ اور اثنا عشریہ مراد ہوتے ہیں بلکہ اگر آپ متبع فرمایا  
 تو یہ ہی ثابت ہو جائیگا آپ کے اکابر تصریح فرما گئے ہیں کہ سوای امامیہ کے اور کوئی شیعہ ہی  
 نہیں۔ چنانچہ ان ہی آپ کے حضرت علامہ کنستوری کی نسبت ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ  
 فرمایا ہے کنستوری در حقیقت ناصری و آئندہ را بر اسلحہ پند و ورق و مقابلہ شدید علماء و  
 کردہ ثابت نموده باشد کہ غیر اثنا عشریہ حقیقتہ شیعہ نیستند و اطلاق لفظ شیعہ بر اثنا عشریہ  
 پس جب لفظ شیعہ عرف الاطلاق امامیہ ہی مراد ہوتی ہیں ماسوائے امامیہ کچھ شیعہ سے کوئی لفظ  
 عرف الامامیہ شیعہ نہیں تو بجائے اگر شیعہ مطلق ہو یا بعض شیعہ ہو تو لامحالہ مراد اس سے  
 امامیہ ہونگے اور آپ کی کنستوری صاحب کا فرمانا کہ بعض شیعہ سے ماسوائے امامیہ مراد میں ہر  
 لغو اور باطل ہو گا اور علامہ کنستوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جواب کے حاجت نہیں غلط ہو گا  
 سلمت شیعہ غیر امامیہ مراد ہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ توجیہات بعض شیعہ غیر امامیہ کے ہیں  
 فرع اس امر کے ہی کہ یہ روایت اولیٰ کتابین موجود ہو اور جب تک یہ ثابت نہ کریں اس وقت  
 اس توجیہ کو بعض شیعہ مجہول کی طرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا بیج انکسار  
 میں لکھنا ان فرق پر حجت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ امامیہ کو ان توجیہات کی ادسوف حاجت  
 ہے جبکہ اولیٰ روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر ہو چکی اور آپ کے علامہ کنستوری کی غلطی ہے اگر بالفرض  
 آپ کی روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر بجائے فلان نہ ہو اور آپ کے اکابر علماء ہی نے تصریح کی جو باصر  
 وہ اوصاف ہی یقیناً مہم پر اس طرح دال ہوں کہ عرف ابہام و شرکت کی قطع ہو گئی ہو تو بت  
 ہی یہ کہنا کہ محکم حجتیاج جواب نہیں محض جواب سے پہلو تہی اور غلط سمجھا جائیگا۔ فر  
 نماشا یہ ہے کہ علامہ کنستوری نے توجیہ متصلا حناس و استلاب قلوب کو یہی کہہ ہی قرار دیا

جیسا کہ توجیہ توسیخ عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہمارے فاضل محیب توجیہ بہتصلح  
 کہ شیعہ امامیہ کی طرف سے ہونی کی خبر میں اور فرماتے ہیں کہ اگر علی الترتیل ابو بکر یا عمر مراد ہوں تو محمول علی  
 وجہ الاستصحاب جیسا کہ قول شارح جازانہ کون اس جواب کے تنزیلی ہونی پر با وائیں  
 بکار رہا ہے ہم نے مانا تنزیلی صحیح لیکن علامہ حوی کا یہ فرمانا کہ اس کا کذب محض استہلال  
 سامی کذب محض ہوا۔ رہا اس جواب کے تنزیلی ہونے کی نسبت اول آپ تمام عبارات ابن مہم  
 دیکھیں اور پھر کسی عاقل محض سے دریافت ہی کیجئے اور اس کے بعد کچھ فرامیسی قال الفاضل  
 المحجیب - قولہ - بعد اس کے صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - وبعض از امامیہین گفتہ اند  
 کہ غرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توسیخ عثمان و تخریض برا و بود - اس کے جواب میں علامہ ستوری  
 فرماتے ہیں - بچک از امامیہ این توجیہ نکرده الخ بجواب اس کے صاحب آیات نیات سلمہ فرماتے ہیں  
 لیکن یہ جواب علامہ ستوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اور اس کو ہی ابن مہم نے نقل کیا ہے  
 اقول - اگر غرض یہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ بے فروغ ہے شرح ابن مہم  
 موجود و کثیر الوجود ہے کہیں لفظ امامیہ کا نام و نشان نہیں ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہے کل شیعہ  
 اس کے قائل نہیں اسلی کی قول قطب راوندی خود پہلے نقل کر چکے ہیں اور یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے  
 مراد امامیہ ہی ہوں امامیہ انص شیعہ میں یقول العبد الفقیر الی مولانا العن  
 یہی ہی غرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے حسین امامیہ ہی داخل بلکہ حسب ادعائی طائفہ فرد کا مل میں  
 اور یہ دروغ نہیں ہے دروغ یہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہے  
 شرح ابن مہم موجود شیعہ میں کثیر الوجود ہے اور میں کہیں لفظ بعض کا نام و نشان ہی نہیں  
 جبکہ غم اجابوا کے ضمیر اور شیعہ کی طرف عائد ہے جو ماقبل میں مذکور ہیں اور جو خطیہ شیخین کے  
 اجماع میں شامل ہیں اور جن کو مذہب پر سوال ارہوتا ہے تو محیب ہی وہ ہی ہونی اور ان میں  
 بیش دست بر علم خود امامیہ اثنا عشریہ میں جو عند الاطلاق مراد ہوتے ہیں تو سوال اور جو  
 اکثر شرکت سے پہلے ہوئے علی الخصوص جبکہ آپ کے علماء نے تصریح کی ہو کہ لفظ طلاق



ایو بکر یا ستر مراد ہیں اور یہ امر خود بدیہی ہے کہ ایک قطب راوندی کا ایک قول میں منفرود  
 ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہیں ہو سکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اسکا قائل نہ ہو۔ پس یہ کہنا  
 کہ یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہوں بالکل و اہیات ہی بلکہ لامحالہ لفظ شیعہ سے  
 اسجگہ مراد امامیہ ہوگی **قولہ** اور نیز یہ توجیہ علی التنزل ہے نہ علی تحقیق اور یہ بات  
 ظاہر ہے کہ تنزل و تقدیر پر جواب کسی فرقہ کیطرف سے دی جاتے ہیں کوئی اور کو اصلی جواب  
 اس فرقہ کا نہیں کہہ سکتا اگر بالفرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہوں تب ہی یہ اصلی جواب  
 نہیں ہے سنی علماء علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ یہ ایک از امامیہ این توجیہ نکر وہ بالکل صحیح و درست ہے  
**اقول** اقوال سابقہ میں اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات اور تنزلی ہونے کا ابطال  
 ہم بیان کر چکے ہیں قطع نظر اس سے کوئی قرینہ عبارت میں اور سکر تنزلی ہونے پر دلالت نہیں  
 کرتا پس یہ نسبت تنزلی ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہ جواب  
 تنزلی ہو تو بھی علامہ ستوری کا یہ فرمانا کہ یہ ایک از امامیہ این توجیہ نکر وہ بالکل کذب و دروغ  
 ہے کیونکہ یہ محض اس توجیہ کے وجود پر انکار ہے حالانکہ اسکا وجود علی سبیل التنزل مسلم ہے  
 تو مطلق یہ کہنا کہ یہ ایک از امامیہ این توجیہ نکر وہ دروغ ہوا۔ جو آپ فرماتے ہیں اگر یہ ہی  
 مدعا تھا تو آپ کے علامہ یہ فرماتے یہ ایک از امامیہ این توجیہ نکر وہ الا ابن میثم کہ علی التنزل  
 بیان کردہ مطلق انکار صحیح ستفاد ہوتا ہے کہ یہ توجیہ نہ علی تحقیق نہ علی التنزل بیان کی نہیں گئی پس  
 ثابت ہوا کہ شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہیں اور یہ جواب تنزلی نہیں اور اسکی نسبت علامہ ستوری  
 کا انکار سراسر غلط اور کذب ہے۔ **قولہ** یہ ہی واضح راسی عالی ہو کہ شارح ابن میثم علیہ الرحمۃ  
 حکیم شریعین اور بیہود محاکمہ اقوال مختلفہ عام شیعہ کو بلکہ اپنے دہشت میں جو اعتراض  
 وارد ہوتا دیکھتے ہیں بلکہ کر اور فرض کر کے اپنی سمجھ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہیں یہ آپ کے  
 خاتم المتکلمین کی سمجھ کی خوبی ہے کہ او کو اصلی تحقیقی جواب سمجھ کر الزام نقل کرتے ہیں  
**اقول**۔ ظاہر اس عبارت سے مقصود اثبات عدم توثیق ابن میثم مد نظر ہے

اور یہ ثابت کرنا ہر کہ وہ طب یا بس اقوال مختلف عام شیعوں کو نقل کرتے ہیں اور اپنی دانت  
 میں جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہیں اسکو فوضاً یعنی کذباً و افتراءً شیعہ کی طرف منسوب  
 کرتے ہیں اور اپنی سمجھ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہیں تو ایسا اقوال اور ایسی شخص کے اقوال  
 الزاماً نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھنا خاتم المتکلمین کے سمجھ کی بجائی ہے تو ابن میثم کی نسبت  
 یہ دعویٰ محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور انکو شرح کی نسبت متاقباً  
 بیان کی ہیں انکو خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ محیب لبیب کے نزدیک سب کذب و دروغ  
 ہیں ابن میثم کے علوم و تہ کے توبہ حالت پر آپ کے قاضی شوستری نے مجالس المؤمنین میں  
 اسکو تخریج و حکمت پر آپ کے خواجہ خواجگان نصیر الدین طوسی کی شہادت بیان کی ہے اور  
 شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنے شرح خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد موقوف کیا ہے  
 کہ سوائی حق کے کچھ نہ لکھو نہ لکھا اور باطل کی طرف ہرگز میں نہ دو نہ لکھا اور یہ اسلیو کہا ہوگا کہ دیکھا  
 عموماً علماء شیعوہ تعصب میں اگر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اسکی عبارت یہ ہے و شرعت  
 فی ذلک بعد ان عاهدت اللہ بجانہ انی لا اضر فیہ مذہباً غیر الحق ولا ارتکب  
 ہوسمی لمراعاة احد من الخلق اور اگر آپ متبع فرماؤ گے تو معلوم کریں کہ آپ کے بعض علماء  
 اپنی فہرست علماء میں یہ بھی لکھا ہے ومنہم الشیخ الحسن المیثم بن علی بن نصیثم البحرانی  
 مصنف شرح نہج البلاغۃ و تحقیق انکی کتاب بالذہب علی الاحادیث لا یالہجر علی  
 الاوراق پس جس مصنف کا یہ مرتبہ ہوا اور مصنف کی یہ حالت ہوا اسکو عدم توثیق کوئی کوئی نہ کر  
 بیان کر سکتا ہے۔ حضرت محیب کی اس تقریر سے اہل انصاف ملاحظہ فرماویں گے کہ شکنجہ  
 اباحت اہل حق میں یہاں تک تنگ آئی کہ راہ فرار جہات مستہ سے مسدود پا کر اپنی عقیدہ علماء کے

کتاب حق کی طرف راہ فرار کیوں نہیں کرتے  
 ابن میثم نے شیخ نہج البلاغۃ کے طریقین خدا کو عہد مقرر کیا ہے

۱۔ اور میں نے اس شرح کو شروع کیا بعد اسکو کہ خدا سے عہد باندھا کہ جو مذہب حق کے دوسرے مذہبوں کو نکال دے اور غلط ہیں  
 کیکی رعایت کو جو ہر خواہش نفسانی کو اختیار نہ کر دے گا۔ ۱۲۔ ۱۔ شیعہ احمد انکو شیخ حسن میثم بن علی بن  
 میثم بحرانی شیخ نہج البلاغۃ کا مصنف ہوا تھا لکھو غلطی ڈیلو نہر سونے کے ساتھ لکھنے کے لائق ہیں  
 نہ کا قد و نہ پس یا ہی سے ۱۳۔

عدم توثیق ثابت کرنے لگی اور انکو حاطب المصلیٰ قرار دینو لگے۔ تو جو امر ایسے شخص کے مختار  
سی ثابت ہوگا اور جو احوال الیہ مرتبہ شخص کے ایسی موقوف اور معتمد کتاب میں درج ہونگے  
اہل حق انہی الزام دینے میں کیوں دریں گزینگو۔ اور ایسی معتمدہ نفل سے کیونکہ الزام تمام  
ہو سکتا الزام اول ہی مور سے ثابت و تمام ہوتا ہے کہ جنگی نسبت خصم اعتراف کرے  
اور اوسکو لیے مضار اول حق کے لیے مفید رہا اور بیان مجد اللہ الیسا ہی ہے کہ شرح ابن شیم  
کو نزدیک لفظ فلان سے مراد یا ابوبکر ہے چنانچہ اسکی عبارت سے صاف واضح ہوا یہی  
اوسکی عبارت سے ہویدا ہے کہ اوسکو نزدیک قول دندی پسندیدہ نہیں اور نہ اوسکی طرف  
اوسکو میلان ہے تو اس صورت میں ہمارا الزام بحول اللہ وقوتہ نام ہے اور آپکا اور آپکو کتوری  
صاحب کا انکار نا واقفی ہے یا عناد۔ **قول** یہی سبب کہ شارح علیہ الرحمۃ نے  
واعلم ان الشیعة فدا و مرد و اہنسا سول الخ میں بطور محکم فرض تسلیم قول نفل کر کے  
اسکو جواب لکھی میں مرد آپ ہی فرمایا کہ اگر اس سے مراد شیعیہ امامیہ میں اور شارح کی مختار  
ہے تو کوئی شیعیہ نے فلان سے ابوبکر یا عمر یا ان دونوں میں سے ایک مراد لیکر یہ تو جہیں کہیں  
ابن آخر جو شارح علیہ الرحمۃ لکھتی ہیں تو کسی کتاب سے لکھتی ہیں یا یوں ہی خیالی کہوری  
و ڈراہم ہیں اور شروح النج البلاغت ہی موجود ہیں اگر یہ قول شارح کا تحقیقی ہو تو چاہی  
کہ ادرکتا یونین ہی یہ تو جہیں مذکور ہوں مرد زبانی دعویٰ کون سنتا ہے **قول** اگر یہ  
ہمارے فاضل مجرب کے رای میں محکم ہو گو علی سبیل القرض و تسلیم ہی سمجھتا ہم محکم کی کمی ضرور ہے  
کہ حکم ایک شخص ثالث ہونا یعنی کہ ایک مدعا کی نسبت ایک شخص کی صحت پر استدلال ہوا اور اس  
کو کسی شخص اوسکا نقض و ابطال کرے۔ بقدر شخص ادن دونو خصمین میں قول فیصل لکھکر  
حکم ہو سکتا ہے اس طرح ما نحن فیہ میں ہی ہماری محجوب پر لازم ہے کہ اول ایک مدعا قرار دین  
اور بعد اسکو دسپخصمین بتجویز فرمائیں پہراون دونو خصمین کے لیے شارح ابن شیم کو حکم  
قرار دیکر فرمائیں کہ اوسکا یہ قول فیصل اس نزاع میں وارد ہے جب ہم یہاں پہنچنے لگے ہیں

تو واضح ہوتا ہے کہ اہل شارح ابن میثم نے بطور نقل کے بیان کیا کہ لفظ فلان سے عمر مراد ہے  
 پہراندی سے نقل کیا کہ ایک شخص مجہول الاسم درلمسی صحابہ میں سے مراد ہے پہراندی کے ایک  
 نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن ابو جعفر سلوم ابو بکر عثمان ملازمین تو عمر  
 مراد ہو گئی پہر اپنے رائی کہ نسبت عمر کے ابو بکر کا مراد ہونا اس شبہ بحث ہے ظاہر کے بعد اسلی  
 شرح اوصاف بیان کر کے شیعہ کی طرف اعتراض اس بار پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد  
 ابو بکر یا عمر بن پہراندی ہی کی طرف سے دو جواب نقل کیے تو اب فرمایا کہ محاکمہ شارح نے  
 کیا کیا۔ اور خصمین کون کون ہیں۔ اور قول فیصل کو نسا قول ہے جو شارح نے لکھا ہے  
 لگو یہ ہی دونو جواب قول فیصل میں تو قطع نظر اس کے کہ فیصل اپنی طرف سے ہی ہوتا ہے  
 تمام الزامات کذب و دروغ کے جو خاتم المحدثین کی طرف نسبت کرتے تھے وہ سب آپ کے  
 کذب و دروغ ہو گئی مغرض اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ فرض و تسلیم  
 کہنا سر غلط اور ناواقفی ہے۔ اب رہا ہمسریہ سوال کہ اگر یہ بطور فرض و تسلیم محاکمہ نہیں ہے  
 اور واقعی نقل ہے تو بتاؤ کہ یہ کہاں سے منقول ہے اور کس شیعہ نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے  
 کیونکہ اگر تحقیقی ہے تو اس حال میں تو جہین کتاب میں مذکور ہو گئی وہ نہ زبانی دعویٰ کون سنتا ہے  
 سوا اہل علم و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہمسریہ کیا موقع تھا نقل تو آپ کے ابن میثم  
 فرمایاں اور آپ سوال ہم سے کریں سبحان اللہ حضرت میر صاحب فراموش کے باتیں کیجے  
 ہمسریہ سے کیا غرض کہ آپ کے فاضل متبحر حکیم نے سچ کہا یا کہ جھوٹ بول دیا جب اسے ایک  
 امر کو نقل کیا۔ پس ہمارے یہی حجت ہو چکا خواہ کئی واقعہ کسی سے منقول ہو یا نہ ہو اور کسی نے  
 لکھا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہ ہو ہماری حجت ہر طرح تمام ہے بلکہ اگر آپ کا  
 اور آپ کے کسٹوری کا فرمانا صحیح ہے اور فنی الواقعہ کینی نہیں لکھا تو یہ آپ کے فاضل متبحر  
 حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہوگا خلاف واقع اپنے برزگوں پر اقرار بانہی میں اور  
 اور انکی طرف وہ امور منسوب کرتے ہیں جو انہوں نے فرمائی نہیں لیکن یہ طریقہ کچھ نہیں

بلکہ یہ سب علمائے شیعہ کا یہی ہی وتیرہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ پر افترا باندھ چکے ہیں اور ائمہ  
 اذکیہ تفصیل و تفسیر فرمائی ہے تو اگر شارح ایسا کیا ہو تو کچھ خلاف قوم کے نہیں کیا۔ کہہ  
 شارح کا کہنا ہمارے لیے ثبوت مدعا میں کامل محبت ہو کیونکہ جب ایسی بڑے وقت دار شیعہ  
 امامیہ اثنا عشریہ نے ایک امر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ محض  
 کر لیے محبت ہو گیا پس اسکی نسبت آپ کا یہ فرمانا کہ یہ خیالی گھوڑی دوڑائی ہیں اور زبانی دعویٰ  
 کون سنتا ہے ابن میثم کے خلاف شان ہے۔ لیکن آپ جس قدر چاہیں اور سپر تبرا پڑھیں جتنی  
 چاہیں گالیاں دیں اب الزام اوٹھنا محال ہے۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ کیا ضرور ہے  
 اگر یہ تحقیق ہو تو کتا بونہیں ہی مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان علماء امامیہ نے جو محاصرین  
 ابن میثم تھے درس تدریس یا بحث و گفتگو کے وقت یہ اعتراضات کیے ہوں اور یہ تو جہات  
 زبانی کی ہوں۔ اور ابن میثم نے بطور نقل کے انہی اپنی شرح میں درج کر دیا ہو اور کیا ضرور ہے  
 کہ اگر یہ اعتراضات و جہات شروع میں مذکور ہوں تو ہم یا آپ تک اذکیہ مطالعہ کی نوبت  
 آوی آخر فاضل دہلوی نے اپنی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اور اپنی نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے  
 اس سے یہی یہی مدعا تفریبات ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل دہلوی کی ہم قریب نقل  
 کرتے ہیں۔ اور علاوہ اسکو اور بھی شروع و تاجم اسکی میں اگر آپ کو نصیق ابن میثم کی منظور ہو۔ تو  
 انکو تلاش و تتبع کیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے ہمارے لیے بس ہماری الزام کی تکمیل کے واسطے صرف  
 ابن میثم کا لکھ دینا ہی کافی ہے قطع نظر اس سے ہر کوئی تعجب و حیرت ہو کہ آپ ابن میثم کے  
 قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہمسے پوچھتے ہیں اور قطب راوندی کے اس قول کو  
 جو آپ کے نزدیک صحیح و مسلم ہے انہیں کو لکھ نہیں دیتے کہ وہ میں کیا ابہام و اجمال ہے کہ جہاں کچھ  
 انتہا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ مراد ایک رجل صحابہ سے ہے جہاں کچھ نام ہے نہ نشان ہے  
 اب ہم اسکی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جسکی ایسی صفات کا ملکہ جنابا لہ  
 بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہیں ہو سکتا جسکو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی

شخص معلوم ہے تو متعین کر کے بتلائی یا اپنے قطب الاقطاب سے دریافت کیجور نہ صفا  
 معلوم ہوگا کہ آپ کے قطب الاقطاب نے الزام کے خوف سے عقلی گھڑی دوڑائی ہوگی تو ایسی زبانی  
 باتیں جب آپ کو ہم مذہب اور متبع ہی نہیں سنتی تو ہم کب نہیں گے قال الفاضل لمحب  
 قولہ۔ اور اس بحث میں صاحب تحفہ فرماتے ہیں ولہذا اشارہ میں انج البلاغۃ از امامہ در تعین  
 فلان اختلاف کردہ اند بعضیہ گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است بعضی گفتہ اند عمر است اس جواب میں  
 علامہ ستوری چھلکا فرماتے ہیں۔ ان ہذا۔ لانک سین۔ ازین ناصبی باید پرسید کہ مراد  
 شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است۔ بجواب اس کے صاحب تہات میں تسلیمہ نقل عن خاتم العلما  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہاں تک نہ ابہتان عظیم۔ زیرا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل ہجرت ہستند۔  
 مع۔ اقول۔ آپ کے خاتم المحدثین کے اس قول نے فیصلہ ہی کر دیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت  
 میں کتب لفظ فلان ابو بکر نہیں ہاں اس کے مراد میں معنی میں بتقدیر تسلیم و تنزل احتمال ابو بکر یا عمر  
 لکھا ہے پس جناب مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجای لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ  
 میں اسکا انکار نہیں کیا کہ معنی مراد ہی احتمال میں یہی علی تقدیر تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے  
 یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ سخت حیرت اور نہایت تعجب ہے  
 کہ آپ کی سلیس اور سہل عبارتوں میں اس قدر فاحش غلطیاں کرتے ہیں۔ اسی لئے نسخہ نقل انصاف  
 و عدل خدا کے لیے ذرا ہمارے عجیب سبب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرمادیں جس سے صاف معلوم  
 ہو جائیگا کہ نہ عبارت تحفہ کا مطلب سمجھ کر نہ کنستوری کے مدعا تک رسائی ہوئی نہ از آلہ العین کا  
 مضمون ذہن عالی میں آیا۔ یا یہ کہ مضمون سمجھ گھر میں لیکن اپنے دیانت و انصاف کے ساتھ  
 سے لاچار ہیں بمقتضای اس کے ایسے خرافات باتیں نہ فرمائیں تو کیا کریں دیانت و انصاف کا  
 ثبوت آخر کس دلیل سے ہو۔ اس قول میں اول خط فاحش یہ ہے کہ فرماتے ہیں خاتم المحدثین  
 کو اس قول نے فیصلہ کر دیا کیونکہ تسلیم کر لیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں لفظ فلان ہے اور لفظ  
 ابو بکر نہیں ہاں اگر معنی کے تنزل احتمال ابو بکر لکھا ہے حالانکہ کسی نے صاحب تحفہ نے

نصاحب ازالۃ الغین نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان لفظ  
ابوبکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعویٰ تحریف نسبت شریف رضی کے شرع کے  
تعیین یعنی مرادی کو قریہ اور دلیل ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ دہلوی قدس سرہ  
الغیر تحفہ میں فرماتے ہیں - ورنہ عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغۃ کہ شریف رضی  
برای حفظ نہ سب خود تصریف کر دہ لفظ ابوبکر اخذ نمودہ و بجای اول لفظ فلان آوردہ است  
تسک متواند نمود لیکن کرامت حضرت امیر ائمتہ کو اوصاف مذکورہ صریح تعین مہم کیست  
چنانچہ بیان خواہ شد بہت اشارتیں نہج البلاغۃ از امامیہ و تعین لفظ فلان  
اختلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند مراد ابوبکر است بعضی گفتہ عمر است - اس عبارت سے صاف  
واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ تحریف کر لیے دو دلیلین ذکر فرمائی اول یہ کہ انصاف  
مذکورہ تعین مہم کرنے میں دوسری یہ کہ شرع نے بطور بیان مراد کے ابوبکر یا عمر کو  
بیان کیا ہے اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان  
لفظ ابوبکر اور جب کچھ سخی مرادی ہونے کو تسلیم کر لیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول  
کر لیا اور دعویٰ ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جائے سہ پہلی یہ ہی مراد ہو  
اور اگر فیصلہ ہو جائے رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک ہی ممکن نہیں آخر آپ کے علامہ  
کستوری ایسی ہی ہر دہات میں گرفتار ہو کر سری ہی سے انکار کرنا شروع کر دیا کہ  
ہمارے شارحین نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر مراد لی ہے نہ تعین احاد میں اختلاف کیا  
نہ یہ تو جہات مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہیں کہ علماء امامیہ نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر کا مراد  
ہونا تسلیم کر لیا ہے علماء امامیہ میں کسی سی بیان نہیں حالانکہ علامہ کستوری کا یہ فرمانا نقص  
غلط اور کذب تھا اور یہ تو جہات ابن مہتم نے نقل کی ہیں اور اگر بعض محال اسکو تسلیم  
کیا جاوے کہ یہ نقل نہیں بلکہ بجالانے اپنی طرف سے لکھا ہے تو یہی چونکہ سحرانے فضلنا بخیرین  
امامیہ سے ہے اوسیکہ لکھنا ثبوت الزام اور انکار کستوری کے بطلان کے لہذا کافی ہو گیا

دوسری خطا وہی قدیم خطا ہے کہ اسکو تتمہ لی فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعویٰ کے ثبوت کے  
 لیے نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے بلکہ قطعی قوانین اسکو خلاف پر قائم ہیں چنانچہ ہم پہلے  
 عرض کر چکے ہیں۔ تیسری خطا بنائے فاحش اور بیحد یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب نے انکا  
 نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور اسکا انکار نہیں کیا کہ تفسیر مروی  
 احتمالی میں بھی تفسیر تتمہ لے ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔ اور یہ سراسر کذب و دروغ و خلاف واقع  
 ہے اور مصداق مصرعہ چہ دلا و دست الخ۔ کا ہی تحفہ کی عبارت موجود ہے اسکو دیکھئے پھر اوپر  
 علامہ کنٹوری کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی کنٹوری صاحب تحفہ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں  
 قول۔ وہاں اشار صین پنج البلاغت اذا ماریہ در تعین فلان اختلاف کہ نہ بعضی گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است  
 و بعضی گفتہ اند عمر الخ۔ قولنا ان نہ الا انک مبین۔ ازین ماصبی باید پرسید کہ کدام شراح  
 امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است حال آنکہ قبل ازین ابے احمد یہ غیر از قطب راوندی کسی شرح  
 این کتاب شریف نہ پرداختہ چنانچہ ابن ابے احمد یہ در اول شرح خود گفتہ و لمر شرح ہذا  
 الکتاب قبلے فیما اعلیٰ واحد و هو سعید بن ہبۃ اللہ بن الحسن الفقیہ المعروف  
 بالقطب الراوندی و کان من فقہاء الامامیۃ انتہی و نیز ابن ابے احمد یہ در شرح این کلام آنحضرت  
 بعد دعویٰ اینکہ گفتہ۔ فاما الراوندی فانہ قال فی الشرح اند علیہ السلام مدح بعض  
 اصحابہ بحسن السیرۃ وان الفتنہ ہی التي وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 من الاختیار والاشرة۔ جس شخص کو ذرا یہی عبارت سمجھنے کی تمیز ہوگی وہ تحفہ کی عبارت کے  
 سمجھ سکتا ہے کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شارحین راجع  
 کا امامیہ میں ہے یا ہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے اور بعض کہتے ہیں  
 کہ مراد عمر ہے۔ پس اس قول میں بصرۃً اس امر کی نسبت دعویٰ ہے کہ کتب شیعہ میں  
 لفظ فلان سے بطور مراد کے یا ابو بکر یا عمر مذکور ہیں۔ بجواب اسکو علامہ کنٹوری نے اس  
 دعویٰ کی تکذیب کی اور فرمایا۔ ان نہ الا انک مبین یعنی یہ دعویٰ ظاہر بہتان ہے



اس نامی سے پوچھنا چاہیے کہ کونسی شارح امامیہ نے کہا کہ مراد ابو بکر ہے یا عمر تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لفظ فدان سے ابو بکر یا عمر مراد ہونی کی تکذیب ہر اور تحفہ کی عبارت میں نہ اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں سچائی لفظ فدان کے لفظ ابو بکر یا عمر اس روایت میں موجود ہے اور نہ علامہ کنتوری کی تکذیب اسکی طرف راجع ہے پس آپکا یہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر سچائی لفظ فدان ہونے کا کتب شیعہ میں ایچ سرسہ دروغ بیفروغ ہے کسی ایماندار اہل شرم و حیا کا نہ کام نہیں کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے لیکن چونکہ آپکو خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہیں ہو سکتی اسلیے آپ جو چاہیں کریں جو کچھ چاہیں فرمائیے۔ **قال القاضي المحجیب**۔ قولہ۔ زیر کہ مراد ازین ایچ۔ اقول۔ آپ کے خاتم المتکلمین کے یہ تقریر کیا ملمع کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شارح علیہ رحمۃ کی اور شارح امامیہ نے بھی یہ توجیہ ہوگی سالہ دینے میں ایسی تقریریں کرنے اہل دانت کا نہیں بلکہ خاتم المتکلمین نے نہایت چہان بین کی ادبیت سے کتب کے اوراق گردانی فرماتے اور انکو اس شرح میں یہ توجیہات علمی سبیل تسلیم والتنزل ہتھ لگائیں اول تو ان توجیہات کو جو بتقدیر تسلیم و تنزل کے گھر میں اور وہ بھی عام شیعہ کے میں شرح میں لفظ امامیہ کا نام نہ لیا بلکہ نہیں ہے الزاماً بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اس پر لفظ مثل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه الغنى**۔ ادل بجواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے کنتوری نے اسکا صاف انکار کر دیا تھا سو انکا انکار کچھ پیش نہ کیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کے سزا پا چکر جو اہل شرم و حیا کے لیے بہت کچھ ہے تو انکی سلب کلی کے مقابلہ میں اسکو نقیض ایجاب جزئی ثابت کر گئے بلکہ ثابت ہوا کہ انکا انکار محض قصور متنب سے یا عناد سے ناشی تھا اب اپنی اسکا انکار فرمایا کہ سوائی بچرانے کے اور کسی شارح نے نہیں لکھا ہے اور حضرت خاتم المتکلمین نے

لفظ مثل کا کذب خلاف دیانت بڑایا افسوس کہ آپ کو علامہ کنستوری کا حال دیکھ کر عبرت  
 ہوئی اور علامہ کنستوری کے طرح بے تحقیق انکار کر دیا۔ اول پنج البلاغت کی تمام شرح  
 و تراجم ملاحظہ فرمائی اوس کے بعد اگر انکار فرما دیں گے تو قابل جواب ہو گا میں یقیناً کہہ سکتا ہوں  
 کہ آپ نے جمیع شرح و تراجم پنج البلاغت کے ملاحظہ نہیں فرمائی ہو مگر اسلیبی عرض  
 کرتا ہوں معاملہ دینی میں ایسی تقریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں ہے۔ علاوہ ازیں کہ  
 بحث میں جو عبارت کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل مدائسی کے شرح کی نقل کی ہے  
 اس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اس کا استاد نقیب ابو جعفر بھی اس امر کے قائل  
 ہیں کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر ہیں نہ انسی کہتا ہے کہ تنقیب تتم کہ تخریض مجاہد قتی  
 درست می شود کہ مدح شخص ماضی مطابق نفس الامر بود و اس طرح شکر و ترویج سپر اسون آن نگردد  
 چون جناب امیر مہمان اوصاف معترف شود غایت مدح خواہ بود کہ بالاتر از ان باشد  
 نقیب سر بگرمیان فرود بردہ بعد تامل گفت راست می گوئی۔ انتہی۔ اگرچہ اس عبارت میں  
 بصراحت نام ابو بکر یا عمر کا نہیں ہے لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تخریض ہونے  
 پر ہے اور ظاہر ہے کہ تخریض جناب ذی النورین کو ہو گی اور یہ بھی یہی ہو گا کہ انکو تخریض  
 بخبر ذکر محاسن اہل خلیفین سابقین کی نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان  
 محامد اہل شیعہ کو متضمن ہے اور حاصل اس کا وہی ہے جو بحرانی نے اپنی جواب آٹائی  
 میں نقل کیا ہے۔ الثانی اناہ جازان لیکن مدحہ ذلک لاحد ہما نے معرض تعیج  
 عثمان الخ اذ نیز خود حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے آئین تصریح  
 لکھا ہے و از کلمات دیگر شارحین و مترجمین ابن کتاب از امامیہ ہم ترشح صدیق بی  
 آیکمالی الخفی علیہ المستبیین لیکن چونکہ علامہ کنستوری کی تکذیب بحرانی کی نقل سے  
 بخوبی ہو چکی تھی اور شارحین سے نقل کے حاجت ہوئی۔ معہذا کیا یہ خاتم المتکلمین کا  
 لفظ مثل لکھنا آپ کے اور آپ کو علامہ کنستوری کی تقریرات سے بھی زیادہ خلاف دیانت ہو

کہ بدانتہ کذب اور دروغ و جوئے فرماتے ہیں کہ میں کہتے ہیں کہ کسی شارح نے لفظ فلان سے ابو بکر  
یا عمر کو مراد نہیں لیا کہ میں کہتے ہیں کہ یہ اوصاف کبھی ابو بکر یا عمر پر معمول نہیں کیے کہی فرمایا ہیں  
کہ کچھ توحیات و اعتراض کسی عالم امامیہ نہیں کہیں پہر اس پر فاضل مجیب حاشیہ چڑھاتے  
ہیں کہ مفتی صاحب نے بجائے لفظ فلان کے ابو بکر یا عمر مراد ہونے کو سوای اور کسی امر کا انکار  
نہیں کیا حالانکہ ایسا اور ایسا علامہ ستوری کا فرمانا بدانتہ خلاف واقع ہے پہر تعجب ہے  
کہ بانیہمداد عالی انصاف یہ تقریریں خلاف دیانت نہیں معلوم ہوتی ہیں (آرمی) - رع -  
و عین الرضا من کل عیب کلیتہ۔ رہا توحیات کا بتقریر تسلیم و تنزل ہونا اور عام شیعہ  
کے طرف منسوب ہونا سوا اس کا جواب ہم پہلے اس سے گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں **قولہ**  
بعینہ اپنی خاتم المتکلمین کے اس قول کا یہی جواب سنیں **قولہ** زید کہ الخ۔ اقول کلام ابو بکر  
یا عمر کے یقین حتمی میں **بہلولہ** ہرگز شرح ابن بیثم علیہ الرحمۃ موجود نہیں ہے بلکہ یہ معلوم  
ہو چکا ہے کہ جو اس نے علیہ الرحمۃ نے اول قول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہے۔ تاکہ  
معلوم ہو کہ مراد ابو بکر و عمر نہیں ہے اس کے بعد قول ابن ابی السدیہ نقل کیا ہے کہ وہ بعض وجوہ  
حضرت عمر کو ترجیح دیتا ہے کہ یقین ختم کرتا ہے پہر علی التزل بطور فرض تسلیم قول افعال  
یعنی ابن ابی السدیہ فرماتے ہیں کہ در صورت ان ہر دو کے مراد ہونیکو بعض وجوہ سے حضرت  
ابو بکر ترجیح دیتے ہیں بشرطیکہ اسکو استہزانہ سمجھا جاوے پس اسکو یقین حتمی ابو بکر یا عمر  
قرار دینا کمال ہی دانائی ہے **اقول** جناب میر صاحب میں بحاف کہہ سکتا ہوں  
کہ یہ ہم کو تحریر چونکہ اول سے آخر تک ایسی ہی خرافات اور دہیات سے بھرپور ہوتی ہے  
ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ کوئی اہل علم اسکو جواب میں تسلیم اور مٹائی مگر ہم کو اپنی خیریت  
کو ارشاد و پاس خاطر عنایت فرما ہی بندہ نشی عنایت احمد صاحب گنگوہی تسلیم نہ کیا نہ  
مجبور کر دیا اور بجز امتثال کے کچھ نہ کر سکتا ہوں کہنا چاہتا ہوں کہ اسکا کیا فیصلہ  
اس کا نام ہے کیا دیانت اسکو کہتے ہیں کہ بدن شرح ابن بیثم دیکھو اسکی عجائی

توجیہات بلکہ تحریفات بلکہ تذبذب فرار ہے بین شارح ابن ہیثم نے اول میں قول قطب راوندی کی  
اپنی شرح میں کہا کہ لکھا ہے سب سے اول قول جو لکھا ہے یہ ہے والنقول ان المراد فلان  
عمر جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعین حتمی ہے اور بموجب اہل قاعدہ کے دلالت  
کرتا ہے کہ قطب راوندی کا قول قابل اعتبار کے نہیں اور اس کے بعد اس کی تائید ابن کثیر  
سی کی کہ وہ بھی اس امر کا قائل ہے کہ مراد لفظ فلان سے حضرت عمرؓ ہیں اور اس کے بعد اپنی رائی ظاہر  
جو قطب راوندی کے قول کے سراسر مذکور ہے اور کہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ابو بکر کا مراد ہونا بہ نسبت  
عمر کے زیادہ منشا یہی معلوم ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قولین اولین جو حضرت  
عمرؓ کی مراد ہونے پر وال میں وہ بھی چند ان بعید عن الحق نہیں صرف ہشہ اور شاہد بحق ہو گیا  
فوق ہے جو دلول افضل التفضیل کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ صحاح احمد ہا ستلزم صحاح آخر کو ہی لفظ  
فلان لگے کیونکہ میں نے مراد تسلیم کر لو تو دوسری صحاح اور حقیقت باستلزام ثابت ہو جائیگی  
لیکن قطب راوندی کے قول کی سراسر تذبذب ہی پس جو کچھ بہ نسبت مراد ہونی احد الشخنین کے  
بیان کیا ہے وہ جزا یقینی ہے خصوصاً اوصاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اور میں محال  
یا تاویل کی گنجائش ہے باقی نہیں چھوڑی شرح اوصاف میں صاف ثابت کر دیا کہ مراد  
ان سے کوئی خلیفہ ہے۔ اچھا بفرض محال ہوتے تسلیم کیا کہ تعین حتمی نہیں ہے لیکن شارح  
کسی طور پر آخر تعین کو بیان تو کیا ہے پس سلامہ کستوری کا اس کی نسبت مطلقاً انکار کرنا  
ان کی فاحش غلطی ہے یا نہیں پس اس پر چون با توں سے اگر آپ چاہیں کہ اہل حق کا استدلال  
اوپر جاوے یا اگر علامہ کستوری کے جان الزام سے چھوٹ جائی تو یہ ہرگز ممکن نہیں  
بلکہ جعفرؓ آپ اس کی حمایت فرمائیں گے اور سیفہ الزامات زیادہ ہونے چائیں گے چنانچہ آپ اس بحث  
میں دیکھ ہی چکے اب یہی اگر کچھ مسلم دھم دھیا و شرم ہے تو سمجھ جائی ورنہ آپ کو خنیاہ  
وما علینا الا البلاغ۔ **قولہ** معہذا ہم کہتے ہیں کہ اگر شارح بجوانی علیہ الرحمۃ  
نویہ توجیہات بدون فرض تسلیم تحقیقی ہے کی ہوں اور ان کی نزدیک یہ اصلی ہی

جواب ہوں اور جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شرح کو ملاحظہ فرمایا ہو تو کو نشی  
عیب و نقص کی بات ہی یہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ نہ نظر کر  
آپ کو خاتم المتکلمین نے ازلا الغین میں محض اپنی اس توہم سے کہ جناب مفتی صاحب نے اس شرح کو  
نہیں دیکھا کیا زبان درازی اور ہرزہ درائی کی ہے وہ شور و غل مچایا ہے کہ زمانہ کو سرسبز  
اوپٹا لیا ہے حالانکہ ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بروقت تحریر اسکی مضامین کا یا نہ دیکھنا کچھ بڑا  
بات نہیں محض اس توہم سے انکو پاپہ تصنیف و تالیف سے گراتے ہیں اور صاحب تحفہ کی خبر  
نہیں لیتے کہ اور کتب تو ایک طرف اپنی والدہ ماجدہ کی ہی کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی کتاب ہی  
کو نشی چکا اور دیکھو خود حوالہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی ان مضامین کو دیکھنا چاہی تو اس کتاب میں  
دیکھو چنانچہ کئی جگہ سختی میں انکی یہ بات ثابت کی گئی ہے۔ اور نیز اکثر صحابہ بلکہ  
حضرت خلیفہ ثانی جنکو کتاب اللہ دانی کا یہ دعویٰ تھا کہ بمقابلہ حکم آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم جناب کتاب اللہ فرمایا قرآن شریف کی آیت جمین تحفہ کے مونکاکا ذکر ہی بخاتم  
ہوں اور ب بیان کرنے خلیفہ اول کے کہیں کہ گویا آج ہی سنی ہے اونکو شانین کچھ  
چون و چرا انکرمیں اور سند خلافت و امامت بے تکلف و بدین۔ ان نہ الاشی عجاب  
اور یہ حال اکثر کتب میں موجود ہے اگر حضرت مجیب کو شک ہو تو مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۵۸  
مطبوعہ مطبع فخر المصلحین ہے مطالعہ فرماویں چونکہ عبارت طویل ہے اسلیں ہم نہیں لکھتے اور  
خلافت کا اہم مقام دین ہونا ہی اس مقام میں لکھا ہے **اقول** حضرت فاضل  
مجیب کے سمفہم والصفات نے بیان ہی ہٹو کر کہائی اور ایسی ہٹو کر کہ بانی کو منہ  
کوئل آیا۔ حضرت پہلوانشاقرض سبحی بلکہ اول عبارت تحفہ دیکھی ہے اپنی مفتی صاحب  
جواب بغور ملاحظہ فرمائی پھر خاتم المتکلمین کے اعتراض کو بغور تامل سوچی اور اس کے بعد جواب  
دیکھے۔ اول حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے تحفہ میں فرمایا کہ امامیہ شرح  
نبج البلاغت نے لفظ فلان کی جو بیجا البلاغت میں بطور تحریف واقع ہے تیس میں

اختلاف کیا ہے بعضی کہتے ہیں کہ مراد ابو بکر ہے اور بعضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمر ہے سپر  
 ایک علامہ کستوری فرماتے ہیں کہ یہ سراسر سوچ ہی کسی شارح امامیہ نے مراد ہونا لفظ فلان  
 ابو بکر یا عمر کا بیان نہیں کیا وہ نہ عبارت - انھن الا اذک مبین - ازین ماصبی بدین  
 کہ کلام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است الخ اس پر حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ  
 علامہ کستوری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا - قوله ان هذا الاذک مبین - اقول  
 سبحانک ذہابہتان عظیم - زیرا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بحرانی ہستند ولیکن چون  
 این بے نصیب کتب مذکورہ نہ یہ میگوید کہ کلام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است  
 اینک عبارت رئیس الحکماء و استجوبین کمال الدین مذکور بگوشت خود بشنود خاک نلت خود  
 بریزد و دستکم تصنیف بر خیریت قل الخ - ہیطرح اور چند جگہ آپ کے مفتی صاحب نے حضرت  
 خاتم الحمثین کے اس بحث میں تکذیب کی اور اپنا بخر جتا یا اور حضرت خاتم المتکلمین نے  
 اوسکو جواب میں آپ کے مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی اور ابن میثم کی عبارات نقل کر کے  
 اذکر دعویٰ بخر کو توڑا - اب بعد اس تقریر کے آپ اپنی جواب کو مطابق کچھ اور خیال فرمائیں  
 کہ آپ کو جواب اور معارضات کو اس سے کیا رابطہ اور کیا مناسبت ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپ  
 اسکو جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر بحرانی کی نزدیک یہ توجہات تحقیقی اور اصلی جواب ہوں  
 گویا اذکر نزدیک بدون تنزل و استہزاء کہ مدوح ان اوصاف عالیہ کے اور مراد لفظ فلان  
 سر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی ہوں اور فی الواقع مفتی صاحب نے شرح ابن میثم مذکور  
 کو کوئی عیب اور نقص کی بات ہو ایک کتاب کا نہ کچھت یا بر وقت تحریر اوسکو مضامین کا  
 یا ذرہنا کچھ بڑی بات نہیں کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ مذکور ہے لیکن  
 ہم کب کہتے ہیں کہ شرح ابن میثم کا نہ کچھت عیب اور نقص کی بات ہو اور نہ ہیے اور عار  
 خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہو ایک کتاب کا نہ کچھت یا اوسکو مضامین کا بر وقت  
 بخر یا ذرہنا کچھ بڑی بات ہے اور ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک عالم کی کتاب

اور اسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہنا ضرور ہے ہمارا اور ہمارے خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض  
تو یہ ہے کہ اگر مفتی صاحب نے شرح ابن ہشیم نہیں دیکھی تھی یا آپکو یہ مضامین باید نہیں رہے  
تو یہ زبان درازی اور ہرزہ درائی کیوں فرمائی کہ کہیں فرماتے ہیں - ان مذاکاتک بسین  
الزین ناصبی باید پرسید کہ کدام امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر است کہ کہیں لکھتے ہیں - این ادعا  
کذب محض است کہیں فرماتے ہیں - ثبت الدار فم نقش - اول این یعنی با ثبات باید سانیہ  
کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر است الخ - اور کیوں ایسا وادیل کیا کہ زمانہ کو سربراہ طایف  
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شرح نہج البلاغہ کا ملاحظہ فرمایا ہے  
اور تمام شرح کے مضامین اور تمام شرائح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہیں اگر آپ نہیں  
جانتے تھے تو لفظ فلان سے شیخین کے مراد ہونے کا انکار اور علیہ الامامیہ کی توجہات کرتے  
کا انکار کس بنا پر کیا اونکو تو دعویٰ تمام شرح کے دیکھنے اور تمام مضامین کے مستحضر ہونے  
کا ہے - اگر باوجود اس بنیاد کی وہ سمجھتے ہوتے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو اس شد و مد سے کہ نہ پتہ  
انکار کرتے بلکہ یہ کہتے کہ میں نے سوای ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہیں دیکھی یا تمام شرح نہیں دیکھی  
بامین اس دعویٰ کی تصدیق و تکذیب کو نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا یا یہ کہ تمام شرح دیکھی  
ہتی مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہی اے غیر ذرا کہ اور اس میں چند ان نقص  
و عیب نہ تھا اگرچہ اس قدر تو اس میں بھی غل تھا کہ جب کتاب تصنیف فرماتے بیٹھے اور خصم  
کو جواب دینی کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شرح نہج البلاغہ کے اس موقع خاص کو  
دیکھیں خصوصاً ایسا امر کہ جس پر بطلان مذہب کا مدار ہو اور بقول آپ کے بعض شرح ہی  
جنہیں یہ توجہات مذکور ہوں نایاب ہوں تو بڑی افسوس کی بات ہے کہ کتاب کو نہ دیکھ  
لیں اور یوں ہی دعویٰ فرمائیں جس سے معلوم ہو کہ انکا علم تمام شرح کے مضامین کا و  
ہو پس واضح رہے کہ انکو مفتی صاحب نے اپنے بنیادی کا اظہار کیا اور اعتراض علم  
علم پر ہی بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعویٰ سچ ہے کہ باوجود نہ جاننے کے اپنا علم

و تخریب دافتر اور جٹلاری میں اسپر آپکا یہ جواب دینا کہ نہ جاننا کچھ عیب کی بات نہیں اور  
 نہ محفوظ رہنا کچھ بڑی بات ہے یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی  
 بھتی صاحب کی عبارت کو یہی نہیں سمجھ رہے اتنا تو سمجھتے کہ اعتراض سے بچنا ثابت ہوتا ہے  
 یا جاننا اور ازالہ الغین کی عبارت کو یہی نہیں سمجھتے اور نہ اس جواب کو اور نہ کچھ لفظ تعلق نہ کر  
 علاوہ ازیں اس تقدیر پر کہ بحرانی نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ تحقیقی اور واقعی ہو اور انکو نزدیک  
 یہ جواب اصلی جواب ہوں اور بھتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا ہو یا اسکو  
 مضامین انکو یاد نہ رہی ہوں حسب بیان علامہ ابن میثم یہ اعتراض ان المباح التي ذكرها  
 عليه السلام في حق اتحاد البجليين بنا في ما اجمعنا عليه من تخطيهم واخذها من نصب  
 الخلافة فاما ان لا يكون الكلام منك لانه لا يملكه اذ انك لا تملكه فاما ان لا يكون لهما خطأ  
 واراد ہوتا ہے اور علامہ بحرانی نے خود جواب شیعہ سے نقل کیے ہیں وہ جواب بدلتہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ ہرگز صلاحیت رفع اعتراض کے نہیں رکھتے چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے  
 دلائل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے تو اب فرمائی کہ ہر دو امور مندرجہ اعتراض میں سرکسکو  
 قہر یار فرمائی کہ کیا آپکا اجماع خطا پر ہے یا یہ کلام جناب امیر کا کلام نہیں ہے اور  
 شریف رضی نے من تغار النفس کہ یا بڑھا دیا لیکن یہ تو واضح ہے کہ شریف رضی تو دیدہ  
 و دستہ ایسی کلام کو جو صریح مدح شیخین پر دلالت کرے اپنی خلاف مذہب کیوں بڑھا اسیا  
 احتمال ہویدات مذہب میں تو ہو سکتا ہے اور منافات مذہب میں یہ امر بالکل مفقود ہونا چاہیے  
 کا عذر غیر سبوح علی الخصوص طاشیر پریخط الرضی لکھا ہوا ملگیا کہ لفظ فلان کے نیچے عمر  
 لکھا تھا تو شریف رضی کے بڑھائی اور اس کلام کے جناب امیر کی کلام ہونے کا تو  
 احتمال باطل ہوتا ہے یقین ہوا کہ آپکا اجماع خطا پر واقع ہے۔ ہو مطلوب۔ اگر جس  
 گزارش آپکی معارضات یہی باطل ہو گئے ہوتے لیکن ذرا تفصیل سے مینی کہ اول معارضہ  
 جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ الغیر کی نسبت اپنی والد ماجد کی تصنیفات مذکورہ کے



بارہ میں فرمایا اور فرمایا کہ ہم کئی جگہ اس سریر میں یہ امر ثابت کر چکے ہیں۔ پس اس کا جواب تو یہ ہے کہ یہ محض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے اپنی عادت کے موافق عبارت ازالہ انحراف کے مطلب سمجھنے میں غلطی کی تھی چنانچہ جس جگہ اس سریر میں آپ نے یہ نوڈ فرمایا ہے وہیں ہم ہی بخوبی اوسکو باطل کر آکر ہیں حاجت اعادہ نہیں ہو۔ دوسرا معترض آپ نے حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسبت آیت قرآنی متضمن موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد زہنی کی بابت فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اول نسیان کسکو نزدیک محل اعتراض نہیں یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی جائز رکھا ہے۔ خود جناب امیر شیطان لعین کے مہلت یافتہ ہونے کو پہچانی ہوئی تھی اور اہلبیس کی تلقین سے مستنہم ہوئی۔ اور نہ خاتم المتکلمین کا اعتراض نسیان کو بابت ہو پس جب نسیان سنا فی نبوت نہیں تو مناقض خلافت کیونکر ہو سکتا ہے۔ معہذا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ صدمہ ہوش ربا دفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا تھا۔ مگر آپ کو مفتی صاحب پر کیا مصیبت پڑی اور اوندکو کیا صدمہ پیش آیا جس سے اوندکی ہوش و حواس سلب ہو گئی اور باختہ حواس ہو کر یہ غفلت طاری ہوئی اور نسیان پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات کا صدمہ مصیبت ہو اور انکا وارعضال ہونا اسکا باعث ہو تو ہم ہی آپ کو مفتی صاحب کو معذور سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس موقع میں کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسری مواقع میں کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا مضامین کا یاد نہ رہنا کچھ عیب یا نقص کا باعث نہیں سمجھا جاتا ہوں بعینہ یہ وہ ہے کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا وقت تحریر مضامین کا یاد نہ رہنا معیوب نہیں سمجھا جاتا وہ موقع ہے کہ جہاں قیام بینہا تعلق بعید ہو کہ اس سے اولیٰ مضامین کی طرہ اسباق ذہن کا کم ہوا اور انتقال فکر کا ادھر سے ادھر نہ ہو ایسی مواقع میں اگر وقت تحریر مضامین یاد نہ رہے یا کتاب کو نہ دیکھو تو معذور سمجھا جاسکتا ہے اور یہ موقع جو

آپ کے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ خصم نے اپنی ثبوت دعویٰ میں ایک کتاب کے خاص موضع  
 مسئلہ قرار دیا اور اس کتاب کے شروع کے مضامین متعلقہ کو اپنی دعویٰ کی تائید میں  
 بیان کیا تو اگر کوئی شخص اس خصم کے جواب میں بدولت اس کے شروع دیکھ کر اور ان کی طرف  
 مراجعت کرے اور نہ سمجھے کہ دعویٰ کا صدق یا کذب کتب سے مقابلہ کر کے معلوم کرے۔ صحت  
 انکار کر دی اور بھی کہ کسی کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں اور یہ دعویٰ محض کذب و دروغ  
 ہے۔ حالانکہ خود یہ انکار و کذب محض کذب و دروغ ہو۔ تو مگر کہ وہ معذور نہ سمجھا جائیگا اور  
 ملامت نہ بیچے گا پھر اگر کوئی اس کے اتباع میں سے اس کی حمایت کرے اور غدر کرے کہ آپ نے  
 کتاب نہیں دیکھی تھی اور ان کو یاد نہیں رہا تھا۔ تو یہ کسی عاقل کے نزدیک قابل التفات  
 ہونگا بلکہ صدق مثل شہور عذر گناہ بدتر از گناہ کا سمجھا جائیگا کیونکہ اس موقع میں  
 بوجہ غایت انفصال و قرب تعلق نیا نہیں اس پر واجب تھا کہ شروع کی طرف رجعت  
 کرے اور اس دعویٰ کے صدق و کذب کو کتب سے مقابلہ کر کے دیکھے تو اس نے ترک  
 واجب کیا اور اپنی مذہب کی حمایت میں صریح ترک کتب کذب و خیانت کا ہوا تو اس پر  
 موقع میں جعفر ملامت کیجاویں چاہے اور جعفر گرفت کیجاویں یا نہ۔ پس ہمارے فاضل کا  
 بحایت اپنی مفتی صاحب کے فرمانا کہ اگر ادھون نے کتاب نہ دیکھی ہو یا مضامین یا ذریعہ  
 ہوں تو کیا عیب و نقص کی بات ہے۔ سرسراہیات ہی بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سرسراہ  
 عیب اور نقص اور خیانت و کذب اور مرتبہ تصنیف کے بالکل مخالف ہے۔ رہا خلافت  
 کریم المہمات ہونیکا جواب اشارہ فرماتے ہیں سو یہ وہ غلطی ہے جو ابحاث سابقہ میں  
 آپ کو پیش آچکا اور تفصیل تمام اس کی نسبت ہم گذارش خدمت کر چکے ہیں۔ قال القاضی  
 المجیب۔ قولہ۔ یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پاپا سلم اور تین  
 بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا استیفاء نہیں کیا گیا۔ اول۔  
 ثان یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء سنہ کا پاپا سلم و دیانت و فہم و فراہ

بعض مکاتیب بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفاء نہیں کیا گیا  
 یقول العبد الفقیر الی ولادہ الغنی۔ بحول اللہ تعالیٰ وقوتہ اسنت کا آیا  
 علم و دیانت و فہم و فراست ایسا نہ ہر دہا ہرگز کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا یہی جماعت مصداق  
 ید اللہ فی الجماعۃ و غضب اللہ علی من خالفہا کے ہیں۔ ان علماء شیعہ کا  
 پایہ علم و دیانت و فہم و فراست قابلِ کثا ہے کہ جن کو اکابر مذہب انوکی زعم میں یہ تفسیر  
 کو بردی میں مخفی رہا ہے اور مذہب کو داما صندوق تفسیر میں بند نہ کہا سو کجا اللہ فریقین کے علم  
 و دیانت اور فہم و فراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ  
 انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے **قول**۔ مگر کیقدر اس بحث کی  
 مفصل جواب میں بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان کرنے وغیرہ کے علم  
 و فضل کا مرتبہ بھی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے۔ یہاں تک کہ جو باتیں کہ ورس خوان بہمان  
 کو معلوم ہیں انہی ہی کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ جیسا کہ مذہب بلاد و فلان کو بدروغ از  
 قسم قسم دروغ فرماتے ہیں حالانکہ کتب نحویہ و لغویہ میں تصریح ہے کہ مذہب و مذہب بلاد و  
 شل بابہ کے کلمات تعجب سے ہے قسم سے اس کو کیا علقہ۔ اور جواب تنزلی و تفسیری کو اصلی  
 سمجھتے ہیں فیما للجب اس علم و فضل پر کوئی صاحب خاتم المحدثین اور کوئی صاحب خاتم  
 المتکلمین کا خطا باپنی اہل غلط سوچتا ہے ان بد اشی عجاب **قول** اہل انصاف  
 براے خدا ذرا اس بحث کو جو ہماری فاضل محبت نے بصد نادر فخر تحریر فرمائی ہے سنیں  
 اور حضرات علماء شیعہ کا مرتبہ علم و فضل ملاحظہ فرمائیں کہ واقعی جو باتیں کہ اطفال صبر سے کو معلوم  
 ہونگے حضرات انہیں غلطان و پیمان ہوتے ہیں اور انہی ہی واقف نہیں معنی غلط کہا  
 بلکہ انہیں کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ آپ اعتراض فرماتے ہیں اور ظاہر یہ ہے  
 کہ آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہونگے۔ کیونکہ آپ تو فرما چکے ہیں کہ میں محض فارسی نوان  
 ہوں۔ آپ کو کتب نحویہ و لغویہ سے کیا تعلق اور نیز اس قول کے شروع عبارت سے

جس کے اسرار کو خدا کا علم اسنت و فلان و

اس طرف ایمان کی لکھتیں ہیں۔ اس بحث کو جواب میں مفصل بیان ہوا ہے تو کچھ کو یہ کہنا چاہیے  
 کہ فاضل محقق اپنی علماء سے اعتراض نقل کرتے ہیں کہ علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو  
 بدروغ قسم دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہ کلمہ تعجب کا ہے۔ اب اس کا جواب یہی کہ یہ ایک پر  
 کا محض کذب اور افتراء اور بہتان ہے ہرگز علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو جو حسب تصریح  
 فاضل بحالی کلمہ مدح کا ہے قسم نہیں فرمایا ہے صواعق اور زلزلہ الغین میری نظر سے  
 یہی گدزی میں اور غالباً متحد کی نسبت یہ اعتراض ہوگا اسی میں عبارت ان کنا بونکی نقل کر کے  
 اپنی فاضل کو اذکی عمار مجتہدین کے تجاور قدس کے قسم دیکر پوچھتا ہوں فرامین تو یہی کہ اس  
 عبارت میں کہاں کہا ہے کہ کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے خواجہ نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ صواعق میں یہ  
 خطبہ نقل کرنے کے بعد اول جواب دکان منہ علی وجہ استصلاح من تعقد صحة  
 خلاۃ الشیخین کر ضمن میں فرماتے ہیں فانه اثبت للامام المعصوم انه کذب عشر کذبات  
 صراح مولدہ وحلف عشر حلفات کاذبہ من خیر الجاء ضرورۃ داعیۃ الیہ فان استصلا  
 واستجلاب قلوبہم تحصل بغیر الکذب والیمن الکاذب اذیرہ ویری جگہ کہتے ہیں  
 فانه وقوع الفتنۃ فی خلاۃ عثمان کا زمعلو مالک الحد غیر حقنی حل یخفی علی  
 الناس القسم وانه حلف عشر حلفات کاذبہ الی ان قال فان المؤمن اللیب لا یرکب  
 الکذب والیمن الکاذب لامر یحصل بالصدق فضلاً عن الا کاذب لا یمان  
 الکاذبہ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں توجیہ اول کے ضمن میں فرماتے ہیں  
 لکن برعاقب نصف پوشیدہ نیست کہ وہ دروغ مولد قسم را نسبت بجناب معصومی نہوں  
 کہ برای غرض سہل فرمایئے دل داری چند کس الخ۔ پھر فرماتے ہیں کہ کہ امر ضرورت بھی ایہہ  
 تاکیدات و مبالغات و ایمان غلط شدہ ہو۔ میں یہ عبارتیں میں اس میں کہاں کہاں  
 کہ کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے حضرات شیعہ کی یہ عادت ہے کہ اپنی خوش فہمی سے ایک غلط  
 مضمون تراش لیا اور اس پر اعتراض کرنے لگے بقضائے اپنی کمال فضل و علم کے

اس جگہ یہ سمجھ لیا کہ لہ بلا و فلان کے معنی قسم کے لکھی ہیں اور سپر ناحق وار بلا شروع کر دیا  
اب یہ کہ شاید اپنی کمال تجاورہ دے سہی نہ ہو لکن اگر لہ بلا و فلان کے معنی قسم کہ نہیں لکھی تو یہ قسم کہا  
پیدا ہوئی اور کونسا حرف قسم کا عبارتین جو ہو رہی جسما معنی قسم کے خواجہ نصر اللہ اور علامہ ہادی جہانگیر  
پس کا جواب یہ کہ کچھ کچھ چوڑا کمال میں لکھا ہے کہ قسم قسم مفوض کی ہے چنانچہ غالباً کا فیہ ابن عباس  
و تقدیر قسم کا لفظ پس لہ بلا و فلان کلمہ مدح کا ہے۔ بعد ازاں کے لفظ تقدیر قسم مقدور پر وال ہے  
اور اذ کا جواب واقع ہے معنی للیبب میں لکھا ہے و قال غیثہ (ز مخشری) فی نحو  
و لقد علمتم الذین اعتدوا منکم قد فی الجملۃ الفعلیۃ الحجاب بہا القسم مثل  
ان واللام فی الجملۃ الاسمیۃ الحجاب بہا القسم فی افادۃ التوکید و سری جگہ  
لام تاکید کے بیان میں لکھا ہے و بعضہم التصریف المقرون بقدر نحو و لقد کا تو اعاہد و  
اللہ من قبل لقد کان فی یوسف و اخوتہ آیات و الصہب و ان ہذا لام القسم  
بضم و ین لکھا و لقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبب اللام موطۃ القسم  
اسپر محشی عبد کیم لکھا ہے ای عمدۃ و معنیہ القسم المحذوف و قرینۃ علیہ لوان  
عبارات میں معلوم ہوا کہ یہاں قسم مقدور ہے اور تقدیر عبارت اس میں ہے۔ لہ بلا و فلان  
فوالہ تقدیر قوم لا و لہادی الحمد الخ امی حضرت میر صاحب اکبر علمائے ہمسیر یہ اعتراض کے  
اپنی علم فصل کے آپ ہی وکیل سند و دی پیر و سپر اچھا سکوناز و فتح کے ساتھ  
ہمارے مقابلین لکھنا اور نیا طرہ۔ یہ ایک چوٹی سی بحث ہے جس سے پایہ علم و فضل علماء شیعہ  
و علماء اہلسنت کا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ علماء اہلسنت  
خطاب خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین کے لائق ہیں یا علماء شیعہ جنکو چھوٹے چھوٹے مسائل نحو میں  
بھی کمال مہارت ہے۔ خطاب مجتہد اور علم الہیہ اور صدوق کے لائق ہیں۔ رہا ابن  
میثم کے جواب کو منتزلی و تقدیری کہنا ایسی خطافا حش ہے کہ جسکو تہذیبی سعی عقل و انصاف  
ہو وہ بھی اسکو سمجھ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن میثم ملاحظہ فرمائیں تو خود اپنی

اخص پر تبتہ ہو جائے مگر قال الفاضل المحبب قولہ۔ اگر تامل کیا جاوے تو جوابات  
 تحفہ ایسی غلطیوں سے پرہیز ہیں پس اب انصاف سے فرمائی کہ تحفہ زیادہ عدم اعتماؤ کے قابل ہے  
 یا اور کچھ جوابات مستند علیہ جناب مخاطب۔ اقول آپ نے جوابات تحفہ کتب یکم کے کمال فرماتے  
 اگر آپ انکو دیکھتے اور کچھ تامل انصاف سے کام لیتے تو آپکو کمال سے نصف انہار روشن  
 ہو جاتا کہ صاحب تحفہ کی بہت جہم پر قول ہو گئی جو غلطی خلاف واقع گوئی سے خالی ہوں  
 اور حاشا کہ جوابات تحفہ میں غلطی ہو یہ قول العبد الفقیر لے مولانا۔ الغنیہ اس خرافات  
 و کہنے کے جواب میں بجز اس کے کہ ہم سکوت کریں۔ یا ہم بھی جھوٹ بولیں کہ آپ سچ کہتے ہیں  
 اور کچھ جواب نہیں دیتے **قولہ** اگر آپ کا یہ فرمانا صحیح ہوتا تو اب تک کوئی صاحب  
 تو آپ صاحبین سے مراد ان ہوتا اور ان کا جواب لکھتا۔ اقول جب اس  
 قابل ہی نہیں کہ اہل علم اور کچھ جواب کی طرف متوجہ ہوں تو ہمارا اصل استدلال یہاں  
 مذہب شیعہ پر تھا بجائے خود باقی رہا پھر ہکو اور کچھ جواب لکھنے کے اور ناحق تضييع اوقات  
 کی کچھ ضرورت نہیں ہے مولانا اس کے ہمارے ہی ایسی کتابیں میں جن کا علماء شیعہ نے  
 جواب نہیں لکھا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہیں غلطی ہوتی تو آپ صاحبوں سے  
 کوئی تو مرید ان ہوتا اور ان کا جواب لکھتا۔ **قولہ** آپ کے خاتم المتکلمین کی یہ  
 جرات نہ ہوئی مگر ان خال خال جہان کہیں اور کھو اپنے سمجھ کے موافق قلت تدبر و تفکر  
 سے جائے انگشت معلوم ہوئی اس قول کو نقل کر کے بہت کچھ شور و غل مچایا۔ مگر اہل فہم  
 و انصاف جانتے ہیں کہ فضول تھا۔ چنانچہ اسی بحث سے جس کو آپ نے بڑی ناز و فخر سے  
 بہرہ اٹھا تھا معلوم ہو گیا **اقول** ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف  
 میں جو بلا عقل و فکر بعض تحریرات کے جواب میں فرمائے تبعاً و استظراذ صاحب محل  
 و موقع جوابات تحفہ وغیرہ کے بخوبی قلعی کہول دی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ یہ  
 جوابات قابل التفات طلبہ علوم ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ علماء مقصدی جواب ہوں چنانچہ

اہل انصاف و فہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اسی بحث پر بھی گزرجو کہ بخوبی واضح ہر قول  
آپ ہی انصاف فرما دیں کہ جب آپ جو تحفہ کے اجوبہ ملاحظہ ہی نہیں فرمائی تو آپ کیونکر اونکی  
استما و عدم اعتماد کی بابت کچھ کہہ سکتے ہیں اقول یہ اچکا خیال نہ عزم بالکل غلط ہے  
جسکی کچھ اصل نہیں **قولہ** جانتے والے پہننے والے جانتے ہیں کہ کون عتھا و کے  
قابل ہے اقول بیشک سپر ہمارا بھی سادہ ہے قال الفاضل المجیب - قولہ -  
شیعوں کی بعض فرضی کتابیں گہرٹلین بنا ب مخاطب کی تحریر سے تو ان کا مادہ علمی اس قدر معلوم  
نہیں ہوتا کہ اپنے مذہب کی تمام کتب یا تمام کتب مشہورہ پر عبور اور اونکی واقفیت ہو۔  
اقول - اس آپکی شخصیت پر ہم بھی صراحت کرتے ہیں میں اپنی کم علمی جمہدانی شروع ہی  
میں عرض کر چکا ہوں یہ قول العبد الفقیر لے مولانا الغنی چونکہ اس جگہ  
فاضل مجیب نے جو ہماری جواب کے عبارت نقل کی ہے اوس میں خلط واقع ہوتا ہے مبادا ناظرین  
اقوال کو یقین اقول میں تردد و شبہ واقع ہو اسلیں نظر احتیاط عرض کرتے ہیں  
کہ اس جگہ جو لفظ قولہ ہماری فاضل مجیب کی کلام میں واقع ہے یہ قول ہماری تحریر میں  
اور ضمیر اسکو راجع بعرف فاضل مخاطب ہو اور بعد اسکو عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتابیں  
گہرٹلین اصل سوال فاضل مخاطب کا جملہ ہے جسکا جواب ہم نے لکھا ہے اور کہا ہے جناب  
مخاطب کے تحریر سے الفحس ناظرین یہ خیال فرما دیں کہ تور کے فاضل مخاطب میں اور ضمیر  
ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعوں کی بعض فرضی الفحس ہماری عبارت ہے جیسا کہ آج  
مستفاد ہوتا ہے فلیتنبہ - سابق میں ہماری فاضل مخاطب نے ہمارے قولہ کو اپنے قولہ سے  
ساتھ ملا کر تکرار قولہ کر کے لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قولہ سمجھا  
کاتب سے ترک ہو گیا ہو گا یا عتھا کر یہ نتیجہ سمجھا کر چھوڑ دیا ہو گا - تعجب ہے کہ با اینہم جمہدانی  
اگر یہ کس نفس کے طور پر نہیں ہے تو اپنے اصول و فرامین بلا تقلید سرتبہ حق یا یقین کا  
کیونکہ پیدا کر لیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل دعا کر ہمہ والی ہے اور یہ محض تواضع -

**قولہ لیکن اگر استغنی معاف ہو تو جسد اوب اس قدر گدازش ہے کہ بندہ تو تمام کتب یا تمام**  
**کتب شیعہ پر عبور نہیں رکھتا اور واقف نہیں کہ جناب ابینہ او عائی علم و فضل اصل مسئلہ متنازعہ**  
**فیہ سر ہی آگاہ نہیں چنانچہ امامت کو مسائل فروعیہ سر بیان کرنے میں از انہ العین کی کج خدمت**  
**ہوتی۔ اس مسئلہ کو آپ کی کتب احادیث وغیرہ حتی کہ کتب عقائد میں اہم الہامات لکھا ہے**  
**مگر آپ اس کو اہم الہامات نہیں جانتے یہ محض کتب کلامیہ و عقاید و احادیث وغیرہ پر عبور**  
**ہونے کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید جہاد کا دعویٰ تو آپ کو ہی ہوا **قول خضر****  
**فریافت فرمایا تھا کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اصول دین سر ہے یا فروع**  
**سر بندہ نے بجواب آپ کو عرض کیا کہ اہلسنت کے نزدیک مسئلہ امامت فروع میں سر ہے**  
**اور اس کی ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کے عبارت کا جو اس وقت سامنی موجود نہی لکھنا کافی**  
**سمجھا پس یہ جناب کا فرمانا کہ اصل مسئلہ متنازعہ فیہا سر آگاہی نہیں آپ ہی انصاف**  
**فرمادیں کہ جو صحیح ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اس کی ثبوت کے وقت حوالہ اپنی مجتہد**  
**العصر یا مفتی کسٹوری صاحب کا دیوین اور مسئلہ بھی صحیح فرمادیں تو کوئی دعویٰ کر سکتا**  
**کہ آپ اس مسئلہ سر آگاہ نہیں حاشا وکلا۔ اور یا لفرض اگر میں شرح عقاید کا حوالہ دیتا**  
**تو یہی آپ یہی اعتراض فرما سکتی تھی جب تک کہ تمام کتب عقاید و احادیث وغیرہ کی کزنک کو**  
**جالتے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالوں کو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہ**  
**ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہ بجز نقل قول کسی معتبر**  
**عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جبکہ مسئلہ ہی مسائل فروعیہ میں سے ہو اور یہ امر خضر**  
**خاتم المتکلمین کے طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس اس کی نسبت جناب کا**  
**عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون انصاف سر ہے۔ اگرچہ یہ بات مسلم اور صحیح ہر**  
**کہ بندہ کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعویٰ جہاد و**  
**مگر تعجب یہ ہر کہ آپ کی جناب مفتی صاحب نے خلاف واقع دعویٰ فرمایا کہ شریع راجع الیہ**



میں کہیں یہ تو جہات مذکور نہیں اور جناب نے اسکو نسبت عذر فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر  
 عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق مہیثہ نظر ہے ہر ایک کتاب کا مذہبنا یا بردقت تجزیہ اسکو  
 مضامین کا یا زہنا کچھ بڑے بات نہیں اور کچھ عیب و نقص کی بات نہیں کہ اگر ایک  
 کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اسکو مضامین یاد نہ رہی ہوں۔ پس جب آپ کے نزدیک شرح  
 رنج البلاغت کو نہ دیکھنے سے آپکی مفتی صاحب کے تجرین کچھ فرق نہ آیا اور انکو کذب  
 کی طرف سے بہ غدار و فریب دیا اور برسرِ شرم قبول کر لیا تو ہم نے ایسا کیا قصور کیا تھا  
 کہ باوجودیکہ مسد صحیح عرض کیا اور حوالہ بھی صحیح دیا لیکن مان تمام حوالہ کو جمع نہیں کیا  
 اسکو ہماری کتب عقاید و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اہم اہم آگاہی  
 اور ناقصیت سمجھا۔ آپ نے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہ فیصلہ فرمایا آپکی مفتی صاحب  
 باوجود خطا کے ہی تجرہ میں اور ہم بے خطا واقف و ناوان سمجھ جائیں یہ صریح ہٹ  
 دہرمی اور حق پوشی نہیں تو کیا ہے۔ انصاف تو اسکو مقتضی ہے کہ اگر ہکو آپ صراحت اس  
 وجہ سے طعون کرتے ہیں کہ ہکو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہیں یا دقت تجزیہ  
 مضامین یاد نہ رہی تو اپنی مفتی صاحب کو پی اگر دو چند نہیں تو ہماری برابر تو مطعون تمام  
 بنائی۔ رہا اہم المہمات کا ذکر کرنا یہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہ اس سیر میں آپ نے  
 ظاہر فرمائی کہ ہم کتنے گنتے تھک گئے۔ اور اسکا جواب مفصل سابقاً مذکور ہو چکا ہے۔  
**قال الفاضل المحیب**۔ قولہ اگر دعویٰ ہے اور اجارت ہو تو بندہ معیار امتحان  
 اس امر کی بخوبی آزمائش کر سکتا ہے۔ اقول۔ بندہ کو ہرگز دعویٰ نہیں ہے میں کیا  
 اور میرا دعویٰ کیا جاہل و ظالم و ناقض هیچ میرزا و ہمدان اقل الخلیفہ بل لاشیء الحقیقہ  
 ہوں اور اسکو جواب میں بجز اسکو کہ جناب نے اپنی بلند حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے  
 کیا عرض کردن اگر غرور و تکبر معیوب و ممنوع نہوتا تو شاید بحیال اسکو کہ انکبر مع انکبر  
 صدقہ یہ شعر عرض کیا جاتا۔ بہت خوش بودی کہ تجزیہ آید یا نہ تا سید و شود ہر مرد غش باشد

یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی اگرچہ ہم نے بعض مضامین چھانٹ کر لکھی  
 کہ گذارش خدمت اقدس کرینگے لیکن جب جاننے ترک دعویٰ میں اس قدر غور و انکسار فرمایا۔ گو  
 کسی طرح ہر توایہ انسانیت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ہم کچھ اس عنوان خاص سے لکھیں اپنے حقیقت  
 یہ تمام تحریرات ہی ججک ستخان میں اس سے سب کچھ واضح ہو چکا ہے۔ رہا بندہ کی نسبت  
 جو جناب نے بندہ کو صلی علیہ وسلم کی طرف فی طرز تقریر کے طور پر اور کبیر حضرت خیر فرمایا۔ گویا  
 اپنی ہی حال کا نقشہ کھینچا ہے کیونکہ بندہ تو محض سائل ہی نہیں بلکہ الفاضل المجیب  
 قولہ۔ سمجھا بعض کتب بعض ازمنہ میں شہور ہوئے ہیں اور وہی بعض ازمنہ میں مفقود و ستور  
 اقول۔ اپنے یہ مضمون ازالہ الغین سے نقل کر دیا مگر ذرا غلطی سے جو کتب میں غلط  
 نظر آیا کہ بعض اگر یہ آپ کا قول تسلیم ہی کر لیا جاوے تاہم وہ کتب بعض ازمنہ میں مفقود  
 و ستور سے اول نہ ہوں مگر ہندو علماء کتب رجال میں تو ضرور مذکور ہوں گے ورنہ اوٹلی سند کیونکہ  
 جانہ ہوگی۔ آپ کے خاتم المتکلمین جو ازالہ الغین میں فرماتے ہیں کہ تحقیق نیست کہ بسا باشد کہ  
 کتابے در زمانے شہرت می یابد و بعد زمانی شہرتش از صفحہ کائنات محو گردد و نیکین بالعکس  
 الخ۔ چونکہ یہ محض دعویٰ سانی تھا اسکی مثال یہ قاور نہ ہوئی۔ اور دوسری صورت جو چھپیں بعض  
 از کتابہا الخ۔ بیان فرمائی اور جو اسکی مثال کتاب سیف السلول کی دی بے شک یہ  
 ممکن ہے مگر کتاب سیف السلول موجود اور علیہ اسکی زبان پر مذکور اسکی مصنف کا حال  
 معلوم ہے اس طرح اگر کوئی کتاب مجاہد السالکین ہوتی تو ضرور وہی موجود اور علیہ  
 کی زبان پر مذکور ہوتی اسکی مصنف یا مولف کا حال معلوم ہوتا گو وہ متداول نہ ہوتے اور اگر  
 ایسا نہ ہو تو ہر شخص ایک ایسی کتاب کا حوالہ دیکر جو اصل میں تصنیف یا تالیف ہی نہ ہوئی ہو  
 کہہ سکتا ہے کہ بعض کتب بعض ازمنہ میں شہور ہوتی ہیں اور وہی بعض ازمنہ میں مفقود  
 و ستور فرمائی آپ اسکا کیا جواب دینگے۔ ایسی کتاب کا حوالہ جو اس زمانہ میں مفقود و ستور  
 اور اس منہب والوں کے رجال میں ہی لکھیں اسکا ذکر نہ ہونے اسکی مصنف کا نام

مفصل نہ اس کی تصنیف و تالیف کا زمانہ مشرح بمقابلہ خصم بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔  
 یقول العبد الفقیر الے مولاه الغنی۔ اگرچہ کتب غیر متداولہ و مفقودہ دسترو کی  
 مثال طلب کرنا ایسا ہی جیسا کوئی غیر معلوم و مجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنی حضرت  
 خاضل مجیب کو مثال ہی سمجھا رہے ہیں یعنی کہ انہوں نے بلکہ فریقین کی کتب رجال و فہرست  
 و علمائین بعض علماء کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ صدہ مجلدات انکثر تصانیف میں چنا  
 ابن شہر اشوبنے معالم العلماء میں فضل بن شاذان کی نسبت لکھا ہے و لم یستثن  
 مصنفاً و نیز اسی ابن شہر اشوبنے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حاملین  
 لکھا ہے لہذا نہ فارحون کتاباً محمد بن مسعود و عباسی کی نسبت لکھا کہ کتبہ  
 یزید علی مات مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حاملین لکھا کہ لایحی  
 من ثلثائہ مصنف علی نہ القیاس اور بہت سی علماء کی نسبت اس طرح درج ہو لیکن  
 اگر تتبع و تلاش کیا وے تو بجز چند کتابوں کو جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہوں گے کیسا  
 کہیں تپ و نشان نہیں ملے گا تو ان کی نسبت ہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتاب میں ہوتی  
 تو موجود اور علماء کی زبان پر مذکور ہوتی اور ایسی ہی کتابیں ہیں کہ جن کو مصنفین کا حال  
 کچھ معلوم نہیں چنانچہ معالم العلماء کے آخر میں آپنے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور یہ ہی ہر ایک  
 پر واضح ہے کہ جامع فہرست علماء کو اول تو استیعاب و ہتفا کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود  
 نہیں ہوتا تھوڑی تھوڑی کتابیں بطور نمونہ درج کر دیں اور اگر ہتفا کتب ہوتا ہی تو اپنی علم  
 و وقفیت کے موافق ہے اور ظاہر کہ کچھ ضرور نہیں کہ ان کا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات  
 کو حاد و شمال ہوا اپنے معالم میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اول میں لکھا ہے والکانت الکتاب  
 لا تعد ولا تحصى و آخر میں لکھا ہے عم الفہرست الکتاب غیر منحصراً اس سے صاف  
 معلوم ہوتا ہے کہ ان کو استیفا مقصود نہیں۔ علاوہ ازیں چند کتب در سائل بندہ کے  
 پاس ہی مذہب شیعہ کے مصنفہ علماء شیعہ موجود ہیں آپ ان کا ہی حال تلاش کر کہیں

اور تیج کر کے فرما دیں کہ وہ کس کس کے کتابین و رسائل میں۔ اوصاف الاثر اور الاثر کتاب  
 الاثر۔ حجتہ الکاملہ۔ نوادر الاثر مختصر العریض اگر ایک کتاب کے واسطے ضرور چھوڑا  
 حال اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف مفصل و مشروح معلوم ہو کر کے تو انکا حال ہی  
 اسی طرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ رہا صحت انشہاء کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا ہے  
 سو ماثر فتح میں ہمارے سند کی صحت کا مدار کچھ محاج السالکین ہی پر نہیں ہے بلکہ اور بعض  
 معتبر کتابوں پر ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اسکو نقل کریں گے اس واسطے حضرت علامہ دہلوی صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ نے، اقتصار و محاج السالکین ہی پر نہیں فرمایا ہے پس حکم یہ روایت  
 دوسری معتبر کتابوں میں ہی موجود ہے تو اگر بالفرض محاج السالکین مفقود و مستور ہو اور اس  
 مسئلہ لال صحیح ہو تو ہم جاری مسئلہ صحت میں بابت خواجہ تاج الدین شیعین رضی اللہ عنہما  
 کے ساتھ کچھ کلام نہیں ہو سکتی۔ غرض کتب کی نسبت آپکا یہ دعویٰ فرمانا کہ جو کتاب تصنیف ہوئی  
 ضرور ہے کہ اسکا اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف معلوم ہو نہایت بہت ایسی کتابیں  
 تصنیف ہوئی جو بعد میں مفقود ہو گئیں اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جنکو مصنفین کا کچھ حال  
 معلوم نہیں۔ اکثر کتابیں جو گذشتہ قرون میں زیر دروس تھیں اسوقت انکا نام نشان  
 ہی نہیں رہا ہے جب ایک چیز کا مداول کم ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ شے ہی اول شل معلوم  
 کی جاتی ہے اور پھر حقیقت معلوم ہو جاتے۔ آپکو معلوم ہو گا کہ اقلیدس کے بعض مقالوں کا  
 کہیں نہا نشان نہیں مصنفات افلاطون و ارسطاطالیس وغیرہ کا اسوقت کہیں نام نشان  
 باقی ہے اچھا اونکو رہنے دو صف ابراہیم علیہ السلام کا کہیں عالم میں وجود ہے تو ریت  
 و انجیل و زبور اصل کہیں پائی جاتے ہیں۔ علیہ ذالقیاس صدہا بلکہ ہزارہا ایسی کتابیں  
 ہونگی جو ایک زمانہ میں مشہور تھیں اور بعد میں مفقود ہو گئیں جس کے غرض ان کے بیان سے صرف یہی  
 کہ یہ کچھ لازم نہیں کہ اگر ایک شے کا وجود ایک زمانہ میں ہو تو بعد اسکو بھی اسکا وجود  
 باقی رہے۔ جیسا کہ ان کتب کا وی کا وجود خارجی مفقود ہو گیا ہے مگر ممکن ہے کہ بعض کتب

یہی ہوں کہ اذکار کا جو خارجی اور سلمیٰ دونو جاتے ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکا استحالة پر قائم نہیں دینا اور اسی غلیظ البیان اور خجاج الکلیں کو اس جنس سے نہیں کہ جسکا وجود مطلق نہ ہو۔ آخر حضرت علامہ کا بیانیہ حوالہ میں اس سے استنباط کیا گیا کہ حکیم محمد دم سلاست علیہ السلام نے اسکو وجود کی شہادت دی اسکو وجود کی دلیل کافی ہے۔ اور اسکو لہنت کا اقرار سبباً اور انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اپنی نفع کے لیے گمراہی ہوگی اور چونکہ اس باب میں ایسے متقدم ہیں ایسی انکی شہادت قابل قبول نہیں سوا اسکا جواب ہم غصیب بیان کریں گے۔ قابل الفاضل المحضینہ قولہ پس یہی اپنی قدا کر ہر دہ پر جنوں کے برابر نام تحفہ کے بیانات لکھی ہیں لکھا گیا ہے۔ اقول حضرت انطیج اپنی ہی اپنی قدا کو ہر دہ پر ہر دہ ہی مضمون نقل کر دیا ہے لیکر العبد الفقیر الی مولانا الفاضل اس قول میں قید برای نام تحریر جوابات کے وقت محفوظ خاطر نہیں ہوئی مطلق قدا رہا سمجھ کر معارضہ فرمایا پس یہ معارضہ ہمہ وارد نہیں ہو سکتا قولہ جناب من قدام کی ہی ہر دہ پر معاملات دینی میں گفتگو ہوا کرتے ہی اپنی رائی کا دخل کم ہوتا ہے اقول چونکہ آپنے اپنے عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدا کے اسوار کر پیر کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل نہیں دیتے اسبواسطہ رابطہ تقیم سے خوف اور جماعت سے ایک طرف ہو گئی ہیں۔ ہمنے بحول اللہ وقوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قراری رکھا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدار گزارا ہے اسکو خلاف کس کی نہیں مانتے جو اسکو موافق ہو وہ علی الراس والعین سمجھتے ہیں ایسی جمل العین اسلام کو حکم بکڑی ہوئی ہیں۔ حضرات کے کتاب اللہ جب امام غائب غار سے کبریا ہو تو کتب شاید کچھ معمول بیا ہو تو ہو ورنہ اب تک تو صرف شاہین و زمرہ و کبیر و ابو جیر وغیرہ کے رقبہ تقلید زبجید بلکہ اقرب من جبل اور یہ ہے قولہ مگر ہم نہیں اور آپ میں اسقدر فرق ہے کہ گو آپکے قدا بلا دلیل ہے کوئی دعویٰ کیوں نہ کریں بدون سوچی سمجھی اپنے عقل و علم سے کام لیے محض تقلید آپت سلیم کر لیتے ہیں چنانچہ ازالہ العین سے

اپنے یہ مضمون نقل کر دیا اور جو مثال آپ کے خاتم المتکلمین نے وہاں لکھی ہے اسکو اور کتاب  
 متنازعہ فیہ کو مطابق نکھیا بدون تامل اور کیا مضمون تسلیم کر لیا۔ آیات بیانات سے جو عبارت متعلق  
 آیت غار آپنی نقل کے ذرائع سے چاکر یہ عبارت یہی دعویٰ کو ثابت کرتی ہے بانیین جو میر مہدی  
 صاحب نے لکھا اسکو بہرہوشم قبول کر لیا اور یہہ وثوق بہم پونچا یا کہ ہمارے مقابلہ میں یہی  
 نقل کر دیا۔ اور ہم اس منہج کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول میں تقلید جائزہ نہیں جانتے  
 ہوں۔ اقول گذشتہ بحث سے اہل فہم و انصاف پر واضح و روشن ہے کہ قدامت کی تقلید  
 بڑے سوچے سمجھے اور بدون اپنے فہم سے کام لیں آپ اپنے فہم سے کرتے ہیں۔ فروع کو تو بدلا  
 دینا دیکھتے آپ تو اصول میں آپہنیں عقل و فہم کی بند کر کے تقلید فرماتے ہیں۔ اس کے اصول  
 دین ہونے پر کونسی دلیل قطعی قائم ہو سکتی ہے آپ اسکا اصول دین سمجھنا ثابت فرماتے ہیں  
 سجد رجعت پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہیں محض  
 تقلید پر بے سوچے سمجھے اور اپنے عقل سے کام لیتی مار کا رہے اور یہہ جو فرماتے ہیں کہ  
 قول کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس یہ محض دعویٰ سانی ہے و بس قطب راوندی کے قول پر  
 جو اسنے مد بلا و فلان کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابہ میں سے ہے  
 جو وقوع فتن سے پہلے وفات پا گیا کونسی دلیل قائم تھے جو آپ نے برخلاف ابن مہنم وغیرہ  
 اسکو بے سوچے سمجھے قبول کر لیا کیا دلیل قول ایسی ہی ہوتے ہیں جیسا آپ کے قطب  
 راوندی کا قول ہے اور دلیل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے اپنے قطب  
 الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پھر صرف تا شاہد ہے کہ فرماتے ہیں گو اسکا تمام مقدمات  
 من کل الوجوہ اپنے نظر سے گزری ہوں خیال کرنا چاہیے کہ جب تمام مقدمات اسکا من کل  
 الوجوہ نظر سے نہیں گزری تو اسکا مدلل ہونا آپ کی نزدیک کیونکر ثابت ہوا بجز اسکا اپنے تقلید  
 اسکو مدلل خیال کر لیا ہوا اور کوئی صورت نہیں درجہ جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر

ایک نظر سے نہیں گذر تو آپ کے نزدیک اسکا بدل ہونا کیونکر ثابت ہوا قولہ اور تحفہ کے جواب  
 جب آپ کو دیکھی ہوئی نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ برای نام لکھی میں کیونکر صحیح ہو۔ اگر آپ ان جوابوں کو  
 دیکھیں اور کچھ بھی عقل و انصاف سے کام لیں تو خود بول اور نہیں کہ واقعی یہ جواب لاجواب ہیں۔  
 اقول اگر عقل و انصاف سے کام لینا ایسا کا نام ہے جیسا کہ جناب نے کام لیا کہ بدہیسا  
 کا انکار کر دیا اور خلافت بدہیسا دعویٰ کیا کہیں فرمایا کہ ابن مشیم کے توجہات تسخر پر مبنی ہیں  
 کہیں تنزل پر نازل کیا کہیں دعویٰ کیا کہ مد بلا و فلان کو علماء اہل سنت قسم کہتے ہیں کہ  
 غیر ذلک من الاکا ذیب تو ایسی عقل نہ دیا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو  
 ہی مبارک ہو اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اسکی روشنی آپ تو کیا خود ان جوابات  
 مصنفین ہی اور نسبت ایسا دعویٰ ہونہ سے نہیں نکال سکتے ہیں دعویٰ محض اس قول کے  
 قبیلہ سے ہے جبکہ اشیٰ معیہ و معیم قال الفاضل المجیب قولہ سوانکی کیفیت  
 ذرا ملاحظہ ہو خاتم المسئین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ میں حدیث حجاج السالکین  
 سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور  
 میں استہلال فرمایا ہے اسکو جواب میں طعن الزیاح میں لکھا ہے و تا حال نام کتاب  
 حجاج السالکین گوبش کسی از شیعیان زسیہ فضل اعن کو نہ شہور است بعدت کہ نام  
 کتاب را خودش بدروع ساخته باشد انتہی مختصا اور علامہ ستوری نے اس سے ہی بلند  
 پروازی فرمائی اور صاحب تحفہ کی وضع کرنے پر فریہ بیجا دیا وہ یہ کہ باب سیویمین  
 علماء کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اسکی مصنف کا ذکر نہیں کیا۔ انتہی نقلاً عن  
 ازالۃ الغین۔ بحوالہ مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں ان  
 کتاب یعنی حجاج السالکین خود در صولقع و سیف السلول و مانند آن مذکور است و ہم  
 نزد حکیم مخدوم یعنی سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبرسی کہ بہ عماد الدین و  
 امین الدین شہرت دارد محسوب معدود ہیں چہالت احمد ہامینی پر مصیبت و چہل ست نکلیف

دعویٰ چہالت کلام انتہی بقدر الحساجۃ۔ قول۔ افسوس کہ اس پر بیان ہی عقل و انصاف سے  
کام نہ لیا علامہ علیہ الرحمۃ کے نسبت بلند پروازی تو طنزاً تحریر فرمائی مگر اسکی جواب میں کچھ  
ہی نہ لکھا۔ آپ غور فرماویں کہ جب ایک خاتم الحسد میں نے اپنا تجربہ جانی کے یہ کتب علماء شیعہ کا  
حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیعوں کی بہت بڑی دعویٰ کو اپنے زعم میں باطل کرنا چاہتے  
ہیں اگر کہیں کچھ ہی نشان اہل کتاب یا اسکی مصنف و مولف کا پاتی تو ضرور اسکا ہی  
ذکر کرتے۔ یہ ذکر نہ کرنا اسباب پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کے کوئی کتاب کتب شیعوں  
میں نہیں ہے اور نہ اسکا مصنف کوئی مشہور شخص ہے۔ بقول العبد الفقیر لے مولانا  
الفتی۔ فی الحقیقۃ یہ افسوس جناب ہی کے حال کی طرف عائد ہے کیونکہ اس کتب  
میں ہی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو جائیگا کہ عقل و انصاف سے ہم نے کام  
نہیں لیا یا کہ ملازمان جناب والا نے۔ رہا یہ کہ ایک علامہ کا جواب تو خود ظاہر ہے ایک علامہ  
دعویٰ اور وقت صحیح ہو جبکہ یہ امر ثابت ہے کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ میں ہتھکڑیاں  
مقصود ہو بلکہ اسکی دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابوں سے تحفہ میں ہتھکڑیاں  
فرمایا ہے بیان کتب میں اور کچھ ہی مضامین میں لکھا یا غالباً جناب کو یہی معلوم ہو گا کہ  
خود نوح البلاغت کا جسک عبارات سے کجا بجا استدلال فرماتے ہیں بیان کتب میں ذکر نہیں  
فرمایا تو اب اسکی نسبت ہی اعتراض فرمائی کہ جس کتاب سے شیعوں کی بہت بڑی برے  
دعویٰ کو باطل کرنا چاہتے ہیں اگر کہیں کچھ ہی نشان اس کتاب یا اسکی مولف کا  
پاتی تو ضرور اسکا ہی ذکر کرتے یہ ذکر نہ کرنا اسباب پر قوی ہے کہ اس نام کی کوئی  
کتاب کتب شیعوں میں نہیں ہے اور نہ اسکا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علی بن القیس  
اور بہت کتابیں جنکو روایات سے استدلال کیا ہے اور انکا ذکر نہیں۔ پس خدائے  
یکم ذرا انصاف سے فرمائیے کہ عقل و انصاف سے کام لے کر اسکا نام ہے شاید عقل و انصاف  
سے اپنی عقل و انصاف مل رہی ہوگی یعنی ہماری عقل و انصاف سے کام نہیں لیا سو یہ ہی



عین عقل و انصاف ہی سے کامل پہنچا۔ قولہ آپ کے خاتم المسکین شیخ جو کچھ لکھا میں  
 میں اس باب میں لکھا ہے اور آپ کو نقل کیا ہے اسکو جواب میں ہم صرف نجات الدین  
 کو خاتمہ میں جو کچھ لکھا ہے بتغییر سیر نقل کرتے ہیں اور وہ الفاظ جو مخاطب کے طبع باز  
 پر گراں گذر رہیں لکھتے بلکہ بجا سے اذکر الفاظ طامع لکھتے ہیں حضرت مجیب سر انصاف کی  
 امید ہے وہ ہونے۔ ہر گاہ روایت بخاری و مسلم کہ اصح الکتاب مجموع علیہ المسند میں کہ  
 بقول شاہ صاحب یہ دونوں کتابیں مختلف دو طوائف اناہم و جمیع علمائے اسلام میں اور شیخ  
 و تلمیذ بالقبول میں بدرجہ عنیہ الیچیز میں جن کی جامع الاصول میں نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری سے  
 بلا واسطہ نوۃ منار علماء و فضلاء تھے سب سنا ہی اور انہیں کتب جہانی پر انہی فضائل ہوش زبا  
 معنی نہیں غضبناک ہونا جناب سیدہ کا مقدر فدک میں حضرت ابو بکر پر اور ہر کلام  
 کرنا اور نہ تمام سحر ثابت ہوا تو اب علما اہل سنت نے ناچار ہو کر حرکتیں مذکور کی کیں چنانچہ  
 خود شاہ صاحب یہ تقلید خواجہ کابلی بخلاف روایت بخاری و مسلم و مقتضائی الفرق تھیست  
 بحکم شیش در پے رضا جناب سیدہ ہو کر روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ مارج لہنۃ  
 و کتاب الوفا بہیقی شرح مشکوٰۃ دریا ضل لہنۃ و فصل الخطاب و کتاب الموافقة ابن سنا  
 سے ہوئی حالانکہ ان سب کتابوں میں صحت و روایتیں میں کہ اذاعی و شعبی سے نقل ہوئی گزرتی  
 یہ دونوں کتابیں شعبی و زرعی کی با وصف کردایات صحاح کذب انکو میں سرسل میں کما فی تیشہ  
 و لطاعن۔ ثانیاً کذبا و افتراء کتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا اور استہاد میں عبارت  
 محجاج لکھیں محض تقلید کابی پیش کے اور حکیم سلامت علی بنیاء سے کہ خلاف واقع گوئی میں شاہ صاحب  
 سے ہی مسئلہ مرتبہ کہتے ہیں اوہنوں نے تخمیناً محجاج السالکین کو منع تفسیر مجمع البیان  
 و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہ محض خط و غلط ہے بلکہ دلیل  
 ختمال و مانع حکیم صاحب موصوف ہے کہونکہ مجمع البیان اور احتجاج یقیناً عماد الدین  
 طبرسی کے نہیں بلکہ مجلس البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور

احتیاج تصنیف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبری کی ہے کہ حکیم صاحب نے  
 ان دونوں کو کتابوں کے تالیف شخصین مختلفین کے ہیں شخص ثالث کی طرف منسوب کیا یعنی طرف  
 عماد الدین طبری کے عماد الدین طبری علماء مصنفین شیخین کو لی نہیں تباہی عماد الدین مصنف کتاب اللہ مصنف  
 مشاہیر علماء شیخین میں وہ طبری نہیں بلکہ طبری میں۔ پس بیان حکیم صاحب تشخص  
 میں کمال غلط ہوئی کہ دو کتابوں کو جو دو شخص مختلف کے ہیں تصنیف ایک شخص مفروض کے  
 بیان کرتے ہیں مگر حکیم صاحب یہ غلطی پیش کر سکتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب اس طرح  
 تسلی اپنے بیٹوں کو لکھی ہے اس سے یہ غرض نہیں کہ علماء فریقین اسکو دیکھیں بعد اس کے جو کہ  
 حیدر علی نے علم حکم بقابل اہل حق بلند کیا تو مقام اثبات کتاب مجاح السالکین نسبت  
 ان مصنف و توثیق مصنف میں مدعی اسکو ہوئی کہ یہ کتاب صاحب صواعق یعنی خواجہ  
 نصر اللہ کابلی کے پیش نظر ہے اور شاہ عبدالغیر صاحب دہلوی نے عبارت اسکی بلا  
 وساطت نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گزری یہ محض دعویٰ لسانیہ قابل التفات  
 وجواب نہیں۔ اور نیز مولوی حیدر علی نے اثار العین میں مجاح السالکین کو منسوب بطرف  
 عماد الدین کر کے اس قدر زیادہ کیا کہ یہ عماد الدین معروف بامین الدین طبری ہے۔ دہل  
 تذا الاکتب صراح و بہتان بواح۔ بالجملہ اول امین الدین طبری صاحب مجمع البیان  
 ہرگز مشہور عماد الدین طبری نہیں۔ ثانیاً کتاب مجاح السالکین تصنیف انور کشین کی ہے  
 وہما والنباسا ہی انہی طرف منسوب نہیں کی۔ چہ خوش۔ خواجہ کابلی و محدث دہلوی کو تو  
 ہرگز یہ سہم نہ ہوا کہ نسبت کتاب و نام مصنف و توثیق ثابت کرتے اب حکیم صاحب  
 دہلوی جب یہ علی صاحب بعد خرابی بصرہ چاہتے ہیں کہ چند خلافات سے توثیق کتاب ثابت  
 ہو جائے اور یہ نہیں سوچتی کہ ایسے امور سے سوائے ثبوت محض مدعیین کچھ فائدہ نہیں  
 آتا بعد الحاجت۔ اب حضرت عجیب البیب کی خدمت اقدس میں بصد ادب عرض ہے  
 کہ برائے خدا و رسول انصاف فرمادیں۔ کہ کیا حدیث اب مناظرہ کسی کتاب کے توثیق کا ثبوت

اس طرح ہوا کرتا ہے کہ اگر خاتم المتکلمین جو اپنے اہل نجد کے زعم میں فن مناظرہ میں بیرون  
 رکھتے تھے اور قول آپ کے ہمدی صاحب کے شیعہ بیاری تو ان کا نام سے کانپتی ہیں ایسے بڑے  
 فاضل اجل اور متکلم بے بدل کا یہ کہنا کہ ابن کتاب یعنی مجلس السالکین خود در صلیح مع سیف  
 سلول مانند ان مذکور است و ہم ہر حکیم صاحب محمد دوم یعنی سلامت علیخان مرحوم  
 کمال ہی بخیر و صنف پر وال ہے اور ان کتاب مذکورہ سے شہادت لانا شہادۃ انصب علی  
 ذنبہ سے کم نہیں۔ **اقول** انہوں نے بیان ہی آپ کے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور جاری  
 عبارت کو کہ محض اہل دہلی نہ سمجھنا کاش اتنا ہی حجبہ لیتے کہ نہ اعتراض کیا ہے اسلام ضرور  
 ہوا کہ مکرر نقل عبارت معروضہ سابقہ محض اعتراض کے تقریر کو نہ اس کے بعد اہل دانش دہلی و پٹنہ  
 کہ حضرت عجیب کے جواب کو اس اعتراض سے کیا ربط و تعلق ہے۔ بندہ نے عرض کیا تھا  
 کہ علامہ دہلوی قدس سرہ الغیر نے در باب رضا حضرت فاطمہؓ حدیث عجائب السالکین سے  
 استدلال کیا تھا جواب اس طرح الراجح من الکلیا کہ وہاں حال نام کتاب عجائب السالکین بگوش کے  
 از شیعیان فرسید۔ چہ بعد است کہ نام کتاب خود ش بدروغ سانحہ باشد مخصوصاً اور علامہ  
 کستوری نے باب سیوم میں نہ ذکر کر کے کو فریہ وضع کا قرار دیا اسپر مولوی حمید علیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 نے فرمایا ہے۔ دین کتاب یعنی عجائب السالکین خود در صواقع سیف سلول و مانند آن نمکدست  
 اس سے صاف ثابت ہے کہ صاحب ضمن الراجح نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود  
 صاحب تحف کا مصنوع ہے اور یہ روایت حضرت علامہ دہلوی کی بنائی ہوئی ہے یہ سہل کر کتاب ہے  
 کیونکہ جب صواقع سیف سلول میں اس کتاب کا نام اور اس روایت کا حوالہ اس کتاب کی طرف وجود  
 ہے تو صاحب تحف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کذب وضع کی نسبت کرنا محض کذب بدروغ ہے صاحب ہا  
 یہ کہ اگر انہی اس دعویٰ کو کاؤت پسیم کرین اور فرما دین کہ یہ وضع و انتر صاحب تحف قدس سرہ  
 نہ صحیح صاحب صواقع کا ہوگا۔ بہر کیف اس کا جواب اہل سنت کی ہی ذمہ ہے سوا اس کا جواب  
 یہ ہے کہ فریہ قطعیہ قائم ہے کہ نسبت کو اس وضع و انتر کی کچھ ضرورت نہیں کہ نام کتاب یہ خود گہرین کہ

عبارت طبعاً لایحاج الیہا منہا  
 صاحب طبعاً لایحاج الیہا منہا  
 ہر کتاب صاحب تحف و انتر نسبت کا ناظر

عبارت تختہ سحر واضح ہے کہ اس روایت کا وجود کچھ عجاج اسالین پر ہی منحصر نہیں بلکہ اور بھی معتبر کتاب میں مروی ہے چنانچہ ہم نقل کریں گے۔ پس جبکہ یہ روایت اور بھی بعض معتبر کتابوں میں مذکور ہے تو عقل سلیم کو فکر تسلیم ہوتی ہے کہ باوجود پائی جانے والے روایت کے معتبر کتابوں میں انکو ترک کر دین اور مرضی نام کتاب کا برابر اس روایت کو اسکی طرف نسبت کر دین۔ یہ روایت فاضل شجر کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر رنج البیان فی سبب صبح السالکین میں۔ جسکی خطبہ میں خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ حق سے مراعات لاہد تجاؤ نہیں کروں گا اور ہرگز باطل کی طرف میل نہیں کروں گا نقل کی ہے ہم اصل شرح مطبوعہ لیران نقل کرتے ہیں۔ وروی انہ لما سمع کلامہا حمد الله واثني عليه وصلى على رسولہ ثم قال يا خیر النساء وابنته خیر الالباء والله ما عدت دای رسول الله م ولا علمت الا بامرہ وان الراید لا یکلذب اهلہ قد قلت فابلغت واعظت فاهجرت فغفر الله لنا ولك اما بعد فقد دفعت الله رسول الله م ودابنته وحزاه الى علی واما ما سؤ ذلک فانی سمعت رسول الله م یقول انا معاشر الانبیاء لا نؤد ذهاباً ولا فضة ولا ارضاً ولا عقاراً ولا داراً ولا کنا نورث الا یمان والحکمة والعلم والسنۃ وقد علمت بما امرت ولضحت فقال ان رسول الله م قد وهبها لی قال فمن یشهد بذلک فحباء علی بن ابیطالب وام ایمن فشهد الیها

سے اور روایت ہے کہ ابو بکر نے جب فاطمہ کا کلام سنا خدا کی حمد ثنا کہی اور رسول پر امدود پڑا پھر کہا اے محمد تو نہیں سب سے بہتر اور باوجود میں سے بہتر اب کیے بیٹی خدا کی قسم میں نے رسول اللہ کے راہ میں تجاؤ نہیں کیا اور تجاؤ بجز اسکی حکم کے کوئی کام کیا۔ اور اب تحقیق رائد اپنے اہل کے ساتھ چوٹ نہیں برتا۔ خدا کا نام اور جسکو بخشے۔ انا بعد میں تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیاد اور رساری اور علم میں نے علی کو دیری اور اسوا اسکی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے۔ ہم انبیاء کی جہت سے اور چاندی اور زمین اور باندہ میں کیوں کیا اور شہین چوڑے تھے لیکن ہم ایمان اور حکمت اور علم اور سنت وراثت میں چوڑے تھے میں اور جو کچھ حکم فرمایا تھا میں نے اُسے عمل کیا اور خیر خواہی کی۔ فاطمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سزا دے جسکو یہ کہہ دیا تھا ابو بکر نے کہا کہ اسکا کون گواہ ہے۔ تو علی بن ابی طالب اور ام ایمن آئی اور اسکی گواہی دی۔ ۱۲۔



بیدہ نکانت بنو فاطمہ بعد و نثر ہا الی الحاج فیصلو فہم عن ذلک ببل  
 جلیل فبعث الیازیار رجلاً فصرمہا و عادی البصرۃ فقلع فی ہذہ القصۃ  
 خط کثیر من السجۃ و غالیفہم و کل من الغریبین کلام طویل و لترجع الی المنین  
 بلفظہ اسد اللہ تعالیٰ کہ فیاض شجر کی روایت سے جو ایسے کتاب میں روایت کی ہو  
 جہیں خلافت اے سے بعد کتاب ہو کر ولا اہلک ہوئی مراعات احد من الخلق رضا جناب  
 فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ثابت ہوئی اب فرمائی کہ آپ اور آپر صاحب نجات الیہین  
 یہ جو تیسرے فرماتے ہیں کہ کذب و افتراء کتب اہل حق سے اثبات رضا جا کیا یہ محض کذب  
 اور حق پوشی نہیں ہے تو کیا ہے۔ غرض اس تقریر سے بخوبی یہ امر ثابت ہو کہ بجز اللہ  
 و فوہ اہل حق کو حدیث کے وضع کرنے کی اور نام کتاب تراشی کی کچھ ضرورت نہیں  
 رہا یہ کہ آپر صاحب نجات الیہین نے جو یہ اعتراض فرمایا (کہ محتاج کے تصنیف کو  
 نسبت کرنا شرف عطاء الدین طبرسی کے بشمول مجمع البیان و محتاج کے بخط و خطا ختمال  
 و جامع ہے کیونکہ مجمع البیان ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کے ہے اور محتاج ابو  
 منصور حسن بن علی ابن ابی طالب طبرسی کے ہے اور انہیں سے کوئی عطاء الدین نہیں  
 ہوا۔ صاحب مجمع البیان نقیب بامین الدین ہے اور محتاج ہرگز منسوب بامین الدین  
 طبرسی نہیں۔ غرض کہ اول محتاج امین الدین ابو علی طبرسی کے نہیں بلکہ ابو منصور طبرسی کی ہے۔  
 و دوسری امین الدین ابو علی طبرسی شہر عطاء الدین نہیں) پس بجا اب اسکی گزارش ہے  
 کہ واقفان کتب رجال پر مخفی نہیں ہے۔ بسا اوقات ایک نام کی دو کتابیں شخصین مختلفین  
 کی ہوتی ہیں تو کیا عجب ہے کہ محتاج امین الدین ابو علی طبرسی کے ہی ہو اور ابو منصور طبرسی  
 اسکی اپنی ہاتھ سے ہوئی تھے اور ہی فاطمہ ازکا پہلے حاجی کو پاس بطور ہدیہ کے پہنچتے تھے اور وہ بمقابلہ اسکی  
 ساتھ بڑے مال و سلوک کرتے تھے تو باز بارے کیکر دان پہنچاؤ کو کٹوا دیا اور بصرہ میں واپس آیا تو اسکو  
 فالج نے مار لیا اور اس قصہ میں شہد اور کوئی مخالفین میں نہایت خطا ہے اور فریقین میں ہر ایک  
 کلام طویل ہو اور ہم میں کے طرف رجوع کرے میں۔ ۱۱۰

طبری کی بی بی امین کیا سخت لہر۔ علاوہ ازیں اگر یہ خط اور خطا اور اختلال و مانع ہے تو آپ  
 ہی کے اکابر کا ہے جنہوں نے علماء و مصنفین کے فہرست لکھ کر کہیں جی حاج کو احمد بن  
 ابی طالب کے طرف منسوب کر دیا ہے اور کسی نے ابو علی طبری کی طرف منسوب کیا ہے مگر اب  
 تعجب ہو کہ آپ اپنی کتابوں کا ملاحظہ نہیں فرمائی۔ اور بدو و دیگر اور تلاش کیے انکار فرما  
 ہیں اس وقت ہمارے پاس تراجم علماء میں سے مجموعہ عالم العلماء ابن شہر آشوب  
 سعد رایتین کے کہ ایک غالباً ابن داؤد کا ہے اور دوسرا سید ابن طاووس کی موجود ہے  
 اب ان کے اختلافات کو کیفیت بینی جس سے خط اور خطا بلکہ اختلال و مانع کے پوری طور  
 تصدیق ہو جاوے عالم العلماء ابن ابن شہر آشوب لکھتے ہیں شیخ احمد بن ابی طالب  
 لا الکافی فی الفقہ احسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ تاریخ الامم۔  
 فضائل الزہرا۔ تو یہ بزرگ احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبری کے طرف منسوب  
 کرتے ہیں ابینی سید ابن طاووس اپنے بھائی ابن ابو علی طبری کے حال میں لکھتے  
 و منهم الشیخ ابو علی فضل بن محمد بن ابی الفضل الطبری المفسر للہاشر مصنف  
 مجمع البیان و الجوامع و الجمع و الکتاب و کتاب الاحتجاج و کتاب مکارم الاخلاق میں بزرگ  
 اور دو کتابوں یعنی کافی اور احتجاج کو جنکو ابن شہر آشوب نے احمد بن ابی طالب  
 کو تصنیفات بیان کی تھیں۔ ابو علی کے تالیف بیان کیا۔ آپ کے علامہ مجلسی نے جدول  
 بحار میں صفحہ ۱۲ پر صاف لکھا ہے کتاب الاحتجاج و نیب هذا ایضاً۔  
 ابی علی و هو خطا بل هو تالیف ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبر  
 غرض اس سے ہر کو یہ ثابت کرنا تھا کہ علماء شیعہ نے احتجاج کو ابو علی طبری کے طرف  
 لے کر میرا شیخ احمد بن ابی طالب سے کہا تھا کہ میں نے کافی فقہ میں حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ۔ تاریخ الامم۔ فضائل الزہرا  
 لے کر میرا شیخ ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبری مفسر ہاشر مصنف مجمع البیان اور جامع و جامع اور کافی اور کتاب  
 احتجاج اور کتاب مکارم الاخلاق کا ہے ۱۲ لے کر کتاب الاحتجاج اور یہ ابو علی کی طرف ہی منسوب ہے جو احمد  
 خطا ہے بلکہ یہ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبری کی تالیف ہے۔ ۱۲۔

منسوب کیا ہے تو اگر یہ استدلال و طرح سہلہ تو اگر ہلکا کا ہے نہ حکیم بہت علی خان مرحوم  
کا ادبی حیرانیکہ ابن شہر آشوب نے بیان کردہ علی طبری بن کہا ہے کہ شیخی ابو علی الطبرسی  
لہ مجمع البیان نے معارف القرآن حسن الکلام اشاف من کتاب الکشاف  
المؤلفین الکفائن حسن اعلام الوری باعلام الہی کا آداب الدینہ لٹخارنہ  
المعنیہ تو انہوں نے اعلام الوری کو ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے اور سید بن  
ابن طاووس نے اپنی رجال میں لکھا ہے۔ ومنہم الشیخ الفقیہ ابو منصور محمد  
الطبرسی صاحب کتاب اعلام الوری وغیرہ من المؤلفات علی هذا القیاس  
ان حضرات کے ہاں جو قدراستنادناستین وہ اسیر نہیں جو واقف پر محض ہوں۔ راہیہ  
کہ امین الدین ابو علی طبرسی نقیب ہمدانی بن یاسین یا نہیں۔ چونکہ ہمارے پاس اس وقت  
صرف مختصر ترین رسالہ میں جنسہ دراز کی ایک رسالہ میں نقیب امین الدین لکھا ہے۔ اور وہ  
رسالہ میں کچھ نقیب نہیں لکھا۔ بلکہ ایک رسالہ میں امین الدین کے جد کو نسبت کو طور پر افضل  
لکھا ہے تو ہم اسکی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے نقیب سعاد الدین سے یا نہیں اور فاضل  
مجیب اور صاحب نفحات الیاضین کے سحر کا حال تو صاف واضح ہے تو انکا  
انکار اس باب میں قابل اعتماد کے نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ روایت  
رضا غامی کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت و تحقق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کو وضع  
کرنے اور کتاب کا نام تراشی کے کچھ ضرورت نہ تھی تو اس سے صاف عقل سلیم  
باور کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب نے بحقیقت علما شیعہ کے کتابوں میں سے ہے اگر حکیم  
سلامت علی خان مرحوم نے اس کتاب عجائب اسانکین کو بشمول مجمع البیان  
و احتجاج ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کر دیا تو اسکی اطلاع ہر کون سے دلیل قائم ہے جو اس  
مانع ہو علی الخصوص جبکہ یہ یہی ثابت ہو گیا ہو کہ احتجاج و مجمع ہی اسکی طرف منسوب ہے  
اور صاحب نفحات الیاضین نے جو یہ دعویٰ کیا کہ مولوی حیدر علی رحمہ اللہ مدعی امین



کہ شاہ عبد الغفر قدس سرہ نے محاج السالکین کی عبارت بلاد مساحت نقل کے ساتھ انہیں  
 کی عبارت اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں آتا ہر جہ سے کہ مولوی حیدر علی  
 یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا بیخدا اسلمت کہ اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علم سبیل  
 النمرل سلیم ہے قبول کیا کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکھا اور مولوی حیدر علی صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی اس وجہ سے کہ حکیم سلامت کے قول میں ہوتا ذکر کیا خطا کی تو یہی  
 ہم کہتے ہیں کہ یہ وضع و افتراء اسلمت کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس صورت میں اسکی تاویل  
 جو قریب الفہم ہے یہ ہے کہ کچھ بیحد نہیں اصل کتاب صواعق میں یہ لفظ مصباح السالکین  
 ہو گا کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکی قریب المعنی دور روایت ہے جو ہے مصباح السالکین شرح  
 کبیر ابن مہتمم بخرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کا تب سے لفظ مصباح  
 میں حروف صداد اور ب کی جگہ لفظ محاج جاریہیم کے ساتھ لکھا گیا ہوا ظاہر ہے  
 کہ سیف السلول میں یہ روایت صواعق سے لیکھی ہے اور مختلف میں بھی صواعق سے لے گئے ہیں  
 اسلی ہی وہ غلطی کا تب برابر چلا آئی ہو وہ سرقرینہ ہر یہ ہے کہ سیف السلول کا جو نسخہ ہماری  
 پاس موجود دہلی موجود ہے اس میں ہنجا اسالکین لکھا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول  
 تو یہ باخو صواعق سے ہے اور اوامین محاج السالکین ہے دوسری یہ کہ نہ ختم السالکین  
 مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی لکھا ہے کہ سیف السلول میں محاج السالکین لکھا ہے  
 تو یہ تو ہم ہر کہ یہ یقیناً سو کا تب سے اسطرح اگر صواعق کے نسخہ میں نسخ کی غلطی ہو گئی ہو  
 اور بجای مصباح السالکین محاج لکھا یا ہو تو کچھ بیحد نہیں اور مصباح السالکین شرح  
 کبیر ابن مہتمم بخرانی کا نام ہے جو بیخدا اسلمت پر ہے اور بارہمہ صواعق میں وہ روایت  
 روایت بالمعنی ہو گی کہ جس میں تطابق الفاظ شرط نہیں اور یہ توجیہ علی النمرل سلیم ہے  
 اسلی ہی کی کہ ہمارے پاس اور کچھ ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اسکی خصمہ کسلیم  
 کہ دین ورنہ قرائن سے نہر عاقل کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ شک یہ کتاب علماء تشیع کے

کتاب معتبرہ میں ہے ہر اور کچھ عجب نہیں کہ امین الدین طبرسی کی تصنیفات سے ہو کر ہو سکے اور اس کی  
تفسیر مجمع البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علما رشیدیہ میں سے بہت زیادہ متعصب نہیں  
ہوئے تو کچھ عیب نہیں ہے کہ اس پر یہ روایت نقل کی ہو۔ غرض یہ کہ یہ شیخہ میں اس نام کی  
کوئی کتاب ہو یا نہ ہو صاحب طعن الرماح کا یہ فرمانا چہ سبقتہ مست کہ این کتاب را خودش  
بدون ساختہ باشد اور علامہ کشمیری کا اسکی تائید و تقویت کرنا سہل امر لغو و لا طائل ہے۔ اور جب  
علمائے اربعہ کے معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابو بکر رضی اللہ  
عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور میں ثابت ہو گیا تو یہ طعن جو باب مطاعن میں شیخہ کا بالافتحا رہتا ساقط  
ہو اب ہم کو کچھ ضرورت نہیں رہے کہ ہم بخاری کی حدیث کی بابت کچھ کلام کریں۔ مگر  
تشیط اللساعین و چار لفظ اسکی بابت یہی گزارش کرتے ہیں کہ حدیث بخاری  
میں لفظ فوجہت کی نسبت اول ہم یہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ فوجہت بحقیقت اگر معنی  
غضب کے ہیں بلکہ معنی غمت یا زنت کریں کہ اپنے سوال مذکور کے جو خلاف حق تھا جب  
آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سوال بجا تھا تو آپ کو غم لاحق ہوا جیسا کہ مقررین بارگاہ خداوندی کا  
حال ہوتا ہے کہ ترک غیبتہ پر یہی آؤ کہ غم اور ملال لاحق ہوتا ہے حضرت قاضی ثناء اللہ  
صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سیف المسلول میں فرماتے ہیں وجواب نزد فقیر آنت  
کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث باین عبارت واقع شدہ است فوجہت و لم تکنلم  
حتى ماتت و جہت لفظی است مشترک در چند معنی جسکی غضب و زنت غمت آنت  
کذا فی نہایتہ الجرمی و اینجا وجہت را اصل راوی مجتہد زنت یا بمعنی غمت استعمال  
کر دہ بعضی روایات فرع کہ روایت حدیث بالمعنی کر دہ و جہت را بمعنی غضبیت خصمیدہ  
ہمان قسم یاد داشتہ و لفظ غضبیت روایت کر دہ و جہت یا بخاری حدیث در حقیقت آنت  
کہ چون فاطمہ جواب ابو بکر شنیدہ و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کر دہ کہ سوال میراث  
خلاف شرع واقع شد نہ است کشیدہ و سوال کر دن خود میراث را عملی کر شد کہ این فعل

چرا از من ظہور شد۔ انتہی لب در حاجت۔ بسننا کہ وجہ ت بمعنی غضب کے ہو لیکن ہم کہتے  
ہیں کہ عیب من غضبہا فقد اغضبنی میں داخل نہیں ہے کیونکہ اغضاب کے معنی یہ  
ہیں کہ کوئی شخص صرف بغرض اپنی ہوا نفسانی کے لیے حرکت کرے جس سے غرض  
اور مقصد حضرت سیدہؓ کو ناخوش کرنا ہو تو یہ محل وعید ہو نہ یہ کہ شارع کے حکم سے کوئی  
فعل واقع اور اتفاقاً بحکم شہرت جناب سیدہؓ ناراض ہو جاوے تو یہ داخل عیب نہیں  
جناب امیرؓ کے ساتھ چند بار ایسی معاملات غیظ و غضب کے پیش آئی۔ منجملہ اوں ایک وہ کہ  
ناخوش ہو کر آپؐ مسجد میں جا بیٹھے تھے اور حضرت تشریف لائی اور جناب سیدہؓ سے پوچھا  
این ابن عمک آپؐ فرمایا غاضبی فخرج ولم یقل عندی غم و حضرت تشریف لیکر  
و یکہا مسجد میں لیٹی ہوئے ہیں آپؐ تم یا اترا ب فرما کر اوٹھایا منجد اوں ایک وہ کہ  
جناب امیرؓ نے ابو جہل کے بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اس پر حضرت سیدہؓ ناخوش ہو کر  
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک زہد شکایت پونچھ اور آپؐ نے اسکی بیعت فرمائی منجد  
اوں ایک وہ کہ ایک لونڈی حضرت جعفر طیار نے بھیج رہے تھے اور جناب سیدہؓ نے  
جناب امیرؓ کا سر مبارک اسکی کنار میں رکھ کر کس قدر غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیرؓ کے  
مسمونہ کو کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا بھانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر  
شکایت فرمائی۔ منجد اوں ایک وہ کہ جب خلفار نے جو کرنا اہل بیت پر بڑے غم شیعہ  
شروع کیا اور جناب امیرؓ نے بحکم خدا تالے دیویت رسول صلعم صبر و سکوت فرمایا تو جناب  
سیدہؓ ہاتھ ناخوش ہوئیں کہ کلمات کتبہ بحق جناب امیرؓ جنین پر دو نشین و خائنین و زنا  
گریختہ فرمائی حالانکہ حکم جناب رسالتؐ ہو چکا تھا۔ بافاطمہؑ اتقصی علیاؑ فاقض  
غضبت بغضب اور یہ واقعہ قرب وفات جناب سیدہؓ کے ہو پس اگر حکم  
من اغضبہا فقد اغضبنی کلیہ ہے تو یہ واقعات ہی داخل عموم حکم ہو کر وعید  
میں شمار ہونگے۔ اور اگر کلیہ نہیں تو طعن ہے سلسلہ روچ ہے تو اس صورت میں جبکہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شرع کیا اور وہ سپر جناب سیدہ ناخوش بیگم  
تو صدیق اکبر پر کوئی طعن اور وعید عاید نہیں ہو سکتی لیکن اس سبب جناب سیدہ کی طرف فراموشی  
اعتراف ہے تو اس کے لیے بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ  
منصوم تھیں اور نفس رکبھی نہیں اور کبھی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہو جاتے ہیں  
آخر جناب امام حسینؑ باوجود اعتراف بڑی بیانی پر درباب صلح ناخوش ہوئی اور ظاہری  
کہ حق ایک ہی جانب تھا تو اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ کی ناخوش ہوئی ہوں  
تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن یہ جواب علماء محققین اہل سنت کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ  
جب دوسری توجیہ اسکی جس سے ہمارے وظائف و امن جناب سیدہ کے اس الزام سے  
ہو سکتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور وہ یہ کہ وجہ ت کے  
معنی غمت یا مذمت کے معنی سمجھ جاویں۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ جہد لم تتکلم اگر آپ کے  
نزدیک عام ہے کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہیں کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث اعلیٰ  
الشرائع و بحار وغیرہ اس کو مذہب میں جنکو خاتم التکلیف نے ازالۃ الغین میں نقل کیا ہے  
چنانچہ ایک روایت ہم ہی ازالۃ الغین سے نقل کر رہے ہیں۔ ہر گاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام  
در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند و چونکہ کہ پر و انگہ حاصل شوی و تا درخت  
در آئینہ آنجناب آؤنند و ابوبکر بعد ازین عہد کہ زید سقیف خانہ نہ آرامہ تا داخل شود  
و در رضا و کو شد پس تمام شب در صقیع بسر برد و پیچ چیز بر او سایہ وار ہو و پتر عمر آمد  
نزد علی و گفت تو میدانے کہ ابوبکر مردی پیرست و رقت قلبی دارد و صاحب یار غار  
پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین چن بار آدمیم و خواستیم کہ نزد بتول نہ ہر خاطر شویم  
و در رضا و او کو شکستیم اگر توانی درین امر مکوش امیر المؤمنین فرمود بگویند با شید کہ من درین امر  
سامعی بلیغ بتقدیم میرسانم پس بخاندہ درآمد و گفت ای دختر پیغمبر این دو کس را دیدی  
کہ بار بار می آئند و لب معذرت می کشانند و مرا تکلیف دادہ اند کہ اجازت ببری شان حاصل نم

حضرت امیر اکابر کے ساتھ فراموشی کا کلام نہ کرنا روایت شیخین کی بالکل ہے۔

فاطمه فرمود که بخدا اجازت نخواهم داد و نه کلام با آنها خواهم کرد تا آنکه پدر بزرگوار را ملاقات کنم  
 و دفتر شکایت ایشان باز نمایم امیر المومنین گفت که من ضامن شده ام که ایشان در خانه  
 داخل گنم فرمود که اگر این ضمان اتفاق افتاده پس خانه خاندست در زمان محکوم اند بلکه  
 مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در هیچ چیز نتوانم کرد پس پدر و انگیزه هر که را  
 خواهی امیر المومنین بیرون آمد و شیخین را پدر و انگیزه هر که را جناب فاطمه زهرا را دیدند سلام کردند  
 روی از ایشان باز گردانید و گفت ای علی پدر و برافکن دست از فرموده ما روی بجنبان  
 بسوی دیوار گردانیدند ابو بکر چون این حال مشاهده نمود عرض کرد ای جد و خیر رسول خدا باعث  
 آمدن مانیت که خوشنودی ترا طلب نسیم و از غلظ غضب تو خود را باز نسیم سوال این  
 که کجایی و از زلات بگذری فرمود و هیچ کلمه با شما نخواهم گفت تا آنکه خجسته پیغمبر خدا حاضر شود  
 و معاملات شمارا شرح دهم باز شیخین محذرت و پوزش را اعاده کردند و عفو و صغح را درخواست  
 بعد از این فاطمه زهرا سوی علی رخصه الله عنه التفات نمود و گفت که من حرفی باین مرد پس  
 نخواهم زد تا آنکه چیزی سے سوال میکنم که ایشان از رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اند  
 اگر قصدین خواهند کرد پس هر چه در رای من خواهد آمد بر آن عمل خواهم نمود و شیخین خدا را یاد کردند  
 و گفتند بے تکلف به پرسش از سخن حق تجاوز نخواهیم کرد و بصدق و صفا گواهی خواهیم داد -  
 فرمود قسم می دهم شما را بخدا یاد میکنید یا نه که رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شمارا  
 وقت نصف شب بیدار کرد که حادث شد از جانب علی طلبیده بود و گفتند بخدا یاد میکنیم  
 باز گفت قسم می دهم شما را که از پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اید یا نه که میفرموده فاطمه  
 پاره از من است و من از ویم هر که ادا ایند می دهم مرا ازیت میرساند هر که مرا در رنج می آرد  
 با یقین خدا را در غضب می آرد و هر که یا نذر او کوشد بعد از موت شل شخصی است که انذار دهد  
 او را و زندگی من و هر که او را رنج دهد در حیات من هست شل کسی که انذار دهد او را بعد از  
 مردن من گفتند بخدا از حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم قطعاً و یقیناً شنیده ایم

اُس سیدہ باوجود گفت کہ خدایا میں ترا گواہیہیں دے دوں کہ میں ہر ایک  
 حیات و ہم وقت و فات رنج وادہ اند کلام بایشان بخوانم کہ درپیش تمانکہ بقاء خدا رسم شکایت  
 از شما نمایم و افعال و اعمال شما یک یک بگویم پس ابو بکر بویل و شور گریست انتہی یہ روایت  
 علل الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم المتکلمین نے ازادہ انھیں میں فارسی میں نقل فرمائی ہے  
 اور سبط ج اور وائتین میں جو اسکو ہم معنی طعن الرماح سے نقل کے گئے انہی صاف و صغیر  
 ہیں کہ جناب سیدہ نے باوجود مکر و سرکدہ و پیمان کے اور قسم شرعی کی کہ میں ہرگز اپنی کلام  
 نہ کروں مگر شیخین کے ساتھ کلام کی تو دعویٰ عموم باطل ہوا اور اعلیٰ الاخلاق کلام سے انکار  
 کرنا لغو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اسکو چارہ نہیں کہ جملہ مسلم متکلم کو مقید کریں اور فرمائیں  
 کہ بعد مسلم متکلم لفظ رضا وغیرہ منقولہ رہے اور سمجھیں کہ شیخین کے ساتھ رضا و خوشنودی  
 وقت وفات تک کلام نہیں کی قطع نظر اس سے کہ باوجود سخی و سفارش جناب امیر کے  
 اگر جناب سیدہ شیخین سے راضی نہ ہوں تو مخالفت امیر جناب امیر کے جو امام برحق تھے  
 لازم آئی اور نیز اسکو مخالفت ہوا۔ کہ من زوجه مطیعہ شما من مخالفت تو در پیش ہر پنجواں  
 کرو۔ جیسا کہ روایت بجا و علل الشرائع میں مذکور ہے اہل حق یہی ہیں ہی فرماتے ہیں  
 کہ جب مسلم متکلم مقید ہے بقید حقے امر مذک اور نے ذاک المال۔ اور سمجھیں کہ ابو بکر کے  
 ساتھ معاملہ مذک اور اسکو مطالبہ کی نسبت وقت وفات تک یہ کلام نہیں کی کیونکہ جناب سیدہ  
 پر حقیقت اس امر کی واضح ہو گئی تھی کہ انبیاء کی میراث مالی نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہوتی  
 کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد میں اس جگہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ  
 میں تقسیم نہیں فرمائی اور نہ بنی فاطمہ کے حوالہ کی بلکہ اسی طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء  
 سابقین کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ علامہ بحرانی صاف شہادت و مردار ہے  
 ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذا لے ان و لے معویۃ قاطع ثلثا من زمان اس سے  
 صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت میں یہی منصوب رہا اور آپ یہی

اوسمین اوسے مسیح کرتے رہی جس طرح خلفاء سابقین کرتے تھے یہاں تک عمر بن عبد الوہید  
 رحمۃ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر رد کر دیا جس کی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہیں جسکو ابن میثم  
 نقل کرتا ہے قالت الشیعہ فکان اول ظلامۃ سر دھا تو اگر مذکور غضوب تھا  
 اور خلفاء غاصب تھے تو جناب امیر معصوم بھی اس فعل میں اونکو شریک ہیں پس اگر  
 خلفاء کا کوئی فعل موافق فعل معصوم کے واقع ہوا تو اوس فعل کی نسبت اونپر طعن کرنا  
 درحقیقت امام معصوم پر طعن ہے اور یہ کہنا کہ خلفاء ترکب غضب حق اور جبراً فاعل حرام  
 ہوئی گو یا امام معصوم کے نسبت کہنا ہی بلکہ دو امام معصوم کے نسبت ہے کیونکہ جناب امام حسن  
 اس مجبور و مسلم کو اہلبیت سے اپنی زمانہ خلافت میں نہ کوٹا یا پس صیب امامین معصومین کج موافق  
 خلفاء کے فعل ہوئی تو وہ کیونکر محل طعن ہو سکتے ہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ معاملہ مذکور میں  
 حقیقت خلفاء کے جانب تھی جو جناب سیدہ پر بعد سنی حدیث خن معاشرا لایبدا کے  
 واضح ہو گئی تھی کہ پھر آپ نے اوس معاملہ میں لب کشائی نفرائی اور ائمہ میں سے ہی کسی  
 اور کا پیر نام نہیں لیا۔ پس روایت بخاری سے خلیفہ صدیق کے طعن میں استدلال کرنا  
 حضرت مجیب اور اونکو حضرت صاحب نفحات الریاضین کے فہم کی خوبی ہے پیر اسپر  
 طرہ یہ کہ بمقتضائی کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہیں کہ اہل سنت نے ناجائز  
 ہو کے مذہبی حرکتیں کیں اور صدق مثل مشہور الغزین مشیت بکل حیثیت کہے ہوئی اور کہنا  
 وافر اکثر کتب شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا۔ حالانکہ بحول اللہ وقتہ اس بارہ میں  
 اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا اور نہ استدلال شیعہ کا اجماع صحیح ہو سکتا ہے  
 اور جب اونکو علامہ ابن میثم نے لکھا یا کہ جناب سیدہ راضی ہو گئیں تو یہ کہنا کہ نہ با وافر  
 اثبات رضا چاہا کہ نہ با وافر کو اپنی علامہ فاضل شجر ابن میثم کے طرف شوب کرنا ہے  
 اب اس علامہ ابن میثم کی شہادت پر دیکھو کیسی کچھ حرکتیں مذہبی فرمایاں بلکہ اہل حق کو  
 شردہ ہو کر ابن میثم نے تو بعد تفسیر روایت گویا فیصلہ ہی کر دیا اور فرمایا و فی ہذا، لخصتم





خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرماؤ اس اپنے قول کا یہی پانچواں یا دہواں قول ہمارا دعوے  
اثبات رضا جناب سیدہ رضی اللہ عنہا ابو مکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فک میں  
روایات شیعہ پر تھا اور یہ ہر جہ کہ وہ موقوف مجاہد السالکین کے ثبوت توشیق پر نہیں اور  
نہ ہمواسکر اثبات توشیق کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب معتدہ شیعہ میں  
ورد ہے تو ہمارا دعائیات ہر اور جب ہمارا دعادوسری کتب سربہی ثابت ہوا مجاہد السالکین  
پر یہی موقوف نہیں تو اس دایت کے وضع کرنیکا اور نام کتاب کے تراشی کا الزام خود  
ہم یا منشور ہو گیا کیونکہ ہدایت عقل شاید ہے کہ ہمو کتاب کا نام نہانے کی ضرورت اور ثبوت  
ہوتی جبکہ ہمارا اثبات دعادوسی پر منحصر موقوف ہوتا تو ایسی وقت میں احتمال نہا  
کہ شاید نام کتاب از خود تراش لیا ہو لیکن جب یہ احتمال ہی باطل ہو گیا تو ہمواسکر  
اثبات کی ضرورت کیا باقی رہے اور اسکر اثبات کے واسطی اسبقدر کہنا کافی ہو کہ حکیم  
سلامت علیہ ان مرحوم کے پاس تھی اور عماد الدین و امین الدین طبرسی کی تصنیفات  
سہی ہے اگر بالفرض یہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارا دعادعا کو اس سے کیا ضرر ہو سکتا ہے  
اسیواسطی ہم نے نقل عبارت خاتم المتکلمین صرف آپ کے صاحب طعن الراح کر بطلان  
دعوی کے واسطی کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے دفعہ افتراء  
فرماتے تھے نہ ثبوت توشیق میں کہ اسکی ہمو حاجت کیا اور بطلان دعوی صاحب طعن الراح  
بخوبی واضح ہے۔ پیر جناب کا یہ نہ مانا۔ ”تجربہ ہے۔ کہ اثبات کتاب مجاہد السالکین  
میں جو اپنے بڑے فخر و ناز سے خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرمائی اس اپنی قول کا یہی  
پاس نہ مانا یا یاد نہ رہا۔ محض حضرت عجیب کے خوبی فہم و انصاف سے ناشی ہے قول  
عجب نہیں کہ صواعق و سیف مسلک کو ہمارے ہی کتابین سمجھے ہوں۔ اقول  
سبحان اللہ حضرات کے خیالات اور دعویٰ کی یہ کیفیت ہے کہ جو کتابین ہماری توجہ  
استعمال میں ہیں انکی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتابین سمجھے ہوں کوئی

حضرت سر پوچھے کہ یہ آپنی کیونکہ سمجھا یہ کوئی اجتہادی مسئلہ تو ہے نہیں کہ آپنے اجتہاد  
 سر پیدا کیا ہو ان اگر آپ محض ہونے کے مدعی ہوں تو اسبہ فرشتہ کی نیابتی جسکی  
 صورت نظر نہ آئی ہوگی معلوم ہوا ہوگا۔ مگر یہ کیا اگر آپ اپنے علمدار کی فہرستوں  
 جو علماء شیعہ کے بیان میں بکین میں ملاحظہ فرماؤ بیشک تو معلوم ہوگا کہ آپ کے علماء کو کھنڈن  
 اہانت شیعہ میں تمیز نہیں ہے اور علماء اہانت کو اپنے علماء میں معدود کیا ہے  
 قال الفاضل المحجب۔ قولہ قیاس کن زکات من بہار مرا۔ اقول جس  
 عرض سے آپنے یہ مصرع زب تحریر فرمایا ہے بے شک آپکی ہی حال کے تہات چہا  
 ہونہم ہی صا و کرتے ہیں بقول العبد الفقیر الے مولاه الغنی عاقلان  
 خود پس اند۔ قال الفاضل المحجب قولہ۔ اگر اسی غلطی کا استیفا کیا جاوے  
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ اقول سبحان اللہ کونسی غلطی آپنے ثابت کی بقول  
 العبد الفقیر الے مولاه الغنی۔ جب آدمی عقل و انصاف سے کام لے  
 تو جو ہونہ میں آوے کہے مثل مشہور زبان لے اگئی نہ کو انہ کہتا۔ لیکن اگر شرع  
 و حیا کی نظر سے دیکھیں اور عقل و انصاف سے کام لیں اور اسوقت یہ فرامین اولیٰ مضائقہ  
 نہیں قولہ مقام استدلال میں ایک ایسی کتاب کا جو مثل عنقا معلوم لاسم مجهول  
 الحکم ہے اور معلوم لاسم ہی آپکی ہی علمدار کے نزدیک ہے حوالہ دینا اور جب خصم کا کر کر  
 تو ادھر تو ثبوت کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب ہمارے فلان عالم کے پاس تھی اور ہماری  
 فلان کتاب میں اسکا نام درج ہے اور یہ دن دلیل کسی عالم خصم کی طرف نسبت کرنا  
 اسکا نام غلطی ہے تعجب ہے کہ حسب مثل مشہور مندی اولٹا چور کو ذوال کوڈنڈی  
 اپنی غلطی ہمارے ذمہ لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر اسی غلطی کا استیفا کیا جاوے  
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ ع این کار از تو آید مردان چنین کنند۔ اقول  
 حضرت یہ کتاب غنقا صفت ہے لیکن ہم کہارش کر چکر کہ اسکا مجهول ہونا ہمارے

استدلال کو کچھ مضرب نہیں ہے اور آپ کا یہ نہ مانا کہ جب خصم انکار کرے تو اس کو توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب الخ محض خوش فہمی سامی سے ناشی ہے فحقیقت انکا کوا جو توحید ہے کہ یہ ہی روایت ابن مہدی بحرانی نے شرح کبیر فہج البلاغت میں نقل کی ہے پھر یہ اس امر کا ابطال ہے جو آپ کے صاحب طعن الرماح نے اپنی غلطی سے دعویٰ کیا ہے کہ یہ مستبعد است کہ نام کتاب بدروش بدروغ ساختہ باشد۔ اور وضع واقف کو علامہ دہلوی قدس سرہ اس نیز کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب پر استہاد کتب متفقہ میں موجود ہے تو یہ کہنا کہ یہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہیں چنانچہ اسی غلطی کے ثبوت میں ہم نے یہ عبارت نقل کی تھی۔ اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے ہیں انصاف سے فرمائیں جب یہ اس کتاب کا نام صدواق وغیرہ میں مذکور ہو تو صاحب طعن الرماح کا اقرار کو حضرت علامہ دہلوی رح کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنوری کا اس کو تائید میں قرینہ قائم کرنا کہ جب باب بیوم میں اسکا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ خود اپنے ساختہ پر داختم ہے دونوں یعنی علامہ کنوری کے اور صاحب طعن الرماح کی خطا ہے کہ نہیں افسوس کہ آپ نے یا میری گزارش کو سمجھا نہیں یا سمجھ کر دانستہ اغماض فرمایا کہ اصل اعتراض بکطرف اشارۃً کیا اور بیفائدہ جوش و خروش فرمایا پس ہم بحول اللہ و قوتہ آپ کی ہی غلطی آپ کی ذمہ لگاتے ہیں اپنے غلطی آپ کو ذمہ نہیں لگاتی۔ لیکن آپ ذرا ہنرم عقل سے کام لیجئے خصم کی مدعا کو سمجھو اور ناحق و ادبلا نفرمائی۔ اس سے صاف ثابت ہو کہ ہم جو عرض کیا تھا کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو صحیح تھا اور ہندی کی مثل جو تحریر فرمائی اسکا جواب ہم کیا لکھیں اہل دانش و انصاف سمجھتے ہیں کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہو اور نیز اسکا جواب خالی از ہر نظر ظرافت نہوگا اسلیحہ ترک کر تہمین قولہ ان جیسی غلطیں ہم نے ثابت کی ہیں اگر ایسے اغلاط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضخیم تیار ہو چنانچہ آپ کو جواب میں کہہ دیتا ہوں

اور صفحہ کے صفحہ اور ورق کے ورق اسی باب میں لکھی گئی ہیں اگر ہمارے حضرت مجیب کو  
 شوق ہو تو اچھے تحفہ لائحہ فراوان **اقول** جس قدر غلطیاں آپ نے فرمائی ہیں وہ  
 فرمائی ہیں منجملہ انھیں اغلاط کے ہونگی جنہیں صفحات و اوراق کچھ گئے ہیں۔ پس اُن کا  
 حال تو ناظرین اور اوراق الٰہی فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر  
 قیاس کر لینا چاہیے پس جبکہ ان جوابات کا یہ حال ہو تو اہل اغلاط بھی بجائے خود  
 قائم رہیں اور علاوہ اُن کے غلط جوابوں کے غلطیاں اور مزید برآں بگڑیں۔ پس جس قدر  
 غلطیاں جناب نے ثابت کیں گویا وہ اپنی غلطیاں ثابت کیں اور اپنی ہی غلطیوں کی  
 بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہمنے گزارش کیا تھا تو ارادہ تھا  
 کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیوں حضرت خاتم المحدثین کے ہدیہ نذر کر دین  
 چنانچہ کس قدر ذہن میں انتخاب بھی کر لی تھیں مگر اس تحریر میں طول ہو گیا اور بیماری نے  
 اور عدم الفرصتی نے مجبور کر دیا اسلئے اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں **اقول** ہکو بھی  
 خیال تھا کہ کچھ غلطیاں حقائق سید و علامہ کنستوری و شہید ثالث و صدوق وغیرہ کے  
 آخر میں پیش کرینگے اور ہماری حافظہ میں موجود ہیں مگر خیال کیا کہ یہ تمام یہاں حضرات کے  
 اُن خوش فہمیوں کی اور اغلاط کی تصویر کھینچ رہا ہو جو اصول مذہب شیعہ کے لئے  
 بیخ کن ہیں تو اب کیا ضرور ہے کہ اور اُن کی خطاؤں کا اظہار کیا جاویں اور اگر انکی غلطیاں  
 خصم نے تسلیم بھی کیں تو مذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچ سکتا ہوا اسلئے  
 ہمنے اُن ہی ضمنی غلطیوں پر اکتفا کر کے قلم کو روک دیا اور پیشتر بھی صرف آپ کی  
 تحریک ہی کی وجہ ہمنے گزارش کر دیا تھا اگر آپ اپنی سوال میں اس قصہ کو نہ چھیڑتے  
 تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جس قدر جناب نے غلطیاں تحریر فرمائی تھیں اُن کی کیفیت  
 بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیاں نہیں تھیں بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیاں  
 تھیں **الغرض** انصاف بخور و نال کھیلین **قولہ** اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا

تو پھر کبھی دیکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ باقی صحبتیں باقی اقوال نہ ہم اس سلسلہ کے باد میں ہیں اور نہ ہم کو اس کے جاری رکھنے سے انکار اپنے یا آپ کے شیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے۔ جب تک آپکا اور انکا دل چاہے جاری رکھیے اور جب دل چاہے ختم کر دیجیے۔ ہم مامور محض ہیں اور ہر طرح حاضرین تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سنبھال لیجئے اور فیصلہ کر لیجئے **قال الفاضل المحیب** قولہ - بنابر ان ہذا قلیل پر انکار کے تفصیل کردو مگر وقت پر منحصر کرتا ہوں فقط والسلام علی من اتبع الهدی اقبل۔ جس قدر قلیل پر آپ نے انکار فرمائی اُمید ہے ہم بھی جواب گداز کر چکے۔ اگر آپ تفصیل کر لکھیں گے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضر ہیں والسلام علی من اتبع الهدی **یقول العبد الفقیر الی مولاه العنی** جس قدر آپ نے ہماری جواب میں تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر منقلب کر چکے اور واضح کر چکے کہ میحس اوہام باطلہ و خیالات لا طائلہ منہی پس عقول انصاف سے کالیجئے تعصب و نفسانیت کو چھوڑ دیئے۔ اور ابطال حق پر زامادہ ہو جیئے۔ و صراط مستقیم اختیار فرمائیے۔ وما علینا الا البلاغ والحمد للہ اولاً و آخراً دائماً سرمد و صلے اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و انشیاء و احبابہ اجمعین۔

اسکے بعد جاری و فاضل مجیب نے دو تحریریں جو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہانپوری بہین ملحق کی ہیں۔ پہلی تحریر میں بجز شکوہ و شکایت طعن و تشنیع کے کسی بحث سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تفسیق کی بحث بے محل چھڑ گئے اُس کے جواب کی چندان حاجت نہیں۔ اور دوسری تحریر میں حدیث بخاری سے جو مضمون تاخیر بیعت نامشیش ماہ اور قصد اہراق سے تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعددہ میں موجود ہے اُسکے تکرار و اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرات شیعہ کی خدا و رسول پر افتراء بہتان باندھنے کی عادت ہے اُسی عادت قدیمہ کے

موافق کتاب و افتراء بحوالہ عالم التنزیل تفسیر سورہ یسین ایک بنی پر انبیاء سے بت پرستی کا بہتان بانہ دہل نہ الا کذب صراح و بہتان واضح۔ اول تو یہ ہی مسلم نہیں کہ ترویج دین کی نسبت بت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین میں کیسے نزدیک ثابت فرمادیں کہ اس غرض سے کفار کی عبادت خانوئین جانا اور ان کو عبادت تو نہیں شرک ہے ہونا جائز ہو دوسرے یاد آتا ہے کہ جمع البیاضین ہے کہ انبیاء کو تو تفتیک ہے ہی جائز نہیں۔ علاوہ ازین تفسیر عالم التنزیل میں ہرگز کسی نبی کے نسبت یہ نہیں لکھا ہے تفسیر عالم التنزیل کتاب نادور الوجود یقین ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے جگہ اول چاہے حضرت محیب کا انکار کا بر کے افتراء کا جن سے فاضل محیب نے نقل فرمایا ہے تاشا دیکھ لیوے۔

اب ہم اسکا جواب گزارش کرتے ہیں جو مولوی میر محمد خان صاحب کے پہلی تحریر کے ضمن میں ہلکے خطاب کر کے فرمایا ہے۔

**قولہ** حضرت محیب مخاطب کی خدمت اقدس میں بصداد یہ گزارش ہے کہ اپنی اصلی مالک جواب عطا فرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث میں طول دیا۔ میرے کسی قول کا جواب نہ دیا شرائط کو دلائل جو آپ نے دریافت فرمائی تھیں کیا۔ مگر میں نے سوال میں عرض کیا تھا کہ اپنے اصول خلافت جو یکہمین دلیل لکھیں اسکا جواب کچھ ہی تحریر ہوا۔ یعنی گزارش کیا تھا کہ اہلسنت و جماعت خلفائے ثلاثہ اپنے اصول موضوعہ سے کبھی ثابت نہیں کر سکتے غور فرمائی کہ یہ کتنا بڑا دعویٰ ہے مگر آپ نے کچھ ہی جو دیا۔ اقول چونکہ وہ محل آپ کے اصلی سوال کے جواب کا نہ تھا اسلیئے ہمتے تفصیل عرض نہیں کیا تھا اور مجملہ وہ بھی موجود تھا۔ کاش آپ نال کے نظر سے ملاحظہ فرماتی۔ اور زائد گفتگو کی بنا خود جناب کے زائد گفتگو ہوئی تھی اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چھیڑا تو اوپر مذکور نے بھی مختصر عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرماتی تو بیشک یہی عرض نہ کرتا۔ اور کچھ فرمانا

تاریخ تفسیر عالم التنزیل بحوالہ عالم التنزیل  
تاریخ تفسیر عالم التنزیل بحوالہ عالم التنزیل  
تاریخ تفسیر عالم التنزیل بحوالہ عالم التنزیل

کہ میری کسی قول کا جواب نہ دیا انصاف سامی سے بعید معلوم ہوتا ہے اسکو جو بہین  
بجز اسکو کہ ہم ہی ہٹو بدین اور کہیں کہ آپ نے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں دے سکتا  
جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ ثبوت خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہ اس تحریر میں  
بخوبی مفصلاً تحقیقاً و الزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو قولہ  
اب یہ عرض ہے کہ اگر آپ کو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو بے شک ہم ہی حاضرین  
مگر شرط یہ ہے کہ جسطرح ہم نے آپکو ہر قول کا جواب لکھا ہے اسی طرح آپ ہی ہمارے  
ہر قول کا جواب تحریر فرمادیں اور جو کچھ ممکن ہو دل ہو اور اگر طوالت منظور نہیں تو صرف  
میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہوا قول اگرچہ محکومین مد نظر نہ تھی لیکن فریش  
سامی کے موافق آپکو ہر قول کا جواب لکھا ہے اور جو کچھ عرض کیا ہے مدلل عرض کیا ہے  
چنانچہ جناب پرانشاء اللہ تعالیٰ بعد معائنہ واضح ہو جائیگا قولہ ہم نے شرائط ثلاثہ  
آپکی ہی کتب معتبرہ سے ثابت کر دیں اگر یہ مقبول ہوں تو فرمایا یہی کہ ان شرائط سے مشروط  
کون خلیفہ ہے اور اگر مقبول نہیں تو انکو بدلائل و فرامایا اور زاید باتوں کو نہ چھیڑی ہم  
بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں اقول یہ شرائط ثلاثہ کا ثبوت صرف بزعیم حاکم  
ہو رہا ہے اور فی حقیقت انکا کچھ ثبوت نہیں چنانچہ جو دلائل جناب نے ثبوت شرائط ثلاثہ میں  
فرمائی تھی انکو ہم بدلائل و فرامایا آپکو اختیار ہی چاہی بحث کو مختصر فرمادیں یا طوالت  
دین نہ ہو آپکو تطویل کا کچھ خوف ہے اور نہ اختصار کے خواہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح  
ہو جائیگا۔ قولہ اگر آپ کو اس سیر کا جواب لکھنا منظور نہ ہو تو ہمکو کچھ شکایت نہیں۔  
اقول اگر آپ ناخوش ہوں اور میری نقلی و کچھ پر محمول نفرامین تو میں آدمی بلا نیت  
عرض کرتا ہوں کہ آپکی یہ تحریر ہرگز قابل جواب التفات نہ تھی اور یہ ہرگز دل چاہتا تھا کہ اسکو جواب میں  
قلم اٹھاؤں و انہما فیضیہ اوقات گرامی کردن ایسا سہو سہو ماہ ذیقعد ۱۳۳۱ تک کسی تحریر بغیر کراڑا آخر جب تک  
نہ ملے کوئی غرض قبول نہ تو کب تک یہ سہو سہو قیامت لاسی بالترام جواب لکھنا شروع کیا۔ ذیقعد ۱۳۳۱ سیر ہی بہت اجزاء

متفرق طور پر تحریر کیا تھا مگر وسط و قید و سلازم و تخم کر کے کہ چہارم ہم جہادی الاولیٰ شدہ ہے  
 بحول اللہ و قوتہ اس کو ختم کر دیا اُنہدہ بھی محکم ترک و تجریرین کچھ دخل نہیں ہے اگر  
 نہ پڑے اس کے جواب پر قلم اٹھایا اور محکمہ اس کی تردید کا ایسا ہوا بشتر طرز زندگی انشاء اللہ تعالیٰ  
 میں قطعاً اس کا جواب لکھوں گا ورنہ میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ ایسے غرافات و مہملات کے  
 جواب میں قلم اٹھانے کو میں سراسر تشیع اوقات تصور کرتا ہوں قولہ صرف آپ  
 خلافت خلفائے ثلاثہ اپنی ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرمادیجے اقول  
 بحول اللہ و قوتہ ہم خلافت خلفائے ثلاثہ کو آپ کے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہیں آپ اس کو  
 متعلق انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرماویں اور آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے نزدیک سلاست  
 فروغ میں سے ہر پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرمادیجے خلاف عقل  
 ہے کیونکہ غایت مافی الباب و وقع اختلاف اگر ہوگا تو موجب عدم قطع ہوگا اور یہ  
 خود فروغ میں ضرور نہیں بلکہ فروغ کے ثبوت میں صرف ظن کافی ہے۔ بالیہ ہمہ ہینے  
 بلا اختلاف خلفائے ثلاثہ کے خلافت کو آپ کی اصول پر ثابت کر دیا ہے اور واضح رہے کہ خلافت  
 منفی سے وہ اختلاف مراد ہے جو ناشی عن دلیل ہو ورنہ سفاسطیات کا انتہاء ثبوت بلکہ  
 الہیات میں بھی ممکن نہیں قولہ غور فرمائیے کہ ہم کہاں تک وسعت دیتے ہیں یہی اس  
 صورت میں ہے کہ آپ کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی اقول اگر جناب کو وسعت ہی  
 پسند خاطر ہے تو لیجئے ہم بھی وسعت دیتے ہیں کہ آپ زاید باتوں کو ترک فرمائیے اور صرف  
 امامت کا اصول میں سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمائیے یا امام کے لئے صرف عصمت  
 ہی ثابت کر دیجئے شراط ثلاثہ تو آپ کیسے اثبات فرمائیں گے۔ اور اگر آپ تحریر کے  
 تطویل سے گہراتے ہوں اور بیماری و عظیم الفقر صحتی سے مجبور ہوں تو ہم آپ کو ایک عمدہ بدیر  
 بتلاتے ہیں کہ آپ کو تحریر فرماویں ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا  
 اور یہی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کو کسی قسم کی تکلیف ندین گے اور یہ



اس صورت میں ہر کہ آپ کو یا آپ کے شیفتی کو بحث منطوق ہو ورنہ آپ کی مرضی ہو کہ کوئی شریعت  
 نہیں ہے جو یہ صرف اس لئے عرض کیا ہے کہ آپ کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ اہل سنت کی ہر شے آپ کے  
 دماغ میں یہ رہا ہو کہ سیری تحریر و تقریر کے مقابلہ میں مخالفین میں سے کسی کو خیال  
 و مذہب نہیں ہیں اگر فی الواقع آپ کو یہ خیال ہوا و اہل سنت کی نسبت آپ خیال  
 کرتے ہوں کہ وہ اپنی اصول کو ثابت نہیں کر سکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہو  
 قول آخر میں بعد نیاز یہ ہی گزارش ہے کہ اگر اس تحریر میں غلطی ہو ہو تو بنظر  
 اصلاح ملاحظہ فرماویں کیونکہ مجھے جیسا جاہل و نادان ہرگز اس لایق نہیں کہ اس شخص  
 جو علماء اعلام کا کام ہے کچھ لکھے محض اپنے شیفتی دلی کی خاطر سے کچھ لکھا گیا  
 قول یہ جو کچھ تحریر ہو محض تواضع و مضم نفس پر مبنی ہو ورنہ اپنی تحریر مقابلہ خصم  
 ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہیں پیش کرتا۔ اصلاح کے لئے اپنی اساتذہ کی  
 خدمت میں پیش کیا جاتا ہے پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اس کے موافق ہونے حکم کی تعمیل کی  
 اور جو کچھ نظر سرسری میں باتیں قابل اصلاح آئیں بعد اذ ب عرض کر دی۔۔۔  
 قول یہ بھی عرض ہے کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عند اللہ معاف فرماویں  
 میری عرض آپ کو یا کسی کو سبج پھینچانے کی ہرگز نہیں خداوند تعالیٰ علیم ہے مگر آپ  
 جانتے ہیں کہ مباحثہ مذہبی میں احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ  
 بولے اور لکھے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ و السلام خیر ختام۔ سراپا عیب  
 و شین فرزند حسین عفی عنہ۔ ۲۷ محرم الحرام۔ مطابق ۶ نومبر ۱۳۵۵ عیسوی  
 قول یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و الطاف اور کرم و اخلاق سامی ہے ہر چہ  
 بندہ نے بھی الزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتیٰ الوسع تحریر نہ کروں گا  
 تاہم اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو اللہ معاف فرماویں کہ میرا  
 قصد بھی ہرگز سبج رسانی کا نہیں ہے خداوند تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو معاف فرماوے

اور توفیق خیر کی عطا کرے۔ وَاُخْرَدَعَوَانَا اَزَ الْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ صَلَی  
 اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَازْوَاجِهِ وَاجْمَعِیْنَ  
 قَالَهٗ لِفِیْهِ وَرَقَمَهٗ بِقَلَمٍ كَثِیْرٍ الْخَطَاِیَا وَالْعَصِیَا  
 كَثِیْرًا لِّذُنُوْبٍ وَّالَا نَامُ خَلِیْلُ اَحْمَد  
 وَقَعَهُ اللّٰهُ لِلتَّزْوُدِ لَعَدَّ عِنْدَ قَامَتِهِ

فِيْهَا وَلَقُوْا صَانَهُ

اللّٰهُ عَلٰی لَعْنَتِ

وَالنَّارِ

کتاب عشر شہر حجاز الاولی سنہ الف و ثلثمائے و اربع مہجرتیہ الثقلین (اللہ)

## اِنْدَبَہ

اتناء تحریر رسالہ ہدایین حضرت مجیبی خاں صاحب کا رسالہ سے حسن المقال جو جواب انعام  
 مولفہ مکرمی سہری عنایت احمد صاحب سلمہ قدوسی گنگوہی کے تالیف ہوا  
 بعض اجاب کے ذریعہ سے میرے پاس پہنچا اور اس کو دیکھنے سے حضرت مجیب کا  
 پایہ علم و فضل اور مرتبہ انصاف اور ہی بخوبی معلوم ہو گیا۔ چونکہ مسائل خلافیہ کی اکثر  
 بحثیں اہل علی بن اور ایک بڑے مسئلہ کی بحث کے ضمن میں بہت سی چھوٹے  
 اور بڑے مسائل میں گفتگو آجاتی ہے اور یہ رسالہ ہدایات الرشید بہت  
 سی مسائل خلافیہ کے بحثوں کو شامل ہے جو تفصیل اور میں لکھ کر گئے ہیں۔ بہت  
 حسن المقال کے اکثر اور بڑے بڑے مسئلہ جو اب تواس رسالہ ہدایات الرشید  
 میں آگئے ہیں۔ لیکن حسن المقال کے وہ بعض بحثیں جہاں کوئی قریب تعلق اس

رسالہ کے مجٹون کے ساتھ نہ تھا اور نہ جواب اس رسالہ میں نہ تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ خاتمہ رسالہ پر حسن المقال کے ادون مجٹون کا جبکہ رسالہ ہدایات میں جواب نہیں لکھا گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکھوں گا اسید واسطی اثنار ابحاث رسالہ ہدایات میں ادونکی تردید کیطرف آیا اور ادونکی ضمنی ذکر کا یہی اتفاق نہیں ہوا۔ بعد ختم رسالہ ہدایات معلوم ہوا کہ جامع بین المعقول والمنقول حاوی فروع و اصول حافظ کلام اللہ جناب سے لانا مولوی شمس الحق احمد صاحب دام اللہ فیو ضمیمہ ساکن قصبہ انہٹہ ضلع سہارنپور سنرمل لد بیانہ جو غیر سے بڑے مہربان و مخلص ہیں اوسکا جواب مجھے غالباً بحر تحصیل المنال باصلاح حسن المقال ہے تحریر فرما رہے ہیں۔ لہذا اس خیال ہے کہ تحصیل المنال حسن المقال کے جواب میں کافی اور ادونکی تردید سے معنی ہوگا۔ اور نیز بجا ہی خود یہ رسالہ ہدایات ہی کی قدر طویل ہو گیا تھا بندہ نے اپنا ارادہ اوسکی تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ تحریر کرنے کا تھا ملتوی کر دیا۔ ہاں حضرت مجیب نے حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبرتیں لکھ کر اپنی کمال تقدس اور ندین پر شہادت دی ہے اوسکی نسبت اس قدر دلچسپ ہے کہ دل چاہتا تھا کہ ہم ہی چند عبرتیں دیگر واقعات جو اولین و آخرین ان حضرات کو پیش آئے مفصل طور پر یہ ہدیہ نامہ میں لکھ چنانچہ ابھی مولانا مولوی سید زین العابدین مظلوم کے قتل اور شہید ہونے کے بعد جو واسطی بعض اعیان عمان کے بیان پیش آیا تقریباً اوسیکہ نمونہ ہے جیسا بعض ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعدا کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین و دیانت کے نزدیک واقعات عبرت انگیز عبرت حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں نہ شائبہ کر لیے۔ اچیلے ہمنے اسکو شعبہ نفسانیت سمجھ کر محض خداوند تعالیٰ کے خوف سے ترک کر دیا اور سپر سلم نہیں اڑھایا۔ سبحانک و مجدک اشدھان کا اللہ انت استغفرک و اتوب الیک اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما استمر

اعلمت و طاعت اطعم من انت المقدم و انت المخرجه الا انت

# تصدیق

از جناب سی ایٹ فیض نقیاب وۃ الوالین بہ العارین عارج عارج اسرار  
ولایت نایب منایج انوار ہدایت امور گامقین و سلیم مرشد صراط مستقیم  
پیشوا اصحاب طریقت مقتدر ارباب حقیقت گم قما منازل ملتین  
قافلہ سالار محل حق یقین مجاہد شناس حقیقت جان خلوت پسند جلوت  
سیان جبرعہ نوش وحدت الوجود و التجربہ شیخنا شیخ غلام فرید صاحب  
سلمہ اللطیف سجاد نشین چاچران شریف دامت برکاتہ

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کمال مولوی خلیل احمد صاحب نے روضۃ ضالہ فضلہ شیعہ رافضیہ  
میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ و مولوی اور مطابق ملت قدسیہ اہل سنت و جماعت  
کے ہے میں بعد مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہوں کہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے  
فی الاصل صحیح اور درست ہے۔ والسلام علی السبع الہدی -

خاکپار فقرا غلام فریدی حنفی حنفی عنہ لکھم خود

تقریظ و پذیر و تحریر بے نظیر صنعت یک از هر فقره اش است <sup>معلی</sup> الهی  
 هویدا میشود چنانکه علم با قوت قلم ناظم نگین خیال ناشر عیدم  
 سبحان بحر نکته دانی سیاح قلم بیان معانی اسوة الکاتبین مولوی  
 عزیز الدین صناخوشنویس حضور سرکار اید قرآنی را سبب و پادشاه

### هُوَ الْغَزِيْرُ الْغَنِيُّ الْمَلَجِدُ

حبذا کلام کتاب کمال + با فضل قادر بهیال + و عنایت عالم سید الانام و صاحب  
 احسان و احسان و بغیرت چهار باره آل اجداد اهل جود و کرم + چه کتابیکه هر حرفش سود  
 و چه کلامیکه معانی او مفصل و مذهب + پُر از مرصع و خوبی چهار باره + در توصیف  
 آل مبارک و اطهار + از هر نقطه او مهر بر دل شیعیان + یا هر الف او تیر و دل حاسدان +  
 بجهت امانت تیر عقیده + و خواج از حزب رنجیده + بی رافضیان ناوک  
 حزین + بلکه تفنگ دروازه هر بریدین + منشور شهادت + یا تو قیام حانیت +  
 زیب ده مجلس عالمان ذوی العقول + و دیگرگی افزای دل کانه حاسدان بمقول +  
 باطل ساز یکسر زبب ناحق + الحق مشاهد قدرت حق + تیر ادب بکبر و شتمنان  
 بی ادب + در سینه بدنش حسام تنب + دران ردایل الشیخ + بهار خوب  
 دلی شنیع + جابجا عبارتش فصیح بوجه احسن + و نهضم محیب زهی جواب دندان  
 شکن + و انفع دل اهل نفاق + گلزار معانی اهل مذاق + کلیه خیالات عقل +

ن \* روایات اوسند از کتب امامیه \* چهار یب و پنجم نخلان  
شعبه \* جهان آرا سنج رنگین \* نکته نادر و شیرین \* نشو و نما \* رفع  
بدن \* سبحان الله چه کلامیت بی بدل کاز دید و شنید بعید \* و نام نامی آن  
کلام هدایات الرشید \* از تالیف نینف عالم صحیفه ربانی \* امام احمد دغلا  
کلام یزدانی \* یکن رحامی دین خدا و رسول \* راست گو عالم معقول و منقول \*  
وحید الدهر شریعت پناه \* مستند و طریقت آگاه \* قاری بآداب و حاجی  
خرمین شریفین \* مقبول و معزز سبحان و برین \* سلام فقهای مبارک خصال \*  
وسید المحدثین بے مثال \* جناب قدس آب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب  
عالم ال دین دام بالقیوض و الماویب \* حسب ارشاد و ابد جناب علی القاب  
قدسی نژاد و الانهاد \* قدوه و دودمان بنی و زبده خاندان علی سید صاحب داد \*  
منهل خاندان سیادت \* ثمره دودمان نجابت \* منبع فیض ندیم سلطان \*  
انفصل الناس سبب امن و امان \* اخلاص کیش و حسن من \* مراد جهان بین  
زمن \* زهی فرمان بر چار بار رسول \* دخی آن طبع آل رسول مقبول \*  
سید غلام مرتضی شاه صاحب بی ریب و شک منظر وجود \* شکر او یکی از کاک  
پنج وجه نتوانم نمود \* زیاده جزاه الله فی الدارین خیرا \* و از قصور و ریب  
النون بگمباردوی را \* بمطبع قدوسی طراز طبع گرفته \* و ز سعی حید  
عبد الله و س رونق یافته \* حلیه تمام پوشیده پسند دل دانا گردید \* و در  
دیدة احباب یقین سرمه نور کشید \* التماس بجناب و الاطعمان ستوده آئین \*  
بصدع جزو بهر آریانه از نیاز مند عقیدت گزین \* و احقر العباد و شیخه اکبر  
غریب الدین عقیقه میرود \* که با چنین سیاق طرز کلام بے محاوره میشود \* اگر  
بنگهی خطای عیبی فهم نمایند \* از راه و الا نشی و اگر دے معاف فرمایند \*

بسم الله الرحمن الرحیم









جو فرمود تھیں وہاں تک کہ  
 کتب عجائب فی دین و دنی  
 در کتب السی و دیہ ام  
 زید بن سنان بن ابی ذر  
 فی سال طبعش بمکہ شریف  
 ندی کا نصف دہائی

وہ سبحان اللہی اس کے گھر میں  
 وہی احمد وہی محمود وہی من  
 انہیں سوار بن گون مکان شہ  
 ہر کار بعد یہ مقصود وہاں  
 وہ پہلے جانشین مصطفیٰ ہیں  
 جو ثانی ہیں وہ ثانی عزم ہیں  
 بنائیں سجدہ ڈاڈا کے گرجا  
 میں کج نام مصدق شرم حیا واہ  
 کہنا اس کے باب بستہ ہرگز  
 غلطی رخصتی میں بعد لکھے  
 ہون تیری جنتیں جاوےں بہ یاد  
 وہ قابل کیا ہیں گل میں گل ہیں  
 انہیں حاصل ہو وہ مقول سنو  
 خلیل احمد ہر کجا نام نامی  
 جی ایسا مذہب حق انہیں جو  
 وہ کرتے ہیں حریفوں کو دوبارہ  
 رائل در بدن سے ہے لبریز  
 جو مقبولوں پر کرتے جی بڑا  
 بنا ہے ہے محرم میں جو شہ  
 جی بیکار و شوب طرف کات  
 بتعداد ائمہ ہیں وہ بارہ  
 ہر نقش شرک جگر دل پر کند  
 لکھ میں ہوں جوابات حقیقی  
 غرض جو کچھ کہا جا لکھا  
 ہوا تھی سو فکر سال پیدا  
 ذرا نگہ میں ملکہ بات کیجیے

وہ شافع میں شفاعت پر مہرین  
 وہی حامد وہی سہو وہی بین  
 انہیں سے غرت ہر دو جہان ہر  
 کہ خود کی مقبوت ہی ریح نامہ  
 وہ کان صوفی میں کان صغیرین  
 رسول حق کا بڑوں میں کمر ہیں  
 تھکسا اس کے قیل کو پہر جا  
 وہ شوی بست پیغمبر میں اللہ  
 نہیں لای وہاں قیامت ہرگز  
 میں پروا دلہا جی سعد جیلے  
 رسول اللہ کے یاروں پہ یاد  
 وہ حیدر مرشان لم نزل میں  
 کہ میں آکر ہوتے ہیں مقول  
 رہیں دین میں بابر گرامی  
 کیا دم میں چراغ خصم خاص  
 سر ادا رکھ لیتے ہیں اجارہ  
 یہ کورہ ہے سے رستہ انگیز  
 ہر سب و شتم جکار ز درمرا  
 کیا جسے عقیدہ انا اللہ  
 ہر گائی جتنے مذہب کی صفات  
 جدا تر ان سے ہے ہر گامہ  
 کر کے طفل جن بدن پر خندہ  
 نگین جن جن انگوٹھی حقیقی  
 کہ ہر حرف درجے بہا ہے  
 کہ جیسے پستان تو کا شہ  
 خلیل احمد نے دی سہا ہے

وہی بنی محمد راہ رونا ہی  
 وہی تون عالم کا سبب ہیں  
 فلک پرنا ہو سہرا میں ہی  
 کیا سہرا میں حشر انگو قیامت  
 وہ بار غار فتح الرحمن میں  
 میں آنحضرت کو فخر خلیفہ  
 لگا کر دوزخ جسم کاری  
 وہی تون کھانہ کھانہ کھانہ  
 وہی میں کھانا کھانا کھانا  
 خدا شہ میں گرجہ میں جی  
 ہوا جب اک شیعہ فعال  
 حدیث وقفہ تفسیر کرا میں  
 وہ حافظ میں حاجی میں بی بی  
 بڑی سی خاکسار اوتھی میں  
 وہ ہون کا فہرہ ہر کالم ہو  
 ہر محام العلیہا رسالا  
 یہ اس کا نام اب بیجا ہر جنوب  
 جو ہی ہر دھرم محبت پرستی  
 وہ صاحبین راجح جی عقبہ  
 بیان کرتے ہیں جو الکر لطیف  
 ہوا کیا کلام اللہ بیکار  
 دکھا کی دلی انگو دلی  
 ہر ازامی جواو کا عجیب رنگ  
 یہ نسخہ ہر دس شیون کا دلی  
 مخالف کیا مجبو نظر اب  
 ہو کی سالی ہی نمایان

وہی بیشک میں محبوب  
 وہی کلین آدم کا سبب ہر  
 درود ان پر سلام ان پر ہی  
 کہ میں بعد سحر ہو کجا جنت میں  
 وہی صدق آیت میں ہیں  
 رہی دور رہی یہ دنیا کی حقیقت  
 کیا اسلام کو عالم میں جاری  
 کہ میں کو بھی وہ اپنی دفتر  
 لی فام میں انگو مسماوت  
 اسی شمع ہی کے پردہ کو تھے  
 تو میں نے کجا کہا ایک قابل  
 علوم و فضل انکو آب گل میں  
 وہ گلزار رضا کی کلی میں  
 ظیل حق میں ثانی تعقی میں  
 تو دم میں گردن طیفان سلم  
 کہ جی انشیا کو مار ڈالا  
 کہ جس قوم کو دشنام نہ  
 کہ جس گھر میں جس شرک سستی  
 ہر سندہ جتنے قتلوں کا بقیہ  
 کاڑھی تھے امون پر صحیفہ  
 اتر کر یوں سیجھے دہن نہرا  
 کہ چوڑ میں کہہ تو عادت جلی  
 عدد ہو جائیگر پڑ کہ انہیں دیک  
 ہو کی دین دنیا میں ستادی  
 تو میں کہتا ہوں اس سے بخیر اب  
 کہتا انکا ہی لکنا جگو شایان

۱۳۰۶	۱۳۰۷	۱۳۰۸	۱۳۰۹	۱۳۱۰	۱۳۱۱	۱۳۱۲	۱۳۱۳	۱۳۱۴	۱۳۱۵	۱۳۱۶	۱۳۱۷	۱۳۱۸	۱۳۱۹	۱۳۲۰	۱۳۲۱	۱۳۲۲	۱۳۲۳	۱۳۲۴	۱۳۲۵	۱۳۲۶	۱۳۲۷	۱۳۲۸	۱۳۲۹	۱۳۳۰	۱۳۳۱	۱۳۳۲	۱۳۳۳	۱۳۳۴	۱۳۳۵	۱۳۳۶	۱۳۳۷	۱۳۳۸	۱۳۳۹	۱۳۴۰	۱۳۴۱	۱۳۴۲	۱۳۴۳	۱۳۴۴	۱۳۴۵	۱۳۴۶	۱۳۴۷	۱۳۴۸	۱۳۴۹	۱۳۵۰	۱۳۵۱	۱۳۵۲	۱۳۵۳	۱۳۵۴	۱۳۵۵	۱۳۵۶	۱۳۵۷	۱۳۵۸	۱۳۵۹	۱۳۶۰	۱۳۶۱	۱۳۶۲	۱۳۶۳	۱۳۶۴	۱۳۶۵	۱۳۶۶	۱۳۶۷	۱۳۶۸	۱۳۶۹	۱۳۷۰	۱۳۷۱	۱۳۷۲	۱۳۷۳	۱۳۷۴	۱۳۷۵	۱۳۷۶	۱۳۷۷	۱۳۷۸	۱۳۷۹	۱۳۸۰	۱۳۸۱	۱۳۸۲	۱۳۸۳	۱۳۸۴	۱۳۸۵	۱۳۸۶	۱۳۸۷	۱۳۸۸	۱۳۸۹	۱۳۹۰	۱۳۹۱	۱۳۹۲	۱۳۹۳	۱۳۹۴	۱۳۹۵	۱۳۹۶	۱۳۹۷	۱۳۹۸	۱۳۹۹	۱۴۰۰	۱۴۰۱	۱۴۰۲	۱۴۰۳	۱۴۰۴	۱۴۰۵	۱۴۰۶	۱۴۰۷	۱۴۰۸	۱۴۰۹	۱۴۱۰	۱۴۱۱	۱۴۱۲	۱۴۱۳	۱۴۱۴	۱۴۱۵	۱۴۱۶	۱۴۱۷	۱۴۱۸	۱۴۱۹	۱۴۲۰	۱۴۲۱	۱۴۲۲	۱۴۲۳	۱۴۲۴	۱۴۲۵	۱۴۲۶	۱۴۲۷	۱۴۲۸	۱۴۲۹	۱۴۳۰	۱۴۳۱	۱۴۳۲	۱۴۳۳	۱۴۳۴	۱۴۳۵	۱۴۳۶	۱۴۳۷	۱۴۳۸	۱۴۳۹	۱۴۴۰	۱۴۴۱	۱۴۴۲	۱۴۴۳	۱۴۴۴	۱۴۴۵	۱۴۴۶	۱۴۴۷	۱۴۴۸	۱۴۴۹	۱۴۵۰	۱۴۵۱	۱۴۵۲	۱۴۵۳	۱۴۵۴	۱۴۵۵	۱۴۵۶	۱۴۵۷	۱۴۵۸	۱۴۵۹	۱۴۶۰	۱۴۶۱	۱۴۶۲	۱۴۶۳	۱۴۶۴	۱۴۶۵	۱۴۶۶	۱۴۶۷	۱۴۶۸	۱۴۶۹	۱۴۷۰	۱۴۷۱	۱۴۷۲	۱۴۷۳	۱۴۷۴	۱۴۷۵	۱۴۷۶	۱۴۷۷	۱۴۷۸	۱۴۷۹	۱۴۸۰	۱۴۸۱	۱۴۸۲	۱۴۸۳	۱۴۸۴	۱۴۸۵	۱۴۸۶	۱۴۸۷	۱۴۸۸	۱۴۸۹	۱۴۹۰	۱۴۹۱	۱۴۹۲	۱۴۹۳	۱۴۹۴	۱۴۹۵	۱۴۹۶	۱۴۹۷	۱۴۹۸	۱۴۹۹	۱۵۰۰	۱۵۰۱	۱۵۰۲	۱۵۰۳	۱۵۰۴	۱۵۰۵	۱۵۰۶	۱۵۰۷	۱۵۰۸	۱۵۰۹	۱۵۱۰	۱۵۱۱	۱۵۱۲	۱۵۱۳	۱۵۱۴	۱۵۱۵	۱۵۱۶	۱۵۱۷	۱۵۱۸	۱۵۱۹	۱۵۲۰	۱۵۲۱	۱۵۲۲	۱۵۲۳	۱۵۲۴	۱۵۲۵	۱۵۲۶	۱۵۲۷	۱۵۲۸	۱۵۲۹	۱۵۳۰	۱۵۳۱	۱۵۳۲	۱۵۳۳	۱۵۳۴	۱۵۳۵	۱۵۳۶	۱۵۳۷	۱۵۳۸	۱۵۳۹	۱۵۴۰	۱۵۴۱	۱۵۴۲	۱۵۴۳	۱۵۴۴	۱۵۴۵	۱۵۴۶	۱۵۴۷	۱۵۴۸	۱۵۴۹	۱۵۵۰	۱۵۵۱	۱۵۵۲	۱۵۵۳	۱۵۵۴	۱۵۵۵	۱۵۵۶	۱۵۵۷	۱۵۵۸	۱۵۵۹	۱۵۶۰	۱۵۶۱	۱۵۶۲	۱۵۶۳	۱۵۶۴	۱۵۶۵	۱۵۶۶	۱۵۶۷	۱۵۶۸	۱۵۶۹	۱۵۷۰	۱۵۷۱	۱۵۷۲	۱۵۷۳	۱۵۷۴	۱۵۷۵	۱۵۷۶	۱۵۷۷	۱۵۷۸	۱۵۷۹	۱۵۸۰	۱۵۸۱	۱۵۸۲	۱۵۸۳	۱۵۸۴	۱۵۸۵	۱۵۸۶	۱۵۸۷	۱۵۸۸	۱۵۸۹	۱۵۹۰	۱۵۹۱	۱۵۹۲	۱۵۹۳	۱۵۹۴	۱۵۹۵	۱۵۹۶	۱۵۹۷	۱۵۹۸	۱۵۹۹	۱۶۰۰	۱۶۰۱	۱۶۰۲	۱۶۰۳	۱۶۰۴	۱۶۰۵	۱۶۰۶	۱۶۰۷	۱۶۰۸	۱۶۰۹	۱۶۱۰	۱۶۱۱	۱۶۱۲	۱۶۱۳	۱۶۱۴	۱۶۱۵	۱۶۱۶	۱۶۱۷	۱۶۱۸	۱۶۱۹	۱۶۲۰	۱۶۲۱	۱۶۲۲	۱۶۲۳	۱۶۲۴	۱۶۲۵	۱۶۲۶	۱۶۲۷	۱۶۲۸	۱۶۲۹	۱۶۳۰	۱۶۳۱	۱۶۳۲	۱۶۳۳	۱۶۳۴	۱۶۳۵	۱۶۳۶	۱۶۳۷	۱۶۳۸	۱۶۳۹	۱۶۴۰	۱۶۴۱	۱۶۴۲	۱۶۴۳	۱۶۴۴	۱۶۴۵	۱۶۴۶	۱۶۴۷	۱۶۴۸	۱۶۴۹	۱۶۵۰	۱۶۵۱	۱۶۵۲	۱۶۵۳	۱۶۵۴	۱۶۵۵	۱۶۵۶	۱۶۵۷	۱۶۵۸	۱۶۵۹	۱۶۶۰	۱۶۶۱	۱۶۶۲	۱۶۶۳	۱۶۶۴	۱۶۶۵	۱۶۶۶	۱۶۶۷	۱۶۶۸	۱۶۶۹	۱۶۷۰	۱۶۷۱	۱۶۷۲	۱۶۷۳	۱۶۷۴	۱۶۷۵	۱۶۷۶	۱۶۷۷	۱۶۷۸	۱۶۷۹	۱۶۸۰	۱۶۸۱	۱۶۸۲	۱۶۸۳	۱۶۸۴	۱۶۸۵	۱۶۸۶	۱۶۸۷	۱۶۸۸	۱۶۸۹	۱۶۹۰	۱۶۹۱	۱۶۹۲	۱۶۹۳	۱۶۹۴	۱۶۹۵	۱۶۹۶	۱۶۹۷	۱۶۹۸	۱۶۹۹	۱۷۰۰	۱۷۰۱	۱۷۰۲	۱۷۰۳	۱۷۰۴	۱۷۰۵	۱۷۰۶	۱۷۰۷	۱۷۰۸	۱۷۰۹	۱۷۱۰	۱۷۱۱	۱۷۱۲	۱۷۱۳	۱۷۱۴	۱۷۱۵	۱۷۱۶	۱۷۱۷	۱۷۱۸	۱۷۱۹	۱۷۲۰	۱۷۲۱	۱۷۲۲	۱۷۲۳	۱۷۲۴	۱۷۲۵	۱۷۲۶	۱۷۲۷	۱۷۲۸	۱۷۲۹	۱۷۳۰	۱۷۳۱	۱۷۳۲	۱۷۳۳	۱۷۳۴	۱۷۳۵	۱۷۳۶	۱۷۳۷	۱۷۳۸	۱۷۳۹	۱۷۴۰	۱۷۴۱	۱۷۴۲	۱۷۴۳	۱۷۴۴	۱۷۴۵	۱۷۴۶	۱۷۴۷	۱۷۴۸	۱۷۴۹	۱۷۵۰	۱۷۵۱	۱۷۵۲	۱۷۵۳	۱۷۵۴	۱۷۵۵	۱۷۵۶	۱۷۵۷	۱۷۵۸	۱۷۵۹	۱۷۶۰	۱۷۶۱	۱۷۶۲	۱۷۶۳	۱۷۶۴	۱۷۶۵	۱۷۶۶	۱۷۶۷	۱۷۶۸	۱۷۶۹	۱۷۷۰	۱۷۷۱	۱۷۷۲	۱۷۷۳	۱۷۷۴	۱۷۷۵	۱۷۷۶	۱۷۷۷	۱۷۷۸	۱۷۷۹	۱۷۸۰	۱۷۸۱	۱۷۸۲	۱۷۸۳	۱۷۸۴	۱۷۸۵	۱۷۸۶	۱۷۸۷	۱۷۸۸	۱۷۸۹	۱۷۹۰	۱۷۹۱	۱۷۹۲	۱۷۹۳	۱۷۹۴	۱۷۹۵	۱۷۹۶	۱۷۹۷	۱۷۹۸	۱۷۹۹	۱۸۰۰	۱۸۰۱	۱۸۰۲	۱۸۰۳	۱۸۰۴	۱۸۰۵	۱۸۰۶	۱۸۰۷	۱۸۰۸	۱۸۰۹	۱۸۱۰	۱۸۱۱	۱۸۱۲	۱۸۱۳	۱۸۱۴	۱۸۱۵	۱۸۱۶	۱۸۱۷	۱۸۱۸	۱۸۱۹	۱۸۲۰	۱۸۲۱	۱۸۲۲	۱۸۲۳	۱۸۲۴	۱۸۲۵	۱۸۲۶	۱۸۲۷	۱۸۲۸	۱۸۲۹	۱۸۳۰	۱۸۳۱	۱۸۳۲	۱۸۳۳	۱۸۳۴	۱۸۳۵	۱۸۳۶	۱۸۳۷	۱۸۳۸	۱۸۳۹	۱۸۴۰	۱۸۴۱	۱۸۴۲	۱۸۴۳	۱۸۴۴	۱۸۴۵	۱۸۴۶	۱۸۴۷	۱۸۴۸	۱۸۴۹	۱۸۵۰	۱۸۵۱	۱۸۵۲	۱۸۵۳	۱۸۵۴	۱۸۵۵	۱۸۵۶	۱۸۵۷	۱۸۵۸	۱۸۵۹	۱۸۶۰	۱۸۶۱	۱۸۶۲	۱۸۶۳	۱۸۶۴	۱۸۶۵	۱۸۶۶	۱۸۶۷	۱۸۶۸	۱۸۶۹	۱۸۷۰	۱۸۷۱	۱۸۷۲	۱۸۷۳	۱۸۷۴	۱۸۷۵	۱۸۷۶	۱۸۷۷	۱۸۷۸	۱۸۷۹	۱۸۸۰	۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۸۸۳	۱۸۸۴	۱۸۸۵	۱۸۸۶	۱۸۸۷	۱۸۸۸	۱۸۸۹	۱۸۹۰	۱۸۹۱	۱۸۹۲	۱۸۹۳	۱۸۹۴	۱۸۹۵	۱۸۹۶	۱۸۹۷	۱۸۹۸	۱۸۹۹	۱۹۰۰	۱۹۰۱	۱۹۰۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۱۹۰۷	۱۹۰۸	۱۹۰۹	۱۹۱۰	۱۹۱۱	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸	۱۹۱۹	۱۹۲۰	۱۹۲۱	۱۹۲۲	۱۹۲۳	۱۹۲۴	۱۹۲۵	۱۹۲۶	۱۹۲۷	۱۹۲۸	۱۹۲۹	۱۹۳۰	۱۹۳۱	۱۹۳۲	۱۹۳۳	۱۹۳۴	۱۹۳۵	۱۹۳۶	۱۹۳۷	۱۹۳۸	۱۹۳۹	۱۹۴۰	۱۹۴۱	۱۹۴۲	۱۹۴۳	۱۹۴۴	۱۹۴۵	۱۹۴۶	۱۹۴۷	۱۹۴۸	۱۹۴۹	۱۹۵۰	۱۹۵۱	۱۹۵۲	۱۹۵۳	۱۹۵۴	۱۹۵۵	۱۹۵۶	۱۹۵۷	۱۹۵۸	۱۹۵۹	۱۹۶۰	۱۹۶۱	۱۹۶۲	۱۹۶۳	۱۹۶۴	۱۹۶۵	۱۹۶۶	۱۹۶۷	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲	۱۹۷۳	۱۹۷۴	۱۹۷۵	۱۹۷۶	۱۹۷۷	۱۹۷۸	۱۹۷۹	۱۹۸۰	۱۹۸۱	۱۹۸۲	۱۹۸۳	۱۹۸۴	۱۹۸۵	۱۹۸۶	۱۹۸۷	۱۹۸۸	۱۹۸۹	۱۹۹۰	۱۹۹۱	۱۹۹۲	۱۹۹۳	۱۹۹۴	۱۹۹۵	۱۹۹۶	۱۹۹۷	۱۹۹۸	۱۹۹۹	۲۰۰۰	۲۰۰۱	۲۰۰۲	۲۰۰۳	۲۰۰۴	۲۰۰۵	۲۰۰۶	۲۰۰۷	۲۰۰۸	۲۰۰۹	۲۰۱۰	۲۰۱۱	۲۰۱۲	۲۰۱۳	۲۰۱۴	۲۰۱۵	۲۰۱۶	۲۰۱۷	۲۰۱۸	۲۰۱۹	۲۰۲۰	۲۰۲۱	۲۰۲۲	۲۰۲۳	۲۰۲۴	۲۰۲۵	۲۰۲۶	۲۰۲۷	۲۰۲۸	۲۰۲۹	۲۰۳۰	۲۰۳۱	۲۰۳۲	۲۰۳۳	۲۰۳۴	۲۰۳۵	۲۰۳۶	۲۰۳۷	۲۰۳۸	۲۰۳۹	۲۰۴۰	۲۰۴۱	۲۰۴۲	۲۰۴۳	۲۰۴۴	۲۰۴۵	۲۰۴۶	۲۰۴۷	۲۰۴۸	۲۰۴۹	۲۰۵۰	۲۰۵۱	۲۰۵۲	۲۰۵۳	۲۰۵۴	۲۰۵۵	۲۰۵۶	۲۰۵۷	۲۰۵۸	۲۰۵۹	۲۰۶۰	۲۰۶۱	۲۰۶۲	۲۰۶۳	۲۰۶۴	۲۰۶۵	۲۰۶۶	۲۰۶۷	۲۰۶۸	۲۰۶۹	۲۰۷۰	۲۰۷۱	۲۰۷۲	۲۰۷۳	۲۰۷۴	۲۰۷۵	۲۰۷۶	۲۰۷۷	۲۰۷۸	۲۰۷۹	۲۰۸۰	۲۰۸۱	۲۰۸۲	۲۰۸۳	۲۰۸۴	۲۰۸۵	۲۰۸۶	۲۰۸۷	۲۰۸۸	۲۰۸۹	۲۰۹۰	۲۰۹۱	۲۰۹۲	۲۰۹۳	۲۰۹۴	۲۰۹۵	۲۰۹۶	۲۰۹۷	۲۰۹۸	۲۰۹۹	۲۱۰۰	۲۱۰۱	۲۱۰۲	۲۱۰۳	۲۱۰۴	۲۱۰۵	۲۱۰۶	۲۱۰۷	۲۱۰۸	۲۱۰۹	۲۱۱۰	۲۱۱۱	۲۱۱۲	۲۱۱۳	۲۱۱۴	۲۱۱۵	۲۱۱۶	۲۱۱۷	۲۱۱۸	۲۱۱۹	۲۱۲۰	۲۱
------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	----